میری پسندیدہ بستی

قادیان دارالامان

آخرین کی نگری



عبدالرشید آرکیٹکٹ

مقدس فوٹو



حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

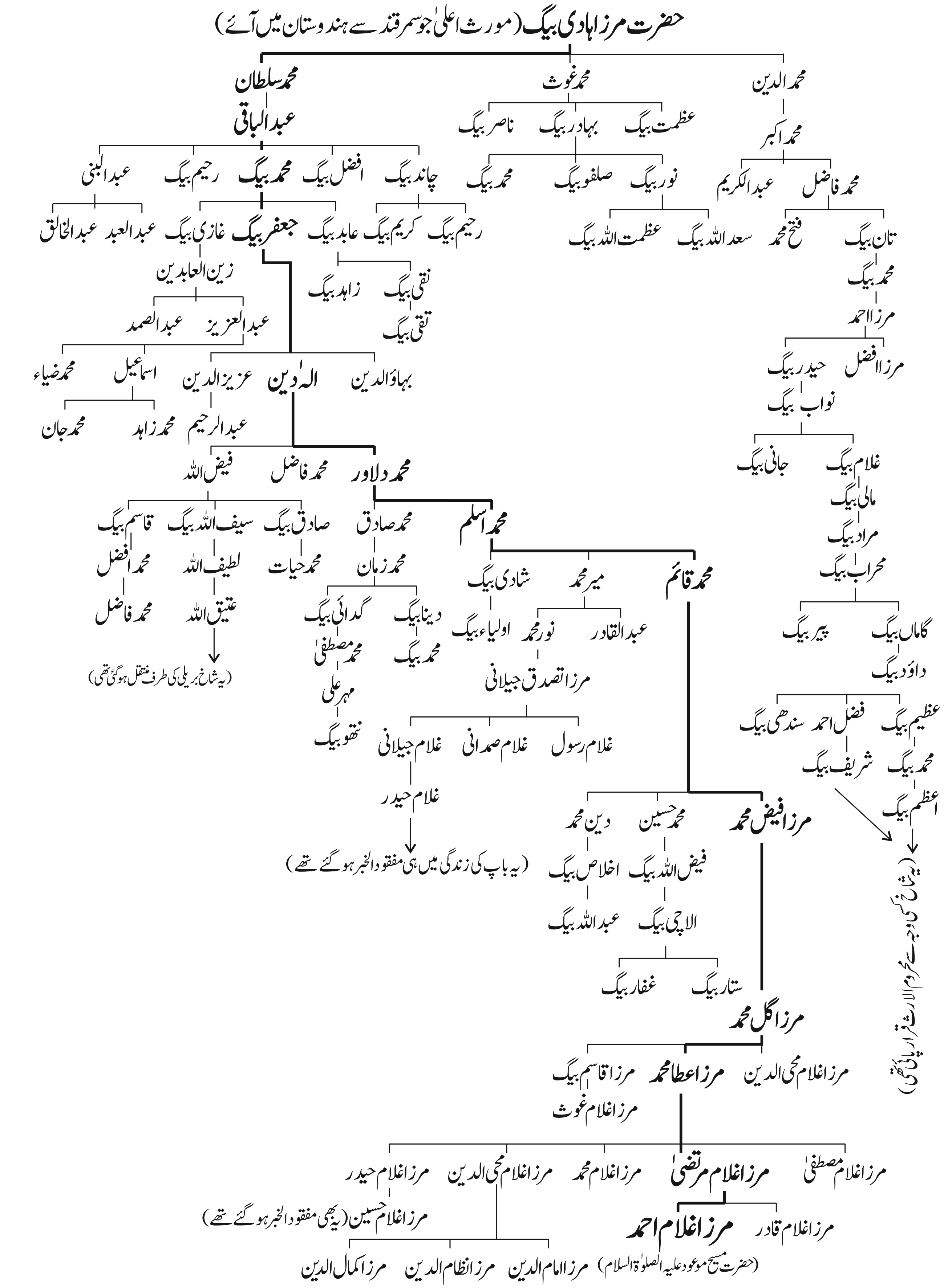
حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ فرماتے ہیں:

''امریکہ کے ایک مشہور شہر میں میرا لیکچر ہوا۔لیکچر کے بعد مجھے ایک شخص ملا۔جس نے بتایا کہ میں بھی ہندوستانی ہوں۔ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہوں۔میں نے گورنمنٹ کے خلاف تقریر کی تھی جس کی وجہ سے مجھے جیل میں بند کر دیا گیا تھا۔مگر ریاست کا جیل خانہ چنداں مضبوط نہ تھا۔میں وہاں سے نکل بھاگا۔افغانستان پہنچا۔وہاں مسلمان ہو گیا۔پھر ایران آیا۔اور ایران سے ترکی پھر امریکہ۔یہاں میں ایک کارخانہ میں ملازم ہوں۔انگریز لیڈی سے شادی بھی کر لی ہے۔اللہ کا فضل ہے۔بڑی اچھی گزرتی ہے۔یہ تمام باتیں کرنے کے بعد کہنے لگا۔چونکہ میں بھی ہندوستانی آپ بھی ہندوستانی اس لئے میں چاہتا ہوں کہ کل آپ میرے گھر کھانا کھائیں۔میں نے وعدہ کر لیا۔دوسرے دن حسب وعدہ وقت مقررہ پر اس شخص کے مکان پر پہنچ گیا۔دعوت میں اس نے کچھ معززین بھی بلائے ہوئے تھے۔جو وہاں پہلے سے موجود تھے۔کھانا کھا چکنے کے بعد مجھے فرمائش کی گئی کہ میں کوئی لیکچر دوں چنانچہ میں نے لیکچر دیا۔کچھ دین کی خوبیاں بیان کیں۔پھر حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے دعوے سمجھائے۔تقریر ختم ہونے پر اس شخص کی بیوی میرے پاس آ گئی اور کہنے لگی آپ بار بار احمدؑ کا نام لیتے تھے۔میں نے کہا۔ہاں۔پھر اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ چند دن پہلے ہمارا ایک دوست میرے شوہر سے پوچھنے لگا کہ احمدؑ نام کا کوئی نبی ہندوستان میں ہوا ہے۔میرے شوہر نے کہا نہیں۔اس جواب کو سن کر اس کا چہرہ مرجھا گیا۔اور وہ مایوس ہو گیا تھا۔اگر آپ اجازت دیں۔تو میں اس کو بلا لوں۔میں نے کہا خوشی سے بلایئے۔اس نے فون کیا۔اس شخص کے گھر میں اپنا ٹیلی فون اور اپنی موٹر کار تھی۔وہ شخص گھبرایا ہوا جلد اپنی کار میں آیا۔اور میرے پاس بیٹھ کر اپنی ڈائری میرے سامنے کر دی۔جس پر لکھا تھا ۔ **Prophet Ahmad India**

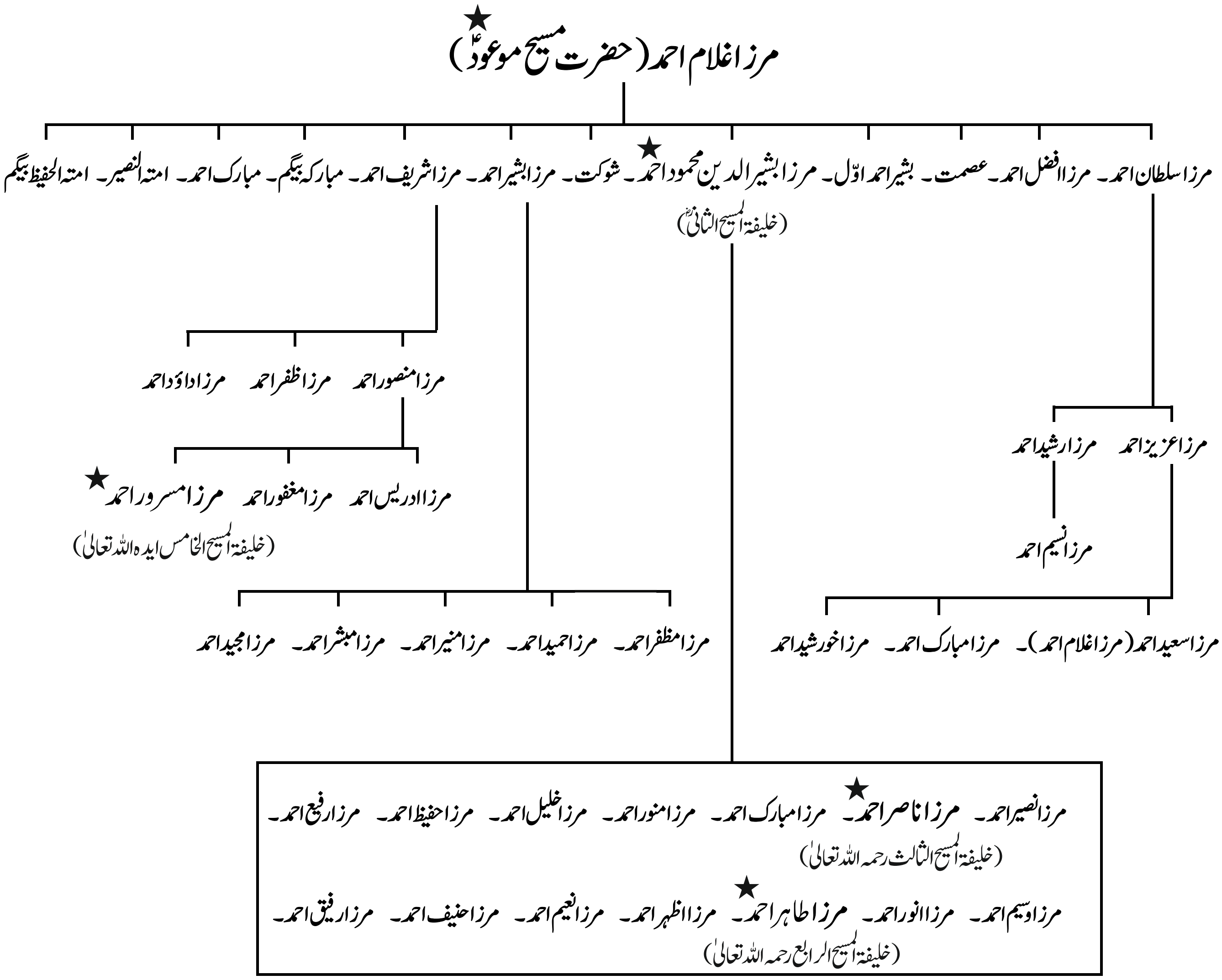
میں نے اس سے کہا۔اس سے آپ کا کیا مطلب ہے پھر اس نے کہنا شروع کیا۔ایک رات میں نے ایک خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ آئے ہیں۔جو میری رہنمائی کر رہے ہیں۔مجھے بتا رہے ہیں۔دیکھو یہ راستہ چلو یہ نہ چلو۔اس سے تمہیں فائدہ ہو گا۔اور اس سے تمہیں نقصان۔جب وہ فرما چکے۔تو میں نے ان کا نام پوچھا تب انہوں نے کہا تھا۔میں احمد ہوں۔ہندوستان سے آیا ہوں۔پھر وہ شخص کہنے لگا۔وہ چہرہ میں ابھی تک نہیں بھولا۔اسے میں نے حضرت مسیح موعودؑ کا فوٹو دکھایا۔جسے دیکھ کر وہ بے اختیار بول اٹھا۔ہاں ہاں یہی۔اور پھر یہی تصویر اس کے لئے احمدیت قبول کرنے کا باعث ہوئی تھی۔''

(صادق بیتی۔ص29۔الفضل 25 اپریل 2002)

شجرہ نسب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام



(سیرت المہدی حصہ اوّل طبع دوم اشاعت 1935ء صفحہ 116، مؤلفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ سے ماخوذ)



''یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا۔ اور ہر طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی۔ اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا۔ اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے۔ اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔''

(الوصیت۔ ص 3۔4)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّــاصر

Z -20-03-2019

مکرم عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا کہ آپ کی کتاب ”میری پسندیدہ بستی قادیان دارالامان“ کا دوسرا ایڈیشن مکمل ہو گیا ہے۔ اللہ آپ کے کاموں میں برکت دے اور ہمیشہ حافظ و ناصر ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار

خلیفة المسیح الخامس

فہرست مضامین





23 مارچ 1889ء بمقام لدھیانہ، انڈیا (پہلی بیعت)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام






حضرت الحاج مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ

27 مئی 1908ء تا 13 مارچ 1914ء، انتخاب بمقام بہشتی مقبرہ قادیان، انڈیا

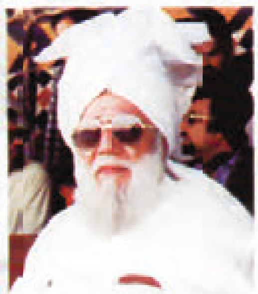
نیا مقام ظہور قدرت ثانیہ جو 2008ء میں تعمیر کیا گیا




14 مارچ 1914ء تا 8 نومبر 1965ء، انتخاب بمقام مسجد نور قادیان، انڈیا

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ





حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ
8 نومبر 1965ء تا 9 جون 1982ء، انتخاب بمقام مسجد مبارک ربوہ، پاکستان

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ
10 جون 1982ء تا 19 اپریل 2003ء، انتخاب بمقام مسجد مبارک ربوہ، پاکستان




حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

22 اپریل 2003ء، انتخاب بمقام مسجد فضل لندن، یو کے

نقشہ آبادی جدید وقدیم قادیان





قادیان کا ایک دلکش طائرانہ منظر



قادیان میں محلہ ناصر آباد کی گلی



تعلیم الاسلام اسکول و دفاتر صدر انجمن احمدیہ کی پرانی تصویر



سرائے طاہر کی تقریب سنگ بنیاد کے موقع کی ایک تصویر



مکان اُمّ طاہر کی دوبارہ تعمیر کے موقع پر منعقد ایک وقار عمل کی تصویر



مکان مرزا عزیز احمد صاحب کا پرانا داخلی دروازہ



مکان حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی پرانی تصویر



دارالمسیح کی گلی کی پرانی تصویر سامنے والے حصہ میں اوپر بالکنی نظر آرہی ہے جو بیت الفکر اور مسجد مبارک کو ملاتی ہے۔



قادیان کا ایک طائرانہ منظر



قادیان کا ایک جدید طائرانہ منظر



جلسہ سالانہ قادیان 2020ء میں قزاکستان سے شامل ہونے والا وفد



جلسہ سالانہ قادیان 2020ء میں جماعت احمدیہ کبابیر کے امیر صاحب و دیگر ممبران جماعت



جلسہ سالانہ قادیان میں روٹی پلانٹ کا منظر یہ مشین ایک گھنٹے میں 7000 روٹیاں تیار کرتی ہے



اس گاڑی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام
وصال سے چند روز قبل شام کے قریب
ہواخوری کے واسطے جایا کرتے تھے

دوگھوڑے والی بند گاڑی جس کا رواج ان ایام میں لاہور، امرتسر اور دہلی میں بہت تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے شہروں میں عموماً اس پر سوار ہوتے تھے۔ جہلم کے سفر مقدمہ 1903ء میں بھی حضور اسٹیشن سے قیام گاہ تک اور واپسی میں اسی قسم کی گاڑی میں سوار ہوئے تھے۔ یہ تصویر کلکتہ میں 1931ء میں لی گئی تھی اور اس کے اندر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیٹھے ہوئے ہیں۔





یہ بیل گاڑی حضرت نواب محمد علی
خان صاحبؓ مالیر کوٹلہ سے
قادیان لائے تھے اور حضرت
اقدسؑ مقدمہ کرم دین کے دوران
اس میں بیٹھ کر کئی دفعہ گورداسپور
تشریف لے گئے



جلسہ سالانہ قادیان تعلیم الاسلام کالج کے سامنے دسمبر 1946ء



جلسہ سالانہ قادیان مسجد نور کے سامنے دسمبر 1920ء



عیدگاہ قادیان کا ایک منظر 1935ء

دیباچہ

پیارے قارئین!   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور میں بٹالہ کے قریب قادیان آباد ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کے مورث اعلیٰ حضرت مرزا ہادی بیگ 1530ء مطابق 938ہجری میں مغل بادشاہ محمد ظہیر الدین بابر کے عہد حکومت میں دو سونفوس کے ہمراہ جو تابع خدام اور اہل وعیال میں سے تھے ایک معزز رئیس کی حیثیت سے سمرقند سے ہندوستان کے اس علاقہ میں داخل ہوئے۔ یہ علاقہ لاہور سے تقریباً ساٹھ میل دور شمال مشرق میں ایک جنگل کی صورت میں موجود تھا۔ آپ نے یہاں اسلام پور کے نام سے ایک ریاست کی بنیاد ڈالی جو 1802ء تک قائم رہی۔ اسلام پور قاضی ماجھی کہلانے والی ریاست حضرت مسیح موعودؑ کے پڑدادا مرزا گل محمد کے زمانہ میں بھی 85 گاؤں پر مشتمل تھی۔ سکھوں کے مسلسل حملوں کی وجہ سے اکثر علاقے ہاتھ سے جاتے رہے۔ اپنے دینی ماحول کی وجہ سے یہ بستی اس علاقہ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے پڑدادا مرزا گل محمد کے زمانہ میں ایک سو کے قریب علماء صلحاء اور حفاظ قرآن قادیان میں موجود تھے جن کے وظیفے مقرر تھے۔ متعلقین اور ملازمین میں سے ہر ایک پنجگانہ نماز کا عادی تھا۔ گردونواح کے اکثر افغان مسلمان بوجہ یہاں کے لوگوں کے تقویٰ اور طہارت کے اس کو مکہ کہتے تھے۔ یہ بستی پرامن ومبارک جگہ تصور کی جاتی تھی۔ جہاں سچائی تقویٰ اور عدالت کا دور دورہ تھا۔

آپؑ کے دادا مرزا عطا محمد صاحب کے زمانہ میں مشیت ایزدی کے تحت اس علاقہ میں سکھ غالب آ گئے۔ اور آپ کے قبضہ میں صرف قادیان کی بستی رہ گئی۔ جو ایک قلعہ کی صورت میں تھی جس کے چار بُرج تھے ان پر نگہبانی کے لئے اپنی فوج کے سپاہی اور چند توپیں بھی تھیں۔ فصیل بائیس فٹ چوڑی تھی جس پر تین چھکڑے بآسانی چل سکتے تھے۔ اور اردگرد وسیع اور گہری خندق تھی جو بعد میں پانی بھر جانے کی وجہ سے ڈھاب کے نام سے مشہور ہوئی۔

قادیان کی خود مختار ریاست قریباً پونے دوسو سال قائم رہی اور اس میں قرآن مجید کا غیر معمولی چرچا رہا۔ یہاں کسی زمانہ میں سوسو حفاظ قرآن اور علماء وصلحاء ہر وقت موجود رہتے تھے۔ مگر جب سکھ اس قدیم النظیر خطہ پر قابض ہو گئے تو عالیشان مساجد یا تو مسمار کر دی گئیں یا دھرم سالہ میں بدل دی گئیں۔ قادیان کا اسلامی کتب خانہ (جس میں قرآن شریف کے 500 قلمی نسخے تھے) جلا دیا گیا اور کئی اسلامی یادگاروں کے آثار تک معدوم کر دئے گئے۔ باغوں کو کاٹ دیا اور وہاں موجود کُتب خانہ جلا دیا۔ قادیان کے لوگ جن میں حضرت مسیح موعودؑ کے بزرگ بھی شامل تھے ملک بدر کر دیئے گئے۔ سکھ حکمران مہاراجہ رنجیت سنگھ کے آخری زمانہ میں آپ کے والد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو قادیان کے پانچ گاؤں واپس مل گئے۔ اس علاقہ کا نام وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلام پور قاضی سے صرف قاضی رہ گیا جو یہاں کے لوگوں کے استعمال میں قادی اور پھر قادیان ہو گیا۔

اس بظاہر معمولی سی اور زمانے کی گردشوں سے روندی ہوئی بستی میں دنیاوی لحاظ سے اہمیت رکھنے والی کوئی خصوصیت نہ تھی مگر اس کو خالق ارض و سماء کی پیار کی نگاہوں نے نئی دنیائیں تخلیق کرنے والی بنیادی اینٹ بنا دیا۔ صدیوں پہلے سے اس بستی کے اللہ کی مقدس نشانی ہونے کے ثبوت ملتے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں متعدد بار اس بستی کا ذکر ملتا ہے جس سے اس کا حدود اربعہ بھی متعین ہوتا ہے۔

يَخْرُجُ نَاسٌ مِّنَ الْمَشْرِقِ فَيُوَطِّئُوْنَ لِلْمَهْدِيِّ سُلْطَانَهٗ   (کنز العمال جلد 7۔ص 186)

ملک عرب سے مشرق کے علاقہ کے لوگ مہدی کی روحانی بادشاہت کو اپنے ملک میں قائم کریں گے۔

يَخْرُجُ الْمَهْدِيُّ مِنْ قَرْيَةٍ يُّقَالُ لَهَا كَدْعَةَ وَ يُصَدِّقُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ يَجْمَعُ اَصْحَابَهٗ مِنْ اَقْصَى الْبِلَادِ عَلٰى عِدَّةِ اَهْلِ بَدْرٍ بِثَلَاثِ مِاَةٍ فِيْهَا عَدَدُ اَصْحَابِهٖ بِاَسْمَاءِهِمْ وَبِلَادِهِمْ وَخِلَالِهِمْ۔

(جواہر الاسرار قلمی مصنفہ شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی ارشادات فریدی جلد 3۔ص 70)

مہدی ایک بستی سے مبعوث ہوگا جس کا نام کدعہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق کرے گا اور بدری صحابہ کی طرح مختلف علاقوں کے رہنے والے تین سو تیرہ جلیل القدر صحابہ اسے عنایت فرمائے گا جن کے نام اور پتے ایک مستند کتاب میں درج ہوں گے۔

عِصَا بَتَا نِ مِنْ اُمَّتِی اَحْرَزَ هُمَااللّٰهُ تَعَالٰی مِنَ النَّارِ عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَ عِصَابَةٌ تَكُوْنُ مَعَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ ۔ (نسائی کتاب الجہاد،ص496 مسند احمد کنز العمال)

میری امت کی دو جماعتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ آگ سے محفوظ رکھے گا،ایک وہ جماعت ہے جو ملک ہند میں جنگ لڑے گی اور دوسری جماعت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے مددگاروں کی ہوگی۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَیْنَمَا کَذٰلِكَ اِذْا بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِیْحَ بْنَ مَرْیَمَ فَیَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَیْضَاءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ ۔ (صحیح مسلم جلد2 کتاب الفتن باب ذکر الدجال)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خروج دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی حالت میں خدا تعالیٰ مسیح بن مریم کو مبعوث فرمائے گا۔تو وہ دمشق کے مشرق میں سفید مینار پر نازل ہوں گے۔ (اس حدیث سے مراد دمشق کے مشرق میں نزول مسیح ہے خاص دمشق نہیں)

یَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ وَرَآءِ النَّهْرِ یُقَالُ لَهُ الْحَارِثُ حَرَّاثٌ۔ (مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ ص471)

ایک شخص نہر کے ورلے سے ظہور کرے گا اسے جٹ زمیندار کہا جائے گا۔

ان ارشادات گرامی کی رو سے دمشق سے مشرق کی طرف ملک ہند میں دریا یا نہر کے کنارے واقع ایک بستی کدعہ نام کی نشان دہی ہوتی ہے۔جس میں امام مہدی ظہور فرمائیں گے وہ زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے ہوں گے اور انہیں صحابہ کی طرح تین سو تیرہ رفقاء دیئے جائیں گے جن کے نام اور پتے مستند کتاب میں محفوظ ہوں گے۔مشرقی پنجاب کا نقشہ دیکھیں تو قادیان دریائے راوی اور دریائے بیاس کے درمیان میں ہے اور مادھو پور سے نکلنے والی دو بڑی نہروں نہر بٹالہ اور نہر قادیان کے بھی درمیان میں واقع ہے۔

دیگر مذاہب کے نوشتوں میں بھی اس پاک بستی کا ذکر ملتا ہے۔

1-وید میں قادیان کا نام قدون لکھا گیا ہے۔ (بحوالہ سوکت 97 منتر3)

2۔مسیح موعودؑ کے ظہور کا مقام حدوالی ندی کے قریب ہے۔ (بحوالہ سوکت 137 منتر7)

3۔حضرت باباگورونانکؒ فرماتے ہیں۔اک جٹیٹا ہوسی پراساں توسو برس توں بعد ہوسی۔وٹالے دے پرگنے وچ ہوسی۔

(جنم ساکھی بھائی بالا والی وڈی ساکھی ص251 مطبوعہ مفید عام پریس لاہور)

ترجمہ:ایک جٹ(زمیندار)ہوگا لیکن ہم سے سو برس بعد پیدا ہوگا۔اوروٹالے(بٹالے) کی تحصیل میں آئے گا۔

4۔بائیبل میں ہے۔

اے قومو...توبہ کرو...کس نے صادق کو مشرق سے برپا کیا۔اسے اپنے نقش قدم پر چلنے کیلئے بلایا۔قوموں کو اس کے سامنے رکھا اور بادشاہوں کو اس کے زیر حکومت کردیا۔ (یسعانبی کی کتاب باب41ص2)

خداوند فرماتا ہے...میں نے آفتاب کی جائے طلوع سے اس کا نام پکارا اور وہ آئیگا اور حاکموں کو کیچڑ کی طرح پامال کرے گا۔

(یسعانبی کی کتاب باب41ص25(بائیبل اردو967-966)

چودھویں صدی ہجری شروع ہوتے ہی اس بستی پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔یہ ویرانہ اہل اللہ اور سعید فطرت لوگوں سے آباد ہوگیا۔بیوت الصلوٰۃ۔پرنٹنگ پریس۔لنگر خانہ۔تعلیمی ادارے کھل گئے۔نئی تعمیرات شروع ہوگئیں۔احمدیت کا پیغام پھیلنے کے ساتھ قادیان کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہوگئی۔دین حق کی اشاعت کا مرکز اعلائے کلمہ حق کے لئے مجاہد تیار کرنے لگا۔الٰہی جلسوں اور ہمہ وقت عبادات کے نور سے منور یہ بستی حقیقی معنوں میں دارالامان بن گئی۔ (المعراب 1991-1891(مجلہ صد سالہ لجنہ اماء اللہ کراچی۔ص18-17)

احمدیت کا آغاز ہمارے خاندان میں میرے والد بزرگوار ماسٹر غلام محمد صاحب آف شاہدرہ ٹاؤن لاہور سے ہوا۔ جب آپ 1930ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔ خاکسار کو پہلی دفعہ قادیان میں ایک شادی کے موقع پر آنے کا اتفاق ہوا۔ اس وقت میری عمر تقریباً پانچ یا چھ سال کی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس شادی پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی تشریف لائے تھے اور خاکسار کو حضورؓ نے بڑی شفقت کے ساتھ اپنی گود میں بٹھا لیا تھا۔

اس کے بعد دوسری دفعہ 1966ء میں خاکسار لندن سے جلسہ سالانہ ربوہ پر آیا تو ایک رات کے لئے قادیان بھی جانے کی توفیق ملی۔ رات بیت الدُعا میں ہی گزار کر واپس لندن چلا گیا۔ قادیان کو کسی تفصیل میں دیکھنے کا موقعہ نہ ملا۔ اپریل 1986ء میں خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر دہلی مسجد کے ڈیزائن کے سلسلہ میں ہندوستان آیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر المومنینؒ کا یہ ارشاد میری زندگی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد ہی قادیان میں تعمیراتی کاموں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا۔ جس کی وجہ سے مجھے ان تعمیراتی کاموں کی نگرانی کے لئے مسلسل تقریباً 25 سال بعض دفعہ لندن سے ایک سال میں تین تین بار قادیان آنے کا موقعہ ملا اور حضورؒ کی خاص توجہ سے تعمیراتی لحاظ سے قادیان میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

جب 1986 میں دہلی مسجد کے ڈیزائن کا کام شروع ہوا تو جماعت احمدیہ ہندوستان کے سیکریٹری جائیداد عبدالحمید عاجز صاحب نے خاکسار کو دہلی میں ایک ہوٹل میں ٹھہرانے کا انتظام کیا۔ میں کیونکہ جماعتی سفر میں مساجد میں ٹھہرنے کا عادی تھا اس لئے ایک دن کے بعد میں نے مکرم عاجز صاحب سے عرض کیا کہ مجھے مسجد میں یا کسی احمدی کے گھر میں ٹھہرانے کا انتظام کر دیں تو میرے لئے آسانی ہوگی۔ مگر عاجز صاحب نے میرے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ اس وقت دہلی میں جماعت احمدیہ کی تعداد بہت ہی کم تھی اس لئے کسی دوست کے ہاں رہائشی انتظام کرنا ممکن نہ تھا۔ دوسری طرف حضور انورؒ نے ایک بہت بڑی مسجد ڈیزائن کرنے کا ارشاد فرمایا تھا جس پر لاکھوں روپے خرچ آنے کا اندازہ تھا۔ میں حیران تھا کہ جب دہلی میں کوئی جماعت ہی نہیں ہے تو حضور دہلی میں اتنی بڑی مسجد کیوں بنوا رہے ہیں۔ 1991ء میں جب حضورؒ دہلی تشریف لائے اور اس مسجد کا افتتاح فرمایا تو یہی مسجد چھوٹی ثابت ہوئی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے خلیفہ کو آنے والے حالات سے پوری طرح باخبر رکھتا ہے۔

1966ء سے لمبے عرصہ کے بعد پھر 1988ء میں قادیان جانے کا موقعہ ملا تو میاں وسیم احمد صاحب نے میری رہائش کا انتظام پہلی منزل پر اسی کمرہ میں کیا جو اس کمرہ کے مغرب کی جانب ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 'حقیقۃ الوحی' تحریر فرمائی تھی۔ اسی کمرہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ رہائش رکھا کرتے تھے۔ جب میں نے لندن واپس آ کر اس کمرہ کے متعلق حضورؒ کو نشان دہی کی تو حضور انورؒ نے فرمایا۔ یہ تو میرا کمرہ تھا۔

1988ء کے جلسہ سالانہ قادیان کے لئے روانہ ہونے سے قبل خاکسار نے لندن میں حضرت امیر المؤمنینؒ سے ملاقات کی تو حضور نے فرمایا کہ آپ اس دفعہ ایک آرکیٹیکٹ کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ میرے نمائندہ کی حیثیت سے بھی جا رہے ہیں۔ پرائیویٹ سیکریٹری صاحب کو بلوا کر اس کے متعلق ناظر اعلیٰ صاحب قادیان کو خط بھی لکھوا دیا۔ حضورؒ نے قادیان کے متعلق ہدایات دینے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ درویشوں کے گھروں میں جا کر میری طرف سے ان کو میرا ذاتی سلام کہنا۔ ان کے ذاتی حالات دریافت کرنا اور پوچھنا کہ اگر کوئی تکلیف ہو تو بتائیں۔ قادیان میں خاکسار درویشوں کے ناموں سے بالکل واقف نہ تھا۔ وہاں سے مکرم عبدالسلام صاحب درویش سے تین چار درویشوں کے نام ہر روز لکھ لیتا اور باری باری ان کے ہاں حاضر ہو جاتا۔ سارے درویشوں کے گھروں میں جانا تو ممکن نہ تھا لیکن پھر بھی مَیں اپنے قیام کے دوران تقریباً بیس یا پچیس گھروں میں جانے میں کامیاب ہو گیا۔ ذاتی طور پر مجھے درویشوں کے گھریلو حالات سے بالکل کوئی واقفیت نہ تھی۔ جس درویش کے گھر بھی گیا السلام علیکم کہنے کے بعد عرض کرتا کہ حضورؒ کے ارشاد پر حاضر ہوا ہوں اور حضورؒ کی طرف سے آپ کو السلام علیکم کا تحفہ پیش کرتا ہوں اور حضورؒ یہ بھی پوچھتے تھے کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتائیں۔ بلا امتیاز سب نے بڑے زور سے وعلیکم السلام کے بعد کہا کہ ہم حضورؒ کے بڑے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمیں یاد رکھا۔ ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اور ہر درویش کے تقریباً یہی الفاظ تھے کہ حضورؒ کو ہمارا سلام عرض کرنا اور بتانا کہ ہم بہت خوش ہیں۔ ہمارے پاس سب کچھ ہے۔ ہمارے متعلق بالکل فکر نہ کیا کریں اور اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ میں تو ان کی خوشی کے انداز سے حیران تھا کیونکہ

میرے خیال کے مطابق ان کے گھروں کی حالت اور ذاتی حالات، جہاں تک انسان اندازہ لگا سکتا ہے، اچھے معلوم نہیں ہوتے تھے۔لیکن ایک بھی درویش کے منہ سے شکایت کا ایک لفظ بھی سننے کو نہ ملا۔ مَیں نے ہر درویش کو صحیح معنوں میں درویش پایا۔ **قادیان جماعت احمدیہ کا دائمی مرکز ہے**۔اس کو 1947ء میں پارٹیشن کے بعد ایک مشکل وقت سے دو چار ہونا پڑا۔ ہمارے درویش بھائی محلہ احمدیہ کے علاقہ میں لمبے عرصہ تک قیدی کی حیثیت سے زندگی گزارتے رہے۔ جو ذمہ داری ان کو مقدس مقامات کی حفاظت کی سونپی گئی تھی انہوں نے اس کو نڈر انداز میں اور اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر جس مکمل اور احسن طریقہ سے ادا کیا، اُن کو سوچ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ہمیں درویشان قادیان کو اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔اے درویشانِ قادیان! ہم آپ کو سلام کا تحفہ پیش کرتے ہیں اور میں یہ نعرہ لگائے بغیر نہیں رہ سکتا

درویشان قادیان۔زندہ باد

''1947ء کے بعد جن مخلصین کو حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک مبارک پر قادیان میں مقدس مقامات کی حفاظت وآبادکاری کے لئے قیام کی توفیق ملی انہیں ''درویش'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''یہ اس زمانہ میں خواب آئی تھی جبکہ نہ میں کوئی شہرت اور دعویٰ رکھتا تھا اور نہ میرے ساتھ کوئی جماعت درویشوں کی تھی۔مگر اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے جنہوں نے خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنا دیا ہے اور اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے اور اپنے قدیم دوستوں اور اقارب سے علیحدہ ہو کر اور اپنی طرز زندگی کو سراسر مسکینی اور درویشی کی طرف تبدیل کر قادیان میں میری ہمسائیگی میں آکر آباد ہو گئے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو دلوں سے اپنے وطنوں اور اپنے املاک کی محبت دور کر چکے ہیں اور عنقریب وہ بھی اسی خاک قادیان کو موت تک اپنا وطن بنانا چاہتے ہیں۔سو یہی درویش ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے میرے الہامات میں قابل تعریف کہا ہے اور یہی ہیں جن کو درویشی نے مغلوب نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے درویشی کو اپنے لئے پسند کیا اور ایمان کی حلاوت کو پا کر تمام حلاوتوں کو دامن سے جھینک دیا۔'' (تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15 ص 262-261)

اگست 1947ء میں جب ہندوستان کی آزادی کا اعلان ہوا۔تو قادیان میں احمدیوں کے لئے یہ دور بڑا خطرناک تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپنے خطابات میں متواتر جماعت کو آگاہ کررہے تھے۔حضور انور نے 8اگست 1947ء کے خطبہ جمعہ میں متنبہ کیا:۔

''موجودہ ایام میں ہماری جماعت ایسے سخت خطرات میں سے گزر رہی ہے کہ اگر تمہیں ان خطرات کا پوری طرح علم ہو اور پوری طرح اس کی اہمیت معلوم ہو تو شائد تم میں سے کمزور دل لوگوں کی جان نکل جائے۔...میں دیکھ رہا ہوں کہ قادیان پر سخت ہولناک دن آنے والے ہیں جن کا مقابلہ انسانی طاقت نہ کر سکے گی جیسے تاج محل کے نیچے ایک سرکنڈا رکھ کر اسے اس کے سہارے کھڑا کیا جائے بلکہ اس سے بدتر حالات آنے والے ہیں''

(ہفت روزہ بدر قادیان ص 40 دسمبر 2011)

درویش خورشید احمد صاحب پر بھاکر فرماتے ہیں: ''مورخہ 3اکتوبر 1947ء بروز جمعہ باقاعدہ منصوبہ کے تحت بہت بڑا منظم حملہ قادیان پر ہوا۔وہ منظر خاکسار نے چوہدری حاکم خان صاحب پنیار چک 9 پنیار ضلع سرگودھا کے دو منزلہ مکان کی چھت پر سے دیکھا۔حملہ آوروں کا جم غفیر آریہ سکول سے لے کر قادیان سے بٹالہ جانے والی سڑک پر جمع ہوا۔ وہ سارا لشکر نہایت چمکدار ہتھیاروں سے لیس تھا اور نیزے بلم برچھے گنڈاسے کلہاڑے لوہے کے راڈ، تلواروں اور بندوقوں سے لیس ہو کر حملہ کے لئے تیار بر تیار تھا اور کسی اشارے کا منتظر۔اتنے میں ایک بم دھماکا ہوا۔دھماکے کی آواز سنتے ہی سارے حملہ آور قادیان کے اردگرد بنی ہوئی فصیل کے باہر کے مکانات کو روندتے ہوئے فصیل تک آپہنچے۔آناً فاناً دیوار کو توڑ پھوڑ دیا بعض جگہ سے دیوار کو کود پھلانگ کر محلہ دارالرحمت مسجد فضل سے لے کر آریہ سکول اور ریلوے سٹیشن تک اندر گھس آئے پھر قتل وغارت لوٹ مار کا بھیانک منظر دیکھا... یہ زمانہ درویشان قادیان کے لئے انتہائی صبر آزما اور غائت درجہ ابتلاء کا زمانہ تھا جس میں ایسے ایسے خطرناک اوقات بھی آئے جبکہ ان سب کا موت کے گھاٹ اتار دیا جانا یقینی نظر آتا تھا'' (ہفت روزہ بدر قادیان ص 41 دسمبر 2011)

درویشان قادیان نے اپنی ساری زندگی احمدیت کے دائمی مرکز کے استحکام اور بقا کے لئے قربان کر دی۔ ہر درویش کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی جا سکتی ہے۔ ذرائع آمد محدود مگر حوصلے بلند۔مخصوص حالات مگر عزم جواں۔رشتہ ناطہ اعلیٰ تعلیم کے حصول روزگار وغیرہ میں روکیں۔مقامات مقدسہ پر فدا ان کی زندگیاں۔متوکلانہ قناعت کے جذبہ سے سرشار اور احمدیت کے شاندار مستقبل پر زندہ یقین کے ساتھ فعال رہیں اور آج بھی ہیں۔جب

کبھی خاکسار نے میاں وسیم احمد صاحب مرحوم کا شکریہ ادا کیا کہ پارٹیشن کے بعد آپ درویشوں نے بڑے خطرناک حالات سے گزر کر قادیان میں مقدس مقامات کو ہمارے لئے محفوظ رکھا۔ میاں صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے مقدس مقامات کی حفاظت نہیں کی بلکہ مقدس مقامات کی وجہ سے ہم محفوظ رہے۔

قادیان میں تعمیراتی کاموں کا آغاز دسمبر 1990ء میں احمدیہ کالونی سے ہوا۔ اس کے بعد تو بہت سارے منصوبے بڑی تیزی سے آگے بڑھے۔ اب تو بیس سال کے چھوٹے سے عرصہ میں قادیان کی شکل ہی بدل گئی ہے۔ احباب جماعت نے ہندوستان میں سے اور دوسرے ممالک سے قادیان میں زمینیں اس تیزی سے خریدنی شروع کر دی ہیں کہ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پیشگوئی کہ قادیان دریائے بیاس تک پھیل جائے گا انشاء اللہ بہت جلد پوری ہوتی نظر آتی ہے۔ اس ترقی کا غیر مسلموں نے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ وہ زمین جو آج سے کچھ سال پہلے تیس ہزار روپے مرلہ میں بھی ان کو فروخت کرنی مشکل ہوتی تھی آج وہ اسی مرلہ زمین کی تین لاکھ روپے تک کی ڈیمانڈ کر رہے ہیں۔

پہلی دفعہ جب میں قادیان آیا تو یہاں کوئی کتاب قادیان یا مقدس مقامات کے متعلق میسر نہ تھی۔ اس لئے پہلا کام جو مَیں نے کیا قادیان کا ایک نقشہ تیار کیا تا کہ باہر سے آنے والوں کو قادیان کے متعلق کچھ انفرمیشن مل سکے اور مقدس مقامات کے نقشہ پر نشان دہی بھی کر دی۔ اسی طرح 1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دورۂ قادیان کے موقعہ پر ایک کتابچہ ''دارالامان'' کے نام سے انگریزی اور اردو میں بھی ترتیب کر دیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ کتابچہ احباب جماعت کے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔ حضورؒ نے اس پر یہ نوٹ لکھا:۔

''کتاب گو آپ کی توقعات سے کم ہے مگر جس نے بھی دیکھی ہے، بہت پسند کی ہے اور اسے وقت کی ایک ضرورت قرار دیا ہے جو پوری ہوگئی۔ اس پر بھی مبارک باد اور شکریہ۔ اور اس گرانقدر عطیہ پر مبارک باد اور شکریہ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء'' (حضور کے دستخط۔ طاہر 17/فروری 1992۔ لندن)

سولہویں صدی میں مغل بادشاہوں نے دہلی اور آگرہ میں بڑی عالیشان عمارات بنائیں۔ جن کی وجہ سے ان شہروں کو دنیا میں ایک خاص مقام حاصل ہو گیا ہے۔ لیکن اُنیسویں صدی کے روحانی مغل بادشاہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہندوستان میں اپنی بستی قادیان کو ایک ایسے روحانی مقام پر کھڑا کر دیا جس کے روحانی خزائن کبھی ختم نہیں ہونگے۔ آپ قادیان میں جتنا بھی وقت قیام کریں یہ آپ کے روحانی معیار میں ترقی کا موجب ہوگا۔ مَیں نے کثرت سے یورپ کا سفر کیا ہے۔ ایشیا، افریقہ، کینیڈا اور امریکہ بھی جانے کا موقعہ ملا ہے۔ ہر ملک میں کوئی نہ کوئی ایسا مقام ہوتا ہے۔ جس کو دوبارہ دیکھنے کو طبیعت چاہتی ہے۔ میں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے یہ کہہ سکتا ہوں کہ میرے لئے قادیان اس میں سرِ فہرست ہے۔

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب قادیان کے متعلق فرماتے ہیں:۔

''قادیان کس وجہ سے ہمیں اس قدر پیارا ہے اور وہ کونسی باتیں ہیں جس کی وجہ سے ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہم اسے چھوڑ سکیں۔ مقدس مقامات جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں ایسی جگہیں ہوتی ہیں جن سے انسان کی روح کا تعلق ہوتا ہے اور اس کی روح اس وقت تک ایک لمحہ کے لیے بھی چین نہیں لے سکتی جب تک وہ انہیں پا نہ لے۔ اور یہ مقدس مقامات خواہ کسی مذہب یا فرقہ کے ہوں ہر ایک کا ایک ہی جذبہ ہوتا ہے مگر جب ہم ان مقدس مقامات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں پتہ لگتا ہے کہ بعض مقامات اس لیے مقدس ہیں کہ وہاں کسی قوم کا برگزیدہ پیدا ہوا۔ پھر بعض اس لئے کہ وہاں کسی برگزیدہ انسان نے پرورش پائی یا پھر اس مقام کے ساتھ کسی خاص واقعہ یا کسی خاص معجزہ کا تعلق ہوتا ہے...... یا پھر وہاں اس بزرگ کا وصال ہو یا وہاں اس کا مزار ہو۔ جس کو لوگ عزت کی نظر سے دیکھتے ہوں وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور اکثر مقدس مقامات ایسے ہوتے ہیں کہ ان باتوں میں سے کسی ایک یا دوسری وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ان کی عزت ہوتی ہے۔ مگر قادیان ایک ایسی جگہ ہے جو کہ جماعت احمدیہ کے لیے ان سب وجوہ کی بنا پر مقدس ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ پھر اسی جگہ آپ نے بچپن، جوانی اور بڑھاپے کا زمانہ گزارا۔ گویا ان کی عمر کا بیشتر حصہ یہاں گزرا۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔ حضورؑ بہت خلوت پسند تھے اس لئے آپ باہر جانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور اگر بحالت مجبوری جانا بھی پڑتا تو وہ بھی اپنے دل پر جبر کر کے۔ اس لئے تھوڑا بہت وقت جو آپ کا قادیان سے باہر گزرا وہ آپ کی منشاء کے خلاف تھا۔ اس لئے یہاں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ حضورؑ کی قریباً تمام زندگی اسی بستی میں گزری۔

اوراس بستی کے چپہ چپہ نے ان برکات کو پایا جو کہ ایک جلیل القدر نبی سے کسی کو مل سکتی ہیں۔ پھر نہ صرف حضورؑ کی زندگی ہی یہاں گذری بلکہ اس بستی میں حضورؑ نے وہ سب دعائیں کیں جن سے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے پھر بنی نوع انسان پر رجوع کیا۔ اور پھر اسی سرزمین نے حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کو قبول اور پورا ہوتے دیکھا۔ اور یہی وہ سرزمین ہے جو کہ ان ہزارہا معجزات اور نشانات کی گواہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسی جگہ کو چنا جہاں کہ اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہمیشہ کے لئے آرام کرے۔...... یہ وہ سرزمین ہے اور وہ بستی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اور بہت سی وجوہ کی بنا پر خاص طور پر برکت دی ہوئی ہے۔ اس برکت کی وجہ سے اس نے اپنے مسیح کے لئے اسے چنا جس کی خبر نہ صرف حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی بلکہ قریباً دنیا کے ہر نبی نے بھی دی۔'' (روزنامہ الفضل فروری 1948ء)

یہ مارچ 2003 کی بات ہے۔ مکرم محفوظ احمد صاحب کارکن صدر انجمن احمدیہ قادیان نے مجھے بتایا کہ۔ ''ایک دن میں نے پرانی مسجد اقصیٰ کے صحن میں ایک احمدی خاتون کو دیکھا کہ وہ پرانے صحن کے حصہ میں اپنے پاؤں ساتھ ساتھ رکھ کر آہستہ آہستہ مسجد اقصیٰ کے اندرونی حصہ کی طرف بڑھ رہی ہے۔ میں نے خیال کیا کہ شائد ان کی ٹانگوں میں کوئی تکلیف ہے اور چلنے میں کوئی دقت محسوس کر رہی ہیں۔ اس لئے میں احمدی خاتون کے پاس گیا اور پوچھا کہ اگر آپ کو کوئی مدد چاہیئے تو مجھے بتائیں۔ تو احمدی خاتون نے کہا نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تب میں نے پوچھا کہ آپ اس طرح پاؤں ساتھ ساتھ ملا کر کیوں چل رہی ہیں۔ تو اس نے بتایا۔ کہ پتہ نہیں صحن کے کس حصہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاؤں پڑے ہونگے اور میری کوشش ہے کوئی بھی جگہ چھوٹ نہ جائے۔ تا کہ کسی نہ کسی جگہ پر میرا قدم بھی صحن کے اس حصہ پر پڑ جائے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قدم رکھے ہونگے''۔ اللہ اکبر۔ یہ ہے بعض کے دلوں میں قادیان کے مقدس مقامات کا تقدس۔

قادیان میں بار بار آنے کی وجہ سے یہاں کے ماحول نے میری سوچ کو اس انداز سے گھیر لیا ہے کہ لندن، پیرس اور نیویارک اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے اور مزید عجیب سی بات یہ ہے کہ ہر visit پر اس مقدس بستی کی گرفت اور مضبوط ہوتی جاتی ہے جو کہ بیان سے باہر ہے۔ یہ بستی چھوٹی اور سادہ ہونے کے باوجود ایک نہایت ہی اعلیٰ مقام کی حامل ہے۔ اگر آپ زندگی میں سکون چاہتے ہیں تو یہاں آئیں۔ اگر آپ اپنے ربّ سے تعلق جوڑنے کی خواہش رکھتے ہیں تو یہاں آئیں۔ اگر آپ اپنے دنیوی مسائل کے حل اور ترقی کی تلاش میں ہیں تو یہاں آئیں اور بار بار آئیں۔ یہاں آنے ہی میں برکت ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قادیان کی اہمیت کو اپنی کتاب 'انوارِ خلافت' میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''پس مَیں آپ لوگوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور فتنہ سے بچنے کا یہ طریق بتاتا ہوں کہ کثرت سے قادیان آؤ اور بار بار آؤ کہ تمہارے ایمان تازہ رہیں اور تمہاری خشیت اللہ بڑھتی رہے۔'' (انوارِ خلافت صفحہ 17)

قادیان میں نہ صرف قرآن شریف علمی طور پر حاصل ہوتا ہے بلکہ عملی طور پر بھی ملتا ہے۔ یہاں خدا کے فضل سے پڑھانے والے ایسے موجود ہیں جو پڑھنے والے کے دل میں داخل کر دیں۔''۔ ''خدا کا جن مرکزوں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے ان کے رہنے والوں کے ساتھ بھی وہ اپنے خاص فضل کا سلوک کرتا ہے ......پھر یہاں کی ایک ایک اینٹ ایک ایک مکان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی دلیل ہے۔''

''فرداً فرداً اسی کے لئے دعا کی تحریک پیدا ہوتی ہے جو بار بار سامنے آئے۔ پس اس بات کو مدنظر رکھ کر بھی یہاں آؤ۔'' (انوار خلافت صفحہ 19)

''یہاں صرف مقام ہی کی برکتیں نہیں بلکہ اتحاد کی برکتیں بھی ہیں۔ لیکن مَیں کہتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ اتحاد نہ بھی ہو تو بھی یہاں آنا بہت ضروری ہے ورنہ وہ شخص جو یہاں نہیں آتا یاد رکھے کہ اس کا ایمان خطرہ میں ہے۔ پس وہ لوگ جو پرانے ہیں اور وہ بھی جو نئے ہیں یہاں بار بار آئیں۔ مَیں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ ان کے یہاں آنے جانے کے روپے ضائع نہیں جائیں گے بلکہ خدا تعالیٰ انہیں واپس کر دے گا۔ اور بڑے نفع کے ساتھ واپس کرے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کسی کا حق نہیں مارتا اسے بڑی غیرت ہے اور اس معاملہ میں وہ بڑا غیور ہے۔'' (انوار خلافت صفحہ 21)

قادیان کے متعلق احمدی ہونے کی وجہ سے میرا اپنا ایک خاص نکتہ نظر ہے میرے جذبات اور خیالات بھی مخصوص رنگ رکھتے ہیں۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم نے ان جذبات کی ترجمانی ایک بڑے مؤثر اور دلکش انداز میں کی ہے جو احباب کی خدمت میں انہیں کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔

[i] ''قادیان کے متعلق ہمارے جذبات اوراحساسات ایک خاص رنگ رکھتے ہیں۔ میں صرف ایک بات بیان کرنا چاہتا ہوں۔اللہ تعالیٰ جس مقام کو کسی مامور کے مبعوث کرنے کے لئے منتخب فرماتا ہے اس کی ایک خاص حیثیت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی شناخت ومعرفت کے سامان وہاں ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا اس مقام سے ایک خاص تعلق ہوتا ہے اس لئے وہ اس کی تجلی گاہ ہوتا ہے۔قرآن کریم میں صفاومروہ کو جو معمولی پہاڑیاں ہیں شعائر اللہ فرمایا ہے۔کیا اس حیثیت سے وہ پہاڑیاں ہیں۔نہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کے علم کے نتائج وابستہ ہیں۔اسی طرح قادیان شعائر اللہ میں داخل ہے۔اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے بہت سے مظاہر اور آثار وابستہ ہیں مثلاً قادیان کی وسعت کی خبر اللہ تعالیٰ نے اس وقت دی جبکہ اسے دنیا میں کوئی جانتا نہ تھا۔آج دنیا کے کسی حصہ میں صرف قادیان ۔ہند۔کا نام لکھ کر خط ڈال دو وہ یہاں آجائے گا۔''

[ii] ''اور یہ جو آپ کے بعض کشوف میں آیا ہے کہ قادیان کا نام قرآن کریم میں آیا ہے۔بظاہر تو نہیں۔میں ان تصریحات کو جو مختلف اوقات میں ان کی کی گئی ہیں تسلیم کرتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ قرآن کریم کی عظمت واہمیت کا اظہار قادیان ہی سے ہوگا۔اور دنیا دیکھ رہی ہے کہ قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال وجمال کے اظہار واشاعت کا چشمہ قادیان ہی سے جاری ہوا۔اور آج دنیا کے بیشتر ممالک میں قادیان کی چھاتیوں سے علم ومعرفت کا دودھ پینے والے اس سے دنیا کو سیراب کررہے ہیں اور یہ سلسلہ دن بدن بڑھتا جارہا ہے اور بڑھتا چلا جائے گا۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں کی پوری تجلی نمایاں ہوجائے جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کئے ہیں اور جو جماعت احمدیہ کے مستقبل اور عروج کے متعلق ہیں۔''

[iii] ''میں اس موقعہ پر اپنے دل میں اس امر کے اظہار کا بھی جوش پاتا ہوں کہ گزشتہ انقلاب کے بعد جن سعادتمند روحوں کو اپنے جذبات کو قربان کرکے شعائر اللہ کی خدمت کی سعادت کا موقع ملا ہے وہ آنے والے قادیان کے قصر انسانیت کی بنیادی اینٹیں ہیں۔میں ایک بصیرت سے یقین کرتا ہوں کہ خیر وسعادت کا وہ چشمہ جو یہاں سے جاری ہوا وہ تمام دنیا کو سیراب کرے گا۔اور حق وصداقت کی پیاسی قوموں کی یہاں ہی پیاس بجھے گی اور وہ آنے والے ان روحوں پر سلام اور درود پڑھیں گے جنہوں نے اس عہد جدید کو پایا اور اس کے لئے بڑی قربانی کی۔حضرت حامد رضی اللہ عنہ نے آج سے پچاس سال پیشتر قادیان کے باسیوں کے متعلق جو کہا تھا میں آج کے درویشوں کے لئے دوہراتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں۔حضرت میر حامد شاہؓ نے اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا تھا۔

مبارک وہ جنہوں نے قادیان میں گھر بسایا ہے   جوار مہدی مسعود میں ڈیرا جمایا ہے

[iv] ''ہم میں سے ہر ایک کے دل میں یہی جذبہ اور حقیقت متحرک رہنی چاہئے تاکہ ہم ان برکات کے وارث ہوسکیں جو اس عہد جدید کی قربانیوں سے ملنے والے ہیں۔بات کسی قدر لمبی ہوگئی۔میں کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی مقام کو اپنے مامور کی بعثت کے لئے چن لیتا ہے تو اس کے ساتھ اس کا تعلق دائمی رہتا ہے لیکن اس کے لئے اس مقام سے فیض پانے والوں کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں وہ اپنے نیک کردار اور اعمال صالحہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے جاذب بنیں۔اللہ تعالیٰ کے حضور اس مقام کو ایک خاص شرف حاصل ہے اسی لئے فرمایا ہے کہ اس مقام کا اکرام پیش نظر ہے۔پس ضرورت ہے کہ اس اکرام کا ہم عملاً احترام کریں اور ہندوستان میں پھیلی ہوئی احمدی جماعتیں ہر مقام پر اپنے اعمال وکردار کا محاسبہ کرتی رہیں کہ ان سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جو اس مقام کے احترام کے خلاف ہو۔

قادیان کی عظمت اور اہمیت کے متعلق بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔جس حد تک قادیان نے اب تک ترقی کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان نشانات میں سے ہے۔اور اس انقلابی دور میں جو کچھ پیش آیا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے ہے۔مومن عبوری دور میں نظر نہیں کرتا۔وہ حکومتوں اور سلطنتوں کے انقلابات کو اللہ تعالیٰ کے نشانات میں ایک مسرت افزا ترقی کو محسوس کرتا ہے۔قادیان کے مستقبل پر بھی ہمارا ایمان ہے۔اور جسے دنیا نے دیکھا کہ اس گمنام بستی کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور بشارتوں کے موافق جو ایک زمانہ دراز پہلے دی گئی تھیں کی عظمت اور شان کی بشارتیں بھی دی ہیں اور یہ یقیناً پوری ہونگی۔میں انہیں اس شان کے ساتھ اپنی عمر کے لحاظ سے توقع نہیں کرتا کہ دیکھوں مگر میری بصیرت اور یقین کی آنکھ وہ سب کچھ دیکھتی ہے جس کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے وہ لب پر آسکتا نہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کی جگہ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی جگہ۔یہ سب مقدس مقامات اس امر کے گواہ ہیں کہ ان کی ترقی اور شہرت پھیلتی چلی جاتی ہے۔اور کوئی مخالف اس کو دبا نہیں سکتا۔عرب پہلے بھوکے تھے اور دور دراز علاقوں سے مال وغیرہ لاکر گزارہ کرتے تھے۔اب مالا مال ہیں اور گھر بیٹھ کر کھاتے ہیں۔پہلے جاہل کہے جاتے تھے اب عالم کہلاتے ہیں۔یہ سب برکات ہیں ان مقدس مقامات کی جہاں خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو مبعوث فرمایا۔یہ خدا تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ اپنے نبیوں کی جگہ پیدائش کو ہمیشہ غیر معمولی ترقی سے نوازتا چلا آیا ہے۔اور یہ ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ اب اس سنت کو بدلے۔اس لئے قادیان کی مقدس بستی کی ترقی ہر حالت میں لازم ہے۔کسی قسم کی مخالفت اس ترقی میں روک نہیں بن سکتی۔قادیان کی ترقی کی پیشگوئی ہی حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا نشان ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تاکید کرتے ہیں کہ احباب بار بار قادیان آئیں۔بعض احباب کو یہ خیال آتا کہ ہم یہاں رہ کر آپ پر بار ہیں اور بیکار کیا کرتے ہیں؟ اس پر حضور اقدسؑ نے فرمایا کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ آنے میں اس پر بوجھ پڑتا ہے یا ٹھہرنے میں ہم پر بوجھ ہوگا۔اُسے ڈرنا چاہئے وہ شرک میں مبتلا ہے۔ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ اگر سارا جہاں ہمارا عیال ہوجائے تو ہماری مہمات کا متکفّل خود خدا تعالیٰ ہے۔ہم پر ذرا بھی بوجھ نہیں۔ہمیں تو دوستوں کے وجود سے بڑی راحت پہنچتی ہے۔پھر فرمایا:

یہ ایام پھر نہ ملیں گے اور یہ کہانیاں رہ جائیں گی

ایران اور قادیان کے روحانی رابطہ کے لئے خدائے ذوالعجائب کا عجیب نظام

ایک ایرانی خدا رسیدہ بزرگ پر الہاماً انکشاف ہوا کہ **''مقصود تو از قادیان حاصل شیود''**۔یعنی تمہارا مقصد قادیان سے حاصل ہوگا۔

یہ بزرگ اپنے گوہر مقصود کی تلاش میں پشاور سے ہوتے ہوئے قادیان تشریف لائے۔اس روز حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحب شر قپوری بھی قادیان میں موجود تھے آپ نے ایک دفعہ اپنے بیٹے مولوی عبدالعزیز صاحب کو بتایا کہ وہ صاحب بڑے بازار میں بزبان فارسی پوچھ رہے تھے **''مرزا صاحب کجا است''**۔**''مسیح موعود کجا است''** مگر لوگ ان کی زبان سمجھنے سے قاصر تھے اور کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے۔

ادھر تصرف الٰہی یہ ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ سیر کے لئے الدار سے باہر تشریف لائے اور احباب منتظرین بھی آپ کے ساتھ چل دئے کہ اچانک حضرت صاحب کو الہام ہوا۔**''کہ آپ کی تلاش میں ایک شخص بازار میں پھر رہا ہے''** جس پر آپ مع رفقاء جن میں حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ بھی تھے۔بڑے بازار میں چوک کے پاس پہنچے تو وہ ایرانی بزرگ ملے اور حضور کے گلے سے چمٹ گئے اور زاروقطار رونے لگے۔حضور بھی چشم پرآب ہوگئے اور جملہ حاضرین کی چیخیں نکل گئیں بعد ازاں اس بزرگ نے اپنی آمد کا سب ماجرا بیان کیا۔جس سے سننے والوں کے ایمان میں زبردست اضافہ ہوا۔ (رجسٹر روایات جلد 4 ص 18-17)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز خطبہ جمعہ فرمودہ 16 دسمبر 2005 بمقام مسجد اقصیٰ قادیان۔(روزنامہ الفضل 27 فروری 2006)

آج محض اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی دی ہوئی توفیق سے میں اس بستی سے، حضرت مسیح موعودؑ کی اس بستی سے، حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفہ اور نمائندہ کے طور پر مخاطب ہوں۔آج کا دن میرے لئے اور جماعت کے لئے دو لحاظ سے اہم ہے۔ایک تو میرا حضرت مسیح موعودؑ کی اس خوبصورت اور روحانیت سے پر بستی میں خلیفۃ المسیح کی حیثیت سے پہلی دفعہ آنا اور دوسرے جماعت عالمگیر کے لئے یہ ایک عجیب خوشی اور روحانی سرور کا موقع ہے کہ آج حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام ایک نئی شان کے ساتھ پورا ہو رہا ہے۔گو کہ یہ الہام مختلف پہلوؤں سے بڑی شان کے ساتھ کئی دفعہ پورا ہو چکا ہے۔لیکن آج اس بستی سے اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کرنے کا نشان دکھایا ہے۔آج یہاں سے پہلی دفعہ ایم ٹی اے کے ذریعے حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام براہ راست دنیا کے کونے کونے تک پہنچ رہا ہے۔یہ ایم ٹی اے بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے اور فضل فرماتے ہوئے ایک انعام کے طور پر جماعت کو عطا فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعودؑ سے کئے گئے وعدوں کا یہ ایک عظیم الشان ثمر ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کو بڑی شان کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کا ذریعہ بناتا رہے۔ہمارا کام ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ خالصتاً اللہ کے ہوتے ہوئے دعاؤں اور استغفار کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے اس پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کی کوشش کرتے رہیں۔

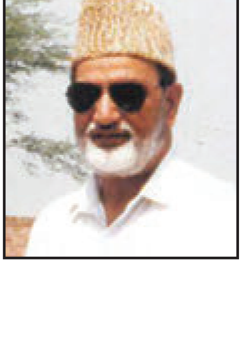
میں جب سے اس ملک بھارت میں آیا ہوں، مجھ سے کئی دفعہ یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ اب آپ قادیان جارہے ہیں آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟ تو میرا جواب تو ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ یہ **حضرت مسیح موعودؑ کی بستی ہے اور ہر احمدی کو اس سے ایک خاص تعلق ہے۔ ایک جذباتی لگاؤ ہے اور جوں جوں ہم قادیان کی طرف بڑھتے جارہے ہیں ان جذبات کی کیفیت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔** ایک دنیادار کا جذباتی تعلق تو ایک وقتی جوش اپنے اندر رکھتا ہے لیکن ایک احمدی کو جسے حضرت مسیح موعودؑ نے روحانیت کے مدارج طے کرنے کے راستے دکھائے ہیں اس کا آپ سے روحانیت کا تعلق ہے۔ اس کے جذبات میں تلاطم یا جذباتی کیفیت وقتی اور عارضی نہیں ہوتی اور نہ ہی وقتی اور عارضی ہونی چاہئے۔ اس بستی میں داخل ہو کر جو روحانی بجلی کی لہر جسم میں دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ سب احمدیوں کو اس لہر کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالینا چاہئے اور یہاں کے رہنے والوں کی تو یہ سب سے زیادہ ذمہ داری ہے۔ **آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ اس بستی کے رہنے والے ہیں جس کے گلی کوچوں نے مسیحا کے قدم چومے۔ اور آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ اس بستی کے رہنے والے ہیں جس کی خاک نے مسیح دوران اور امام الزمان اور آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق کے پاؤں دم بدم چومے ہیں۔ آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ آپ میں سے ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے یا ان لوگوں کی نسل میں سے ہے جنہوں نے مسیح پاک کی اس بستی کی حفاظت کے لئے ہر قربانی دینے کا عہد کیا تھا۔ جنہوں نے اپنے اس عہد کو نبھایا اور خوب نبھایا۔**

حقیقت میں مسیح موعود علیہ السلام ہی اصل قادیان ہیں۔ آپ کے وجود ہی سے ایک نئی دنیا کا آغاز یہاں سے ہونا تھا۔ اس بستی کی اصل غرض مقصد اور مغز مسیح موعود علیہ السلام کے آنے میں پنہاں ہے۔ وہ تعلیم جو آپؑ نے اس دنیا کو دی اسی قادیان کی برکات ہیں۔ آپ کی لاتعداد شاندار اور پُر رعب پیشگوئیاں ہیں۔ جو ظاہر کر رہی ہیں کہ آپؑ کی تعلیم دنیا کے ہر خطے میں پھیل جائے گی۔

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اور تیرے ماننے والے تیرے دشمنوں پر قیامت تک غالب رہیں گے"

یہ سب پیشگوئیاں اور اس قادیان کے خدّوخال ہم کو بتلا رہی ہیں جس قادیان کا تذکرہ کرنا اس کتاب کا مقصود ہے۔ قادیان کے متعلق کتاب لکھنے کی میری بڑی خواہش تھی اور جیسے جیسے یہ کتاب مکمل ہونے کو پہنچ رہی ہے میرے جسم کا ہر حصہ جذبات تشکر کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ کناں ہے۔ مالک حقیقی نے اس ناچیز کو یہ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ مجھے علم نہیں کہ کس حد تک میں اس منصوبے میں کامیاب ہوا ہوں۔ بس دعا ہی ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے خاص فضل سے اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن مارچ 2003ء میں شائع ہوا تھا۔ ایک ہزار کاپی پرنٹ کروائی تھی۔ پہلے ہی سال میں ساری کی ساری ختم ہوگئی۔ اس کے بعد مسلسل اس کے دوسرے ایڈیشن کی Demand چلی آرہی ہے۔ کتاب کو بعض مجبوریوں کی وجہ سے دوبارہ جلد پرنٹ نہ کروایا جاسکا۔ جو نئی ایڈیشن اس میں کی گئیں ہیں وہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا 2005 کا قادیان کا دورہ۔ درویشوں کے فوٹو گراف۔ صحابہ کے فوٹو گراف (جو نام کے ساتھ مل سکے) اور قادیان میں نئی Development کی تفصیل شامل ہیں مسیح موعودؑ کے زمانہ کو سورۃ جمعہ میں آخرین کا زمانہ کہا گیا ہے۔ اس لئے میں قادیان کو آخرین کی نگری کے نام سے بھی اکثر موسوم کرتا ہوں۔ اس نام میں مجھے ایک خاص کشش لگتی ہے کیونکہ اس نام سے قادیان کا تعلق قرآن کریم سے پیدا ہو جاتا ہے۔



مکرم تسنیم احمد بٹ صاحب آف قادیان نے اس کتاب کی ترتیب وسیٹنگ اور ٹائپ کرنے میں خاکسار کے ساتھ بہت تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ مکرم شہباز احمد صاحب اور مکرم جے این وسیم صاحب آف ایم ٹی اے قادیان نے مقدس مقامات کی فوٹوز مہیا کرنے میں بہت تعاون کیا خاکسار ان کا بہت مشکور ہے۔ ڈاکٹر محمد جلال شمس صاحب انچارج ترکی ڈسک لندن نے عربی عبارات میں اعراب لگانے میں مدد فرمائی جس کے لئے میں ان کا بہت شکر گزار ہوں۔ میری اہلیہ مسز حلیمہ رشید صاحبہ M.A.History جو کہ برطانیہ میں لجنہ اماء اللہ یو کے کی نائب صدر بھی رہ چکی ہیں اس کتاب کو بڑی گہری اور تنقیدی نگاہ سے دیکھتی رہی ہیں۔ میں ان کے مشوروں اور تعاون کا بے حد مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

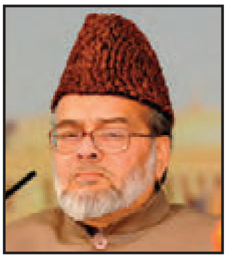
والسلام

عبدالرشید آرکیٹیکٹ

لندن 14 اگست 2018ء

تاثرات

محترم مولانا محمد انعام صاحب غوری ناظر اعلیٰ قادیان لکھتے ہیں:-



''آپ نے اپنی تالیف 'میری پسندیدہ بستی قادیان دار الامان' مطالعہ کے لئے دی ہے۔ اس مسودہ کے مطالعہ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ

☆ یہ گرانقدر تالیف آپ کی غیر معمولی محنت کا نتیجہ ہے۔ اور غیر معمولی محنت، دلی شوق اور غیر معمولی لگن کے بغیر ممکن نہیں۔ اور یہ تینوں عوامل امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مَولد و مسکن و مدفن کی مقدس سرزمین قادیان دار الامان سے آپ کی غیر معمولی محبت اور اُنسیت کا آئینہ دار ہیں جس کا کچھ اشارہ آپ نے اپنے دیباچہ میں بھی کر دیا ہے۔

☆ رنگین تصاویر جو اس حسین مرقّع کو چار چاند لگانے والی ہوں گی۔ ان کو شامل کر کے ایک شاندار اور جامع تالیف بن جائے گی اور مطالعہ کا شوق رکھنے اور بالخصوص مرکز احمدیت قادیان دار الامان کی حسین یادوں کے تصور میں لطف اُٹھانے والوں کے لئے ایک قیمتی دستاویز فراہم ہو جائے گی۔ جو نہ صرف ان کی لائبریری کی زینت ہو گی بلکہ جب بھی قادیان کی یاد ستائے گی اس کی ورق گردانی اُنہیں دلی سرور اور لذّت پہنچانے کا موجب ہو گی۔

☆ اگرچہ اس تالیف کا حجم کافی ضخیم ہو گا لیکن کیا حرج ہے اگر ایک ہی دلچسپ مجموعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش سے لیکر وصال تک کے حالات کی سیر کے ساتھ ساتھ آپؑ کی سیرت طیبہ کے بعض دلکش پہلو اور مقامات مقدسہ میں سے ایک ایک کا تفصیلی تعارف اور ان میں اللہ تعالیٰ کے افضال و انوار اور تائیدات سماوی و ارضی کے چمکتے دمکتے نشانات کی ایمان افروز داستان اور آپ کے مبارک خاندان اور بعض جلیل القدر صحابہ کا دلنواز تذکرہ نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک نصائح اور مخصوص عقائد و تعلیمات اور جماعت احمدیہ کے قیام اور اُس کے روشن مستقبل کے متعلق الٰہی بشارات اور اہم اقتباسات کے مطالعہ سے فیضیاب ہونے کا موقعہ مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے فضل سے آپ کی اس پُرخلوص خدمت کو قبول فرمائے اور دینی و دنیوی حسنات سے نوازے اور احباب جماعت اور غیر از جماعت کے لئے بھی اس تالیف کو بہت مفید اور بابرکت فرمائے۔ آمین۔

محمد انعام غوری صاحب۔ ناظر اصلاح وارشاد قادیان

مکرم بشیر احمد طاہر صاحب مرحوم (ریٹائرڈ پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان) لکھتے ہیں:

''مکرم عبد الرشید صاحب آرکیٹیکٹ کی تالیف ''میری پسندیدہ بستی قادیان دار الامان'' میرے ہاتھ میں ہے۔ کتاب کی سرسری ورق گردانی سے ہی میرے پر یہ بات عیاں ہوگئی کہ واقعی یہ ایک گرانقدر تالیف ہے اور انتھک محنتوں کا نتیجہ ہے۔ اور قادیان کی مبارک و مقدس تاریخ کو جمع کرنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔

اس سے بڑھ کر تجھے توفیق خدا دے ساقی



مکرم عبد الرشید صاحب آرکیٹیکٹ کی یہ کتاب ناقابل فراموش عملی یادگار ہے۔ یہ کتاب کم و بیش قادیان دار الامان کی اکثر تاریخ اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ یوں تو دنیا میں تاریخ پر شائع ہونے والی کتب قاری کو لگاتار باندھنے سے قاصر رہتی ہیں۔ مگر مولف نے اس کتاب کو اس طریق پر مرتب کیا ہے کہ قاری چاہتا ہے کہ ایک ہی نشست میں اس کو تمام کر دے۔ جہاں یہ کتاب قادیان پر آئے مختلف ادوار کی حسین آئینہ دار ہے وہیں اس بستی سے تعلق رکھنے والے جاں نثار و فاداروں کی وفاؤں کی بیشمار مثالیں بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ کتاب ہٰذا نہ صرف قاری کے علم میں بے پناہ اضافہ کا باعث ہو گی بلکہ اپنی تاثیر کے لحاظ سے بھی قاری کے ازدیاد ایمان کا موجب ہو گی۔ میرا دل اس کتاب سے باغ باغ ہو گیا ہے کہ واقعی تاریخ احمدیت میں یادگار خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مکرم چوہدری صاحب کو کامیابی والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین۔

تیری درگاہ میں آیا ہے وہ اک آرزو لے کر ۔۔۔ جو تو چاہے تو اس کو اک نظر میں کیمیا کر دے

(بشیر احمد طاہر صاحب مرحوم۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان)

تعارف

نام کتاب: میری پسندیدہ بستی، قادیان دار الامان



محترم عبدالرشید صاحب ایک ماہر تعمیرات ہیں۔جس طرح فنکار کی نظر کسی بھی شے پر اولاً جمالیاتی زاویے سے پڑتی ہے اور ایک صحافی ہر واقعہ میں خبر تلاش کرتا ہے۔ اسی طرح ایک ماہر تعمیرات شہروں، قصبوں اور عمارتوں کو اولاً تعمیراتی نقطۂ نگاہ سے دیکھتا ہے۔

زیر نظر کتاب وہ زاویہ نگاہ ہے جس سے محترم عبدالرشید صاحب نے مسکنِ مسیحؑ زمان، قادیان دار الامان کو دیکھا اور محسوس کیا ہے۔عبدالرشید صاحب اپنے نام کے ساتھ آرکیٹیکٹ نہ بھی لکھتے ہوتے تو کتاب کے ابتدائی چند صفحات قاری کو یہ واضح تاثر دیتے ہیں کہ یہ کسی ماہر تعمیرات کے جذبہ وخیال کا قلمی اظہار ہے۔اس تاثر سے یہ توقع جنم لیتی ہے کہ یہ ضخیم کتاب قادیان اور اس کی عمارات کا تعمیراتی تجزیہ ہوگی مگر بات اتنی سی ہوتی تو ایک عام قاری جسے فن تعمیرات سے کچھ بھی شغف نہیں کتاب کو بعد میں پڑھنے کے لئے اٹھا رکھتا۔مگر انہی ابتدائی صفحات میں قاری پر یہ بھی کھلتا ہے کہ اس ماہر تعمیرات کو اس بستی سے گہرا جذباتی لگاؤ ہے، محبت کا تعلق ہے، ایک ایسی محبت جو روحانی مزاج رکھتی ہے۔

عبدالرشید آرکیٹیکٹ صاحب نے اس کتاب میں قادیان کو بنیادی طور پر تعمیراتی نقطۂ نگاہ سے ہی دیکھا ہے۔عبدالرشید صاحب کا اسلوب بیان یہ ہے کہ کسی عمارت سے متعلق معلومات دینا شروع کرتے ہیں تو اس کے تعمیراتی محاسن بیان کرتے ہیں۔قاری کو اس کا نقشہ، تصویر، خطوط اور الفاظ تینوں کی مدد سے کھینچ کر سمجھاتے ہیں۔ پھر بات جو نکلتی ہے تو دور تلک جاتی ہے۔غیر محسوس طریقے سے مصنف کے اندر وہ شخص جو اس بستی سے والہانہ عقیدت رکھتا ہے اس بیان میں اپنی محبت کی خوشبو لئے نمودار ہوتا ہے۔تعمیراتی تجزئے میں جمالیات کا رنگ آنے لگتا ہے۔ پھر ان گلی کوچوں، بازاروں، مکانوں، دوکانوں سے مصنف کا جذباتی لگاؤ صاف دھڑکتا محسوس ہوتا ہے۔ یہ دھڑکن قاری کے دل میں دھڑکتی قادیان سے محبت کے ساتھ ہی ہم آہنگ ہو کر لطف کا سامان بنتی ہے۔

اس کتاب کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں قادیان کی عمارتوں کا تعارف یوں کروایا گیا ہے کہ عمارت کی تصویر، اس کا نام، اس کی پہچان، اس کی تاریخی اہمیت، اس کی تعمیر کے فنی محاسن، اس کا نقشہ، یہاں تک کہ اس میں رہنے والی نامور ہستیوں کا تذکرہ اور تاریخ احمدیت میں اس کی اہمیت، گویا ہر جہت سے دیکھ کر، ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتاب کا سرورق ایسا دیدہ زیب کہ پہلی نظر ہی میں اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔اندر کے صفحات کو تصاویر کی ایک بہت بڑی تعداد سے مزین کیا گیا ہے۔زبان ایسی استعمال کی گئی ہے کہ جو شخص محض پڑھنا جانتا ہو وہ بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔کتابت کمپیوٹر پر کی گئی ہے۔اگرچہ کتاب کی ضخامت کو دیکھ کر پروف ریڈنگ کی اونچ نیچ، پس منظر میں کھو جاتی ہے مگر جس محبت سے رشید صاحب نے یہ کتاب مرتب کی ہے اس کو دیکھ کر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ آئندہ ایڈیشن اس پہلو سے بھی کمال پر ہوگا۔رشید صاحب نے بہت محنت اور عرق ریزی سے ہر وہ لفظ ڈھونڈ نکالا لگتا ہے جو قادیان کے بارہ میں لکھا گیا۔ پھر قادیان سے متعلق اتنی بہت سی تصاویر کہ ؎

یا تو ہم پھرتے ہیں ان میں یا ہوا یہ انقلاب　　　پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیاں

(کلام محمود)

کون احمدی ہوگا جو قادیان سے محبت نہ کرتا ہو اور قادیان سے محبت کرنے والوں کے لئے یہ کتاب کسی تحفے سے کم نہیں۔ جزاھم اللہ تعالیٰ۔

(آصف محمود باسطؔ۔ الفضل انٹرنیشنل 12 تا 18 دسمبر 2003ء)

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج　　　جس کی فطرت نیک ہے آئیگا وہ انجام کار

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

موعود بستی کی مبارک تاریخ



قادیان محض اینٹوں، گارے یا چونے سے بنی ہوئی عالیشان اور سر بفلک عمارتوں کا شہر نہیں بلکہ ایک موعود بستی ہے جہاں مہدی موعودؑ کا رب ذوالجلال کی ازلی تقدیروں کے مطابق ظہور ہوا جس کا نام خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کدعہ بتایا (جواہر الاسرار قلمی تالیف 840ہجری مولف حضرت شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی) ۔ یہی نہیں اللہ جلشانہٗ نے کئی اہل اللہ اور مجذوبان حق کو رویا اور کشف کے ذریعہ قبل از وقت اس کا پورا نقشہ دکھلا کر امام ربانی کے قدموں میں پہنچا دیا۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ بائبل میں اس کی نسبت پیشگوئیوں کے آفاقی اصول کے عین مطابق استعارہ کے رنگ میں اسکی خبر موجود ہے چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''زکریا 14باب میں مذکور ہے کہ آخری زمانہ میں مسیح موعودؑ کے عہد میں سخت طاعون پڑے گی۔ اور اس دن یوں ہوگا کہ جیسا پانی یوروشلم سے جاری ہوگا یعنی خدا کا مسیح ظاہر ہوجائیگا اور اس جگہ یروشلم سے مراد بیت المقدس نہیں ہے بلکہ وہ مقام ہے جس سے دین کے زندہ کرنے کے لئے الٰہی تعلیم کا چشمہ جوش مارے گا اور وہ قادیان ہے جو خدا تعالیٰ کی نظر میں دار الامان ہے۔'' (نزول المسیح حاشیہ صفحہ 42 طبع اوّل اشاعت اگست 1909ء)

بائبل کے الفاظ یہ ہیں '' اس روز یروشلم سے آب حیات جاری ہوگا جس کا آدھا بحر مشرق کی طرف بہے گا اور آدھا مغرب کی طرف۔ گرمی سردی میں جاری رہے گا اور خداوند ساری دنیا کا بادشاہ ہوگا۔ اور اس کا نام واحد ہوگا۔''

اس جدید یروشلم یعنی قادیان دار الامان کا نقشہ مکاشفہ باب 21 میں بایں الفاظ کھینچا گیا ہے:-

''پھر میں نے ایک نئے آسمان اور نئی زمین کو دیکھا کیونکہ پہلا آسمان اور پہلی زمین جاتی رہی تھی اور سمندر بھی نہ رہا۔ پھر میں نے شہر مقدّس نئے یروشلم کو آسمان پر سے خُدا کے پاس سے اُترتے دیکھا اور وہ اُس دُلہن کی مانند آراستہ تھا جس نے اپنے شوہر کے لئے سنگار کیا ہو۔ پھر میں نے تخت میں سے کسی کو بلند آواز سے یہ کہتے سُنا کہ دیکھ خدا کا خیمہ آدمیوں کے درمیان ہے اور وہ اُنکے ساتھ سکونت کریگا اور وہ اُسکے لوگ ہونگے اور خُدا آپ اُنکے ساتھ رہیگا اور اُنکا خُدا ہوگا۔ اور وہ اُنکی آنکھوں کے سب آنسو پونچھ دیگا۔ اسکے بعد نہ موت رہیگی اور نہ ماتم رہیگا۔ نہ آہ و نالہ نہ درد۔ پہلی چیزیں رہ جاتی رہیں اور جو تخت پر بَیٹھا ہوا تھا اُس نے کہا دیکھ مَیں سب چیزوں کو نیا بنا دیتا ہُوں۔ پھر اُس نے کہا لکھ لے کیونکہ یہ باتیں سچ اور برحق ہیں۔ پھر اُس نے مجھ سے کہا یہ باتیں پوری ہوگئیں۔ مَیں الفا اور اومیگا یعنی اِبتدا اور انتہا ہوں۔ میں پیاسے کو آبِ حیات کے چشمہ سے مُفت پلاؤنگا۔ جو غالب آئے وہی اِن چیزوں کا وارِث ہوگا اور مَیں اُسکا خدا ہونگا۔'' (مکاشفہ باب 21۔ آیت 1تا8)

بلاشبہ یہ آسمانی بستی ہے اور دنیا میں اس کی زمین و آسمان بالکل نرالے ہیں۔ اس لئے طاعون کے قیامت خیز دور میں رب کریم نے اس کے تخت گاہ رسول ہونے کی فعلی شہادت دی (دافع البلاء) جہاں مذہب کی پانچہزار سالہ تاریخ میں گذشتہ پیشوایان مذاہب میں سے کسی فرستادہ کا مبارک گھر اپنی اصلی صورت میں دکھائی نہیں دیتا اور نہ آثار قدیمہ اور نیچرل سائنس ہی سے اس کا سراغ ملتا ہے وہاں اس موعود بستی میں خدا کے مسیح کا ''الدار'' خدا کے فرشتوں کے جلو میں عالمگیر تجلّیات کا مرکز موجود ہے جسکی مستقبل میں بھی حفاظت کا وعدہ عرش سے دیا گیا ہے۔ آتش لکھنوی کا یہ شعر اپنے حقیقی اور واقعاتی معنوں میں اس پر چسپاں ہوتا ہے۔

یہ کس عیسیٰ دوراں کا مکاں ہے زمیں جس کی چہارم آسماں ہے

سیدنا محمود المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے قادیان بالخصوص الدار کی اس آفاقی شان کا شاندار اور ولولہ انگیز تصوّر اپنے کلام میں خوب کھینچا ہے فرماتے ہیں۔

پہلی اینٹوں پر ہی رکھتے ہیں نئی اینٹیں ہمیش ہے تبھی چرخ چہارم پہ بنائے قادیان

اس وجد آفریں شعر میں دنیا کے ہر احمدی کے نام یہ پیغام مضمر ہے کہ ایشیا، یورپ، امریکہ اور افریقہ کے بسنے والے دوسرے لوگ زیادہ سے زیادہ اپنی سائنس اور ریسرچ میں چوتھے آسمان پر جا سکتے ہیں مگر فرزندان احمدیت کی ترقی کی بنیاد ہی چوتھے آسمان یعنی قادیان پر رکھی گئی ہے دوسرے لفظوں میں دوسروں کی ترقیات کا نقطۂ معراج ہی احمدیوں کی رفعتوں کا نقطۂ آغاز قرار پائے گا بالکل اسی طرح جس طرح آئن سٹائن کے نظریہ اضافیت کی آخری ریسرچ سے بطل احمدیت ڈاکٹر عبدالسلام (ولادت 29 جنوری 1926ء وفات 21 نومبر 1996ء) نے اپنی تحقیق کا آغاز کیا اور خدا کے فضل سے نوبل انعام کا عالمی اعزاز حاصل کیا مجھے یقین ہے کہ قادیان دارالامان کی اس عظمت شان اور بلند مقام اور عالمگیر فیضان کے حوالہ سے سلسلہ احمدیہ کے ان تمام بزرگوں اور اہل قلم شخصیات کا نام قیامت تک چاند ستاروں کی طرح چمکتا رہے گا جنہوں نے اس موعود بستی کی تاریخ پر قلم اُٹھایا اور بے شمار معلومات کا ایک غیر محدود خزانہ آئندہ نسل کے لئے محفوظ کر دیا۔

دنیائے احمدیت کے مشہور احمدی آرکیٹیکٹ جناب مکرم ومحترم عبدالرشید صاحب کی مقبول عام کتاب ''میری پسندیدہ بستی قادیان دارالامان'' کا دوسرا اضافہ شدہ ایڈیشن جس کا شدید انتظار تھا اب محترم احباب کے ہاتھوں میں ہے۔ اس تازہ ایڈیشن میں دارالمسیح کی تجدید (Renovation) کے علاوہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے حالیہ انقلاب آفریں اور عہد ساز سفر قادیان و دسمبر 2005ء کے روح پرور کوائف بھی شامل اشاعت ہیں۔ کتاب کی زینت نایاب اور تاریخی تصاویر اپنی ذات میں مستقل تاریخ ہیں اور ان کی فراہمی اور اشاعت قلمی جہاد سے کم نہیں۔

اس کتاب کی یہ منفرد اور لازوال خصوصیت ہے کہ اس کے عالی ہمت، اولوالعزم اور بلند پایہ مولّف 1986ء سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد مبارک پر قادیان کی تعمیرات نو کی خدمات بجا لا رہے ہیں۔ ان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے نئی سائنسی تکنیک کو بروئے کار لاتے ہوئے ''الدار'' کی بنیادی صورت کو قائم رکھتے ہوئے اسکے قدیم نقوش کو اس شان سے اجاگر کیا کہ حیرت آتی ہے۔ سرزمین دارالامان میں احمدیہ کالونی، یورپین گیسٹ ہاؤسز، ذیلی تنظیموں کے نئے دفاتر، چار منزلہ بلڈنگ، نور ہسپتال اور سرائے طاہر غرضیکہ شعائر اللہ کی روحانی فضا میں اس نوع کی تمام وسیع اور حسین وجمیل عمارتوں کے ڈیزائن اور تعمیر میں اُن کی محنت وتوجہ کا بھاری عمل دخل ہے۔

''اوور سیر حضرت قاضی عبدالرحیم صاحبؓ 1953-1881ء مہتمم تعمیرات صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرح جن کی زیر نگرانی منارۃ المسیح کی تکمیل کا قابلِ رشک کارنامہ سرانجام پایا۔ آپ 313 اصحابِ کبار میں سے تھے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما　(الہام مہدی زمان علیہ السلام)

وَذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

آخر میں قارئین عظام کی خدمت میں درد دل سے عرض کروں گا کہ یہ حقیقت کبھی فراموش نہ کریں کہ تاریخ قادیان کے موضوع پر آج تک شائع شدہ ہر کتاب ایک جداگانہ شان کی حامل ہے جس سے نہ صرف علم وعرفان کے نئے سے نئے چشمے جاری ہوتے ہیں اور گلستان ایمان میں نئی بہار آ جاتی ہے بلکہ قدوسیوں کے اس پُر انوار شہر کی ارتقائی تاریخ کا بھی پتہ چلتا ہے اور خدا کے بے شمار فضلوں کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس بیش قیمت لٹریچر کا جذبہ عشق سے سرشار ہو کر مطالعہ فرمائیں اور سیدنا حضرت مسیح موعودؑ، خلفائے احمدیت اور سلسلہ احمدیہ کی بزرگ ہستیوں کی یادوں کا ایک شہرا اپنے صحن سینہ میں بسالیں تا عرش معلّی سے ٹکرانے والی صدائے قادیان سب جہان میں ہر لحہ پہلے سے زیادہ شان وشوکت کیساتھ اور بلند سے بلند تر ہو کر گونجتی چلی جائے اور ساری دنیا میں ایک ہی جھنڈا لہرانے لگے۔ اور وہ جھنڈا اسلام، احمدیت اور قادیان کا جھنڈا ہو۔ جیسا کہ سیدنا مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

صبر کر اے ناقۂ راہ ہدیٰ ہمت نہ ہار　　دور کر دے گی اندھیروں کو ضیائے قادیاں

میرے پیارے دوستو تم دم نہ لینا جب تلک　　ساری دنیا میں نہ لہرائے لوائے قادیان

(دوست محمد شاہد مؤرخ احمدیت 23 اپریل 2006ء، ربوہ)

قادیان پہنچنے کا طریقہ

دوسرے ملکوں سے قادیان جانے کے لئے آپ کو یا تو سیدھے ہوائی جہاز کے ذریعے دہلی ائیر پورٹ ہندوستان آنا ہوگا، یا لاہور ائیر پورٹ پاکستان جا کر واہگہ بارڈر سے ہندوستان میں داخل ہونا پڑے گا۔ اگر آپ سیدھا دہلی جائیں گے تو پھر آپ کو قادیان آنے کے لئے یا تو ریل گاڑی کے ذریعہ یا ہوائی جہاز کے ذریعہ دہلی سے امرتسر آنا ہوگا۔ اگر آپ ریل گاڑی سے سفر کریں گے تو ہر روز دو تین ریل گاڑیاں دہلی سے امرتسر آتی ہیں۔ آپ کو تیز رفتار گاڑی کی ٹکٹ لینی ہوگی۔ ٹکٹ پہلے ریزرو کرانی پڑتی ہے۔ ریل میں کھانے وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے اور تقریباً سات گھنٹے میں دہلی سے امرتسر پہنچتے ہیں۔ امرتسر پہنچ کر ٹیکسی کے ذریعہ آپ قادیان آسکتے ہیں یہ مزید ایک گھنٹے کا سفر ہے۔ اگر دہلی سے امرتسر آپ نے ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر کرنا ہے تو پہلے آپ کو دہلی میں انٹرنیشنل ٹرمینل سے اندرون ملک کے ٹرمینل پر جانا ہوگا یہ سامان کے ساتھ مشکل بھی ہوسکتا ہے۔ دہلی سے امرتسر ہوائی جہاز سے آدھ گھنٹے کا سفر ہے لیکن موسم کی خرابی کی بنا پر یا اور کسی وجہ سے فلائٹ منسوخ بھی ہوسکتی ہے۔ امرتسر پہنچ کر آپ کو پھر ٹیکسی لے کر قادیان آنا ہو گا اور اس طریق میں آپ کا پورا دن بھی صرف ہوسکتا ہے۔ تیسرے آپ دہلی سے امرتسر ٹیکسی یا کار کے ذریعہ بھی سفر کر سکتے ہیں اس میں بھی تقریباً آٹھ گھنٹے لگتے ہیں۔ لاہور سے اگر آپ واہگہ بارڈر سے ہندوستان میں داخل ہونگے تو دونوں ملکوں کے کسٹم کے نظام سے گزرنے کے لئے آپ کو تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ لگے گا۔ واہگہ بارڈر سے آپ کو سیدھی قادیان کے لئے ٹیکسی مل جائے گی یہ تقریباً دو گھنٹے کا سفر ہے۔ اگر آپ کی فلائٹ صبح لاہور آتی ہے تو آپ اسی دن واہگہ بارڈر پار کر کے بعد دوپہر قادیان پہنچ سکتے ہیں۔ آج کل واہگہ بارڈر سے صرف غیر ملکیوں کو سفر کرنے کی اجازت ہے یہ راستہ اختیار کرنے سے پہلے آپ کو چیک کر لینا چاہیئے۔ اگر آپ کو لاہور سے واہگہ ریل گاڑی سے آنا پڑا تو اس میں کم از کم آپ کے 12 گھنٹے لگ جائیں گے۔ اور یہ سفر بہت ہی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ امرتسر سے قادیان دن میں ایک دفعہ ریل گاڑی جاتی ہے اور بسیں بھی تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد۔ ریل گاڑی قادیان پہنچنے میں تین گھنٹے اور بس دو گھنٹے لیتی ہے۔ اگر آپ ایشیا میں سفر کرنے کے عادی نہیں تو بہتر ہے کہ ان پر سفر نہ کریں۔

غیر ملکیوں کو پاکستان اور ہندوستان آنے کے لئے ویزا کی ضرورت ہے۔ اس لئے اس کا انتظام وقت پر کر لیں

*۔قادیان سے ڈیرہ بابا نانک کی دوری تقریبا55 کلومیٹر ہے۔ یہاں چولہ بابا نانک صاحب موجود ہے۔ کار پر یہ سفر تقریبا ڈیڑھ گھنٹہ کا ہے۔

*۔قادیان سے لدھیانہ کی دوری تقریبا150 کلومیٹر ہے۔ جہاں مسیح موعود علیہ السلام نے پہلی بیعت لی تھی۔ کار پر یہ سفر اڑھائی گھنٹہ کا ہے۔

*۔قادیان سے ہوشیار پور کی دوری تقریبا70 کلومیٹر ہے۔

یہاں مسیح موعود علیہ السلام نے چالیس روز چلہ کشی کی اور آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کی عظیم بشارت عطا ہوئی۔ کار پر یہ سفر ڈیڑھ گھنٹہ کا ہے۔

*۔قادیان سے دہلی کا کار پر سفر آٹھ گھنٹے کا ہے۔ قادیان سے گورداسپور کا کار پر سفر ایک گھنٹہ کا ہے۔

*۔لاہور مسجد۔ دارالذکر 115a علامہ اقبال روڈ۔ گڑھی شاہو۔ لاہور 54000

ٹیلیفون نمبر۔ 0092-42-6369055

*۔اگر آپ پہلی بار قادیان کے لئے سفر کر رہے ہیں تو بہتر ہے کہ ناظر امور عامہ قادیان سے مکمل معلومات حاصل کر لیں۔

ٹیلیفون نمبر۔ 0091-1872-220035۔ دارالمسیح محلہ احمدیہ۔ قادیان 143516

دہلی مسجد۔ احمدیہ مسلم جماعت۔ 53 انسٹیٹیوشنل ایریا۔ تغلق آباد۔ نئی دہلی 110062۔

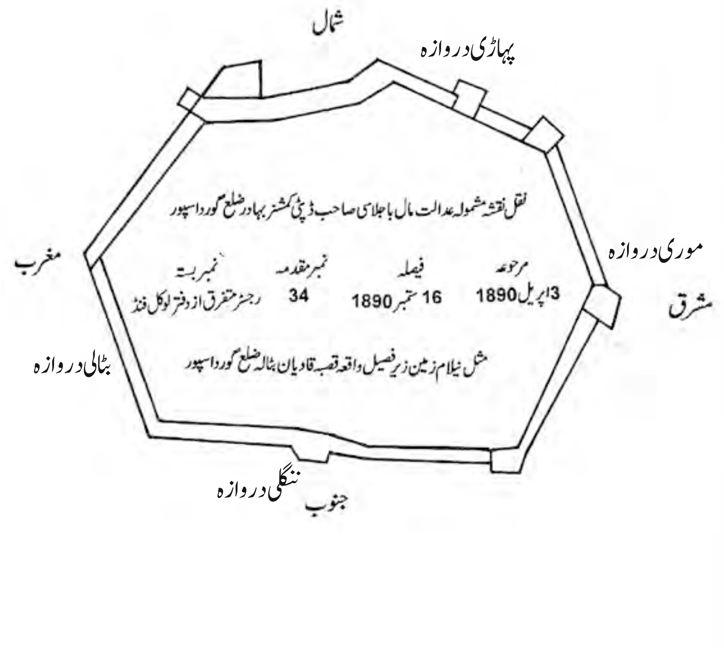
ٹیلیفون نمبر۔ 0091-11-26059094

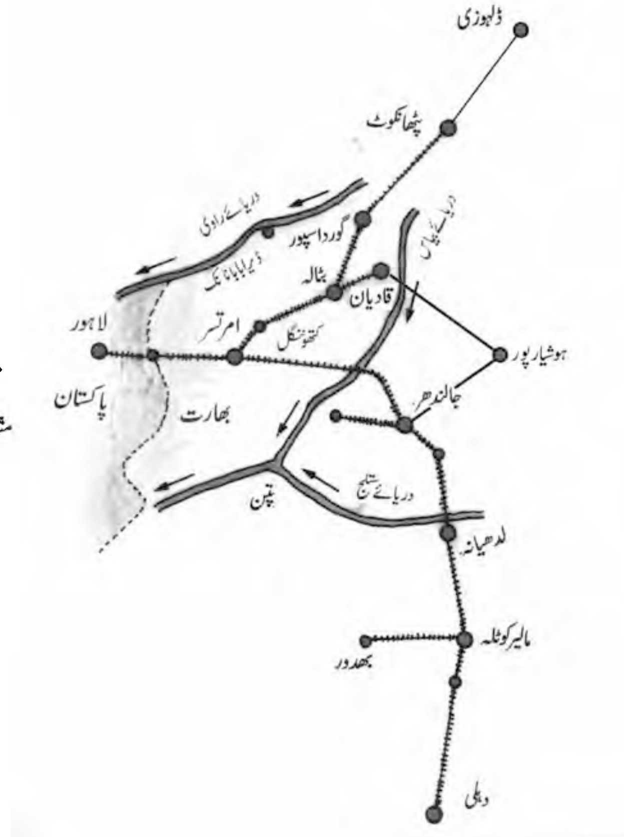
جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جماعت احمدیہ ہندوستان کے خدام واہگہ بارڈر اور ریلوے اسٹیشن امرتسر پر احباب کی سہولت کے لئے ہر وقت موجود ہوتے ہیں۔

قادیان کا تاریخی پسِ منظر

’’قادیان کی تعمیر ایک قلعہ نما گڑھی کی طرح ہوئی۔ جس کے اردگرد ایک خندق تھی۔ جو برساتی پانی سے بھر جاتی تھی اور ایک بڑی فصیل سارے شہر کے اردگرد تھی جو تقریباً بیس بائیس فٹ چوڑی تھی قصبہ کے اندر آنے جانے کے لئے چار دروازے تھے۔ جن پر حفاظتی دستے رہتے تھے۔ دروازوں کے حسب ذیل نام تھے۔ بٹالی دروازہ۔ پہاڑی دروازہ۔ موری دروازہ۔ ننگلی دروازہ۔ ان دروازوں کے ساتھ ڈیوڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ مضبوط دروازے لگے ہوئے تھے جو صبح کو کھول دئے جاتے تھے۔ اور رات کو بند کر دئے جاتے تھے۔ فصیل کچی تھی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ کچی دیوار میں گولہ باری اثر انداز نہ ہوسکتی تھی۔ فصیل کے اردگرد بہت بڑی وسیع خندق اور ڈھاب تھی۔ قادیان کا جائے وقوع نشیب میں تھا۔ اس لئے برسات کے موسم میں تمام دیہات ملحقہ کا پانی قادیان کی طرف آتا تھا۔ جس سے دریا کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ اور بہت سی زمینیں جو کاشت کے کام میں آتی تھیں کئی کئی دن تک پانی میں غرقاب رہتی تھیں۔ ویسے تو پانی سارا سال یہاں کھڑا رہتا مگر اس طغیانی کی حالت بھی مہینہ مہینہ بھر رہا کرتی تھی۔ فصیل اور اس کے اندر کی آبادی کی شکل معلوم کرنے کے لئے ذیل میں نقشہ دیا جاتا ہے جو سرکاری کاغذات سے لیا گیا ہے۔‘‘

(مرکز احمدیت۔ص۔6 شیخ محمود احمد عرفانی)





’’ قادیان کی بنیادی تعمیر کا آغاز 1530ء میں ہوا۔ گویا اس وقت 1942ء تک قادیان کو آباد ہوئے چار سو بارہ برس ہوئے۔ ہندوستان میں اس وقت مغلیہ سلطنت کا ڈنکہ بج رہا تھا۔شہنشاہ بابر ہندوستان کے تخت پر متمکن تھا۔ اس وقت تیموری خاندان کا ایک امیر دو سو خدام وحشم اور اہل وعیال کو لے کر واردِ ہندوستان ہوا۔شہنشاہ ہند بابر کے دربار سے اسے جاگیردار منصب کے ساتھ ایک علاقہ کی مجسٹریٹی یعنی قضاء کا عہدہ سپرد کیا گیا۔ یہ رئیس مرزا ہادی بیگ کے نام سے مشہور ومعروف تھا۔ وہ پنجاب کے اس علاقہ میں جو ماجھا کے نام سے اب تک مشہور ہے اتر پڑا اوراس نے قادیان کی زمین کو جو بالکل ایک جنگل اور سنسان پڑی ہوئی تھی اپنی جاگیر کا مرکز قرار دیا۔اور یہاں ایک چھوٹی سی گڑھی تعمیر کی۔جس کا ابتدائی نام اسلام پور قاضی رکھا۔ جو بعد میں بدلتے بدلتے قاضی ماجھی ہو گیا۔اور پھر قادیان ہوگیا۔اس طرح قادیان کی بنیادی تعمیر عہد بابری میں برلاس مغلوں کی ایک جماعت کے واردِ ہند ہونے پر رکھی گئی۔‘‘

قادیان کی بنیادی تعمیر پر مورخ سلسلہ احمدیہ حضرت عرفان کبیر اپنی کتاب حیات النبی جلد اول میں لکھتے ہیں:۔

قادیان کے متعلق مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں۔’’چونکہ اس مسیح کا پیدا ہونا حق اور باطل کی تفریق کے لئے دنیا پر ایک آخری حکم ہے جس کے رو سے مسیح موعودؑ حکم کہلاتا ہے۔اس لئے ناصرہ کی طرح جس میں تازگی اور سرسبزی کے زمانہ کی طرف اشارہ تھا۔اس مسیح کے گاؤں کا نام اسلام پورہ قاضی رکھا گیا۔تا قاضی کے لفظ سے خدا کے اس آخری حکم کی طرف اشارہ ہو۔جس سے برگزیدوں کو دائمی فضل کی بشارت ملتی ہے اور تا مسیح موعودؑ کا نام جو حکم ہے اس کی طرف بھی ایک لطیف ایماء ہو۔اور اسلام پور قاضی ماجھی اس وقت اس گاؤں کا نام رکھا گیا تھا جبکہ بابر بادشاہ کے عہد میں اس ملک ماجھ کا ایک بڑا علاقہ حکومت کے طور پر میرے بزرگوں کو ملا تھا اور پھر رفتہ رفتہ یہ حکومت خودمختار ریاست بن گئی۔اور پھر کثرت استعمال سے قاضی کا لفظ قادی سے بدل گیا اور پھر تغیر پا کر قادیان ہوگیا۔غرض ناصرہ اور اسلام پور قاضی کا لفظ ایک بڑے پر معنی نام ہیں۔جو ایک ان میں سے روحانی سرسبزی پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا روحانی فیصلہ پر جو مسیح موعودؑ کا کام ہے۔‘‘ (ستارہ قیصریہ ص119)

’’اس قصبہ (قادیان) کی جگہ میں جو اس وقت جنگل پڑا ہوا تھا اور جو لاہور سے تخمیناً پچاس کوس گوشہ شمال مشرق میں واقعہ ہے فروکش ہوگئے۔جس کو انہوں نے آباد کر کے اس کا نام اسلام پور رکھا۔اس قوم کے اور حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے مورث اعلیٰ حضرت میرزا ہادی بیگ صاحب کو اسلام سے بہت محبت تھی۔اور وہ اپنی دینی اور عملی حالت کے لحاظ سے ایک ممتاز بزرگ تھے۔یہ بات یہاں آ کر اپنے آباد کردہ قصبہ میں بھی انہوں نے ملحوظ رکھی۔ممکن تھا کہ آج کل کے دنیا پرستوں کی طرح اس گاؤں کا نام ہادی پورہ یا برلاس پورہ رکھ لیتے۔مگر ان کی دینداری اور زاہدانہ طبیعت نے پسند کیا کہ اس کا نام اسلام پورہ رکھیں۔چونکہ یہ علاقہ جس میں میرزا ہادی بیگ نے اپنے رہنے کے لئے گاؤں آباد کیا۔ماجھا کہلاتا تھا جس کا طولانی علاقہ ساٹھ کوس ہے۔اور شاید یہ نام اس واسطے رکھا گیا ہو کہ اس ملک میں بھینسیں بکثرت ہوتی ہیں اور ماجھ زبان ہندی میں بھینس کو کہتے ہیں۔یہ بستی جو حضرت میرزا ہادی بیگ صاحب نے آباد کی اور جس کا نام اسلام پور رکھا۔یوماً فیوماً ترقی کرنے لگی۔اوراس کے اردگرد کثرت سے دیہات آباد ہوگئے۔اور میرزا ہادی بیگ کی نیک چلنی، حسن اخلاق، دینداری اور اسلامی غیرت ومحبت کا تمام گردونواح میں عام شہرہ ہوگیا۔اور شجاعت وطاقت کی ہیبت تمام علاقوں پر چھا گئی یہاں تک کہ اس سارے علاقہ کی حکومت اسی خاندان کے ہاتھ آ گئی۔اور اسلام پور جو اب قادیان کہلاتا ہے اس سارے علاقے کا جو 60 میل تک پھیلا ہوا تھا صدر مقام ٹھہرا۔اور یہیں صدر عدالت یعنی دارالقضاء تھا۔اس لئے لوگوں نے اس قصبہ کا نام اسلامپور قاضی ماجھی مشہور کر دیا۔چونکہ زبان محاورہ اختصار پسند ہوتی ہے اس لئے رفتہ رفتہ لوگ اسلام پور چھوڑ کر کچھ عرصہ تک اس کو قاضی ماجھی کے نام سے پکارتے رہے اور پھر امتداد زمانہ نے قاضی ماجھی کی بجائے صرف قاضی نام باقی رہنے دیا۔اور چونکہ ض کے تلفظ میں اہل ہندوپنجاب عموماً "د" سے کام چلاتے ہیں اس لئے قاضی کی بجائے قادی ہوگیا۔پھر اس سے بگڑ کر قادیان بنا۔اور آج کل اسی جگہ کو قادیان کہتے ہیں۔

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا۔کہ مہدی قصبہ کدعہ سے پیدا ہوگا۔وہ اسی قصبہ قادی کا پتہ ہے۔جو لوگ کشفی زبان اور اجنبیت رسم الخط کی حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کدعہ اور قادی ایک ہی ہیں۔یہ قصبہ کدعہ۔قادیان۔درجے طولانی خط استوا میں واقع ہے۔اور یہ وہی طول بلد ہے۔جس میں دمشق ہے۔اور یہ ظاہر ہے کہ دمشق سے اس کی سمت مشرقی ہے۔اگرچہ مرزا ہادی بیگ صاحب کے وہم وگمان میں بھی یہ امر نہ تھا کہ وہ اس قدر دور دراز سفر طے کر کے ایک جنگل میں کیوں قیام کرتے ہیں۔لیکن جس مصلحت الٰہی نے انہیں اس مقام پر آباد ہونے کی تحریک کی۔تا کہ اس حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء پورا ہوجائے۔جس میں آپ نے فرمایا تھا۔مسیح موعودؑ کا نزول جانب مشرق دمشق سے ہوگا۔چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے خود اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ازکلمہ منارہ مشرقی عجب مدار۔چوں خودز شرق است تجلی نیرم‘‘ (حضرت عرفانی صاحبؓ۔حیات النبی جلد اوّل ص۔22-21)

قادیان کے ابتدائی حالات

’’قادیان ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس کی آبادی تقریباً ایک ہزار تھی، پرانے زمانہ میں اس کے چار دروازے تھے، ننگلی، موری، پہروی اور بٹالوی سارا علاقہ ویران اور بیابان تھا احمد (مسیح موعود علیہ السلام) نے کچھ کمرے جنوب مشرق میں بنائے، مسجد نور کے قریب ایک کنواں ہوتا تھا شام کو یہاں لوگ جانے سے ڈرتے تھے موجودہ مسجد انوار کے شمال میں ایک جھیل تھی بارش کے موسم میں پانی ڈھاب میں اکٹھا ہو جاتا تھا اور ایک جھیل بن جاتی تھی جس میں آپ کشتی چلا سکتے تھے کوئی نالیوں کا انتظام نہ تھا۔‘‘ (عبدالرحیم درد۔مقدس مقامات صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم)

’’قادیان کچھ سو آدمیوں کی ایک بستی ہے جو ریلوے سٹیشن (بٹالہ) اور ٹیلی گراف کے دفتر سے گیارہ میل کے فاصلہ پر ہے راستہ قادیان تک بہت اونچا نیچا ہے جس میں کوئی بھی موجودہ سہولتیں نہیں یہاں تک کہ پینے کا پانی بھی نہیں ملتا۔‘‘ (چوھدری سر ظفر اللہ خان ؓ۔مقدس مقامات صاحبزادہ مرزا وسیم احمد مرحوم)

قادیان کی حالت کے متعلق بھائی عبدالرحمٰن ؓ قادیانی جو سب سے پہلے 1895 میں قادیان آئے۔ان کی روایات صلاح الدین ملک صاحب نے اصحاب احمد جلد نہم میں درج کی ہیں۔آپ کی یہ روایات انوکھی شان رکھتی تھیں۔ بہت ایمان افروز اور روح پرور ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

[i] قصبات اور شہروں سے دور گوشہ گمنامی میں مستور ایک چھوٹا سا گاؤں بلکہ موضع لاہور سے ستر میل شمال مشرقی گوشہ پر ضلع گورداسپور تحصیل وتھانہ بٹالہ کی حدود میں واقع تھا جسے قصبات وشہر تو درکنار معمولی دیہات ومواضعات ضلع وتحصیل میں بھی کوئی شہرت یا نمایاں حیثیت حاصل نہ تھی۔اس کا اس زمانہ میں کچھ اتنا غیر معروف، نامعلوم اور دنیا کے کان اس سے ایسے ناآشنا تھے کہ 1310 تا 1311 ہجری میں جب عبداللہ آتھم والی پیشگوئی کا چرچا ہوا تو میرے استفسار پر بتانے والوں نے جو کچھ بتایا وہ یہ تھا کہ دور کہیں روس کی سرحد پر کوئی گاؤں ہے جہاں کسی مولوی صاحب نے انگریز کی موت کی پیشگوئی کی ہے۔پھر جب 1321 ھ کے ماہ جون میں میں کپورتھلہ ہوتا ہوا بٹالہ پہنچا تو ڈیرہ بابا نانک، کلانور، بھاگووالہ، علی وال، لنگروال، پنج گرائیں، سری ہرگوبند پور، ہرچووال اور بھام تک کے نام تو میرے کان میں پڑے مگر قادیان کے نام سے میرے کان آشنا نہ ہوئے۔گاڑی کے سٹیشن پر پہنچتے ہی یکہ بان، ریڑھوا اور گڈاوالے کئی کھڑے چیختے پکارتے تھے۔میں چند گھنٹے منڈی اسٹیشن اور کچہری کے آس پاس پھرا کیا مگر قادیان کا نام میں نے نہ سنا۔‘‘

[ii] ’’دوبارہ جب اللہ کریم نے سیالکوٹ میں میری دستگیری کے سامان مہیا فرمائے۔قادیان کا نام میں نے کتابوں میں پڑھا۔’’نور اسلام‘‘ اور نشان آسمانی کا مطالعہ نصیب ہوا اور نور ایمان کی شعاعوں نے میرے دل ودماغ کو منور کیا اور میری خواہش اظہار اسلام پر محترم بزرگ میر حامد شاہ صاحب نے مجھے قادیان پہنچ کر اس شرف سے مشرف اور سعادت سے بہرہ ور ہونے کا مشورہ دیا اور میں بٹالہ اتر کر قادیان پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔آپ شاید تعجب کریں گے۔اور میرے بیان کو مبالغہ سمجھیں گے کہ مجھے اس وقت بھی بہت مشکلات کا سامنا ہوا۔میں لوگوں سے قادیان کا راستہ پوچھتا۔وہ میرے منہ کو تکتے اور سوچ بچار کر کہتے کہ کادیں تو ایک گاؤں ہے تم جو نام لیتے ہو وہ اس نواح میں تو ہے نہیں۔تھانہ سے پوچھو شائد پتہ لگ جائے۔نو بجے غالباً ٹرین بٹالہ پہنچی بارہ بج گئے۔ مجھے قادیان کا پتہ ملا نہ راستہ حتیٰ کہ میں گھبرا کر واپس لوٹ جانے کی فکر کرنے لگا۔اسی شش وپنج میں تھا کہ ایک شخص میرے قریب آ کر بولا۔’’جی! آپ نے قادیان جانا ہے؟‘‘ میں افسردہ پژمردہ ہو رہا تھا اور پریشان تھا کہ کروں تو کیا؟ اس شخص کی آواز سے ڈھارس بندھی اور امید کی ایک جھلک نظر آئی۔ میں نے اس سے قادیان کا اتہ پتہ دریافت کیا۔تو اس نے جواب دیا۔’’وہی نا مرزا صاحبؑ والی قادیان‘‘ گنوار لوگ اس کو کادیں کر کے پکارتے ہیں۔میں خود قادیان کا رہنے والا ہوں۔مرزا صاحبؑ گاؤں کے رئیس اور مالک ہیں۔میں آپ کو ان کے دروازہ پر جا اتاروں گا۔

[iii] اس تسلی کے بعد میں اس کے یکہ میں بیٹھ گیا۔اور وہ مجھ سے یہ کہہ کر بازار کو گیا کہ گھوڑے کے واسطے نہاری لے آؤں۔مگر کچھ ایسا گیا کہ لوٹنے کا نام ہی نہ لیا۔کم وبیش ایک گھنٹہ تک میں اس یکہ میں ٹنگا رہا۔نہ اس کو چھوڑ سکوں نہ یکہ بان کی تلاش کر سکوں۔ جمعہ کا دن تھا میں نے سیالکوٹ سے روانگی میں اسی غرض سے جلدی کی تھی کہ جمعہ کی نماز میں شریک ہو کر اس برکت سے حصہ پا سکوں گا۔مگر یکہ بان کی طمع نے مجھے نماز جمعہ میں شرکت کی برکت سے محروم رکھا۔کیونکہ وہ دراصل نہاری کی بجائے سواری کی تلاش میں تھا۔قصہ کوتاہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے قادیان پہنچا وہ زمانہ 1331 ھ کا تھا۔میں نے قادیان کو جس حالت میں دیکھا وہ نظارہ اپنا چشم دید لکھنے کی کوشش کروں گا۔ وَمَا تَوۡفِيۡقِيۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ۔

[iv] قادیان آتے ہوئے سڑک کے موڑ کے قریب پہنچ کر یکہ بان نے اشارہ سے بتایا وہ ہے قادیان۔ میری پہلی نظر مسجد اقصیٰ کے خوبصورت گنبدوں اور کونوں کے مناروں پر پڑی۔ جن میں خدا جانے کیا تاثیر جذب اور کشش تھی کہ میرا دل ایک سکینت تسلی اور اطمینان سے بھر گیا۔ اور ساری کوفت اور گھبراہٹ اور بے قراری جاتی رہی۔ دل ایک تیز پرواز کی تمنا کرنے لگا کہ میسر آجائے تو اڑ کر پہنچوں۔ قادیان پہنچ کر بڑی لمبی چوڑی فصیل پر نظر پڑی تو اس کے بھلے وقتوں میں عروج واقبال اور عظمت وشوکت کی خیالی تصویر آنکھوں میں پھر گئی۔ کیونکہ آثار وعلامت اس امر کی دلیل تھے کہ یہ مقام کبھی بھاری قلعہ اور مضبوط حصار ہوگا۔ بعد میں رہتے رہتے جو اچھی طرح دیکھا تو یہ دیکھا کہ بستی ایک فصیل کے اندر محدود تھی۔ جو جابجا شکستہ وخستہ تھی۔ چوڑائی اس کی تیس پینتیس فٹ اور اونچائی بوجہ گر جانے کے پوری معلوم نہ ہوسکی۔ جو دیکھی بعض جگہ سے آٹھ دس فٹ ضرور تھی۔ آثار اس فصیل کے سوائے شمال مغربی کونہ کے چاروں اطراف میں نمایاں تھے۔ میں نے جو سرسری ساتخمینہ اس فصیل اور بستی کا کیا اس کے نتیجہ میں یہ لکھ سکتا ہوں کہ فصیل قریباً مستطیل شکل میں واقع تھی۔ جس کا طول بیرونی حدود تک کم وبیش گیارہ سو اور عرض نو سو فٹ تھا۔ فصیل کے اندرونی جانب تخمیناً اٹھارہ بیس فٹ چوڑا ایک کوچہ گول سڑک کے طریق پر برابر چاروں طرف چھوڑا ہوا تھا۔ جو آج کل دائیں بائیں کی دست برد کا شکار ہو کر آٹھ دس بارہ اور چودہ فٹ رہ گیا ہے بلکہ بعض حصوں میں بالکل غائب اور ختم ہو چکا ہے، اس گول سڑک کے اندر اندر ہی اس زمانہ میں آبادی تھی۔ فصیل اور گول سڑک کو چھوڑ کر اصل زیر آبادی حصہ کی پیمائش تخمیناً ایک ہزار فٹ طویل اور آٹھ سو فٹ عریض تھی۔

[v] فصیل کے چاروں کونوں پر چار برج اور چار ہی اس میں دروازے تھے یعنی پہاڑی دروازہ بٹالوی دروازہ ننگلی دروازہ اور موری دروازہ۔ فصیل کے باہر بڑے بڑے اور پرانے ببولوں کا ایک گھنا جنگل کھڑا تھا۔ جہاں دن دہاڑے جاتے خوف آتا۔ رات کے اندھیرے میں تو کم ہی کوئی فصیل کے باہر نکلتا ہوگا۔ اس خار مغیلاں کے جنگل کے بالکل ساتھ لگی ہوئی ایک کھائی یا خندق تھی۔ جو چاروں طرف عموماً سال بھر پانی سے بھرپور رہتی۔ کئی کئی میل دور سے برسات کا پانی اس نشیب میں آن جمع ہوا کرتا تھا اور گویا ایک قدرتی امداد اور غیبی تائید تھی اس قلعہ کی حفاظت کی جو اسے قدرت کی فیاضی سے مفت میں میسر تھی۔

[vi] قصبہ کی رونق، شادابی اور خوبصورتی کے لئے قصبہ سے باہر کئی باغات تھے جو چاروں طرف دور دور تک پھیلے ہوئے بہت بڑے رقبہ میں لگائے اور سجائے گئے تھے۔ جن کے اثمار شیریں اور معطر ومصفا ہوا سے حاکم ومحکوم برابر فائدہ اٹھایا کرتے۔ اس مرکز کی حفاظت ومضبوطی کے لئے چاروں اطراف وقتی ضروریات کے مدنظر مناسب مقامات پر دور ونزدیک ایک اور معاون ومحافظ قلعوں کی لائن تھی جن میں سے بسرا۔ کھارا ٹھیکریوالا، رسولپور، وڈالہ، کنڈیلا اور ڈھپئی کے قلعوں کے آثار تو آج تک بھی واضح اور عیاں موجود ہیں۔ اور بعض زمانہ کی دست برد کی نذر ہو چکے ہیں اس قلعہ بندی اور حفاظت وتنظیم پر نظر غائر ڈالنے سے مرکز کی مضبوطی شان وشوکت اور زیرنگیں ریاست کی وسعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

[vii] اس عالی ہمت، اولوالعزم اور اقبال مند خاندان کی حسن تدبیر، انتظامی قابلیت، قوت عمل اور علوہمتی کو جانچا جاسکتا ہے۔ جس نے ہزاروں میل سے آکر ان جنگلوں میں منگل کر دیا۔ اور ایک مستقل ریاست کی بنیاد رکھی جس کے خودمختار رئیس ایک ایسے خوش نصیب اور قابل رشک فارسی النسل وجود کی یادگار تھے جس کی قلبی کیفیت خالق ارض وسماء کے حضور پہنچ کر قبول ہوئی۔ خدا نے اس کے کسی عمل، اس کی ادا کو پسند فرمایا اور دنیا کے عظیم ترین اور مقدس ترین خدا کے مقبول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے محبت کی اور اس کو اپنے دست شفقت سے نوازا۔ بالکل سچ، صحیح اور راست وحق ہے ؎ مصفی قطرہ باید کہ تا گوہر شود پیدا۔ خدا کے انبیاء ورسل نجیب الطرفین اور عالی خاندان ہوا کرتے ہیں تا ان کی بیعت اطاعت اور غلامی کو عار اور ذلت وتوہین سمجھ کر لوگ ہدایت اور دولت ایمان سے محروم نہ رہ جائیں۔

[viii] حکمران خاندان کی جوانمردی، بیدار مغزی، ہمت واستقلال اور فہم وذکاء کے ساتھ اس کی فیاضی نیکی اور عدل وانصاف کا ایسا چرچا تھا کہ دور دراز سے حق وصداقت کے پیاسے اور اکثر اہل اللہ ان کی صحبت کے فیض سے مشرف ہونے کو جمع رہتے۔ یہاں تک کہ ان کے دسترخوان پر پانچ پانچ سو علماء، فضلاء، حفاظ اور صلحاء کا مجمع رہتا۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واعمال کے تذکرے رہتے اور دین داری اور پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ کوئی بھی ان میں تارک نماز نہ تھا۔ حتیٰ کہ پنہاریاں تک تہجد گزار تھیں۔ القصہ بے دینی اور جہالت کے زمانہ میں یہ مقام علم وفضل اور نیک وپاک مقاصد کا مرکز تھا۔ طوائف الملوکی اور ضعف وادبار کے زمانہ اور تنگی ومشکلات کے ایام میں بھی ان لوگوں نے فیاضی اور عطاء دستی کو ہاتھ سے نہ

جانے دیا اور بعض تفرقہ زدہ مسلمان رئیسوں کو کئی گاؤں بطور مروت دے دیئے۔ اور اس طرح عسر کی حالت میں بھی دل کھول کر شرفا کی امداد کرتے رہے۔ ایسی ہی باتوں سے اس ظلم وفساد اور فسق وفجور کے زمانہ میں بستی کو لوگ اسلام پور اور مکہ کے نام سے یاد کرنے لگے تھے۔ کیونکہ اس بدامنی اور جھگڑے فساد کے زمانہ میں مسلمانوں کے لئے یہی قصبہ مبارکہ پناہ کی جگہ تھی۔ اس کے سوا ہر جگہ کفر اور فسق وفساد اور ظلم نظر آتا تھا۔ قادیان گویا اس زمانہ میں حامیان دین، صلحاء، علماء اور نہایت شریف اور جوانمرد لوگوں سے مل کر ایک ایسا باغ بنا ہؤا تھا۔ جس کے اثمار علم وعمل، نیکی وتقویٰ اور عدل وانصاف سے آس پاس کے علاقے متمتع ہوا کرتے تھے۔ اور اس کے حکمران اپنے اوصاف واطوار کے باعث جہاں بانی کے اہل اور حکمرانی کے مستحق یقین کئے جاتے تھے۔

[ix] یہ تو ہوا تصویر کا روشن پہلو اور مسلمان خاندان کی حکومت کے زمانہ کا نقشہ اور فوٹو۔ اب میں تصویر کا دوسرا رخ بھی پیش کرتا ہوں۔ جو یہ ہے کہ خدا کی باریک در باریک نہاں در نہاں حکمتوں اور مصلحتوں کے ماتحت حالات نے پلٹا کھایا۔ سکھوں نے غلبہ پایا اور رام گڑھیا مسل کے سکھ فریب سے قلعہ میں داخل ہو کر قابض ہو گئے۔ قادیان کی دولت وثروت اور اقتدار حکومت کے زوال کے ساتھ ہی امن برباد۔ علم مفقود اور نیکی ونیکوکاری کالعدم ہو کر فساد وجہالت اور بدی وبدکاری نیز فسق وفجور کا دور دورہ ہو گیا۔ ذی عزت، شریف اور امن پسند لوگ رام گڑھیوں کے آتے ہی خوف وہراس کے مارے قصبہ کو چھوڑ کر عزت وآبرو لے کر خالی ہاتھ بھاگ گئے۔ تباہی وبربادی کا مختصر سا نقشہ میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ میں درج کرتا ہوں جو یہ ہے:۔

''اس وقت ہمارے بزرگوں پر بڑی تباہی آئی اور اسرائیلی قوم کی طرح وہ اسیروں کی مانند پکڑے گئے اور ان کی مال ومتاع لوٹی گئی۔ کئی مسجدیں اور عمدہ عمدہ مکانات مسمار کئے گئے اور جہالت اور تعصب سے باغوں کو کاٹ دیا گیا اور بعض مسجدوں کو جن میں اب تک ایک مسجد سکھوں کے قبضہ میں ہے دھرمسالہ یعنی سکھوں کا معبد بنایا گیا۔ اس دن ہمارے بزرگوں کا ایک کتب خانہ بھی جلایا گیا جس میں پانچ سو نسخہ قرآن شریف کا قلمی تھا جو نہایت بے ادبی سے جلایا گیا۔ اور آخر سکھوں نے کچھ سوچ کر ہمارے بزرگوں کو نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام مرد وزن چھکڑوں میں بٹھا کر نکالے گئے اور وہ پنجاب کی ایک ریاست میں پناہ گزیں ہوئے۔''

[x] یہ بستی اپنے عروج واقبال کے بعد مصالح الٰہی کے ماتحت دوبارہ ویرانہ وجنگل میں تبدیل ہو کر گمنامی وقعر مذلت میں غرق ہو کر بالکل ایک چھوٹی سی بستی کی شکل میں تبدیل ہو چکی تھی۔ جہاں کوئی پریس نہ تھا نہ اخبار۔ کارخانہ تھا نہ تار نہ بجلی تھی نہ فون نہ ریل تھی نہ ڈیزل کار۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گاؤں کی اراضیات اور جائداد کے علاوہ بعض دیہات کی تعلقہ داری میں بحیثیت ایک رئیس اور مالک کے تھے۔ مگر حضورؑ چونکہ دنیا اور اس کی عظمت وحشمت۔ مال ومنال اور شغل اور اشغال نیز خلائق سے منقطع ہو کر صرف خدا اور اس کے دین۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مخلوق کی ہمدردی وخدمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت اور خدا کے نام کے اعلاء اور جلال کے اظہار کے لئے وقف ہو چکے تھے۔ حضور کو اپنی کسی زمین کا علم تھا نہ جائیداد کا پتہ۔ جس کے قبضہ میں تھی وہی اس کو استعمال کرتا اور فائدہ اٹھاتا۔ حضورؑ کو لینے کی بجائے دینے پڑا کرتے۔ خرچ آمد سے زیادہ ہو جاتا۔ اور مالیہ ولگان بھی حضور کو اپنی گرہ سے ادا کرنا پڑتا۔ اس طرح حضور اس جائیداد کے لحاظ سے مزارعین یا کارندوں کے رحم پر تھے۔ شرکاء حضور کے دنیوی لحاظ سے اپنے فن کے ماہر۔ علم کے پکے اور گانٹھ کے پورے تھے۔ وہ برسر اقتدار تھے۔ اور ان کا دبدبہ ولاٹھی چلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی تجلی۔ رجوع خلق اور حضور کے فنا فی اللہ۔ فنا فی الدین ہو جانے اور اپنے بیگانوں کو اسی رنگ میں رنگین کرنیکی مساعی کی وجہ سے استقبال الیٰ اللہ کے باعث ان کو حضور سے خدا واسطے کا بغض، قلبی عناد اور دلی عداوت تھی۔ حضور کا عروج ان کو ایک آنکھ نہ بھاتا۔ اور ہمیشہ درپے آزار رہتے۔ ہنسی مذاق اور تمسخر واستہزاء سے بھی بہت آگے نکل جایا کرتے۔ زیر مسجد خرافات کا نقشہ دکھائی دیا کرتا۔ ان حالات کو دیکھ کر ایمان اور بھی بڑھ جایا کرتا۔ کیونکہ قول خداوندی۔ اِذَا نَصَرُ اللّٰہِ الْمُؤْمِنَ جَعَلَ لَہٗ الْحَاسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ۔ کی صداقت روزانہ آنکھوں سے دیکھنے کا موقعہ ملا کرتا۔ ملکیت کے لحاظ سے وہ تینوں بھائی مل کر بھی حضور کی ملکیت سے قریبا ایک تہائی پر تھے۔ مگر زور وجور کے لحاظ سے ایسا نظر آیا کرتا کہ گویا وہی مالک وحاکم تھے۔

[xi] قضاوقدر کی نیرنگی اورزمانہ کی گردش نے گویا اس فارسی النسل خاندان کوپشتوں کی حکومت اورریاست سے ایسا محروم کیا کہ خالی ہاتھ یہاں سے نکل گئے اور جو کچھ بنایا تھا یہیں چھوڑ گئے۔ آنے والے لوگوں نے ہی جو کچھ کیا اس کا خلاصہ آپ نے پڑھ لیا۔ بعد میں جو کچھ ہوا اس کا اندازہ قادیان کی حالت سے کرلیں جو میں نے بچشم خود دیکھی اور وہ یہ تھی:۔جدھر نظر اٹھاؤ ویرانہ وکھنڈر (مکانات زیادہ تر کچے) عمارات بربادا ور مکانات مسمار بچے کھچے اکثر مقفل و بے چراغ، خال خال کوئی آباد اور جو آباد بھی تھے ان پر بھی ایک قسم کی اداسی برستی دکھائی دیا کرتی تھی۔ جیسے کسی اجڑے دیار کا سوگ منارہے ہوں۔ میرا اپنا اندازہ یہ ہے کہ گاؤں کا زیرآبادی رقبہ زیادہ سے زیادہ بائیس یا تیئیس ایکڑ تھا مگر تین چوتھائی حصہ غیرآباد تباہ و برباد پڑا تھا۔ اور بمشکل ایک چوتھائی حصہ آباد جس میں زیادہ سے زیادہ پانچ سونفوس رہتے ہوں گے۔ (مالکان مکان خواہش رکھتے تھے کہ مفت میں ہی کوئی ان کے مکان میں بود باش رکھے۔ کیونکہ الٹا مکانات کی نگرانی پرخرچ کرنا پڑتا تھا) یہ بات کچھ عرصہ بعد کی ہے کہ غیر مسلم بوجہ تعصب احمدیوں کو مکان کرایہ پرنہیں دیتے تھے۔ یا احمدی کرایہ داروں کوتنگ کرتے تھے۔

[xii] تاہم یہ ایک بھاری ستم اورانتہائی ظلم تھا۔ جوان لوگوں نے روا رکھا۔ اسی پربس نہ تھی۔ ان شرکاء کی دیکھا دیکھی اورشہ پر بعض وہ لوگ جو کمین کہلاتے اوررذیل اورارذل ہوا کرتے، وہ بھی دلیر ہورہے تھے۔ اورنوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ اگر کوئی احمدی کسی ایسے افتادہ کھیت میں بھی رفع حاجت کے لئے چلا جاتا۔ جو ملکیت ان کے آقا کی ہے مگر یہ لوگ بطور مزارعہ کبھی اس میں قلبہ رانی کرچکے تھے۔ تو یہ بدبخت اس کو اس بات پر بھی مجبور کرتے کہ وہ غلاظت اٹھا کرلے جائے۔ کہیاں۔ پھاوڑے اورٹوکریاں کام کرتے مزدوروں سے چھین کرلے جانا تو ایک معمولی بات ہوگئی تھی۔ انفرادی طور پرلڑائی جھگڑا۔ مارپیٹ اورتذلیل وتحقیر کے سلوک کے علاوہ ایک مرتبہ توحملہ کرکے غریب احمدیوں کے گھروں تک میں آ گھسے تھے۔ ان مشکلات ومصائب اور بے پناہ مظالم کے مقابلہ میں ہمیں حکم یہ تھا۔۔۔صبر سے سب کچھ برداشت کرو۔ اوراف تک نہ کرو۔ جس میں برداشت کی تاب نہیں اوراس کا نفس اس کوانتقام ومقابلہ پرآمادہ کرتا ہے۔ بہتر کہ وہ یہاں سے چلا جائے۔

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو کبر کی عادت جو دیکھوتم دکھاؤ انکسار (حضرت مسیح موعودؑ) درثمین صفحہ 166

اپنوں اوررعیت ومحکوم لوگوں کا یہ حال تھا۔ تو غیروں کی مخالفت۔ ان کے مظالم اورسلسلہ کو نابود ومعدوم کردینے کی کوششوں اورمنصوبوں کا کیا حساب وشمار ہوسکتا ہے۔ یہ داستان ظلم وستم نہایت ہی دردناک۔ کہانی طولانی اور قصے رقت آمیز ہیں۔ جن کا یہ موقعہ نہیں۔ سیدنا حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاندانی ترکہ سے جو ورثہ پایا۔ اس کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے اس تسلی آمیز اورمحبت بھرے کلام سے ہوسکتا ہے۔ جو حضرت کو اپنے والد صاحب بزرگوار کی وفات کے باعث بتقاضائے بشریت بعض وجوہ معاش کے ہوجانے کے خیال سے پیدا ہونے والے فکر پرآپ کوالہام فرمایا۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔

[xiii] آبنوشی اوردیگرضروریات کے لئے کنواں صرف ایک۔ وہی جو مسجد اقصیٰ کے صحن میں حضرت اقدسؑ کے والد بزرگوار حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے اپنی عمر کے بالکل آخری حصہ میں بنوایا، حضور کے حصہ میں آیا۔ دیوان خانہ میں بھی ایک کنواں تھا مگر وہ حضور پرنور کے بڑے بھائی صاحب کے حصہ میں چلا گیا۔ حضرت کے گھر اورمہمانوں کے ہاں توسقہ بہشتی جہاں سے چاہتے پانی لے آتے۔ مگر ہم لوگوں کو اپنی ضروریات کے لئے مسجد اقصیٰ ہی کے کنوئیں پرجانا پڑا کرتا تھا۔ کیونکہ ایک طرف تائی صاحبہ محترمہ۔ تو دوسری طرف مرزا امام الدین اورمرزا نظام الدین صاحبان ڈانٹ ڈپٹ کیا کرتے۔ اوربعض اوقات نا قابل برداشت طعن وتشنیع تک نوبت پہنچا دیتے۔ پس اس طرح ہمارے لئے صرف۔ ایک خدا کے گھر کا کنواں کھلا تھا۔ جس طرح خدائے عالم وعالمیان نے اس مقدس ومقبول الٰہی بزرگ۔۔۔انسان کے دو بیٹوں میں سے ایک کو اپنے نور کا سرچشمہ اور فیوض کامنبع بنا کرہمیں اس تک پہنچا دیا۔ اوروہ اکیلا ہی خلق وجہان کے ورثہ میں آیا۔ اسی طرح آپ کے ترکہ مادی کے دوکنوؤں میں سے ایک اور صرف ایک ہی کنواں آنے والی پیاسی دنیا کے لئے کھلا رکھا۔ جوفضل الٰہی سے اس نواح میں اپنے پانی کی لطافت و پاکیزگی، صحت افزائی، خنکی نیز بعض اورخواص کے لحاظ سے بھی ممتاز ہے۔

[xiv] اس زمانہ کے اجڑے دیار کے بازار (جو صرف نام کے) دو تھے۔ایک بڑا بازار کے نام سے موسوم۔دوسرا چھوٹا بازار۔مگر دونوں سنسان چھوٹے بازار میں تو شاذ ہی کوئی دکان کھلی اور آدمی نظر آتا۔سوائے دو منحوس اڈوں کے جو دن کی بجائے رات کو زیادہ کھلتے ہوں گے۔باقی بازار بند اور گرا پڑا تھا۔بڑے بازار میں چند دکانیں کھلی دکھائی دیا کرتی تھیں۔ مگر کاروباران کا بھی دیکھنے میں کوئی نہ آتا۔خالی دکانوں پر نکمے بت بیٹھے ہوا کرتے جہاں آنے جانے والوں کی شکل وصورت دیکھ لیتے یا پاسہ چوپٹ اور شطرنج وغیرہ کھیل کر دن گذار لیا کرتے۔ یا بعض اس ٹٹی کی آڑ میں فلاکت زدہ کسانوں اور مزدوری پیشہ محتاجوں کا خون چوسنے اور پیٹ کاٹنے کی غرض سے سودی لین دین کرلیا کرتے۔بازار محض نام کو تھا،کام کوئی نہ ہنر اور پیشہ۔تین دکاندار تھے جو اس ویران بستی کی زینت کہلاتے۔ایک بزاز دوسرا عطار تیسرا حلوائی۔ایک مسلمان اور دو ہندو اور ان تینوں کی آبادی بھی صرف اس ایک گھرانے کی بدولت تھی جس کو خدا نے پھر سے نئی زمین و نیا آسمان بنانے کے لئے چن لیا تھا۔عطار کا کام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندانی کمال فن طب اور فیض کا رہین منت تھا یا حضرت نورالدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطب اور مریضوں کی وجہ سے اور حلوائی کا مہمانوں اور بیماروں کی آمدورفت کے باعث اور لالہ سکھرام صاحب بزاز کی بکری بھی محض اسی گھرانے کے طفیل تھی جو عموماً یتامیٰ و بیوگان اور غرباء کی ضروریات کے لئے خرید فرمایا کرتے مگر اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ کوئی دکانیں تھیں۔حلوائی کی ایک دکان کی تفصیل لکھ دیتا ہوں۔اس سے دوسری دکانوں کا بھی قیاس کرلیں۔چار یا چھ آنے کا دودھ لے کر یہ لوگ صبح سے رات کے دس گیارہ بجے تک عموماً بیٹھا کرتے۔ دودھ جتنا بکتا باقی سے کھویا تیار ہوتا کبھی دہی۔دہی نہ بکتا تو رات کو بھلے پکوڑیاں تیار ہوتیں۔گاہک کوئی آ گیا تو خیر ورنہ وہ بھی گھر کی مرغی دال برابر چار و نا چار یوں چکادی جاتیں۔یہی حال بتاشے مٹھائیوں کا ہوا کرتا (کسی مسافر پردیسی کو سیر بھر آٹے کی ضرورت ہوتی تو ملنا محال ہوتا کیونکہ ضروریات زندگی کی خرید وفروخت کے ذرائع مفقود تھے۔چکی اس زمانہ میں گھروں کی زینت اور زیور شمار ہوا کرتا تھی۔آدھی رات پیچھے ہر گھر سے گھمر گھمر کی میٹھی اور سہانی لوری کے ساتھ کچھ گنگنانے اور گانے کی سریلی آوازیں کتنی شیریں اور بھلی معلوم دیا کرتی تھیں)''

[xv] ''الغرض بازار نام کو تو تھے دو۔مگر کام کی کوئی چیز یا ضرورت کا کوئی سامان قطعاً میسر نہ آسکتا تھا۔بالکل معمولی معمولی ضروریات زندگی کے لئے بٹالہ امرتسر اور لاہور جانا ہوتا تھا۔اور تو در کنار زمینداری کی ضروریات مثل بیج بنولے تک لوگ بٹالہ سے سروں پر اٹھا کر لایا کرتے۔علاقہ کی پیداوار بھی بمشکل فصل کے ایام میں مل سکتی تھی۔ بنئے مہاجن اور ساہوکار شہروں کو لے جاتے تو چند ہی روز بعد پھر بیچارے کسانوں اور مزدوروں بلکہ ہر طبقہ کے لوگوں کو شہروں سے جا کر لانی پڑتی تھیں۔گوشت اور سبزی کا بھی یہی حال تھا۔قصاب دوسرے تیسرے روز بکرا کرتے وہ بھی نہ بکتا تو دیہات میں لیجا کر قرض دام یا غلہ نکلنے کے وعدہ پر ادھار دے آتے گوشت ایسا خراب ہوا کرتا کہ دیکھنے کو جی نہ چاہتا،قصابوں کی بڑی جائیداد کالی بھیڑیں ہوا کرتی تھیں۔بکرا شاذ و نادر۔''

[xvi] ''بے کاری عام تھی۔کیوں کہ کام کے لوگ اپنی عزت و آبرو بچانے کی غرض سے بستی کو چھوڑ کر جاچکے تھے۔ پیچھے بے کار یا بدقماش رہ گئے تھے یا سست اور کاہل۔کام کے لوگ تو نکل گئے تو نکمے پڑے رہے۔جس کے نتیجہ میں مختلف قسم کی عادات قبیحہ اور افعال شنیعہ میں لوگ مبتلا تھے۔قمار بازی کا بازار گرم رہتا جس کے کئی اڈے قائم تھے۔گردو نواح کے بدقماش اور آوارہ لوگ آتے۔ پولیس چھاپے مارتی۔لوگ دیوالیہ اور کنگال ہوا کرتے تھے۔رونق ہوا کرتی ٹھیکہ کی دو دکانوں پر،ام الخبائث کا ٹھیکہ موجود۔بھنگ چرس گانجا کے دم لگا کرتے اور چنڈو کا استعمال ہوتا۔افیون اور دھتورہ کا استعمال بھی عام تھا۔(چانڈو وغیرہ کے دم لگتے عموماً سر بازار دیکھنے میں آیا کرتے تھے) حقہ نوشی اور میکشی و میفروشی کی کوئی انتہا نہ تھی اور ان کے نتائج تلخ بھی لوگوں کو چکھنے پڑا کرتے تھے۔صفائی کا یہ حال تھا کہ جا بجا کوڑا کرکٹ اور نجاست کے تودے گوبر اور گندگی کے انبار لگے رہا کرتے جن کی وجہ سے ہر گھر سنڈاس اور کوچہ وگلی گندے نالے کا منظر پیش کرتے۔کوچوں کا یہ حال تھا کہ دن کی روشنی میں بھی دشوار گذار تھے بڑے بڑے کھنگر گلی کوچوں کو ناہموار اور ناقابل عبور بنائے ہوئے تھے۔گندا پانی اور مویشیوں کا بول و براز ایسا تعفن عفونت پیدا کرتے کہ دماغ سڑا کرتا تھا۔''

[xvii] ''بعض میلے بھی ہوا کرتے جن میں جاہلیت کے کمالات اور ہنر اور جوہروں کا ایسا مظاہرہ ہوتا کہ شرافت تو در کنار انسانیت بھی سر پیٹ لیتی اور مارے ندامت و شرمندگی کے پانی بن کر بہہ نکلتی۔خصوصاً میلہ ''قدم شریف''، جو کہ بستی کے بالکل متصل ہندو آبادی کے پاس لگا کرتا۔ایک رات اور دن لوگ دور دور سے آ کر اکٹھے ہوتے۔رات کو آتے ہوئے مرد اور عورتوں کی ٹولیاں گند بکتیں اور جس طرح ننگے گیت گاتیں ان کے ذکر سے بھی

رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔بستی کے گلی کوچوں میں رات بھر وہ اودھم مچا کرتا کہ الامان والحفیظ لڑائی دنگا اور فساد جو عموماً چھیڑ خوانی کے نتیجہ میں ہوا کرتا۔سر پھٹول اور پکڑ دھکڑ پر منتج ہوا کرتا تھا۔عرب جاہلیت کے میلے جہالت اور بد تہذیبی کے لئے ضرب المثل سنے جاتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ میلے ہر رنگ میں ان پر سبقت لے جایا کرتے تھے کیونکہ ان میلوں میں اکثر حصہ علم اور ادب،فصاحت اور بلاغت کے لئے وقف ہوا کرتا۔جوا بھی کھیلا جاتا تو اس کی تہ میں غریب نوازی اور خدمت خلق کا جذبہ پنہاں ہوا کرتا تھا یا اخراجات جنگ کی فراہمی مدنظر ہوا کرتی۔مگر یہاں سر تا پا گالی گلوچ، گند اور ہزلیات و بکواس، حیا سوز حرکات اور غیرت کش افعال جس پر طرفہ قمار بازی اور فتنہ و فساد۔خدا کی پناہ۔میں جس زمانہ کے چشم دید واقعات بیان کر رہا ہوں وہ 1321ھ یا 1895ء کا زمانہ ہے جب کہ یہ بستی خدا کے الہام اور کلام کے نزول اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد کا زمانہ ہے اور اس زمانہ میں یہ بستی قادیان کی مقدس بستی بن چکی تھی۔نیک دل اور شریف تعلیم یافتہ لوگوں کا مرجع اور خدا شناسی کا مرکز ہونے کی وجہ سے ترقی کی راہوں پر گامزن تھی اور بہت کچھ اصلاح بھی عمل میں آ چکی تھی۔باوجود اس کے ان حالات کی موجودگی بستی کی کچھ ہی عرصہ پہلے کی حالت ابتر کی مظہر ہے کہ نوبت کہاں تک پہنچی ہوگی۔''

[xviii] ''گیدڑ، لومڑ اور بڑے بڑے بلے تو سر شام ہی غلاظت اور سنڈاس کے ڈھیروں پر منڈلانے لگا کرتے تھے ان کے علاوہ بعض درندے اور وحوش رات کی تاریکی میں آتے اور بھیڑ بکری مرغی پلوں تک کو اٹھا کر لے جاتے۔احمد یہ چوک کے شمال مشرقی کونہ کی دکان جس میں آج کل شیخ احمد دین صاحب ڈنگوی بیٹھے ہیں کسی وقت حضرت نواب صاحب (نواب محمد علی خان صاحب) قبلہ کا باورچی خانہ تھا۔جس کے آگے ایک پھاٹک لگا ہوا تھا۔گوشت چونکہ عموماً یہاں خراب ملا کرتا۔اور بعض اوقات ضرورت کے وقت مل ہی نہ سکتا تھا۔لہٰذا حضرت نواب صاحب کے ہاں اس کا انتظام رہتا۔ایک رات کا ذکر ہے کہ بکرا وہاں بند تھا رات کو ایک بھیڑیا آیا اس نے پھاٹک کا ایک حصہ توڑا اور بکرا اٹھا کر لے گیا۔اس سے بھی بڑھ کر ایک اور چشم دید واقعہ سناتا ہوں۔ایک روز دن دہاڑے ایک لمبے دانتوں والا جنگلی خنزیر شرقی ڈھاب میں پانی پی اور نہا کر شکستہ فصیل کی راہ سے جہاں آج کل حضرت عرفانی صاحب کا مکان اور دفتر الحکم ہے بستی میں داخل ہوا اور سیدھا ایک شخص مسمی دھتو کے گھر میں جا گھسا جہاں اس کی بیوی بیٹھی چرخہ کات رہی تھی۔عورت اس بدصورت خونخوار بد (یعنی سور) کو دیکھ کر گھبرائی۔گھبراہٹ میں اور کچھ نہ بن پڑا تو ہاتھ سے دھتکارنے لگی۔اس نے ہاتھ پکڑ کر چبالیا، اور پھر شور وغوغا سے خائف ہو کر گاؤں کے گلی کوچوں میں سے ہوتا ہوا بستی کے غربی جانب سے نکل کر گنے کے کھیت میں جا گھسا اور آخر شکاری کتوں اور شکاریوں کا شکار ہو کر اس جرأت کی پاداش کو پہنچا۔بھیڑیا جسے پنجابی میں بگھیاڑ کہتے ہیں اس کثرت سے ہو گیا تھا کہ موجودہ سٹیشن اور بستی کے درمیان ایک جوہڑ نام ہی بگھیاڑاں والا چھپڑ مشہور تھا۔نہ صرف یہی بلکہ گاؤں کے باہر بعض حصے ویرانی و بربادی کے باعث اتنے بھیانک اور ڈراونے ہو چکے تھے کہ بھوت چڑیل کا مرکز کہلاتے۔جہاں دن دہاڑے لوگ جانے سے گھبرایا کرتے تھے۔اس طرح گویا یہ بستی جو ایک قوم کے ذریعہ جنگل سے منگل بنی تھی دوسری قوم کے ذریعہ پھر تنزل کر کے منگل سے جنگل، آباد سے ویران اور علم و فضل، ہنر و حکمت اور نیکی و تقویٰ کی بجائے جہالت اور رذالت، بیکاری و نخالت اور بدی و بدکرداری کا مرکز ہو چکی تھی۔جہاں علم رہا نہ دولت، تجارت رہی نہ حرفت، زراعت رہی نہ حکمت وہاں غفلت۔سستی، بیکاری و بیماری اور بدی و بدکاری کا دور دورہ اور جہالت وضلالت کا عملی تسلط تھا۔جنگلی جانوروں اور درندوں کی وجہ سے کھیتیاں برباد ہوا کرتیں۔اور یہی وجہ تھی کہ شکاری لوگ اور شکاری کتے ان دنوں قادیان میں کثرت اور عزت سے پالے اور رکھے جاتے تھے۔

[xix] بات لمبی ہوتی جاتی ہے مگر بے کہے تسلی ہوتی ہے نہ حقیقت کھلتی ہے لہٰذا نہایت ہی اختصار سے اشاروں پر اکتفا کرتے ہوئے کچھ عرض کرتا ہوں۔سب سے پہلی مشکل اس بستی کی گمنامی کی وجہ سے اس کی تلاش کی تھی تو دوسرا بڑا بھاری مرحلہ قادیان پہنچنے کا تھا۔ذرائع آمد و رفت کا اتنا فقدان تھا کہ سواری کا میسر آنا ہی مشکل ہو جایا کرتا۔سواری آج کے اس زمانہ میں ریڑھو، بیل گاڑی، گڈا اور زیادہ سے زیادہ دقیانوسی یکہ ہوا کرتا تھا۔جس کی وضع قطع اور شکل و بناوٹ اس امر کی متقاضی ہوا کرتی تھی کہ اسے یکہ کی بجائے شیطانی چرخہ کے نام سے پکارا جائے اور حقیقت بھی اس سواری کی اسی نام سے پوری طرح واضح ہوتی ہے۔چلنے میں دھکوں کا لگنا حتیٰ کہ پسلیاں دکھ جایا کرتیں، پیٹ میں درد اٹھنے لگتا اور جسم ایسا ہو جاتا کہ کسی نے اوکھلی میں دے کر کوٹ دیا ہو۔اس کا چلتے چلتے سیخ پا ہو جانا، الٹ جانا، سواریاں نیچے چرخہ اوپر، یہ باتیں خالی یکہ دیکھنے سے کیسے معلوم پڑ سکتی ہیں۔یکہ مل جانے کے بعد دوسری مشکل یہ ہوا کرتی کہ یکہ بان غائب، وہ نہاری لینے چلا جایا کرتا اور جب تک کوئی سواریاں ہاتھ نہ آ جاتیں اس کی نہاری تیار نہ

ہوسکتی۔اوراس طرح بہت سا قیمتی وقت یکہ بان کے انتظار یا تلاش میں ضائع ہوجایا کرتا۔سڑک کی کیفیت لکھنے کی توضرورت نہیں۔کیونکہ اس کی تفصیل خودخداوند عالم الغیب نے فج عمیق کے کلام میں فرمادی ہے۔سڑک کچی تھی مرمت کا کوئی سامان نہ ہوا کرتا تھا۔غلہ وغیرہ اجناس تمام گڈوں کے ذریعہ بٹالہ جایا کرتی تھی۔جس کی وجہ سے سڑک نہایت خستہ، ناہموار اور خراب تھی۔یکہ کی حالت کچھ ایسی ہوتی تھی کہ اچھے سے اچھا موٹا تازہ اور نوبرنو گھوڑا یکہ میں لگنے کے چند ہی روز میں دبلا، پتلا اور ایسا مریل ہوجایا کرتا کہ دیکھنے والوں کے دل رحم سے بھر جاتے۔راستہ کا اکثر حصہ سواریاں پیدل چل کر پہنچتیں۔اور برسات کے موسم میں تو خدا کی پناہ۔بعض اوقات پورا پورا دن چلنے سے بھی نہ پہنچ سکتے۔یکے پھنس جایا کرتے تو ایسی مصیبت ہوا کرتی جو برداشت سے باہر ہوجاتی۔سامان مزدوروں کے سروں پر اٹھوا کر منگایا جاتا۔سواریاں پیدل آتیں۔یکہ بان مجبور ہو کر گھوڑا کھول کر لے جاتا۔یکہ سڑک میں کھڑا رہتا۔اس کیفیت کی اگر تفصیل کروں تو پوری ایک کتاب بن جائے۔

[xx] قادیان کی بستی نشیب میں واقع ہے۔برسات کی وجہ سے چاروں اطراف پانی کا سیلاب آجایا کرتا جس سے گاؤں کے گرد کی ڈھاب میں کھائیاں اور خندقیں بھر جایا کرتیں۔اور زائد پانی ڈیڑھ میل تک قریبا" بٹالہ قادیان کی سڑک میں سے گزرا کرتا۔جو بعض اوقات اتنا گہرا، تیز اور زور سے چلتا کہ اس میں سے سلامت گزر جانا ہرکسی کا کام نہ تھا۔گاؤں صحیح معنوں میں ایک جزیرہ ہوجایا کرتا۔دیہات ومضافات سے آنے والے اور مسافر، کیا عورت کیا مرد، کپڑے اتار کر برہنہ ہو کر گاؤں پہنچا کرتے اور یہ منظر نہایت ہی ناگوار اور غیرت کش ہوا کرتا تھا۔وسائل آمد و رفت کی تکلیف جہاں قادیان پہنچنے میں بھاری روک ہوا کرتی وہاں آبادی کی ترقی میں بھی ایک سد سکندری تھی۔سٹیشن دور، وسائل بار برداری کمزور، اینٹ تک بھی بٹالہ سے منگوانی پڑتیں۔جو علاوہ خرچ کے وقت بہت لیا کرتیں۔گڈے ٹوٹے ہوئے اور گدھے بوجھ سے تھک کر راستہ ہی میں رہ جایا کرتے۔مجبوراً سامان وہیں ڈھیر کرنا پڑتا۔جس کی حفاظت نہ کی جائے تو آدھا پلے پڑتا۔حضرت اقدس کے طفیل جب آنے والے ان مشکلات سے بھی نہ گھبرائے، نہ تھکے تو اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ایک دو یکوں کی بجائے، پہلے تو یکے ہی بڑھ گئے دوسرے کمائی دیکھ کر کئی لوگوں نے یکے بنا لئے۔ان کے علاوہ سواری کا رخ دیکھ کر دوسری سڑکوں کے یکے بھی قادیان کو آنے لگے۔کچھ یکے کی وضع قطع اور بناوٹ میں تبدیلی ہوئی۔پہلے یکہ پھر ترقی یافتہ یکہ۔اس کے بعد بمبوکارٹ اور ٹمٹم کے بعد ٹانگہ بنا۔

[xxi]۔اس زمانہ میں جائیداد کی نہ کوئی قیمت تھی نہ قدر۔زمین و مکان کوڑیوں کے مول بکتے۔نہ کوئی خریدار تھا نہ گاہک۔چنانچہ قلعہ کی فصیل جو گورنمنٹ برطانیہ کی ملکیت قرار پاچکی تھی اور کاغذات سرکاری میں نزدلی رقبہ کہلاتا تھا جب حکومت نے نیلام کرنا چاہی تو کئی مرتبہ ناکامی ہوئی۔اور نیلام کنندہ حکام ناکام واپس چلے گئے۔کیونکہ کوئی اس کو خریدنے کے لئے تیار نہ ہوتا۔آخر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بعثت کے ابتدائی زمانہ میں آخری مرتبہ نیلام ہوئی تو فصیل کی زمین مفت کے برابر برائے نام قیمت پر لوگوں کے گلے منڈھ دی گئی۔مرزا محمد اسماعیلؓ صاحب مرحوم جو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے کارندہ تھے۔انہوں نے بھی خاندانی مکانات کے سامنے کی زمین کی بولی دے کر بہت اراضی خرید لی۔مرحوم بیان کیا کرتے تھے کہ میں خوشی خوشی حضرتؑ کے حضور گیا اور اپنی طرف سے بطور خوشخبری یہ خبر سنائی مگر حضرتؑ نے فرمایا۔''اسمٰعیل! ہم نے یہ زمین کیا کرنی ہے؟ آپ نے بے پوچھے کیوں خرید لی؟ ہمارے کس کام کی ہے اور ہمارے پاس تو روپیہ بھی نہیں۔'' مرزا اسمٰعیل صاحب بیان کیا کرتے تھے کہ میں بولی دے چکا تھا۔نہ انکار ہوسکتا تھا نہ واپس کی جاسکتی تھی۔اور نہ ہی کوئی اور اسے خریدنے کو تیار تھا۔مجبوراً میں نے قرض و دام کر کے قیمت ادا کر دی مگر جب حضورؑ کو میرے اس فعل کا علم ہوا۔تو حضورؑ نے وہ ساری رقم ایک یا دو مرتبہ کر کے مجھے ادا کر دی۔اور وہ زمین اب سلسلہ کی اہم ضروریات کے کام آئی۔میرا اندازہ ہے کہ اگر آج یہ زمین خریدنی پڑتی تو موقعہ کے لحاظ سے کم از کم سوگنا زیادہ قیمت ادا کرنی پڑتی۔(شکستہ فصیل کا ملبہ مدرسہ احمدیہ، مہمان خانہ اور الوخانہ وغیرہ کے مقامات پر ڈھاب پُر کرنے کے لئے ڈال دیا گیا تھا) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ۔" مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جہاں آجکل مدرسہ احمدیہ ہے یہاں ایک پلیٹ فارم بنا ہوا تھا۔پہلے یہاں فصیل ہوا کرتی تھی۔گونمنٹ نے اسے نیلام کر دیا۔اور اس ٹکڑے کو حضرت مسیح موعودؑ نے خرید لیا۔جہاں تک مجھے یاد ہے۔یہ ٹکڑہ زمین ستر روپوں میں خریدا گیا تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ ان دنوں جموں میں تھے۔جب آپ کو یہ اطلاع ہوئی کہ حضرت مسیح موعودؑ یہ زمین خریدنا چاہتے ہیں تو غالباً آپؓ نے ہی روپے بھجوائے تھے اور آپ کے روپوں سے ہی یہ زمین خرید لی گئی تھی۔'' (الحکم بابت 21،18 ستمبر 1942ء صفحہ 1)

[xxii] تعلیم کا یہ حال تھا کہ اس خاندان اور اس سے تعلق رکھنے والوں کو الگ کر کے (معمولی شد بد کے آدمی بھی ڈھونڈے نہ ملا کرتے تھے) بمشکل ایک یا زیادہ سے زیادہ دو فیصدی معمولی نوشت وخواند کے آدمی مل سکتے ہوں گے۔ صرف ایک ہی بالکل چھوٹا سا دیہاتی پرائمری سکول تھا جو ڈسٹرکٹ بورڈ کی طرف سے چلایا جارہا تھا۔ دوسرا کوئی مکتب تھا نہ مدرسہ اسی سکول کے ایک ماسٹر کو دو چار روپیہ الاؤنس دے کر ڈاک خانہ کا انچارج یا برانچ پوسٹ ماسٹر بنا دیا جایا کرتا۔ جو صبح شام ایک گھنٹہ ڈاک کی آمد اور روانگی نیز دیگر کاموں کے لئے دیا کرتا۔ ڈاک بٹالہ سے ایک ہرکارہ کے ذریعہ ہفتہ میں ایک مرتبہ ایک چھوٹی سی تھیلی میں آیا کرتی جو تقریباً تمام کی تمام ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا حضور کے غلاموں کی ہوا کرتی تھی۔ گاؤں میں شاذ ہی کسی کا کوئی خط ہوا کرتا۔ اور اگر کسی کا خط آ بھی جاتا تو اس کو پڑھانے کے لئے دربدر اور کو بہ کو پھرنا پڑتا۔ (مجھے اکثر ڈاک اور تار لانے لے جانے کی خدمات سرانجام دینے کا موقعہ ملتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تاروں کے آنے والے مہمان نے آنے کی اطلاع میں تار دیا۔ مہمان پہلے آن پہنچتے اور تار بعد میں ملتا۔ بعض ایسے معاملات جن کا جواب بذریعہ تار مطلوب ہوتا تو خاص آدمیوں کو اس غرض کے لئے بٹالہ میں جا کر دو دو دن تک رہنا پڑتا تھا۔ اور کئی اہم کاموں بلکہ جانوں کا بھی اس کمی کی وجہ سے وقت پر دوائی یا طبی امداد نہ پہنچ سکنے کے باعث نقصان برداشت کرنا پڑا کرتا۔ دوست لیٹ فی (Fee) اور قلی ہائر (Hire) ادا کر کے بھی اس زمانہ میں تار کے فوائد سے اکثر محروم رہ جایا کرتے تھے بسا اوقات چٹھیاں بھی قادیان کی بجائے بٹالہ میں ڈاک میں ڈالی جاتی تھیں۔ کیونکہ خطرہ ہوتا تھا کہ قادیان کے ڈاک خانہ میں ڈاک پڑھ نہ لی جائے۔ یا روک نہ لی جائے)۔''

[xxiii] لباس اس علاقہ کے لوگوں کا اتنا مختصر کہ عریانی اور ستر عورت بھی نہ ہوا کرتی۔ نیم برہنہ کہنا گویا لغت میں تصرف کرنا ہوگا۔ کیونکہ حقیقۃً عوام بالکل ننگے اور برہنہ ہوا کرتے تھے۔ چار انگل کی ایک لنگوٹی ان کا لباس تھا جس کو دیکھ کر بعض اوقات سیدنا حضرت نورالدین صاحب ان سے ایک سوال کیا کرتے مگر تعجب ہے کہ وہ کچھ ایسے بے حس ہو چکے تھے کہ ان کا جواب ان کے لباس سے بھی زیادہ مکروہ اور ننگا ہوتا تھا۔ مستورات یا عورتیں جن کے نام ہی میں ستر اور پردہ لازم قرار دیا گیا تھا۔ عموماً بے پردہ پھرتیں۔ رات کو سونے میں برہنگی اور ایک نہایت ہی قبیح رسم آڈھر ونجا کی لعنت میں مبتلا تھیں۔ زبان اتنی موٹی، بھدی اور کرخت تھی کہ کان اس کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ گالی کے بغیر بات مکمل نہ ہوا کرتی۔ اور کلام میں حلاوت اور شیرینی پیدا کرنے کے لئے پھکڑ بازی لازمی تھی۔ بچوں کو بچپنے ہی سے اس کا مشاق بنایا جاتا۔ اور گالی گلوچ کی باقاعدہ تعلیم دی جایا کرتی۔ اور جب بچہ اس علم میں طاق ہوکر باپ یا بڑے بوڑھوں کو منہ پر گالی دینے کے امتحان میں کامیاب ہوجاتا تو واہ واہ کی صدا گونج اٹھتی اور ہر طرف سے داد ملتی۔ غرض گالی لوگوں کی عادت اور لازمہ سخن ہو چکی تھی۔ اور اظہار محبت و پیار کے لئے تو یہ چیز ایسی ضروری تھی جیسے کھانے میں نمک۔

[xxiv] '' (سیر بھر آٹا بھی قادیان میں دستیاب نہ ہوتا تھا) برف اور سوڈا اور پان وغیرہ خاندانی ضرورت اور مہمانوں کی خدمت کے لئے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عموماً لاہور سے منگایا کرتے جس کے لئے محترم شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر بمبئی ہاؤس اکثر انتظام فرمایا کرتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ برف اور سوڈا واٹر کے لئے شیخ صاحب مرحوم نے الگ الگ بکس بنوار کھے تھے۔ جس میں ای پلومر کا سوڈا اور جنجر کبھی کیسری کا لیمن روز وغیرہ بٹالہ تک بذریعہ ریل اور بٹالہ سے قادیان ریڑھو۔ یکہ یا بہلی اور رتھ کے ذریعہ آیا کرتے جو صبح کی چلی تو دس بجے دن کے قادیان پہنچتی جو بمشکل نصف یا اس سے بھی کم رہ جایا کرتی تھی۔ سوڈا لیمن وغیرہ کی بوتلیں پھٹ کر ٹوٹ جایا کرتیں کچھ گرمی کی شدت سے تو کچھ ریڑھوں اور یکّوں کے دھکّوں سے۔ عبدالرحمٰنؓ قادیانی بھی متواتر...... کئی سال تک لاہور سے ای پلومر کا سوڈا جنجر اور کیسری کا روز لیمن منگا کر عموماً چار آنہ فی بوتل تک فروخت کرتا رہا۔ برف بھی منگائی جاتی رہی۔'' (الحکم بابت 12,14 جنوری 1940ء صفحہ 18) (حاشیہ 38)

[xxv] ''پریس کی مضبوطی وخوبی کا سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو خاص طور سے خیال ہوا کرتا تھا۔ حضور کی بڑی خواہش یہ ہوا کرتی تھی کہ اچھے سے اچھا کاتب ملے۔ صحیح اور بہترین لکھائی اور خوبصورت چھپائی ہو۔ کتابیں جس طرح اعلیٰ علمی اور روحانی مضامین سے مزین اور ہدایت ونور سے معمور ہوتی ہیں اسی طرح ان کی ظاہری شکل وصورت بھی دیدہ زیب۔ دلکش اور جاذب نظر ہوتا کہ نازک طبع اس کی ظاہری شکل ہی کی وجہ سے ان کے فیوض وبرکات سے محروم نہ رہ جائیں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے حضور نے اپنا ایک پریس ضیاء الاسلام نام جاری فرمایا تھا۔''

[xxvi] ''احمد یہ چوک سے (جو چوک مسجد مبارک بھی کہلاتا ہے) جانب مشرق جو مکان حضرت اقدس (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کے موٹر گیراج کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور اس سے قبل (نواب محمد علی خان صاحبؓ کا) رتھ خانہ تھا اور جس کے اوپر پیر جی سراج الحق صاحبؓ کے مکان کا صحن واقع ہے۔ یہ جگہ پہلے پہل 1895ء میں ایک کھلے دالان کی صورت میں تھی۔ اور بعد میں اس میں ضیاء الاسلام پریس حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے حکم سے قائم کیا گیا۔ اس دالان کے جانب جنوب سے لے کر موجودہ مہمان خانہ تک مسلسل ایک پلیٹ فارم تھا جو دراصل شکستہ شہر پناہ یا فصیل تھی یہ پلیٹ فارم تیس بتیس فٹ چوڑا اور ایک سو دس فٹ لمبا تھا۔'' (الحکم 7۔14 مئی 1938ء ص19) (حاشیہ 39)

[xxvii] ''سیدنا حضرت حکیم الامت مولانا مولوی نور الدینؓ صاحب کا مطب اس زمانہ میں یہی دالان تھا۔ جو موجودہ موٹر گیراج کے جانب شمال واقع ہے۔ مگر یہ مطب پہلے صرف ایک لمبے دالان کی صورت میں تھا۔ جس کے جانب شمال دو کوٹھڑیاں تھیں جن کے دروازے جانب جنوب اس دالان میں کھلتے تھے۔ مشرقی کوٹھری میں سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کتب خانہ ہوا کرتا تھا۔ جس کے انچارج اس زمانہ میں جس کا میں ذکر کر رہا ہوں حضرت پیر جی سراج الحق صاحب نعمانیؓ تھے اور دوسرے غربی جانب کی کوٹھری عموماً کھلی رہتی تھی اور مسافروں یا مہمانوں کے کام آیا کرتی تھی۔ آج کل اس دالان کے بیچوں بیچ ایک دیوار کھڑی کر کے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ جس کے غربی حصہ میں ان دنوں بھی مولانا مولوی قطب الدین صاحب مطب کرتے رہے ہیں۔ اس دالان کی دیواروں میں چند الماریاں ہوا کرتی تھیں جن میں طلباء قرآن و حدیث وطب یا بعض مستقل مہمان اپنا اپنا سامان ضروری رکھا کرتے تھے۔ اس دالان کے بالائی حصے پر آج کل پیر جی سراج الحق صاحب نعمانیؓ کے مکان کا صحن ہے اور شمالی جانب کی دونوں کوٹھڑیوں کے اوپر دو کوٹھڑیاں بغرض رہائش برائے پیر جی سراج الحق صاحب نعمانیؓ بنائی گئی تھیں جو آج کل بھی موجود ہیں یہ بالا خانہ سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں حضور پاک کے ایما کے ماتحت بعض صاحب توفیق مخلصین میں تحریک کر کے امدادی چندہ سے پیر جی سراج الحق صاحب نعمانی کی رہائش کی غرض سے بنایا گیا تھا۔ اور خود حضور نے بھی بڑی رقم اس میں لگائی تھی۔ اس مطب کے جانب غرب موجودہ گلی جانب مشرق ڈھاب (ایام برسات میں ڈھاب اس دالان مطب کی مشرقی دیوار کے ساتھ ٹکرایا کرتی تھی اور اکثر ان دنوں سیدنا حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحبؓ اور ہم لوگ بھی دروازہ میں بیٹھ کر یا زیادہ سے زیادہ ایک سیڑھی اتر کر وضو کر لیا کرتے تھے) جانب جنوب موجودہ موٹر خانہ جس کے پہلے دو دروازے مطب کی طرف کھلتے تھے۔ جو بعد میں پریس کی گڑگڑاہٹ سے بچنے کی خاطر حضرت مولوی صاحب کے حکم سے بند کر کے الماریوں میں تبدیل کر دیئے گئے تھے اور جانب شمال دو کوٹھڑیاں جن میں سے ایک کتب خانہ اور دوسری کھلی بطور مسافر خانہ یا مہمان خانہ استعمال ہوتی تھی۔ غربی کوٹھری میں ایک کھڑکی جانب کوچہ شارع عام لگی ہوئی تھی۔ اور مشرقی کوٹھڑی میں جانب شرق ایک کھڑکی تھی۔ ان کوٹھڑیوں کے جانب شمال حضرت مولوی صاحب کا پہلا رہائشی مکان واقع تھا جس میں ان دنوں مفتی فضل الرحمٰن صاحب بود و باش رکھتے ہیں۔ (الحکم 7/14 مئی 1938ء ص19) (i تا xxvii اصحاب احمد جلد نہم ص۔187-152)

حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ فرماتے ہیں:

''1298 ہجری مطابق 1882ء میں جب خاکسار بمقام قادیان حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو یہ مقام قادیان ایسا بے رونق تھا کہ جس کے بازار خالی پڑے تھے۔ اور بہت کم آدمی چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ بعض دوکانیں ٹوٹی پھوٹی اور بعض غیر آباد خالی پڑی تھیں۔ اور دو تین یا کم و بیش دوکانیں نون مرچ کی تھیں۔ وہ ایسی کہ اگر چار پانچ آنے کا مسالہ خریدنے کا اتفاق ہو تو ان دوکانوں سے بجز دو چار پیسے کے نہیں مل سکتا تھا۔ اور تھوڑی تھوڑی ضرورتوں کے لئے بٹالہ جانا پڑتا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس اور چیزوں کا بھی یہی حال تھا۔ دو دو دکانیں حلوائیوں کی بھی تھیں۔ لیکن ان کی بے رونقی اور کم مائیگی کا یہ حال تھا کہ دو تین پیسہ کی ریوڑیاں گڑ کی جن سے دانتوں کے بھی ٹوٹنے کا احتمال ہو، اگر کوئی خریدے تو خریدے ورنہ اور مٹھائی کے لئے مسالہ کی طرح بٹالہ ہی یاد آئے۔ مجھے اب تک وہ دوکان یاد ہے جس میں کسی قدر نون مرچ اور کچھ تیل کے علاوہ دو چار تھان کپڑے کے بھی رکھے ہوئے ہوتے تھے ایک تھان گاڑھے اور ادھوتر کا جس کو پنجاب میں کھدر کہتے ہیں۔ اور ایک دو تھان گھٹیل قند سرخ کے جس کو الوان بھی کہتے ہیں۔ اور شاید ایک دو تھان نکمی سی سوسی اور بھدی سی چھینٹ کے رکھے ہوتے تھے۔ جن کو جٹیوں کے سوا اور کوئی خریدنے کا نام تک نہ لے۔ اناج کی منڈی۔ سبزی کی منڈی اور اس قسم کے فواکہ اور میوے کا تو ذکر کیا۔ گھی۔ چاول۔ دودھ نایاب اور دیگر اشیاء ضروری مفقود۔ قصائی کی ایک دوکان

ایسی تھی کہ اگر قصاب اپنی شامت سے ایک بکرا کر لیتا۔تو وہ بکرا اس کی جان کا وبال ہو جاتا تھا۔اگر گرمیوں کا موسم ہے تو گل سڑ کر خراب ہو گیا۔اور جو سردیاں ہوئیں تو چار پانچ روز تک رکھ کر کچھ یہاں کچھ دیہات میں اناج کے بدلے بمشکل تمام پیچ کھوچ کر پورا کیا۔جس میں نفع نقصان برابر برابر۔ کچھ مکان یہاں پختہ بھی تھے مگر بے رونق۔جب چھوٹی چھوٹی ضرورت کے لئے سات کوس بٹالہ جانا پڑتا تھا تو اس پر انسان خود قیاس کر سکتا ہے کہ قادیان میں کیسی رونق ہوگی۔'' (مرکز احمدیت قادیان مؤلفہ شیخ محمود احمد صاحب عرفانی۔ایڈیٹر الحکم،قادیان:1942،صفحہ 59-60)

میاں امام الدین صاحب ابتدائی ایام سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آنے والوں میں سے تھے۔آپ جناب مولانا مولوی جلال الدین صاحب شمس مبلغ انگلستان کے والد بزرگوار تھے۔وہ اخبار الحکم 7 اکتوبر 35ء میں تحریر فرماتے ہیں:''قادیان میں میرے ننہال تھے۔اس لئے میں یہاں لڑکپن سے ہی آتا تھا۔اس وقت قادیان کی یہ حالت تھی کہ نہایت بے رونق بستی تھی بازار خراب ہوتے تھے۔اور کثرت سے قمار بازی ہوتی تھی۔گویا یہ ایک پیشہ سمجھا جاتا تھا۔ہنسی اور ٹھٹھا سے بات ہوتی تھی۔میاں جان محمد صاحب مرحوم امام مسجد تھے۔وہ اکیلے ہی نمازی تھے۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے بیان کیا کہ میں نے قادیان کی وہ حالت دیکھی ہے جب کہ یہاں کے عام لوگ اردو سمجھ نہیں سکتے تھے۔بڑی بڑی عمر کے مرد لنگوٹی باندھتے تھے اور قریباً برہنہ رہتے تھے۔رات کو عورت مرد کپڑے اتار کر سرہانے رکھ لیتے تھے۔اور ننگے لحاف میں گھس جاتے تھے۔بچے بڑی عمر تک ننگے پھرتے تھے۔سروں میں بیچ میں سے بال منڈے ہوئے ہوتے تھے خدا رسول کا نام تک نہ جانتے تھے پڑھا لکھا کوئی کوئی ہوتا تھا دال یا گڑ یا لسی یا آم کا اچار بس یہی نعماء تھیں۔سواری کے لئے بیل گاڑی یا یکہ ہوتا تھا۔بیمار ہوں تو کوئی علاج کا انتظام نہ تھا۔مکانات تنگ اور کچے اور گندے تھے۔یا اب حضور کی برکت سے یہاں کے ادنیٰ لوگ بھی علم والے اچھی پوشش اور ستر دار کپڑا پہننے والے۔ متمول۔جائز نعمتیں کھانیوالے۔پڑھے لکھے۔دین کا علم رکھنے والے ہو گئے ہیں۔قادیان میں پختہ اور عمدہ مکانات بکثرت بن گئے۔مدرسے قائم ہو گئے کمیٹی بن گئی۔ہسپتال ہو گیا۔موٹر ہو گئے۔طرح طرح کا تجارتی مال آ گیا۔تار آ گیا اور اب تو ریل ٹیلیفون اور بجلی بھی آ گئی ہے۔غرض دین کے ساتھ دنیاوی عروج بھی آ گیا ہے۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں ان ترقی اور آرام کے سامانوں کو دیکھ کر کبھی کبھی خیال کرتا ہوں کہ خدا کی طرف سے قربانی کا مطالبہ بھی عجیب رنگ رکھتا ہے۔کہ ایک طرف قربانی کا مطالبہ فرماتا ہے اور پھر دوسری طرف قربانی کے خفیف سے اظہار پر خود ہی سب کچھ دینا شروع کر دیتا ہے یا شاید ہماری کمزوری کو دیکھ کر ہم سے خاص طور پر نرمی کا سلوک کیا گیا ہے۔مگر میں خیال کرتا ہوں کہ ابھی بعض بڑی قربانیوں کا زمانہ آگے آنے والا ہے۔واللہ اعلم (سیرت المہدی حصہ سوم ص256)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

''اس کی آبادی دو ہزار کے قریب تھی۔سوائے چند ایک پختہ مکانات کے باقی سب مکانات کچے تھے۔مکانوں کا کرایہ اتنا گرا ہوا تھا کہ چار پانچ آنے ماہوار پر مکان کرایہ پر مل جاتا تھا۔زمین اس قدر ارزاں تھی کہ دس بارہ روپے کو قابل سکونت مکان بنانے کے لئے مل جاتی تھی۔بازار کا یہ حال تھا کہ دو تین روپے کا آٹا ایک وقت میں نہیں مل سکتا تھا۔تعلیم کے لئے ایک مدرسہ سرکاری تھا جو پرائمری تک تھا اور اسی کا مدرس کچھ الاؤنس لے کر ڈاکخانہ کا کام بھی کر دیا کرتا تھا۔ڈاک ہفتے میں دو دفعہ آتی تھی۔تمام عمارتیں فصیل قصبہ کے اندر تھیں۔''

(ترجمہ دعوۃ الی الحق۔ربوہ یکے از مطبوعات وکالت تبشیر۔1976،ص277,276)

جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا سے حکم پا کر دعویٰ فرمایا تو قادیان ایک بہت چھوٹا سا گاؤں تھا جس کی آبادی دو ہزار نفوس سے زیادہ نہیں تھی۔اور اس کے اکثر گھر اجڑے ہوئے اور ویران نظر آتے تھے۔اور ضروری استعمال کی معمولی معمولی چیزوں کی خرید کے لئے بھی باہر جانا پڑتا تھا۔اسی طرح اس وقت قادیان کا قصبہ تار اور ریل وغیرہ سے بھی محروم تھا اور دنیا سے بالکل منقطع حالت میں پڑا تھا۔مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے بعد اس نے خدا کے فضل سے بڑی سرعت کے ساتھ ترقی شروع کر دی اور نہ صرف اس کی آبادی اور اس کی تجارت میں غیر معمولی ترقی ہوئی بلکہ ہر جہت سے اس نے حیرت انگیز رنگ میں ترقی کی حتیٰ کہ ناظرین یہ سن کر حیران ہونگے کہ جماعت احمدیہ کے تبلیغی و تعلیمی اور تربیتی نظام کی وجہ سے قادیان کے پریس نے یہ حیثیت حاصل کر لی کہ وہ پنجاب بھر میں تیسرے نمبر پر آ گیا۔مگر جس بات کا ہمیں اس جگہ مخصوص طور پر ذکر کرنا ہے

وہ ریل کی آمد سے تعلق رکھتی ہے۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے زمانہ میں قادیان کا ریلوے اسٹیشن بٹالہ تھا جو قادیان سے بارہ میل مغرب کی طرف واقع ہے اوراس کے اور قادیان کے درمیان ایک کچا اورنہایت درجہ شکستہ رستہ حائل ہے۔میں نے حائل کا لفظ اس لئے لکھا ہے کہ یہ رستہ آمد ورفت میں مدہونے کی بجائے حقیقتاً اکثر نفیس مزاج لوگوں کے لئے روک کا موجب بن جاتا تھا مگر باوجود اس کے ہمیں ہرگز امید نہ تھی کہ قادیان میں اس قدر جلد ریل آجائیگی لیکن خدا نے ایسا تصرف فرمایا کہ ہماری کوشش کے بغیر اچانک یہ بات معلوم ہوئی کہ ریلوے بورڈ بٹالہ اور بیاس کے درمیان ایک برانچ لائن کا فیصلہ ہوا ہے۔چنانچہ 1928ء میں یہ لائن بٹالہ کی طرف سے شروع ہوکر قادیان تک پہنچ گئی مگر جونہی کہ قادیان تک کے حصہ کی تعمیر مکمل ہوئی محکمہ ریلوے نے بعض مشکلات کی وجہ سے اپنا ارادہ بدل لیا اور اگلے حصہ کی تعمیر رک گئی۔اس طرح قادیان کا دورافتادہ قصبہ ہماری توقع کے سراسر خلاف اچانک پنجاب کے ریلوے سسٹم کے ساتھ پیوند ہوگیا۔اس سے پہلے 1926ء میں قادیان میں تار کا سلسلہ بھی جاری ہو چکا تھا اوراس کے بعد 1935ء میں بجلی آگئی اور پھر 1937ء میں اچانک ٹیلی فون بھی پہنچ گیا۔سوخلافت ثانیہ کے ان چند سالوں کے اندراندر خدا نے سلسلہ احمدیہ کے مرکز کو دنیا کی تمام جدید آسائشوں سے آراستہ فرمادیا۔دنیا خواہ کچھ کہے لیکن ہم اسے یقیناً خدا کی ایک بخشش خیال کرتے ہیں جو ہمارے تبلیغی اور تربیتی اور تنظیمی کام کو آسان کرنے کے لئے خدا نے ہم پر کی ہے اور ہماری دعا ہے کہ خدا ہمیں ان ترقیات سے خدمت دین کی راہ میں پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔آمین۔ (سلسلہ احمدیہ۔مرزا بشیر احمد۔ص398)

اس جگہ یہ ذکر بھی بے موقعہ نہ ہوگا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عہد میں قادیان کی آبادی اپنی پرانی حدود سے نکل کر دور دراز فاصلہ تک پھیل گئی ہے اور بہت سے نئے محلے آباد ہوگئے ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اس نئی آبادی میں حفظان صحت کے اصول کا خاص خیال ہے۔چنانچہ آپ نے حال ہی میں یہ حکم دیا ہے کہ قادیان کی نئی آبادی کی کوئی گلی کسی صورت میں بیس فٹ سے کم نہ ہو اور سڑکیں پچاس فٹ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوں اور ایک نیا محلہ دارالانوار جو آپ کی خاص نگرانی میں 1932ء سے آباد ہورہا ہے۔اس کی سڑک 75 فٹ رکھی گئی ہے اوراس کی کوئی گلی تیس فٹ سے کم نہیں۔یہ صرف موجودہ حالات کی مجبوریوں کی وجہ سے ہے ورنہ آپ کا خیال ہے کہ راستہ جات اس سے بھی زیادہ فراخ ہونے چاہئیں۔اسی طرح آپ کی یہ ہدایت ہے کہ ہر محلہ میں کوئی نہ کوئی بڑا چوک بھی چھوڑا جاوے۔اسی ضمن میں یہ بات بھی قابل نوٹ ہے کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے خدا سے علم پاکر قادیان کی ترقی کے متعلق یہ پیشگوئی فرمائی ہوئی ہے کہ وہ ایک بہت عظیم الشان شہر بن جائے گا اوراس کی آبادی بیاس دریا کے کناروں تک جو اس وقت قادیان سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے پھیل جائے گی اور اللہ تعالیٰ اسے ہر رنگ میں ترقی دے گا اوراس کی ترقی کے زمانہ میں اس کی رونق قابلِ دید ہوگی۔ (سلسلہ احمدیہ ازمرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ ص400-398)

خاندان مغلیہ کے زوال میں جب کہ حقیقی اسلام ملک میں مٹ چلا تھا اللہ تعالیٰ نے دنیوی وجاہت کے ساتھ اسلامی دبدبہ بھی اس بستی کے ذریعہ قائم رکھا۔چنانچہ قادیان میں ہمیشہ اللہ اوراس کے رسول سے سچی محبت رکھنے والے قائم رہے۔اوران کی مجالس میں بجائے لغو باتوں کے قال اللہ اور قال الرسول کا ہی دور دورہ رہا۔مرزا گل محمد صاحب مرحوم جو کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے دادا تھے دیانت و پرہیزگاری، بہادری، شجاعت اور تدبر کے ساتھ صاحب خوارق اور کرامات بھی تھے اور بیان کیا جاتا ہے ان کے دسترخوان پر پانچ سو کے قریب لوگ روٹی کھاتے تھے جن میں بیشتر حصہ علماء اور اسلام کے حقیقی جاں نثاروں کا تھا۔غرض جس وقت کہ خاندان مغلیہ اخلاقی طور پر بہت گر چکا تھا اوراس کے افراد اسلام سے بہت دور جا پڑے تھے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے آباؤاجداد نے اسلام کی شمع کو روشن رکھا۔مگر خاندان مغلیہ کے انحطاط کا قادیان پر اثر پڑنا تھا۔چنانچہ پنجاب میں جو خانہ جنگی شروع ہوئی اس کا چھوٹی سی ریاست مقابلہ نہ کرسکی۔

آؤلوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے   لو تمہیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے
(حضرت مسیح موعودؑ۔درثمین صفحہ 18)

اس وقت جو قادیان والوں پر گزری اس کا صحیح نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں بیان کئے دیتا ہوں:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اس وقت ہمارے بزرگوں پر بڑی تباہی آئی۔اور اسرائیلی قوم کی طرح وہ اسیروں کی طرح پکڑے گئے۔اور ان کا مال ومتاع سب لوٹی گئی۔کئی مسجدیں اور عمدہ عمدہ مکان مسمار کئے گئے...... ہمارے بزرگوں کو آخر قادیان سے نکل جانے کا حکم دیا۔چنانچہ تمام مرد وزن چھکڑوں میں بیٹھ کر چلے گئے۔اور وہ پنجاب کی ایک ریاست میں پناہ گزین ہوئے۔''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس دور میں.......... قادیان کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور بڑی تباہی آئی اور اس طرح قادیان کے لوگوں نے قادیان کی مرفہ حالت کے بعد اس کی ویرانی کو دیکھا اور جس طرح کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ مرزا عطا محمد صاحب بیگووال ریاست کپورتھلہ چلے گئے جہاں وہ 12 سال تک رہے۔اس وقت کپورتھلہ کے حکمران فتح سنگھ آہلو والیہ تھے۔جنہوں نے ان کی اور ان کے معزز خاندان کی ہر طرح عزت کی۔جہاں پہلا دور ترقی اور فارغ البالی کا تھا وہاں یہ دوسرا دور تباہی اور انہدام کا دور تھا۔مکانات گر گئے۔باغ اُجڑ گئے۔مسجدیں تباہ ہو گئیں۔کتب خانے جل گئے۔فوجی شان وشوکت ختم ہو گئی۔بہت سے لوگ لڑائیوں میں مارے گئے۔اور باقی وفادار جو بچے وہ اس خاندان کے ساتھ ہجرت کر گئے۔الغرض قادیان کے لئے یہ زمانہ سوگ اور غم کا زمانہ تھا۔وہ ترو تازگی اور قادیان کی رونق جو اس کے باشندوں سے وابستہ تھی بالکل جاتی رہی۔اور قادیان ایک نہایت ہی معمولی قصبہ بن گیا۔جہاں روزمرہ کی ضروریات کی اشیاء بھی میسر نہ تھیں۔مگر جس طرح ہر تاریکی کے بعد روشنی ہوتی ہے اور جس طرح رات کے بعد دن کا چڑھنا ضروری ہوتا ہے۔حالات نے ایک دفعہ پھر پلٹا کھایا اور گو قادیان کو وہ وجاہت اور شان وشوکت تو نہ ملی مگر حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے زمانہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے حضرت مرزا صاحب کو قادیان اور اس کے اردگرد کے پانچ چھوٹے دیہات واپس دے دئے۔اور یہ وہ پہلی کرن تھی جو اس اُجالے کی پیش خیمہ تھی۔جس کو اللہ تعالیٰ نے ازل سے مقدر کر رکھا تھا۔مگر یہ اجالا وہ وجاہت نہ تھی۔جو کہ اللہ تعالیٰ ان کو دینا چاہتا تھا بلکہ ایک اور ہی انعام تھا۔جو کہ خدا اس خاندان اور اس بستی پر کرنا چاہتا تھا۔اور یہ وہ عزت تھی جس کو دنیا کی کوئی طاقت چھین نہ سکتی تھی اور اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام۔لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔اشارہ کرتا ہے.....مگر قادیان کی وجاہت کو اس طرح مٹا دینے میں بھی اللہ تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں تھیں۔ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اس زمانے کے لوگوں کو دکھانا چاہتا تھا کہ وہ ہر مردہ چیز میں سے زندہ کس طرح نکال سکتا ہے۔اور کیف تحی الموتیٰ کس طرح ہوتا ہے۔اور اس طرح اس آنے والے مسیح کی شان دکھانا بھی منظور تھا۔جس کو اللہ تعالیٰ نے کہا تھا۔يَبْدَاءُ مِنْكَ وَيَنْقَطِعُ مِنْ آبَائِكَ۔یعنی اس خاندان کی بنیاد اب تم سے شروع ہوگی۔اور تیرے آباء کی طرف سے جو تم کو عزت حاصل ہے وہ اس کے مقابل میں کچھ نہ ہوگی جو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دینا چاہتا ہے۔'' (الفضل لاہور 15رفروری 1948ء از صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب)

"اے میرے احمد تجھے بشارت ہو۔تو میری مراد ہے۔اور میرے ساتھ ہے۔میں نے اپنے ہاتھ سے تیرا درخت لگایا۔تیرا بھید میرا بھید۔اور تو میری درگاہ میں وجیہ ہے۔میں نے اپنے لئے تجھے چنا۔تو مجھ سے ایسا ہے۔جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔پس وقت آ گیا ہے کہ تو مدد دیا جائے۔اور لوگوں میں تیرے نام کی شہرت دی جائے۔اے احمد تیرے لبوں میں نعمت یعنی حقائق اور معارف جاری ہیں۔اے احمد تو برکت دیا گیا۔اور یہ برکت تیرا ہی حق تھا۔" (تذکرہ۔ص384)

قادیان کی عالمی حیثیت

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وجہ سے)

دنیا میں بڑے بڑے شہروں یا قصبوں کی مقبولیت کی کوئی خاص وجہ ہوتی ہے بعض تجارت کا مرکز ہونے کی وجہ سے، بعض دارالحکومت یا بادشاہ کی دارالسلطنت کی وجہ سے، بعض تاریخی مقامات کی بناء پر بعض اونچی اونچی عالیشان عمارات کے حوالہ سے بعض مشہور علمی اداروں کے مرکز ہونے کی وجہ سے اور بعض منفرد سیر و تفریح باغات، عجائب خانوں، چڑیا گھر جیسے اداروں کی وجہ سے ایک خاص مقام حاصل کر لیتے ہیں لیکن آپ حیران ہونگے کہ قادیان کا دوست مندرجہ بالا وجوہات سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

(i) ''قادیان کے ایک ہندو موہن لال فرماتے ہیں ''مرزا صاحبؑ سے پہلے قادیان کی حالت بہت خراب تھی دودھ والا جب سارا دن دودھ نہ بیچ سکتا تھا تو رات کو اس کا دہی بنا لیتا تھا جب دوسرے دن وہ دہی بھی نہ فروخت کر سکتا تو اس کی پکوڑیاں بنا لیتا لوگ ان دنوں میں غیر تعلیم یافتہ تھے مرزا صاحب کی وجہ سے حالات بہت تبدیل ہو گئے ہر چیز اب یہاں مل جاتی ہے دنیا کے ہر خطہ سے لوگ یہاں آتے ہیں اور احمدیوں کی وجہ سے ہمیں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وجہ سے قادیان ایک عالمی حیثیت کا حامل ہے۔ اب دنیا کے کسی حصہ سے صرف۔ قادیان ہندوستان۔ لکھ کر ڈال دیں۔ خط بغیر کسی روکاوٹ کے قادیان پہنچ جائے گا۔ اس کی تصدیق ایک خط سے بھی ہوتی ہے جو ایک جرمن خاتون نے 1907ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھا تھا جو آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔''

تقریباً نوے سال قبل کا واقعہ ہے ایک جرمنی کے مشہور شہر میونخ کے محلہ پاسنگ۔ passing۔ میں ایک معزز خاتون کیرولا مین رہتی تھیں جو جرمنی النسل تھیں اور ان کا خاوند ایک انگریز تھا۔ موصوفہ تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آسمانی پیغام کسی ذریعہ سے پہنچا تو وہ آپ کی خدمت اقدس میں خط لکھنے کے لئے کئی ماہ تک بیقرار رہیں مگر آپ کا پتہ کہیں سے نہ مل سکا۔ آخر کسی شخص نے آپ کا یہ ایڈریس دیا۔ بمقام قادیان علاقہ کشمیر ملک ہند۔ مسز کیرولا مین نے اس پتہ پر حضور کے نام جو عقیدت و اخلاص سے لبریز خط تحریر کیا اس کا اردو ترجمہ اخبار۔ بدر۔ 14 مارچ 1907ء کی زینت ہے لکھا ہے۔ ''بیان کیا گیا ہے کہ آپ خدا کے بزرگ مامور ہیں اور مسیح موعود کی قوت میں ہو کر آئے ہیں اور میں دل سے مسیح کو پیار کرتی ہوں۔ ہمارے لارڈ مسیح کے واسطے جو اس قدر جوش آپ کے اندر ہے اس کے واسطے میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں اور مجھے بڑی خوشی ہوگی اگر آپ چند سطور اپنے اقوال کی مجھے تحریر فرما دیں۔۔ اگرچہ آپ شاندار قدیمی ہندوستانی قوموں کے نور کے اصل پوت ہیں۔ تاہم یہ میرا خیال ہے کہ آپ انگریزی جانتے ہونگے۔ اگر ممکن ہو تو مجھے اپنا ایک فوٹو ارسال فرماویں۔ کیا دنیا کے اس حصہ میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتی ہوں۔''

(روزنامہ الفضل۔ سالانہ نمبر۔ ص5۔ 28 دسمبر 2001)

''آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج — نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار'' (درثمین صفحہ 150)

(ii) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان کی بستی ایک گمنام سا علاقہ تھی جس میں روزمرہ کی ضروریاتِ زندگی بھی میسّر نہ تھی پکی سڑکیں، بجلی، ریل گاڑی، ڈاکخانہ یا ٹیلیفون کی بنیادی سہولتوں کا نام و نشان تک نہ تھا لیکن اس کے باوجود اب احمدیت کے تعلق سے دنیا کے ہر ملک میں نہ صرف لوگ اس بستی سے واقف ہیں بلکہ ان کے دلوں میں قادیان کا ایک خاص مقام ہے اور اس بستی کی زیارت کا بڑی شدت سے انتظار کرتے رہتے ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

میں تھا غریب و بےکس و گمنام و بے ہنر — کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی — میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا — اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا (درثمین صفحہ 134)

اکیسویں صدی کا آغاز ہو چکا ہے۔لیکن ابھی بھی اس قصبہ میں وہ بنیادی سہولتیں جو ایک شہر میں موجود ہونے کی وجہ سے کشش کا باعث ہوتی ہیں ان سے خالی ہے۔اس کے باوجود ہر احمدی لندن نیو یارک یا پیرس جانے کی بجائے اس قصبہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ میں غیر معمولی روحانی کشش ہے۔اس مقام پر روح کو ایسا سکون ملتا ہے۔جو بیان سے باہر ہے۔آپ مسافر ہوتے ہوئے بھی یہاں ایسا محسوس کرتے ہیں کہ یہ آپ کا اپنا گھر ہے لوگ آپ کے واقف نہیں۔لیکن ایسے ملتے ہیں جیسے آپ ایک ہی خاندان کے ممبر اور ایک دوسرے کو سالوں سے جانتے ہیں ۔گلیاں چھوٹی چھوٹی ہیں لیکن آپ جب ان میں سے گذرتے ہیں آپ ایسے محسوس کرتے ہیں کہ ان دیواروں نے آپ کو دنیا کے خطرات سے محفوظ کر رکھا ہے۔محبت اور پیار سے آپ کا خیر مقدم کرتی ہیں چلتے چلتے آپ زیادہ سے زیادہ جگہوں پر قدم رکھنے کی تمنا کرتے ہیں۔کہ شائد حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس جگہ سے بھی گزرے ہوں۔

ہر رہ کو دیکھا ہے محبت کی نظر سے شائد کہ وہ گزرے ہوں اسی رہ گزر سے

21ویں صدی کے ہزاروں شہر اپنی ہزار ہا کششوں میں قادیان سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں۔لیکن جو قادیان پہنچا وہ اس کا ایسا ہوا کہ بس اسی کا ہو گیا۔ قادیان ہمیں اپنے مالوں اپنی جانوں اور اپنی عزتوں سے زیادہ عزیز ہے۔اور یہاں کی خاک پاک ہمیں اپنے آباؤ اجداد کے وطن سے بہت زیادہ محبوب ہے۔یہ وہ سرزمین ہے جہاں ہماری پیاسی روحوں نے معرفتوں و نور کے چشمہ سے آبِ حیات پیا۔اور تشنگی بجھائی یہی وہ مقام ہے جہاں ہمارے دل و دماغ کی اُلجھنوں اور ہماری فکر و نظر کی بے راہ رویوں کو جگمگاتی ہوئی اُمید کا سہارا ملتا ہے۔اور دنیوی حرص و ہوس کی جگہ تسکین و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔یہاں کے روحانی نور کی شعائیں مشرق و مغرب میں مردہ قلوب کو زندگی کا پیغام دیتی ہیں۔قادیان کا نام سنتے ہی ہر ایک شخص خواہ وہ کہیں کا باشندہ ہو چوکنا ہو جاتا ہے اور جتنا اس بستی سے اس کا تعلق ہوتا ہے اس کے مطابق اس کے دل میں خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ایک احمدی جب یہ نام سنتا ہے تو اس کا دل پگھل جاتا ہے اور ایک ایسا درد اس کے دل میں اُٹھتا ہے کہ جس کو وہ برداشت نہیں کر سکتا۔قادیان ایک روحانی بستی ہے۔

اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

زمین قادیاں اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے (درثمین صفحہ 65)

''قادیان ایک مبارک بستی ہے۔جس کو اللہ نے اسلام کا مرکز بنایا ہے تا کہ اسلام کی دوسرے مذاہب پر سبقت ظاہر کی جائے۔خدا تعالیٰ نے اپنا خاص فضل عطا فرمایا جب حضرت مسیح موعودؑ 13 فروری 1835ء کو یہاں قادیان میں پیدا ہوئے اور یہی وہ بستی ہے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فرزند دفن ہے۔'' (صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور ناظر اعلیٰ قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان کی بستی ایک فصیل کے اندر تک محدود تھی۔میری نظر میں قادیان کی اہمیت اور سب ترقیات مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت وجود اور روحانیت کے اعتبار سے ہے۔احمدیت ترقی کر کے دنیا کے ہر حصہ پر محیط ہو رہی ہے۔

مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ کَانَ اُکُلِیْ فَصِرْتُ الْیَوْمَ مِطْعَامَ الْاَھَالِیْ

ایک دن تھا کہ دستر خوان کے بچے کھچے ٹکڑے میری غذا تھی اور آج میں قوموں کو کھلانے والا ہو گیا ہوں۔

قادیان اب اپنی روحانی برکات کی وجہ سے ایک عالمی مرکز بن گیا ہے۔

دنیا کے ہر بڑے مذہب کے پیروکار اپنے اپنے نبی کے دوبارہ اس دنیا میں واپس آنے کے منتظر ہیں۔لیکن یہ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے۔کہ جو وجود ایک بار اس دنیا سے رحلت کر جائے۔اس کا اپنی اصل صورت میں واپس آنا نظام قدرت کے خلاف ہے۔خدا تعالیٰ نے ہر مذہب کے آنے والے نبی کی صفات کو حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کے وجود میں جمع کر دیا تا کہ اس آخری زمانہ میں اس وجود سے سارے مذاہب کو اکٹھا کر دیا جائے۔ ورلڈ آرڈر کی جو باتیں آج ہو رہی ہیں اُس کی تعلیم پہلے ہی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم میں موجود ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہوں اور ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں۔ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں''

(لیکچر سیالکوٹ:33)

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار (درثمین صفحہ 151)

''میں آدم ہوں۔میں نوح ہوں ۔میں ابراہیم ہوں۔میں اسحاق ہوں..........سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جاوے اور ہر ایک نبی کی ایک صفت کا میرے ذریعے سے ظہور ہو۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی ص85)

بحار الانوار (جلد 53۔ص9) میں امام باقر مجلسی فرماتے ہیں:

''یَقُوْلُ (اَلْمَهْدِیُّ) یَا مَعْشَرَ الْخَلَائِقِ اَلَا وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ فَهَا اَنَاذَا اِبْرٰهِیْمُ وَاِسْمَاعِیْلُ اَلَا وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مُوْسٰی وَیُوْشَعَ فَهَا اَنَاذَا مُوْسٰی وَیُوْشَعُ اَلَا وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی عِیْسٰی وَ شَمْعُوْنَ فَهَا اَنَا ذَا عِیْسٰی وَ شَمْعُوْنُ اَلَا وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَمِیْرُ الْمُؤْ مِنِیْنَ فَهَا اَنَا ذَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَمِیْرُ الْمُؤْ مِنِیْنَ۔''

یعنی امام مہدی کہے گا کہ اے لوگو! اگر تم میں سے کوئی ابراہیم اسمٰعیل کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ میں ہی ابراہیم اور اسماعیل ہوں۔اور اگر تم میں سے کوئی موسیٰ و یوشع کو دیکھنا چاہے تو سن لے کہ میں ہی موسیٰ اور یوشع ہوں اور اگر تم میں سے کوئی عیسیٰ و شمعون کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ عیسیٰ اور شمعون میں ہوں اور اگر کوئی تم میں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المؤمنین علیؓ کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ محمد صلی اللہ علی وسلم اور امیر المؤمنین میں ہوں۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے بھی لکھا ہے۔''وَجَبَ نُزُوْلَهٗ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ بِتَعَلُّقِهٖ بِبَدَنٍ اٰخَرَ'' (تفسیر عرائس البیان جلد 1 ص262)
کہ آخری زمانہ میں پہلا مسیح واپس نہیں آئیگا۔ بلکہ اب وہ ایک نئے وجود کی صورت میں ظہور پذیر ہوگا۔پس یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کا کمال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ایک انسان کو مسیح بنا سکتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی اگلے مقام پر لے جا سکتی ہے۔خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ مقدر تھا۔کہ وہ دجالی فتنہ سے جو پہلے مسیح کی بگڑی ہوئی امت کی طرف سے کھڑا کیا جانا تھا۔جس کی بنیادیں پہلے مسیح کی خدائی پر مستحکم اور استوار کی جانی تھیں اس کو مٹانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قوت قدسی سے ایک محمدی مسیح کھڑا کرے جو اس فتنہ کو عصائے محمدی سے پاش پاش کر دے اور الوہیت باطلہ و تثلیث نادرہ کی دھجیاں فضائے آسمان میں بکھیر کر رکھ دے۔

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

(درثمین اردو صفحہ 188)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی پیشگوئیوں کے عین مطابق وہ آنے والا قادیان کی سرزمین میں ظاہر ہوا۔اور اپنی باطل شکن صدا سے تثلیث باطلہ کے قصر عظیم المنظر میں اضمحلال پیدا کر گیا۔

وہ آیا جس کی آمد دیکھنے کو نگاہ شوق سوئے آسماں ہے
مسیح وقت آیا قادیاں میں جبھی تو قادیان دارالاماں ہے

مبارک وہ جو اسے قبول کریں اور اس کے دامن اطاعت کے ساتھ وابستہ ہو کر افواج باطل کے ازہاق کا ہمت آفرین کام کریں۔

احمدیت کے روشن مستقبل کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

[i]12 دسمبر 1925 کو جلسہ سالانہ قادیان سے خطاب کرتے ہوئے پرشوکت اور ولولہ انگیز انداز میں ارشاد فرمایا۔

''آپ لوگ ہمارے علم، حیثیت کی کمی پر نگاہ نہ رکھیں۔ یہ موجودہ جماعت جن ذرائع سے بنی ہے وہ اس وقت کے ذرائع سے بہت کم تھے۔ اور جب کئی لاکھ کھینچ کر سلسلہ میں لے آئے ہیں تو یہ کئی لاکھ کئی کروڑ کو کیوں نہ لائیں گے۔ تھوڑے ہی دن ہوئے میں نے ایک رؤیا دیکھی کہ میں خطبہ پڑھ رہا ہوں جس میں کہتا ہوں کہ ہمیں اپنے بچوں کی صحت کا خیال رکھنا چاہئے۔ کیونکہ اس وقت جو بوجھ ہمارے کندھوں پر ہے اس سے ہزار گنا زیادہ ان کے کندھوں پر ہوگا۔''

[ii] ''پس ہماری پیدا ہونے والی نسلیں دیکھیں گی کہ دنیا کی زبردست طاقتیں اور قوتیں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گی کہ اب احمدیت کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔ مگر خدا تعالیٰ اسی پر راضی نہ ہوگا۔ وہ جماعت کو اور بڑھاتا جائے گا جب تک لوگ یہ نہ کہہ اٹھیں کہ دنیا میں احمدیت ہی ایک مذہب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس زمانہ میں جبکہ آپ کے ساتھ ایک بھی آدمی نہ تھا۔ فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ تمہاری جماعت اس قدر ترقی کرے گی کہ باقی اقوام دنیا کی اس طرح رہ جائیں گی جس طرح آج کل پرانی خانہ بدوش قومیں ہیں۔''

[iii] ''پس کچھ لوگ آج مانیں گے۔ کچھ کل، کچھ پرسوں، اسی طرح روز بروز اور دن بدن جماعت بڑھتی جائے گی۔ اور ساعت بہ ساعت اس کی قوت ترقی کرتی جائے گی۔ غریب، امیر، عام انسان و خواص و بادشاہ اور رعایا حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لائیں گے۔ یہاں تک کہ ساری دنیا میں یہی سلسلہ رہ جائے گا اور باقی مذاہب اس کے مقابلہ میں اسی طرح ماند ہو جائیں گے جس طرح سورج کے سامنے ستارے ماند پڑ جاتے ہیں۔''

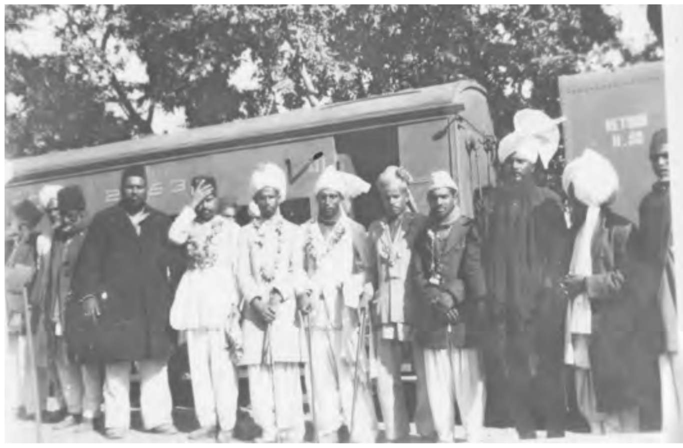
(انوار العلوم جلد نوص 213)

[iv] ''اس ضمن میں حضور نے قربانیوں کی خبر دیتے ہوئے 1919ء میں ہی بتا دیا تھا کہ میں نہیں جانتا کہ وہ زمانہ کب آئے گا جب ساری دنیا میں احمدیت پھیل جائے گی۔ لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ ایسا زمانہ آئے گا ضرور۔ جو زندہ ہیں وہ دیکھیں گے اور جو مر جائیں گے وہ آسمان پر اس کا نظارہ ملاحظہ کر سکیں گے۔ کیونکہ اب ہمارے لئے کامیابیوں کے دروازے کھلنے والے ہیں۔ اور وہ ضرور کھلیں گے۔ لیکن اپنے مالوں، اپنی جانوں، اپنی عزتوں، اپنی آبروؤں کے چڑھاوے چڑھا کر، اپنے ملکوں میں، اپنے وطنوں، اپنے عزیزوں، اپنے رشتہ داروں کے چڑھاوے دے کر۔ اور جس وقت یہ دروازے کھل جائیں گے اس وقت دنیا میں تمہاری وہ عزت اور شان ہوگی کہ آج جو لوگ بڑے بڑے سمجھے جاتے ہیں یہ یا ان کے پیچھے کھڑے ہونے والے تمہارے پاؤں کی خاک کو سرمہ بنانا اپنا فخر سمجھیں گے۔ آج تم ذلیل سمجھے جاتے ہو تمہیں کوئی عزت حاصل نہیں لیکن وہ وقت آنے والا ہے جب تمہارے ساتھ تعلق رکھنا لوگ اپنی عزت سمجھیں گے۔ دیکھو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اسلام سے پہلے کی کیا حالت تھی۔ جب آپ خلیفہ ہوئے۔ آپ کے والد زندہ تھے۔ کسی نے ان کو جا کر خبر دی کہ مبارک ہو ابوبکر خلیفہ ہو گیا۔ اس نے پوچھا کون سا ابوبکر؟ اس نے کہا آپ کا بیٹا۔ اس پر بھی انہیں یقین نہ آیا اور کہا کوئی اور ہوگا۔ لیکن جب ان کو یقین دلایا گیا تو انہوں نے کہا۔ اللہ اکبر۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہے کہ ابو قحافہ کے بیٹے کو عربوں نے اپنا سردار مان لیا۔'' (البدایۃ والنھایۃ جلد سات۔ ص۔ 50۔ مطبوعہ بیروت)

[v] ''غرض وہ ابوبکر جو دنیا میں کوئی بڑی شان نہ رکھتا تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس قدر عزت پا گیا کہ اب بھی لاکھوں انسان اس کی طرف اپنے آپ کو فخر کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔ پس تم آج ذلیل اور حقیر سمجھے جاتے ہو مگر ان قربانیوں کے بعد تمہیں وہ عزت اور توقیر حاصل ہوگی جو چاند اور سورج کو بھی حاصل نہیں کیونکہ تم ہمیشہ کے لئے دنیا کو روشن کرنے کا باعث ہو گے اور حقیقت اور صداقت تمہارے ذریعہ قائم ہوگی۔ آج تم دنیا کے سامنے جو پیش کرتے ہو اس کی تم سے سند طلب کی جاتی ہے۔ لیکن ایک زمانہ آئے گا جب کہ قرآن اور حدیث اور تحریرات حضرت مسیح موعودؑ کے بعد تمہارے قول پیش کئے اور مانے جائیں گے۔'' (الفضل انٹرنیشنل دو نومبر 2001۔ دوست محمد شاہد)



1940ء میں قادیان کا ایک منظر



جامعۃ المبشرین قادیان سے فارغ التحصیل مبلغین میدان عمل میں جانے سے پہلے
امرتسر ریلوے اسٹیشن پر



قادیان ریلوے اسٹیشن کا ایک پرانا منظر



قادیان کا موجودہ ریلوے اسٹیشن



تقسیم ہند سے قبل قادیان ریلوے اسٹیشن پر جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے مہمانان کرام کا ایک منظر




دارالحمد۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی رہائش گاہ۔ اس کی بنیاد حضرت مصلح موعود نے 25 اپریل 1932ء کو رکھی۔ اس کوٹھی میں عرصہ تک دفتر ترجمۃ القرآن انگریزی رہا۔ جس میں اس وقت مولوی شیر علی صاحبؓ، مرزا بشیر احمد صاحبؓ، مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ، چوہدری ابوالہاشم خان صاحب بنگالی اور ملک غلام فرید صاحب مل کر یہ کام سرانجام دیتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد یہ عمارت غیر مسلموں کے قبضہ میں تھی اس عمارت کو 2015ء میں منہدم کر دیا گیا ہے۔





بیت النصرت۔ حضرت ام المومنینؓ نے مرزا ناصر احمد صاحب کے لئے تعمیر کروائی اس کی بنیاد حضرت مصلح موعودؓ نے 23 فروری 1933ء کو رکھی تھی۔
تقسیم ملک کے بعد یہ عمارت غیر مسلموں کے قبضہ میں تھی۔ اس عمارت کو منہدم کر کے نئی عمارت کر دی گئی ہے۔



حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جلسہ سالانہ ربوہ 1969ء کے موقع پر ہندوستان سے جانے والے درویشان قادیان وبعض دیگر افراد جماعت کا ایک گروپ فوٹو بمقام مسجد مبارک ربوہ



حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ درویشان قادیان بمقام مسجد اقصیٰ قادیان جنوری 1992ء



حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ درویشان قادیان بمقام گلشن احمد قادیان 16 دسمبر 2005ء



محترم مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم مکرم نتھا سنگھ دالم ایم ایل
اے کا استقبال کرتے ہوئے



یہ جگہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ نے اپنے گھر میں
دُعا و عبادت کے لئے مختص کی ہوئی تھی



حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ
1991ء میں قادیان میں تعمیراتی کاموں کے لئے وقف عارضی کرکے خدمات کرنے والے انجینئرز



خاکسار عبدالرشید آرکیٹیکٹ قادیان میں (1991ء)



درویشان قادیان کی دعوت کے وقت دُعا کا منظر



چار منزلہ بلڈنگ کی سنگ بنیاد رکھتے وقت دُعا کا منظر (1992ء)

قادیان اور جماعت احمدیہ کے متعلق غیر از جماعت احباب کے تاثرات

خاکسار حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کو وہ وجود تسلیم کرتا ہے۔ جس کے آنے کی پیشگوئی آج سے چودہ سو سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ جب امام مہدی آئیں تو اگر تمہیں برفانی پہاڑوں پر گھٹنوں کے بل چل کر ان کے پاس جانا پڑے تو وہاں پہنچ کر ان کی بیعت کر کے ان کی جماعت میں شامل ہو جانا اور ان کو میرا اسلام کہنا۔ سو آج میں مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سلام کا تحفہ پیش کرتا ہوں۔ پیدائشی احمدی ہونے کے ناطے سے میرے جذبات یقیناً جماعت احمدیہ کے حق میں ہیں۔ جماعت احمدیہ کے متعلق غیر از جماعت احباب کے خیالات اور تاثرات جو غیر جانبدار رویہ کی ترجمانی کی علامت خیال کئے جائیں گے احباب کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

قادیان دارالامان میں پہلا جرمن سیاح اور اس کے روح پرور تاثرات

[i] 71 سال پیشتر ایک جرمن سیاح مسٹر Fredrick Wagner Chemnists فریڈرک ویگنر چیمنسٹز نامی چین سے براستہ لداخ ہندوستان میں آیا اور مختلف دیار اور امصار سے پھرتا ہوا اواخر نومبر 1930ء میں قادیان میں وارد ہوا۔ جس کے تاثرات ریویو آف ریلیجنز انگریزی (قادیان) کے شمارہ مئی 1932ء میں سپرد قرطاس ہوئے۔ ذیل میں الفضل 9/ جون 1932ء صفحہ 11 کے حوالے سے ان روح پرور تاثرات کا اردو ترجمہ ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا کہ الفضل میں اس ترجمہ کی اشاعت کے بعد اسے احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن (احمدیہ جوبلی ہال۔ افضل گنج) حیدرآباد دکن کی طرف سے ایک نہایت دیدہ زیب دو ورقہ کی صورت میں بھی شائع کیا گیا تھا۔ اب تاثرات ملاحظہ فرمائیے: ”میرا ارادہ چند گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ ایک دن قادیان ٹھہرنے کا تھا۔ لیکن باوجود اس کے کہ جب میں آیا تو میری ظاہری حالت بالکل معمولی تھی اور لمبے سفر کی وجہ سے بالکل خستہ ہو رہا تھا یہاں بڑی گرمجوشی کے ساتھ میرا خیر مقدم کیا گیا۔ جو بہترین قیام گاہ اس وقت میسر تھی وہ میرے لئے تجویز کی گئی۔ اور جلدی ہی مجھے کم از کم ایک ہفتہ ٹھہرنے کی دعوت دی گئی۔ اس وجہ سے مجھے اپنا پروگرام منسوخ کر کے یہاں ایک ہفتہ ٹھہرنا پڑا۔ بعد میں متواتر اصرار پر مجھے اپنا قیام اس قدر لمبا کرنا پڑا کہ میں یہاں قریباً سات ہفتے ٹھہرا۔ اس طرح مجھے جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ بھی دیکھنے کا موقع مل گیا۔ جس میں ملک کے ہر حصہ سے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ اس جلسہ کے متعلق میں نہایت اعلیٰ رائے رکھتا ہوں۔“

[ii] عیسائی محققین اور قادیان میں یقینا بہت سے عیسائی ایسے ہیں جو اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں اس کے دو ہی طریق ہیں۔ ایک تو یہ کہ کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ اور دوسرے یہ کہ اسلامی ممالک میں رہائش اختیار کی جائے۔ کتابوں کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ بہت سی کتابیں ایسی ہیں جو اسلام کے متعلق غلط خیالات پیش کرتی ہیں۔ جماعت احمدیہ کا ایک بہت بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ اس نے ایسے غلط بیانوں کی تصحیح کی ہے اور اسلام کے متعلق صحیح معلومات کا ذخیرہ فراہم کر دیا ہے۔ جو لوگ اسلامی ممالک میں نہیں جا سکتے۔ انہیں چاہئے کہ جماعت احمدیہ کا مہیا کردہ لٹریچر پڑھیں۔ اسلامی ممالک میں جانے والوں کے لئے ایک بڑی دقت یہ ہے کہ انہیں اس ملک کی زبان سیکھنی پڑتی ہے۔ لیکن یہ ہر ایک نہیں کر سکتا۔ اب یہ دقت رفع ہو گئی ہے۔ ایسے متلاشی حق اگر قادیان جائیں تو انہیں وہاں متعدد ایسے لوگ ملیں گے جو نہایت فصیح انگریزی جانتے ہیں اور کئی ایک ایسے مشنری وہاں موجود ہیں جو یورپ کے مختلف ممالک اور امریکہ سے واپس آئے ہوئے ہیں۔ اور عیسائی ممالک کے حالات کا تجربہ رکھتے ہیں۔ قادیان میں جانے والے ہر شخص کو وہاں کئی لوگ ایسے ملیں گے جن سے وہ آسانی کے ساتھ تبادلہ خیالات کر سکتا ہے۔

[iii] قادیان کی فضا مادی دنیا سے بالکل مختلف اور خالص روحانی ہے۔ یہاں مذہبی خیالات کا پرچار رہتا ہے۔ یہاں رہنے سے انسان کے اندر ایسی طاقت پیدا ہوتی ہے کہ وہ روزمرہ کی زندگی میں مادیات کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکتا ہے۔ یہ روح اور جسم دونوں کے لئے امن اور تازگی و آسودگی کا مرکز ہے۔ جائے وقوع بھی ایسی ہے جو مادی لحاظ سے بہت اچھی ہے۔ یہاں شاید ایک آدھ ہی موٹر کار نظر آئے گی۔ ریلوے اسٹیشن بھی فاصلہ پر ہے۔ موجودہ زمانہ کی ایجادیں یہاں کی زندگی کو پریشان نہیں کرتیں۔ قادیان مختلف ممالک کے لوگوں کا مرکز ہے اور اس لئے یہاں مختلف خیالات اور علوم سے تعلق رکھنے والے لوگ جمع ہیں۔ جو شخص یہاں کوشش کر کے کچھ حاصل کرنا چاہے وہ اطمینان قلب سے حاصل کر سکتا ہے۔ اور ایسا شخص جوں جوں تلاش کرے گا اسے یہاں کبھی نہ ختم ہونے والے نئے نئے خزانے حاصل ہوتے جائیں گے۔

[iv] یہاں پر میں نے ہر قسم کی گفتگو کی اور مختلف کتب کا مطالعہ کیا جن میں ٹیچنگز آف اسلام کا اثر میرے قلب پر بہت گہرا ہے۔ اس طرح اسلام کے متعلق میرے علم میں بیش بہا اضافہ ہوا۔ اور قرآن پاک ورسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو غلط فہمیاں اسلام کے متعلق یورپین تصنیفات کے مطالعہ سے پیدا ہوگئی تھیں وہ رفع ہوگئیں۔ اسلام کی سادگی مجھ پر زیادہ واضح ہوگئی۔ میری دلی خواہش ہے کہ یورپ اور امریکہ کے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اسلام میں کتنی اعلیٰ خوبیاں ہیں۔ تا عیسائی ممالک بھی آہستہ آہستہ انہیں قبول کرسکیں۔ اسلامی تعلیم اس قدر سادہ ہے کہ سادہ ترین آدمی بھی اسے نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ عیسائیت اسلام سے بہت کچھ حاصل کرسکتی ہے۔ اسلام اور عیسائیت دونوں ایک دوسرے سے بہت کچھ لے سکتے ہیں۔ اور اس طرح ایک دوسرے کے قریب ہو سکتے ہیں۔ یہ فضول بات ہے کہ ہم دوسرے مذاہب کے تاریک پہلوؤں کو ہی زیر نظر رکھیں۔ ہمیں چاہئے کہ خوبیوں کو بھی دیکھیں۔ بلکہ انہیں قبول کریں۔ اس طرح توحید کے متعلق ہمارا عقیدہ کامل ہوسکتا ہے۔ اور خدائے واحد وقادر مطلق پر ایمان بڑھ سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ احمدیت کے مقدس بانی کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے الہامات ہوتے تھے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں سے ہم کلام ہوتا ہے جس کے کئی ایک مقاصد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مختلف مذاہب میں جو اختلاف ہے وہ کم ہو جائے۔

[v] مجھے یہ دیکھ کر بے انتہا مسرت ہوئی کہ قادیان میں غیر مذاہب والوں سے بہت اچھا سلوک کیا جاتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح امام جماعت احمدیہ نے اپنی بے انتہا مصروفیتوں کے باوجود مجھے کئی بار باریابی کا موقعہ عطا فرمایا اور ایک دفعہ فرمایا احمدیوں کو دیگر مذاہب کے لوگوں کے متعلق رواداری کی بھی تلقین کی جاتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جماعت احمدیہ کا دیگر مذاہب کے ساتھ حسن سلوک پرانے مذہبی تعصّبات کو نیست و نابود کرنے میں بہت ممد ہوگا اور مجھے اس تصور سے بے انتہا مسرت ہوتی ہے کہ اس سے آخر کار مختلف مذاہب میں اختلافات کم ہو جائیں گے۔ میں قادیان میں ایک عیسائی کی طرح رہا اور کبھی اسے چھپایا نہیں لیکن باوجود اس کے مجھ سے بہترین سلوک کیا گیا۔

[vi] جس شخص کو قادیان جانے کا اتفاق ہو میں اسے مشورہ دوں گا کہ وہ وہاں کچھ عرصہ ٹھہرے کیونکہ کچھ عرصہ ٹھہرنے پر ہی قادیان کی حقیقی سپرٹ انسان پر ظاہر ہونا شروع ہوتی ہے۔ لیکن جو شخص ایک آدھ دن ٹھہر کر چلا جائے اسے وہاں کوئی دلچسپی نظر نہ آئے گی۔ قادیان، دہلی آگرہ کی طرح شاندار عمارات کا مجموعہ نہیں لیکن ایک ایسی جگہ ہے جس کے روحانی خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ یہاں ہر دن جو گزارا جائے انسان کی روحانیت میں اضافہ کرتا ہے اور بہت ہی کم لوگ ایسے ہونگے جو قادیان سے خالی ہاتھ واپس گئے ہوں۔ لیکن وہاں سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس کی قیمت کا اندازہ سکوں میں نہیں ہوسکتا بلکہ یہ بہت ہی زیادہ قیمتی بلکہ انمول چیز ہے۔ میں نے ایشیا میں ایک لمبا سفر کیا ہے اور بہت مقامات دیکھے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں جنہیں دوبارہ دیکھنے کی خواہش نہیں۔ بعض ایسے ہیں جنہیں پھر دیکھنے کو دل چاہتا ہے اور ایسے مقامات میں قادیان کا نمبر سب سے اول ہے۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ قادیان نے مجھے کیا کچھ دیا ہے۔ اور ہر ایک وزیٹر کو دے سکتی ہے۔ آخر میں ان تمام احباب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی مہربانی سے قادیان کا قیام میری زندگی کا ایک یادگار اور ناقابل فراموش واقعہ بن گیا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ انہوں نے ایک مسلمان کی حیثیت سے رائے قائم کی ہے اور میں عیسائی ہونے کی حالت میں یہ سطور لکھ رہا ہوں۔'' (الفضل انٹرنیشنل 5/اکتوبر 2001ء دوست محمد شاہد)

اخبار سٹیٹسمین (Statesman) دہلی مورخہ 12/فروری 1949ء لکھتا ہے:

''قادیان کے مقدس شہر میں ایک ہندوستانی پیغمبر پیدا ہوا۔ جس نے اپنے گردوپیش کو نیکی اور بلند اخلاق سے بھر دیا۔ یہ اچھی صفات اس کے لاکھوں ماننے والوں کی زندگی میں بھی منعکس ہیں۔'' احمدیہ جماعت کا نکتہ نظر تعمیری اور اس کا رویہ پابند قانون ہے۔ یہی ایک واحد جماعت ہے جو عدالتی ریکارڈ کی رو سے جرم سے پاک ثابت ہوتی ہے۔

''ہندوستان ٹائمز'' کلکتہ مورخہ 25/دسمبر 1951ء نے لکھا کہ:۔

[i] ''قادیان جو احمدی فرقہ کے مسلمانوں کا مقدس مذہبی مرکز ہے............ احمدیہ جماعت بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کی شاخیں یورپ اور ایشیا کے مختلف ممالک، افریقہ اور شمالی اور جنوبی امریکہ کے متفرق حصوں اور آسٹریلیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہر جگہ اس کے ماننے والے اپنی مخصوص تعلیم اور تبلیغی سرگرمی کے لئے ممتاز اور نمایاں ہیں۔ احمدیوں کی تعداد کا اندازہ دس لاکھ کے قریب ہے۔

[ii] پرانے خیالات کے مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف مسلمانوں کی یہ جماعت ان اختلافات کو جومختلف قوموں اور مذاہب میں پائے جاتے ہیں تسلیم کر کے مناسب سمجھتی ہے کہ ان اختلافات کو جبر اور طاقت سے نہ مٹایا جائے بلکہ وعظ اور نصیحت اور باہمی مفاہمت سے دور کیا جائے۔احمدیہ جماعت کا عقیدہ ہے کہ وہ تمام مذاہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے مدعی ہیں اور ایک لمبے عرصہ سے دنیا میں قائم ہیں وہ یقیناً سچے اور خدا کی طرف سے ہیں۔گو یہ ہوسکتا ہے کہ لمبا زمانہ گزرنے کی وجہ سے ان کی تعلیم میں بگاڑ پیدا ہوگیا ہو۔اوران کی روحانی طاقت کمزور ہوگئی ہو۔احمدیت کی تعلیم کی رو سے یہ ناجائز ہے کہ مذہبی معاملات میں طاقت اور جبر کا استعمال کیا جائے۔عقیدہ،ضمیر اورعمل کی آزادی احمدیوں کے نزدیک ہر مذہب کا بنیادی حق ہے اور جہاد کا خیال جس رنگ میں پرانے خیالات کے دوسرے مسلمانوں میں رائج ہے جس کی رو سے مذہب کے نام پر جبر اور طاقت کا استعمال جائز ہے۔احمدیت اس کو نہیں مانتی۔

[iii] سیاسی لحاظ سے احمدیہ جماعت کا یہ اصول اور طریق ہے کہ احمدی جس ملک یا علاقہ میں بھی رہتے ہیں وہاں کی قائم شدہ حکومت کے وفادار ہوتے ہیں اور ہر رنگ میں ملک کے قانون اور دستور کی اطاعت کرتے ہیں۔یہ بات ان کے بنیادی اصولوں اور مذہبی عقائد میں شامل ہے کہ وہ حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔اور کسی صورت میں بھی سٹرائیک (ہڑتال) تحریک عدم تعاون یا کسی بغاوت یا غیر قانونی کاروائی میں شامل نہ ہوں۔

[iv] 1947ء کے فسادات کے دوران میں (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد (صاحب) اپنے ایک ہزار سے زائد پیروؤں کے ساتھ پاکستان ہجرت کر گئے۔آپ اپنے پیچھے تین صد کے قریب اپنے مخلصین پیرو مذہبی مرکز کی حفاظت کے لئے چھوڑ گئے۔پاکستان میں آپ نے عارضی مرکز پہلے لاہور میں قائم کیا اور پھر ربوہ میں۔اب تک بھی قادیان اہم مرکز ہے اور یہیں صدر انجمن احمدیہ قادیان اپنی 125 شاخوں کی جو ہندوستان کے مختلف حصوں میں پھیلی ہوئی ہیں دیکھ بھال اور نگرانی کرتی ہے.........موعود نبی کی ایک پیشگوئی کے مطابق احمدیہ جماعت اس بات پر پورا یقین رکھتی ہے کہ قادیان دوبارہ جماعت احمدیہ کا ایک زندہ فعال اور معمور مرکز بن جائے گا۔''

منشی سراج الدین والد مولانا ظفر علی خان:

''۔مرزا غلام احمد صاحب 1860ء یا 1861ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔اس وقت آپ کی عمر 22، 23 سال ہوگی۔اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی (آپ) نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔کاروبار ملازمت کے بعدان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔عوام سے کم ملتے تھے۔1877ء میں ہی ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی۔ان دنوں میں آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے..........'' (اخبارزمیندار مئی 1908ء)

''میں نے اسلام کے اندر رہ کر اور اسلام کے ترک کرنے کے بعد مسلمانوں کے تبلیغی نظام کا خوب اچھی طرح مطالعہ کیا۔میرے خیال میں تمام دنیا کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ ٹھوس مؤثر اور مسلسل تبلیغی کام کرنے والی طاقت احمدیہ جماعت ہے..........اس جماعت نے اپنی ابتدائی حالت میں جن جن کاموں کے کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا آج ان میں سے اکثر انجام کو پہنچ چکے ہیں۔میں نے کافی عرصہ تک احمدیہ لٹریچر اور احمدیوں کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہے اس لئے جو کچھ لکھوں گا سنی سنائی بات نہیں بلکہ تحقیق شدہ حالات ہیں..........ان کے تبلیغی نظام کی وسعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ گذشتہ سال ان کے سالانہ جلسہ کے موقع پر چالیس سے زیادہ زبانوں میں تقریر کرنے والے موجود تھے جس قدر یہ جماعت منظم ہے۔یقینی طور پر ہندوستان کی اور کوئی قابل ذکر مذہبی جماعت منظم نہ ہوگی۔ان کا ہیڈ کوارٹر قادیان ہے۔وہیں ان کی سب سے بڑی انجمن ہے......احمدیوں میں آپس میں بہت اچھے اور قابل تعریف تعلقات ہیں۔اور ہر ایک احمدی دوسرے سے بالکل سگے بھائیوں اور عزیزوں کا سا برتاؤ کرتا ہے.......... یہ ایک حقیقت ہے کہ احمدیوں کا ہر ایک بچہ بوڑھا، جوان، مرد، عورت مبلغ ہے۔اور وہ پرچار کو اپنی زندگی کا اولین اور محبوب ترین فرض سمجھتے ہیں..........اس جماعت کے بانی کے قول کے مطابق اس جماعت کے وجود کا سب سے بڑا مقصد ہی تبلیغ ہے......اسی مقصد سے انہوں نے قادیان میں ایک زبردست تبلیغی کالج قائم کر رکھا ہے۔جہاں مختلف ممالک کے باشندوں کو مختلف علوم اور زبانوں کی تعلیم دے کر تبلیغ اور مناظرے کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔چنانچہ اس کالج سے آج تک سینکڑوں مبلغ اور مناظر فارغ التحصیل ہو کر نکل چکے ہیں......احمدی عورتیں

ہندوستان، افریقہ، عرب، مصر، یورپ اور امریکہ میں کس طرح اور کس قدر کام کر رہی ہیں۔ ان کا مذہبی احساس اس قدر قابل تعریف ہے کہ ہم کو شرم آنی چاہئے............ احمدی جماعت کا اثر ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی ہے۔ یورپ امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا، عرب، ایشیا کے تمام حصے غرضیکہ دنیا کا کوئی قابل ذکر ملک نہیں ہے۔ جہاں احمدیہ جماعت کی شاخ یا کم ازکم کوئی احمدی کام نہ کر رہا ہو۔ یورپ کے تمام ملک انگلستان، فرانس، جرمنی وغیرہ میں ان کے باقاعدہ مشن موجود ہیں۔ امریکہ میں بھی تبلیغ ہو رہی ہے۔ افریقہ اور عرب کے تپتے ہوئے صحراؤں، مصر، ایران کے زرخیز متمدن ممالک ترکستان، شام، افغانستان کی خوشنما وادیوں میں غرضیکہ ہر جگہ ان کی کوششیں برابر جاری ہیں۔ اور دن بدن ترقی کر رہی ہیں۔ اگر آج ہم نے ہندوستان میں احمدیوں کا مقابلہ نہ کیا اور ان کی طرف سے غافل رہے تو کل ہمارے لئے ممالک اسلامیہ یورپ اور امریکہ میں شدھی کا کام کرنا ناممکن ہو جائے گا............ آج تک احمدی جو کچھ کرتے رہے وہ ان کی ذاتی کوششیں ہی تھیں۔ دوسرے مسلمانوں نے کبھی بھی ان کی کوئی مدد نہیں کی بلکہ ہمیشہ ان کی مخالفت کی اور ان کے کاموں کو تباہ و برباد کرنے کی جدوجہد کرتے رہے۔ لیکن اب یہ حالت نہیں ہے۔ آج کل سوائے پرانے خیال کے مولویوں کے باقی تمام مسلمان ان کے مددگار اور ان کے کام کے مداح ہیں۔ یہ تبدیلی ایسی ہے جس میں ہمارے لئے بہت سے خطرے پوشیدہ ہیں۔ جن سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کا بندوبست نہ کرنا خودکشی کے مترادف ہوگا۔'' (اخبار تیج دہلی 25؍جولائی 1927ء)

مولوی عبدالمجید قرشی ایڈیٹر اخبار تنظیم امرتسر

''ہندوستانی عیسائیوں کی جماعت، جماعت احمدیہ کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ قادیانی جماعت کا نظام ایک مضبوط گورنمنٹ نظام کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اور اس کے ہر ایک شعبے میں اس قدر باقاعدگی، ضابطہ داری اور اصول پرستی موجود ہے جس قدر کسی منظم گورنمنٹ کے مختلف محکموں میں ہوا کرتی ہے۔ ہم اس جماعت کی تنظیمی حیثیت کے متعلق چند تازہ ترین واقعات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ہمارے احناف ''اہل حدیث'' اور شیعہ بزرگ سبق حاصل کریں۔ اس مضمون کا تعلق عقائد سے نہیں بلکہ صرف نظم جماعت سے ہے''۔ ''جماعت احمدیہ اس وقت جو کچھ کر رہی ہے یا آئندہ کرے گی۔ ہر ایک منظم جماعت وہی کچھ بلکہ کچھ اس سے زیادہ کر کے دکھلا سکتی ہے۔ مسلمانوں نے قرون اولیٰ میں جس قدر کارنامے سرانجام دئے ان کی پشت پر تنظیم و جماعت کی الٰہی قوت کارفرما تھی عظمت و وقار کا حقیقی راز ''یداللہ فوق الجماعۃ'' کے فرمان نبوی میں مضمر تھا۔ افسوس کہ آج ''حق پرست'' مسلمان اس درس عظیم کو فراموش کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ مسلمان احمدیہ جماعت کی مثال سے عبرت اندوز ہوں۔'' (اخبار تنظیم امرتسر 28دسمبر 1926ء ص 6،5)

پادری والٹر ایم اے سیکریٹری وائی ایم سی اے لاہور:

''...... میں نے 1916ء میں قادیان جا کر، حالانکہ اس وقت احمد کی وفات کو 8 سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ ایک ایسی جماعت دیکھی جس میں مذہب کے لئے وہ سچا اور زبردست جوش تھا جو ہندوستان کے عام مسلمانوں میں آج کل بالکل مفقود ہے۔ قادیان میں آکر انسان سمجھ سکتا ہے کہ ایک مسلمان جسے عام مولویوں سے بوجہ ان کی جہالت اور بے ایمانی کے (جن کے نزدیک محمدؐ بلحاظ تواریخ صرف ایک گذشتہ ہستی اور مکہ بلحاظ جغرافیہ کے دور دراز شہر ہے) نفرت پیدا ہو گئی ہو۔ محبت اور ایمان کی وہ روح جسے عام مسلمانوں میں بے فائدہ تلاش کرتا رہا۔ بافراط ملے گی...... کہ قادیان کی جماعت وسیع دائرہ اسلام کی ایک مستقل اور غالباً بڑھنے والی قوس کی شکل میں رہے گی۔''

مہاشہ خوشحال چند ایڈیٹر آریہ گزٹ 1921ء

''قادیان گورداسپور میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے...... آج صرف اپنے علاقہ میں، نہ صرف پنجاب میں، نہ صرف ہندوستان میں بلکہ غیر ممالک میں بھی مشہور ہو چکا ہے۔ اور اس کی اہمیت و فضیلت بہتیرے پرشان اور بارونق شہروں اور دارالخلافوں سے بھی بڑھ چکی ہے............ آج ہم دیکھتے ہیں کہ وہ قادیان جسے آج سے پچاس سال پہلے کوئی نہیں جانتا تھا۔ اب مذہبی لوگوں کی خاص توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے............'' (آریہ گزٹ 19مئی 1921ء)

ڈاکٹر علی محمد شین صاحب نائب صدر مملکت جمہوریہ تنزانیہ۔ جلسہ سالانہ تنزانیہ۔ 2002

''میں خوب جانتا ہوں کہ یہ جماعت (احمدیہ) تنزانیہ میں اور دنیا کے 174 ممالک میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور یہ کہ یہ ایک پرامن مذہبی جماعت ہے جو ملکی قوانین کی پابند اور اپنے آپ کو سیاست سے الگ رکھتی ہے۔ اس لحاظ سے دوسری تنظیموں کو اس جماعت کی تقلید کرنی چاہئے۔ یہ جماعت خالص مذہبی خدمات کے ساتھ ساتھ ملکی ترقی میں بھی کوشاں ہے خاص طور پر علم اور صحت کے میدان میں آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تنزانین گورنمنٹ آپ کی اس شراکت کو بہت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور یہ کہ گورنمنٹ مذہبی آزادی کو قائم رکھے گی کیونکہ یہ ملکی آئین میں شامل ہے۔'' (الفضل انٹرنیشنل 12 جولائی 2002 ص 16)

مسٹر ایچ آر ووہرا (Mr. H.R.WOHRA) نمائندہ خصوصی مشہور اخبار سٹیٹسمین نئی دہلی مورخہ 17,18 نومبر 1948ء میں لکھتے ہیں

''قادیان (حضرت مرزا) غلام احمد (صاحب) کی جائے پیدائش ہے جنہوں نے 1891ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ آپ نے اس بات کا اظہار کیا کہ آپ حضرت مسیح علیہ السلام کی صفات اور خوبیاں لے کر آئے ہیں۔ قادیان لاکھوں مسلمانوں کا جو احمدیہ جماعت سے تعلق رکھتے ہیں مقدس مقام ہے۔ اس کی چپہ چپہ زمین احمدیوں کو محبوب ہے۔ یہ قصبہ احمدیہ جماعت کا مرکز رہا ہے اور اس میں مسیح موعود علیہ السلام کے خلفاء کی رہائش رہی ہے۔ قادیان میں مقیم 313 مؤمنین باوجود سرکاری افسران کی ابتدائی مخالفت اور غیر مسلم پناہ گزینوں کی عداوت کے قادیان میں قائم رہے۔ اس کی وجہ اپنی جماعت کے اصولوں میں ان کا غیر متزلزل ایمان، حکومت وقت کے ساتھ وفاداری اور تمام مذاہب کے ساتھ ان کی رواداری کی تعلیم ہے۔ احمدیہ جماعت کے افراد کا یہ عقیدہ ہے کہ جملہ مذاہب سے یکساں سلوک کیا جائے۔ اسی اصول کی بناء پر وہ قادیان کے ہندو اور سکھ یتیموں کی مدد کرتے رہے ہیں۔ اور اب بھی جب کہ جماعت کی مالی حالت بہت کمزور ہو چکی ہے ان یتیموں کی ایک تعداد اپنے وظائف جماعت احمدیہ سے حاصل کر رہی ہے۔''

علامہ اقبال نے 1910ء میں ایک لیکچر میں کہا۔ ''پنجاب میں۔ دینی۔ سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔'' (ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر ص 18-17 ترجمہ مولانا ظفر علی خان)

مسٹر محمد اسلم جرنلسٹ

[i] ''......میں بہت عرصہ سے احمدی جماعت سے برادرانہ الفت و محبت رکھنے کا اس وجہ سے عادی ہو گیا تھا کہ اس جماعت کے اکثر افراد بمقابلہ باقی اسلامی فرقوں کے زہد و تقویٰ میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ اور ان میں اسلام کی محبت کا جوش ایک صادقانہ پہلو لئے ہوئے ہے۔ اس لئے اکثر میرے دل میں احمدی جماعت کے مرکز قادیان کو دیکھنے کا شوق رہتا تھا۔ جس کی تحریک مجھ سے چند مرتبہ میرے بعض احمدی دوست بھی کر چکے تھے......عالمِ اسلام کی خطرناک تباہ انگیزیوں نے مجھے اس اصول پر قادیان جانے پر مجبور کیا کہ احمدی جماعت جو بہت عرصہ سے یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ وہ دنیا کو تحریری و تقریری جنگ سے مغلوب کر کے اسلام کا حلقہ بگوش بنائے گی۔ آیا وہ ایسا کرنے کی اہلیت رکھتی ہے......اس تصوّر کی زبردست کشش نے آخر کار گذشتہ ہفتہ میں مجھے امرتسر سے کھینچ کر قادیان میں لے جا کھڑا کر دیا۔ جہاں میں اور میرا رفیق مولوی ضیاء اللہ صاحب بٹالہ کے اسٹیشن سے بذریعہ یکّہ قادیان میں پہنچے اور مفتی محمد صادق صاحب کے مہمان بنے۔

[ii] مولوی نور الدین صاحبؓ جو بوجہ مرزا صاحبؑ کے خلیفہ ہونے کے اس وقت احمدی جماعت کے مسلمہ پیشوا ہیں۔ جہاں تک میں نے دو دن ان کی مجالسِ وعظ و درس قرآن شریف میں رہ کر ان کے کام کے متعلق غور کیا۔ وہ نہایت پاکیزہ اور محض خالصۃً للہ کے اصول پر نظر آیا۔ کیونکہ مولوی صاحب کا طرزِ عمل قطعاً ریا و منافقت سے پاک ہے۔ اور ان کے آئینہ دل میں صداقت اسلام کا ایک ایسا زبردست جوش ہے جو معرفت توحید کے شفاف چشمہ کی وضع میں قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر کے ذریعہ ہر وقت ان کے بے ریا سینے سے اُبل اُبل کر تشنگان معرفت توحید کو فیضیاب کر رہا ہے۔ اگر حقیقی اسلام قرآن مجید ہے تو قرآن مجید کی صادقانہ محبت جیسی کہ مولوی صاحب موصوف میں مَیں نے دیکھی ہے اور کسی شخص میں نہیں دیکھی''

[iii] صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ سے بھی مل کر ہمیں از حد مسرت ہوئی۔ صاحبزادہ صاحب نہایت ہی خلیق اور سادگی پسند انسان ہیں۔ علاوہ خوش خلقی کے کہیں بڑی حد تک معاملہ فہم و مدبر بھی ہیں۔ علاوہ دیگر باتوں کے جو گفتگو صاحبزادہ صاحب موصوف کے اور میرے درمیان ہندوستان کے مستقبل پر ہوئی۔ اس کے متعلق صاحبزادہ صاحب نے جو رائے اقوام عالم کے زمانہ ماضی کے واقعات کی بناء پر ظاہر فرمائی۔ وہ نہایت ہی زبردست مدبرانہ پہلو لئے ہوئے تھی.......... صاحبزادہ صاحب کا زہد و اتقا اور ان کی وسعت خیالانہ سادگی ہمیشہ مجھے یاد رہے گی۔۔'' علاوہ اس کے میں نے قادیان کی احمدی جماعت کی اس جدوجہد کو دو دن میں بکمال غور وخوض دیکھا۔ جو وہ مدرسہ احمدیہ اور ہائی سکول کے قیام کے ذریعہ دنیا میں حقیقی اسلامی قوم پیدا کرنے کا مدعی بن کر کر رہی ہے۔ اس اپنے پروگرام کو پورا کرنے کی مستعدی میں احمدی جماعت قابل مبارکبادی کے ہے۔ کیونکہ جہاں ہائی سکول میں مسلمان طالب علموں کو مروجہ دنیاوی علوم کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ وہاں نہایت ہی اعلیٰ پیمانے پر قرآن مجید کی باقاعدہ مفسرانہ تعلیم کے ذریعے حقیقی فلسفۂ اسلام سے ان کے دل و دماغ معمور کئے جا رہے ہیں۔ علاوہ اپنے لائق ماسٹروں و ٹیوٹروں سے اسلامی تعلیم و تہذیب کے سیکھنے کے ہر ایک ہائی سکول کا طالب علم نماز عصر کے بعد نماز شام تک مولوی نورالدین صاحبؓ کے آگے بڑی مسجد میں ان کے باقاعدہ درسِ قرآن شریف کے وقت زانوئے شاگردی طے کرنے کو پابند کیا گیا ہے..........''

[iv] ''عام طور پر قادیان کی احمدی جماعت کے افراد کو دیکھا گیا تو انفرادی طور پر ہر ایک کو توحید کے نشے میں سرشار پایا گیا۔ اور قرآن مجید کے متعلق جس قدر صادقانہ محبت میں نے قادیان میں دیکھی کہیں نہیں دیکھی۔ صبح کی نماز منہ اندھیرے چھوٹی مسجد میں پڑھنے کے بعد جو میں نے گشت کی تو تمام احمدیوں کو میں نے بلاتمیز بوڑھے و بچے اور نوجوانوں کو لیمپ کے آگے قرآن مجید پڑھتے دیکھا۔ دونوں احمدی مسجدوں میں دو بڑے گروہوں اور سکول کے بورڈنگ میں سینکڑوں لڑکوں کی قرآن خوانی کا مؤثر نظارہ مجھے عمر بھر یاد رہے گا۔ حتیٰ کہ احمدی جماعت کے تاجروں کا صبح سویرے اپنی اپنی دوکانوں اور احمدی مسافر مقیم مسافر خانے کی قرآن خوانی بھی ایک نہایت پاکیزہ سین پیدا کر رہی تھی۔ گویا صبح کو مجھے معلوم ہوتا تھا کہ قدسیوں کے گروہ در گروہ آسمان سے اتر کر قرآن مجید کی تلاوت کر کے نوعِ انسان پر قرآن مجید کی عظمت کا سکہ بٹھانے آئے ہیں۔ غرض احمدی قادیان میں مجھے قرآن ہی قرآن نظر آیا..........''

[v] ''مرزا صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کی قبر کو بھی جا کر دیکھا۔ جس پر کوئی عالیشان یا معمولی روضہ نہیں بنایا گیا۔ اپنے گردونواح کی قبروں سے اسے کسی قسم کی نمایاں خصوصیت نہیں تھی۔ اور نہ کسی مجاور یا خاکروب کو وہاں پایا...... میں نے نہایت غور اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر قبر کے سرہانے کو دیکھا کہ کہیں پرستش کی جانے والی قبروں کی طرح اس قبر پر بھی چراغ جلایا جاتا ہو۔ مگر میں نے اس کا کوئی نشان نہ پایا۔ علاوہ اس کے میرے روبرو نہ تو مولوی نورالدین صاحب سے کسی نے تعویذ لینے کی استدعا کی۔ اور نہ خود بخود کسی سائل یا مریض کو انہوں نے لکھ کر دیا اور نہ کسی پر جھاڑ پھونک کی۔ پس ہر ایک معاملے میں علاوہ بیماریوں کے علاج بتانے کے خداوند تعالیٰ سے دعائیں مانگنے کا راز اور تھا جس کے لئے مولوی نورالدین صاحب نے اپنے آپ کو مخصوص نہیں بنا رکھا۔

[vi] ''جو کچھ میں نے احمدی قادیان میں جا کر دیکھا۔ وہ خالص اور بے ریا توحید پرستی تھی۔ اور جس طرف نظر اٹھتی تھی۔ قرآن ہی قرآن نظر آتا تھا۔ غرض قادیان کی احمدی جماعت کو عملی صورت میں اپنے اس دعوے میں کہیں بڑی حد تک سچا ہی پایا۔ کہ وہ دنیا میں اسلام کو پر امن صلح کے طریقوں سے تبلیغ و اشاعت کے ذریعے ترقی دینے کے اہل ہیں۔ اور وہ ایسی جماعت ہے جو دنیا میں عموماً قرآن مجید کے خالصۃً للہ پیرو اور اسلام کی فدائی ہے۔ اور اگر تمام دنیا اور خصوصاً ہندوستان کے مسلمان یورپ میں اشاعت اسلام کے ان اداروں کی عملاً مدد کریں تو یقیناً یورپ آفتابِ اسلام کی نورانی شعاعوں سے منور ہو جائے گا.......... میں صرف اپنے مذکورہ بالا خیال کی کشش کے باعث وہاں گیا۔ اور احمدی جماعت کو اس کے اہل پایا۔ اور اسے خالص اسلامی جماعت کے جلوے میں دیکھا۔ خواہ اس جماعت کا بانی اپنے ذاتی دعوے میں حق بجانب تھا یا نہیں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں مگر عالمگیر اسلامی اصول کی بناء پر اس نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔ اور اسلام کی خدمت کو عملی طور پر کام کرنے والے زبردست مشن کی بنیاد دنیا میں ڈال گیا ہے۔ اس اصول پر مرزا صاحبؑ کی بہت بڑی بھاری عزت میرے دل میں پیدا ہو گئی ہے۔ اور انہیں میں اسلام کا سچا خادم تسلیم کرتا ہوں۔'' (بحوالہ اخبار بدر 13 مارچ 1931ء)

شری بلایوتر صاحب ایڈیٹر۔''راہی'' دہلی کے تأثرات

''دنیائے جہان میں کچھ شخصیتیں ایسی اتری ہیں جو ہمیشہ ہمیش کے لئے اپنے نقش عوام کی راہنمائی کے لئے چھوڑ جاتی ہیں۔ چنانچہ قادیان بھی ایسی ہی ایک شخصیت کا نقش ہے۔جس سے لوگ ایسا درس حاصل کر سکتے ہیں۔ جو انہیں اس حقیقی منزل کی طرف لے جا سکے جہاں محبت، اخوت ورواداری ہے۔کاش میرے ملک کے لوگ اس منارہ سے جو آسمان کی بلندیوں تک پہنچ کر ان کو سچی روشنی عطا کرتا ہے۔ وہ روشنی حاصل کرتے جس سے ان کی دلی کدورتیں مٹ جاتیں اور وہ باہم مل جل کر زندگی بسر کرنا سیکھتے۔خیر میرا یقین ہے کہ قادیان میں تعمیر شدہ منار صلح وآشتی کا پیغام دیتا رہے گا۔''

(اخبار بدر قادیان مورخہ 28/مارچ 1955ء)

پادری زویمر آف امریکہ

''ہمارا استقبال نہایت گرمجوشی کے ساتھ کیا گیا۔ ہمیں گھنٹوں کی بجائے دنوں تک قادیان میں ٹھہرنے کی دعوت دی اور ہماری پوری خاطر ومدارت کی گئی۔اور ہم نے اس جگہ کے مقامات کو دیکھا۔مثلاً چھاپہ خانہ۔صیغہ ڈاک صیغہ ترسیل۔مدرسہ احمدیہ لڑکیوں اور لڑکوں کے مدارس۔اشاعت وتبلیغ میں ایک سرگرم گروہ۔ یہاں سے نہ صرف ریویو آف ریلیجنز ہی شائع ہوتا ہے۔ بلکہ تین اور میگزین بھی یہاں سے نکلتے ہیں۔اور لنڈن پیرس۔ برلن۔ شکاگو۔سنگاپور۔اور تمام مشرق قریب کے ساتھ خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہے۔چھوٹے چھوٹے دفاتر ہر قسم کے دستیاب ہونے والے سامان مختلف قسم کی انسائیکلو پیڈیا۔ڈکشنریوں اور عیسائیت کے خلاف لٹریچر سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ ایک اسلحہ خانہ ہے جو ناممکن کو ممکن بنانے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔اور ایک زبردست عقیدہ ہے۔جو پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا دیتا ہے۔'' (یہ رپورٹ رسالہ چرچ مشنری ریویو لنڈن میں 1931ء میں شائع ہوئی)

مولانا ابوالکلام آزاد کے برادر مکرم ابوالنصر مولانا غلام یٰسین آہ کی قادیان میں آمد۔اپریل 1905ء

انہی دنوں جب کہ حضورؑ خدام سمیت اپنے باغ میں قیام پذیر تھے۔مولانا ابوالکلام آزاد کے بھائی ابوالنصر صاحب قادیان میں تشریف لائے۔وہ جو اثرات اپنے دل میں لے کر گئے۔ان کا ذکر انہوں نے اخبار''وکیل''امرتسر میں شائع کیا۔

[i] ''میں نے اور کیا دیکھا۔قادیان دیکھا۔مرزا صاحبؑ سے ملاقات کی۔مہمان رہا۔مرزا صاحب کے اخلاق اور توجہ کا مجھے شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ میرے منہ میں حرارت کی وجہ سے چھالے پڑ گئے تھے۔اور میں شور غذائیں کھا نہیں سکتا تھا۔مرزا صاحبؑ نے (جب کہ دفعتاً گھر سے باہر تشریف لے آئے تھے) دودھ اور پاؤ روٹی تجویز فرمائی۔آج کل مرزا صاحبؑ قادیان سے باہر ایک وسیع اور مناسب باغ میں (جو خود انہیں کی ملکیت ہے) قیام پذیر ہیں۔ بزرگان ملت بھی وہیں ہیں۔قادیان کی آبادی قریباً تین ہزار آدمیوں کی ہے مگر رونق اور چہل پہل بہت ہے۔ بلند عمارت تمام بستی میں صرف ایک ہی عمارت ہے............رستے کچے اور ناہموار ہیں۔ بالخصوص وہ سڑک جو بٹالہ سے قادیان تک آتی ہے اپنی نوعیت میں سب پر فوق لے گئی ہے۔آتے ہوئے یکہ میں مجھے جس قدر تکلیف ہوئی تھی۔نواب صاحب کے رتھ نے لوٹنے کے وقت اس میں نصف کی تخفیف کر دی۔اگر مرزا صاحبؑ کی ملاقات کا اشتیاق میرے دل میں موجزن نہ ہوتا تو شاید آٹھ میل تو کیا آٹھ قدم بھی میں آگے نہ بڑھ سکتا۔اکرام ضیف کی صفت خاص اشخاص تک محدود نہ تھی۔چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر ایک نے بھائی کا سا سلوک کیا اور مولانا حاجی حکیم نورالدین صاحب جن کے اسم گرامی سے تمام انڈیا واقف ہے اور مولانا عبدالکریم صاحب جن کی تقریر کی پنجاب میں دھوم ہے۔مولوی مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر جن کی تحریروں سے کتنے انگریز یورپ میں مسلمان ہو گئے ہیں۔''

[ii] ''مرزا صاحبؑ کی صورت نہایت شاندار ہے جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے۔آنکھوں میں ایک خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے اور باتوں میں ملائمت ہے۔طبیعت منکسر مگر حکومت خیز۔مزاج ٹھنڈا مگر دلوں کو گرما دینے والا۔ بردباری کی شان نے انکساری کی کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے۔ گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے گویا متبسم ہیں۔رنگ گورا ہے۔ بالوں کو حنا کا رنگ دیتے ہیں جسم مضبوط اور محنتی ہے۔سر پر پنجابی

وضع کی سفید پگڑی باندھتے ہیں۔ پاؤں میں جراب اور دیسی جوتی ہوتی ہے۔عمر تقریباً 66 سال کی ہے۔مرزا صاحبؑ کے مریدوں میں میں نے بڑی عقیدت دیکھی اور انہیں خوش اعتقاد پایا۔میری موجودگی میں بہت سے معزز مہمان آئے ہوئے تھے۔جن کی ارادت بڑے پایہ کی تھی اور بے حد عقیدت مند تھے۔مرزا صاحبؑ کی وسیع الاخلاقی کا یہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے کہ اثنائے قیام کی متواتر نوازشوں کے خاتمہ پر بایں الفاظ مجھے مشکور ہونے کا موقعہ دیا۔''ہم آپ کو اس وعدہ پر اجازت دیتے ہیں کہ آپ پھر آئیں اور کم از کم دو ہفتے قیام کریں۔''(اس وقت کا تبسم ناک چہرہ اب تک میری آنکھوں میں ہے)میں جس شوق کو لے کر گیا تھا۔ساتھ لایا اور شاید وہی شوق مجھے دوبارہ لے جائے۔واقعی قادیان نے اس جملہ کو اچھی طرح سمجھا ہے۔''

وَحَسِّنْ خُلُقَكَ وَلَوْ مَعَ الْكُفَّارِ

حکومت ہند نے جو معلومات اپنے سفیر مقیم ماریشس کو احمدی جماعت کے متعلق بھجوائیں وہ ماریشس کے اخبار Le Progress Islamique مورخہ 58-3-15 میں شائع ہوئیں۔ان کا ایک حصہ درج ذیل ہے:

''جماعت احمدیہ قادیان ایک مستعد اور باعمل جماعت ہے اور دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔اس کی تنظیم بہت مضبوط اور متحد ہے............ جماعت احمدیہ کے مرد سو فیصدی تعلیم یافتہ ہیں۔اور ان کی عورتیں 75 فیصدی پڑھی ہوئی ہیں جو پردہ دار اسکولوں میں تعلیم حاصل کرتی ہیں۔جماعت میں باہمی تعاون اور یک جہتی کا بے پناہ جذبہ پایا جاتا ہے۔قادیان کے احمدیوں کے سامنے ایک پروگرام ہے جس پر ان کی طاقتیں خرچ ہوتی ہیں۔باوجود اس کے کہ سماجی طور پر ان کے اصول پرانے ہیں۔لیکن وہ جدید طریقوں کو اپنائے ہوئے ہیں اور وہ قادیان میں پرانی یادگاروں کو اب بھی زندگی کے احساس سے دیکھتے ہیں۔سب احمدی پرجوش مبلغ ہیں۔سیاسی لحاظ سے قادیان کے احمدی خالص طور پر غیر جانبدار اور غیر فرقہ وارانہ ہیں۔اور وہ ہر ایسی گورنمنٹ کی امداد اور اس سے تعاون کرتے ہیں۔جس کے وہ ماتحت رہیں۔''

اخبار دی سینٹینل (The Sentinel) رانچی مورخہ 14 جولائی 1951 میں لکھتا ہے

''قادیان کے نور و برکت کی حد بندی کرنے کی ضرورت نہیں۔تمام دنیا اس کو براہ راست یا بالواسطہ جانتی ہے۔کچھ عرصہ پیشتر یہ مقام زاویہ گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔لیکن 61 سال پہلے ایک روحانی کیفیت اس تہذیب کے لحاظ سے پسماندہ جگہ میں ظاہر ہوئی۔اس کا ظہور (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود میں ہوا۔کاؤنٹ ٹالسٹائے (روسی مفکر) بھی ان لوگوں میں سے تھے جو آپ کے افکار عالیہ سے سیراب ہوئے۔انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ 'جو شخص قادیان سے کلام کر رہا ہے وہ کوئی معمولی فانی انسان نہیں............'اس پس منظر کے ساتھ ہمیں چاہئے کہ ہم موجودہ قادیان کا نظارہ کریں تا کہ ہمیں اس میں رہنے والے احمدیوں کے صبر و استقلال ایمان اور انجام کا علم ہو سکے(ہندوستان کے) احمدیوں کی پورے طور پر جانچ پڑتال کی گئی ہے۔ان کی حکومت کے ساتھ وفاداری کسی طرح مشتبہ نہیں اور نہ ہی کوئی کدورت یا غیر مخلصانہ رنگ ان میں پایا جاتا ہے۔یہ نہیں ہوسکتا کہ ان کے دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ۔حکومتِ ہند کے وفادار ہیں۔دل کی گہرائیوں سے،اپنی انگلیوں کی پوروں تک۔بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ تمام دنیا میں جس جس حکومت کے ماتحت رہتے ہیں اس کے وفادار ہیں۔اور جملہ پیشوایان مذہب کا احترام و عزت کرنا ان کے بنیادی اصولوں میں داخل ہے۔''

پادری ایچ کریمر امریکن مشنری

''............جماعت احمدیہ میں نئی زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔اور اس لحاظ سے یہ جماعت قابل توجہ ہے یہ لوگ اپنی توجہ اور طاقت تبلیغ اسلام پر خرچ کررہے ہیں۔اور سیاست میں حصہ نہیں لیتے۔ان کا عقیدہ ہے کہ انسان جس حکومت کے ماتحت ہو اس سے وفادار رہے۔اور وہ صرف اس بات کی پرواہ کرتے ہیں کہ کونسی حکومت کے ماتحت ان کو تبلیغ اسلام کے مواقع اور سہولتیں حاصل ہیں۔اور وہ اسلام کو ایک مذہبی گروہ یا سیاسی نقطۂ نگاہ سے نہیں دیکھتے۔بلکہ اس کو محض صداقت اور خالص حق سمجھ کر تبلیغ کے لئے کوشاں ہیں۔اس لحاظ سے یہ جماعت فی زمانہ مسلمانوں کی نہایت عجیب جماعت ہے۔اور مسلمانوں میں صرف یہی ایک جماعت ہے جس کا واحد مقصد صرف تبلیغ اسلام ہے......ان لوگوں میں قربانی کی روح اور تبلیغ اسلام کا جوش اور اسلام کے

لئے سچی محبت کو دیکھ کر بے تحاشا صد آفرین نکلتی ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحبؑ ایک زبردست شخصیت کے آدمی تھے............میں جب قادیان گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں لوگ اسلام کے لئے جوش اور اسلام کی آئندہ کامیابی کی امیدوں سے سرشار ہیں............ان کو اس بات پر ناز ہے کہ وہ دنیا میں سچائی کا اعلان کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔اور وہ اسلام کی محبت میں اس قدر اندھے اور مجنون ہو رہے ہیں کہ جس قدر انسانی قلب کے لئے ممکن ہو سکتا ہے............میرا خیال ہے کہ قادیانی جماعت آئندہ اسلام کا ایک علیحدہ فرقہ بن جائے اور اس طرح وہ عام مسلمانوں کی حالت پر آئندہ زیادہ اثر نہ ڈال لے............اس جماعت کا اثر اس کے اعداد وشمار سے بہت زیادہ وسیع ہے۔مذہب میں ان کا طرز استدلال بہت سے تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اختیار کر لیا ہے۔اور وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں میں رہتے ہوئے احمدیوں کا علم کلام عقلاً ماننا پڑتا ہے............'' (مسلم ورلڈ اپریل 1931ء)

سردار ارجن سنگھ ایڈیٹر اخبار رنگین امرتسر

''قادیان ابھی تھوڑا عرصہ گزرا ایک معمولی گاؤں تھا۔جب مرزا غلام احمد صاحبؑ نے نبوت ومہدویت کا دعویٰ کیا۔قادیان کو کوئی پنجاب میں بھی نہ جانتا تھا۔بلکہ شاید خود ضلع گورداسپور میں اس گاؤں کو کوئی خاص شہرت واہمیت حاصل نہ تھی۔لیکن مرزا صاحبؑ کے ظاہر ہونے کے بعد نہ صرف یہ کہ یہ گاؤں ایک عالی شان قصبہ بن گیا بلکہ آج یہ گاؤں ساری دنیا میں شہرت حاصل کر چکا ہے۔اور دنیا کے دور دراز حصوں میں اس گاؤں کی شہرت ہو چکی ہے۔قادیان بٹالہ سے بارہ میل فاصلہ پر واقع ہے۔یہاں بٹالہ سے ایک کچی سڑک کے ذریعہ آمد ورفت تھی۔مگر مرزا جی کے مرید کہتے ہیں کہ مرزا جی نے کئی سال ہوئے کہا تھا کہ اس گاؤں میں ریل جاری ہوگی۔اور اس گاؤں کی شہرت ساری دنیا میں پھیل جاوے گی۔چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ میرزا جی کے اس کہنے کے مطابق قادیان ساری دنیا میں مشہور ہو چکا ہے۔اور یہاں ریل بھی جاری ہو چکی ہے۔قادیان کے اردگرد عالیشان کوٹھیوں اور فلک بوس عمارتوں کا جو سلسلہ جاری ہو چکا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ تھوڑے سے عرصے میں قادیان ہندوستان کے مشہور شہروں میں شمار ہونے لگے گا'' (از سیر قادیان)

''یہ واقعہ انتہائی دلچسپ ہے کہ جب مشرقی پنجاب میں خونریزی کا بازار گرم تھا۔مسلمانوں کا مسلمان ہونا ہی ناقابل تلافی جرم تھا۔مشرقی پنجاب کے کسی ضلع کے کسی مقام پر بھی کوئی مسلمان باقی نہ رہا اور یا تو پاکستان چلے گئے یا قتل کر دیئے گئے تو............قادیان میں چند درویش صفت احمدی تھے............جنہوں نے اپنے مقدس مذہبی مقامات چھوڑنے سے انکار کر دیا۔اور انہوں نے ننگ شرافت لوگوں سے ننگ انسانیت مظالم برداشت کئے اور جن کو بلاخوف تردید مجاہد قرار دیا جا سکتا ہے۔اور جن پر آئندہ کی تاریخ فخر کرے گی۔کیونکہ امن اور آرام کے زمانہ میں تو ساتھ دینے والی تمام دنیا ہوا کرتی ہے۔ان لوگوں کو انسان نہیں فرشتہ قرار دیا جانا چاہئے۔جو اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر اپنے شعار پر قائم رہیں اور موت کی پروانہ کریں۔اب بھی۔۔۔قادیان کے درویشوں کے اُسوہ حسنہ کا خیال آتا ہے تو عزت اور احترام کے جذبات کے ساتھ گردن جھک جاتی ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ ایسی شخصیتیں ہیں جن کو آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے قرار دینا چاہئے۔ (اخبار ریاست دو دسمبر 1957ء)

اخبار تیج دہلی میں ایک جوشیلے آریہ سماجی نے لکھا:

تمام دنیا کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ ٹھوس اور مسلسل تبلیغی کام کرنے والی طاقت صرف جماعت احمدیہ ہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم سب سے زیادہ اسی کی طرف سے غافل ہیں۔۔۔۔بلا مبالغہ احمدیہ تحریک ایک خوفناک آتش فشاں پہاڑ ہے جو بظاہر اتنا خوفناک معلوم نہیں ہوتا مگر اس کے اندر ایک تباہ کن اور سیال آگ کھول رہی ہے جس سے بچنے کی کوشش نہ کی گئی تو کسی وقت موقعہ پا کر ہمیں بالکل جھلس دیگی۔

مولوی ظفر علی ایڈیٹر زمیندار لکھتے ہیں:

مسلمانان جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں جو ایثار۔کمربستگی۔نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے۔وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانے میں بے مثال نہیں تو بے انداز عزت اور قدردانی کے قابل ضرور ہیں۔جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس وحرکت ہیں۔اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت اسلام کر کے دکھا دی۔ (زمیندار 24 جون 1923)

ملک کے مشہور صحافی سردار دیوان سنگھ صاحب:

مفتون ایڈیٹر اخبار ریاست دہلی کو جماعت احمدیہ کے ساتھ جو عقیدت اور حسن ظن پیدا ہوا۔اس کی ابتدا بھی ایک چھوٹے سے واقعہ سے ہوئی۔انہوں نے عندالملاقات بیان کیا کہ مجھے گھر کے کام کے لئے ایک نوکر کی ضرورت تھی۔میں نے احمدیہ جماعت کی امانت و دیانت کی شہرت کے پیش نظر ایک احمدی لڑکا جس کی عمر گیارہ سال کے قریب تھی اپنے ہاں ملازم رکھا۔وہ کچھ عرصہ تک میرے گھر کا سودا سلف اور گھر کا دیگر نجی کام مستعدی سے کرتا رہا۔ایک دفعہ میں نے اس کو چالیس روپے کے قریب دئے اور بعض اشیاء خریدلانے کے لئے کہا۔وہ اشیاء خریدنے کے لئے بازار تو چلا گیا لیکن واپس نہ لوٹا۔مجھے اس بات کی بہت تکلیف ہوئی کہ یہ لڑکا احمدی ہونے کے باوجود دھوکہ دے کر چلا گیا ہے۔میرے دل میں کئی قسم کے توہمات جماعت احمدیہ کے متعلق پیدا ہوتے رہے۔اس واقعہ پر کئی ماہ گزر گئے تو مجھے اس لڑکے کا خط ملا جس میں اس نے لکھا تھا کہ جب میں سودا لینے کے لئے گھر سے نکلا تو مجھے اپنی والدہ کی تشویشناک علالت کا تار ملا۔میں اس پریشانی اور غم کی وجہ سے نہ آپ کو اطلاع دے سکا اور نہ ہی آپ کی رقم واپس کر سکا اور والدہ کی عیادت کے لئے چلا آیا۔اس وقت سے اب تک اپنی والدہ کی خدمت و بیمار پرسی کرتا رہا۔اب چند روز پہلے میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔مجھے بہت شرمندگی ہے کہ میرے اچانک بغیر اطلاع چلے آنے سے آپ کو تکلیف ہوئی ہوگی اب میرے حالات آپ کی ملازمت کرنے کے قابل نہیں لہٰذا میں آپ کی رقم جو لایا تھا وہ بذریعہ منی آرڈر واپس ارسال کر رہا ہوں۔سردار صاحب نے بتایا کہ یہ خط پڑھ کر مجھے اس بچے کی امانت اور دیانت کے متعلق بڑی خوشی ہوئی اور احمدیہ جماعت کے متعلق میرا جو خوش کن تصور تھا وہ اور بھی پختہ ہو گیا۔بعد میں کئی احمدی احباب سے مراسم پیدا ہوئے اور احمدیہ جماعت کے متعلق میرا خیال زیادہ سے زیادہ اچھا ہوتا گیا۔کیونکہ یہ جماعت اپنی امانت، دیانت اور رواداری میں ایک خاص مقام رکھتی ہے۔''

(الفرقان۔درویشان قادیان نمبر 1963۔ص۔55-54)

جناب مولانا عبدالحکیم صاحب شرر فرماتے ہیں:

''احمدی مسلک شریعت محمدیہ کو اسی قوت اور شان سے قائم رکھ کر اس کی مزید تبلیغ واشاعت کرتا ہے۔خلاصہ یہ کہ بابیت اسلام کو مٹانے کو آئی ہے اور احمدیت اسلام کو قوت دینے کے لئے اور اسی کی برکت ہے کہ باوجود چند اختلافات کے احمدی فرقہ اسلام کی سچی اور پرجوش خدمت ادا کرتے ہیں جو دوسرے مسلمان نہیں کرتے۔''

(رسالہ دلگداز بابت ماہ جون 1906)

''اس وقت ہندوستان میں جتنے فرقے مسلمانوں میں ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندووں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے ہیں صرف ایک احمدی جماعت ہے۔جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جماعت سے مرعوب نہیں اور خالص اسلامی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔''

(اخبار مشرق ستمبر 1927)

''گھر بیٹھ کر احمدیوں کو برا بھلا کہہ لینا نہایت آسان ہے لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مبلغین انگلستان اور امریکہ و یورپین ممالک میں بھیج رکھے ہیں۔کیا ندوۃ العلماء دیوبند فرنگی محل اور دوسرے علمی اور دینی مرکزوں سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بھی تبلیغ واشاعت حق کی سعادت میں حصہ لیں کیا ہندوستان میں ایسے متمول مسلمان نہیں ہیں جو چاہیں تو بلا دقت ایک ایک مشن کا خرچ اس طرح سے دے سکتے ہیں۔یہ سب کچھ ہے لیکن افسوس کہ عزیمت کا فقدان ہے فضول جھگڑوں میں وقت ضائع کرنا اور ایک دوسرے کی پگڑی اچھالنا آج مسلمانوں کا شعار ہو چکا ہے۔''

(زمیندار 17 دسمبر 1927)

1951 کی بات ہے کہ ہمارے چند درویش امرتسر گئے۔جب وہ ہال بازار سے گزر رہے تھے تو ایک چھوٹے قد کا شخص ان سے ملاقاتی ہوا۔وہ ایک ا سکول میں ڈرائنگ ماسٹر تھا۔اور اس نے وفور محبت سے سب سے معانقہ کیا اور انہیں اپنے گھر لے گیا۔وہاں جا کر اس نے کہا میں احمدیہ جماعت کے اخلاق حسنہ سے بہت متاثر ہوں۔تقسیم ملک سے کئی سال پہلے میں شام کی گاڑی سے قادیان پہنچا مجھے ڈاکٹر عبدالرحمان صاحب موگا کے گھر جانا تھا مجھے ان کے گھر کا پتہ معلوم نہ تھا۔رات اندھیری اور آسمان ابر آلود تھا۔جب میں پلیٹ فارم سے باہر آیا تو میرے سامنے دس گیارہ سال کا ایک احمدی بچہ کھڑا تھا۔میں نے اس سے کہا کہ میں نے ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب موگا کو ملنا ہے۔کیا تم بتا سکتے ہو کہ ان کا مکان کس محلہ میں ہے۔اس نے کہا کہ ڈاکٹر

صاحب کا مکان محلہ دار الشکر میں ہے۔لیکن اس اندھیری رات میں آپ کا اس محلہ میں پہنچنا اور مکان کی تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔میں خود آپ کیساتھ جا کران کے مکان پر پہنچا آتا ہوں۔ چنانچہ اس نے میرا بیگ اٹھالیا اور مجھے ڈاکٹر صاحب کے مکان تک لے آیا میں نے اس کی بے لوث خدمت کے پیش نظر کچھ نقدی دینی چاہی لیکن اس بچے نے سختی سے انکار کیا اور کہا کہ آپ ہمارے مہمان ہیں آپ کی خدمت اور رہنمائی میرا فرض تھا جو میں نے ادا کیا ہے۔اجرت کا سوال نہیں۔انہوں نے بتایا کہ مجھے یہ واقعہ ساری عمر نہیں بھول سکتا اور جو اثر احمد یہ جماعت کے اخلاق کا مجھ پر ہوا ہے وہ نا قابل فراموش ہے چنانچہ ماسٹر صاحب نے مٹھائی و لیمونیڈ سے ہمارے احباب کی تواضع کی اور بس سٹینڈ تک ان کے ساتھ آئے۔اس کے کچھ عرصہ بعد جب ہمارے کچھ دوست امرتسر گئے تو ان کے خلوص کی وجہ سے ان کی رہائش گاہ پر بھی گئے۔اس وقت ان کی جسمانی حالت اچھی نہ تھی لیکن پھر بھی دوپہر کی گرمی میں ہمارے دوستوں کی تواضع کے انتظام کے واسطے بازار تک گئے۔جب درویش بھائی واپس جانے لگے تو وہ اس بچے کا واقعہ دہراتے ہوئے ان کے ساتھ بس سٹینڈ تک گئے۔دوستوں نے ان کی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ان کو بار بار کہا کہ وہ ساتھ نہ جائیں لیکن انہوں نے کہا جب احمد یہ جماعت کا ایک بچہ مجھے منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے آیا تھا تو میرا بھی فرض ہے کہ میں آپ کو بس کے اڈے تک الوداع کہوں۔بعد ازاں جب کبھی دوستوں کی ان سے ملاقات ہوتی وہ تکلیف اٹھا کر بھی سٹیشن یا بس سٹینڈ تک ہمارے دوستوں کو الوداع کرتے تھے۔''

(الفرقان ربوہ۔۔درویشان قادیان نمبر 1963۔ص53)

مولانا محمد علی صاحب جوہر برادر مولانا شوکت علی صاحب لکھتے ہیں۔

''ناشکر گزاری ہوگی۔اگر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں۔جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر دی ہیں۔یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف تبلیغ اور مسلمانوں کی تنظیم اور تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں۔اور وہ وقت دور نہیں جب کہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل سواد اعظم اسلام کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمت اسلام کے بلند بانگ ودر باطن ،ہیچ دنیاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوا۔''

(اخبار ہمدرد دہلی 26 ستمبر 1927)

روزنامہ۔الفضل۔ربوہ 11 نومبر 2001 میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ایک تحریر منقول ہے۔جو ان کے رسالہ۔ترجمان القرآن۔اگست 1934 کے صفحہ 58-57 پر شائع ہوئی تھی۔مولانا صاحب لکھتے ہیں:

میں اکثر اس پر غور کرتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد کو اپنے مشن میں اس قدر کامیابی حاصل ہوئی۔مجھے مرزا صاحبؑ کی کامیابیوں کا سلسلہ لامتناہی نظر آتا ہے۔اور جس وقت مرزا صاحبؑ کے مخالفین کی نامرادیوں پر غور کرتا ہوں تو وہ بھی بے حد وحساب نظر آتی ہیں۔ایسا کیوں ہے؟ ایک شخص خدا اور اس کے رسول کے مقابلہ پر کھڑا ہوتا ہے، نائبین رسول کو چیلنج کرتا ہے کہ تم سب مل کر بھی میرے مشن کو فیل نہیں کر سکتے کیونکہ خدا کی تائید میرے شامل حال ہے۔تم جب بھی میرے مقابلہ پر آؤ گے ہر مرتبہ ذلیل و نامراد ہوگے اور یہی میرے نبی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ہی ہوتا ہے۔مرزائیوں کی حفاظت کے سامان غیب سے پیدا ہو جاتے ہیں......دوسری طرف مرزائیوں کے مخالفین کی تباہی کے سامان بھی غیب سے ظہور میں آ جاتے ہیں۔ذرا سچے رسول کی ختم نبوت کی حفاظت کرنے والوں کی ناکامیاں اور تباہیاں سامنے لایئے۔کس قدر زوردار تحریک اٹھی تھی اور کیسے ہمیشہ کے لئے ختم ہو کر رہ گئی۔

برصغیر کے معروف صحافی ایڈیٹر جناب دیوان سنگھ مفتون لکھتے ہیں:۔

''ہم کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک دینی شعار کا تعلق ہے ایک معمولی احمدی کا دوسرے (لوگوں) کا بڑے سے بڑا مذہبی لیڈر بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔کیونکہ احمدی ہونے کے لئے لازمی ہے۔کہ وہ نماز۔روزہ۔زکوٰۃ اور دوسرے دینی احکام کا عملی طور پر پابند ہو۔چنانچہ ایڈیٹر ریاست کو اپنی زندگی میں سینکڑوں احمدیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔اور ان سینکڑوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں دیکھا (جو کہ) دینی شعار کا پابند اور دیانتدار نہ ہو۔اور ہمارا تجربہ ہے کہ ایک احمدی کے لئے بددیانت ہونا ممکن ہی نہیں کیونکہ یہ لوگ خدا سے ڈرتے نہیں بلکہ خدا سے بد کتے ہیں۔'' (ریاست دہلی 13 نومبر 1952)

احمدی جماعت

(از علامہ نیاز فتح پوری ایڈیٹر ''نگار'' لکھنؤ)

''اب سے تقریباً 60 سال پہلے کی بات ہے جب ایک مناظرہ کی کتاب سرمہ چشم آریہ میری نگاہ سے گزری۔ اور یہ تھا میرا اولین غائبانہ تعارف اس کتاب کے مصنف جناب مرزا غلام احمد صاحب (بانی جماعت احمدیہ) سے۔ میرے والد کو اس فن سے خاص دلچسپی تھی اور یہ کتاب انہیں کے اشارے میں نے پڑھی تھی۔ یہ زمانہ میری طالب علمی کا زمانہ تھا اور بعض معقولی اساتذہ کے زیر اثر مذہب کا مجادلانہ ذوق میرے اندر بھی نشوونما پا رہا تھا اس لئے یہ کتاب مجھے بہت پسند آئی اور بار بار میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ لیکن یہ مطالعہ صرف کتاب تک ہی محدود رہا اور خود مرزا صاحب کی شخصیت یا انکی مذہبی تبلیغ و اصلاح پر غور کرنے کا موقع نہ مل سکا کیونکہ اس کی اہلیت و فرصت دونوں مجھے حاصل نہ تھیں۔ اوّل تو میں بہت کم سن تھا۔ دوسرے درس نظامی کے قال اقول اور اس کی روایت پرستانہ گرفت سے کہاں چھٹکارا تھا کہ میں آزادی کے ساتھ کسی مسئلہ پر غور کر سکتا۔ تاہم یہ کتاب مرزا صاحب کی وسعت مطالعہ اور قوت استدلال کا بڑا گہرا اثر میرے ذہن وفکر پر چھوڑ گئی، اور عرصہ تک میں اس سے متاثر رہا۔ مجھے نہیں معلوم کہ احمدی تحریک کا آغاز اُس وقت تک ہو چکا تھا یا نہیں، اور اگر ہو چکا تھا تو اس کے مقاصد و دعاوی کیا تھے۔ لیکن اس کے بعد ضرور کوئی نہ کوئی آواز اس جماعت کے متعلق میرے کانوں میں پڑ جاتی تھی، اور وہ آواز یکسر مخالفانہ ہوتی تھی۔

زمانہ گزرتا گیا اور ختم تعلیم کے بعد بھی میں عرصہ تک احمدی تحریک سے بے خبر رہا۔ لیکن اس دوران میں بعض ایسی کتابیں ضرور میری نگاہ سے گزرتی رہیں جو اس تحریک کی مخالفت میں شائع ہوئیں۔ اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ میں ان سے متاثر بھی ہوا۔ لیکن یہ تاثر زیادہ تر سلبی قسم کا تھا ایجابی نہ تھا کیونکہ جو کچھ میں نے سنا وہ مخالفین کی زبانی سنا خود اس جماعت کے لٹریچر کی طرف سے میں بالکل خالی الذہن تھا۔

ان کتابوں نے بعض عجیب وغریب باتیں میرے ذہن نشین کرا دیں تھیں۔ مثلاً یہ کہ جماعت اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتی۔ انکی مسجدیں اور نمازیں جمہور سے علیحدہ اور مختلف ہیں، وہ غیر احمدی جماعتوں سے رشتۂ مصاہرت بھی قائم نہیں کرتے، نیز یہ کہ مرزا صاحب ختم نبوت کے قائل نہ تھے، اپنے آپ کو مثیل مسیح یا مہدی موعود کہتے تھے، وحی الہام کا مہبط بھی قرار دیتے تھے اور برطانوی حکومت کی حمایت حاصل کرنا انکی تحریک کا حقیقی مقصد تھا۔

اس میں شک نہیں کہ اس میں سے بعض باتیں مجھے پسند نہیں آئیں اور میں اس تحریک کو بنظرِ استخفاف دیکھتا رہا۔ لیکن جب اس کے بعد میں نے دائرہ تقلید و روایات سے ہٹ کر غایت مذاہب کا مطالعہ شروع کیا اور انہیں علماء اسلام کے اقوال، افعال و کردار کو سامنے رکھا جو اس تحریک کے سخت دشمن تھے تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر احمدی جماعت گمراہ ہے تو غیر احمدی جماعتیں اور انکے اکثر علماء (خواہ وہ سنی ہوں یا شیعہ، مقلد ہوں یا غیر مقلد، اہل قرآن ہوں یا اہل حدیث) کہیں زیادہ گمراہ ہیں کیونکہ رسول اللہ کو خاتم النبیین ماننے کے بعد بھی وہ اسوۂ نبی کا احترام نہیں کرتے جتنا احمدی جماعت باوجود ''انکار ختم نبوت'' کے (حالانکہ یہ الزام صحیح نہیں) کرتی ہے۔

اگر اسلام کی صحیح روح محض بلندی اخلاق وانسانیت پرستی ہے جس کا تعلق یکسر عملی زندگی سے ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کی ایک بے عمل جماعت کو تو ہم سچا مسلمان سمجھیں اور دوسری باعمل جماعت کو کافر غیر مسلم قرار دیں محض اس لئے کہ اسکا بانی وموسس کچھ ایسی باتیں کہتا ہے جو نا قابل قبول معلوم ہوتی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں جو چند مخصوص شعائر و معتقدات نہ رکھتا ہو لیکن حقیقی مقصود محض اصلاح اخلاق ہے اور عبادات و معتقدات صرف ذریعہ ہیں تمدن و معاشرہ کی تنظیم اور اخوت وانسانیت کی ترویج و اشاعت کا۔ پھر اس حقیقت کے پیش نظر آپ مسلم جمہور اور ان کے علماء کے حالات و کردار کا مطالعہ کریں گے تو صورت حال بالکل واژگوں نظر آئے گی۔ کیونکہ انکے نزدیک اسلام کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ چند مابعد الطبیعاتی عقائد کو تسلیم کر کے رسمی عبادت تسلیم کر لی جائے اور ہیئت اجتماعی کے مسائل خیر وفلاح کو خدا پر چھوڑ دیا جائے۔ حالانکہ خدا نے یہ چیز خود انسان پر چھوڑ دی تھی۔ وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ (سورہ النجم 53:40)

اس سلسلہ میں جب میں نے مسلمانوں کی دوسری جماعتوں کا مطالعہ کیا تو عملی زندگی اور اصلاحی جدوجہد کے لحاظ سے کئی جماعتیں سامنے آئیں۔ بوہرہ، میمن، خوجہ، بہائی اور احمدی۔ ان میں اول الذکر تین جماعتوں کو میں نے نظر انداز کر دیا کیونکہ وہ ایک مخصوص دائرہ کے اندر محدود ہیں جس میں کوئی غیر شخص

داخل نہیں ہوسکتا، بہائیوں کا دائرہ عمل بے شک زیادہ وسیع ہے اور عقائد سے قطع نظر اخلاقی حیثیت سے اسکی وسعت نظر مجھے پسند آئی۔ لیکن چونکہ یہ بھی تحریک ہے اور سرزمین ہند سے اسکا کوئی تعلق نہیں اس لئے اس کی کامیابی یہاں مجھے بہت مستبعد نظر آئی۔ اب رہ گئی تھی صرف احمدی جماعت، سو بے اختیار میرا جی چاہا کہ انکی زندگی کا قریب تر مطالعہ کرنے کی غرض سے خود قادیان میں جاؤں۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ ارادہ فی الحال پورا نہ ہوسکا۔ ممکن ہے کبھی پورا ہوجائے اور ان کا لٹریچر فراہم کرکے اس کا مطالعہ شروع کیا۔ پھر میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ از اوّل تا آخر میں نے اس کا سارا لٹریچر پڑھ لیا ہے۔ لیکن جتنا کچھ میسر آیا وہ بھی نتیجہ تک پہنچنے اور صحیح رائے قائم کرنے کیلئے کافی تھا۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ان کے معتقدات میرے سامنے آئے اور انمیں کوئی بات مجھے ایسی نظر نہ آئی جو جمہور مسلم کے معتقدات کے منافی ہو۔ یعنی مسلمان ہونے کی جو شرطیں دوسری مسلمان جماعتوں میں ضروری قرار دی جاتی ہیں وہی ان کے ہاں بھی ہیں۔ اور ان کے اس عقیدہ کو نظرانداز کردیا جائے کہ مرزا غلام احمد مثیل مسیح یا مہدی موعود تھے تو تمام عقائد و شعار میں یکساں ہیں۔ میں نے انکی تفاسیر دیکھیں، ان کا استناد بالا حادیث دیکھا۔ انکی کتب تاریخ و سیر کا مطالعہ کیا لیکن انمیں کوئی بات ایسی نظر نہیں آئی جو مسلمہ جمہور کے خلاف ہو۔ یہاں تک کہ انکارِ ختم نبوت کا الزام بھی مجھے بالکل غلط نظر آیا۔

رہا دعویٰ مہدیت، سو اس سے انکار کی بھی کوئی وجہ نظر نہیں آئی۔ جب خود کلام مجید سے ہر زمانہ اور ہر قوم میں کسی نہ کسی ہادی و مصلح کا پیدا ہونا ثابت ہے اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مرزا صاحب جھوٹے انسان نہیں تھے وہ واقعی اپنے آپ کو مہدی معہود سمجھتے تھے اور یقیناً انہوں نے یہ دعویٰ ایسے زمانہ میں کیا جبکہ قوم کی اصلاح و تنظیم کیلئے ایک ہادی و مرشد کی سخت ضرورت تھی۔ علاوہ اس کے دوسرا معیار جس سے ہم کسی کی صداقت کو جان سکتے ہیں نتیجہ عمل ہے۔ سو اس باب میں احمدی جماعت کی کامیابیاں اس درجہ واضح اور روشن ہیں کہ اس سے انکے مخالفین بھی انکار کی جرأت نہیں کرسکتے۔

اس وقت دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں انکی تبلیغی جماعتیں اپنے کام میں مصروف نہ ہوں، اور انہوں نے خاص عزت و وقار حاصل نہ کرلیا ہو۔ پھر کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ کامیابیاں بغیر انتہائی خلوص و صداقت کے آسانی سے حاصل ہوسکتی تھیں۔ کیا یہ جذبہ خلوص و صداقت کسی جماعت میں پیدا ہوسکتا ہے۔ اگر اسے اپنے ہادی و مرشد کی صداقت پر یقین نہ ہو؟ اور کیا وہ ہادی و مرشد اتنی مخلص جماعت پیدا کرسکتا تھا اگر وہ خود اپنی جگہ صادق و مخلص نہ ہوتا؟ بہرحال اس سے انکار ممکن نہیں کہ مرزا صاحب بڑے مخلص انسان تھے اور یہ محض انکے خلوص کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کی بے عمل جماعت میں زندگی کا احساس پیدا ہوا اور ایک مستقل حقیقت بن گیا!'' ''دمید دانہ و بالید و آشیانہ گشت''

تحریر ارشد مقصود ملک صاحب۔ منقول از روزنامہ۔ امن۔ کراچی 10 جنوری 1986

[i] ''ایک صدی سے مسلط قادیانی فتنے کو ختم کرنے کی متعدد کوششیں کی گئیں۔ ارض پاکستان میں خون بہا۔ جیلیں آباد ہوئیں۔ گھر جلے۔ نفرتوں کی انمٹ دیواریں وجود میں آئیں مگر یہ فتنہ جوں کا توں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ مہیب صورت میں موجود ہے۔ ایک غیر جانبدار مبصر ہونے کے ناطے۔ میں نے پہروں اس کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور بعض حالات میں مجھے۔ گھر کا بھیدی۔ کی حیثیت حاصل ہے اور ایک قادیانی کی معرفت ان کے امام کے خطبات جمعہ کے کیسٹ سننے کا بھی موقع ملا ہے۔ اس لئے آج کی فرصت میں چند ایک تلخ حقائق پیش کرنا چاہوں گا۔ اور ساتھ ہی میرے نزدیک اس مسئلہ کا جو ممکن حل ہے وہ بھی پیش کرنے کی کوشش کرونگا۔''

[ii] ''سب سے پہلے تو کھلے دل کے ساتھ ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ قادیانی لوگ نہ صرف یہ کہ دین کا ٹھوس علم خود سیکھتے ہیں بلکہ اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی تنظیم کے تحت یہ علم سکھاتے ہیں۔ سخت محنت، جانی و مالی قربانی ان لوگوں کی عادت ثانیہ بن گئی ہے۔ اخلاقی معیار سے متاثر کرنا اور خدمت خلق کرنا ان کا شعار ہے...... اس جماعت کا ہر ممبر اپنے عقائد کی خاموشی سے تبلیغ کرتا ہے جو ان کے اخلاقی حسن کی وجہ سے دل میں گھر کرلیتی ہے۔ ان کا تبلیغی گراف دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا چلا جارہا ہے۔ ان کی تحریک اب ڈھکی چھپی نہیں رہی۔ ہر گلی اور ہر محلے میں ایک دو گھر ان کے ضرور ایسے ہوں گے جو عام طور پر قرآن پاک کی تعلیم سیکھنے اور سکھانے کے لئے مشہور ہیں۔ ان کے پابندی سے اجتماعات ہوتے ہیں۔ جہاں دین اور اپنے فرقے کی تعلیم کو اولیت دی جاتی ہے اور اپنے سادہ طرز زندگی اور متشرع شکل و صورت کی وجہ سے بھی ہر جگہ جلد مقبول ہوجاتے ہیں۔ بیرون ملک، خاص طور پر افریقہ میں انہیں حیرت انگیز ترقی مل رہی ہے۔ یہ وہ تلخ اور ترش حقائق ہیں جن سے ہم اپنی آنکھیں بند کرکے ان کی نفی نہیں کرسکتے۔ اور ہم نے اب تک جو کوششیں کی ہیں ان کا نتیجہ ایک ایسے 'آرڈیننس' کی صورت میں نکلا۔ جس کو ان لوگوں نے دل سے تسلیم ہی نہیں کیا۔''

[iii] ''مجھے معذرت کے ساتھ کہنے دیجئے کے ہمارے علماء کرام نے اس فتنے کا سائنٹیفک طرز پر مقابلہ کرنے کی بجائے گالی گلوچ۔ سبّ وشتم اور الزام تراشی قسم کے حربے استعمال کئے جن کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ قادیانی کلمہ طیبہ کا بیج لگانے یا لکھنے کے الزام میں جیل خانوں میں ڈال دیئے گئے۔ بیسیوں کو زخمی کر دیا گیا۔ درجن کے قریب قادیانیوں کو قتل کر دیا گیا۔ یہ امر بجائے خود خدا کی پکڑ کا موجب بن سکتا ہے کیوں کہ وہ کلمہ طیبہ پڑھ کر خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگ کر مزید مضبوط اور مستحکم ہو رہے ہیں۔ اور اس پر مزید ستم یہ ہے کہ ان کے اکابرین انہیں یہ سبق دے رہے ہیں یہ کہ بالکل اسی قسم کی قربانیاں ہیں جو کفار کے مقابلے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو دینی پڑی تھیں۔ اس طرح اس ساری جدو جہد کا نتیجہ صفر کی شکل میں سامنے آرہا ہے۔ وہ اس طرح کہ ابھی تک قادیانیوں کی طرف سے اس آرڈیننس کو دل سے قبول نہیں کیا گیا۔ وہ پہلے کی طرح بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر پرسکون اور مطمئن ہیں گو یا ان کو کچھ ہوا ہی نہیں۔ گو ان کی عبادت گاہوں سے اذانوں کی آوازیں بلند ہونا بند ہو گئی ہیں۔ ان لوگوں کا کلمہ طیبہ سے پیار کا اظہار اتنا بڑھ گیا ہے کہ اب کوئی مسلمان ان کے کلمے پر ہاتھ اٹھائے بھی تو ایک انجانا سا خوف محسوس ہونے لگتا ہے۔ یہ پہلے سے کہیں زیادہ آزادی سے اپنے عقائد کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ اور سنا گیا ہے کہ لندن میں ایک جدید قسم کا پریس لگا کر دھڑا دھڑ اپنے سلسلہ کی کتب حقائق اشتعال انگیزی پیدا کرنے کے لئے نہیں بلکہ ٹھنڈے دل سے سوچنے اور غور وفکر کرنے کے لئے لکھی گئی ہیں''۔

(پنجاب میں جنت احمدیہ محلہ قادیان (از ڈاکٹر گیان سنگھ صاحب مسکین پردھان پنجابی سبھا ترسکہ امرتسر)

''مغل خاندان کا بادشاہ اپنی کتاب 'توزک جہانگیری' میں لکھتا ہے کہ کشمیر کے خوبصورت اور دل موہ لینے والے خطہ کو آسمان سے نازل شدہ جنت کا خطاب دے دیا ہے۔ جس نے بھی ایک بار اس کو دیکھا اس کا دل ہر سال ہی اس کو دیکھنے کے لئے بیتاب رہتا ہے۔ لیکن اگر آپ نے اس جنت یعنی کشمیر کے دیدار ابھی تک گھریلو مصروفیات کے باعث نہ کئے ہوں تو ترسکہ سے تیس چالیس میل کی دوری پر آسمان سے اتری ہوئی جنت کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور وہ ہے قادیان۔ مجھے ایک روز اس خوبصورت جنت کو دیکھنے کا موقعہ میسر آیا۔ میں ترسکہ سے ہر گوبند پورہ اور ہر چووال ہوتا ہوا فردوس نما قصبہ قادیان میں پہنچا۔ بس سے اتر کر میں ایک فوٹو گرافر کی دوکان پر کھڑا ہو گیا۔ جس کا مالک ایک ہندو تھا میں نے اس سے دریافت کیا کہ بابو جی احمدیہ جماعت کا دفتر کہاں ہے۔ اس نے جھٹ بہت ہی پیار سے سڑک پر کھڑے ہو کر کہا یہ بازار سیدھا احمدیہ چوک کو جائے گا۔ میں اس کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑا۔ راستے میں مجھے ایک سکھ دوست ملے۔ میں نے انہیں ست سری اکال بلا کر دریافت کیا کہ احمدیہ جماعت کا دفتر کس طرف ہے۔ سردار جی نے بڑے پیار سے جواب دیا کہ احمدیہ چوک یہاں سے قریباً بیس پچیس قدم پر ہے۔ وہاں پہنچ کر آپ کسی بھی مسلمان سے احمدیہ دفتر کے بارہ میں دریافت کر لیں۔ سو میں جلدی جلدی احمدیہ چوک میں جا پہنچا۔ ایک مسلمان دوکاندار کو السلام علیکم کہی اور اس سے احمدیہ دفتر کے بارہ میں پوچھا۔ انہوں نے بڑے ہی پیار سے اپنی دوکان پر بٹھا لیا اور دریافت کیا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں۔ جس پر میں نے جواب دیا کہ میں ضلع امرتسر سے آرہا ہوں۔ اس کے میٹھے اور پیارے الفاظ کا میرے دل پر بہت اچھا اثر پڑا۔ اتنی دیر میں ادھر سے ایک چھوٹا سا بچہ گزرا جسے انہوں نے میرے ساتھ بھجوا دیا اور اس لڑکے نے مجھے احمدیہ دفتر میں پہنچا دیا۔

دفتر والوں نے جماعت کے بارے میں میری رہنمائی کی اور سری گورو نانک اور سری گورو گوبند جی مہاراج کے کلام میں مثالیں دے کر اس بات کو میرے ذہن نشین کروایا کہ سب روحانی لوگ انسانوں کا تعلق اللہ سے کروانے آتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے مینار دیکھا۔ دفتر والوں کے نیک برتاؤ کا بھی میرے دل پر بہت اچھا اثر پڑا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ ان سے دیر تک گفتگو کرتا رہوں۔ مگر وقت کی قلت کے باعث میں ایسا کرنے سے محروم رہا۔ اس کے بعد مجھے جنت (بہشتی مقبرہ) دیکھنے کا موقعہ ملا۔ قادیان کے کرمچاریوں نے مجھے بہت ہی پیار کیا۔ جس سے میرا دل باغ باغ ہو گیا۔ میں یوں محسوس کر رہا تھا کہ میں واقعی جنت میں گھوم رہا ہوں۔ اس کے بعد احمدیہ جماعت کے مہمان خانہ میں آیا لنگر خانہ کے کارکنان نے بھی میرے ساتھ جو نیک برتاؤ کیا اس کے نقوش بھی میرے دل میں ابھی تک موجود ہیں۔ مولوی بشیر احمد صاحب کی خوش خلقی بھی میرے دل پر اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ مہمان خانہ میں مجھے ایک کمرہ دے دیا گیا۔ جس میں بجلی کی لائیٹ اور پنکھے وغیرہ کا خاطر خواہ انتظام تھا۔ رات کو کھانے وغیرہ سے میری تواضع کی گئی۔ جماعت احمدیہ کے کارکنان کے میٹھے الفاظ اور ان کے نیک برتاؤ کا نظارہ میرے دل میں بار بار چکر لگا رہا ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ قادیان حقیقت میں جنت ہے۔ اس میں رہائش رکھنے والے احمدی دیوتا (فرشتے) ہیں۔'' (ہفت روزہ بدر 24/جولائی 1969ء)

1946ء تک قادیان ایک نظر میں

قادیان کی بنیادی تعمیر کا آغاز 1530ء میں ہوا۔اس وقت ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے شہنشاہ بابر تخت پر متمکن تھے۔اس وقت برلاس مغلوں کے ایک رئیس مرزا ہادی بیگ دوسو خدام اور اہل وعیال کے ساتھ وارد ہندوستان ہوئے۔اور پنجاب کے علاقہ جو ماجھا کے نام سے مشہور تھا کو اپنا مرکز بنایا۔اس وقت یہ زمین بالکل ایک جنگل اور سنسان پڑی ہوئی تھی۔ابتدائی نام اس گاؤں کا ماجھا تھا پھر اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا۔ بدلتے بدلتے صرف قاضی ماجھی کے نام سے پکارا جانے لگا پھر صرف قاضی بنا اور آخر میں قاضی سے قادیان بن گیا۔قادیان لاہور سے 70 میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

1868ء 18اپریل کو سیالکوٹ سے حضورؑ کی واپسی اور اسی دن حضور کی والدہ چراغ بی بی صاحبہ کا انتقال ہوا۔

1870ء۔قادیان کی آریہ سماج کے سیکریٹری لالہ شرمپت کو قبولیت دعا کا نشان دکھایا جو ایک مقدمہ کے انجام سے تعلق رکھتا تھا۔

1875ء حضرت اقدسؑ کے والد ماجد نے مسجد اقصیٰ قادیان کی بنیاد رکھی۔قطعہ زمین 700روپے میں خریدا گیا۔

اس سال کے آخر میں آپؑ کو روزوں کے مجاہدہ کا ارشاد ہوا۔چنانچہ آپ نے بیت الریاضت میں آٹھ نو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔

1876ء حضرت میر ناصر نواب صاحب کی قادیان میں پہلی بار آمد۔اور محبانہ تعلقات کا آغاز ہوا۔بعد میں آپ حضورؑ کے خسر بنے۔

اسی سال جون میں مسجد اقصیٰ مکمل ہوئی اور اس کے پہلے خادم اور امام میاں جان محمد صاحب مقرر ہوئے۔

اسی سال دو جون حضرت اقدسؑ کے والد صاحب وفات پا گئے اور آپ کو الہام ہوا۔اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔

جو امرتسر سے ایک انگوٹھی پر کندہ کروایا۔اس پر پانچ روپے خرچ آئے۔

1877ء حضورؑ کے خلاف پہلا مقدمہ ایک عیسائی رلیارام کی طرف سے ہوا جو مقدمہ ڈاکخانہ کے نام سے مشہور ہے۔حضور کی راست گفتاری کا زبردست نمونہ۔وکلاء کی ترغیب کے باوجود حضرت اقدسؑ نے جھوٹ بولنے سے انکار کر دیا اور مقدمہ کا فیصلہ آپ کے حق میں ہوا۔

1879ء آپ نے براہین احمدیہ کی تصنیف کا آغاز فرمایا۔اس کے پہلے دو حصے 1880ء میں شائع ہوئے

1882ء اس سال مارچ میں حضرت اقدسؑ کو ماموریت کا پہلا الہام ہوا۔جو کم وبیش ستر فقرات پر مشتمل تھا۔

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کو کشمیر میں حضرت مسیح موعودؑ کے نام سے واقفیت ہوئی۔

1883ء حضور نے علمی اور روحانی سرگرمیوں کے لئے بیت الفکر تعمیر کروایا۔

مسجد مبارک کی تعمیر کا آغاز اسی سال ہوا۔30اگست کو سیڑھیاں تعمیر ہوئیں اور 19اکتوبر کو مسجد پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

1884ء حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ سے شادی کے لئے حضورؑ دو افراد کی بارات لے کر دہلی پہنچے۔خواجہ میر درد صاحب کی مسجد میں عصر و مغرب کے درمیان مولوی سید نذیر حسین صاحب نے 1100 روپے حق مہر پر نکاح پڑھا۔) بمطابق 27 محرم 1302ھ بروز سوموار (۔اگلے روز حضور بیگم صاحبہ کو لے کر دہلی سے روانہ ہوئے اور قادیان پہنچے۔

1885ء مارچ میں حضرت مسیح موعودؑ نے ایک اشتہار کے ذریعہ مجددیت کے دعویٰ کا اعلان فرمایا۔

یہ اشتہار بیس ہزار کی تعداد میں اردو اور انگریزی میں شائع کیا گیا۔اشتہار پڑھ کر حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ جو ریاست جموں کے شاہی طبیب تھے حضور سے پہلی ملاقات کے لئے قادیان حاضر ہوئے۔28نومبر ستارے ٹوٹنے کا آسمانی نشان ظاہر ہوا۔

10جولائی حضور کے کپڑوں پر سرخی کے چھینٹے پڑنے کا نشان ظاہر ہوا۔بمطابق 27رمضان 1302ھ

1886ء 22جنوری کو حضورؑ چلہ کشی کے لئے حکم الٰہی کے تحت ہوشیار پور تشریف لے گئے۔

20فروری کو حضورؑ نے اشتہار پیشگوئی مصلح موعود تحریر فرمایا جو یکم مارچ کو اخبار ریاض الہند امرتسر میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔

1887ء سات اگست حضور کے ہاں بشیر اول کی ولادت ہوئی۔ چار نومبر 1888ء بشیر اوّل کی وفات ہوئی۔
1888ء جون کے مہینے میں حضورؑ کو اللہ تعالیٰ نے بیعت لینے کا ارشاد فرمایا۔ بیعت لینے کا اعلان حضور نے یکم دسمبر کو فرمایا۔
1889ء۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کی ولادت۔ بمطابق 9 جمادی الاوّل 1306ھ۔
23 مارچ حضورؑ نے لدھیانہ میں حضرت صوفی احمد جانؓ کے مکان واقع محلہ جدید میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی
(بمطابق 20 رجب 1306ھ بروز ہفتہ) اس دن چالیس خوش نصیبوں نے بیعت کی اول المبایعین حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ تھے۔
1890ء اواخر سال میں حضور پر یہ انکشاف کیا گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور آپ ان کے مثیل کی شکل میں آئے ہیں۔
حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی بیعت جو بعد میں آپ کے داماد بنے۔
1891ء 2 اکتوبر حضورؑ کا دہلی کا سفر۔ حضورؑ نے مولوی نذیر حسین صاحب اور مولوی عبدالحق صاحب کو مباحثہ کی دعوت دی مگر انہوں نے گریز کیا۔
20 اکتوبر حضور مولوی نذیر حسین صاحب کے ساتھ مقابلہ کے لئے جامع مسجد دہلی تشریف لے گئے مگر مولوی صاحب مقابلہ پر نہ آئے 23 اکتوبر حضور کا سفر لدھیانہ۔ اس وقت مسجد احمدیہ کپورتھلہ کا مقدمہ دائر تھا۔ حضور نے فرمایا اگر یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تو یہ مسجد تمہارے پاس واپس آئے گی۔ چنانچہ 1905ء میں احمدیوں کے حق میں فیصلہ ہو گیا۔
27ء دسمبر جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ سالانہ مسجد اقصیٰ قادیان میں بعد نماز ظہر منعقد ہوا۔ اس میں 75 افراد شریک ہوئے۔
1892ء 29-27 دسمبر جماعت احمدیہ کا دوسرا جلسہ سالانہ جس میں 500 افراد نے شرکت کی۔ 327 افراد بیرون قادیان کے تھے۔
28ء دسمبر۔ یورپ وامریکہ میں دعوت الی اللہ کے لئے مجلس شوریٰ کا انعقاد۔
1893ء فروری میں حضورؑ نے لیکھرام کی ہلاکت کی پیشگوئی شائع کی۔ 20 اپریل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی ولادت۔
اپریل حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ گھر بار چھوڑ کر خدا کی خاطر قادیان آ گئے اور بھیرہ کو بالکل بھول گئے۔ تعمیر گول کمرہ۔
1894ء 21 مارچ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق امام مہدی کے لئے چاند گرہن کا نشان ظاہر ہوا (13 رمضان 1311ھ)
6 اپریل سورج گرہن کا نشان ظاہر ہوا۔ 18 ستمبر کو الہام ہوا۔ ''داغِ ہجرت''۔ جو کئی رنگوں میں پورا ہو چکا ہے۔
1895ء قادیان میں ضیاء الاسلام پریس اور کتب خانہ قائم کیا گیا۔ 24 مئی حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی ولادت۔ جون میں حضورؑ نے حضرت مسیح کے سفر کشمیر اور ان کی قبر واقع سری نگر کا انکشاف کیا۔ حضورؑ نے بابا نانک صاحبؒ کے مسلمان ہونے کا انکشاف فرمایا۔ 30 ستمبر حضور بابا نانکؒ کا چولہ دیکھنے کے لئے دس افراد کے ساتھ ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے۔ قادیان میں مہمان خانہ نئے کمرہ میں منتقل۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کا مطب تعمیر ہوا۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب۔ خسر حضرت اقدسؑ۔ قادیان آ بسے۔
1896ء 27 جولائی حق چھپانے کی وجہ سے عبداللہ آتھم کی ہلاکت۔ 5 ستمبر حضورؑ کے مخالف رشتہ داروں نے اس کنویں کا پانی بند کر دیا جس سے احمدی پانی لیتے تھے اس کے بعد حضور نے اپنے گھر میں کنواں کھدوانے کا فیصلہ کیا۔
29-26 دسمبر لاہور میں جلسہ مذاہب عالم منعقد ہوا۔ جس کی وجہ سے قادیان میں جلسہ سالانہ نہ ہو سکا۔
حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانیؓ اور حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ کی قادیان مستقل ہجرت۔
1897ء 2 مارچ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی ولادت۔
6 مارچ عید الفطر کے دوسرے دن لیکھرام کی عبرت ناک ہلاکت۔ 8 اپریل لیکھرام کے قتل کے سلسلہ میں حضورؑ کے گھر کی تلاشی لی گئی۔ اگست میں پادری مارٹن کلارک نے حضور پر قتل کے مقدمہ کا اندراج کروایا۔ 23 اگست کو کیپٹن ڈگلس نے حضور کو باعزت بری کر دیا۔ 8 اکتوبر کو جماعت کے پہلے اخبار الحکم کا اجرا ہوا جو امرتسر سے شائع ہوتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ تھے۔

1898ء3 جنوری حضورؑ نے مدرسہ تعلیم الاسلام کا قیام فرمایا۔ اس کا آغاز مہمان خانہ میں ہوا۔ پہلے ہیڈ ماسٹر شیخ یعقوب علی صاحبؓ تھے۔ طلبا کی کل تعداد 41 تھی۔ فروری 1900ء میں ہائی سکول بنا دیا گیا۔ تین سال بعد ترقی دے کر تعلیم الاسلام کالج ہو گیا۔

جنوری میں اخبار الحکم امرتسر کی بجائے قادیان سے جاری ہو گیا۔ حضرت اقدسؑ کو بہشتی مقبرہ کے متعلق رؤیا دکھایا گیا۔

حکومت پنجاب نے حضور کے خلاف انکم ٹیکس کا مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ 17 ستمبر کو عدالت نے حضورؑ کو بری قرار دیا۔

ستمبر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی مستقل ہجرت کر کے قادیان آ بسے۔

1899ء14 جون حضرت مرزا مبارک احمد صاحب کی ولادت۔ 10 اگست حضرت اقدس کا پہلا فوٹو لاہور کے ایک فوٹو گرافر نے لیا۔

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی اور مولوی محمد علی صاحب کی قادیان کی طرف ہجرت۔

1900ء5 جنوری۔ حضور کے چچازاد بھائی مرزا امام دین صاحب نے مسجد مبارک کے راستہ میں دیوار بنا دی۔ 11 اپریل عید الضحیٰ کے موقعہ پر مسجد اقصیٰ میں خطبہ الہامیہ کا زبردست علمی نشان ظاہر ہوا۔ 12 اگست مقدمہ دیوار کا فیصلہ حضور کے حق میں ہو گیا۔ اکتوبر سے فروری 1901ء تک حضور کی دینی مصروفیات کی وجہ سے ظہر و عصر کی نمازیں جمع ہوتی رہیں۔ 4 نومبر مردم شماری کی وجہ سے الگ اندراج کی خاطر جماعت کا نام۔ مسلمان فرقہ احمدیہ۔ بذریعہ اشتہار رکھا۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے مجلس تشحیذ الاذہان کی بنیاد رکھی۔

1901ء15 جنوری کو حضرت مسیح موعودؑ نے انگریزی رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے اجرا کا اعلان فرمایا جو 1902ء سے چھپنا شروع ہوا۔

جون میں حضرت مولوی عبدالرحمان صاحب کو کابل میں شہید کر دیا گیا۔ آپ جماعت کے پہلے شہید تھے۔

1902ء25 جنوری۔ ریویو آف ریلیجنز اردو کا اجراء۔ پہلا پرچہ لاہور سے شائع ہوا۔ 31 اکتوبر قادیان سے اخبار البدر کا اجرا۔ پہلا پرچہ القادیان کے نام سے شائع ہوا۔ علاقہ خوست افغانستان سے حضرت سید عبداللطیف صاحبؓ حضرت اقدسؑ کا ذکر سن کر قادیان آئے۔

1903ء13 مارچ حضور نے بیت الفکر کے ساتھ۔ بیت الدعا۔ کی بنیاد رکھی۔ 28 مئی تعلیم الاسلام کالج کی بنیاد رکھی گئی۔ پہلے پرنسپل حضرت مولوی شیر علی صاحب۔ 14 جولائی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی کابل میں شہادت کا دردناک واقعہ ہوا۔ اسی طرح منارۃ المسیح کی بنیادی اینٹ بھی رکھی گئی جس کی تکمیل 16-1915ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عہد مبارک میں ہوئی۔ یہ ہشت پہلو مینار 105 فٹ بلند ہے اس کی تین منزلیں ہیں اور 92 سیڑھیاں ہیں۔

1904ء فروری مقدمہ کرم دین کے سلسلہ میں حضرت اقدسؑ کو قید کرنے کی سازش کی گئی مگر ناکام رہی۔

25 جون حضرت صاحبزادی امت الحفیظ صاحبہ کی ولادت ہوئی۔

1905ء5 مئی حضور کو الہام ہوا۔ آہ نادر شاہ کہاں گیا۔ یہ پیشگوئی 1933ء میں پوری ہوئی۔

11 اکتوبر وفات حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ۔

29 اکتوبر کو دہلی میں حضرت اقدسؑ نے نقرس کی تکلیف کی وجہ سے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو قادیان سے دہلی بلوایا اور آپ پیغام ملتے ہی مطب سے ننگے پیر چل پڑے اور اطاعت اور توکل کا غیر معمولی مظاہرہ پیش فرمایا۔

20 دسمبر بہشتی مقبرہ اور نظام وصیت کا اجرا۔ اور نظام خلافت کے قیام کی پیشگوئی۔

27 دسمبر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا گویا آپ کے مقدس وجود سے بہشتی مقبرہ کا افتتاح ہوا۔

1906ء31/جنوری صدر انجمن احمدیہ کے قواعد وضوابط تجویز کئے گئے۔ جو دس فروری کو شائع کر دئے گئے۔

مدرسہ احمدیہ کا آغاز۔ جولائی میں قادیان سے رسالہ تعلیم الاسلام۔ کا اجرا۔ اس کے ایڈیٹر حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحبؓ تھے۔

26-29 جلسہ سالانہ میں 1500 افراد کی شمولیت۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ نے جلسہ پر پہلی دفعہ تقریر کی۔

1907ء9مارچ امریکہ میں ڈاکٹر جان الیگزنڈر ڈوئی کی ہلاکت ہوئی۔12 جولائی الہام ہوا۔مرزا غلام احمد کی جے۔توسیع مسجد مبارک۔
ستمبر میں حضور نے وقف زندگی کی پہلی منظم تحریک فرمائی۔13 احباب نے وقف کیا۔قادیان میں حضورؑ کا آخری جلسہ حاضری 3000۔
1908ء24 اپریل حضور کا قادیان میں آخری جمعہ۔27 اپریل لاہور کے لئے بٹالہ روانہ ہوئے۔29 اپریل بٹالہ سے لاہور روانگی۔25 مئی لاہور میں عصر کی نماز کے بعد حضور کی آخری سیر۔26 مئی صبح دس بجے لاہور میں حضور کی وفات۔27 مئی صبح آٹھ بجے جنازہ قادیان پہنچا۔نماز عصر کے بعد جماعت نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خلافت پر اجماع کیا۔خلیفۃ المسیح الاولؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور چھ بجے شام حضرت اقدسؑ کو بہشتی مقبرہ میں سپردخاک کردیا گیا۔
1909ء۔یکم مارچ مدرسہ احمدیہ کی مستقل درسگاہ کی حیثیت سے بنیاد رکھی گئی۔
1909ء۔16 نومبر ولادت حضرت مرزا ناصر احمد صاحب۔
1910ء۔5 مارچ مسجد نور کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔
1910ء۔18 نومبر خلیفۃ المسیح اولؓ گھوڑے سے گر گئے۔
1910ء۔2 دسمبر کو آپ نے اپنی جگہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کو صدر انجمن احمدیہ کا امیر مقرر فرمایا۔
1912ء۔25 جولائی تعلیم الاسلام ہائی سکول کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔
1913ء۔19 جون الفضل اخبار جاری ہوا جس کے بانی مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ صاحب تھے۔
1914ء۔13 مارچ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی وفات ہوئی۔خلیفۃ المسیح اولؓ کی وفات کے بعد 14 مارچ مسجد نور میں احباب نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔پھر خلیفۃ المسیح الثانی نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی روز خلیفۃ المسیح اولؓ کو بہشتی مقبرہ میں دفن کردیا گیا۔
1916ء۔مسیح موعودؑ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب کی بیوہ حرمت بی بی (تائی صاحبہ) نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور مسیح موعودؑ کا الہام ''تائی آئی'' پورا ہوا۔
1917ء۔21 جون قادیان میں نور ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔
1922ء۔16-15 اپریل جماعت احمدیہ کی مستقل طور پر پہلی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔
1922ء.25۔دسمبر خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے لجنہ اماء اللہ کی بنیاد رکھی۔
1926ء۔29 جنوری قادیان میں پہلی بار جلسہ میں 24 زبانوں میں تقریریں کی گئیں۔
1926ء۔جنوری میں قادیان میں تار برقی کا سلسلہ قائم ہوا۔
1926ء۔22 مئی خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے قصر خلافت کی بنیاد رکھی۔1926ء۔26 مئی قادیان سے ''احمدیہ گزٹ'' جاری ہوا۔
1926ء۔15 دسمبر لجنہ اماء اللہ کے تحت رسالہ ''مصباح'' جاری ہوا۔دسمبر میں احمدی مستورات کے جلسہ سالانہ کا آغاز ہوا۔دسمبر میں قادیان سے انگریزی اخبار ''سن رائز'' جاری ہوا۔
1927ء۔یکم اگست کو مرزا وسیم احمد صاحب کی پیدائش ہوئی۔
1928ء۔قادیان میں ریل گاڑی آ گئی۔1928ء۔18 دسمبر پیدائش حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ
1930ء۔3 جنوری مشہور مسلم لیگی لیڈر شوکت علی قادیان آئے۔دسمبر میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرکے احمدیت میں شامل ہوئے۔اسی سال لجنہ اماء اللہ کو مجلس شوریٰ میں نمائندگی کا حق دیا گیا۔
1931ء۔جون میں مردم شماری کے مطابق قادیان میں احمدیوں کی تعداد 5198 تھی۔

1934ء۔23نومبر تحریک جدید کے اجراء کا اعلان ہوا۔

1935ء۔دسمبر میں پہلی بار ''تذکرہ'' شائع ہوا۔1935ء۔قادیان میں بجلی کا نظام جاری ہوا۔

1937ء۔قادیان میں ٹیلیفون کی سہولت مہیا ہوگئی۔

1938ء۔7جنوری خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے پہلی بار مسجد اقصیٰ میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

1938ء۔31جنوری خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کا اعلان کیا۔

1939ء۔فروری میں خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مجلس ناصرات الاحمدیہ قائم فرمائی۔

1939ء۔28دسمبر خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خلافت کے 25سال پورے ہونے پر جوبلی کی تقریب منائی گئی۔

1940ء۔26جولائی خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مجلس انصاراللہ مرکزیہ قائم کی۔

1943ء۔29جنوری خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے وقف زندگی سکیم برائے دیہاتی مبلغین جاری فرمائی۔

1944ء۔5۔6جنوری کی درمیانی شب اللہ تعالیٰ نے رویا میں خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر ''مصلح موعود'' ہونے کا انکشاف فرمایا۔28جنوری حضور نے پہلی بار مصلح موعودؓ کے بارہ میں پیشگوئی کا مصداق ہونے کا دعویٰ قادیان میں فرمایا۔29جنوری قادیان میں پہلی بار یوم مصلح موعودؓ منایا گیا۔

1944ء۔10مارچ خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے وقف جائیداد کی تحریک فرمائی۔

1944ء۔4جون کوخلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تعلیم الاسلام کالج کا افتتاح فرمایا۔

1944ء۔18اکتوبر تحریک جدید کی رجسٹریشن۔اس کا پورا نام تحریک جدید انجمن احمدیہ رکھا گیا۔

1946ء-28-26دسمبر: جلسہ سالانہ کی حاضری 39786 تھی۔حضور نے چار تقاریر فرمائیں۔اور 391افراد نے بیعت کی۔

''قادیان مشرقی پنجاب میں ایک قصبہ ہے جہاں مسلمان ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں۔خاص قادیان میں مسلمانوں کی تعداد کچھ بہت زیادہ نہ تھی، کیونکہ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے مگر ارد گرد کے دیہات سے ہزاروں مسلمانوں نے اس قصبہ میں پناہ لی ہے اور اب ایک روایت کے مطابق پچاس ہزار مسلمان قادیان میں پناہ گزین ہیں۔...ہم اس وقت اختلاف عقائد کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتے نہ یہ وقت اس بحث کو چھیڑنے کے لئے موزوں ہے۔مسلمانوں سے ہماری درخواست صرف اس قدر ہے کہ اغیار کو اس وقت اس سے کوئی غرض نہیں کہ فلاں شخص کے عقائد کیا ہیں حتیٰ کہ انہیں اب کانگرسی اور لیگی کا بھی کوئی امتیاز نہیں۔وہ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ نام مسلمانوں کا ہے اور شکل صورت مسلمانوں کی سی ہے ایسا ہر شخص ان کے نزدیک واجب القتل ہے۔اگر اہل قادیان کا ارادہ یہ ہے کہ وہ غنڈہ گردی کا مقابلہ کریں گے اور مدافعت و مزاحمت کئے بغیر یہاں سے نکلیں گے تو ہر کلمہ گو کو ان سے حسب استطاعت عملی یا محض اخلاقی ہمدردی کا اظہار کرنا چاہئے۔''

(نوائے وقت 22ستمبر 1947ء۔ص3)

اس زمانہ کا امام میں ہوں

''اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے جس کی پیروی تمام عالم کے مسلمانوں اور زاہدوں اور خوابینوں اور ملہوں کو کرنی خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے۔سو میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزمان میں ہوں۔'' (ضرورت الامام۔ص21)

درویشی دور کے آغاز کے حالات

مذہبی تاریخ میں درویش لفظ کا صحیح اطلاق ان خدا رسیدہ لوگوں پر ہوا ہے جنہوں نے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ساتھ تعلق پیدا کر کے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو خدا کے لئے قربان کر دیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''میں نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا جو کہ اونچے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھوں میں ایک پاکیزہ نان تھا جو نہایت ہی چمکیلا تھا وہ نان اس نے مجھے دیا اور کہا ''یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے'' (تذکرہ ص18)

اوّلین صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا سے منقطع ہو کر درویشی کا رنگ اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں اصحاب الصفہ قرار پائے۔ انبیاء کی جماعتوں پر ابتلاء کے مختلف دور آتے ہیں۔ خلافت ثانیہ میں 1947ء کے وقت پرخطر انقلابات میں جماعت احمدیہ کے لئے بھی ایک عظیم ابتلاء ''داغ ہجرت'' کی صورت پیدا ہوئی۔ خدائی پیشگوئیوں کے مطابق جماعت کا کثیر حصہ نظام کے ماتحت ہجرت پر مجبور ہوا۔

''14 اگست 1947ء کو برصغیر ہند کی تقسیم ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بمشورہ جماعت 31 اگست کو قادیان سے لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں سے تحفظ قادیان کی کاروائی کے لئے حکومت ہند سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کرنا مدنظر تھا۔ بعد میں حالات ناسازگار ہو جانے کی وجہ سے قادیان میں رہ کر دنیا بھر کی قیادت کرنا ناممکن تھا۔ اس لئے آپ واپس تشریف نہ لا سکے۔ مشرقی پنجاب سے جماعت احمدیہ کی ایک لاکھ کی نفری بھی ہجرت کر چکی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضور نے جماعت کے ایک حصہ کو قادیان میں رکھنے کا عزم فرمایا۔ جو ہندوستان میں اسلام کے جھنڈے کو بلند رکھے۔''

حضرت سیدنا مصلح موعودؓ جب سے ہجرت کے بعد لاہور تشریف لائے تھے اس فکر میں تھے کہ جن لوگوں نے قادیان میں مرکز کے سپرد اپنی امانتیں کر رکھیں تھیں وہ جلد سے جلد پاکستان میں پہنچ جائیں حالات سخت مخدوش تھے اور راستے پُرخطر۔ مگر محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور کی خصوصی توجہ کی بدولت آخر 20 ستمبر 1947ء کو حضورؓ کی یہ دلی تمنا پوری ہوگئی جب کہ حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی یہ تمام امانتیں پاکستان کی طرف منتقل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس ایمان افروز واقعہ کی تفصیل حضرت شیخ صاحب کے قلم سے درج ذیل کی جاتی ہے:

''میں صبح کو امانتوں کے ٹرنک دفتر سے حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی کوٹھی پر لاتا جگہ نہ ملتی تو شام کو واپس خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں لے جاتا۔ آخر 20 ستمبر کو مجھے جگہ مل گئی۔ اور میں یہ ٹرنک لے کر قادیان سے روانہ ہوا۔ جب ہم قادیان سے ایک میل باہر آئے تو اس چھ بسوں والے قافلہ کو روکا گیا۔ اور سامان اور ٹرنک وغیرہ چیک ہونے کا انتظار کرنا پڑا...... پھر بس کے اندر دوسرے سامان کو چیک کرنے لگا۔ اس میں فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے جستی ٹرنک اور بڑے بڑے صندوق تھے۔ ان میں کتابیں ہی کتابیں تھیں۔ وہ جس صندوق کو کھولتا اوپر سے نیچے تک چیک کرتا کہ کتابوں کے علاوہ کوئی اور چیز اسلحہ وغیرہ تو نہیں۔ جب وہ دو تین ٹرنک دیکھ چکا اور اُس کو اطمینان ہو گیا تو میری طرف آیا اور جہاں میرے والے امانتوں کے جستی ٹرنک تھے ان کو دیکھ کر از خود ہی کہنے لگا یہ بھی ریسرچ کا ہی سامان ہے۔ اور اُس نے قافلے کو جانے کی اجازت دے دی۔ بسیں روانہ ہوئیں میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کیونکہ میرے ساتھ جو امانت کے ٹرنک جا رہے تھے ان میں لاکھوں روپیہ کی ڈبیاں اور پارسل تھے۔ کسی کے زر و جواہر، کسی کے زیورات، کسی میں پونڈ وغیرہ واللہ اعلم کیا کچھ نہ تھا۔ اور اس افسر کو شبہ بھی ہو جاتا کہ ان ٹرنکوں میں لاکھوں کا مال ہے تو ضرور روک لیتا۔ اور ٹرنک کھلواتا اور اندر سے ہر ایک ڈبہ کھولتا تو خدا جانے وہ لالچ میں آ کر کہتا ہم جانے نہیں دیں گے...... یہ کس قسم کا زمانہ تھا اور کیسی مصیبت کا وقت تھا جن لوگوں نے وہ مصیبت نہیں دیکھی وہ اِس کا قیاس بھی نہیں کر سکتے۔ اور میں نے چونکہ یہ نظارے دیکھے تھے اس لئے میرے دل پر یہی اثر ہے کہ یہ محض خدا کا رحم اور فضل تھا جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی توجہ اور دعاؤں سے مجھ پر ہوا۔ کیونکہ حضور یہ چاہتے تھے کہ امانتیں لاہور پہنچ جائیں اور اس پر زور دیتے تھے۔ جیسا کہ میں نے سنا ہے یہ کہتے ہوئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی تھی تو حضرت علیؓ کو حکم دیا تھا کہ امانتیں جلد مدینہ بھجوائی جائیں یہ تڑپ تھی جو احمدیوں کا مال بچا کر لانے کا ذریعہ بن گئی۔ ورنہ بظاہر مجھے کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ جب ہمارا قافلہ موضع تتلے کی نہر کے پل پر پہنچا تو بس کے کلینر نے شور کرنا شروع کر دیا۔ سب نیچے چلو۔ سامنے بندوقیں لیکر مورچے بنائے بیٹھے ہیں۔ قریب ہے کہ قافلہ پر حملہ کر دیں۔

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا پڑ گئی اور یہ کیسی میرے اللہ نئی

بسیں جب پل سے پار ہوئیں تو قافلہ کے انچارج حوالدار نے حکم دیا کہ بسیں اسی جگہ ٹھہر جائیں۔اس نے اُتر کر اپنی برین گن سیٹ کی،اسی طرح اس کے ماتحت نے بھی سکھوں پر جو کھیتوں کی منڈیروں کی اوٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک قسم کا مورچہ بنائے بیٹھے ہوئے تھے گولیاں چلانی شروع کر دیں۔مگر خدا تعالیٰ نے بچا لیا۔قافلہ کے کسی فرد پر نہ لگیں۔اور حوالدار اور اس کے ساتھی نے فائر کرنے شروع کئے۔کہا جاتا تھا کہ تیس بتیس سکھ مارے گئے۔اور باقی بھاگ گئے۔واللہ اعلم۔غرض خدا خدا کر کے لاہور بارڈر پر پہنچے۔تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ گو یا جنت میں آ گئے ہیں۔رات کے دس بجے ہم جودھامل بلڈنگ پہنچے۔الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ (تاریخ احمدیت جلد 11 ص 107-104)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ ایک مجلس عرفان میں فرماتے ہیں:

''جب قادیان پر حملہ ہوا تو گورنمنٹ کے کئی بڑے بڑے افسروں نے مجھے کہا کہ وہاں پر اپنے آدمیوں کو رکھنا اُصولی طور پر عقل کے خلاف ہے۔ایک انگریز قادیان گیا اور وہاں سے آ کر مجھے ملا اور کہنے لگا کہ میں اپنے لمبے تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ اب قادیان میں محض قربانی سے کچھ نہیں بن سکتا وہاں پر آپ نے جو نوجوان بٹھا رکھے ہیں وہ اتنی قیمتی چیزیں ہیں کہ اُنہیں ضائع کر دینا بہت بڑا نقصان ہے میں نے ان سب کو یہی جواب دیا کہ بیشک دنیاوی نقطہ نگاہ سے اب قادیان میں بیٹھے رہنا بیوقوفی کی بات ہے لیکن مذہبی نقطہ نگاہ سے دو چیزیں ایسی ہیں جس کی بنا پر ہم کبھی قادیان نہیں چھوڑ سکتے اول تو ہمارا ایمان ہمیں کہتا ہے کہ حالات خواہ کچھ ہوں ہمیں اپنے شعائر چھوڑ کر نہیں آنا چاہئے۔اگر ہمارے آدمی مارے جائیں تو ہمیں اور آدمی بھیجنے چاہئیں اور وہ بھی مارے جائیں تو اور بھیجنے چاہئیں۔دوسرے ہمارے خدا کے وعدے ہیں کہ قادیان تمہیں ضرور ملے گا یہ وعدے بھی ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم قادیان نہ چھوڑیں۔حضورؓ نے فرمایا دیکھو دنیا بظاہر یہی سمجھتی تھی کہ قادیان میں رہنا ہمارے لئے ناممکن ہے اور وہاں پر اپنے آدمیوں کو بٹھائے رکھنا بے فائدہ ہے لیکن اب آہستہ آہستہ یہی ناممکن بات ممکن ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔چنانچہ قادیان کے متعلق وہاں کی حکومت کا رویہ بھی اب آہستہ آہستہ بدلتا جا رہا ہے آج ہی مجھے اطلاع آئی ہے کہ بعض لوگوں نے مقبرہ بہشتی کے ملحقہ باغ پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی۔حکومت نے اسے اس سے روک لیا ہے۔ویسے بھی اب قادیان کا سوال روز بروز زیادہ اہمیت اختیار کر رہا ہے۔یہ باتیں بتاتی ہیں کہ اندر ہی اندر ہمارے خدا کی مخفی تدابیر کام کر رہی ہیں۔یہ تدابیر ایک نہ ایک دن ہمیں لے جائیں گی۔انشاء اللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپنے خطبہ فرمودہ 25 مارچ 1949 میں فرماتے ہیں ''قادیان سے ہجرت'' بیشک ہماری جماعت پر ایک بہت بڑا ابتلاء آیا ہے۔بے شک ہمیں نظر آتا ہے کہ جماعت اپنے مرکز سے نکال دی گئی ہے۔غیر مسلموں نے اس پر قبضہ کر لیا ہے۔قادیان میں رہنے والوں کو محصور کر لیا گیا۔ان کی جائیدادیں چھین لی گئیں اور سلسلہ کے ادارے بند کر دئے گئے۔یہ سب کچھ نظر آتا ہے مگر ایمان کا تقاضہ یہ ہے۔کہ ہم ان حالات کو دیکھنے کے باوجود یہ کہتے چلے جائیں کہ وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں جو کہتے ہیں کہ قادیان پر انڈین یونین کا قبضہ ہے۔وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں جو کہتے ہیں کہ قادیان پر سکھوں کا قبضہ ہے۔وہاں ہمارا ہی قبضہ ہے۔زمین ٹل جائے گی۔آسمان ٹل جائیگا مگر ہمارا قبضہ اس مقام پر سے کبھی نہیں ٹلے گا کیونکہ ہم نے قادیان کی ترقی کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے یہی کہا ہے کہ ہمارا ہی قبضہ رہے گا۔''

اہل وفائے قادیان کا مجاہدانہ عزم اور بے مثال مخلصانہ جذبات: قادیان مسیح محمدی کی خدا نما بستی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاکھوں نشانوں کی تجلی گاہ تھی اور اسے اغیار کے حوالہ کر دینا اسلام و احمدیت سے غداری اور ایمانی خودکشی کے مترادف تھا۔جس کا تصور کوئی کمزور سے کمزور ایمان رکھنے والا احمدی بھی نہ کر سکتا تھا۔کجا یہ کہ اہل وفائے قادیان سے اُس کی توقع کی جا سکتی۔ملت کے یہ فدائی اور شیدائی تو اس بارہ میں اس درجہ حساس واقع ہوئے تھے اور ان کے جذبا اخلاص و محبت کا تو یہ عالم تھا کہ وہ اس مجاہدانہ عزم کے ساتھ مرکز احمدیت میں دھونی رمائے بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے مگر قادیان میں اسلام کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہونے دیں گے۔اس حقیقت کا جائزہ لینے کے لئے ان ایمان افروز خطوط و مکاتیب کا مطالعہ کرنا کافی ہے جو اس زمانہ میں جوانانِ احمدیت نے سرزمین قادیان سے اپنے پیارے آقا سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ یا اپنے دوسرے بزرگوں یا عزیزوں کے نام لکھے۔اُن میں سے بعض کے ضروری حصے ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:

ایک مخلص احمدی نوجوان نے سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی خدمت میں حسب ذیل مکتوب لکھا:

''قسم ہے اُس خدا کی جس نے قادیان کو اشاعت اسلام کا مرکز بنایا ہے۔ ہماری وہ رات جو پہرہ پر گزرتی ہے اس دن سے زیادہ پرسکون ہوتی ہے جو گھر میں گزرتا ہے۔ ہمارے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ رات لمبی ہو جائے اور دن کم ہو جائے رات کو ہم پہرہ دار خدا کے وعدوں کا ذکر کر کے اور موجودہ نشانات کو یاد کر کے اپنے دلوں کو نہایت مضبوط اور طاقتور بنا لیتے ہیں۔...... حضور ہماری استقامت کے لئے دعا فرمائیں۔''

ایک اور احمدی جوان نے اپنے والد کی خدمت میں لکھا:

''......اب تک مجھے چار مواقع پیش آچکے ہیں جن سے محض دست قدرت نے مجھے بچا لیا۔ مگر بفضلِ خدا چاروں مواقع پر خوف و ہراس میرے پاس تک نہیں پھٹکے۔ بلکہ جوں جوں خطرہ بڑھتا جاتا۔ توں توں میرا دل اور مضبوط ہوتا جاتا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ الغرض جب میں اللہ کے انعامات کا خیال کرتا ہوں تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں خوش وخرم ہوں۔ البتہ جب کبھی ان مقامات مقدسہ اور دیارِ حبیب کے فراق کا خیال کرتا ہوں تو دل سے آہ نکل جاتی ہے اور کہتا ہوں کہ میں اس مقدس بستی ہی کی حفاظت کرتے ہوئے اس امانت کو جو خدا تعالیٰ نے مجھے ودیعت کر رکھی ہے اس کے حضور پیش کر دوں۔ تا اس منحوس گھڑی کو جو بظاہر قریب سے قریب تر ہوتی نظر آرہی ہے نا دیکھوں۔''

رشید احمد صاحب سیالکوٹی نے ایک خط اپنی والدہ صاحبہ کے نام لکھا جس میں لکھا:

''اسلام اور احمدیت کا مرکز قادیان اس وقت خطرہ میں ہے۔ اور وہ ہم سے چاہتا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کریں۔ گو حفاظت خدا تعالیٰ نے کرنی ہے۔ ہم نے تو لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا ہے۔ پس میں آپ کو مطلع کر دینا چاہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں خنساء نامی عورت نے اپنے تینوں بیٹوں سے کہا کہ جاؤ بیٹا اسلام کی خاطر تم لڑو۔ یا تو تم لڑائی میں مارے جانا یا غازی ہو کر واپس لوٹنا۔ اسی طرح وہاں تو عورت نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا میں تیرا بیٹا ماں سے کہتا ہوں کہ میں قادیان میں ہی رہوں گا اور تم سے اس وقت تک نہیں ملوں گا جب تک یا تو قادیان کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو جاؤں یا قادیان کو واپس لے لوں۔ یا حضور کے حکم سے مجھے بلا لیا جائے۔...... آپ خدا تعالیٰ سے میرے لئے ایسے ہی دعا کریں جیسا کہ ہمارا پیارا امام المصلح الموعودؓ اس وقت اپنی اولاد کے لئے کر رہا ہے۔ یعنی اگر ہمارے مقدر میں ہماری زندگی ہے تو اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت اور اسلام اور احمدیت پر استقامت بخشے۔ اور اگر شہادت ہی ہے تو خدا تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں احمدیت اور اسلام پر شہادت دے۔''

آج پورے مشرقی پنجاب کے اندر بلکہ پورے ہندوستان کے اندر شاید ہی ایسی جگہ نظر آئے جہاں کہ حضرت محمد رسول ﷺ کے نام کا جھنڈا بلند ہو۔ اگر کوئی جگہ ایسی ہے تو صرف ایک ہی ہے اور یہ وہ بستی ہے جہاں پر خدا کے بندے ہمارے پیارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کا نام لے کر کھڑے ہوئے تھے اور انہوں نے محمد رسول ﷺ کے سچے دین اسلام کو اصل رنگ میں دنیا کو پیش کیا تھا اور یقیناً اس بستی کا نام قادیان دارالامان ہے۔'' (تاریخ احمدیت جلد 11 ص 131-127)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ان نازک حالات میں بھی قادیان سے ہجرت نہیں کرنا چاہتے تھے ان خیالات کا اظہار انہوں نے اپنے ایک خط جو آپ نے مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ ناظر اعلیٰ قادیان کو لکھا میں کیا:

''عزیزم مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ واصحاب الصفہ قادیان

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ صحابہ اور کچھ لوگ جو جوارِ مسیح موعود علیہ السلام کو دنیوی زندگی پر فضیلت دیتے ہیں قادیان آرہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا قادیان آنا مبارک کرے۔ کچھ لوگ جو اور نہیں ٹھہر سکتے واپس آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول کرے۔ اور باہر آکر بھی نیکی پر قائم رہنے اور قادیان میں رہنے کے ثواب کو بڑھانے کی انہیں توفیق بخشے۔ اور ہمارے جلاوطنی کے دن چھوٹے کر دے آمین۔

اگر سلسلہ کی ضروریات مجبور نہ کرتیں تو میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا لیکن زخمی دل اور افسردہ افکار کے ساتھ آپ سے دور اور قادیان سے باہر بیٹھا ہوں نا معلوم وہ دن کب آتا ہے کہ میں بھی اس مقام پر پہنچ سکوں۔ جو خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اور احمدیوں کا دائمی مرکز ہے۔ آپ وہ لوگ ہیں جو

ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلا وجہ کسی کو نہیں چنتا۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی قربانی کو کبھی ضائع نہ ہونے دے۔ اور برکتوں سے آپ کا خانۂ اعمال بھرتا چلا جائے۔اور کبھی ایسی ٹھوکر آپ کو نہ لگے جو اس قربانی کو ضائع کردے۔اَللّٰھُمَّ آمِین۔

آپ لوگ دعا میں لگے رہیں تا خدا تعالیٰ جلد قادیان پھر ہمارے ہاتھوں میں دے اور پھر قادیان اور اس کے نواح میں احمدی ہی احمدی نظر آئیں۔ (الفرقان۔درویشان قادیان نمبر۔1963ص5)

''آخری قافلہ 16 نومبر 1947 کو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب۔حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب اور دیگر متعدد نونہالان خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قادیان سے پاکستان لے جا رہا تھا۔تین سو تیرہ درویشان نے پیچھے رہ جانا تھا۔بوقت روانگی مولانا جلال الدین صاحب شمس نے نہایت درد بھرے الفاظ میں کہا۔اے قادیان کی مقدس سرزمین۔تو ہمیں مکہ مکرمہ اور مدینہ کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ پیاری ہے۔لیکن حالات کے تقاضا سے ہم یہاں سے نکلنے پر مجبور ہیں۔اس لئے ہم تجھ پر سلامتی بھیجتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں۔''

(الفرقان درویشان نمبر 1963ص6)

بابا مولا بخش صاحب درویش نے با آواز بلند یہ شعر پڑھا جو الوداعی دعا میں مزید رقت پیدا کرنے کا موجب ہوا۔

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا — اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار (درثمین صفحہ 147)

313 جری اور جواں مرد احمدی احمدیت کے مستقل مرکز کی حفاظت کے لئے کفر کے تھپیڑوں سے مقابلہ کرنے کے لئے سینہ سپر ہو گئے۔صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بیرسٹر لاء نے جو اس وقت قادیان میں تھے اس گھڑی کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

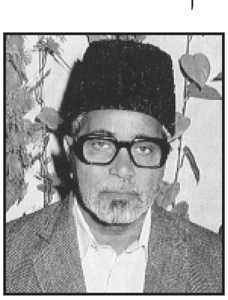
''آخری قافلہ یہاں سے 16 رنومبر 1947ء کو گیا......جب یہ آخری مرحلہ طے ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے پھر ایک سکون بخشا اور سب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اب جو مقصد ہمارے رہنے کا ہے وہ پورا ہو۔یہ مبالغہ نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ پیچھے رہنے والوں میں ایک معجزانہ تبدیلی پیدا ہو گئی......وہ لوگ جو پہلے فرائض پر ہی اکتفا کرتے تھے بہت شوق سے نوافل پر زور دینے لگے۔اور جو کہ پہلے ہی نوافل کے عادی تھے انہوں نے مزید عبادات پر زور دیا ......کسی کے دل میں ذرا بھر انقباض نہیں کہ ہم کیوں ٹھہرے ہیں۔بلکہ دل سے خوش ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ خدا نے یہ فضل کیا کہ ہمیں یہاں ٹھہرنے کا موقعہ ملا۔'' (الفضل 10 جنوری 1948ء)

"گزشتہ سولہ برس میں بہت سے اوقات میں درویش بھائیوں کو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر زندگی کے لمحات بسر کرنے پڑے ہیں۔مخالفین کی طرف سے سوشل بائیکاٹ کیا گیا۔جھوٹی رپورٹیں کی گئیں۔حکام کو اکسانے کے لئے ہر قسم کے حیلے کئے گئے۔مگر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ وہ نان جو اللہ تعالیٰ نے محمدی مسیح کے درویشوں کے لئے مسیح پاک کو دیا تھا اس کے طفیل سوشل بائیکاٹ بھی بیکار ہو گیا۔اور وہ وعدے جو الدار کے محافظین کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمائے تھے ان کے نتیجہ میں دشمنوں کی سب تدبیریں ناکام ہوئیں۔اور آخر وہ گھڑی آگئی کہ پھر درویش بھائی سارے بھارت کو خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے میدان عمل میں آگئے۔بزمِ درویشاں قائم کی گئی اور تبلیغ کے لئے نوجوان اور بوڑھے اِدھر اُدھر جانے لگے۔''

(الفرقان درویشان قادیان نمبر 1963ء ص7)

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے (حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 18)

درویشی کے آغاز کے حالات مکرم حکیم بدرالدین عامل صاحب درویش کے قلم سے



مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ نے خواہش کی ہے کہ میں درویشی دور کے ابتدائی حالات کے بارہ میں کچھ لکھوں سوجاننا چاہئے کہ ان ایام کے حالات کو پورے طور پر سمجھنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ کن حالات میں اس دور کا آغاز ہوا ان حالات سے بھی پردہ ہٹایا جائے۔ تا معلوم ہو کہ کس قسم کے حالات سے نبرد آزما ہوتے ہوئے آخر درویشوں کا یہ خاندان اس مقام تک پہنچا۔ آزادی کا اعلان ہونے سے قبل ہی ہنسی خوشی بستے ہوئے دیہات چِتا میں تبدیل ہونے لگے اور اپنے جلتے ہوئے مکانوں واملاک کو دیکھتے ہوئے عوام صرف بچوں کو سینوں سے لگائے امن کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ اور رستہ میں بعض کے بچے ماؤں سے چھین کر نیزوں پر اچھالے گئے۔ اور باپوں کے سامنے انکی جواں سال لڑکیوں کو ہانک کر لے جایا گیا۔ اور جس نے مزاحمت کی کوشش کی اسکی لاش بے گوروکفن رستوں پر پڑی نظر آئی۔ اور ہم نے کھیتوں میں پڑی بے کفن لاشیں دیکھیں۔ اگر کسی خاتون نے ہاتھ میں سونے کے کنگن یا چوڑیاں پہن رکھی تھیں تو انہیں اتارنے کی زحمت کون کرے اس کی کلائی ہی کاٹ ڈالی اور زیور حاصل کر کے کٹی ہوئی کلائی پھینک کر چلتا بنا۔

ہم نے جاتے ہوئے قافلے دیکھے ان پر حملے ہوتے دیکھے اُن کی لاشوں کے ڈھیر دیکھے ان کا گوشت۔ گوشت خور پرندوں کو کھاتے دیکھا۔ درندہ نما انسانوں کو لاشوں میں سے جلب زر کرتے دیکھا کسی لاش کے گلے میں طلائی ہار دیکھا تو اُسکی گردن کاٹ کر الگ کر دی اور گلے کا زیور اتار لیا۔ لاشوں کے ڈھیر دیکھے لاشوں میں سسکتے زخمی دیکھے اور پھر لاشوں میں سے ان زخمیوں کو خود نکال کر لائے اور بے علاج انکی موت کا منظر دیکھا۔ پھر ان مردوں کو کئی جگہ ایک ڈھیر کی صورت پڑے پایا۔ اور چند سالوں تک ان لاشوں سے پرندوں نے جب ہر ایک ایسا ٹکڑا تک جس کو کھایا جا سکتا ہو کھا کر ان لاشوں سے بے توجگی اختیار کر لی تو پھر کسی ٹھیکیدار کو رحم آیا اور ان ہڈیوں کو مویشیوں کی ہڈیوں کے ساتھ ویگنوں میں بھر کر کسی ہڈی پیسنے والے کارخانہ کو بھجوا دیا جہاں ان کو پیس کر کچھ کیمیکل نکالے گئے اور کچھ کھاد بنائی گئی۔ اور کھاد ہو کر مختلف شکلوں میں پھر یہ نمودار ہوئے۔ شاعر میر اسد اللہ غالب نے کیا خوب اس حالت کا نقشہ اپنے اس شعر میں کھینچا ہے۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں　　　　خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں

ان حالات میں جب قادیان کی آبادی پنجاب میں ایک جزیرے کی صورت میں رہ گئی تو پھر قادیان سے جماعت کی اکثریت کو ہجرت کر جانا پڑی۔ تین اگست کو تمام محلہ جات خالی کر کے محلہ جات دارالبرکات۔ شرقی وغربی دارالفضل۔ دارالسعت۔ دارالشکر۔ دارالرحمت اور دارالیسر کی تمام آبادی بورڈنگ تحریک جدید میں جمع کر دی گئی اور اندرون شہر کی سب آبادی موجودہ محلہ احمدیہ میں سمٹ کر آ گئی۔ عورتیں بچے بورڈنگ تحریک جدید کی عمارت کے اندر رہتے اور مرد گرداگرد کھلے آسمان کے نیچے جمع تھے بارشیں کثرت سے ہوئی تھیں۔ باہر پڑے بھیگتے تھے پانی جگہ بجگہ جمع تھا۔ اور اندر بورڈنگ میں بیت الخلاء والے کمرہ میں گندگی فٹ ڈیڑھ فٹ تک جمع ہو گئی تھی۔ مرد جو باہر تھے وہ رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر اس میدان کے گرداگرد ہی فراغت پا لیتے تھے گندگی کا یہ حال تھا۔ ادھر خوراک کے طور پر صرف ابلی ہوئی گندم، نہ نمک، نہ مسالہ، نہ گُڑ یا کوئی اور چیز صرف گندم ابلی ہوئی ایک مٹھی گندم صبح شام کو کھا کر پینے کو پانی بھی میسر نہ تھا کیونکہ نلکہ صرف ایک تھا اس سے صرف جان بچانے کیلئے پینے کا پانی مل سکتا تھا نہ ہاتھ منہ دھونے کیلئے پانی نہ نہانے کیلئے اور نہ کپڑے صاف کرنے کیلئے پانی میسر تھا۔ گندگی کی وجہ سے مکھی بیشمار تھی۔ خوراک ناقص۔ صفائی کی حالت کا اوپر ذکر ہو چکا ہے علاج معالجہ کی ایسی کوئی سہولت نہیں تھی ان حالات میں اللہ تعالیٰ کا دست غیب ہی حفاظت کر رہا تھا ورنہ اگر ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑتی تو کثرت سے لوگ لقمۂ اجل بن جاتے مگر کوئی ایک کیس بھی ایسا نہیں ہوا۔ چند آدمی پولیس کی گولی کا نشانہ بن کر تو جاں بحق ہوئے مگر بیماری سے کوئی ایک بھی فوت نہیں ہوا۔ اس تناظر میں قادیان سے ہجرت کر جانے والوں کا آخری کنوائے رخصت ہو رہا تھا اور 313 افراد اپنے سروں کی قربانی کا عزم لئے انہیں رخصت کر رہے تھے۔ مخالفین بھی جمع تھے اور وہ قہر آلود نظروں سے رہنے والوں کو ناپ تول رہے تھے۔ اور ہم کو بھی اپنی لاشوں کا ڈھیر پڑا ہوا عالم تصور میں نظر آ رہا تھا۔ اور جب ہم نے موت کو اپنے لئے قبول کر لیا تھا تو پھر ڈر کیسا تھا۔ ہم کوئی کرایہ کے مزدور تو نہیں تھے کہ خطرات سے بھاگ نکلتے ہم تو بارگاہِ محبت میں اپنے سروں کا نذرانہ لئے شوقِ شہادت میں مست ومخمور تھے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر بعض لوگ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے بھی ذکر کر چکے تھے کہ ان چند افراد کی قربانی دینے سے چنداں کوئی فائدہ نہیں ہوگا مگر پیارے آقا نے یہی پسند کیا کہ دنیا خواہ کچھ کہے ہم نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی بستی اور آپکے مسکن و مدفن کو خالی نہیں چھوڑنا مخالف ہماری حیثیت کا اندازہ اور پیمانوں سے لگاتے تھے اور ہم اپنے عزم اور ارادہ پر قائم

یہ بارگاہِ محبت ہے خانقاہ نہیں یہاں پہ پھول نہیں سر چڑھائے جاتے ہیں

ایک دردانگیز دعا کے ساتھ قافلہ روانہ ہو پڑا اور ہم حدنظر تک ان کو جاتے دیکھا کئے۔ اور جب کنوائے آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تو ہم احمدیہ ایریا کی اور مخالف اپنے ٹھکانوں کی طرف چل پڑے۔ اللہ تعالیٰ ہی تھا کہ جس پر بھروسہ کر کے ہم اس کے حضور سجدہ ریز تھے کہ ہمارے پیارے خدا ہم تیری رضا کی خاطر تیرے موعود خلیفہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مسیح آخرالزمان کے مرکز کی آبادی کیلئے ٹھہرے ہیں۔ ہم اپنی جانوں کا نذرانہ لئے حاضر ہیں۔ ہم کو اپنا عہد نبھانے کی توفیق دیجیو اور ہمارے بعد خود اس مقام کی حفاظت کیجیو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت وغیوری نے یہ پسند نہیں کیا کہ یہ چندلوگ اس کے نام پر مارے جائیں۔ اس نے مخالفین کے دلوں میں رُعب ڈال دیا۔ ''نصرت بالرعب'' کے مصداق مخالفین میں سے ہی بعض نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ خبردار رات کو کوئی ان کے ایریا سے نہ گزرے جو گیا سو بس گیا اس کا پھر کہیں نام ونشان نہیں ملے گا۔ یہ حربہ ایسا کارگر ہوا کہ سورج غروب ہونے کے بعد کوئی بھی ہمارے ایریا سے نہیں گزرتا تھا۔ یوں ہم نے اپنے طور پر یہ انتظام کر رکھا تھا کہ پہرہ باقاعدگی سے چوبیس گھنٹہ جاری رہے اور خاص کر رات کو اور آٹھ جگہ پر اذان دینے کیلئے مقرر کر رکھی تھیں کہ عشاء اور فجر کی اذانیں ان مقامات پر ہوں کرفیو کی وجہ سے یہ ضروری تھا تا علم ہو سکے کہ پورے ایریا میں درویشان خدا تعالیٰ کے فضل سے محفوظ ہیں۔ تاہم اس قدر تنگی کا دور آیا تھا کہ کپڑے جو جسم پر موجود تھے وہ جواب دے گئے تھے خریدنے کی نہ گنجائش تھی اور نہ بازاروں سے سودا سلف لینے کی سہولت۔ مَیں خود اور متعدد درویشان نے 1948ء کے ماہ مارچ اپریل میں سردی کا زور ختم ہوتے ہی اپنی رضائیاں ادھیڑ کر اس کے اندر سے قمیضیں سلوائیں گو یہ بڑی عجیب معلوم ہوتی تھیں مگر کوئی اس کا بدل میسر نہ تھا قیدیوں کی طرح اسی پر گذارہ کرتے رہے۔

مخالفین نے چندمرتبہ بیرونی دیہات سے بھی فسادی عناصر کو بلوایا تا ان چندافراد کا قصہ صاف کر دیا جائے اور آخر بعد مشورہ ان میں یہی طے پایا کہ اب تشدد آمیز کارروائی مفید نہیں ہوگی بلکہ مناسب یہ ہوگا کہ ان کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے تا سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ یہ لوگ بھوک کا شکار ہو کر خود بھاگ جائیں گے۔ آخر کیوں وہ ان مٹھی بھر افراد کو جو پرامن طور پر رہنا چاہتے تھے نکالنے پر بضد تھے۔ ان کے پیش نظر وہ جائیداد تھی جو درویشان کے قبضہ میں تھی لگ بھگ 150 ایکڑ اراضی باغ اور تین سو مکانات جو اس وقت کی گری ہوئی قیمتوں سے گنی جائیں تو دو کروڑ سے کم نہ تھیں لہٰذا بائیکاٹ شروع ہوا اور کوئی مہینہ تک چلتا رہا ان کا خیال تھا کہ ان کے پاس چندروز کیلئے راشن ہوگا پھر بھاگنا شروع ہو جائیں گے ہمارے پاس خدا تعالیٰ کے فضل سے پانچ ہزار بوری گندم جلسہ سالانہ کیلئے سٹاک کی ہوئی اور ایک ہزار بوری جو ہم نے ان مکانات سے جمع کی تھی موجود تھی۔ دالوں کا بھی خاصہ سٹاک موجود تھا صرف سبزی دودھ اور آٹا پیسنے کا مسئلہ تھا۔ کیونکہ چکیاں سب ان کے قبضہ میں تھیں اور ہمارا آٹا پیسنے کو کوئی بھی تیار نہ تھا پس اس دوران پھر گندم ابال کر کھانے تک نوبت پہنچی اور یہ دو ہفتہ سے زیادہ نہ رہی۔ جب ان لوگوں نے استقلال دیکھا تو ان مہاجرین میں سے وہ طبقہ جن کی پاکستان سے بچ نکلنے میں احمدیوں نے مدد کی ہوئی تھی وہ اس بائیکاٹ کے خلاف ہو گیا اور آہستہ آہستہ یہ ختم ہو گیا۔

پھر مخالف عنصر نے سوچا کہ سرکاری مشینری کو ان کے خلاف بھڑکایا جائے۔ انہوں نے سرکار میں رپورٹیں کرنا شروع کر دیں کہ ان لوگوں کے پاس بہت سا اسلحہ ہے اور اس سے شہر والوں کو خطرہ ہے۔ سرکار اس کا بندوبست کرے ایسی رپورٹیں ملنے پر سنٹرل سرکار کی طرف سے گیانی کرتار سنگھ جی جو اس وقت مرکزی کیبینٹ میں منسٹر تھے قادیان آئے اور شہر کے معززین کو جمع کیا اور کہا کہ جب یہ لوگ اکثریت میں تھے تو آپ لوگ شور مچاتے تھے کہ ہمیں اکثریت سے بچاؤ اور اب یہ نہایت ادنیٰ اقلیت میں ہیں اور آپ لوگ شور مچاتے ہیں کہ ہمیں اقلیت سے بچاؤ آپ لوگ کہتے ہیں کہ ان کے پاس اسلحہ موجود ہے۔ اگر ان تین سو آدمیوں کے پاس ایک ایک توپ بھی ہو تو تب بھی ایسی حکومت جس کی فوجوں کی تعداد 37 لاکھ ہے اس کو کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ عقل کے ناخن لو اور امن سے رہو۔ اس تنبیہہ کی وجہ سے ان عناصر نے سمجھ لیا کہ ہمارا یہ حربہ بھی کام نہیں آیا کچھ اور سوچنا چاہئے۔ پھر باہمی مشورہ سے طے پایا کہ ان لوگوں کے پاس تین سو کے قریب مکانات ہیں۔ کیوں نہ محکمہ کسٹوڈین کو اس طرف متوجہ کیا جائے اور ان سے انکے مقبوضہ مکانات کا ایک بڑا حصہ خالی کرا لیا جائے۔ ان لوگوں کی شکایات پر سنٹرل گورنمنٹ نے ایک کمیشن مقرر کیا اور اس نے جائزہ لیکر ہمارے مقبوضہ مکانات میں سے بارہ مکانات پر قبضہ چھوڑ دینے کی تجویز کی اور باقی ایریا کے اردگرد ریڈ لائن کھینچ دی۔ (یہ ایک بااختیار کمیشن تھا) اور فیصلہ کر دیا کہ اس ریڈ لائن کے اندر اب کوئی محکمہ بھی کوئی مداخلت نہیں کریگا اور یہ ایریا خالصتہً جماعت احمدیہ کے لئے مخصوص رہیگا اس ایریا میں صدر انجمن احمدیہ کی مملوکہ جائیدادیں بھی تھیں

اور کچھ ایسے مکانات بھی تھے جن کے مالک ہجرت کر کے جا چکے تھے بعد میں سنٹرل گورنمنٹ سے قانونی طور پر صدر انجمن احمدیہ نے ان پرائیویٹ مکانات کو خرید لیا اور اب یہ ایریا جماعت احمدیہ کے قبضہ اور تحریف میں ہے۔

مخالفین بھی کسی طرح مطمئن ہونے والے نہیں تھے اور نہ ہوا کرتے ہیں۔انہوں نے ایک نیا شوشہ چھوڑا کہ ان کے ایریا میں سے کئی ایک جگہوں کو بند کیا گیا ہے یہ کھلوائی جائیں ایک لمبی مقدمہ بازی کے بعد اس تعلق میں بھی حکام نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس ایریا میں جن گلیوں کی بند کئے جانے کی شکایت کی گئی ہے۔ وہ ایک خاندان کی ملکیت ہونے کی وجہ سے عام پبلک کیلئے شروع سے ہی بند ہیں۔اور یہ مالکان کا قانونی حق ہے۔البتہ ننگل سے آنے والے لوگوں کو چونکہ اس پل پر سے ڈھاب عبور کرنا پڑتی ہے۔ جو بہشتی مقبرہ کی سڑک پر موجود ہے۔اس لئے پل سے بازار تک کا رستہ فراہم کیا جانا چاہئے اسلئے ڈھاب کے اندر پل کے ساتھ ہی ایک رستہ موجود ہے اس کو مرمت کر کے درست کر دیا جائے تو راہ رو آسودگی سے اس رستہ سے گزر کر مسجد اقصیٰ کے مغرب والی گلی سے سیدھے بازار جا سکیں گے۔ جہاں تک مخالفین کا مسئلہ ہے یہ کہانی ختم ہونے والی نہیں۔اور جاری وساری ہے۔طوالت کی وجہ سے اس ذکر کو چھوڑتا ہوں۔درویشی دور کی ابتداء میں ہی درویشوں پر ایک انقلابی دور آیا اور طبائع میں عبادات کی ایک خصوصی لہر دوڑ گئی اسبارہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب نے نہایت پیار بھرے انداز میں جو نوٹ رقم فرمایا اس کی موجودگی میں مزید کچھ عرض نہ کرتے ہوئے ان حالات پر سے پردہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہوں جو منصۂ شہود پر نہیں آئے۔

تجرد کی زندگی بسر کرتے ہوئے ساڑے تین سال بیت چکے تھے اور ہم ایک عرصہ سے بچہ رونے کی آواز سننے کو بھی ترس گئے تھے۔ریڈیو میں خبروں سے قبل ایک اشتہار آیا کرتا تھا جس میں ایک بچہ رونے کی آواز ہوتی تھی اور پھر بچہ کی ماں آکر اسکو''وُڈ ورڈ گرائپ واٹر'' کا ایک چمچہ پلادیتی تھی اور بچہ ہنسنے لگتا تھا۔ہم لوگ خبروں سے قبل یہ اشتہار سننے کے لئے دوڑ کر جایا کرتے تھے کہ یہ گذر نہ جائے۔یہ بات ہمارے دلوں میں تھی کسی کو اس کا کیا علم ہو سکتا تھا مگر ہمارا پیارا خدا تو دلوں کی چھپی باتوں کو بھی جانتا ہے۔اس نے خلیفہ برحق سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کے دل میں القاء فرمائی اور آپ نے 1950ء میں ارشاد فرمایا کہ ہندوستان کی جماعتوں کو تحریک کی جائے کہ وہاں سے کچھ خاندان ہجرت کر کے قادیان آجائیں اور جن درویشوں کے بیوی بچے پاکستان آچکے ہیں انہیں قادیان بھجوانے کیلئے جماعت کوشش کرے اور جو درویش مجرد ہیں۔ابھی تک شادی نہیں ہوئی وہ ہندوستان میں شادیاں کر لیں تا متاہل زندگی کا آغاز ہو۔یہ خبر کیا تھی ایک ایسی انجانی خوشی تھی جس سے دل سینوں میں اچھلے پڑتے تھے پھر ایک گہری سوچ میں پڑ جاتے کہ ہمارا تو کوئی بزرگ یہاں نہیں جو ہمارے رشتہ کیلئے سلسلہ جنبانی کرے۔نہ ہماری کوئی جائیداد ہے نہ کوئی ذریعہ آمد ہے۔نہ کوئی کاروبار ہے۔بس لنگر خانہ سے دو وقت روٹی اور دیگر اخراجات کیلئے پانچ روپے ماہوار اس مال میں کون اپنی لخت جگر کو ایک فاقہ مست درویش کے پلے باندھ دیگا یہ سوچ سوچ کر دل بیٹھ جاتا ذہن ناممکن ناممکن کی آواز سننے لگتا۔پھر دل اچھلتا کہ خدا تعالیٰ کے موعود خلیفہ نے یہ بات کہی ہے۔ناممکن نہیں ہوسکتی۔

ایک رجائی طبیعت کے مالک درویش تیار ہوئے اور درخواست کی کہ مجھے کچھ رقم اخراجات سفر کیلئے دی جائے تو میں کوشش کرتا ہوں انہیں تین سو روپے زادراہ دیکر سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کے ارشاد کی نقل دیکر روانہ کر دیا گیا۔یہ درویش پہلے پنجاب کے نزدیک ترین مقام بجو پورہ گیا یہاں ایک نہایت مخلص احمدی خاندان آباد ہے۔ یہ معلوم کر کے کہ کوئی درویش قادیان سے ان کے ہاں مہمان ہوا ہے۔نہایت خوش ہوئے درویش کی عمدہ طور پر مہمان نوازی کی اور مہمان نوازی کے سب تقاضے پورے کرنے کے بعد رات کو آرام سے قبل گویا ہوئے کہ آپکی آمد ہمارے لئے باعث صد برکات ہے تاہم آپکے آنے کا اگر کوئی خصوصی مقصد بھی ہو تو مطلع فرمائیں درویش نے کانپتے ہاتھوں سے حضور انور کا وہ ارشاد جیب سے نکالا اور ان کو دیدیا زبان میں بولنے کی طاقت نہیں کہ کچھ کہیں آنکھوں سے آنسو رواں اور اپنی کم مائیگی کا احساس نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن! صاحب خانہ نے اس ارشاد کو بغور پڑھا اور کہا بیٹا حضور پرنور کے اس ارشاد کو پڑھکر دل چاہتا ہے کہ جو کچھ بھی میسر ہو آپکے قدموں میں رکھدوں۔مگر صورت حال ہے کہ اپنے ہاں اس وقت کوئی جوان نہیں ہے۔آپ حوصلہ نہ ہاریں اور بہت سے احمدی حضور پرنور کی آواز پر اپنا سب کچھ قربان کر دینے میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔اور کسی اور مقام پر کوشش کر دیکھیں وہ درویش اگلے روز ایک مقام انچولی میں گیا اور وہاں پر بھی اوپر ذکر آچکا واقعہ دہرایا گیا اور انہوں نے بھی حوصلہ دلایا۔حوصلہ تو بیشک دلایا گیا مگر دو مقامات سے ناکامی ہو چکی تھی اور قدم بھاری ہو گئے تھے اگلے مقام کیلئے نہیں اٹھتے تھے۔مگر یہاں سے تو بہر حال جانا ہے دل میں آتا قادیان واپس لوٹ جاؤں۔ پھر خیال آتا کہ ایک مرتبہ صرف اور صرف ایک اور کوشش کر دیکھوں ممکن ہے اللہ تعالیٰ کا در اجابت اس مرتبہ وا ہو

جائے۔ کرایہ بھی توختم ہونے کو ہے۔ ہر چہ باداباد جو ہوسو ہوایک اور کوشش کرتا ہوں مضموم دل کے ساتھ گرتا پڑتا ریلوے سٹیشن پہنچا اور ایک نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گیا اگلے روز اٹھا اور اپنے پاس نوٹ کئے ہوئے احمدیہ جماعتوں کے پتہ جات میں سے ایک نام سامنے آیا۔ راٹھ، مودھا۔ مسکرا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ڈگمگاتے قدموں سے راٹھ پہنچا یہاں ایک نہایت مخلص خاندان سلسلہ کا فدائی آباد تھا تینوں مقامات یعنی راٹھ مودھا۔ اور مسکرا میں ایک ہی خاندان کے افراد آباد تھے (احمدی احباب باقی آبادی مخالفین کی ہے) یہ معلوم کر کے کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درویشوں میں سے کوئی درویش ہمارے ہاں مہمان ہوا ہے زہے قسمت خرد وکلاں سب شاد وفرحاں انکی خوب خاطر و مدارات کی اور پھر بوقت فرصت خاندان کے بزرگوں نے عرض کیا کہ آپکا یہاں قدم رنجہ فرمانا ہمارے لئے باعث برکت وافتخار ہے تاہم اگر کوئی مخصوص مقصد بھی اس آمد کا ہو تو بلا جھجک فرمائیں یہاں تو آپکی آمد کی خوشی میں دل سینوں سے نکلے پڑتے ہیں۔

درویش گذشتہ دو مقام میں اس تجربہ سے گزر چکا تھا ہاتھ جیب کی طرف نہیں اٹھتا تھا خاموش رہا اور خاموشی کی ایک زبان ہوتی ہے۔ صاحب بصیرت اس کو پڑھ لیتے ہیں۔ مہمان نواز خاندان نے انکی زبان پڑھ لی اور اصرار کیا کہ آپ گھبرائیں نہیں جو بھی آپکی آمد کی غرض ہے کہہ دیں ہم یقین دلاتے ہیں۔ کہ ہم جو بھی ہمارے بس میں ہوگا کر گزریں گے۔ ان کے الفاظ پر ہمت بندھی اور درویش نے کانپتے ہاتھوں سے وہ تحریر نکالی اور اپنے کرم فرماؤں کے ہاتھ میں تھما دی اور اس اثنا میں اس کی آنکھوں سے یوں آنسو برسنے لگے جیسے ساون میں زمین کی حالت خستہ دیکھ کر بادلوں کو رونا آجایا کرتا ہے۔ سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کا ارشاد پڑھ کر سب ایک گہری سوچ میں پڑ گئے اور درویش کو یہ کہہ کر کہ آپ آرام کریں کل ہم اسبارہ میں بتائیں گے۔ دوسرا روز ظاہر ہوا مہمان نوازی میں فرق نہ آیا مگر ادھر اُدھر کے کاموں میں دن بیت گیا رات کو نمازوں اور کھانے کے بعد پھر خاندان کے بزرگ درویش کے پاس جمع ہوئے اور کہا! بیٹا ہم نے حضور انور کے ارشاد کو پڑھا پھر سوچا پھر پڑھا اور پھر سوچا بار بار پڑھا اور بار بار سوچا ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہمیں سمجھ میں آئے نہ آئے حضور کے ارشاد پر عمل میں ہی فلاح و برکت ہے۔ اور ہم نے بدل وجاں اس پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ ہمارے ہاں تین بھائیوں (احمدی بھائیوں) کے ہاں تین لڑکیاں قابل شادی موجود ہیں۔ ہم یہ تینوں بیٹیاں حضور انور کے ارشاد کی تعمیل میں دان کر دینا چاہتے ہیں۔ پس آپ بذریعہ تار قادیان سے اور دو درویشان کو بلوالیں ہم تینوں کو ایک ساتھ شادیاں کر دیں گے۔

اِدھر قادیان میں یہ فکر دامن گیر ہو رہا تھا کہ ایک ماہ ہو چکا ہے ایک درویش کو گئے اس کا کوئی اتہ پتہ نہیں کہ کہاں ہے کس حال میں ہے۔ اس کو کس طرح ڈھونڈیں کہاں جائیں کس جگہ پتہ کریں انہی سوچوں میں تھے کہ ایک تار امیر صاحب جماعت احمدیہ قادیان کے نام موصول ہوا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ میں اس جماعت میں ہوں اور کہ یہاں تین درویشوں کیلئے رشتہ کا انتظام ہو گیا ہے۔ آپ دو مزید درویشوں کو یہاں بھجوا دیں۔ اور ان کے ہاتھ میرے بھی دو کس کا واپسی کا کرایہ دے دیں کیونکہ میرے پاس جو زادِراہ تھا وہ مختلف مقامات میں پھرنے میں صرف ہو گیا ہے۔ اس تار کو پا کر خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی حضرت امیر صاحب جماعت احمدیہ قادیان نے دو اور درویشوں کو تیار ہونے کا حکم دیا اور اگلے دو تین روز میں انہیں مطلوبہ اخراجات دیکر روانہ کر دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم سے حضور پر نور کے ارشاد پر غیب سے سامان فراہم کر دیئے ورنہ اگر عام نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو بھلا کون ہے کہ جو اپنی جگر گوشہ بیٹی کو پال پوس کر ایک ایسے شخص کے پلے باندھ دے جس کا نہ مکان ہے نہ کاروبار ہے نہ ملازمت ہے۔ اور بچی کو شادی کے بعد کسی آسودگی کا امکان نظر نہیں آتا۔ اگر کچھ نظر آتا ہے تو فقیرانہ زندگی کا ہی منظر سامنے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں ان لوگوں پر جنہوں نے پہلی بار یہ قدم اٹھایا محض یہ خیال کر کے کہ شاید یہی عمل ہمارے لئے ذریعہ نجات ہو۔

گو اس سے قبل بھی چار شادیاں ہو چکی تھیں مگر انکی نوعیت اس سے الگ تھی حضور انور کے ارشاد پر ہندوستان کی جماعتوں میں تحریک کی گئی تھی کہ جو لوگ مع فیملی ہجرت کر کے قادیان آنا چاہیں وہ اپنے نام پیش کریں اس تحریک پر 16-15 خاندان یوپی سے ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے ان میں سے چار لڑکیاں جوان قابل شادی تھیں ان کی شادیاں بھی درویشان سے ہو گئی تھیں۔ یہ لوگ جو قادیان آ گئے تھے ان کا اوڑھنا بچھونا بھی درویشان کی طرح ہی تھا یعنی لنگر خانہ سے کھانا اور متفرق اخراجات کیلئے چند سکے اس لئے ان شادیوں میں ایک عمومیت کا پہلو آ گیا تھا۔ ایک دوسرے درویش نے انہی لائینوں پر بہار میں کوشش کی اور انکی کوشش بھی بار آور ہوئی اور وہاں بھاگلپور میں ایک فیملی میں انکا رشتہ طے پا گیا شادی کے بعد بچی کے والدین نے جب قادیان میں بچی کو اچھے روحانی ماحول میں پایا تو اپنی باقی بچیوں کے رشتے بھی درویشوں سے کر دیئے اور تین سگی بہنیں تین درویشوں کے ہاں بیاہی گئیں الحمدللہ۔

اس موقعہ پر اس امر کی وضاحت کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ

1۔قادیان میں جو تین سو تیرہ افراد رہ پڑے تھے۔ان کی چار اقسام تھیں۔کچھ صدر انجمن احمدیہ کے گریڈڈ مستقل کارکنان تھے۔جنہیں انکے مقررہ گریڈ کے مطابق تنخواہ ملتی تھی۔انکی تعداد 22 تھی۔دیہاتی مبلغین کلاس جو وظیفہ پاتی تھی 40 تھے۔

2۔کچھ خدام ایسے تھے جنہیں حالات خراب ہونے پر خدمت کیلئے قادیان بلوایا گیا تھا ان کو بھی انکی مقررہ تنخواہ ملتی تھی۔انکی تعداد 80 تھی۔

3۔کچھ خدام باہر سے پاکستانی علاقہ سے اکثر اور کچھ ہندوستان کے دوسرے صوبہ جات سے تھے۔انہیں عارضی طور پر بلوایا گیا تھا انہیں اس عارضی قیام کے عرصہ میں لنگر خانہ سے کھانا اور صابن تیل کیلئے -/5 ماہوار ملتے تھے انکی تعداد 65 تھی

4۔قادیان کی آبادی میں سے جو لوگ بطور درویش رہ پڑے تھے انکو بھی۔لنگر خانہ سے کھانا۔اور دیگر ضروریات کیلئے -/5 روپے ماہوار ملتے تھے۔ اوّل اوّل ان کا قیام بھی عارضی تھا بعد میں مستقل ہو گیا۔ان کی تعداد 119 تھی۔

شادیوں کی اجازت آجانے پر ظاہر ہے کہ پہلے وہی لوگ شادی کر سکتے تھے جنہیں ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔سب سے پہلے مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی کی شادی انڈیا سے آئی مہاجر فیملی میں طے ہوئی۔پھر تین چار شادیاں انہی آئے خاندانوں میں ہو گئیں۔پھر ہندوستان کی جماعتوں میں تحریک کے نتیجہ میں ہوتی چلی گئیں۔جن درویشوں کے عیال پاکستان میں تھے انکو لانے کی کوشش بھی جماعت کی طرف سے جاری تھی۔یہ کوشش کامیاب ہوئی اور اکثر فیملیاں یہاں آ گئیں۔اور بارونق آبادی محسوس ہونے لگی۔یہاں تک تو صرف ان ہی بھائیوں کو فائدہ ہوا جو تنخواہ دار تھے۔سوال پیدا ہوا کہ جو لوگ لنگر خانہ سے کھانا اور -/5 روپے ماہوار پاتے ہیں ان کا کیا ہو۔

صدر انجمن احمدیہ نے بعد سوچ بچار طے کیا کہ ان لوگوں کو فیملی سکیل گذارہ دیا جائے۔یہ طریق تحریک جدید کے تحت زندگیاں وقف کرنے والوں کیلئے پہلے سے رائج تھا۔ہیڈ آف فیملی اتنے روپے اہلیہ اتنے اور پھر ہر بچہ کیلئے الگ الگ سکیل مقرر تھی۔بالکل اس کے برابر تو نہیں تھی مگر اسی بنیاد پر ایک سکیل مقرر کی جس سے قوت لا یموت میسر آسکے۔سکیم تیار کر کے سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھجوائی گئی جسے حضور انور نے منظور فرمایا اور اس طرح ان افراد کے بھی گھر آباد ہونے کا مسئلہ حل ہو گیا اور جن کی فیملیاں پاکستان تھیں وہ منگوائی گئیں اور جنکی شادی ہندوستان میں ہونا تھیں یہاں پر انتظامات کئے گئے۔اللہ تعالیٰ نے درویشوں کو کثرت اولاد سے نوازا حالت اس قدر تنگی پر آ گئی کہ بجٹ میں اس قدر افراد کیلئے گزارہ ادا کرنا مشکل ہو گیا پھر صدر انجمن احمدیہ کے فیصلہ کے بعد اس لائن پر کہ قریش جنکی ذمہ داری شہر مکہ مکرمہ کو آباد رکھنے کی تھی وہ اس قدر اس عہد پر پابند اور کار بند رہے کہ اگر تجارت میں خسارہ اور ملک میں موسم کی خرابی کی وجہ سے قحط کی صورت پیدا ہو جاتی اور کوئی قبیلہ محسوس کرتا کہ اب وہ مزید بھوک برداشت کرتے ہوئے زندہ نہیں رہ سکے گا۔اور اگر وہ آبادی میں ہی رہ کر جان گنوا بیٹھا تو اس سے باقی قبائل میں بھی مایوسی پھیل جائیگی۔اور یہ امر مکہ مکرمہ کی آبادی میں روک کا موجب ہوگا وہ رات کے اندھیرے میں چپ کر کے مکہ سے غائب ہو کر صحرا عرب کے کسی ویران گوشے میں چلا جاتا اور وہاں تمام جاں بحق ہو جاتے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔لہٰذا جب ہم نے قادیان کو آباد رکھنے کا عہد کیا ہے تو ہمیں ہر قسم کی قربانی اس مقصد کیلئے کرنا ہوگی۔

اس لئے جو درویش اپنا کوئی کاروبار کر کے اپنے بال بچوں کا گزارہ خود چلا سکتے ہوں وہ صدر انجمن احمدیہ سے اپنے گذارہ کا بوجھ کم کر دیں اور خود اپنے ذرائع سے کما کر اپنے بال بچوں کا خرچہ چلائیں۔ہاں انجمن یہ یقین دلاتی ہے کہ عرب قبائل کی طرح یہ موقع نہیں آنے دیا جائیگا کہ کوئی درویش فیملی بھوک کا شکار ہو جائے انجمن کی انتظامیہ کی اس پر نگاہ رہے گی اس تحریک پر 50/60 افراد آزادانہ کاروبار کر کے گذارہ چلانے پر آمادہ ہو گئے اور صدر انجمن احمدیہ کے بجٹ سے اپنے گذارہ کی رقم کا بوجھ کم کر دیا۔اور کمال وفاداری سے اس فرض کو نبھایا تا آنکہ صدر انجمن احمدیہ کے بجٹ کی پوزیشن بہتر ہونا شروع ہوئی اور فارغ درویشان کے حالات کا جائزہ لیکر جن جن کے بارہ میں محسوس کیا کہ وہ سخت مالی تنگی کا شکار ہیں۔اور مزید انتظار سے حالت خطرناک صورت اختیار کر سکتی ہے ایسے درویشوں کو بتدریج انجمن کی طرف سے گذارہ دینا شروع ہو گیا۔بعض جنکی آمد کسی حد تک قابل برداشت تھی انہیں نصف فیملی سکیل گزارہ دیکر فارغ ہی رہنے دیا گیا۔اور بعض ریٹائرمنٹ کی عمر تک جو کہ درویشوں کے لئے 70 سال محسوب کی گئی۔اپنا آزاد کاروبار کر کے گزارہ چلاتے رہے۔

سب طرح کی احتیاطوں کے باوجود پھر بھی درویش اپنی تنگ دستی کو چھپاتے ہی رہے اور شکوہ شکایت سے پرہیز کرتے ہوئے وقت گزار ایوں تو تنگی کا منہ ہر ایک نے دیکھا اور ان ایام کو کس کس طرح گزارا یہ ایک لمبی داستان ہے اور ہر ایک درویش کی الگ الگ ہے۔تاہم ہر درویش اس صبر وقناعت کا ایک خاص نمونہ ہے۔

حکیم چوہدری بدرالدین عامل بھٹہ۔سابق جنرل سیکرٹری لوکل انجمن احمدیہ۔قادیان۔15 نومبر 2004



1991ء میں پاکستان سے آئے ہوئے جماعتی عہدیداران کی مسجد اقصیٰ قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ تصویر



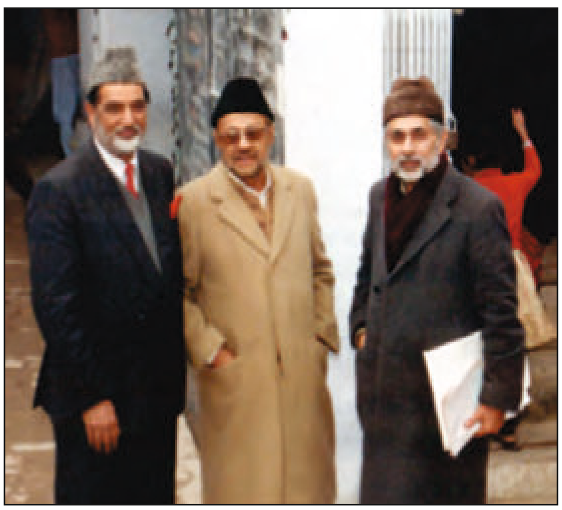
خاکسار کی سیاسی لیڈران کے ساتھ تصویر



خاکسار کی حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کے ساتھ تصویر



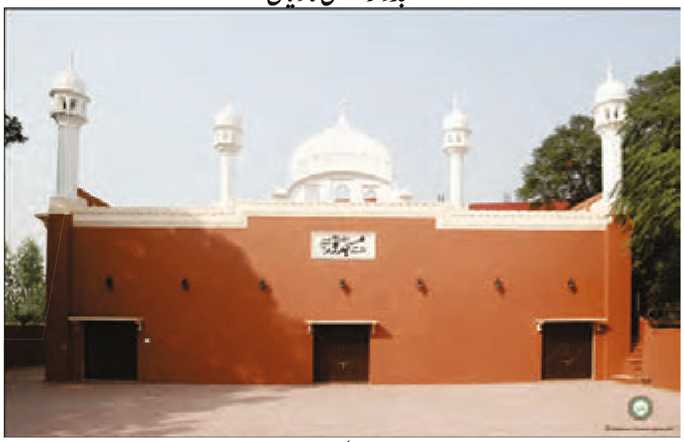
خاکسار کی سکھ مذہبی لیڈران کے ساتھ تصویر

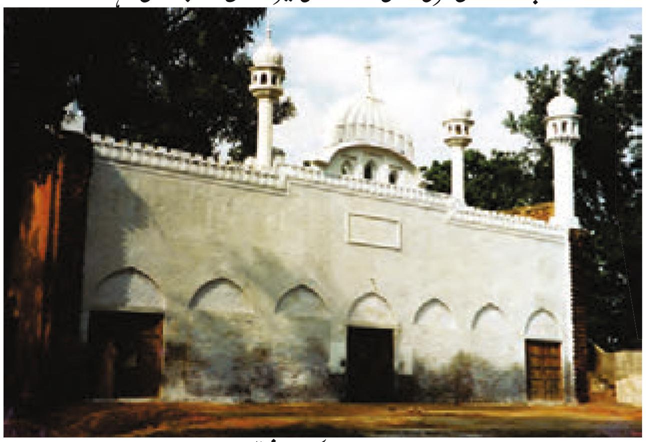


خاکسار مکرم آفتاب خان صاحب امیر یو کے
اور مرزا انور صاحب کے ساتھ


مسجد دارالفضل قادیان


مسجد دارالفضل شرقی (اس وقت مقامی غیر مسلموں کے قبضہ میں ہے)


مسجد نور قادیان کی موجودہ تصویر


مسجد نور قادیان کی پرانی تصویر

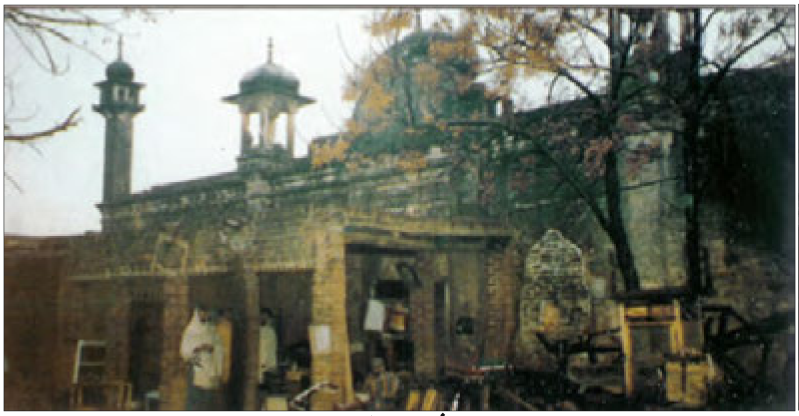

مسجد انوار قادیان کی موجودہ تصویر


مسجد انوار قادیان کی پرانی تصویر از سرنو تعمیر سے قبل


مسجد انوار قادیان



نئی مسجد دارالفتوح



پرانی مسجد دارالفتوح



نئی مسجد دارالبرکات



پرانی مسجد دارالبرکات



نئی مسجد دارالرحمت



مسجد محمود



مسجد مہدی



مسجد ناصر آباد



مسجد مسرور، حلقہ دارالسلام



مسجد طاہر



دہلی میں واقع مسجد بارہ دری خواجہ میر دردؒ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نکاح حضرت اُمّ المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے ساتھ پڑھایا گیا۔

"حضرت میر صاحب کا خط موصول ہونے کے آٹھ دن بعد حضرت اقدسؑ اپنے خادم حضرت حافظ حامد علی، لالہ ملاوامل اور ایک دو اور آدمی کو ساتھ لیکر دہلی پہنچ گئے۔ حضرت میر صاحب کے برادری کے لوگوں کو جب علم ہوا تو وہ بہت ناراض ہوئے کہ ایک بوڑھے شخص کو اور پھر پنجابی کو رشتہ دیدیا۔ حضرت اقدسؑ اپنے ساتھ کوئی زیور اور کپڑا نہیں لے گئے تھے۔ صرف اڑھائی سو روپے نقد تھا۔ اس پر بھی رشتہ داروں نے طعن کیا کہ اچھا نکاح کیا ہے۔ نہ کوئی زیور ہے نہ کپڑا۔ الغرض 17 نومبر 1884ء کو خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں بین العصر والمغرب گیارہ سو روپے مہر پر اس مبارک نکاح کا اعلان مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے کیا۔ حضرت میر صاحب کے رشتہ دار تو دانت پیس کر رہ گئے۔ حضرت میر صاحب نے رخصتانہ دہلی میں ہی نکاح کے بعد دیدیا تھا۔ دوسرے دن حضرت اقدسؑ عازم قادیان ہوئے اور اس طرح اس مبارک شادی کا کام انجام پذیر ہوا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔ حضرت اماں جانؓ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے 86 سال کی لمبی عمر پائی۔ 21/اپریل 1952ء کو وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ امانتاً ربوہ پاکستان میں قطعہ خاص بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں"۔ (حیات طیبہ 57، 58۔ شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل)



مسجد بارہ دری خواجہ میر دردؒ کے اندر کا منظر

قیام صدر انجمن احمدیہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت کے مطابق دور درویشی کی اولین صدر انجمن احمدیہ قائم ہوئی۔ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر مقامی اور محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بیرسٹر نائب امیر و ناظر اعلیٰ تھے۔ صاحبزادہ صاحب کی پاکستان کو اوائل مارچ 1948 میں مراجعت کے بعد تا وفات 21 جنوری 1977 مولانا عبدالرحمٰن صاحب ہی دونوں عہدوں پر فائز رہے اس کے بعد سے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم (وفات 29 اپریل 2007) تک امیر مقامی اور ناظر اعلیٰ رہے۔

محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب اور مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ حکومت کے ساتھ خط و کتابت کرتے تھے اور یہ دونوں اور حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب مقامی اور مضافات کے غیر مسلموں سے تعلقات بہتر بنانے کے لئے کوشاں رہے۔ حکومت کی طرف سے ایک ٹکڑی فوج کی اور ایک مجسٹریٹ سردار امولک سنگھ جی قیام امن کے لئے متعین رہے۔ محترم صاحبزادہ صاحب کی خاندانی وجاہت اور پروقار شخصیت سے مجسٹریٹ صاحب بہت متاثر تھے۔ قادیان کی آڑھتی ایسوسی ایشن کا سٹور گندم ضائع ہو گیا اور سرکاری طور پر صدر انجمن احمدیہ کے پرمٹ پر خرید کردہ ذخیرہ قبضہ میں لینے کے لئے انہی مجسٹریٹ صاحب کے پاس دعویٰ کیا گیا۔ محترم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز نے ریکارڈ پیش کیا۔ دباؤ ڈالے جانے کے باوجود سردار صاحب نے منصفانہ فیصلہ دلیری سے صدر انجمن احمدیہ کے حق میں دیا۔

محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ نے حسب ہدایت قصر خلافت میں بطور لائبریری کتب جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ صاحبزادہ صاحب موصوف کے مرتبہ پروگرام کے مطابق 26 تا 28 دسمبر 1947 مسجد اقصیٰ کے قدیم حصہ کے برآمدہ میں جلسہ منعقد ہوا۔ بچوں سے تیار کردہ سٹیج پر حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب صدر اجلاس مع محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب تشریف فرما ہوئے تھے۔ سٹیج کے پردہ کے پیچھے تین احمدی اور چار غیر احمدی خواتین اور ایک ننھی بچی شامل تھیں۔ حاضرین دو سو تریپن درویش۔ دیگر پہرہ وغیرہ پر متعین تھے۔ اور باسٹھ ہندو اور سکھ تھے جو جلسہ کا علم ہونے پر آ گئے تھے۔ انچارج چوکی پولیس قادیان ایک کانسٹیبل سمیت نیز سکیورٹی آفیسرز بھی موجود تھے۔ ایک اونچے مکان پر ملٹری کی ایک پکٹ بھی تھی۔ ذیل کے عنوانات پر تقاریر ہوئیں۔ عہد حاضر کے بارے میں اسلام اور احمدیت کی تعلیم، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رواداری کی تعلیم، آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کرام کا مصائب پر صبر اور توکل علی اللہ اور برکات دعا۔'' (تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 445-438)

''اجلاس اول میں حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے نہایت رقت بھری آواز میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کی۔ پھر اپنی تقریر میں بتایا کہ وہ وقت بھی تھا کہ جب میں پہلی بار قادیان آیا۔ اس وقت ہفتہ میں دو بار ڈاک آتی تھی۔ اب قادیان اس کے مقدس شعائر اس کی مساجد اور اس کا لنگر خانہ موجود ہیں۔ لیکن افسوس۔ ہمارا امام یہاں موجود نہیں۔ آنکھیں اپنے امام کو دیکھنے کے لئے ترستی ہیں۔ تاہم ایک گونہ خوشی ضرور ہے۔ کہ حضور نے اپنے پیغام سے ہمیں نوازا ہے۔ پھر آپ نے حضرت اقدس کا پیغام برادران جماعت احمدیہ مقیم قادیان کے نام سنایا۔ اس میں افسوس سے یہ ذکر تھا کہ میں قادیان کے جلسہ سالانہ میں شرکت سے محروم ہوں نیز فرمایا۔ ہم قادیان کے جلسہ کی یادگار میں بھی جلسہ کر رہے ہیں۔ لیکن اصل جلسہ وہی ہے جو قادیان میں ہو رہا ہے۔ اور پورے چالیس سال کے بعد پھر یہ جلسہ مسجد اقصیٰ میں ہو رہا ہے............ اس لئے نہیں کہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے مشتاقوں کی تعداد کم ہو گئی ہے۔ بلکہ شمع احمدیت کے پروانے سیاسی مجبوریوں کی وجہ سے قادیان نہیں آ سکتے۔ یہ حالات عارضی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں پورا یقین ہے کہ قادیان احمدیہ جماعت کا مقدس مقام اور خدائے وحدہ لاشریک کا قائم کردہ مرکز ہے۔ وہ ضرور پھر احمدیوں کے قبضہ میں آئے گا۔ پھر اس کی گلیوں میں دنیا بھر کے احمدی خدا کی حمد کے ترانے گاتے پھریں گے............ خدا کے حکم کے ماتحت اس حکومت کے فرماں بردار رہو جس حکومت میں تم بستے ہو...... دنیا میں کبھی بھی امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس تعلیم پر عمل نہ کیا جائے۔۔ یہی وہ بات ہے جو پاکستان کے لیڈر ہندوستان کے مسلمانوں کو............ اور ہندوستان کے لیڈر پاکستان کے ہندوؤں کو سمجھا رہے ہیں۔۔۔ میں آسمان پر خدا تعالیٰ کی انگلی کو احمدیت کی فتح کی خوشخبری لکھتے ہوئے دیکھتا ہوں۔۔ جو فیصلہ آسمان پر ہو زمین اسے رد نہیں کر سکتی۔۔۔ سو تسلی پاؤ اور خوش ہو جاؤ اور دعاؤں اور روزوں اور انکساری پر زور دو اور بنی نوع انسان کی ہمدردی اپنے دلوں میں پیدا کرو۔ کوئی مالک بھی اپنا گھوڑا ظالم سائیس کے سپرد نہیں کرتا.... تم نرمی اور عفو سے کام لو۔ اور خدا کے بندوں کی بھلائی کی فکر میں لگے رہو۔ تو خدا تعالیٰ جس کے ہاتھ میں حاکموں کے دل بھی ہیں وہ ان کے دل کو بدل دے گا۔۔ یا ایسے حاکم بھیج

دے گا جو انصاف اور رحم کرنا جانتے ہوں ۔ ۔ تم لوگ جن کو اس موقعہ پر قادیان رہنے کا موقعہ ملا ہے ۔ اگر نیکی اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تاریخ احمدیت میں عزت کے ساتھ یاد کئے جاؤ گے ۔ اور آنے والی نسلیں تمہارا نام ادب اور احترام سے لیں گی ۔ اور تمہارے لئے دعائیں کریں گی ۔ اور تم وہ کچھ پاؤ گے جو دوسروں نے نہیں پایا ۔ اپنی آنکھیں نیچی رکھو ۔ لیکن اپنی نگاہ آسمان کی طرف بلند کرو ۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۔ (مکتوبات اصحاب احمد جلد اول ص- 44 ۔ 46)

''ابتداء میں بازار جانیوالے افراد کو اکٹھے کسی ایک کی نگرانی میں بھیجا جاتا ۔ وقت روانگی اور واپسی درج کیا جاتا ۔ مبادا کوئی گم ہو جائے ۔ عیدگاہ تک اور پھر بالکل قریبی دیہات تک مولوی برکات احمد صاحب بعض افراد کو لے جانے لگے ۔ ان حالات میں ڈی ۔ ایس ۔ پی بٹالہ نے آکر وارننگ دی کہ ہم اس سے باز رہیں ۔ یہ طریق ہمارے لئے پر خطر ہے ۔'' .... ''ایک دفعہ ایک اغوا شدہ بچی کا علم ہونے پر ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب اور خاکسار (شیخ عبدالحمید عاجز) دھاریوال گئے ۔ کوشش میں بڑی تاخیر ہونے کی وجہ سے رات وہیں ٹھہرنا پڑا ۔ دوسرے دن مولوی (برکات احمد) صاحب کئی افراد کے ہمراہ ہمیں تلاش کرنے نکلے اور بٹالہ میں ملاقات ہوئی ۔ معلوم ہوا کہ ہمارا تار ڈاک خانہ میں موصول ہونے کے باوجود نہیں پہنچایا گیا ۔ قریب کے دیہات میں آمد و رفت کا طریق مولوی (برکات احمد) صاحب نے جاری رکھا ۔ اور یہ راستہ کھل گیا ۔ محترم بابا شیر ولی صاحب آنریری کیپٹن افسر خدام حفاظت کی نیکی اور دلیرانہ طبیعت نے تمام میں دلیرانہ روح پھونک دی تھی ۔ بہشتی مقبرہ اور محلہ احمدیہ کے شب و روز کے حفاظتی انتظامات کے علاوہ آپ نے بہشتی مقبرہ کے تحفظ کے لئے ایک کچی بہت چوڑی اور اونچی دیوار بنائی ۔ نالیوں وغیرہ میں پھینکے گئے قرآن مجید جمع کر کے بے حرمتی سے بچانے کے لئے نذر آتش کئے جاتے تھے ۔ احمدیہ محلہ سے برتن اور سامان جمع کئے گئے جو دفاتر کے لئے اور گھروں کی آبادی کے کام آئے ۔ بہشتی مقبرہ اور بیرون محلہ کی مساجد کی صفائی کی جاتی تھی ۔''

''1949ء میں قادیان کے درویشوں کو موقع ملا کہ وہ قادیان میں محصوریت کی زندگی سے نکل کر بٹالہ گورداسپور جالندھر امرتسر وغیرہ شہروں میں جانے لگے ۔ ان دنوں مسلمانوں کا وجود اس قدر اچنبھا اور نادر تھا کہ لوگ ان کو دیکھ کر جوق در جوق ان کے ارد گرد جمع ہو جاتے اور ان شہروں میں اکثر اوقات ایسا نظارہ سامنے آتا کہ آگے آگے چند درویش صفت احمدی جا رہے ہیں اور ان کے پیچھے اور ارد گرد ہندوؤں اور سکھوں کا جمِ غفیر جلوس کی شکل میں جا رہا ہے ۔ ان ایام میں کئی دفعہ ایسا بھی موقع آیا کہ ارد گرد اکٹھے ہونے والے لوگوں میں سے بعض سبّ و شتم سے کام لیتے بعض متحیرانہ نگاہوں سے دیکھتے ، بعض مسلمانوں کے نادر الوجود ہونیکی وجہ سے ان سے محبت اور ملائمت سے پیش آتے ۔'' ۔ ''خدا تعالیٰ کی ابتلاؤں سے متعلق اس قدیم سنت کے مطابق درویشوں پر آنے والے مصائب و آلام کے یہ ایام بھی اپنے دامن میں آسمانی برکتوں اور رحمتوں کے نزول کا موجب بن گئے چنانچہ ادھر سولہ نومبر کا آخری کنوائے ان کی آنکھوں سے اوجھل ہوا ادھر ان کے قلوب و اذہان کی کثافتیں دُھلنی شروع ہو گئیں اور رفتہ رفتہ ان میں ایسی پاک تبدیلی کے آثار پیدا ہو گئے کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس زمانہ کی قادیان ایک دفعہ پھر پلٹ آئی ۔ وہی روحانی جذب و تاثیر اور ذوق و شوق وہی دعاؤں اور عبادتوں کا شغف ، وہی قرآن مجید کے مطالعہ کا التزام اور وہی اخوتِ اسلامی کے روح پرور نظارے جن کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس گئیں تھیں دوبارہ دکھائی دینے لگے ۔'' (الفرقان درویشان قادیان نمبر 1963ء ص 49)

اہل قادیان کو اس دور میں ایک بڑے مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا ۔ جماعتی نظام کے ماتحت 313 احباب جماعت قادیان کی حفاظت کے لئے ٹھہرے رہے ۔ ان کو درویشان قادیان کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔ ان کا نازک حالات سے گزرنا قادیان کی تاریخ کا ایک اہم باب ایک معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے ۔ ان حالات کو مکرم عبدالحمید صاحب عاجز نے اپنی کتاب ''کچھ باتیں کچھ یادیں ۔ ص ۔ 47-30'' میں قلم بند کیا ہے ۔

جو احباب کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں :

[i] ''ملک کے سیاسی حالات بڑی تیزی سے بدل رہے تھے ۔ یہاں تک کہ آزادیٔ ملک کے ساتھ تقسیم کی نوبت آئی ۔ ہر دو ملکوں سے نقل مکانی کے ساتھ شدید فرقہ وارانہ فسادات اور کشت و خون کا بازار گرم ہوا ۔ اور بارڈر کے ہر دو جانب ناقابل بیان ظلم و ستم کے واقعات گذرے یہ وہ دور تھا جب مذہب کے نام پر انسانی خون کو روا رکھا گیا ۔ مذہب اور انسانیت کی تمام قدریں فراموش ہو گئیں ۔ ہزاروں لاکھوں لوگ بے گھر ہوئے ۔ درندہ صفت

انسانوں نے جس سفا کی اور بے حیائی کے ساتھ انسانی خون سے ہولی کھیلی اس کی مثال تاریخ انسانی میں مشکل سے ملے گی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش گوئی داغ ہجرت کا وقت تھا مگر مقامات مقدسہ کی آبادی خدمت اور حفاظت کے لئے تین سو تیرہ افراد بحیثیت درویش قادیان میں مقیم رہے۔ان پرُ آشوب اور دردانگیز حالات کا اندازہ کچھ وہی لوگ لگا سکتے ہیں۔جن کو ان سے گذرنا پڑا۔یہ قیامت خیز حادثہ اپنی پوری شدت کے ساتھ ملک کی تاریخ میں شاید پہلی مرتبہ ایک عذاب کی صورت میں رونما ہوا کہ لاکھوں لوگ سرحد کی ہر دو جانب بے کسی اور بے بسی کے عالم میں اپنے گھروں جائیدادوں اور ساز و سامان کو چھوڑتے ہوئے غربت و افلاس کی حالت میں ان گنت آلام و مصائب کا شکار ہو کر سرکاری کیمپوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے تاکہ ان کو سرحد پار تک زندہ پہنچایا جاسکے۔''

[ii] ''ظلم و ستم اور وحشت و درندگی کا یہ المیہ اپنے جلو میں ایسے دردناک حادثات لایا کہ ماں باپ بچوں سے بیوی خاوند سے اور بہن بھائی سے جدا ہو گئے۔بلکہ ان میں سے اکثر کچھ اس طرح بربریت کا شکار ہوئے کہ اس کے تصور سے انسانیت شرمندہ اور سرنگوں ہو جاتی ہے۔رشیوں منیوں گوروؤں اور خدا رسیدہ بزرگوں کے اس ملک میں ان گنت بچے یتیم ہوئے۔ہزاروں عورتوں کا سہاگ لوٹا گیا۔اور ننگ انسانیت مظالم روا رکھے گئے اور یہ سب کچھ مذہب کے نام پر ہوا۔مسجدوں مندروں اور گوردواروں میں امن و محبت کا وعظ کرنے اور سننے والے اپنی تعلیم اور روایات سے یکسر مختلف راہ اختیار کر کے اس قدر سنگ دل ہو گئے اور ان کے دلوں سے انسانی قدروں کا احساس اس حد تک مٹ گیا کہ جیسے وہ شیطانی قوتوں کے دائرہ اور دباؤ کے زیر اثر دب کر رہ گئیں۔تقسیم ملک کے اس تخریبی دور میں تبادلہ آبادی کے ساتھ جس طرح ہر خاندان اور ہر گھر بری طرح متاثر ہوا۔ اس کی دلخراش داستان خود کردہ را علاجِ نیست کی حقیقت کو بے نقاب کرنے والی ہے۔اور آئینہ امروز میں فکر فردا کو اتارنے والا ادیب اور مؤرخ ان روح فرسا واقعات کی شدت کو کم کرانے کے لئے خواہ کس قدر تلمیح سے کام لے مگر ابن آدم کی یہ لغزش ہمارے جامہ اعمال سے خون کے ان دھبوں کو صاف کرنے میں ناکام رہے گی۔''

[iii] ''ان ایام میں قادیان کے گردو پیش کے دیہات سے ہزار ہا ستم رسیدہ مسلمان اپنا گھر بار چھوڑ کر قادیان میں پناہ گزیں ہوئے تاکہ ان کی جان بچ سکے اور وہ کسی نہ کسی طریق سے سرحد پار کر کے پاکستان جاسکیں۔چنانچہ کئی روز تک ان بے سروسامان لوگوں کے لئے جماعت کی طرف سے راشن کا انتظام کیا گیا۔ازاں بعد راستے کے مصائب برداشت کرتے ہوئے گرتے پڑتے پیدل یا ملٹری کنوائے کے زیر انتظام جاسکے۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمال حکمت و فراست سے قادیان کی احمدیہ آبادی کی ہر ممکن حفاظت کیساتھ نقل مکانی کا ایسا اعلیٰ انتظام فرمایا کہ کم از کم جانی اور مالی نقصان ہوا۔عورتوں، بچوں اور عمر رسیدہ افراد کو مقدم رکھتے ہوئے قافلوں کی شکل میں ملٹری اسکارٹ کے ساتھ لوگ جانے شروع ہوئے محلوں سے احمدیہ آبادی پہلے کالج ہوسٹل میں جمع ہوئی۔پھر سمٹ کر دار المسیح اس سے ملحقہ موجودہ احمدیہ ایریا میں آگئی۔''

[iv] حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی داغ ہجرت کا یہ وقت تھا۔مگر مقامات مقدسہ کی آبادی خدمت اور حفاظت کے لئے تین سو تیرہ افراد کو یہاں ٹھہرنے کے لئے انتخاب کیا گیا۔اس انتخاب میں کچھ علماء کچھ کارکنان اور ہر طبقہ کے افراد شامل تھے۔ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے نمائندے بھی شریک تھے۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کی امارت اور نگرانی کے ماتحت محترم ملک غلام فرید صاحب ایم اے مکرم ملک صلاح الدین صاحب اور خاکسار کی ڈیوٹی رہی۔حضرت میاں صاحب کے متعلق خطرہ پیدا ہوا تو ان کے بعد پہلے حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب اور پھر مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس امیر مقامی مقرر ہوئے۔ایریا کی حفاظت کا انتظام حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی عمومی نگرانی میں مکرم چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ اور ان کے معاونین کے سپرد تھا۔حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ فاضل امیر مقامی اور محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب ناظر اعلیٰ مقرر ہوئے۔اس وقت یہ خیال تھا کہ یہاں تین تین ماہ کے وقفہ کے بعد مقیم افراد کا تبادلہ ہو سکے گا۔قادیان سے آخری قافلہ 16 رنومبر 1947 کو روانہ ہوا۔جس کے بعد یہاں ٹھہرنے والے افراد درویشان کہلائے۔غالباً مارچ 1948 میں محترم مرزا ظفر احمد صاحب، خلیفہ منیر الدین اور ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب یہاں سے چلے گئے اور ان کی جگہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، مولوی عبدالوہاب عمر صاحب اور ڈاکٹر کیپٹن بشیر احمد صاحب یہاں تشریف لائے۔حضرت مولوی عبدالرحمن صاحبؓ امیر مقامی کے علاوہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ناظر اعلیٰ بھی مقرر فرمائے گئے۔چند ماہ کے بعد مولوی عبدالوہاب صاحب عمر کو ان کی بعض مجبوریوں کی بنا پر واپس بھجوا دیا گیا۔''

[v] ''دورِدرویشی کی ابتداء سے ہی مسجد مبارک میں نمازِ تہجد کا باجماعت انتظام تھا۔جس کے لئے شروع میں بابا مولابخش صاحب باورچی اوراس کے بعد سیدمحمد شریف شاہ صاحب سیالکوٹی التزام کے ساتھ تہجد کے وقت ایریا میں چکرلگا کر اٹھایا کرتے تھے۔شب وروزعبادت کا یہ طریقہ تقسیم ملک کے کئی سال تک جاری رہا۔قادیان میں عورتیں اور بچے موجودنہیں تھے۔دفتری کام ابھی نہایت محدودقسم کے تھے اس لئے زیادہ تر وقت عبادت اور دعاؤں میں صرف ہوتا تھا۔''

[vi] ''جلسہ سالانہ منعقدہ 26,27,28دسمبر 1947ء کے موقعہ پر ہندوستان کے احمدیوں کا ایک محدودقافلہ جوایک سو سے کم تعداد پر مشتمل تھا پولیس کے ساتھ جلسہ سالانہ قادیان میں شامل ہونے کے لئے پہنچا۔اس قافلہ کے انچارج مکرم مولوی بشیراحمد صاحب دہلوی تھے جوان دنوں دہلی میں بطور مبلغ سلسلہ مقیم تھے۔اب تک ضرورت کے مطابق ہماری آمدورفت قادیان کے اندرہی تھی۔اخبارالفضل کا سابقہ دفتر جہاں تقسیم ملک کے بعداحمدیہ شفاخانہ کے باہرایک دوکان میں دفتر بازار قائم کیا گیا تا کہ بازار میں جانے والے درویشان کا نام نوٹ کیا جاسکے۔عموماً دوتین درویش مل کر بازارجاتے اوراپنی ضرورت پوری کر کےجلدواپس آجاتے۔ان کی آمدورفت رجسٹر دفتر بازار میں نوٹ کی جاتی۔''

[vii] '' قادیان کی آبادی مقامی احباب بیرونی خدام اورکارکنان صدرانجمن احمدیہ پر مشتمل ہے۔مقامی امیر مکرم مولوی عبدالرحمان صاحب جٹؓ مولوی فاضل ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ ہیں خاندان حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں سے حضرت صاحبزادہ مرزاظفراحمد صاحب بارایٹ لاءاورصاحبزادہ مرزاخلیل احمد صاحب یہاں مقیم ہیں۔جملہ درویشان پرانے قادیان کے ایک محدودحلقہ میں آباد ہیں جومسجد مبارک اورمسجد اقصیٰ اورعلاقہ بہشتی مقبرہ پر مشتمل ہے۔ان مقدس مقامات میں ٹھہرنے کا مقصدان کوآباد رکھنااوران میں دعااورعبادت سے روحانی فیض حاصل کرنا ہے۔اکثر صبح کی نمود سے کچھ وقت پہلے قریباً ساڑھے تین پونے چار بجے شب ایک بزرگ درویش میاں مولابخش صاحب باورچی لنگرخانہ کی رقت بھری آوازاس محدودحلقہ میں سنائی دیتی ہے۔پرسوز اور پر درد لہجہ میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اورحضرت امام جماعت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے اشعارکانوں سے اتر کر دل ودماغ کی خوابیدہ حسوں کو بیدارکرنے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔''

[viii] ''چنانچہ اس پیغام بیداری سے درویش اٹھتے ہیں اگرچہ متعدد درویش کافی عرصہ پہلے سے ہی عبادت ودعا میں مشغول رہتے ہیں اوراپنے اپنے حلقہ کی مسجد میں باجماعت فجر سے پہلے سے ہی عبادت ودعا میں مشغول ہوتے ہیں۔مسجد مبارک میں مولوی شریف احمد صاحب امینی مولوی فاضل، مسجد اقصیٰ میں جناب مولوی غلام احمد صاحب ارشد مولوی فاضل اورمسجد محلہ ناصرآباد میں خواجہ محمد اسماعیل صاحب امامت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔میاں سراج الدین صاحب مسجد اقصیٰ کے پرانے خادم مینار سے عبادت کے لئے بلانے کے لئے اللہ سب سے بڑا ہے کی آواز بلند کرتے ہیں وہ قادیان کے سکوت کوتوڑتی ہوئی فضاؤں میں ایک خاص دل کشی پیدا کرتی ہے اسی وقت مسجد مبارک اورمسجد ناصرآباد سے بھی عبادت کے لئے بلاوا سنائی دیتا ہے فجر کے بعدتینوں مساجد میں سلسلہ کی کتب کا درس دیا جاتا ہے جواحباب بڑے شوق سے سنتے ہیں۔عبادت اور درس سے فارغ ہوکر درویش انفرادی طور پرتلاوت کرتے اوربہشتی مقبرہ میں دعا کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ہرجمعہ کے روزفجر کے بعدبہشتی مقبرہ میں اجتماعی طور پر دعا کی جاتی ہے۔احباب لنگرخانہ سے کھانا حاصل کرتے ہیں۔یہ کھانا نہایت سادہ دال روٹی پر مشتمل ہوتا ہے۔ہفتہ میں ایک دودفعہ گوشت اورسبزی کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔''

[ix] ''کھانے سے فارغ ہوکرروزانہ وقارعمل کا پروگرام شروع ہوتا ہے۔یہ پروگرام محض رسمی یا تفریحی کام نہیں ہے بلکہ ایک تعمیری اورتاریخی پروگرام ہےجس میں تمام درویشوں کی حاضری ضروری ہوتی ہے۔درویشوں کی لگاتارکوششوں اورمسلسل محنتوں سے ایسے کام سرانجام دئے جارہے ہیں جواپنی اہمیت کےلحاظ سے ایک لمبے عرصہ تک تاریخی یادگاررہیں گےاورآنے والی نسلیں ان کے کاموں کورشک کی نگاہوں سے دیکھیں گی اوران کے لئے دردِدل سے دعائیں کریں گی بہشتی مقبرہ کے اردگردتقریباً 5فٹ چوڑی دیوار بنائی جارہی ہے اس کا نصف سے زائدحصہ مکمل ہو چکا ہے۔بہشتی مقبرہ میں چار پختہ کوارٹرز تیار کئے گئے جن میں دھوپ بارش اوررات کے وقت درویش آرام کر سکتے ہیں۔ان کوارٹروں کی تعمیر اگرعام حالات میں کی جاتی توزمین کی قیمت کےعلاوہ اس کام پرسات آٹھ ہزارروپیہ خرچ ہوتااورشایدکافی عرصہ اس رقم کی بجٹ میں منظوری حاصل کرنے کے لئے گزرجاتا۔مگرآفرین ہے ان درویشوں پرجنھوں نے تمام کام اپنے ہاتھ سے سرانجام دےکربغیرکوئی رقم خرچ کئے اس شاندارخدمت کو بجالانے کی سعادت حاصل کی۔''

[x] ''بہشتی مقبرہ' مساجد اور گلی کوچوں کی صفائی کا کام اور لنگر خانہ کے لئے لکڑی وغیرہ کا انتظام بھی وقار عمل کا ایک حصہ ہے علاوہ ازیں بہشتی مقبرہ کے اردگرد باغ سے ملحقہ زمین میں ہل چلا کر سبزیاں وغیرہ کاشت کرنے کا کام بھی وقار عمل میں شامل ہے۔ وقار عمل کا کام خوش اسلوبی اور احسن طریق سے سر انجام دینے کے لئے ہم اپنے بھائی مولوی عبدالرحیم صاحب اور ان کے رفقاء کے خاص طور پر ممنون ہیں۔ دوپہر کو وقار عمل سے فراغت ہوتی اور آدھ گھنٹہ آرام کے بعد عبادت کرنے کے بعد کلام الٰہی کا درس دیا جاتا ہے۔ اور بعض ناخواندہ درویشوں کو نماز کا ترجمہ بھی سکھایا جاتا ہے۔ اسی طرح باقی عبادات اپنے اپنے وقتوں پر باجماعت کی جاتی ہیں۔ اور فارغ اوقات سلسلہ کی کتب کے مطالعہ اور دعاؤں میں صرف کئے جاتے ہیں۔ ہفتہ میں دو دن (سوموار اور جمعرات) تمام درویش روزہ رکھتے ہیں اور وقت کا بیشتر حصہ نوافل اور دعاؤں میں گزارتے ہیں۔ بعض ایسے درویش بھی ہیں جو کئی روز تک متواتر روزے رکھتے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خاص دعاؤں اور توجہ کے اثر سے تمام درویشوں میں عبادت اور دعاؤں کے لئے ایک خاص شغف پیدا ہو چکا ہے۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ عبادت اور ذکر الٰہی کا رنگ محض وقتی اور ہنگامی جوش پر مبنی نہیں بلکہ اپنے اندر عمل کی استواری اور قوت ارادی کی پختگی کے اجزاء لئے ہوئے ہیں۔ جملہ درویش حضور کی نصیحتوں کے مطابق زندگی کا نمونہ دکھانے میں کوشاں ہیں۔ اور ظلم برداشت کر کے ظلم کو روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس مختصر عرصہ میں اکٹھا رہنے کی وجہ سے درویشوں میں جذبہ اخوت و مؤدت بہت بڑھ گیا ہے۔ باہمی ربط اور دوستانہ تعلقات کا اثر اس قدر وسیع ہے کہ اگر ایک دوست کا باہر سے خط موصول ہوتا ہے تو دوسرے درویش بھائی اس دوست کے عزیز و اقارب کی خیر و عافیت کے متعلق بڑے شوق سے استفسار کرتے ہیں۔ جو احباب قادیان میں دعا کے لئے تحریر فرماتے ہیں ان کے متعلق مساجد میں اعلان کیا جاتا ہے اسی طرح بعض درویشوں کے عزیز و اقارب کی وفات پر یہاں جنازہ غائب ادا کی جاتی ہے۔ گزشتہ ایام میں درویشوں کے باہمی تعاون سے حقہ نوشی کے خلاف مہم جاری کی گئی تھی جو بہت حد تک کامیاب رہی اور کئی درویش جو عرصہ سے حقہ نوشی کی مرض میں مبتلا تھے اس مرض سے نجات پا گئے۔ اسی طرح ہمارے مکرم دوست ملک صلاح الدین صاحب ایم اے نے وصیت کی تحریک کو جاری کیا جس کے نتیجے میں کئی ایک درویشوں نے وصیتیں کرائیں۔ تحریک جدید کے وعدوں میں درویشوں نے جس اخلاص اور قربانی کا ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ قادیان میں کوئی ایسا درویش نہیں رہا جس نے تحریک جدید کے چودھویں سال میں حصہ نہ لیا ہو۔ اس امر پر حضور نے بھی خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے۔''

[xi] ''چند ایک علم دوست درویشوں نے سلسلہ کی کتب کے وسیع مطالعہ اور تقریر و تحریر میں مشق پیدا کرنے کے لئے ایک ادبی مجلس بنام ''مجلس درویشاں'' قائم کی ہے جس کا اجلاس ہفتہ میں دو دفعہ منعقد ہوتا ہے۔ اور پروگرام کے مطابق ممبران مذہبی مضامین پر تقریروں کی مشق کرتے ہیں جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے دارالامان کے درویش ایک محدود حلقے میں مقید ہیں۔ بازاروں میں آمد و رفت بھی خالی از خطرہ نہیں چونکہ ہر وقت حالات مخدوش ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے جن کے متعلق لوکل افسران بھی وقتاً فوقتاً ہمیں آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ اشد مجبوری کے وقت نظارت امور عامہ کی تحریری اجازت سے تین چار درویش اکٹھے بازار جاتے ہیں اور اپنی ضرورت پوری کر کے جلد واپس آ جاتے ہیں خدام میں سے بعض ایسے درویش بھی ہیں جن کی رخصتیں ختم ہو چکی ہیں بعض ایسے بھی ہیں جن کے کاروبار تباہ ہو رہے ہیں اور بعض کے خانگی حالات ان کے قریبی رشتہ داروں کی وفات اور دیگر کئی وجوہات کی بنا پر اگرچہ ظاہری طور پر تسلی بخش نہیں ہیں مگر یہاں ان کو ایک قسم کا اطمینان قلب حاصل ہے جو اور کہیں میسر نہیں ہو سکتا۔ اور وہ خندہ پیشانی سے ہر مشکل اور تکلیف پر صبر و استقلال کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اسی طرح بعض مقامی درویشوں کے اہل و عیال اور عزیز رشتہ داروں کی طرف سے بھی کئی افسوس ناک اور پریشان کن خبریں موصول ہوئی ہیں مگر مبارک اور خوش بخت ہیں وہ درویش جو اپنی زندگی کے اصل مقصد پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اور دنیوی آرام و آسائش کو نظر انداز کرتے ہوئے دیار محبوب میں آزمائش و امتحان کی پرکیف گھڑیاں گزار رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو ذہنی پریشانیوں کی جگہ تسکین و اطمینان اور حرص و آرزو کے بدلے صبر و قناعت کی لاانتہا دولت حاصل ہے۔ یہی وہ جماعت ہے جس کو اس ابتلاء کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص انعامات کے لئے چنا اور انہیں درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق بخشی۔ جملہ درویشوں کے قلوب اس یقین سے پر ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت کے مطابق موجودہ ابتلا کا دور رو نما ہوا ہے اسی طرح اس ابتلا کے ساتھ وابستہ ترقیوں اور کامیابیوں کی راہیں بھی عنقریب کھلنے والی ہیں۔'' (الفضل لاہور 26 فروری 1948)

[xii] قادیان سے بٹالہ پہلی مرتبہ آمدورفت:

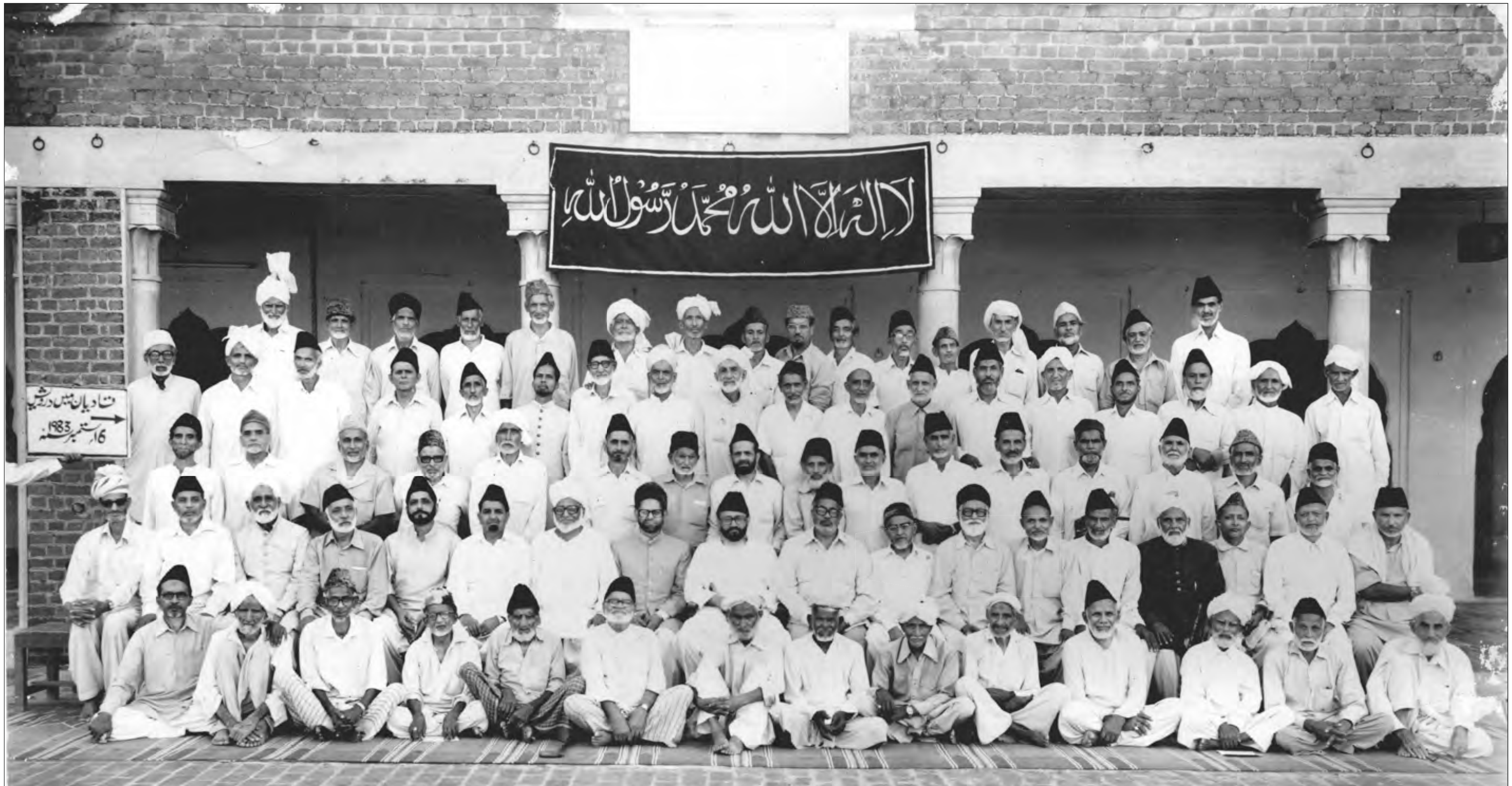
اپریل 1949ء میں صدر انجمن احمدیہ کے ڈیفینس بانڈز کی رقم مبلغ 6000 روپے دفتر خزانہ بٹالہ سے برآمد کرانے کے لئے پہلی مرتبہ ہمیں بٹالہ جانے کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ ضلع کے ڈی سی اور ایس پی کی اجازت سے مقامی پولیس چوکی کے ایس ایچ او اور دو کانسٹیبل ہمارے ساتھ حفاظتی ایسکورٹ کے طور پر گئے۔ خاکسار کے ساتھ مولوی برکات احمد صاحب، مکرم فضل الٰہی خان صاحب اور مکرم ملک صلاح الدین صاحب بھی تھے۔ بٹالہ دفتر خزانہ کے کام سے فارغ ہونے کے بعد قادیان سے جانے والی گاڑی کے وقت میں تین چار گھنٹے تھے۔ ہم نے ایس۔ایچ۔او۔اور پولیس سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ بٹالہ ٹھٹھیاری دروازہ میں ہماری مسجد احمدیہ ہے وہاں تک ہم دعا کیلئے جانا چاہتے ہیں۔ وہ بھی تانگہ میں ہمارے ساتھ ہوں گے۔ مگر ڈی ایس پی یا ایس پی نے حفاظتی ذمہ داری کی بناء پر اس کی اجازت نہ دی۔ چنانچہ تحصیل کے دفتر سے ہم ریلوے اسٹیشن کی طرف پولیس کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ راستے میں چوک پر ایک سبزی اور ایک فروٹ کی دوکان تھی۔ وہاں جب ہم کچھ خریدنے کے لئے کھڑے ہوئے تو ہمارے اردگرد لوگ توجہ اور حیرانگی کی نظر سے ہمیں دیکھنے لگے۔ ایس ایچ او نے گھبرا کر ہم کو اپنے ہمراہ اسٹیشن چلنے کو کہا اور یہ مشورہ دیا کہ ہم نے جو کچھ خریدنا ہو سپاہی کے ذریعہ خرید لیں چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی تک حالات حکومت کے نزدیک بھی نارمل نہیں ہوئے تھے پولیس ہمارے چند منٹ بٹالہ چوک پر ٹھہرنے پر بھی حفاظت کی ذمہ داری لینے کو تیار نہ تھی۔ اس کے بعد شروع 1950ء تک جب بھی ہم میں سے کسی کو بٹالہ یا امرتسر یا گورداسپور جانا ہوتا تو ہمیں پولیس چوکی کی طرف سے ایک سپاہی مل جاتا ہمیں پولیس چوکی میں اپنی روانگی اور واپسی کی رپٹ درج کروانی پڑتی۔ اور ساتھ جانے والے کانسٹیبل کا خرچ آمدورفت اور اخراجات خوراک بھی ادا کرنے پڑتے۔''

(کچھ یادیں کچھ باتیں۔عبدالحمید عاجز صاحب۔ص 40-39)

خدا تعالیٰ کے فضل سے اب قادیان میں جماعت کے لئے ابتلا کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ گذشتہ ایک سال میں صرف ہندوستان میں ہزاروں تعداد میں افراد نے جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی ہے۔ قادیان میں ترقی کی ایک نئی روح پیدا ہو چکی ہے۔ ایک بار پھر اسلامی دنیا کی قادیان پر نظر جم گئی ہے۔ قادیان کے لئے اب خدا تعالیٰ کے فضل سے انگنت ترقیوں اور کامیابیوں کی راہیں کھل گئیں ہیں۔ قادیان پہلے ہی ایک خاص عالمی حیثیت کا حامل ہے اگر آپ دنیا کے کسی حصہ سے صرف۔ قادیان ہندوستان۔ لکھ کر خط ارسال کردیں تو یہ خط بغیر کسی روکاوٹ کے قادیان پہنچ جائے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

''حوادث کے بارے میں جو مجھے علم دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ ہر طرف دنیا میں موت اپنا دامن پھیلائے گی اور زلزلے آئیں گے اور شدت سے آئیں گے اور قیامت کا نمونہ ہوں گے اور زمین کو تہ و بالا کر دیں گے اور بہتوں کی زندگی تلخ ہو جائے گی۔ پھر وہ جو توبہ کریں گے اور گناہوں سے دستکش ہو جائیں گے خدا ان پر رحم کرے گا۔ جیسا کہ ہر ایک نبی نے اس زمانہ کی خبر دی تھی ضرور ہے کہ یہ سب کچھ واقع ہو لیکن وہ جو اپنے دلوں کو درست کر لیں گے اور ان راہوں کو اختیار کریں گے جو خدا کو پسند ہیں ان کو کچھ خوف نہیں اور نہ کچھ غم۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ... **دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ میں تجھے اس قدر برکت دونگا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔**'' (الوصیت۔روحانی خزائن جلد 20۔ص 302)



درویشانِ قادیان کی 1983ء میں لی گئی ایک یادگار تصویر

(نیچے بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں مکرمیان) قریشی فضل حق صاحب، عبدالحمید مومن صاحب، حافظ الہ دین صاحب، محمد الدین صاحب، فتح محمد گجراتی صاحب، عبداللہ نانبائی صاحب، شیخ محمد ابراہیم صاحب، عبدالواحد صاحب، مرزا عبداللطیف صاحب، فضل الرحمٰن صاحب، ابراہیم غالب صاحب، ملک بشیر احمد صاحب، حاجی خدابخش صاحب، ماسٹر محمد ابراہیم صاحب

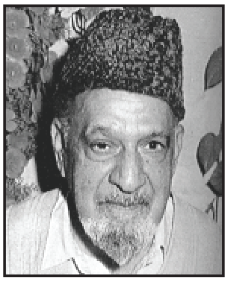
(کرسیوں پر بیٹھے ہوئے مکرمیان) چوہدری عبدالسلام صاحب، منظور احمد گھنوکے صاحب، قریشی محمد شفیع عابد صاحب، عبدالحق فضل صاحب، چودھری سکندر خان صاحب، محمد احمد صاحب، عبدالقادر دانش صاحب، محمد حفیظ بقاپوری صاحب، بدرالدین عامل صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، ملک صلاح الدین صاحب، شریف احمد امینی صاحب، چودھری عبدالقدیر صاحب، چودھری محمود احمد عارف صاحب، چودھری سعید احمد صاحب، محمد عبداللہ صاحب، ممتاز احمد ہاشمی صاحب، فضل الٰہی خان صاحب

(تیسری قطار میں کھڑے ہوئے مکرمیان) امیر احمد صاحب، طیب علی صاحب، یوسف احمد صاحب، مرزا اسحاق صاحب، بشیر احمد صاحب گھٹیالیاں، محمد شریف گجراتی صاحب، احمد حسین صاحب، مرزا ظہیرالدین منور صاحب، ملک بشیر احمد ناصر صاحب، میاں عبدالعظیم صاحب، غلام قادر صاحب، چودھری ظہور احمد گجراتی صاحب، میاں محمد حسین صاحب، چودھری مبارک علی صاحب، حاجی افتخار احمد اشرف صاحب، عطاء اللہ خان صاحب،

(چوتھی قطار میں کھڑے ہوئے مکرمیان) نذیر احمد ننگلی صاحب، محمد اسماعیل ننگلی صاحب، خورشید احمد پربھاکر صاحب، دین محمد صاحب، شریف احمد شیخوپوری صاحب، فیض احمد صاحب، بشیر احمد ٹھیکیدار صاحب، خواجہ عبدالستار صاحب، محمد سلیمان صاحب، مرزا محمد زمان صاحب، بشیر احمد بانگروی صاحب، قاضی عبدالحمید صاحب، عمر علی صاحب، محمد دین بدر صاحب، قریشی سعید احمد صاحب، صوفی غلام احمد صاحب، محمد صادق ننگلی صاحب، محمد یوسف گجراتی صاحب

(آخری قطار میں مکرمیان) بشیر احمد مہار صاحب، بشیر احمد حافظ آبادی صاحب، عمر دین صاحب، محمد خضر باجوہ صاحب، محمد اسماعیل صاحب، نذیر احمد صاحب، عزیز احمد منصوری صاحب، مرزا محمد اقبال صاحب، محمد صادق عارف صاحب، غلام حسین صاحب، ولی محمد گجراتی صاحب، منظور احمد چیمہ صاحب، غلام نبی صاحب، محمد موسیٰ صاحب، شریف احمد ڈوگر صاحب، عبدالکریم صاحب

صدر انجمن احمدیہ کی جائیداد کو محفوظ رکھنے کا پس منظر



شیخ عبدالحمید عاجز صاحب نے صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جائیداد کی ساری کاروائی کی جو انہوں نے اپنی کتاب کچھ باتیں کچھ یادیں میں تفصیل سے بیان کی ہیں جو یہاں نقل کی جاتی ہے۔ ''اب تک اگرچہ قادیان کے حالات بظاہر پر امن تھے مگر مخالف عنصر جماعت کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف تھا چنانچہ اگست 1950ء میں میونسپل کمیٹی کی طرف سے جماعت کو چھ ہفتوں کا نوٹس ملا کہ مرکزی دفاتر ملحقہ مسجد اقصیٰ اور دار المسیح کے اندر کے پرائیویٹ راستے جو سالہا سال سے بند چلے آرہے تھے انکو پبلک کے استعمال کے لئے کھول دیا جائے۔

اس ماہ پنجاب کے چیف منسٹر شری گوپی چند صاحب بھارگو کے بٹالہ تشریف لانے پر جماعت کا ایک وفد بٹالہ جاکر ان سے ملا جو مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم مکرم مرزا برکت علی صاحب انجینئر جو ان دنوں عراق سے رخصت پر آئے ہوئے تھے (داماد حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی) اور خاکسار پر مشتمل تھا ہماری طرف سے انکی خدمت میں گیٹوں کا معاملہ محلوں کی مساجد کی بحالی اور بعض دیگر مشکلات پیش کی گئیں اس سفر کا ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ قادیان سے بٹالہ تک کا یہ سفر ایک غیر مسلم کے تانگے پر کیا گیا۔ تانگے بان تانگے کو بہت دھیمی چال سے لیجا رہا تھا جب ہماری طرف سے اس کو رفتار تیز کرنے کو کہا جاتا تو وہ یہ جواب دیتا کہ گھوڑے کی رفتار ہی اس قدر ہے اس وقت کے ریٹ کے مطابق اس کے ساتھ بٹالہ تک کے -/10 روپیہ طے کئے گئے تھے جب ٹانگا بٹالہ کے قریب پہنچا تو ٹانگے کو تیز کرنے پر تانگے والے کو کہا کہ آپ سارا راستہ تو یہ جواب دیتے آئے ہیں کہ گھوڑے کی رفتار ہی کم ہے اس لئے زیادہ تیز نہیں چل سکتا تو اس نے نہایت بے تکلفی سے جواب دیا کہ میں اس امید میں تھا کہ آپ رفتار کی تیزی کے ساتھ ساتھ کرایہ میں اضافہ کا بھی کہیں گے تب چال تیز کروں گا ہمیں اس کے انداز طلب پر تعجب بھی ہوا اور ہنسی بھی آئی اور اسے کرایہ طے شدہ رقم سے کچھ زیادہ دے دیا گیا۔

ستمبر 1950ء میں صدر انجمن احمدیہ کی ملکیتی جائیداد کے متعلق محکمہ کسٹوڈین کی طرف سے یہ نوٹس ملا اور مقدمہ کا آغاز ہوا اس تعلق میں قادیان سے جالندھر کا پہلا سفر مکرم ملک صلاح الدین صاحب اور ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب درویش کے ہمراہ خاکسار نے 50-9-16 کو اختیار کیا واپسی پر 50-9-18 کو گورداسپور آئے اور بارشوں کی غیر معمولی شدت اور سیلاب کے باعث دھاریوال سے قادیان ہم تینوں کو پیدل سفر اختیار کرنا پڑا کئی جگہ پر تو ہمارے گلے تک پانی آجاتا تھا جس میں سے گزرنا بڑا دوبھر تھا الغرض رات کو ساڑھے نو بجے ہم قادیان پہنچے اور بعافیت پہنچنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

مقدمہ کسٹوڈین کے تعلق میں پہلا سفر رانچی

جب محکمہ کسٹوڈین جالندھر کی طرف سے نوٹس آیا اور تا فیصلہ ثانی صدر انجمن احمدیہ قادیان کی بنکوں میں موجود رقم بھی برآمد کروانے پر پابندی لگادی گئی تو صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے تمام صورت حال سے حضور رضی اللہ عنہ کو اطلاع دیتے ہوئے دُعا اور راہنمائی کے لئے عرض کیا گیا۔ یہاں پر مقیم افراد اور کارکنان میں سے کسی کو بھی مقدمات کی پیروی کا تجربہ نہیں تھا چنانچہ ہم نے حضور کی خدمت میں اطلاع دیتے ہوئے ہندوستان میں مختلف احمدی وکلاء جن کا ہمیں علم تھا کے نام حضور کی خدمت میں تحریر کر دئے۔ حالات ابھی ایسے تھے کہ ہم کسی دوسرے وکیل پر پوری طرح بھروسہ نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے ارشاد موصول ہوا کہ رانچی کے وکیل سیّد محی الدین صاحب کے پاس جائیں چنانچہ انجمن نے مشورہ کرکے خاکسار کو وہاں بھجوایا۔ یہ واقعہ 10 جون 1951ء کا ہے خاکسار نے رانچی جاکر جب اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو فوری طور پر محترم سیّد محی الدین احمد صاحب ایڈووکیٹ نے فرمایا: You are God sent ......اور حضورؓ کے فرمان کے پیش نظر سیّد موصوف نے بڑے جذبہ سے فرمایا کہ آپ وہ فائل لیکر آئے ہیں جو حضور رضی اللہ عنہ نے مجھے خواب میں دی۔ آپ نے اس کیس کو ہر دوسرے کام پر مقدم رکھتے ہوئے پیروی کا وعدہ کیا۔ کئی مرتبہ وہ اپنے خرچ پر 33 گھنٹوں کا سفر اختیار کرکے تشریف لائے اور نہایت عمدگی اور ذمّہ داری سے اس کیس کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ انہوں نے کسٹوڈین کی کاروائی پر ایک ابتدائی اور بنیادی قانونی اعتراض کیا کہ صدر انجمن احمدیہ ایک مذہبی اور خیراتی ادارہ ہے جو 1906ء سے لگاتار کام کر رہا ہے۔ اس کے ممبران کی تبدیلی سے کچھ فرق نہیں پڑتا اور انجمن کا وجود مجروح نہیں ہوتا۔ اس رجسٹرڈ ادارہ کی جائیداد کسی ممبر کی ذاتی جائیداد نہیں ہے بلکہ انجمن کے میمورنڈم اور بائی لاز کے مطابق اس کی آمدنی منظور شدہ اغراض و مقاصد پر خرچ ہوتی ہے اس لئے محکمہ کسٹوڈین کو یہ حق نہیں پہنچتا

کہ اس کی جائیداد کے متعلق کسی قسم کی دخل اندازی کرے۔اس بنیادی قانونی نکتہ کو طے کرنے کے لئے محکمہ کسٹوڈین کی انکوائری صرف اس بات تک محدود ہو گئی کہ وہ صدر انجمن احمدیہ کے قانونی وجود کا جائزہ لے۔ چنانچہ 1906ء کا رجسٹریشن سرٹیفکیٹ رجسٹرار۔سوسائٹیز کے دفتر میں داخل کی جانے والی 47-1946ء کے بعد ہر سال کے ممبران انجمن کی فہرست کی مصدقہ نقول اورانجمن کا باقاعدہ رجسٹرڈ ریزولیشن پیش کر کے یہ ثابت کیا گیا کہ انجمن احمدیہ متواتر کام کررہی ہے چنانچہ ایڈیشنل کسٹوڈین جالندھر کی عدالت میں آخری بحث کے بعد 1953ء میں ہمارے حق میں فیصلہ ہوا کہ صدرانجمن موجود ہے بنکوں میں اس کی ضبط شدہ رقم پر سے پابندی ہٹائی جاتی ہے اورصدرانجمن احمدیہ کواس کی ملکیتی جائیداد واپس دی جاسکتی ہے۔البتہ جائیدادوں کے متعلق انجمن کی ملکیت کا الگ الگ ثبوت پیش ہونے پر فیصلہ ہوگا۔اس مقدمہ کے دوران اللہ تعالیٰ کی تائیداورنصرت کے بہت سے روح پرور نظارے دیکھنے میں آئے۔

مقدمہ جائیداد کی مسل کا معائنہ

9-2-52 کو قادیان سے جالندھر جا کر مقدمہ کسٹوڈین کی مسل معائنہ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔میرے ساتھ مکرم مولوی برکات احمد صاحب ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب اور غالباً منور علی صاحب فوٹو گرافر تھے۔مسل کے معائنہ سے اخبار ٹریبیون مؤرخہ 6-9-49 کے حوالہ سے ہمارے علم میں بہت کچھ اضافہ ہوا۔

نوٹس بابت مکانات احمدیہ ایریا اور پنڈت نہرو سے ملاقات

مقدمہ کسٹوڈین کا فیصلہ ہمارے حق میں ہونے کے بعد ہم نے صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جائیدادوں کی فہرست تیار کی اور ان کی ملکیت کے دستاویزات تلاش کرنے یا اُن کے مصدقہ نقول حاصل کرنے پر کافی لمبا عرصہ صرف ہوا۔کاغذات مال کے نقول حاصل کرنے میں مکرم چوہدری محمد طفیل صاحب مرحوم پٹواری نے کافی محنت کی اِسی طرح رجسٹری کی نقول لینے یا میونسپل ریکارڈ حاصل کرنے کے سلسلہ میں مکرم فضل الٰہی خان صاحب اور مکرم ملک صلاح الدین صاحب نے کافی کاوش کی۔1953ء سے لیکر 1956ء تک جب صدرانجمن احمدیہ کی ملکیتی جائیدادوں کے ثبوت محکمہ کسٹوڈین میں داخل کروادیئے گئے تو چونکہ کالج۔ٹی۔آئی سکول اور نصرت گرلز اسکول کی عمارتوں کے علاوہ کوٹھی دارالسلام اور متعدد عمارتوں کی واگذاری سے کئی اداروں اور ذمہ دارافراد کے قبضے متاثر ہوتے تھے۔اس لئے ہمارے خلاف ایک محاذ کی صورت میں کئی قسم کی مخالفتیں شروع ہوئیں۔اوراحتجاجی جلسے بھی ہوئے اور مقامی ذمہ دار افراد نے محکمہ بحالیات کے افسروں سے ملکر 1957ء میں جماعت کے خلاف نئی سازش کر کے احمدیہ ایریا اور دارالمسیح میں واقع مکانات کے متعلق نیا نوٹس جاری کروادیا۔جس کا مفہوم یہ تھا کہ اس ایریا میں واقع جملہ مکانوں کا عرصہ دس سال کا کرایہ محکمہ کسٹوڈین کوادا کیا جائے اوران مکانوں کو کیوں نہ بذریعہ عام نیلامی فروخت کر دیا جائے چونکہ مقدس احمدیہ ایریا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام اور بزرگانِ سلسلہ کے مکانات تھے اورحکومت کو یہ معلوم تھا کہ اس جگہ کو کسی قیمت پر بھی جماعت احمدیہ کے افراد چھوڑنے پر تیار نہیں ہوں گے اس لئے ان کے متعلق نوٹس دینے پر جماعت اپنی جائیدادوں کی واپسی کا مطالبہ چھوڑ دے گی۔ان مکانوں کے متعلق ہمارا موقف اس وقت یہ تھا کہ یہ ایریا۔مساجد مہمان خانہ اور بہشتی مقبرہ سے ملحق ہونے کی وجہ سے 1947ء میں ہمیں مقدس ایریا کے طور پر الاٹ کیا گیا تھا اور عرصہ دس سالوں سے ہم مالک کی حیثیت سے ان کا میونسپل ٹیکس ادا کرتے آرہے ہیں۔ہزار ہا روپے اس جائیداد کی مرمّت پر خرچ کئے ہیں اوراگر کثیر اخراجات کر کے ہم نے ان کوسنبھالا نہ ہوتا تو ان میں سے کافی مکان گر کر مٹی کا ڈھیر ہو چکے ہوتے۔اس لئے ان مکانوں کے متعلق کرایہ کا نوٹس دے کران کو بذریعہ نیلامی فروخت کرنے کی دھمکی دے کر ہمیں پریشان نہ کیا جائے۔

حکومت کے اس نوٹس کا علم جب ہندوستان اور بیرونی جماعتوں کو ہوا توان کی طرف سے بھی حکومتِ ہند کے نام تشویش کی چٹھیاں اور میمورنڈم آنے شروع ہوگئے اور چونکہ یہ معاملہ خالص قانونی سطح پر حل ہونا مشکل نظر آتا تھا اس لئے ہم نے وزیراعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو سے مرکزی وفد کی ملاقات کا وقت لینے کے لئے لکھا۔ چنانچہ مورخہ 30-4-58 کو ہمیں ملاقات کا وقت مل گیا۔قادیان سے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اور خاکسار۔رانچی سے محترم سید محی الدین احمد صاحب ایڈووکیٹ، حیدرآباد سے محترم سیٹھ محمد اعظم صاحب مرحوم اور دہلی سے محترم مولوی بشیر احمد صاحب سابق مبلغ دہلی اس وفد کے ممبر تھے۔پنڈت جی سے ہماری ملاقات قریباً پینتالیس منٹ تک ہوئی۔محترم سیّد محی الدین صاحب ہمارے وفد کے چیف Spokesman تھے،انہوں نے صدرانجمن احمدیہ کے موقف کی اچھی طرح وضاحت کی۔

پنڈت جی کے ہاتھ میں دوتین ورق کی ایک ٹائپ شدہ رپورٹ تھی۔سب باتیں سُننے کے بعدانہوں نے ہمیں یقین دلایا کہ ہمارے مقدس ایریا کے اندر Evacuee مکانات کو بذریعہ نیلامی غیراز جماعت افراد کی دخل اندازی سے محفوظ رکھا جائے گا مگر ساتھ ہی انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ جن مکانوں کے متعلق محکمہ کی طرف سے ہم کونوٹس دیا گیا ہے چونکہ ان کے مالکان ملک چھوڑ چکے ہیں اس لئے جماعت کا ان پر مالکانہ حیثیت کو مستقل طور پر قائم رکھنے کے لئے ہمیں ان کی برائے نام ریزرو قیمت ادا کردینی چاہئے تا کہ آئندہ کبھی کسی جانب سے ان کی ملکیت کے متعلق تنازعہ کی صورت پیدا نہ ہو۔اس موقع پر خاکسار نے عرض کیا کہ تقسیم کے بعد ہمارے ذرائع آمد مسدود اور محدود ہو چکے ہیں اور جن جائیدادوں کے متعلق ہمیں نوٹس دیا گیا اور ریزرو قیمت دینے کا سوال ہے وہ جائیدادیں نہ صرف ہندوستان کے احمدیوں کے لئے بلکہ تمام دنیا کے احمدیوں کے لئے مقدّس ہیں اس لئے حکومت کو ان کی ریزرو قیمت ادا کرنے کے لئے ہمیں چندہ کی خصوصی تحریک شروع کرنی پڑے گی اور جوں جوں رقم آتی جائے گی ہم ادائیگی کرتے چلے جائیں گے۔اس لئے طے شدہ قیمت کی ادائیگی کے لئے ہمیں لمبے عرصہ کی مہلت دی جانی مناسب ہے۔

اس پر پنڈت جی ایک لحہ کے لئے خاموش ہونے کے بعد فرمانے لگے کہ کھنّہ جی سے تفصیلات طے کرلیں (شری مہر چند کھنّہ جو ان دنوں وزارتِ بحالیات کے وزیر تھے)۔پنڈت جی کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی بین الاقوامی حِس متاثر ہوئی ہے مگر انہوں نے اپنی طرف سے براہِ راست جواب دینا ضروری نہ سمجھا چنانچہ اگلے روز ہمارا وفد کھنّہ صاحب سے ملا تو انہوں نے اپنے ساتھ سیکریٹری بحالیات شری دھرم ویرصاحب آئی سی ایس جوائنٹ سیکریٹری مسٹر جوہن سن Mr. Johnson ڈپٹی چیف سٹلمنٹ کمشنر شری I.N. Chib اور ڈپٹی وزیر بحالیات مسٹر ہاسکر صاحب کو گفتگو میں شریک رکھا۔پانچ سال میں مساوی اقساط میں پیش کش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر حکومت کی طرف سے دی گئی رعایت کے باوجود جماعت کی طرف سے دوسرے ملکوں میں بدنامی کی گئی تو ان کو بھی پریس نوٹس جاری کرنا پڑے گا کہ انہوں نے جماعت کو یہ یہ سہولیات دی ہیں۔ان ملاقاتوں کا خلاصہ اخبار بدر مورخہ 1-5-58 میں شائع ہو چکا ہے۔

احمدیہ ایریا میں مکانات کی قیمت کے متعلق پنڈت جی کے الفاظ Nominal Reserve Price کے تھے یعنی برائے نام ریزرو قیمت مگر قیمت کا جائزہ لینے کیلئے محکمہ کے انجینیئرز اور اوورسیر کا ایک گروپ قادیان آیا انہوں نے تمام ایریا کے مکانات کا جائزہ لیا۔رقبہ کی پیمائش کی اور اس کی ریزرو قیمت -/673000 لگائی اور اس پر مزید -/110000 روپے گذشتہ دس سالوں کا کرایہ لگا کر ہم سے کل -/783000 روپے کی رقم کا مطالبہ کیا گیا جو اس وقت کی جائیداد کی قیمت کے لحاظ سے اور ہمارے مالی حالات کے مدنظر بہت زیادہ تھا چنانچہ ہم نے قادیان کے بعض مکانوں کی ریزرو قیمت اور نیلامی کی قیمت جسے حکومت منظور کر چکی تھی کا جائزہ لیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہاں کی جائیدادوں کی مارکیٹ ریٹ محکمہ کی ریزرو قیمت سے کم وبیش 40% فی صد ہے اور ہم نے جو گذشتہ دس سالوں میں احمدیہ ایریا کے ان مکانوں کے ہاؤس ٹیکس کی رقم بطور مالک کے ادا کی ہے اور جو غیر معمولی مرمتوں پر خرچ کیا ہے اس کو محسوب کرتے ہوئے قابلِ ادا مطالبہ بہت کم باقی رہ جاتا ہے اور اس کے مقابل پر صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جو قیمتی جائیدادیں مثلاً کالج بلڈنگ دوسکولوں کی وسیع عمارت۔نور ہسپتال اور زرعی اراضیات ان کا عرصہ دس سالوں کا کرایہ ہی واجب الادا قیمت احمدیہ ایریا سے بہت زیادہ بنتا ہے چنانچہ ہماری طرف سے قابل ادا اور قابل وصول رقم کا جب حساب پیش کر کے حکومت سے مطالبہ کیا گیا تو محکمہ بحالیات نے یہ عذر کیا کہ انہوں نے جب کرایہ وصول ہی نہیں کیا تو اپنے خزانہ سے کس طرح ادا کر سکتی ہے البتہ وہ احمدیہ ایریا کے کرایہ کا مطالبہ بھی ختم کرتی ہے۔اسی طرح ادا شدہ ہاؤس ٹیکس کی رقم بھی کم کر دی گئی اور مرمتوں کے حساب میں ہمیں کچھ چھوٹ دی گئی اور پنجاب کے چیف سیٹلمنٹ کمشنر شری آر۔ایس۔پھُلکا آئی۔اے۔ایس کی رپورٹ پر حکومت کو جائیدادوں کی ریزرو قیمت کا 42 فیصد زیادہ سے زیادہ مارکیٹ ریٹ پرائس بھی تسلیم کرنا پڑا۔اس طرح ایک لمبی خط و کتابت اور کئی مرتبہ محکمہ کے اعلیٰ افسران سے تبادلہ خیال اور حساب فہمی کے بعد حکومت کا اصل مطالبہ قیمت احمدیہ ایریا مبلغ -/224700 روپے باقی رہ گئی جسے پانچ مساوی اقساط میں ادا کرنا تسلیم کرلیا گیا۔اور 1963ء سے 1968ء تک کل رقم ادا کرنے کے بعد احمدیہ ایریا کی جائیدادوں کا ملکیتی سر ٹیفکیٹ حاصل کر کے اسے باقاعدہ رجسٹری کروالیا گیا۔

اب احمدیہ ایریا کی جملہ جائیدادیں کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہیں بلکہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ملکیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے محض اپنے فضل سے ہم ناتجربہ کاروں کو اس اہم معاملہ میں کامیابی بخشی۔ 1958ء میں وزیر اعظم سے ملاقات کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کی اپنی ملکیتی جائیدادیں بھی قسط وار واگذار ہونی شروع ہوگئیں۔ ان جائیدادوں کو واگذار کرانے کے لئے ہر جائیداد کی ملکیت کا قانونی ثبوت مہیا کر کے پیش کرنا ایک لمبی محنت اور لگاتار کاوش چاہتا تھا۔ جس کے لئے ہمارے ہر طبقہ کے درویش بھائیوں نے حسب ضرورت تعاون کیا۔ اس تعلق میں مکرم محترم برادرم ملک صلاح الدین صاحب۔ مکرم فضل الٰہی خان صاحب، مکرم چوہدری محمد طفیل صاحب مرحوم، مکرم چوہدری عبدالحق صاحب پٹواری مرحوم اور مکرم محمود احمد صاحب عارف اور چوہدری محمود احمد صاحب مبشر کی اَن تھک خدمات خاص طور پر احباب جماعت کے شکریہ اور دعاؤں کی مستحق ہیں۔ اس طویل کاروائی میں قدم قدم پر روکیں پیدا ہوتی رہیں۔ اور مشکلات سامنے آئیں مگر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت جماعت کے شاملِ حال رہی اور بالآخر انجمن کی ملکیتی جملہ جائیدادیں جن کا ثبوت فراہم ہو سکا ہم کو مل گئیں۔ جائیدادیں واگذار ہو جانے کے بعد بھی بعض جائیدادوں کا قبضہ حاصل کرنے میں روکیں پیدا ہوئیں۔ قادیان میں اراضی ریتی چھلّہ میں ہم نے دو بنک کی بلڈنگ، گودام اور متعدد دوکانیں تعمیر کروائیں جس کے نتیجہ میں اس وقت سالانہ چار لاکھ روپے سے زائد سکنی اور زرعی جائیدادوں کی آمد ہو رہی ہے۔'' (کچھ باتیں کچھ یادیں اور ریگ رواں۔ شیخ عبدالحمید عاجز۔ ص63-43)

خدا اس جماعت کو ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے خدا یاد آوے

''میں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا سے ڈرتے ہیں اور نماز پر قائم رہتے ہیں۔ اور رات کو اٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں یہ میری دعائیں خدا تعالیٰ قبول کرے گا اور مجھے دکھائے گا کہ اپنے پیچھے میں ایسے لوگوں کو چھوڑتا ہوں... لیکن وہ لوگ جن کی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں اور جن کو مرنا ہرگز یاد نہیں۔ میں اور میرا خدا ان سے بیزار ہے۔ میں بہت خوش ہوں اگر ایسے لوگ اس پیوند کو قطع کر لیں کیونکہ خدا اس جماعت کو ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے۔ اور جو تقویٰ اور طہارت کے اول درجہ پر قائم ہوں اور جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور یہ کہہ کر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ پھر وہ اپنے گھروں میں جا کر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جاتے ہیں کہ صرف دنیا ہی ان کے دلوں میں ہوتی ہے۔ نہ ان کی نظر پاک ہے نہ ان کا دل پاک ہے اور نہ ان کے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے نہ ان کے پیر کسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں اور وہ اس چوہے کی طرح ہیں۔ جو تاریکی میں ہی پرورش پاتا ہے اور اس میں رہتا ہے اور اسی میں مرتا ہے۔ وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں۔ وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم اس جماعت میں داخل ہیں۔ کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے۔'' (تبلیغ رسالت جلد دہم۔ ص62-61)

قادیان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات



اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ قَرِيْبًا مِّنَ الْقَادِيَانِ۔ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ۔ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلاً۔

یعنی ہم نے نشانوں اور عجائبات کو اور نیز اس الہام پر واز معارف و حقائق کو قادیان کے قریب اتارا ہے۔ اور ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا ہے۔ اور ضرورت حقہ سے اترا ہے۔ خدا اور اس کے رسول نے خبر دی تھی۔ جو اپنے وقت پر پوری ہوئی اور جو کچھ خدا نے چاہا تھا وہ ہونا ہی تھا۔ یہ آخری فقرات اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس شخص کے ظہور کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حدیث...... میں اشارہ فرما چکے ہیں اور خدائے تعالیٰ اپنے کلامِ مقدس میں اشارہ فرما چکا ہے۔ چنانچہ وہ اشارہ حصہ سوم کے الہامات میں درج ہو چکا ہے اور فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے۔

هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص498 حاشیہ در حاشیہ 3)

جس روز وہ الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے۔ ہوا تھا اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا۔ کہ

اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ قَرِيْبًا مِّنَ الْقَادِيَانِ

تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے؟ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے۔ اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے۔ مکہ اور مدینہ اور قادیان۔" (ازالہ اوہام ص76,77)

اس الہام پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قادیان میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے اس عاجز کا ظاہر ہونا الہامی نوشتوں میں بطور پیشگوئی کے پہلے لکھا گیا تھا... اب ایک نئے الہام سے یہ بات بپایۂ ثبوت پہنچ گئی کہ قادیان کو خدائے تعالیٰ کے نزدیک دمشق سے مشابہت ہے تو اس پہلے الہام کے معنی بھی اس سے کھل گئے...... اس کی تفسیر یہ ہے کہ

اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ قَرِيْبًا مِّنْ دِمَشْقَ بِطَرَفٍ شَرْقِيٍّ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ

"کیونکہ اس عاجز کی سکونتی جگہ قادیان کے شرقی کنارہ پر ہے۔" (ازالہ اوہام ص75-73 حاشیہ)

جو کچھ براہین احمدیہ میں قادیان کے بارے میں کشفی طور پر میں نے لکھا یعنی یہ کہ اس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ درحقیقت یہ صحیح بات ہے کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ قرآن شریف کی یہ آیت کہ

سُبْحَانَ الَّذِىْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِىْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ

معراج مکانی اور زمانی دونوں پر مشتمل ہے۔ اور بغیر اس کے معراج ناقص رہتا ہے۔ پس جیسا کہ سیر مکانی کے لحاظ سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام سے بیت المقدس تک پہنچا دیا تھا۔ ایسا ہی سیر زمانی کے لحاظ سے آنجناب کو شوکت اسلام کے زمانہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا۔ برکاتِ اسلامی کے زمانہ تک، جو مسیح موعود کا زمانہ ہے، پہنچا دیا۔ پس اس پہلو کے رو سے جو اسلام کے انتہا زمانہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سیر کشفی ہے۔ مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے۔ جس کی نسبت براہین احمدیہ میں خدا کا کلام یہ ہے۔

مُبَارَكٌ وَّ مُبَارِكٌ وَّكُلُّ اَمْرٍ مُّبَارَكٍ يُّجْعَلُ فِيْهِ۔

اور یہ مبارک کا لفظ جو بصیغہ مفعول اور فاعل واقع ہوا۔ قرآن شریف کی آیت بَارَكْنَا حَوْلَهٗ کے مطابق ہے۔ پس کچھ شک نہیں جو قرآن شریف میں قادیان کا ذکر ہے۔" (از اشتہار منارۃ المسیح مورخہ 28 / مئی 1900ء ص حاشیہ)

''حضرت اقدسؑ ایک روز فرماتے تھے۔ہم نے کشف میں دیکھا کہ قادیان ایک بڑا عظیم الشان شہر بن گیا۔اور انتہائی نظر سے بھی پرے تک بازار نکل گئے اونچی اونچی دومنزلی یا چومنزلی یا اس سے بھی زیادہ اونچے اونچے چبوتروں والی دوکانیں عمدہ عمارت کی بنی ہوئی ہیں۔اور موٹے موٹے سیٹھ، بڑے بڑے پیٹ والے جن سے بازار کورونق ہوتی ہے۔بیٹھے ہیں۔اور ان کے آگے جواہرات اور لعل اور موتیوں اور ہیروں، روپوں اور اشرفیوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں۔اور قسما قسم کی دوکانیں خوبصورت اسباب سے جگمگا رہی ہیں۔یکے، بگھیاں، ٹمٹم، فٹن، پالکیاں، گھوڑے، شکر میں، پیدل اس قدر بازار میں آتے جاتے ہیں کہ مونڈھا سے مونڈھا بھڑ کر چلتا ہے اور راستہ بمشکل ملتا ہے۔'' (تذکرہ۔919)

''ایک عرصہ ہوا میں نے خواب دیکھا تھا کہ گویا میر ناصرؔ نواب ایک دیوار بنا رہے ہیں۔جو فصیل شہر ہے میں نے اس کو جو دیکھا۔تو خوف آیا۔کیونکہ وہ قدِ آدم بنی ہوئی تھی۔خوف یہ ہوا کہ اس پر آدمی چڑھ سکتا ہے۔مگر جب دوسری طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ قادیان بہت اونچی کی گئی ہے۔اس لئے یہ دیوار دوسری طرف سے بہت اونچی ہے۔اور یہ دیوار گویا پختہ کی بنی ہوئی ہے۔فرش کی زمین بھی پختہ کی گئی ہے۔اور غور سے جو دیکھا تو وہ دیوار ہمارے گھروں کے اردگرد ہے۔اور ارادہ ہے کہ قادیان کے گرد بھی بنائی جاوے۔شاید اللہ رحم کر کے ان بلاؤں میں تخفیف کر دے۔''

(الحکم جلد 2 نمبر 36 مورخہ 10/اکتوبر 1906ء)

عموماً قادیان میں سخت بربادی افگن طاعون نہیں آئے گی جس سے لوگ کتوں کی طرح مریں۔اور مارے غم اور سرگردانی کے دیوانہ ہو جائیں۔اور عموماً تمام لوگ اس جماعت کے گو وہ کتنے ہی ہوں مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے۔'' (کشتی نوح ص 2)

''اس خواب کے بعد پھر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گھوڑے کا سوار ملا۔جب میں گھر کے قریب آیا۔تو ایک شخص نے میرے ہاتھ پر پیسے رکھے۔میں نے خیال کیا کہ اس میں دونی چونی بھی ہوگی آگے آیا تو دیکھا کہ فجو رقادیان کے ایک شخص مسمی غفارا کی بیوی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں خادمہ تھی (فضل نشاں) کشمیری عورت بیٹھی ہے۔پھر جب مسجد میں گیا تو دیکھا کہ ہزار ہا آدمی بیٹھے ہیں اور کپڑے سب کے پرانے معلوم ہوتے ہیں۔مسجد میں اور آگے بڑھا تو دیکھا ایک جنازہ رکھا ہوا ہے۔اس کی بڑی سی چارپائی ہے۔یہ معلوم نہیں کہ کس کا جنازہ ہے۔''

(البدر جلد 1 نمبر 7 مورخہ 12/دسمبر 1902 ص 54)

''عَنْ عَبْدِاللّٰهِ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الْمَهْدِيُّ مِنْ قَرْيَةٍ يُقَالُ لَهَا كَدْعَةَ۔''

(جواھر الاسرار قلمی مصنفه شیخ علی حمزہ بن علی ملك الطوسی ارشادات فریدی جلد3۔ص70)

''یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی کدعۃ نامی بستی سے ظاہر ہوگا۔غالباً کدعۃ نہیں دراصل کدعہ ہے اور کدعہ سے مراد قادیاںؔ (مشرقی پنجاب) ہے جو درحقیقت ''اسلام پور قاضی'' تھا۔پھر کادیؔ یا کادیںؔ کے نام سے معروف رہا۔اس طرح کدعہ دراصل قادیان ہی ہے۔''

يَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ وَيَاْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔

(فرمایا) ''یہ الہام کوئی پچیس سال کے بعد پھر ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کسی زبردست اظہار کا پھر کوئی وقت قریب ہے۔''

(بدر جلد 1 نمبر 9 مورخہ یکم جون 1905ء ص2)

(ترجمہ) اس کثرت سے لوگ تیری طرف آئیں گے کہ جن راہوں پر وہ چلیں گے۔وہ عمیق ہو جائیں گی۔اور وہ مدد ہر ایک دور کی راہ سے تجھے پہنچے گی۔اور ایسی راہوں سے پہنچے گی کہ وہ راہ لوگوں کے بہت چلنے سے جو تیری طرف آئیں گے گہرے ہو جائیں گے۔ (حقیقۃ الوحی ص73)

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا۔

(الف) ''جب قادیان کی زندگی احمدیوں کے لئے اس قدر تکلیف دہ تھی کہ مسجد میں خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے آنے سے روکا جاتا۔راستہ میں کیلے گاڑ دیئے جاتے تا کہ گذرنے والے گریں۔اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا مجھے دکھایا گیا ہے (کہ) علاقہ اس قدر آباد ہوگا کہ دریائے بیاس تک آبادی پہنچ جائے گی۔'' (الفضل جلد 16 نمبر 13 مورخہ 14 اگست 1928ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

(ب) ''مجھے یاد ہے اسی میدان سے جاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک رؤیا سنایا تھا کہ قادیان بیاس تک پھیلا ہوا ہے اور مشرق کی طرف بھی بہت دور تک اس کی آبادی چلی گئی ہے۔اس وقت یہاں صرف آٹھ دس گھر احمدیوں کے تھے اور وہ بھی بہت تنگ دست۔باقی سب بطور مہمان آتے تھے۔'' (الفضل جلد 19 نمبر 95 مورخہ 9 رفروری 1932ء ص 6)

یہ بات پیش ہوئی کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ حضورؑ کے اس الہام (وحی) میں کہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قَرِيْبًا مِّنَ الْقَادِيَانِ۔لفظ قادیان میں ال کیوں آیا ہے۔حضرت اقدسؑ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''اول تو اور بھی کئی گاؤں کا نام قادیان ہے۔اس واسطے ال آیا ہے۔اور دوم یہ کہ یہ لفظ اصل میں قاضیان تھا۔یعنی اس گاؤں کا پہلا نام قاضیان تھا۔اور اس نام میں خدا تعالیٰ نے ایک پیشگوئی رکھی ہوئی تھی کہ اس جگہ وہ شخص پیدا ہوگا جو حکماً عدلاً ہوگا۔اس لئے ایک وضعی مادہ کے محفوظ رکھنے کے واسطے اس لفظ پر ال لایا گیا ہے۔'' (ذکر حبیب (260) حضرت مفتی محمد صادق صاحب)

ایک دفعہ کسی دوست نے عرض کی کہ گرمی بہت ہے۔حضورؑ کسی پہاڑ پر تشریف لے چلیں۔فرمایا۔ہمارا پہاڑ تو قادیان ہی ہے۔یہاں چند روز دھوپ تیز ہوتی ہے تو پھر بارش بھی آجاتی ہے۔ (ذکر حبیب ص 161 حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔)

مسیح کہاں اترا!۔فرمایا۔''شروع شروع میں لوگ ہمیں اپنی خوابیں آکر سنایا کرتے تھے۔اور کہتے تھے ہم نے خواب دیکھا ہے کہ مسیح آیا ہے۔اور آسمان سے اترا ہے۔اور اس آپ کے کمرے میں اترا ہے۔'' (ذکر حبیب ص 216 حضرت مفتی محمد صادق صاحب)

''ایک دفعہ بہت سے احباب دور دور سے حضرت اقدس (مسیح موعودؑ) علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک اچھا خاصا مجمع ہوگیا''

(حضور نے فرمایا) ایک دفعہ ہمیں یہ الہام ہوا:

غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ۔

پھر فرمایا۔اور میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے ادنی الارض پر قرآن مجید میں ہاتھ رکھا ہوا ہے۔اور کہتا ہے کہ یہ قادیان کا نام ہے۔''

(روایت پیر سراج الحق صاحب نعمانی بحوالہ تذکرۃ المہدی حصہ دوم ص 45) (یہ الفاظ بھی حضرت اقدس علیہ السلام کے ہیں۔)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ الغاشیہ کا درس دیتے ہوئے فرمایا کہ۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ طاعون کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ابھی کیا ہے۔ابھی وہ دن آئیں گے جب لوگ کہیں گے کہ۔

''لاہور بھی کوئی شہر ہوتا تھا''

لاہور کی تباہی کی پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں شائع ہو چکی ہے وہ یہ ہے۔لاہور کی نسبت کہا جاتا تھا کہ اس کی سرزمین میں ایسے اجزاء ہیں کہ اس میں طاعونی کیڑے زندہ نہیں رہ سکتے۔لیکن وہاں بھی طاعون نے آڈیرہ ڈالا ہے۔ابھی لوگوں کو معلوم نہیں۔لیکن سالہا سال کے بعد لوگ دیکھیں گے کہ کیا ہوگا۔کئی لوگ اور دیہات بالکل تباہ ہو جائیں گے۔دنیا سے ان کا نام ونشان مٹ جائے گا۔اور ان کے آثار تک باقی نہ رہیں گے۔**لیکن یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہ ہوگی۔** (تذکرہ ص۔795)

''جو شخص سب کچھ چھوڑ کر اس جگہ آکر آباد نہیں ہوتا یا کم از کم ایسی تمنا دل میں نہیں رکھتا اس کی حالت کی نسبت مجھے بڑا اندیشہ ہے کہ مبادا وہ پاک کرنے والے تعلقات میں ناقص نہ رہے۔اپنے گھروں، وطنوں اور املاک کو چھوڑ کر میری ہمسائیگی کے لئے قادیان میں بود و باش کرنا ''اصحاب الصفہ'' کا مصداق بننا ہے۔'' (البدر یکم دسمبر 1903ء)

''یہ ضروری ہوگا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے۔کیونکہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے۔اور جائز ہوگا کہ آئندہ ضرورتیں محسوس کر کے اس کام کے لئے کوئی مکان تیار کریں۔'' (الوصیت ص 28)

1891 ''قادیان کی نسبت مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ:۔ اُخْرِجَ مِنْهُ الْيَزِيْدِيُّوْنَ

یعنی اس میں یزیدی لوگ نکالے گئے ہیں۔(ازالہ اوہام ص 72 حاشیہ)

''حضرت اقدسؑ۔حدیث سے یہ ثابت ہے کہ وہ۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام۔ دمشق کے مشرق کی طرف نازل ہوگا۔قادیان دمشق سے عین مشرق میں ہے۔'' (ملفوظات جلد8 ص192)

''یروشلم سے مراد بیت المقدس نہیں بلکہ وہ مقام مراد ہے جس سے دین کے زندہ کرنے کے لئے الٰہی تعلیم کا چشمہ جوش مارے گا اور وہ قادیان ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں دارالامان ہے۔'' (نزول المسیح حاشیہ ص42)

''خاکسار 1988 میں جلسہ سالانہ بھارت کے لیے قادیان میں تھا۔تو ایک نومسلم کینیڈین احمدی مسٹر واحد سے پہلی بار ملاقات ہوئی۔میں نے ان سے پوچھا کہ آپ احمدی کیسے ہوئے ہیں۔پھر ان سے قادیان کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔اس کے دوران انہوں نے بتایا۔کہ وہ پہلی بار 1987 میں قادیان آئے تھے اور قادیان کی بہت ساری فوٹو گراف لے کر جب واپس کینیڈا گئے تو اپنے والدین کو بھی قادیان کی فوٹوز دکھائیں۔ان کے والدین عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔تو واحد صاحب نے بتایا۔کہ اس کے والدین نے کہا کہ اگر تم نے ہمیں یہ نہ بتایا ہوتا۔کہ یہ قادیان کی فوٹو گراف ہیں تو ہم نے کہا ہوتا۔کہ یہ یروشلم کی فوٹو گراف ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیان کا جنرل لک ہر طرح سے یروشلم سے ملتا ہے۔''

''فرمایا کہ اس قادیان میں پانچ سو حافظ قرآن شریف کے رہتے تھے۔اس وقت اس جگہ کا نام اسلامپور تھا۔اب یہاں کیا ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں بھی اس قدر تعداد حفاظ کی نہیں مل سکتی۔اس جگہ کی اسلامی شوکت کو سکھوں نے خراب کر دیا تھا۔یہاں بہت سے سکھ رہتے تھے جن میں سے بعض نے سید احمد صاحب کے ساتھ لڑائیاں کی تھیں مگر رفتہ رفتہ وہ سب مر گئے اور اب دو چار باقی ہوں گے۔'' (ملفوظات جلد10 ص7)

''جیسے روشنی میں سیاہ دل چور نہیں ٹھہر سکتا ویسے ہی اس مقام (قادیان ناقل) میں جو تجلیات اور انوار الٰہی کا مرکز ہے۔کوئی سیاہ دل خائن بہت مدت تک ٹھہر نہیں سکتا۔'' (بدر 25 اپریل 1907)

''اس مقام کو خدا نے امن والا بنایا ہے۔اور متواتر کشوف والہامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو اس کے اندر داخل ہوتا ہے وہ امن میں ہوتا ہے۔''
(اخبار البدر 26 رجون 1903ء)

''خدا نے اس ویرانے کو یعنی قادیان کو مجمع دیار بنایا ہے کہ ہر ایک ملک کے لوگ آ کر جمع ہوتے ہیں''۔(براہین احمدیہ حصہ پنجم جلد21 صفحہ 95)

''ایک دن آنے والا ہے جو قادیان سورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گی کہ وہ ایک سچے کا مقام ہے۔''(دافع البلاء روحانی خزائن جلد18 صفحہ 231)

''حدیثوں میں کدعہ کے لفظ سے میرے گاؤں (قادیان) کا نام مراد ہے۔اور یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح موعود دمشق سے مشرق کی طرف ظاہر ہوگا سو قادیان دمشق سے مشرق کی طرف ہے۔'' (تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد20 صفحہ 40)

''وہ قادر خدا قادیان کو طاعون سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی ہے کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔''(دافع البلاء)

''خدا تعالیٰ بہر حال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستر (70) برس تک رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔کیونکہ یہ اسکے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کیلئے نشان ہے۔'' (دافع البلاء)

''قادیان میں رہنا تو ایک قسم کا آستانۂ ایزدی پر رہنا ہے۔اس حوضِ کوثر سے وہ آبِ حیات ملتا ہے کہ جس کے پینے سے حیاتِ جاودانی نصیب ہوتی ہے جس پر ابدالآباد تک موت ہرگز نہیں آسکتی۔'' (ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد نمبر 6)

''خدا قادیان میں نازل ہوگا اپنے وعدہ کے موافق۔'' (تذکرہ صفحہ 358 ایڈیشن 2006ء)

''یہ زمین تیری اور تیرے مریدوں کی ہے۔'' (تذکرہ صفحہ 687 ایڈیشن 2006ء)

''خدا نے اس ویرانہ کو یعنی قادیان کو مجمع الدیار بنا دیا۔کہ ہر ملک کے لوگ یہاں آ کر جمع ہوتے ہیں۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص95)

''حافظ نبی بخش صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام موسم گرما میں بعد نماز مغرب مسجد مبارک کے شاہ نشین پر مع خدام حضرت خلیفہ اولؓ ومولوی عبدالکریم صاحب وخواجہ کمال الدین صاحب وڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب وغیرہ رونق افروز تھے۔کسی کام کے لئے بٹالہ تار دینا تھا۔اس وقت چونکہ قادیان میں تار گھر نہ تھا۔حضور نے فرمایا بٹالہ جانے کے لئے کوئی تیاری کرلے۔دو آدمی مجلس سے اٹھ کھڑے

ہوئے کہ ہم تیار ہیں۔ فرمایا ٹھہرو میں نیچے سے تار کی فیس لا دیتا ہوں۔ ہر چند اصحاب متذکرہ بالا نے عرض کیا کہ حضور نیچے جانے کی تکلیف نہ فرمائیں۔ ہم فیس ادا کر دینگے۔ اور صبح حضور وہ رقم واپس دے دیویں۔ مگر حضور نے نہ مانا اور فوراً نیچے چلے گئے۔ اور تار کی فیس دیکر ان کو روانہ کر دیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کے زمانہ میں قادیان میں نہ تار تھی نہ ریل تھی۔ اور نہ ٹیلیفون تھا۔ مگر اب کئی سال سے یہ تینوں ہیں۔ تار کے متعلق بعض اوقات بڑی مشکل کا سامنا ہوتا تھا کیونکہ آنے والی تار بٹالہ سے قادیان تک ڈاک میں آتی تھی۔ اور جو تار قادیان سے بھجوانی ہو اس کے لئے خاص آدمی بٹالہ بھجوانا پڑتا تھا اور اس طرح عموماً تار کی غرض فوت ہو جاتی تھی۔'' (سیرت المہدی 3 ص 41، 42)

''مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دن جب سیر کو جانے سے قبل حضور علیہ السلام چوک متصل مسجد مبارک میں قیام فرما تھے۔ تو آپ نے خاکسار کو فرمایا کہ مولوی صاحب (یعنی حضرت خلیفہ اولؓ) کو بلا لاؤ۔ خاکسار بلا لایا۔ سیر میں جب مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پیچھے رہ جاتے۔ تو حضور علیہ السلام سے عرض کیا جاتا۔ کہ حضور! مولوی صاحب پیچھے رہ گئے ہیں۔ تو حضور علیہ السلام صرف قیام ہی نہ فرماتے بلکہ بعض اوقات مولوی صاحب کی طرف لوٹتے بھی تا کہ مولوی صاحب جلدی سے آ کر مل جائیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ایسا نظارہ میں نے بھی متعدد دفعہ دیکھا ہے۔ مگر واپس لوٹنا مجھے یاد نہیں بلکہ میں نے یہی دیکھا ہے کہ ایسے موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام انتظار میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت خلیفہ اولؓ بہت آہستہ چلتے تھے اور حضرت صاحب بہت زود رفتار تھے۔ مگر اس زود رفتاری کی وجہ سے وقار میں فرق نہیں آتا تھا۔'' (سیرت المہدی 3)۔ روایت 581)

14 اپریل 1905۔ ''رویا میں دیکھا کہ میں قادیان کے بازار میں ہوں اور ایک گاڑی پر سوار ہوں جیسے کہ ریل گاڑی ہوتی ہے۔ آگے ایک مکان نظر آیا۔ اس وقت زلزلہ آیا۔ مگر ہم کو کوئی نقصان اس زلزلہ سے نہیں ہوا'' (تذکرہ ص 538)

''آپ فرماتے تھے کہ یہاں پر ریل بھی آئے گی'' (رجسٹر روایات صحابہ جلد 5 ص 81 روایت شاہ محمد صاحب سکنہ قادیان)

''بٹالہ والی سڑک خراب اور تکلیف دہ ہونے کی شکایت پر حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ گھبراؤ نہیں۔ کوئی دن وہ ہوگا جب یہاں گاڑی آ جائے گی۔''

(رجسٹر روایات صحابہ جلد 10 ص 212 روایت سردار بیگم صاحبہ زوجہ چوہدری محمد حسین صاحب) (تذکرہ 784)

''میاں چراغ الدین صاحب ولد میاں صدر الدین صاحب قادیان نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضور میاں صاحب: صاحبزادہ میاں محمود صاحب: کی انگل پکڑ کر سیر کے لئے بسراواں تشریف لے گئے جہاں پر آجکل چھپڑ ہے۔ وہاں پہنچ کر فرمایا کہ دیکھو میاں۔ گاڑی کی آواز آ رہی ہے: پھر آپ یہ کہہ کر چل پڑے۔ خدا کے فضل سے آجکل گاڑی کی آواز آ رہی ہے۔'' (تذکرہ ص 813)

''غالباً 1902ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صبح سیر کے لئے تشریف لے گئے .... جب ہم اس گاؤں کے بیچ میں پہنچے جو نواں پنڈ کے نام سے مشہور ہے .... خلیفہ رجب الدین صاحب نے (مجھے کہا) .... کہ حضرت صاحب نے اس مقام پر جہاں سے ریلوے لائن گذرے گی۔ اپنے سوٹا سے نشان کر دیا ہے۔ چنانچہ کئی سالوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلی باتوں کو پورا کیا۔''

(رجسٹر روایات صحابہ جلد 4 ص 177)۔ یہ پیشگوئی 1928 میں پوری ہوگئی جب پہلی بار قادیان میں ریل گاڑی آئی۔

19 اپریل 1904 کا الہام۔ ''فرمایا کہ میں اپنی جماعت کے لئے اور پھر قادیان کے لئے دعا کر رہا تھا۔ تو یہ الہام ہوا۔

فَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا۔

''پس پیس ڈال ان کو خوب پیس ڈالنا'' فرمایا میرے دل میں آیا کہ اس پیس ڈالنے کو میری طرف کیوں منسوب کیا گیا ہے۔ اتنے میں میری نظر اس دعا پر پڑی۔ جو ایک سال ہوا بیت الدعاء پر لکھی ہوئی ہے۔ اور وہ دعا یہ ہے۔''

يَارَبِّ فَاسْمَعْ دُعَائِيْ وَمَزِّقْ اَعْدَائَكَ وَاَعْدَائِيْ وَاَنْجِزْ وَعْدَكَ وَانْصُرْ عَبْدَكَ وَاَرِنَا اَيَّامَكَ
وَشَهِّرْ لَنَا حُسَامَكَ وَلَا تَذَرْ مِنَ الْكَافِرِيْنَ شَرِيْرًا

اس دعا کو دیکھنے اور اس الہام ہونے سے معلوم ہوا کہ میری دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ پھر فرمایا۔''ہمیشہ سے سنت اللہ اسی طرح پر چلی آتی ہے کہ اس کے ماموروں کی راہ میں جو لوگ روک ہوتے ہیں۔ ان کو ہٹا دیا جاتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے بڑے فضل کے دن ہیں۔ ان کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان اور یقین بڑھتا ہے کہ وہ کس طرح ان امور کو ظاہر کر رہا ہے۔'' (الحکم۔24اپریل1904۔ص۔1)

قادیان پنجاب کے ایک کونے میں ایک غیر معروف مقام تھا لیکن خدا تعالیٰ نے اس گاؤں کو کیوں سلسلہ احمدیہ کے لئے پسند فرمایا۔ حضرت اقدسؑ اس کی وجہ یوں بیان فرماتے ہیں۔''اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک یہ بڑا احسان ہے۔ کہ اس نے اس سلسلہ کو گورنمنٹ انگلشیہ کی حکومت میں قائم کیا جو آزادی پسند اور امن دوست گورنمنٹ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے یہ دوسرا احسان ہے کہ اس نے اس سلسلہ کو پنجاب میں قائم کرنا پسند فرمایا اور اس سرزمین کو اس کے لئے منتخب کیا۔ ہندوستان بھی تو تھا پھر کیا وجہ ہے اور اس میں کیا حکمت ہے کہ پنجاب کو ترجیح دی۔ اس میں جو حکمت ہے وہ تجربہ سے معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ پنجاب کی زمین نرم ہے اور اس میں قبول حق کا مادہ ہندوستان کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ مجھے کئی مہینے تک دلی اور دوسری جگہ رہنے کا اتفاق ہوا ہے مگر انہوں نے قبول نہیں کیا اور برخلاف اس کے پنجاب میں لوگوں نے مجھے اس وقت قبول کیا جب دوسروں نے نہیں کیا۔ حالانکہ میں نے ان کو اپنے دعویٰ کے دلائل سنائے۔ قرآن اور حدیث کو ان کے سامنے پیش کیا۔ نشانات پیش کئے۔ مگر انہوں نے نہیں مانا۔ الا ماشاء اللہ۔ پس یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس ملک میں اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا۔'' (ملفوظات جلد نہم۔ص37-136)

''قادیان کے جس قبرستان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے افراد دفن ہوتے رہے ہیں۔ وہ مقامی عیدگاہ کے پاس ہے یہ ایک وسیع قبرستان ہے جو قادیان سے مغرب کی طرف واقع ہے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جن افراد کی قبروں کا مجھے علم ہو سکا ہے ان میں سے بعض کا خاکہ (تفصیل کے لئے دیکھیں نقشہ نمبر 25)۔ اس خاکہ میں شاہ عبداللہ صاحب غازی کی قبر بھی دکھائی گئی ہے جو ایک فقیر منش بزرگ گذرے ہیں۔ مجھے یہ اطلاع اس قبرستان کے فقیر جھنڈو شاہ سے بواسطہ شیخ نور احمد صاحب مختار عام مرحوم ملی تھی۔ اور شاہ عبداللہ غازی کے متعلق مجھے والدہ عزیزم مرزا رشید احمد سے معلوم ہوا ہے کہ وہ مرزا گل محمد صاحب (پڑدادا حضرت صاحب) کے زمانہ میں ایک فقیر مزاج بزرگ گذرے ہیں۔ جن کے مرنے پر مرزا گل محمد صاحب نے ان کا مزار بنوا دیا تھا ہماری ہمشیرہ امۃ النصیر کی قبر بھی اسی قبرستان میں ہے۔ (سیرت المہدی حصہ سوم۔ص76-175)

12 مئی 1904ء بمقام گورداسپور:

بوقت ایک بجے بمقام کچہری گورداسپور درخت جامن کے نیچے بیٹھے ہوئے حکیم نور محمد صاحب نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا تھا کہ آپ لوگ احمدی جماعت کے جو یہ کہتے ہیں کہ طاعون سے ہم بچے رہیں گے اس کی وجہ کیا ہے؟ حکیم صاحب نے اس کے جواب میں جو کچھ اس نے تقریر کی تھی وہ سنائی پھر اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔''طاعون اور الہام۔ اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ۔ (بنی اسراعیل۔59)

یعنی طاعون کا عذاب دو طرح پر ہوگا کوئی بستی اس سے خالی نہیں رہے گی۔ بعض تو ایسی ہوں گی جن کو ہم بالکل ہلاک کر دیں گے یعنی وہ اجڑ کر بالکل غیر آباد ہو جائینگی اور ویرانہ اور تھہ (اجڑے ہوئے کھنڈرات) ہو جائیں گی۔ ان کا کوئی نشان بھی نہ رہے گا۔ لوگ تلاش کرتے پھریں گے کہ اس جگہ فلاں بستی آباد تھی۔ لیکن پھر بھی پتہ نہ ملیگا گویا طاعون وہاں جھاڑو دے کر اس کو دنیا سے صاف کر دیگی۔ اور کوئی آثار اس کے نہ چھوڑے گی بعض قریئے ایسے ہوں گے کہ جن کو کم وبیش صاف کر کے چھوڑ دیا جائیگا اور صفحۂ دنیا سے ان کا نام نہ مٹایا جائیگا۔ صرف سرزنش کے طور پر کچھ عذاب ان میں نازل کیا جائیگا۔ اور تازیانہ کر کے صاف ہٹا لیا جائیگا۔ دوسرے بہت سے شہر فنا ہوں گے مگر وہ فنا نہ ہوں گے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قادیان کو اس قسم میں شامل کیا ہے اور اس الہام انہ اوی القریۃ سے مراد یہی ہے کہ اور بستیوں کی طرح ہمارے گاؤں کو طاعون جارف بالکل تباہ نہ کرے گی کہ لوگ تلاش کرتے پھریں کہ کہاں قادیان واقع تھی۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ ان بستیوں کی طرح خدا اسے بالکل تباہ نہ کرے گا بلکہ یہ بچی رہے گی یا بطور تازیانہ کچھ سزا دے کر اس کو بچا لیا جائیگا۔ ہم نے بار بار مجلسوں میں بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ انہ اوی القریۃ سے یہ مراد ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس قریۃ کو پناہ دے دی ہے کہ وہ طاعون جارف سے بچی رہے اور بالکل فنا نہ ہو خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ نہیں کیا کہ باوجود گناہ گار ہونے کے

اللہ تعالیٰ بغیر عذاب کے چھوڑ دے۔ایک طرف توقرآن میں لکھا ہے کہ طاعون سے کوئی بستی خالی نہیں رہے گی اور طاعون کی وجہ صرف یہی ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَابِاَنۡفُسِہِمۡ کے الہام سے ظاہر ہے یعنی جب لوگوں نے اپنے افعال اور اعمال سے غضب الٰہی کے جوش کو بھڑکا یا اور بدعملیوں سے اپنی حالتوں کو ایسا بدل لیا کہ خوف خدا اور تقویٰ اور طہارت کی ہر ایک راہ کو چھوڑ دیا اور بجائے اس کے طرح طرح کے فسق وفجور کو اختیار کر لیا خدا تعالیٰ پر ایمان سے بالکل ہاتھ دھو دیا دہریت اندھیری رات کی طرح دنیا پر محیط ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کے نورانی چہرے کو ظلمت کے نیچے دبا دیا تو خدا تعالیٰ نے اس عذاب کو نازل کیا۔تا لوگ خدا تعالیٰ کے چہرے کو دیکھ لیں۔اور اس کی طرف رجوع کریں بعض بستیاں مہلکو ہا میں داخل ہو کر بالکل فنا ہو جائیں گی۔اور بعض معذبو ھا میں داخل ہوں گی لیکن خالی کوئی نہ رہے گی۔ (البدر۔ص3 یکم جولائی1904)

''قادیان مہلک وبا میں داخل نہ ہوگی۔یہی مراد الہام۔اِنَّہٗ اٰوَی الۡقَرۡیَۃَ سے ہے۔گناہوں کی سرزنش کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے یہاں بھی طاعون نازل فرمائی خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے لَوۡلَا الۡاِکۡرَامُ لَہَلَکَ الۡمُقَامُ۔یعنی قادیان مہلک وبا میں داخل کر دیا جاتا لیکن صرف تمہاری تکریم و تعظیم سے اس کو مہلک وبا میں داخل نہیں کیا گیا۔جو بچے ہیں اور جو بچیں گے وہ تمہارے اکرام کی وجہ سے بچیں گے یہ تو قرآن کے بالکل مخالف ہے کہ قادیان عذاب طاعون سے بالکل محفوظ رہے۔ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَابِاَنۡفُسِہِمۡ دوسری طرف۔اِنَّہٗ اٰوَی الۡقَرۡیَۃَ کے اگر یہ معنی ہوں کہ قادیان بالکل بچ گئی۔تو ان دونوں کے درمیان تضاد واقع ہوتا ہے دو ضدین جمع نہیں ہوسکتیں۔ہم نے کبھی۔اِنَّہٗ اٰوَی الۡقَرۡیَۃَ کے یہ معنی نہیں سمجھے۔طاعون تو دنیا کی ہر ایک بستی میں آئے گی۔یہ بھی عجیب بات ہے کہ جہاں کسی نے دعویٰ کیا کہ فلاں مقام میں طاعون نہیں تو اسی جگہ ظاہر ہو جاتی ہے۔دہلی والوں نے بڑے زور سے لکھا تھا کہ دو وجوہ سے وہاں طاعون نہیں آتی اور نہ آئیگی۔ایک وجہ یہ ہے کہ وہاں کے لوگ بہت صفائی رکھتے ہیں دوسرے مچھروں کا وہاں نہ ہونا۔اب گزٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی طاعون آ گئی۔لاہور کی نسبت کہا جاتا تھا کہ اس کی سرزمین میں ایسے اجزاء ہیں کہ اس میں طاعونی کیڑے زندہ نہیں رہ سکتے لیکن وہاں بھی طاعون نے آن ڈیرہ ڈالا ہے۔ابھی لوگوں کو معلوم نہیں ہے لیکن سالہا سال کے بعد لوگ دیکھیں گے کہ کیا ہوگا۔کئی لوگ اور دیہات بھی بالکل تباہ ہو جائیں گے۔دنیا سے ان کا نام ونشان مٹ جائیگا۔اور ان کے آثار تک باقی نہ رہیں گے۔لیکن یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہ ہوگی۔یہ ایک لمبی بیماری ہے۔عمروں تک چلی جاتی ہے۔بڑے بڑے قطعے اس نے برباد کر کے جنگل کر دئے۔شہروں کے شہر اس نے ویرانے بنا دیئے سینکڑوں کوس ایسے غیر آباد کئے کہ جانور بھی زندہ نہ رہے۔اس کے آگے تو بڑے بڑے شہر بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔بڑے سے بڑے آباد شہر کو بھی اگر چاہے تو دو تین دن میں صاف کر سکتی ہے۔'' (البدر ص3 مورخہ یکم جولائی1904ء)

''زکریا 14 باب میں مذکور ہے کہ آخری زمانہ میں مسیح موعود علیہ السلام کے عہد میں سخت طاعون پڑے گی۔اس زمانہ میں تمام فرقے دنیا کے متفق ہوں گے کہ یروشلم کو تباہ کر دیں۔تب انہیں دنوں میں طاعون پھوٹے گی اسی دن یوں ہوگا کہ جیتا پانی یروشلم سے جاری ہوگا یعنی خدا کا مسیح ظاہر ہو جائیگا۔اور اس جگہ یروشلم سے مراد بیت المقدس نہیں ہے بلکہ وہ مقام ہے جس سے دین کے زندہ کرنے کے لئے الٰہی تعلیم کا چشمہ جوش ماریگا اور وہ قادیان ہے جو خدا تعالیٰ کی نظر میں دارالامان ہے۔خدا تعالیٰ نے جیسا کہ اس امت کے خاتم الخلفاء کا نام مسیح رکھا ایسا ہی اس کے خروج کی جگہ کا نام یروشلم رکھ دیا اور اس کے مخالفوں کا نام یہود رکھ دیا۔'' (نزول المسیح 44)

''ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت کی عادت میں دن کے کسی خاص وقت میں قیلولہ کرنا داخل نہ تھا۔آرام صرف کام پر منحصر تھا۔بعض اوقات نصف شب یا اس سے زیادہ یا کبھی کبھی تمام رات ہی تحریر میں گزار دیا کرتے تھے۔صبح کی نماز سے واپس آ کر بھی سو لیا کرتے تھے اور کبھی نہیں بھی سوتے تھے۔سیر کو اکثر سورج نکلے تشریف لے جایا کرتے تھے۔گھر سے نکل کر احمدیہ چوک میں کھڑے ہو جاتے اور جب تک مہمان جمع نہ ہو لیتے کھڑے رہتے اور اس کے بعد روانہ ہوتے۔'' (سیرت المہدی3 ص132)

شیخ فضل الٰہی صاحب چٹھی رسان نے بیان کیا کہ:

''ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں ڈاک لے کر حضور (کی خدمت) میں جارہا تھا۔جب ڈپٹی شنکر داس کے مکان کے آگے سے گذرا۔تو مکان کے آگے

چبوترہ پر ڈپٹی مذکور چار پائی پر بیٹھا تھا۔ مجھے (او شیخ) پکار کر کہا کہ غلام احمد کو کہہ دو کہ لڑکے جب مسجد میں آتے ہیں تو شور ڈالتے ہیں اور باتوں سے بھی کھڑاک کرتے ہیں۔ ہم کو تکلیف ہوتی ہے ان کو منع کر دے کہ وہ آرام سے گذرا کریں۔ میں نے حضرت صاحب سے ایسا ہی جا کر عرض کر دیا تو حضور نے فرمایا کہ:''یہ مکان تو ہمارے قبضہ میں آنے والا ہے۔ خدا نے ہم کو اس مکان کا وعدہ فرمایا ہے۔'' (الحکم جلد 38 نمبر 9 مورخہ 14 مارچ 1935ء ص 4)

کافی دیر تک اس بلڈنگ میں دفاتر صدر انجمن احمدیہ قادیان رہے ہیں۔ 2008ء میں یہ جگہ مسجد اقصیٰ کی توسیع میں شامل کر لی گئی۔

''ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کے لئے زیادہ تر بسراواں یا بٹر کی طرف تشریف لے جاتے تھے۔ کبھی کبھی ننگل یا بٹالہ کی سڑک پر بھی جاتے تھے اور شاذ و نادر کسی اور طرف بھی۔ اور عام طور پر ڈیڑھ سے دو میل تک باہر نکل جاتے تھے۔ اور جب حضرت صاحب سیر کو جاتے یا گھر میں ٹہلتے تو تیز قدم چلا کرتے تھے۔ آپ کی چال مستعد جوانوں کی سی تھی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ بسراواں قادیان سے مشرق کی طرف ہے اور بٹر شمال کی طرف ہے۔ اور ننگل جنوب کی طرف ہے اور بٹالہ مغرب کی طرف ہے۔'' (سیرت المہدی 3 ص 301)

''ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب قادیان کی فصیل کی جگہ پر مکانات بنے تو سب سے پہلے دو بڑے کمرے اور دو کوٹھڑیاں شمالی جانب تعمیر ہوئیں۔ وہ بڑا کمرہ جو اب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا موٹر خانہ ہے۔ یہ ضیاء الاسلام پریس کے لئے بنا تھا۔ اور اس کے ساتھ شمالی جانب دو کوٹھڑیاں بنیں۔ ایک شرقی جانب جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کتب خانہ رہتا تھا۔ اور دوسری غربی جانب جس میں خاص مہمان ٹھہرا کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی اور دیگر معزز مہمان ان ایام میں اسی کوٹھڑی میں ٹھہرتے تھے۔''

(سیرت المہدی 3 ص 127)

قادیان میں آمد و رفت کی کثرت چاہیئے

''ہمیں بہت افسوس ہے کہ بعض لوگ کچے آتے ہیں اور کچے ہی چلے جاتے ہیں حالانکہ یہ ان کا فرض ہے کہ یہاں آکر چند روز رہیں اور اپنے شبہات پیش کر کے پختگی حاصل کریں۔ پھر ان سے دوسرے مخالف اور عیسائی ایسے بھاگیں گے جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہے۔ تعجب ہے کہ لوگ کس طرح شیطان کے بہکانے میں آجاتے ہیں مگر یہ سب ایمان کی کمزوری کے باعث ہوتا ہے۔ بھلا مومن کیا اور شیطان کا بہکانا کیا۔ معلوم ہوتا ہے جو بہکتا ہے وہ خود شیطان ہے۔ ورنہ سوچ کر دیکھا جاوے کہ اب ہمارے مخالفوں کے ہاتھ میں کیا رہ گیا ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ جو کچھ رطب و یابس ان کے ہاتھ میں ہے وہ ایک ایک حرف پورا ہو۔ حالانکہ نہ کبھی ایسا ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ یہودیوں کی احادیث اس قدر تھیں کہ وہ نہ حضرت عیسیٰ پر حرف بحرف پوری ہوئیں اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اور اسی لئے بہتوں نے ٹھوکر کھائی مگر بعض یہودی جو مسلمان ہو گئے تو اس کی یہ وجہ تھی کہ جس قدر حصہ ان احادیث کا پورا ہو گیا انہوں نے اس کو سچا مان لیا اور جو نہ پورا ہوا۔ اس کو رطب و یابس جان کر چھوڑ دیا یا ان کے اور معنی کر لئے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو پھر ان کو اسلام نصیب نہ ہوتا اور پھر اس کے علاوہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و برکات بھی دیکھے۔ ہر ایک قوم کے پاس کچھ سچی کچھ جھوٹی، کچھ صحیح اور کچھ غلط روایات ہوتی ہیں۔ اگر انسان اسی بات پر اڑ جائے کہ سب کی سب پوری ہوں تو اس طرح سے کوئی شخص مان نہیں سکتا۔ حکم کے یہی معنی ہیں ان میں سے سچی اور جھوٹی کو الگ کر کے دکھا دیوے۔ ہر ایک جو بیعت کرتا ہے اسے واجب ہے کہ ہمارے دعویٰ کو خوب سمجھ لیوے ورنہ اسے گناہ ہوگا۔'' (ملفوظات جلد 6 ص 148)

''خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ فوج در فوج لوگ تیرے پاس آئیں گے۔ يَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ دور دراز سے تیرے پاس لوگ آئیں گے۔ اور تحائف آئیں گے۔ پھر یہ بھی کہا کہ لوگوں سے تھکنا مت۔ اب کوئی سوچے اور دیکھے کہ خدا تعالیٰ کے یہ وعدے کس طرح پورے ہوئے۔ ان فہرستوں کو گورنمنٹ کے پاس دیکھ لے جو آنے والے مہمانوں کی مرتب ہو کر ہفتہ وار جاتی ہیں۔ اور ڈاک خانہ اور ریل کے رجسٹروں کی پڑتال کرے جس سے پتہ لگے گا کہ کہاں کہاں سے تحائف اور روپیہ آ رہا ہے اور قادیان میں بیٹھ کر دیکھیں کہ کس قدر ہجوم اور انبوہ مخلوق کا ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی طرف سے بشارت اور قوت نہ ملے تو انسان تھک جاوے اور ملاقاتوں سے گھبرا اٹھے۔ اس نے یہ الہام کیا کہ گھبرانا نہ ویسے ہی قوت بھی عطا کی۔ کہ گھبراہٹ ہوتی ہی نہیں اور ایسا ہی انگریزی، اردو، عربی، عبرانی میں بہت سے الہامات ہوئے جو اس وقت سے چھپے ہوئے موجود ہیں اور پورے ہو رہے ہیں۔'' (ملفوظات جلد 5 ص 19)

18/جون 1903ء 'بوقت ظہر'

''ہمارے مخدوم مولانا عبدالکریم صاحبؓ جو کہ عرصہ قریباً پانچ سال سے حضرت اقدس علیہ السلام کے مبارک قدموں میں جاگزیں ہیں۔ان کو ایک شادی کی تقریب میں شمولیت کے لئے ساتھ لے جانے کے واسطے ایک دو احباب سیالکوٹ سے تشریف لائے تھے۔مگر خدا تعالیٰ نے جو عشق و محبت مولوی صاحب کو حضرت اقدسؑ کے ساتھ عطا کیا ہے وہ ایک پل کے واسطے بھی ان مبارک قدموں سے جدائی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اس کا اثر یہ ہے کہ جب کوئی احمدی بھائی قادیان آ کر پھر رخصت طلب کرتے ہیں۔تو مولوی صاحب کی ان کو یہی نصیحت ہوتی ہے کہ اس مقام کو اتنی جلدی نہ چھوڑو۔دیکھو تمہارے اوقات دنیوی کاروبار میں کس قدر گذرتے ہیں۔اگر اس کا ایک عشر عشیر بھی تم دین کے واسطے یہاں گذارو تو تم کو پتہ لگے اور آنکھ کھلے کہ یہاں کیا ہے جو ہمیں ایک پل کے واسطے علیحدہ نہیں ہونے دیتا۔غرضیکہ مولوی صاحب موصوف نے سیالکوٹ جانے سے انکار کیا اور وہی بات اس وقت حضرتؑ کے سامنے پیش ہوئی۔حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ اس مقام کو خدا تعالیٰ نے امن والا بنایا ہے۔اور متواتر کشوف والہامات سے ظاہر ہوا ہے کہ جو اس کے اندر داخل ہوتا ہے وہ امن میں ہوتا ہے تو اب ان ایام میں جب کہ ہر طرف ہلاکت کی ہوا چل رہی ہے اور گو کہ طاعون کا زور اب کم ہے مگر سیالکوٹ ابھی تک مطلق اس سے خالی نہیں ہے اس لئے اس جگہ کو چھوڑ کر وہاں جانا خلاف مصلحت ہے۔'' (ملفوظات جلد 6 ص 22)

10 جنوری 1900ء۔

''سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی نے اپنے کسی ضروری کام کے لئے مدراس واپس جانے کی اجازت طلب کی۔کیونکہ ان کو واپسی کے لئے تار بھی آیا تھا۔اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

''آپ کا اس مبارک مہینہ (رمضان) میں یہاں رہنا ازبس ضروری ہے۔ہم آپ کے لئے وہ دعا کرنے کو تیار ہیں۔جس سے باذن اللہ پہاڑ بھی ٹل جائے۔میں آج کل احباب کے پاس کم بیٹھتا ہوں اور زیادہ حصہ اکیلا رہتا ہوں۔یہ احباب کے حق میں ازبس مفید ہے۔میں تنہائی میں بڑی فراغت سے دعائیں کرتا ہوں اور رات کا بہت سا حصہ بھی دعاؤں میں صرف ہوتا ہے۔'' (الحکم جلد 4 نمبر 3 مورخہ 24 جنوری 1900ء)

12/اپریل 1900ء:''حضرت اقدسؑ کی دلی آرزو''

''حضرت اقدس امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دلی آرزو اور تمنا رہتی تھی کہ ہمارے احباب کو دارالامان میں بار بار آنے کا موقع ملے اور اس طرح پر یہاں رہ کر ہر ایک شخص کو اپنے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطنی اور تجلیٔ روح کے لئے عملی ہدایتیں مل سکیں۔اس غرض کے پورا کرنے کے لئے حضور نے سال میں تین جلسے مقرر کر رکھے تھے۔عیدین اور بڑے دن کی تعطیلوں میں۔'' (ملفوظات جلد 2 ص 31)

17/نومبر 1901ء: انقلاب دنیا

فرمایا:''آذر حضرت ابراہیمؑ کا باپ ہی تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس کا نام اب رکھا ہے۔اس قسم کے انقلاب دنیا میں ہوتے آئے ہیں۔کبھی باپ صالح ہوتا ہے بیٹا صالح ہوتا ہے اور کبھی بیٹا صالح ہوتا ہے۔باپ صالح ہوتا ہے۔ہمارے پڑدادا صاحب بڑے مخیر تھے اور باخدا بزرگ تھے چنانچہ لوگ کہا کرتے تھے کہ ان کو گولی کا اثر نہیں ہوتا۔ایک وقت ان کے دسترخوان پر 500 آدمی ہوا کرتے تھے۔اور اکثر حافظ قرآن اور عالم ان کے پاس رہتے تھے۔اور قادیان کے اردگرد ایک فصیل ہوتی تھی۔جس پر تین یا چار چھکڑے برابر برابر چلا کرتے تھے۔خدا کی قدرت سکھوں کی تعدی اور لوٹ کھسوٹ میں وہ سب سلسلہ جاتا رہا۔اور ہمارے بزرگ یہاں سے چلے گئے۔پھر جب امن ہوا تو واپس آئے۔'' (ملفوظات جلد 2 ص 392)

مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کو مخاطب ہو کر فرمایا:

''یہاں کا رہنا تو ایک قسم کا آستانہ ایزدی پر رہنا ہے۔اس حوضِ کوثر سے وہ آب حیات ملتا ہے کہ جس کے پینے سے حیات جاودانی نصیب ہوتی ہے جس پر ابدالآباد تک موت ہرگز نہیں آسکتی۔اچھی طرح کمر بستہ ہو کر پورے استقلال سے اس صراطِ مستقیم کے راہ روبنیں اور ہر قسم کی دنیاوی روکاوٹوں اور نفسانی خواہشوں کی ذرہ پروا، نہ کر کے اللہ تعالیٰ کے صادق مامور کی پوری معیت کریں تا کہ حکم ''کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ''کی فرمانبرداری کا سنہری تمغہ آپ کو حاصل ہو۔یاد رکھیں کہ راستی و صداقت کے فرزند ہمیشہ جاہ و جلال کے تاج زریں کے وارث ہوا کرتے ہیں۔راستبازی کے حاسد دشمنوں کا

جوانجام ہوا کرتا ہے وہ بھی پوشیدہ نہیں **بسوزد آنکہ نہ سوزد بصدق دررہ یار بمیرد آنکہ گریزندہ ازفنا باشد**

معلوم نہیں کہ آپ کو جہلم سے کیوں اُنس ہے حالانکہ اس کی میم نسبتی کو حذف کرنے کے بعد تو جہل ہی جہل رہ جاتا ہے۔ بھلا فہم و ذکا کو جہل سے کیا نسبت؟ مولوی صاحب نے عرض کی کہ حضور واقعی یہ تو سچ ہے کہ جہلم بمعنی جہل من ہی ہے آخری میم نسبتی ہے۔ فرمایا کہ جب یہ حال ہے تو ایسے جہل کو ترک کرنا چاہیئے۔ وہاں کی رہائش کو یہاں کی رہائش پر کسی طرح بھی ترجیح نہیں ہوسکتی۔ پھر اس حالت میں مامور من اللہ کی صحبت نہایت ضروری بلکہ مغتنمات سے ہے۔ خوش قسمت وہ جن کو یہ نعمت غیر مترقبہ نصیب ہو۔ جو شخص سب کچھ چھوڑ کر اس جگہ آکر آباد نہیں ہوتا یا کم از کم ایسی تمنا دل میں نہیں رکھتا اس کی حالت کی نسبت مجھے بڑا اندیشہ ہے کہ مبادا وہ پاک کرنے والے تعلقات میں ناقص نہ رہے۔ اپنے گھروں، وطنوں اور املاک کو چھوڑ کر میری ہمسائیگی کے لئے قادیان میں بودوباش کرنا ''اصحاب الصفہ'' کا مصداق بننا ہے۔'' (ملفوظات جلد 6 ص 185)

17 اکتوبر 1904ء: بمقام قادیان بعد نماز مغرب:

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہ نشین پر جلوہ افروز ہوکر فرمایا کہ میرے سر کی حالت آج بھی اچھی نہیں چکر آرہا ہے۔ جب جماعت کا وقت آتا ہے تو اس وقت خیال گذرتا ہے کہ سب جماعت ہوگی۔ اور میں شامل نہ ہوں گا۔ اور افسوس ہوتا ہے۔ اس لئے افتاں خیزاں چلا آتا ہوں۔ چند اصحاب اپنی مستورات کے علاج کے لئے لاہور تشریف لے گئے ہوئے تھے اور انجام کار معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں کے علاج سے کوئی فرق مرض میں معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ: چونکہ یہ لوگ متدین نظر نہیں آتے۔ اس لئے خطرہ ہے کہ کوئی اور تکلیف نہ بڑھ جاوے۔ ان کو کہہ دو کہ چلے آویں۔ شافی اللہ تعالیٰ ہی ہے دائیوں کا دستور ہوتا ہے کہ محض روپیہ بٹورنے کی خاطر وہ مرض کو بڑھاتی جاتی ہیں۔ قادیان کی آب و ہوا لاہور کی نسبت بہت عمدہ ہے۔ اس سے ان کو فائدہ ہوگا۔ ہم یہ اس لئے کہتے ہیں کہ جو بات دل میں آوے اسے مخفی رکھا جاوے تو یہ ایک قسم کی خیانت ہے۔'' (ملفوظات جلد 7 ص 212)

''قادیان میں رہائش کی غرض کیا ہونی چاہیئے''

''ایک مرتبہ کسی دوست نے عرض کی کہ وہ تجارت کے لئے قادیان میں آنا چاہتا ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:

''یہ نیت ہی فاسد ہے۔ اس سے توبہ کرنی چاہیئے۔ یہاں تو دین کے واسطے آنا چاہیئے اور اصلاح عاقبت کے خیال سے یہاں رہنا چاہیئے۔ اصل نیت یہی ہو۔ اور اگر پھر اس کے ساتھ کوئی تجارت وغیرہ یہاں رہنے کے اغراض کو پورا کرنے کے لئے ہو، تو حرج نہیں ہے۔ اصل مقصد دین ہو نہ دنیا۔ کیا تجارتوں کے لئے اور شہر موزوں نہیں؟ یہاں آنے کی اصلی غرض کبھی دین کے سوا اور نہ ہونی چاہیئے۔ پھر جو کچھ حاصل ہو جائے وہ خدا کا فضل سمجھو۔''

''**بحث سے نفرت**......''ایک شخص نے کہلا بھیجا کہ میں ہندوستان سے کوئی مولوی اپنے ساتھ لاؤں گا۔ جو آپ کے ساتھ گفتگو کرے۔ مگر مولوی لوگ قادیان آنا پسند نہیں کرتے۔ آپ بٹالہ میں آجائیں۔ فرمایا:''قادیان سے وہ لوگ اسی واسطے نفرت رکھتے ہیں کہ میں قادیان میں ہوں۔ پھر اگر میں بٹالہ میں ہوا تو بٹالہ ان کے لئے نفرت کا مقام بن جائیگا۔ قادیان میں وہ ہمارے پاس نہ ٹھہریں کسی اور کے پاس جہاں چاہیں قیام کریں۔ یہاں دہریئے موجود ہیں۔ ان کے پاس ٹھہریں۔ ہم بحث نہیں کرنا چاہتے۔ ہمارا مطلب صرف سمجھا دینا ہے۔'' (ملفوظات جلد 2 ص 323)

حضرت سکندر علی صاحب ماجد ولد چوہدری ولی داد صاحب

''مکرم سکندر علی صاحب اور منشی غلام محمد صاحب لکھتے ہیں کہ ہم نے قادیان آکر 30 یا 31 مارچ کو عصر اور مغرب کے درمیان ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت کی۔ آپ مزید بیان فرماتے ہیں۔ پھر ایک دن ہم دونوں قادیان آئے۔ جاتے وقت بعد نماز عصر حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے کھڑکی کے اندر جاکر باہر کو ہماری طرف منہ مبارک کر کے کہا کہ جو لوگ بیعت کر کے چلے جاتے ہیں اور بار بار قادیان نہیں آتے یا قادیان میں نہیں رہتے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ اور دروازہ بند کر دیا۔ ہم دونوں بہت فکر مند ہوئے کہ یہ عیب تو ہم میں بھی ہے ہم اب کیا کریں۔ جاتے جاتے رستہ میں دعا کی کہ یا الٰہی کوئی ایسا سبب بنادے ہم قادیان میں رہیں دعا قبول ہوگئی۔ اور جاتے ہی پادریوں کی طرف سے ہمیں اطلاع ملی کہ یا تو تم مرزا صاحبؑ کی بیعت چھوڑ دو یا نوکری چھوڑ دو۔ ہم نے ان کو جواب دیا کہ نوکری رکھو یا نہ رکھو ہم بیعت نہیں چھوڑ سکتے۔ آخر کار انہوں نے مارچ 1903ء میں اسکول سے علیحدہ کر دیا اور چٹھی لکھدی کہ بوجہ قادیانی ہو جانے کے ہم ان کو علیحدہ کرتے ہیں۔'' (الفضل 20 ستمبر 2001)

''بادشاہ اور خلیفۃ المسلمین اور امیر المؤمنین کہلا کر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے بے پروائی اچھی بات نہیں۔مخلوق سے اتنا ڈرنا کہ گویا خدا کو قادر ہی نہیں سمجھنا یہ ایک قسم کی سخت کمزوری ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ وہ خادم الحرمین ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ حرمین اس کے محافظ ہیں۔حرمین کی برکت اور طفیل ہے کہ اب تک وہ بچا ہوا ہے۔جو مذہبی آزادی اس ملک میں ہمیں نصیب ہے وہ مسلمان ممالک میں خود مسلمانوں کو بھی نصیب نہیں۔دیکھو کس آزادی سے ہم کام کر رہے ہیں۔اور پھر کیا اثر ہماری تالیفات کا ملک پر ہوا ہے۔قادیان میں ہمیشہ پادری لوگ آیا کرتے تھے۔ان کے خیمے ہمیشہ قادیان کے باہر کی طرف نصب کئے جاتے تھے۔اور پھر کر اپنا وعظ کیا کرتے تھے۔مگر اب عرصہ پندرہ برس کا ہوتا ہے کہ کبھی کسی پادری کی شکل بھی نہیں نظر آئی۔ہمیشہ کہا کرتے تھے اور مسلمانوں کو دعویٰ سے بلایا کرتے تھے کہ کوئی ان سے مباحثہ کرے اور کہتے تھے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی معجزہ ظاہر نہیں ہوا۔ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ زندہ نبی کے مضمون پر بحث کی جاوے۔مگر اب یہ معاملہ ہے کہ ہم بلاتے ہیں۔انعام دیتے ہیں مگر کوئی ادھر آتا ہی نہیں گو یا وہ پہلو ہی بدل دیا ہے۔ہم جہاں تک کوئی طریق اتمام حجت کا ہوسکتا ہے کرنے کو ہر وقت تیار ہیں۔'' (ملفوظات جلد 10 ص 295)

''سُبْحَۃُ الْمَرْجَانِ'' از آزاد بلگرامی میں ہے کہ علامہ سیوطی۔ابن جریر۔حاکم۔بیہقی اور ابن عساکر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔''سب سے پاکیزہ اور خوشبودار مقام ہندوستان ہے۔کیونکہ یہاں آدم اترے اور یہاں کے درختوں میں جنت کی خوشبو کا اثر ہے۔اس کے علاوہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''کہ مجھے ہندوستان کی طرف سے ربانی خوشبو آتی ہے۔''

(ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی ایک جھلک۔از سید صباح الدین عبدالرحمٰن ایم اے۔مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی 1958)

''ایک مرتبہ قادیان میں ہیضہ کی سخت وارداتیں شروع ہوئیں۔مرزا صاحبؑ ان دنوں بٹالہ میں تھے جہاں آپ کی جائیداد غیر منقولہ از قسم مکانات دوکانات تھی۔ہیضہ کی وارداتیں ابھی چوہڑوں میں ہو رہی تھیں وہاں جب آپ کو اطلاع ملی تو آپ فوراً قادیان آئے اور چوہڑوں کے گھروں کے پاس آکر ٹھہر گئے اور نہایت ہمدردی ظاہر کی۔اور ان کو تسلی دی۔وہاں ہی کھڑے کھڑے حکم دیا کہ قادیان کے عطار آملہ، کشتے، گُڑ اور نمک لیتے آویں اور مٹی کے بڑے بڑے برتنوں میں ڈلوا دیا۔اور حکم کیا جو چاہے گُڑ ڈال کر پیئے۔اور جو چاہے نمکین پیئے۔دوسرے دن ہیضہ سے قادیان پاک ہو گیا۔'' (حیات احمد۔ص 42 یعقوب علی عرفانی صاحب)

1882ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا۔

''سو ان کو وحی سنا دے جو تیرے رب کی طرف سے ہوئی۔اور یاد رکھ کہ وہ زمانہ آتا ہے کہ لوگ کثرت سے تیری طرف رجوع کریں گے۔سو تیرے پر واجب ہے کہ تو ان سے بدخلقی نہ کرے۔اور تجھے لازم ہے کہ ان کی کثرت کو دیکھ کر تھک نہ جائے۔اور ایسے لوگ بھی ہونگے جو اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے تیرے حجروں میں آکر آباد ہوں گے۔وہی ہیں جو خدا کے نزدیک اصحاب الصفہ کہلاتے ہیں۔اور تو کیا جانتا ہے کہ وہ کس شان اور ایمان کے لوگ ہوں گے جو اصحاب الصفہ کے نام سے موسوم ہیں۔بہت قوی ایمان ہوں گے۔تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے۔وہ تجھ پر درود بھیجیں گے۔'' (تذکرہ۔ص 52)

''شیعہ لٹریچر میں جن لوگوں نے امام مہدی کی زیارت اور ملاقات کا دعویٰ کیا ہے۔ابوسعید خانم ہندی ان میں سے ایک مشہور آدمی ہیں۔انہوں نے کشف میں حضرت امام مہدی سے ملاقات کی۔جنہوں نے ہندوستانی میں کلام کیا اور حال دریافت کیا۔پورا کشف بیان کر کے آخر میں فرماتے ہیں:

كُلُّ ذَالِكَ بِكَلَامِ الْهِنْدِ۔ (صافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ باب مولد صاحب الزمان جز سوم حصہ دوم ص۔304)

اس کشف سے بغیر تاویل کے ظاہر ہوتا ہے کہ آنے والا مہدی ہندوستان میں آئے گا۔ (امام مہدی کا ظہور۔ص۔363)

ہمارے امام و مقتدا سیدنا مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ اپنے ملنے والوں، دوستوں اور غلاموں کو تاکید پر تاکید فرماتے۔بار بار قادیان آیا کریں۔جب کوئی مہمان واپس جانا چاہتے تو فرماتے۔ابھی آپ ٹھہریں۔ابھی اور ٹھہریں۔اس صحبت کو غنیمت سمجھیں کیا معلوم پھر ملاقات نصیب بھی ہو گی یا نہیں۔احباب اگر کسی ضرورت کا اظہار کرتے اور کہتے کہ فلاں کام ہے اور فلاں حاجت ہے تو بعض اوقات حضور فرماتے ......ساری عمر دنیا کے دھندوں اور ضروریات کے حصول میں خرچ کر دی کچھ عاقبت کی فکر بھی کرنی چاہیے۔اجازت بھی حضور دیتے اور فرمایا کرتے اور تاکید فرماتے کہ۔خط لکھتے رہیں۔یاد کراتے رہیں۔کیونکہ خط بھی نصف الملاقات ہوتا ہے۔'' (اصحاب احمد جلد نو۔ص 225)

''سو یادر ہے کہ دجال کا خروج مشرق میں بتایا گیا ہے۔جس سے ہمارا ملک مراد ہے۔ چنانچہ صاحب حجج الکرامہ نے لکھا ہے۔ کہ فتن دجال کا ظہور ہندوستان میں ہورہاہے اور یہ ظاہر ہے کہ ظہور مسیح بھی اسی جگہ ہو جہاں دجال ہو پھر اس گاؤں کا نام کدعہ قرار دیا ہے جو قادیان کا مخفف ہے۔اس کے علاوہ خود قضاء وقدر نے اس عاجز کا نام جو رکھوایا ہے تو وہ بھی ایک لطیف اشارہ اس طرف رکھتا ہے۔غلام احمد قادیانی کے عدد بحساب جمل پورے تیرہ سو نکلتے ہیں۔یعنی اس نام کا امام چودھویں صدی کے آغاز پر ہوگا۔غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی اسی طرف ہے۔'' (ملفوظات جلد اول۔ص50)

''محترمہ صالحہ بی بی صاحبہ اہلیہ قاضی عبدالرحیم صاحب فرماتی ہیں کہ:

ہندوؤں والے بازار میں سے جو اب بڑا بازار کہلاتا ہے۔اور اس وقت چھوٹا سا تھا۔ایک دفعہ حضور۔وہاں سے گزر کر سیر کے لئے شمال کی طرف جہاں اب مولوی شیر علی صاحب کا گھر ہے تشریف لے گئے۔ہم دس پندرہ عورتیں حضور کے ہمراہ ہوں گی۔واپسی پر اسی بازار میں سے گزرتے ہوئے چوک میں جو مسجد اقصیٰ کے متصل شمال میں ہے۔کوئیں کے پاس ٹھہر گئے اور سوٹی کی نوک زمین میں لگا کر فرمایا کہ یہ عنقریب احمدی بازار کہلائے گا۔اور یہاں احمدی ہی احمدی ہونگے۔'' (تذکرہ۔ص818)

بعض مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہا تھا۔کہ قادیان میں طاعون نہیں آئے گی۔اور یہ پیشگوئی غلط نکلی ہے۔یہ بالکل جھوٹ ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے قادیان میں طاعون کا آنا ممنوع قرار دیا ہے۔حضرت اقدس علیہ السلام نے تو فرمایا ہے۔کہ قادیان میں طاعون آئے گی تو سہی مگر طاعون جارف یعنی جھاڑو والی طاعون نہیں آئے گی۔چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام دافع البلاء میں فرماتے ہیں۔''ہم دعویٰ سے لکھتے ہیں کہ قادیان میں کبھی طاعون جارف نہیں پڑیگی جو گاؤں کو ویران کرنیوالی اور کھا جانے والی ہوتی ہے۔'' (دافع البلاء ایڈیشن اول 1902 ص5)

[i] پھر فرماتے ہیں ''میں قادیان کو اس تباہی سے محفوظ رکھونگا ایسی تباہی سے کہ لوگ کتوں کی طرح طاعون کی وجہ سے مریں۔یہاں تک کہ بھاگنے اور منتشر ہونے کی نوبت آئے۔'' (دافع البلاء ایڈیشن اول 1902)

[ii] ''کچھ حرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں بھی کوئی واردات شاذونادر معدوم کا حکم رکھتا ہے۔'' (ایضاً۔صفحہ 5)

[iii] ''اِنَّهٗ اٰوَى الْقَرْيَةَ۔'اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ کس قدر عذاب کے بعد اس گاؤں کو اپنی پناہ میں لے لیگا۔یہ معنی نہیں کہ ہرگز اس میں طاعون نہیں آئے گی۔اوی کا لفظ عربی زبان میں اس پناہ دینے کو کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی حد تک مصیبت رسیدہ ہو کر پھر امن میں آجاتا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی ص232 پہلا ایڈیشن 1907)

[iv] ''اٰوٰی کا لفظ زبان عرب میں ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی قدر مصیبت یا ابتلاء کے بعد اپنی پناہ میں لے لیا جائے اور کثرت مصائب اور تلف ہونے سے بچایا جائے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى (الضحیٰ) اسی طرح تمام قرآن شریف میں اٰوٰی لفظ ایسے ہی موقعوں پر استعمال ہوا ہے کہ جہاں کسی شخص یا کسی قوم کو کسی قدر تکلیف کے بعد آرام دیا گیا۔'' (تذکرۃ الشہادتین ص6 حاشیہ 1902)

[v] ''پس ان پیشگوئیوں کے مطابق قادیان کو ایک دفعہ۔کسی قدر۔عذاب کے بعد اپنی امان میں لے لیا گیا اور اسی کو حضرت اقدس علیہ السلام نے صرف قادیان ہی کی نسبت سے۔طاعون زور پر تھا۔قرار دیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ص84 چنانچہ دوسری جگہ۔حقیقۃ الوحی۔ص232 میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔صرف ایک دفعہ کسی قدر شدت سے طاعون قادیان میں آئی۔''

وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَاءُ

پس قادیان میں کبھی بھی طاعون جارف نہیں آئی جو بربادی افگن ہوتی ہے۔ہاں حضرت اقدس علیہ السلام نے اعلان فرمایا تھا۔

اِنِّىْ اُحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِى الدَّارِ۔ اُحَافِظُكَ خَاصَّةً۔ (تذکرہ ایڈیشن سوم ص428-427)

کہ تیرے گھر کی چاردیواری میں رہنے والے طاعون سے محفوظ رہیں گے اور تیری تو خاص حفاظت کی جائے گی۔خواہ چاردیواری کے اندر ہوں یا باہر۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (پاکٹ بک عبدالرحمٰن خادم۔ص509)

قادیان سے ہجرت اور واپسی

قادیان سے ہجرت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ ہمارا خدا ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ نہ صرف نبی بلکہ بجز اپنے وطن کے کوئی راستباز بھی دوسری جگہ ذلت نہیں اٹھاتا۔ اور اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۔ (پارہ 5 ع 11)

یعنی جو شخص اطاعت الٰہی میں اپنے وطن کو چھوڑے تو خدا تعالیٰ کی زمین میں ایسے آرامگاہ پائے گا جن میں بلاحرج دینی خدمت بجا لا سکے۔ سوائے ہم وطنو! ہم تمہیں عنقریب الوداع کہنے والے ہیں۔'' (بحوالہ شحنۂ حق ص ج)

الہامی دُعا

''خدایا! پاک زمین میں مجھے جگہ دے یہ ایک روحانی طور کی ہجرت ہے۔ اور جیسا کہ اب تک میں سمجھتا ہوں اس کے معنی یہ ہیں کہ انجام کار زمین میں تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ اور زمین راستی اور سچائی سے چمک اٹھے گی۔'' (دافع البلاء ص21)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ''انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے۔ لیکن بعض رؤیاء نبی کے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعہ سے پورے ہوتے ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیصر و کسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔''

(بدر جلد نمبر 1 نمبر 23، مجریہ 7 ستمبر 1905ء)

18 ستمبر 1894ء کو حضور علیہ السلام کو الہام ہوا ''داغ ہجرت'' (تشحیذ الاذہان جون/ جولائی 1908ء ص14)

جب ''مقدمہ دیوار'' والی دیوار کی وجہ سے جماعتی کاموں میں روک بڑھنے لگی تو ایک موقعہ پر حضور علیہ السلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے فرمایا: ''مولوی صاحب! ''داغ ہجرت'' کا الہام بھی تو ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے لئے ہجرت مقدر ہے۔''

حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب نے بھیرہ تشریف لے جانے کا مشورہ دیا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے سیالکوٹ جانے کی دعوت دی۔ محترم شیخ رحمت اللہ صاحب نے لاہور تشریف لے جانے کے لئے عرض کیا۔ محترم چوہدری حاکم علی صاحب کی روایت ہے کہ میں نے اپنے گاؤں پنیار جانے کے لئے عرض کیا۔ حضور نے سب باتیں سن کر فرمایا۔

''اچھا جب اذن ہوگا۔''

''ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میرا نام لکھ رہا ہے تو آدھا نام اس نے عربی میں لکھا ہے اور آدھا انگریزی میں لکھا ہے۔ انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے لیکن بعض رؤیا نبی کے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعے پورے ہوتے ہیں۔''

(ارشاد حضرت اقدس علیہ السلام۔ بدر 7 ستمبر 1905)

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً۔ (پارہ 5 ع 11)

جو شخص اطاعت الٰہی میں اپنے وطن کو چھوڑے تو خدا تعالیٰ کی زمین میں ایسے آرام گاہ پائے گا۔ جس میں بلاحرج دینی خدمت بجا لا سکے۔

حضور کا ایک رؤیا

''دیکھا کہ میں مصر کے دریائے نیل پر کھڑا ہوں۔ اور میرے ساتھ بہت سے بنی اسرائیل ہیں۔ اور میں اپنے آپ کو موسیٰؑ سمجھتا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھاگے چلے آتے ہیں۔ نظر اٹھا کر پیچھے دیکھا تو معلوم ہوا۔ فرعون ایک لشکر کثیر کے ساتھ ہمارے تعاقب میں ہے۔ اور اس کے ساتھ بہت سامان مثل گھوڑے، گاڑیاں، رتھوں وغیرہ کے ہے۔ اور ہمارے بہت قریب آ گیا ہے۔ میرے ساتھی بنی اسرائیل بہت گھبرائے ہوئے ہیں اور اکثر

ان میں سے بے دل ہو گئے ہیں۔اور بلند آواز سے چلاتے ہیں کہ اے موسیٰؑ! ہم پکڑے گئے تو میں نے بلند آواز سے کہا:
''كَلَّآ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ'' اتنے میں، میں بیدار ہو گیا۔اور زبان پر یہی الفاظ جاری تھے۔ (اخبار الحکم قادیان 13 جنوری 1903ء ص 15)

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ۔ (پارہ 18 ع 3)

اور ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو ایک نشان بنا دیا۔اور ان دونوں کو سکون و آرام اور چشموں والے بلند مقام پر پناہ دی۔

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ۔ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۔ (پارہ 13 ع 18)

''اے ہمارے رب میں نے اپنی ذریت کا ایک حصہ اس وادی میں لا کر چھوڑ دیا۔جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہوتی۔تیرے پاکیزہ گھر کے پاس۔ یعنی دین کی خدمت کے لئے میں یہاں چھوڑ رہا ہوں۔اے میرے رب میں اس لئے ان کو یہاں چھوڑ رہا ہوں کہ وہ تیری عبادت کو اس جنگل میں قائم کریں۔پس اے میرے رب تو ان لوگوں کے دلوں میں خود ان کی محبت ڈال اور انہیں دنیا جہان کے میوے عطا کر تا کہ وہ۔میری اولاد۔ ایمان پر قائم رہیں۔''

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ (پارہ 1 ع 15)

اور۔اس وقت کو بھی یاد کرو۔جب ابراہیم نے کہا تھا کہ اے میرے رب اس جگہ کو ایک پرامن شہر بنا دے۔اس کے باشندوں میں سے جو بھی اللہ پر اور آنے والے دن پر ایمان لائیں انہیں۔ہر قسم کے۔پھل عطا فرما۔اس پر (اللہ نے) فرمایا اور جو شخص کفر کرے اسے۔بھی۔تھوڑی مدت تک فائدہ پہنچاؤں گا۔پھر اسے مجبور کر کے دوزخ کے عذاب کی طرف لے جاؤں گا۔اور (یہ) بہت برا انجام ہے۔

'نجات صرف حضرت مسیح موعودؑ کی پیروی میں ہے'

آیت۔وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى۔اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت محمدیہ میں بہت سے فرقے ہو جائیں گے تب آخری زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا۔اور ان سب فرقوں میں سے وہ فرقہ نجات پائے گا جو اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔ (اربعین نمبر 3۔ص 32)

قادیان کی واپسی

''قَدِ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ مَا هٰذَا اِلَّا تَهْدِيْدُ الْحُكَّامِ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ۔ اِنِّيْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِيْكَ بَغْتَةً۔ يَاْتِيْكَ نُصْرَتِيْ۔ اِنِّيْٓ اَنَا الرَّحْمٰنُ ذُو الْمَجْدِ وَالْعُلٰى۔

مخالفوں میں پھوٹ۔''یعنی تجھ پر اور تیرے ساتھ کے مومنوں پر مواخذہ حکام کا ابتلاء آئے گا۔وہ ابتلاء صرف تہدید ہوگا۔اس سے زیادہ نہیں۔وہ خدا جس نے خدمت قرآن تجھے سپرد کی ہے۔پھر تجھے قادیان میں واپس لائیگا۔میں اپنے فرشتوں کے ساتھ ناگہانی طور پر تیری مدد کروں گا۔میری مدد تجھے پہنچے گی۔میں ذوالجلال بلند شان والا رحمان ہوں۔میں مخالفوں میں پھوٹ ڈالوں گا۔'' (الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام سرورق کتاب البریّہ)

9رنومبر 1892ء:''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قادیان کی طرف آتا ہوں اور نہایت اندھیری اور مشکل راہ ہے اور میں رجماً بالغیب قدم مارتا جاتا ہوں۔اور ایک غیبی ہاتھ مجھ کو مدد دیتا جاتا ہے۔یہاں تک کہ میں قادیان پہنچ گیا اور جو مسجد سکھوں کے قبضہ میں ہے وہ مجھ کو نظر آئی۔پھر میں سیدھی گلی میں جو کشمیریوں کی طرف سے آتی ہے چلا۔اس وقت میں نے اپنے تئیں ایک سخت گھبراہٹ میں پایا کہ گویا اس گھبراہٹ سے بیہوش ہوتا جاتا ہوں۔اور اس وقت بار بار ان الفاظ سے دعا کرتا ہوں کہ رَبِّ تَجَلَّ رَبِّ تَجَلَّ اور ایک دیوانہ کے ہاتھ میں میرا ہاتھ ہے۔اور وہ بھی رَبِّ تَجَلَّ کہتا ہے۔اور بڑے زور سے میں دعا کرتا ہوں۔اور اس سے پہلے مجھ کو یاد ہے کہ میں نے اپنے لئے اور اپنی بیوی کے لئے اور اپنے لڑکے محمود

کے لئے بہت دعا کی ہے۔ پھر میں نے دو کتے خواب میں دیکھے۔ ایک سخت سیاہ اور ایک سفید۔ اور ایک شخص کہ وہ کتوں کے پنجے کاٹتا ہے۔ پھر الہام ہوا۔ " كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" (رجسٹر متفرق یادداشتیں از حضرت مسیح موعود علیہ السلام ص 235)

مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ

''اب تو امن اور برکت کے ساتھ اپنے گاؤں میں جائے گا۔ اور میں تجھے پھر بھی یہاں لاؤں گا۔'' (تذکرہ ص 805 مطبوعہ ربوہ، ایڈیشن 1969ء)

''نزول در قادیان'' (تذکرہ ص 805، ایڈیشن 1969ء، مطبوعہ ربوہ)

23 دسمبر 1902ء نماز فجر سے پیشتر حضرت اقدسؑ نے رؤیا سنائی:

میں کسی اور جگہ ہوں اور قادیان کی طرف آنا چاہتا ہوں۔ ایک دو آدمی ساتھ ہیں۔ کسی نے کہا راستہ بند ہے۔ ایک بڑا بحر زخّار چل رہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ واقعہ میں کوئی دریا نہیں بلکہ ایک بڑا سمندر ہے۔ اور پیچیدہ ہو ہو کر چل رہا ہے جیسے سانپ چلا کرتا ہے۔ ہم واپس چلے آئے کہ ابھی راستہ نہیں۔ اور یہ راہ بڑا خوفناک ہے۔'' (تذکرہ ص 447، ایڈیشن 1969ء، مطبوعہ ربوہ)

26 جولائی 1904 کا الہام:

رؤیا ''دیکھا کہ ہم قادیان گئے ہیں۔ اپنے دروازے کے سامنے کھڑے ہیں۔ ایک عورت نے کہا۔ السلام علیکم اور پوچھا کہ راضی خوشی آئے۔ خیر و عافیت سے آئے۔'' (تذکرہ ص 518 ایڈیشن 1969ء مطبوعہ ربوہ)

قادیان کی واپسی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا ایک واضح الہام یہ ہے کہ:

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَۃً ۔ (کتاب البریہ و تذکرہ ص 313)

''یعنی زمین و آسمان کا مالک خدا جس نے تجھ پر قرآن کی تبلیغ فرض کی ہے وہ تجھے ضرور ضرور ایک دن تیرے وطن (قادیان) کی طرف واپس لے جائیگا۔ اور میں تیری مدد کے لئے اپنی فوجوں کے ساتھ اچانک پہنچوں گا۔'' یہ خدائے عرش کی وہ تقدیر ہے جو ہجرت والی پیشگوئی کی دوسری شاخ کے طور پر حضرت مسیح موعودؑ کے قلبِ صافی پر نازل کی گئی اور انشاء اللہ وہ ضرور اپنے وقت پر پوری ہو کر رہے گی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ وقت کب آئیگا یہ غیب کی باتیں ہیں جو خدا کے ازلی علم کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ مگر ہم یہ بات قطعی طور پر جانتے ہیں اور ہماری نسلوں کو یہ بات اپنے پاس لکھ رکھنی چاہئے۔ کہ قادیان جو خدا کے ایک مقدس رسول کا تخت گاہ ہے وہ انشاء اللہ ضرور ضرور ہمیں جس رنگ میں بھی خدا کو منظور ہوا ایک دن واپس ملیگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ مگر خدا کی یہ تقدیر ایک ایسی پتھر کی لکیر ہے جو کبھی نہیں مٹ سکتی۔ ہم کسی حکومت کے بدخواہ نہیں اور ہمیں خدا کا اور اس کے رسولؐ کا اور اپنے امام کا یہی حکم ہے کہ جس حکومت کے ماتحت بھی رہو اس کے دل سے وفادار بن کر رہو۔'' (سیرت طیبہ 81-280 حضرت مرزا بشیر احمدؓ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قادیان سے محبت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قادیان سے بے انتہا محبت تھی۔ اس کا ذکر حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے قلمِ مبارک سے یوں تحریر فرمایا ہے:

''اپنا وطن کسے پیارا نہیں ہوتا کسی شاعر کا مصرعہ ہے کہ:۔

''خار وطن ملک از سلیمان خوشتر''

حضرت مسیح موعودؑ کو بھی قادیان سے بہت محبت تھی۔ اور یہ محبت محض وطن اور جنم بھومی ہونے کی وجہ سے نہ تھی بلکہ احسانِ باری تعالیٰ کی وجہ سے یہ محبت اور قدر آپ کے دل میں عام محبِ وطن سے بہت زیادہ بڑھ کر تھی۔ یہی مقام یہی گھر تھا جس میں آپ کو ذکر الٰہی کی توفیق ملی۔ اسی جگہ آپ نے عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کثرت سے دُرود پڑھا در دِل پیدا ہوا اور خدمتِ اسلام میں قلم سے تلوار کا کام لیا۔ نورِ خدا نازل ہوا وحی صادق سے مولا کریم نے نوازا جس مقام پر کوئی کسی محبوب دوست کے ساتھ جاتا ہے پھر جب کبھی گذر ہو اسی جگہ وہ پیار او جود اور اس کی باتیں یاد آ جاتی ہیں۔

جب کبھی باہر جانے کا ذکر ہوتا یا آپ باہر جاتے تو ایک پنجابی کی مثال بڑے پیار سے دوہرایا کرتے تھے کہ جیہڑا لطف چوبارے۔ نہ بلخ نہ بخارے۔ آپ کو گھر سے محبت تھی۔ اس کی قدر تھی جو خود آپ سے بڑھ کر کون محسوس کر سکتا ہے۔ ہم مقدمہ کے سلسلہ میں جب گورداسپور تھے تو آپ قادیان کو بہت یاد کرتے تھے ہر وقت واپسی کی تڑپ رہتی تھی۔ ایک دن اوپر کی منزل میں آپ صحن میں ٹہل رہے تھے میں بھی پاس تھی اور حضرت امّاں جانؓ بھی۔ آپ نے قادیان کی یاد کی باتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ آخری شاہ اودھ نے لکھنؤ کی یاد میں کہا تھا۔

یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب　　پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے لکھنؤ

فرمایا ہم اس کو اس طرح پڑھتے ہیں۔

یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب　　پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیان (کلام محمود صفحہ 114)

یہی شعر حضرت سیّدنا خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی لنڈن والی نظم ''ہے رضائے ذات باری اب رضائے قادیاں'' میں شامل کیا ہے۔

اب خلیفۃ المسیح علیہ السلام کی تڑپ قادیان کے لئے نہیں دیکھی جاتی مجھ سے تو قطعی ان کی قادیان کے لئے تڑپ اور مجبوری برداشت نہیں کی جاتی۔ واقعی جسے مثالاً کہتے ہیں۔ ''دل پھٹنا'' دل پھٹنے لگتا ہے ان کی صحت اور اس کے ساتھ اُن کی آنکھ سے تمنّا کے خاص نصرت اور شان سے پورا ہونے کے لئے بہت بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ سب بھائیوں سے دعاؤں کی خواستگار۔ مبارکہ''۔ (بحوالہ الفرقان درویشان قادیان نمبر صفحہ 9، 1963ء)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قادیان

''نزول مسیح اور ظہور مہدی کے متعلق متعدد احادیث سے ظاہر ہے کہ آنے والا مسیح موعود جہاں امام مہدی ہوگا وہاں امتی نبی بھی ہوگا یعنی وہ کمالات نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت کامل کی برکت سے حاصل کرے گا۔ آپ کا ظل اور بروز ہوگا۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا روشن ترین پہلو عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دل کی حالت کا اظہار اس شعر میں فرمایا ہے۔

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم　　گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

میں خدا تعالیٰ کے بعد محمدؐ کے عشق میں مخمور ہوں اور اگر اس کو تم کفر کہتے ہو تو اے لوگو میں سب سے بڑا کافر ہوں

مرزا بشیر احمد صاحبؓ سیرت المہدی حصہ اول کی روایت 281 میں لکھتے ہیں۔ شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود سفر میں تھے۔ اور لاہور کے اسٹیشن کے پاس ایک مسجد میں وضوء فرما رہے تھے۔ اس وقت پنڈت لیکھرام حضور کو ملنے کے لئے آیا۔ اور آ کر سلام کیا۔ مگر حضرت صاحب نے کچھ جواب نہیں دیا۔ اس نے اس خیال سے کہ شاید آپ نے سنا نہیں۔ دوسری طرف سے ہو کر سلام کہا۔ مگر آپ نے پھر بھی توجہ نہیں کی اس کے بعد حاضرین میں سے کسی نے کہا۔ کہ حضور۔ پنڈت لیکھرام نے سلام کیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارے آقا کو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ عشق تھا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ اسی طرح آپ کے بڑے بیٹے حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب بیان فرماتے ہیں۔ 'کہ ایک بات میں نے والد صاحب میں خاص طور پر دیکھی ہے۔ وہ یہ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف والد صاحب ذراسی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ذرا سی بات بھی کہتا تو والد صاحب کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور غصے سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا'' (تاریخ احمدیت جلد سوم۔ ص 89-588)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اے میرے آقا۔ تو تو از راہ محبت میری جان میرے حواس اور میرے دل میں داخل ہو گیا ہے۔ اور جس انداز سے حضرت اقدسؑ نے اپنے آپ کو رسول کریم ﷺ کے عشق اور محبت میں فنا کر رکھا تھا۔ آپ کے صحابہ تو یہی سمجھتے تھے کہ آپ آنحضرت ﷺ کے قائم مقام ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کو آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ قرار دیا گیا ہے۔ جیسے آخَرِیْنَ مِنْھُمْ سے بھی واضح ہے کہ جو امام مہدی کے ساتھ ہونگے وہ قائم مقام صحابہ ہونگے اور ان کا امام یعنی امام مہدی قائم مقام رسول کریم ﷺ کے ہوگا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی فسبحان الذی اخزی الا عادی (درثمین صفحہ 65)

یہاں حضرت اقدسؑ کے کچھ رؤیا وکشوف اور دوسرے واقعات درج کئے گئے ہیں جن سے مسیح موعود علیہ السلام کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا ظاہر ہوتا ہے۔

''اوائل جوانی میں ایک رات میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک عالیشان مکان میں ہوں جو نہایت پاک اور صاف ہے اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور چرچا ہو رہا ہے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف فرما ہیں؟ انہوں نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ میں دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر اس کے اندر چلا گیا اور جب میں حضورؐ کی خدمت میں پہنچا تو حضورؐ بہت خوش ہوئے اور آپؐ نے مجھے بہتر طور پر میرے سلام کا جواب دیا۔ آپؐ کا حسن و جمال اور ملاحت اور آپؐ کی پُرشفقت پر محبت نگاہ مجھے اب تک یاد ہے اور مجھے کبھی بھول نہیں سکتی۔ آپؐ کی محبت نے مجھے فریفتہ کر لیا اور آپؐ کے حسین وجمیل چہرہ نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اس وقت آپؐ نے مجھے فرمایا۔ اے احمد تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ جب میں نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ میرے ہاتھ میں ایک کتاب ہے اور وہ مجھے اپنی ہی ایک تصنیف معلوم ہوئی۔ میں نے عرض کیا۔ حضورؐ! یہ میری ایک تصنیف ہے۔'' (آئینۂ کمالات اسلام۔ ص 549-548)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے؟ تب میں نے حیران ہو کر کتاب کو دوبارہ دیکھا تو اسے اس کتاب کے مشابہ پایا جو میرے کتب خانہ میں تھی اور جس کا نام قطبی ہے۔ میں نے عرض کیا رسول اللہ اس کا نام قطبی ہے۔ فرمایا اپنی کتاب مجھے دکھا۔ جب حضورؐ نے اسے لیا۔ تو حضور کا مبارک ہاتھ لگتے ہی وہ ایک لطیف پھل بن گیا جو دیکھنے والوں کے لئے پسندیدہ تھا۔ جب حضورؐ نے اسے چیرا جیسے پھلوں کو چیرتے ہیں تو اس سے بہتے پانی کی طرح مصفا شہد نکلا اور میں نے شہد کی طراوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے ہاتھ پر انگلیوں سے کہنیوں تک دیکھی اور شہد حضور کے ہاتھ سے ٹپک رہا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گویا مجھے اس لئے وہ دکھا رہے تھے تا مجھے تعجب میں ڈالیں۔ پھر میرے دل میں ڈالا گیا کہ دروازے کی چوکھٹ کے پاس ایک مردہ پڑا ہے جس کا زندہ ہونا اللہ تعالیٰ نے اس پھل کے ذریعہ مقدر کیا ہوا ہے۔ اور یہی مقدر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو زندگی عطا کریں۔ میں اس خیال میں تھا کہ دیکھا کہ اچانک وہ مردہ زندہ ہو کر دوڑتا ہوا میرے پاس آ گیا اور میرے پیچھے کھڑا ہو گیا مگر اس میں کچھ کمزوری تھی گویا وہ بھوکا تھا۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور پھل کے ٹکڑے کئے اور ایک ٹکڑا ان میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کھایا اور باقی سب مجھے دے دئے ان سب ٹکڑوں سے شہد بہہ رہا تھا اور فرمایا۔

''اے احمد اس مردہ کو ایک ٹکڑا دے دو تا اسے کھا کر قوت پائے۔ میں نے دیا تو اس نے حریصوں کی طرح اسی جگہ ہی اسے کھانا شروع کر دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرسی اونچی ہو گئی ہے حتیٰ کہ چھت کے قریب جا پہنچی ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ اس وقت آپؐ کا چہرہ مبارک ایسا چمکنے لگا کہ گویا اس پر سورج اور چاند کی شعاعیں پڑ رہی ہیں اور میں آپؐ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھ رہا تھا اور ذوق اور وجد کی وجہ سے میرے آنسو بہہ رہے تھے۔ پھر میں بیدار ہو گیا اور اس وقت بھی میں کافی رو رہا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ وہ مردہ شخص اسلام ہے اور اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فیوض کے ذریعہ سے اب میرے ہاتھ پر زندہ کریگا۔'' (تذکرہ۔ ایڈیشن چہارم۔ ص 1-3)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

مرزا غلام احمد صاحب انصار ساکن قادیان فرماتے ہیں۔ ''میرے بھائی مرزا نظام الدین صاحب نے ذکر کیا کہ جن دنوں حضرت صاحب سیالکوٹ میں تھے میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ مجھے حضرت صاحب پڑھایا کرتے تھے آپ وہاں بھیم سین وکیل کو جو ہندو تھا قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے۔ اور اس نے تقریباً 14 پارہ تک قرآن حضرت صاحب سے پڑھا تھا۔ ایک دن حضرت صاحب نے صبح اٹھ کر بھیم سین کو مخاطب کر کے یہ خواب سنایا کہ آج رات میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ مجھ کو بارگاہ ایزدی میں لے گئے اور وہاں سے مجھے ایک چیز ملی جس کے متعلق ارشاد ہوا کہ یہ سارے جہاں کو تقسیم کر دو۔'' (تذکرہ ص۔ 818)

شیخ عبدالحق صاحب ولد شیخ عبداللہ ساکن وڑالہ بانگر تحصیل گورداسپور نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ غالباً اس جلسہ سالانہ کا ذکر ہے جس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ میں اپنی تقریر میں اپنے آپ کو ذوالقرنین ثابت کیا تھا۔ جلسہ کے بعد ایک ایرانی بزرگ مسجد کے صحن میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور بزبان فارسی حضورؓ سے سلسلہ کلام شروع تھا۔ اور چند آدمی حلقہ کئے ہوئے وہاں اس بزرگ کی گفتگو سن رہے تھے۔ خاکسار بھی شامل ہو گیا۔ کافی عرصہ تک یہ سلسلہ کلام جاری رہا۔ چونکہ سامعین میں سے اکثر فارسی نہ سمجھتے تھے۔ اس لئے ایک دوست نے کسی دوست کو کہا۔ کہ آپ فارسی کلام تو اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے ذرا ہمیں بھی مطلب سمجھا دیں۔ چنانچہ اس دوست نے پنجابی میں وہ کلام سنا دیا۔ جس کا ماحصل یہ تھا کہ حضرت خلیفہ اولؓ نے اس ایرانی بزرگ سے دریافت کیا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ جواب ملا کہ شیراز کا باشندہ ہوں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ آپ یہاں کیسے تشریف لائے۔ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب آپ کو پہنچی ہیں یا وہاں احمدی جماعت کا کوئی فرد پہنچ گیا تھا۔ جس نے آپ کو حضورؑ کے دعوے کی تبلیغ کی؟ ایرانی بزرگ نے جواب دیا کہ نہ تو کوئی کتاب پہونچی تھی اور نہ ہی کسی مبلغ نے مجھے تبلیغ کی ہے۔ میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہاں آیا ہوں۔ اور یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ بعد نماز تہجد کشف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ ایسی حالت میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب ایک اور بزرگ اسی تختِ نورانی پر جس پر آنحضرت جلوہ افروز تھے ہمنشین ہیں۔ اور اس بزرگ کی شکل وشباہت حضور علیہ السلام سے تقریباً ملتی جلتی ہے۔ میں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ جو آج کل قادیان میں نازل ہو چکے ہیں۔ اس ارشاد نبوی کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اور میں اس تلاش میں لگ گیا کہ قادیان کا پتہ چلے۔ چنانچہ بڑی کوشش کے بعد معلوم ہوا کہ پنجاب میں لاہور کے قریب ایک گاؤں قادیان ہے اور وہاں ایک شخص نے دعویٰ مہدویت کیا ہے۔ اس مکاشفہ کی بناء پر میں یہاں پہونچ گیا ہوں۔ اور جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا شرف نیاز حاصل کیا تو دیکھتے ہی فوراً پہچان لیا۔ کہ یہ وہی بزرگ ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔''

(سیرت المہدی حصہ سوم۔ ص171)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''اس کتاب کی تحریر کے وقت دو دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مجھ کو ہوئی۔ اور آپ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرت ظاہر کی۔ اور ایک رات یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ بلند آواز سے لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے

هٰذَا كِتَابٌ مُّبَارَكٌ فَقُوْمُوْا لِلْاِجْلَالِ وَالْاِكْرَامِ

یعنی یہ کتاب مبارک ہے اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ (آئینہ کمالات اسلام)

آپ کی صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ صاحبہ رضی اللہ عنہا کو کثرت سے رویائے صالحہ ہوتے تھے۔ آپ کی وفات کے وقت ان کی عمر چند سال کی تھی۔ انہوں نے ایک رویا میں دیکھا'' میں نیچے اپنے صحن میں ہوں اور گول کمرہ کی طرف جاتی ہوں تو وہاں بہت سے لوگ ہیں جیسے کوئی خاص مجلس ہو۔ مولوی عبدالکریم صاحب دروازے کے پاس آئے اور مجھے کہا بی بی جاؤ۔ ابا سے کہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ تشریف لائے ہیں آپ کو بلاتے ہیں...... میں اوپر گئی...... میں نے کہا ابا۔ مولوی عبدالکریم کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپ نے لکھتے لکھتے نظر اٹھائی اور مجھے کہا کہ جاؤ۔ کہو یہ مضمون ختم ہوا اور میں آیا۔'' (تاریخ احمدیت جلد سوم۔ ص556)

''اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو مرزا غلام احمد صاحب ایک صفت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاحب سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور وہ صفت ان کا استقلال تھا خواہ وہ کسی مقصود کو لے کر تھا اور ہم خوش ہیں کہ وہ آخری دم تک اس پر ڈٹے رہے اور ہزاروں مخالفوں کے باوجود ذرا بھی لغزش نہیں کھائی۔

(اخبار۔ اندر۔ لاہور بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم۔ ص577)

1882ء کا واقعہ ہے۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنی یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں۔ یعنی ارادۂ الٰہی احیاء دین کے لئے جوش میں ہے۔ لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محیی کی تعیین ظاہر نہیں ہوئی۔'' اس کے اگلے صفحہ پر فرماتے ہیں: ''اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محیی کی تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا۔

هٰذَا رَجُلٌ يُّحِبُّ رَسُوْلَ اللهِ

یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبت رسولؐ ہے سو وہ اس شخص میں محقق ہے۔'' انہی ایام میں حضور نے ایک رؤیا دیکھا کہ:

''ایک رات میں کچھ لکھ رہا تھا کہ اسی اثناء میں مجھے نیند آ گئی اور میں سو گیا۔ اس وقت میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپؐ کا چہرہ بدر تام کی طرح درخشاں تھا۔ آپؐ میرے قریب ہوئے اور میں نے ایسا محسوس کیا کہ آپؐ مجھ سے معانقہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے مجھ سے معانقہ کیا اور میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ سے نور کی کرنیں نمودار ہوئیں اور میرے اندر داخل ہو گئیں ہیں ان انوار کو ظاہری روشنی کی طرح پاتا تھا اور یقینی طور پر سمجھتا تھا کہ میں انہیں محض روحانی آنکھوں سے ہی نہیں بلکہ ظاہری آنکھوں سے بھی دیکھ رہا ہوں اور اس معانقہ کے بعد نہ ہی میں نے یہ محسوس کیا کہ آپ مجھ سے الگ ہوئے ہیں اور نہ ہی یہ سمجھا کہ آپ تشریف لے گئے ہیں اس کے بعد مجھ پر الہام الٰہی کے دروازے کھول دیئے گئے اور میرے رب نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:

''يَا اَحْمَدُ بَارَكَ اللهُ فِيكَ۔ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ رَمٰى۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ لِتُنْذِرَ قَوْماً مَّا اُنْذِرَ اٰبَاءُ هُمْ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ۔ قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ''

یعنی اے احمد! اللہ نے تجھے برکت دی ہے۔ پس جو وار تو نے دین کی خدمت کے لئے مخالفوں پر کیا ہے وہ تو نے نہیں کیا بلکہ اللہ نے کیا ہے۔ خدا نے تجھے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا ہے تاکہ تو ان لوگوں کو ہوشیار کرے جن کے باپ دادے ہوشیار نہیں کئے گئے تھے اور تا مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے۔ لوگوں سے کہہ دے کہ مجھے خدا کی طرف سے مامور کیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے ایمان لایا ہوں۔'' (حیات طیبہ 53-52) شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل)

حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ حضرت صاحب نے بہت مرتبہ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ میں نے بارہا بیداری میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے اور کئی حدیثوں کی تصدیق آپ سے براہ راست حاصل کی ہے۔ خواہ وہ لوگوں کے نزدیک کمزور یا کم درجہ کی ہوں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ بیداری کی ملاقات سے کشف مراد ہے اور حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ کئی ایسی حدیثیں ہیں جو محدثین کے نزدیک کمزور ہیں۔ مگر درحقیقت وہ درست اور صحیح ہیں۔ (سیرت المہدی 3 ص 52)

''میں نے نماز کی حالت میں بھی کشفی نظارے دیکھے ہیں ایک دفعہ جب میں التحیات پڑھ رہا تھا تو جب میں نے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پڑھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کشفاً میرے سامنے متمثل ہو گئے۔ اور میرا یہ سلام اور رحمت کا تحفہ پھولوں کا ہار بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں جا پڑا۔ اور پھر حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک ہار آ کر میرے گلے میں پڑا اسی طرح یہ سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ پھر جب کشفی حالت جاتی رہی تو میں نے تشہد اور باقی ادعیہ متعلق قعدہ پڑھیں اور آخری سلام پھیرا۔ اس زمانہ میں اکثر دعائیں قبولیت کا شرف حاصل کرتی تھیں۔ اور ان کے قبول ہونے یا نہ ہونے کے متعلق قبل از وقت اطلاعات ملتی تھیں۔ اور جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کوئی غیرت نما موقعہ پیش آتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً اس کی جلالی شان اپنا جلوہ دکھاتی۔'' (حیات قدسی ص 97)

''انہی دنوں جب کہ میں قادیان مقدس میں تھا ایک رات خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ قادیان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہوئے ہیں۔ میں نے اسے کہا تو پھر ہمارے امام مسیح موعودؑ کہاں ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ وہ عرب کی طرف چلے گئے ہیں۔ میں نے پھر اس شخص سے دریافت کیا کہ رسول کریم کہاں ہیں تو وہ شخص جو دراصل فرشتہ تھا مجھے اپنے ساتھ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اولؓ کے مطب

میں لے آیا۔ جہاں میں نے دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر تشریف فرما تھے اور آپ کی شکل حضرت خلیفہ اوّل مولانا نورالدین صاحبؓ سے ملتی تھی۔ اس وقت حضور انورؐ کے پاس ایک صحابی بھی بیٹھے ہوئے تھے جو اس وقت حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے ہم شکل معلوم ہوتے تھے۔ خاکسار نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بجذبۂ اشتیاق ''یارسول اللہ یارسول اللہ'' کا نعرہ لگاتے ہوئے حضورؐ کے قریب بیٹھ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اس صحابی نے ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر مجھے دیا۔ جب میں نے وہ کاغذ لے کر پڑھا تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ لکھا ہوا تھا کہ ''آپ درود پڑھا کریں۔'' اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی رؤیا میں یہ فرماتے سنا کہ درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہئے۔'' (حیات قدسی ص۔12 مولانا غلام رسول راجیکی صاحب)

''ایسا ہی حضور اقدس علیہ السلام کے مبارک زمانہ میں ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خاکسار تینوں کھڑے ہیں اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک مشرق کی طرف ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا رخ مبارک مغرب کی جانب ہے اور خاکسار دونوں مقدس ہستیوں سے شمال کی طرف جنوب کی سمت کو منہ کئے ہوئے کھڑا ہے اور اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہو کر بڑی مسرت سے کہہ رہا ہے۔ ہم کس قدر خوش نصیب اور بلند بخت ہیں کہ ہم نے حضرت محمد رسول اللہ کو بھی پایا اور حضرت امام مہدی کو بھی پالیا اس کے بعد جونہی میں نے ان مقدس ہستیوں کے چہرہ کی طرف دیکھا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک سورج کی طرح درخشاں ہے اور حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا چہرہ چودہ کے چاند کی طرح تاباں ہے اور حضرت نبی کریمؐ کے روئے مبارک کے عکس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چہرہ روشن ہو رہا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذَالِکَ'' (حیات قدسی۔ص ۔1213 مولانا غلام رسول راجیکی صاحب)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی آپ کے بہت مقرب صحابہ میں سے تھے جنہیں کئی سال آپ کی موجودگی میں خطبات جمعہ دینے اور نمازوں کی امامت کروانے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ ایک خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

''میں خدا کی کتاب ہاتھ میں لے کر خدا کے مسیح موعودؑ کے حضور کھڑا ہو کر جھوٹ بولتا ہوں تو پھر مجھ سے بڑھ کر لعنتی نہیں ہو سکتا۔ میں راستی سے کہتا ہوں کہ میں اس برگزیدہ امام کے وجود میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال کو ایسا زندہ دیکھتا ہوں۔ کہ میں سوچ سکتا ہوں کہ دوبارہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔'' (سیرت حضرت مسیح موعودؑ۔از۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی)

حضرت ابن عربی نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں لکھا ہے ''پس مہدی علیہ السلام دنیا کے لئے رحمت ہوں گے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے۔ امام مہدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں گے اور اس سے ذرہ بھر بھی نہیں ہٹیں گے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص فرمایا ہے کہ ان کے سوا کوئی اور امام ایسا نہیں ہوگا جو آپ کا وارث ہو اور آپ کے نقش قدم پر چلنے والا ہو اور اس سے شرعی فیصلوں میں غلطی سرزد نہ ہو۔''

لارنس ایمی براؤن پروفیسر مذہبیات مانچسٹر یونیورسٹی۔ انگلینڈ۔ نے لکھا۔

''مرزا غلام احمد قادیانی پنجاب کے رہنے والے کئی امور میں ہمیں خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کی یاد دلاتے ہیں۔ دونوں نے ایک ایسے مضبوط روحانی تجربے کو اس طرح محسوس کیا کہ اس کے زیر اثر وہ دنیا کی اصلاح کے لئے مامور کئے گئے۔''

(The Prospectus Of Islam۔ بحوالہ تاریخ احمدیت۔ جلد سوم)

1891۔ ''ایک مدت کی بات ہے جو اس عاجز نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر کھڑا ہوں۔ اور کئی لوگ مر گئے ہیں یا مقتول ہیں ان کو لوگ دفن کرنا چاہتے ہیں۔ اسی عرصہ میں روضہ کے اندر سے ایک آدمی نکلا۔ اور اس کے ہاتھ میں ایک سرکنڈہ تھا۔ اور وہ اس سرکنڈہ کو زمین پر مارتا تھا۔ اور ہر ایک کو کہتا تھا کہ تیری اس جگہ قبر ہوگی۔ تب وہ یہی کام کرتا کرتا میرے نزدیک آیا۔ اور مجھ کو دکھلا کر اور میرے سامنے کھڑا ہو کر روضہ شریف کے پاس کی زمین پر اس نے اپنا سرکنڈہ مارا اور کہا کہ تیری اس جگہ قبر ہوگی۔ تب آنکھ کھل گئی۔'' (تذکرہ ص۔182)

''17 اکتوبر 1892 کا دن تھا۔ پھر جب میں رات کو بعد تحریر نعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مناقب ومحامد صحابہ رضی اللہ عنہم سویا تو مجھے ایک نہایت مبارک اور پاک رویا دکھایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک وسیع مکان میں ہوں۔ جس کے نہایت کشادہ اور وسیع دالان ہیں اور نہایت مکلف فرش ہو رہے ہیں اور اوپر کی منزل ہے اور میں ایک جماعت کثیر کو ربانی حقائق ومعارف سنا رہا ہوں اور ایک اجنبی اور غیر معتقد مولوی اس جماعت میں بیٹھا

ہے جو ہماری جماعت میں سے نہیں ہے۔مگر میں اس کا حلیہ پہچانتا ہوں وہ لاغر اندام اور سفید ریش ہے۔اس نے میرے اس بیان میں دخل بیجا دیکر کہا کہ یہ باتیں کنہ باری میں دخل ہے۔اور کنہ باری میں گفتگو کرنے کی ممانعت ہے۔تو میں نے کہا کہ اے نادان ان بیانوں کو کنہ باری سے کچھ تعلق نہیں یہ معارف ہیں۔اور میں نے اس کے بیجا دخل سے دل میں بہت رنج کیا اور کوشش کی کہ وہ چپ رہے مگر وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آیا تب میرا غصہ بھڑکا اور میں نے کہا کہ اس زمانہ کے بدذات مولوی شرارتوں سے باز نہیں آتے خدا ان کی پردہ دری کریگا اور ایسے ہی چند الفاظ اور بھی کہے۔جواب مجھے یاد نہیں رہے۔تب میں نے اس کے بعد کہا کہ کوئی ہے کہ اس مولوی کو اس مجلس سے باہر نکالے تو میرے ملازم حامد علی نام کی صورت پر ایک شخص نظر آیا۔اس نے اٹھتے ہی اس مولوی کو پکڑ لیا اور دھکے دے کر اس کو اس مجلس سے باہر نکالا اور زینہ کے نیچے اتار دیا۔تب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری جماعت کے قریب ایک وسیع چبوترہ پر کھڑے ہیں۔اور یہ ہی گمان گزرتا ہے کہ چہل قدمی کر رہے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ جب مولوی کو نکالا گیا۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ کے قریب ہی کھڑے تھے۔مگر اس وقت نظر اٹھا کر دیکھا نہیں۔اب جو دیکھا۔تو معلوم ہوا۔کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کتاب آئینہ کمالات اسلام ہے۔یعنی یہی کتاب اور یہ مقام جو اس وقت چھپا ہوا معلوم ہوتا ہے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک اس مقام پر رکھی ہوئی ہے کہ جہاں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد مبارکہ کا ذکر اور آپ کی پاک اور پر اثر اور اعلیٰ تعلیم کا بیان ہے۔اور ایک انگشت اس مقام پر بھی رکھی ہوئی ہے کہ جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کے کمالات اور صدق و صفا کا بیان ہے اور آپ تبسم فرماتے ہیں۔اور کہتے ہیں۔کہ

هٰذَا لِيْ وَ هٰذَا لِاَصْحَابِيْ تو یہ تعریف میرے لئے ہے اور یہ میرے اصحاب کے لئے۔اور پھر بعد اس کے خواب سے الہام کی طرف میری طبیعت متنزل ہوئی۔اور کشفی حالت پیدا ہوگئی۔تو کشفاً میرے پر ظاہر کیا گیا کہ اس مقام میں جو خدا تعالیٰ کی تعریف ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا ظاہر کی۔اور پھر اس کی نسبت یہ الہام ہوا کہ۔ھذا الثناء لی۔اور یہ رات منگل کی تھی۔اور تین بجے پر پندرہ منٹ گزرے تھے۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام۔ص 217-215)

’’7 دسمبر 1892 کو ایک اور رؤیا دیکھا۔کیا دیکھتا ہوں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن گیا ہوں یعنی خواب میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں وہی ہوں اور خواب کے عجائبات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض اوقات ایک شخص اپنے تئیں دوسرا شخص خیال کر لیتا ہے سو اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ میں علی مرتضیٰ ہوں۔اور ایسی صورت واقع ہے کہ ایک گروہ خوارج کا میری خلافت کا مزاحم ہو رہا ہے۔یعنی وہ گروہ میری خلافت کے امر کو روکنا چاہتا ہے اور اس میں فتنہ انداز ہے۔تب میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہیں۔اور شفقت اور توجہ سے مجھے فرماتے ہیں کہ

يَا عَلِي دَعْهُمْ وَ اَنْصَارَهُمْ وَزِرَاعَتَهُمْ۔ یعنی اے علی۔ان سے اور ان کے مددگاروں اور ان کی کھیتی سے کنارہ کر اور ان کو چھوڑ دے۔اور ان سے منہ پھیر لے۔اور میں نے پایا۔کہ اس فتنہ کے وقت صبر کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو فرماتے ہیں اور اعراض کے لئے تاکید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو ہی حق پر ہے۔مگر ان لوگوں سے ترک خطاب بہتر ہے اور کھیتی سے مراد مولویوں کے پیروؤں کی وہ جماعت ہے جو ان کی تعلیموں سے اثر پذیر ہے جس کی وہ ایک مدت سے آبپاشی کرتے چلے آئے ہیں۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ص 219-218 حاشیہ)

’’رَاَيْتُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بَعْدَ مَا رَاَيْتُهٗ فِيْ مُسْتَطْرَفِ الْاَيَّامِ فَجَعَلَنِيْ كَالْعِزْدَامِ وَاَعَدَّنِيْ لِلْاِصْطِلَامِ لِاُحَارِبَ الْفَرَاعِنَةَ وَالظَّالِمِيْنَ۔"

ترجمہ از مرتب۔انہی ایام میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اس سے پہلے بھی قریب عرصہ میں مجھے آپ کی زیارت ہو چکی تھی۔آپ نے مجھے اپنا چابک بنایا اور مجھے مقابلہ کے لئے تیار کیا تا کہ میں فرعونی سیرت لوگوں اور ظالموں سے جنگ کروں۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۔561)

27 اکتوبر 1900۔’’بہت دفعہ ایسا اتفاق ہوا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بات بتلاتے ہیں۔میں ان کو سنتا ہوں۔مگر آپ کی صورت نہیں دیکھتا ہوں۔غرض یہ ایک حالت ہوتی ہے جو بین الکشف والالہام ہوتی ہے۔رات کو آپ نے مسیح موعودؑ کے متعلق یہ فرمایا ہے۔یضع الحرب ویصالح الناس۔یعنی ایک طرف تو جنگ وجدال اور حرب کو اٹھا دے گا۔دوسری طرف اندرونی طور پر مصالحت کرا دے گا۔گویا مسیح موعودؑ کے لئے دو نشان ہونگے۔اول بیرونی نشان کہ حرب نہ ہوگی۔دوسرا اندرونی نشان کہ باہم مصالحت ہو جاوے گی۔پھر اس کے بعد فرمایا۔**سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ**

الْبَیْتِ ۔ سلمان یعنی دو صَلِحِیْنِ پھر فرمایا۔ عَلٰی مَشْرَبِ الْحَسَنِ ۔ یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ میں بھی دو صَلِحِیْن تھیں۔ایک صلح تو انہوں نے حضرت معاویہ کے ساتھ کر لی اور دوسری صحابہ کی باہم صلح کرا دی۔اس سے معلوم ہوا کہ مسیح موعود حسنی المشرب ہے۔اس کے بعد فرمایا۔حسن کا دودھ پئے گا۔پھر حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ مہدی آپ کی آل میں سے ہوگا۔یہ مسئلہ اس الہام سے حل ہو گیا۔اور مسیح موعود کا نام جو مہدی بھی ہے کام بھی معلوم ہو گیا۔پس وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ وہ آتے ہی تلوار چلائے گا۔اور کافروں کو قتل کرے گا۔جھوٹے ہیں۔اصل بات یہی ہے جو اس الہام میں بتلائی گئی ہے کہ وہ صلحوں کا وارث ہوگا۔یعنی بیرونی طور پر بھی صلح کرے گا اور اندرونی طور پر بھی مصالحت ہی کرا دے گا۔'' (تذکرہ۔ص 383-382)

''یہ بات ممکن تو ہے کہ کشفی طور سے روحوں سے انسان مل سکتا ہے مگر اس امر کے حصول کے واسطے ریاضات شاقہ اور مجاہدات سخت کی اشد ضرورت ہے۔ہم نے خود آزمایا ہے اور تجربہ کیا ہے اور بعض اوقات روحوں سے ملاقات کر کے باتیں کی ہیں۔انسان ان سے بعض مفید مطلب امور اور دوائیں وغیرہ بھی دریافت کر سکتا ہے۔ہم نے خود حضرت عیسیٰ کی روح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ کرام سے بھی ملاقات کی ہے اور اس معاملہ میں صاحب تجربہ ہیں۔لیکن انسان کے واسطے مشکل یہ ہے کہ جب تک اس راہ میں مشق اور قاعدہ کی پابندی سے مجاہدات نہیں کرتا یہ امر حاصل نہیں ہو سکتا۔اور چونکہ ہر ایک کو یہ امر میسر نہیں آ سکتا۔اس واسطے اس کے نزدیک یہ ایک قصہ کہانی ہی ہوتی ہے اور اس میں حقیقت نہیں ہوتی۔'' (ملفوظات جلد دہم۔ص 363)

18،اپریل 1903۔فرمایا۔آج رات کو یہ الہام ہوا۔

اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ ۔ وَمَنْ یَّلُوْمُهٗ اَلُوْمُ ۔ اُفْطِرُ وَاَصُوْمُ

پھر الہام ہوا ''شد ترا ایں برگ و بار و شیخ و شاب۔'' اور تفہیم ہوئی۔ایک جماعت اس سلسلہ میں داخل ہوگی۔'' (تذکرہ ص۔769)

میاں امام الدین صاحب سیکھوانی کے پاکٹ بک میں درج ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

''ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارا جو باہر کا مکان ہے۔اس کے آگے دو گھوڑے خوب موٹے تازے بندھے ہوئے ہیں۔اور عربی گھوڑے معلوم ہوتے ہیں۔پھر ایک گھوڑے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہیں اور ایک گھوڑے پر میں سوار ہوں۔اور ہم دونوں بہادروں کی طرح تیز رفتار چلتے ہیں۔اور چلنے۔میں۔کوئی کمی نہیں۔بعد میں میری آنکھ کھل گئی۔'' (الحکم جلد 38 مورخہ 21 اگست 1935)

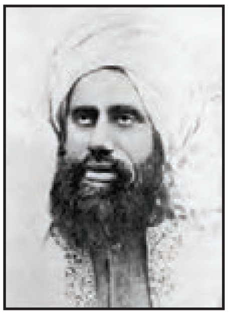
''اے نادانو اور اندھو مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ضائع کر دے گا۔یقیناً یاد رکھو کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔میں کسی کی پروا نہیں کرتا۔میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا کبھی نہیں چھوڑے گا۔کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا کبھی ضائع نہیں کرے گا۔دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔میں اس کے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے۔کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ابتلاء ہوں۔ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔''

(انوار الاسلام۔ص 21)

قادیان کے متعلق ارشادات

- حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ
- حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ
- حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
- حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ
- حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
- حضرت اماں جانؓ
- حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ ایم اے
- حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

قادیان کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے بیانات



’’جس زمانہ میں حضرت مرزا صاحبؑ قادیان کے گاؤں میں ایک گوشہ نشین شخص تھے۔ اور ایک مہمان بھی کبھی آپ کے پاس نہ آتا تھا اور رات دن تنہائی میں خدا کی عبادت کرتے ہوئے گزرتی تھی۔ اس وقت خدا نے یہ الہام کیا کہ تیرے پاس دور دور سے لوگ آئیں گے۔ اور دور دور سے تحائف اور ہدایہ بھی تیرے لئے لائیں گے۔ اس وقت ممکن ہے خود ملہم کو بھی اس پر تعجب ہوا ہو۔ کہ مجھے تو نہ کوئی جانتا ہے اور نہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی جانے اور میں تو اس کو دوست رکھتا ہوں کہ خلوت میں بیٹھا رہوں اور اپنے خدا کی عبادت میں مصروف رہوں۔ یہ کیا بات ہے۔ کہ دور دور سے لوگ آئیں گے اور تحفے تحائف بھی لائیں گے مگر قدرت خداوندی اسی طرح سے ہے۔ کہ جو دنیا کو خدا کے واسطے لات مارتا ہے دنیا اسی کی خادم بنائی جاتی ہے۔ اور جو اس کے پیچھے دوڑتا ہے۔ وہ اس کے آگے بھاگتی ہے۔ اور اس کو ہمیشہ حسرت اور ناکامی کی حالت میں رکھتی ہے۔‘‘ (حقائق الفرقان جلد 4 ص543)

’’اس عاجز انسان اور اس کی ہستی کو دیکھو کہ کیسی ضعیف اور ناتواں ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ اس کے بنانے پر آتا ہے تو اس عاجز انسان کو اپنا بنا کر دکھا دیتا ہے۔ اور ایک اجڑی بستی کو آباد کرتا ہے۔ کیا تعجب انگیز نظارہ ہے۔ بڑے بڑے شہروں اور بڑے اکڑباز مدبروں کو محروم کر دیتا ہے حالانکہ وہاں ہر قسم کی ترقی کے اسباب موجود ہوتے ہیں۔ اور علم و واقفیت کے ذرائع وسیع مثلاً اس وقت دیکھو کہ کیسی بستی کو اس نے برگزیدہ کیا؟ جہاں نہ ترقی کے اسباب نہ معلومات کی توسیع کے وسائل، نہ علمی چرچے، نہ مذہبی تذکرے، نہ کوئی دارالعلوم، نہ کتب خانہ، صرف خدائی ہاتھ ہے۔ جس نے اپنے بندہ کی خود تربیت کی اور عظیم الشان نشان دکھایا۔ غور کرو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ثابت کرتا ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوثر عطا فرمایا ہے۔ لیکن غافل انسان نہیں سوچتا۔ افسوس تو یہ ہے کہ جیسے اور لوگوں نے غفلت کی ویسی ہی غفلت کا شکار مسلمان ہوئے۔ آہ! اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی مدارج پر خیال کرتے۔ اور خود بھی ان سے حصہ لینے کے آرزومند ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی کوثر عطا فرماتا۔‘‘ (حقائق الفرقان جلد 4 ص504-503)

’’ایک اور صحابی کا ذکر ہے۔ کہ چھپر بنا رہے تھے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی فرمایا کہ بات قریب ہے۔ یعنی عنقریب تم حکمران ہونے والے ہو۔ اور ان چھپروں کی بجائے محلوں میں رہو گے۔ قادیان میں کیا ہے؟ لباس زبان منظر وغیرہ کے اعتبار سے کچھ بھی نہیں! مگر خدا کا نام لینے والا ایک شخص پیدا ہوا۔ تو اس کے نفوس قدسیہ کے فیض سے تم (تین سو بندے بیٹھے ہو)‘‘ (حقائق الفرقان جلد 3۔ص326)

’’میں نے بسا اوقات نصیحت کی ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ پر عمل کرنے کے واسطے ضروری ہے۔ یہاں آکر رہو۔ بعض نے جواب دیا ہے کہ تجارت یا ملازمت کے کاموں سے فرصت نہیں ہوتی لیکن میں ان کو آج یہ سناتا ہوں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ تمام تجارتوں کو چھوڑ کر ذکر اللہ کی طرف آجاؤ! وہ اس بات کا کیا جواب دے سکتے ہیں؟ کیا ہم کنبہ قبیلہ والے نہیں؟ کیا ہماری ضروریات اور ہمارے اخراجات نہیں ہیں؟ کیا ہم کو دنیوی عزّت یا وجاہت بری لگتی ہے؟ پھر وہ کیا چیز ہے۔ جو ہم کو کھینچ کر یہاں لے آئی؟ میں شیخی کے لئے نہیں کہتا بلکہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہتا ہوں کہ میں اگر شہر میں رہوں تو بہت روپیہ کما سکوں لیکن میں کیوں ان ساری آمدنیوں پر قادیان کے رہنے کو ترجیح دیتا ہوں؟ اس کا مختصر جواب میں یہی دوں گا کہ میں نے یہاں وہ دولت پائی ہے جو غیر فانی ہے جس کو چور اور قزاق نہیں لے جا سکتا! مجھے وہ ملا ہے۔ جو تیرہ سو برس کے اندر آرزو کرنے والوں کو نہیں ملا! پھر ایسی بے بہا دولت کو چھوڑ کر میں چند روزہ دنیا کے لئے مارا مارا پھروں؟ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اب کوئی مجھے ایک لاکھ کیا ایک کروڑ روپیہ یومیہ بھی دے اور قادیان سے باہر رکھنا چاہے۔ میں نہیں رہ سکتا! ہاں امام علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں! پھر خواہ مجھے ایک کوڑی بھی نہ ملے! پس میری دولت میرا مال، میری ضرورتیں اسی امام کے اتباع تک ہیں! اور دوسری ساری ضرورتوں کو اس ایک وجود پر قربان کرتا ہوں!‘‘ (تفسیر سورۃ الجمعہ حضرت مولوی نورالدین صاحب ص63-62 ایڈیشن سوم)

''میرے دل میں بارہا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحابہؓ کو جو مہاجر تھے کیوں خلافت ملی۔ اور مدینہ والے صحابہؓ کو جو انصار تھے اس سے حصہ نہیں ملا۔ بظاہر یہ عجیب بات ہے کہ انصار کی جماعت نے ایسے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی جب آپؐ مکہ سے تکالیف برداشت کرتے ہوئے پہنچے۔ مگر اس میں بھید یہی ہے کہ انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھوڑا نہیں۔ اس کی نصرت کے لئے خدا نے ان کو بہت کچھ دیا۔ مگر مہاجر جنہوں نے اللہ کے لئے ہاں محض اللہ ہی کے لئے اپنے گھر بار بیوی بچے اور رشتہ دار تک چھوڑ دیئے تھے۔ اور اپنے منافع اور تجارتوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ وہ خلافت کی مسند پر بیٹھے۔ میں سقیفہ کی بحث پڑھتا تھا اور مِنْكُمْ اَمِيْرٌ وَمِنَّا امیر پر میں نے غور کی ہے۔ مجھے خدا نے اس مسئلہ خلافت میں یہی سمجھایا ہے کہ مہاجرین نے چونکہ اپنے گھر بار تعلقات چھوڑے تھے ان کو ہی اس مسند پر اول جگہ ملنی ضروری تھی۔ اللہ تعالیٰ کے لئے جب کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں کرتا پس ایسے عذر بے فائدہ اور بیہودہ ہیں۔ اس وقت دنیا خطرناک ابتلاء میں پھنسی ہوئی ہے۔ پہلی بلاء جہالت کی ہے۔ تدبّر سے کتاب اللہ کو نہیں پڑھتے اور نہیں سوچتے جب تدبّر ہی نہ ہو۔ تلاوت ہی نہ ہو تو اس پر عمل کی تحریک کیسے پیدا ہو۔ کتاب اللہ کو چھوڑ دیا گیا ہے اور اس کی جگہ بہت بڑا وقت قصوں کہانیوں اور لغویات میں بسر کیا جاتا ہے۔'' (حقائق الفرقان جلد 3 ص 326)

''بعض لوگ جو یہاں آتے ہیں اور رہتے ہیں ان کو ایسی مشکلات پیش آتی ہیں جو ان کی اپنی پیدا کردہ مشکلات سمجھنی چاہئیں۔ مثلاً کوئی کہتا ہے کہ مجھے چارپائی نہیں ملی۔ یا روٹی کے ساتھ دال ملی۔ میں ایسی باتوں کو جب سنتا ہوں تو اگرچہ مجھے ان لوگوں پر افسوس ہوتا ہے۔ جو ان خدمات کے لئے مقرر ہیں۔ مگر ان سے زیادہ افسوس ان پر ہوتا ہے جو ایسی شکایتیں کرتے ہیں! میں ان سے پوچھوں گا کہ کیا وہ اس قدر تکالیف سفر کی برداشت کر کے روٹی یا چارپائی کے لئے آتے ہیں؟ یا ان کا مقصود کچھ اور ہوتا ہے؟ میرے ایک پیر شاہ عبدالغنی صاحبؒ مدینہ میں رہا کرتے تھے۔ ایک شخص ہجرت کر کے مدینہ میں آیا۔ پھر اس نے ان سے کہا کہ میں یہاں نہیں رہتا۔ کیونکہ لوگ شرارتی ہیں۔ شاہ صاحب نے اس کو کہا کہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آئے تھے یا عربوں کے واسطے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آئے تھے تو وہ تو ویسے ہی ہیں جیسا کہ تم نے یقین کیا تھا اور اگر عربوں کے لئے تو وہ بیشک ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم سمجھتے ہو! پس میں بھی ان احمقوں سے یہی کہوں گا جو اسی قسم کی شکایتیں کرتے ہیں کہ اگر تم اٰخرین منھم کے معلم کے لئے آئے تھے تو وہ اپنے خلق عظیم کے ساتھ ویسا ہی موجود ہے! اور اگر ہمارے لئے آئے ہو تو ہم ایسے ہی ہیں! کیا کھانا، کپڑا، چارپائی گھر میں نہیں ملتی تھی جو اس قدر تکلیف اٹھا کر اسی روٹی کے واسطے یہاں آئے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو لوگ آتے تھے۔ ان کے لئے جانتے ہو کوئی مہمان خانہ تجویز ہوا تھا یا کوئی لنگر خانہ جاری تھا؟ کوئی نہیں! پھر بھی لوگ آتے تھے اور کوئی شکایت نہ کرتے تھے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آتے تھے اور وہی ان کی غرض ہوتی تھی! غرض یہاں آؤ! نہ اس لئے کہ روٹی یا بستر ملے! بلکہ اس لئے کہ تمہاری بیماریوں کا علاج ہو۔ تم خدا کے مسیح اور مہدی سے فیض حاصل کرو۔ (حقائق الفرقان جلد 4۔ ص۔134-133)

''بھیرہ میں پہنچ کر میرا ارادہ ہوا کہ میں ایک بڑے پیمانہ پر شفاخانہ کھولوں اور عالی شان مکان بنالوں۔ وہاں میں نے ایک مکان بنایا۔ ابھی وہ ناتمام ہی تھا۔ اور غالباً سات ہزار روپیہ اس پر خرچ ہونے پایا تھا کہ میں کسی ضرورت کے سبب لاہور آیا اور میرا جی چاہا کہ حضرت صاحب کو دیکھوں۔ اس واسطے میں قادیان آیا۔ چونکہ بھیرہ میں بڑے پیمانے پر عمارت کا کام شروع تھا اس لئے میں نے واپسی کا یکہ کرایہ کیا تھا۔ یہاں آ کر حضرت صاحب سے ملا اور ارادہ کیا کہ آپ سے ابھی اجازت لے کر رخصت ہوں۔ آپ نے اثنائے گفتگو میں مجھ سے فرمایا کہ اب تو آپ فارغ ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا ہاں اب تو میں فارغ ہی ہوں۔ یکہ والے سے میں نے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ۔ آج اجازت لینا مناسب نہیں ہے۔ کل پرسوں اجازت لے لیں گے۔ اگلے روز آپ نے فرمایا آپ کو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہوگی آپ اپنی ایک بیوی کو بلوا لیں۔ میں نے حسب الارشاد بیوی کو بلوانے کے لئے خط لکھ دیا اور یہ بھی لکھ دیا کہ ابھی میں شاید جلدی نہ آ سکوں اس لئے عمارت کا کام بند کر دیں۔ جب میری بیوی آ گئی تو آپ نے فرمایا کہ آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اپنا کتب خانہ منگوا لیں۔ تھوڑے دنوں بعد فرمایا کہ وہ دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے آپ اس کو ضرور بلا لیں۔ لیکن مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو فرمایا کہ مجھ کو نورالدین کے متعلق الہام ہوا ہے۔ اور وہ شعر حریری میں موجود ہے

لَا تَصْبُوَنَّ اِلَى الْوَطَنِ فِيْهِ تُهَانُ وَ تُمْتَحَنُ

خدا تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں میری واہمہ اور خواب میں بھی پھر مجھے وطن کا خیال نہ آیا اور پھر ہم قادیان کے ہو گئے۔

(منقول از مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ 186۔187 سن اشاعت فروری 2002ء قادیان)

اس وادی غیر ذی زرع میں ایک آواز ہے

''دیکھو قادیان کی زبان، یہاں کا لباس، یہاں کا کوئی منظر یا کوئی فضا اس نواح کے لوگوں کے اخلاق وعادات یا رسم ورواج کچھ بھی ایسا دلچسپ ہے جس سے لوگ اس طرح اس کے گرویدہ ہو کر اور دور سے اس طرح سمٹ آتے ہیں جیسے پروانے شمع پر؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ میرے خیال میں یہ بھی ایک وادی غیر ذی زرع ہے۔اس وادی غیر ذی زرع میں زبان کا کمال تو تھا مگر یہاں تو وہ بھی نہیں۔ وہاں جتھا تھا جو ایک خوبی ہے، یہاں یہ بھی نہیں۔ صرف ایک آواز ہے جو خدا کے ایک برگزیدہ انسان نے خدا سے نصرت اور تائید کے الہام پا کر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی دلکش دلآویز اور سریلی راگنی گائی اور تم نے اس کو سن کر قبول کیا۔ پس اسی طرح اپنی آخرت کے واسطے بھی زادراہ تیار کرنے میں سرتوڑ کوششیں کرو۔ اور اس کے واسطے دعاؤں اور دردمندانہ دعاؤں سے سامان مہیا ہوں گے اور توفیق عطا کی جائے گی'' (خطبات نور صفحہ 310 مطبوعہ دسمبر 2003 ایڈیشن چہارم)

قادیان آنے کا مقصد

''میں یہاں کس لئے آیا ہوں۔ دیکھو بھیرہ میں میرا مکان پختہ ہے اور یہاں میں نے کچے مکان بنوالئے اور ہر طرح کی آسائش مجھے یہاں سے زیادہ مل سکتی تھی۔ مگر میں نے دیکھا کہ میں بیمار ہوں اور بہت بیمار ہوں۔ محتاج ہوں اور بہت محتاج ہوں۔ لاچار ہوں اور بہت ہی لاچار ہوں۔ پس میں اپنے ان دکھوں کے دور کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔ اگر کوئی شخص قادیان اس لئے آتا ہے کہ وہ میرا نمونہ دیکھے یا یہاں آکر کچھ عرصہ یہاں رہ کر یہاں کے لوگوں کی شکایتیں کرے تو یہ اس کی غلطی ہے اور اس کی نظر دھوکہ کھاتی ہے وہ بیماروں کو تندرست خیال کرکے ان کا امتحان لیتا ہے۔ یہاں کی دوستی اور تعلقات۔، یہاں کا آنا اور یہاں سے جانا اور یہاں کی بود باش، سب کچھ لا الہ الا اللہ کے ماتحت ہونی چاہیے، ورنہ اگر روٹیوں اور چارپائیوں وغیرہ کے لئے آئے ہو تو بابا! تم میں سے اکثر لوگوں کے گھر میں یہاں سے اچھی روٹیاں وغیرہ موجود ہیں پھر یہاں آنے کی ضرورت کیا ہے؟''

(خطبات نور صفحہ 160 مطبوعہ دسمبر 2003 ایڈیشن چہارم)

سلسلہ احمدیہ کا قیام

مارچ 1889ء میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ لدھیانہ تشریف لے گئے۔ چار مارچ کو ایک اشتہار دیا کہ میں منشی احمد خان کے گھر 25 مارچ تک ٹھہروں گا۔ حضور بعض ازاں 18 مارچ تک وہاں مقیم رہے۔ حضور نے جماعت احمدیہ کے قیام کا اعلان فرمایا:

''خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا ہے۔ تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبۃ النصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلاوے۔ سو یہ گروہ ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے۔ اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزار ہا صادقین کو اس میں شامل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا یہاں تک کے ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہوجائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا ہوتا ہے دنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہونگے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اس رب جلیل نے یہی چاہا ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے ہر ایک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔''



لالہ ملاوامل



مرزاامام الدین



مرزانظام الدین



مہمانہ خانہ کی بیٹھک کا منظر



سرائے وسیم کا اندرونی منظر

مرکز احمدیت قادیان میں
صدسالہ جشن تشکر



پُرشوکت جلوس ▲



عظیم الشان جلسہ عام ▶



سامعین کرام ◀



خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قادیان کے ماسٹر پلان پر تبادلہ خیال کرتے ہوئے





''سرائے حسن''، آسٹریلیا گیسٹ ہاؤس

انڈونیشن مہمان خانہ



27 مئی 2008ء میں قادیان میں منعقدہ خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کا جلسہ



27 مئی 2008ء میں قادیان میں منعقدہ خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کا جلسہ



لاہور ریلوے اسٹیشن: جب احمدیہ بلڈنگ سے حضرت اقدسؑ کا تابوت گاڑی میں رکھا گیا تو کسی مخالف نے ٹریفک سپرنٹنڈنٹ سے کہہ دیا کہ مرزا صاحب ہیضہ سے فوت ہوئے ہیں۔ اس پر لاہور اسٹیشن ماسٹر نے گاڑی سے لاش بھجوانے سے انکار کر دیا۔ جب شیخ رحمت اللہ صاحب نے سول سرجن کا سرٹیفکیٹ دکھلایا تو اسٹیشن ماسٹر کو مجبوراً گاڑی جانے کی اجازت دینی پڑی۔



برانڈرتھ روڈ لاہور (کیلوں والی سڑک) کا ایک موجودہ منظر جہاں حضرت اقدس کی وفات ہوئی۔ یہ احمدیہ بلڈنگ کے نام سے مشہور تھی۔ لیکن 1973ء میں احمدیوں کے خلاف جو ایجی ٹیشن چلی تو اس مارکیٹ اور بلڈنگ کا نام بدل کر محمدیہ مارکیٹ کر دیا گیا۔ وفات والا کمرہ مارکیٹ لفظ کے اوپر والا کمرہ ہے۔ اصلی عمارت کو گرا کر یہ نئی بلڈنگ ہے لیکن کمرہ پرانی جگہ پر ہی رکھا گیا ہے۔ کمرہ میں اصلی جگہ پر ایک چار پائی بھی رکھی ہوئی ہے خاکسار نے یہ کمرہ 2000 میں دیکھا ہے۔



حضورؑ کی نعش مبارک گاڑی کے ذریعہ رات دس بجے بٹالہ اسٹیشن پہنچی۔ نعش مبارک ریزروڈ بے میں ہی رہی۔ جس کے پاس خدام موجود رہے۔ دو بجے کے قریب حضور کا جسد مبارک صندوق سے نکال کر بٹالہ اسٹیشن سے باہر سیڑھیاں اتر کر سڑک کے ساتھ غربی طرف ایک آم کے درخت کے نیچے چار پائی پر اور صندوق و برف گڈے پر رکھے گئے۔ بٹالہ اسٹیشن کے باہر اب یہ آم کا درخت موجود نہیں۔ لیکن اس طرف کی پوزیشن وہ تھی جہاں اوپر سے دوسرے نمبر کی فوٹو میں کار کھڑی ہے۔



امرتسر کا ریلوے اسٹیشن جہاں سے جناب عبدالحمید صاحب سالک کے بیان کے مطابق مولانا ابوالکلام آزاد امرتسر سے لاہور آئے اور وہاں سے حضرت اقدسؑ کے جنازے کے ساتھ بٹالہ تک آئے۔

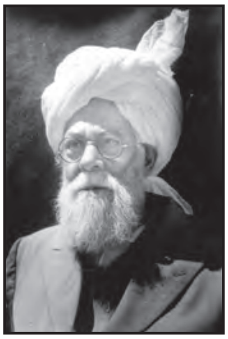


بٹالہ سے احباب جنازہ کو شانہ بشانہ اُٹھا کر قادیان کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کی ڈیوٹی حضرت سیدة النساء ام المومنینؓ کے رتھ کے ساتھ تھی۔ حضرت اُمّ المومنینؓ بٹالہ سے قادیان خاموشی کے ساتھ ذکر واذکار اور دعاؤں میں مشغول رہیں۔ جب رتھ نہر کے پل سے گزر کر آگے بڑھی تو حضرت سیّدہؓ نے پرسوز اور رقّت آمیز آواز سے فرمایا بھائی جی۔ پچیس سال گزرے میری ڈولی اس سڑک پر سے گزری تھی۔ آج میں بیوگی کی حالت میں اس سڑک پر سے گزر رہی ہوں۔ دیوانی وال تکیہ میں دوستوں نے صبح کی نماز ادا کی۔ نہر کا پل جہاں جنازہ کچھ وقفہ کے لئے رکھا گیا تھا۔ اور یہاں قادیان کے دوست بھی جنازہ میں آ شامل ہوئے۔



حضورؑ کی نعش مبارک گاڑی کے ذریعہ رات دس بجے بٹالہ اسٹیشن پہنچی۔ نعش مبارک ریزروڈ بے میں ہی رہی۔ جس کے پاس خدام موجود رہے۔ دو بجے کے قریب حضور کا جسد مبارک صندوق سے نکال کر بٹالہ اسٹیشن سے باہر سیڑھیاں اتر کر سڑک کے ساتھ غربی طرف ایک آم کے درخت کے نیچے چار پائی پر اور صندوق و برف گڈے پر رکھے گئے۔ بٹالہ اسٹیشن کے باہر اب یہ آم کا درخت موجود نہیں۔ لیکن اس طرف کی پوزیشن وہ تھی جہاں اوپر سے دوسرے نمبر کی فوٹو میں کار کھڑی ہے۔

قادیان کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے چند ارشادات



قادیان بہر حال بین الاقوامی جماعت احمدیہ کا دائمی مرکز بنناہے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا۔ ”دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ہمارے اصل مرکز قادیان سے دوامی طور پر جدا نہیں کرسکتی۔ ہم نے خدائی ہاتھ دیکھے ہیں اور آسمانی فوجوں کو اُترتے دیکھا ہے۔ اگر ساری طاقتیں بھی خدائی تقدیر کامل کر مقابلہ کرناچاہیں تو وہ یقیناً ناکام رہیں گی اور وہ وقت ضرور آئے گا کہ جب قادیان پہلے کی طرح جماعت احمدیہ کا مرکز بنے گا۔“

(الفضل 20/اپریل 1949 صفحہ نمبر 4)

1 - حضور فرماتے ہیں:

”نمائشی باتیں تو یوں بھی ناپسندیدہ ہوتی ہیں مگر کم سے کم اس وقت تک کے لیے ہمارے نوجوانوں میں یہ احساس زندہ رہنا چاہیئے جب تک کہ ہمارا مرکز ہمیں واپس نہیں مل جاتا- اس لئے قدرتی طور پر احمدی کے دل میں یہ بات تازہ رہے گی کہ میں نے اپنے مرکز کو واپس لینا ہے۔“

آگے فرمایا:- ”ہمارے سامنے ایک بہت بڑا کام ہے ہمارا مقدس مقام دشمن کے قبضہ میں ہے۔ ہم نے وہ مقام لینا ہے اور ضرور لینا ہے اگر وہ صلح کے ساتھ دیدے تب بھی جس جدوجہد کی ضرورت ہے وہ بڑی بھاری سنجید گی اور بڑی بھاری قربانی چاہتی ہے اور اگر (کسی اور طریق سے) ہمارے مرکز کی واپسی مقدر ہے تب بھی ضروری ہے کہ آج سے ہی ہر احمدی اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار رہے- ہماری جماعت صلح کی بنیادوں پر قائم ہے اور جہاں تک ہو سکے گا ہم صلح سے ہی اپنے مرکز کو واپس لینے کی کوشش کریں گے۔ اور (اللہ تعالیٰ) اپنے فضل و کرم سے ہماری وہ کوتاہیاں اور غلطیاں جن کی وجہ سے عارضی طور پر ہمیں اپنے مقام سے ہٹنا پڑا ہے۔ معاف کر کے پھر ہمیں وہ مقام دلادے تا دنیا کی نظروں میں عارضی طور پر جو اعتراض ہم پر عائد ہوتا ہے وہ دور ہو جائے اور قادیان جسے اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کا مرکز مقرر فرمایا ہے وہ دنیا میں پھر اللہ تعالیٰ کے انوار اور اس کی برکات کی اشاعت کا مرکز بن جائے۔ اللھم آمین۔ (بحوالہ الفضل 30/اپریل 1949ء)

2- ”ہم نے پھر اس ملک میں جانا ہے جس ملک میں خدا نے ہم کو پیدا کیا ہے ہم میں سے اگر کوئی اس بات پر راضی ہو گیا ہے کہ اسے اس ملک میں آکر زمین یا دوکان مل گئی ہے تو وہ بے غیرت اور بے حیا انسان ہے جب تک ایک احمدی سچے دل سے احمدی ہے اس وقت تک وہ کبھی یہ خیال نہیں کرسکتا کہ قادیان ادھر رہے اور ہم ادھر بیٹھے رہیں اگر ہمارے اندر غیرت اور ایمان کا اک شمّہ بھی پایا جاتا ہے تو خواہ دنیا کی بادشاہت ہمیں مل جائے ہم نے جانا وہیں ہے جہاں خدا نے ہم کو پیدا کیا اور جس کو خدا نے ہمارا مرکز قرار دیا۔“ (الفضل 17 مارچ 1949ء صفحہ 5)

3-”ہمیں اس وقت خاص طور پر دعاؤں کی ضرورت ہے ہم اپنے مرکز سے نکالے گئے ہیں اور بظاہر واپس جانے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی ہے۔ قادیان واپس لینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ خدا میں بے شک طاقت ہے اور وہ ہماری ضرور مدد بھی کرے گا۔ (انشاء اللہ) لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس محبت اور عشق کا اظہار کریں جو ہمیں قادیان سے ہے۔ ہمارے زخم ابھی تازہ ہیں اگر ہمارے اندر اس وقت بھی جوش پیدا نہ ہو تو وہ کب پیدا ہوگا؟ اگر ہمارے پاس طاقت نہیں ہے تو کیا ہوا۔ آخر عیسیٰؑ کے پاس کونسی طاقت تھی کہ آپ کے ماننے والے اب اکثر خطہ زمین پر حکومت کر رہے ہیں۔ پھر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس کونسی طاقت تھی کہ آپ کے ماننے والے اس وقت کروڑوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں ان کے پاس جو چیز تھی وہ صرف خدا کی مدد تھی۔ یہی مدد ہمیں قادیان واپس دلائے گی۔ خدا تعالیٰ ہمیں قادیان کل کی بجائے آج بھی دے سکتا ہے۔ مگر ہمارا ایمان کہتا ہے کہ خواہ کتنا عرصہ کیوں نہ گزر جائے۔ ہم نے قادیان کو واپس ضرور لینا ہے خواہ اس راہ میں ہمیں کتنی ہی قربانیاں کرنی پڑیں۔ ہمارے اندر اگر ایمان ہے ہمارے اندر اگر غیرت پائی جاتی ہے تو ہمارا ہر وقت یہ عزم ہونا چاہیئے کہ ہم نے قادیان واپس لینا ہے۔“ (الفضل 5 اگست 1948ء ص 2)

4۔ ”اس وقت خصوصیت سے دعاؤں کی ضرورت ہے ہم اپنے مقدس مقام سے نکالے گئے ہیں اور واپس جانے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی ہے۔ اگر چہ ہمارے آدمی وہاں بیٹھے ہوئے ہیں مگر وہ ہماری محبت کے قائم مقام تو نہیں ہو سکتے۔ کسی دوست کے روٹی کھالینے سے اپنا پیٹ تو نہیں بھر جاتا ان کی وہاں موجودگی سے ہماری عزّت تو ہو سکتی ہے ہمارا فرض تو نہیں پورا ہوتا یہ مان کر ہمارے کچھ بھائی وہاں موجود ہیں۔ دل کو تھوڑی بہت تسلی تو ہو جاتی ہے لیکن ہماری یہ خواہش کہ ہم بھی وہاں جاکر مقامات مقدسہ میں عبادات کریں اور ہم بھی انہیں جاکر دیکھیں یہ تو پوری نہیں ہو سکتی۔“ (الفضل 5 ستمبر 1948ء)

5....''گوآج ہم قادیان نہیں جاسکتے گوآج ہم اس سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔لیکن ہمارا ایمان اور یقین ہمیں بار بار کہتا ہے کہ قادیان ہمارا ہے وہ احمدیت کا مرکز ہے اور ہمیشہ احمدیت کا مرکز رہے گا۔(انشاءاللہ تعالیٰ) حکومت خواہ بڑی ہو یا چھوٹی بلکہ حکومتوں کا کوئی مجموعہ بھی ہمیں مستقل طور پر قادیان سے محروم نہیں کرسکتا اگر زمین ہمیں قادیان لیکر نہ دے گی تو ہمارے خدا کے فرشتے آسمان سے اُتریں گے۔ہمیں قادیان لیکر دیں گے قادیان خدا نے ہمارے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔اس لئے وہ ہمیں آپ قادیان لے کر دے گا۔'' (الفضل 27 دسمبر 1947ء صفحہ 1)

6۔''دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ہمارے اصل مرکز قادیان سے دوامی طور پر جدا نہیں کرسکتی ہم نے خدائی ہاتھ دیکھے ہیں اور آسمانی فوجوں کو اترتے دیکھا ہے اگر ساری طاقتیں بھی خدائی تقدیر کا مل کر مقابلہ کرنا چاہیں تو وہ یقینا ناکام رہیں گی اور وہ وقت ضرور آئے گا کہ جب قادیان پہلے کی طرح جماعت احمدیہ کا مرکز بنے گا خواہ صلح کے ذریعہ ایسا ظہور میں آئے ...... بہرحال یہ خدائی تقدیر ہے جو اپنے معین وقت پر ضرور پوری ہوگی قادیان ملے گا اور ضرور ملے گا۔'' (الفضل 20 اپریل 1949ء صفحہ 4)

7۔''ہمارے اندر اگر ایمان ہے ہمارے اندر اگر غیرت پائی جاتی ہے تو ہمیں یہ عزم کر لینا چاہئے کہ ہم نے قادیان کو واپس لینا ہے...... ہماری جماعت پر فرض ہے خواہ وہ امریکہ میں بستی ہو یا انگلستان میں یا جرمنی میں یا سوئٹزرلینڈ میں یا افریقہ میں یا انڈونیشیا میں یا پاکستان میں یا عرب میں (سوائے ان لوگوں کے جو ہندوستان یونین کے باشندے ہیں کہ ان پر ہندوستان یونین کی فرمانبرداری فرض ہے) کہ وہ ہر جائز اور ممکن ذریعہ سے قادیان واپس لینے کی کوشش کرے......اگر تم میں یہ جذبہ نہیں تو بے ایمان ہونے کی صورت میں ہی زندہ رہو گے اور بے ایمانی میں ہی مرو گے۔'' (الفضل 15 ستمبر 1947ء)

8۔ہندوستان کے بعض لوگوں کو قادیان کا اجڑنا پسند ہے آباد رکھنا پسند نہیں۔ان (درویشوں) کو تو وہی کھانا کھلائیں گے جو اپنے مرکز سے محبت رکھتے ہیں اور جن کا یہ ایمان ہے کہ چاہے قادیان آج بہت سے احمدیوں سے کٹ گیا ہے لیکن ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب دُنیا کی اصلاح اور انصاف کا مرکز قادیان ہوگا وہی لوگ ہیں جو اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کریں گے۔اور وہی اپنی جانوں کو وقف کر کے قربانی کیلئے پیش کریں گے۔'

(الفضل 19 جون 1949ء صفحہ 2)

9۔''میں خدا کے فرشتوں کے ذریعہ سے اپنی طرف سے اور ساری جماعت کی طرف سے قادیان......والوں کو وعلیکم السلام کہتا ہوں۔درحقیقت وہ لوگ خوش قسمت ہیں۔آنے والی نسلیں ہمیشہ عزت کی نگاہ سے اور احترام و محبت کے ساتھ ان کا نام لیا کریں گی اور ہزاروں لوگوں کو یہ حسرت ہوا کرے گی کہ کاش ہمارے آباء کو بھی یہ خدمت کرنے کی توفیق ملتی۔'' (الفضل 12 اپریل 1949ء)

10۔''قادیان کے چھوٹ جانے کا صدمہ لازماً طبیعتوں پر ہوا ہے میری طبیعت پر بھی اس صدمہ کا اثر ہے میں نے جب قادیان چھوڑا۔عہد کر لیا تھا کہ میں اس کا غم نہیں کرونگا......بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا مگر میں سمجھتا ہوں کہ جب میں ایک عزم کر چکا ہوں تو میں اس عزم کو آنسوؤں کے ساتھ کیوں مشتبہ کر دوں۔ہم اپنے آنسوؤں کو روکیں گے۔یہاں تک کہ ہم قادیان کو واپس لے لیں۔چاہے صلح سے ہمیں قادیان ملے (یا کسی اور طرح سے) بہرحال ہم نے اسے واپس لینا ہے......غرض میں نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ میں قادیان کے چھوٹ جانے پر غم نہیں کروں گا......خدا تعالیٰ وہ وقت لے آئے گا جب تمہارے دبائے ہوئے جذبات طوفان کی شکل اختیار کریں گے اور وہ طوفان ہر قسم کی خس و خاشاک کو اڑا کے پرے پھینک دے گا لیکن جب تک وہ مرکز جماعت کو نہیں ملتا سب جماعت کو ایک دوسرے مرکز کی طرف منہ کرنا ہوگا کیونکہ مرکز کے بغیر کوئی جماعت نہیں رہ سکتی...... تمہیں ضرور ایک دھکا لگا ہے۔لیکن دھکوں کو سہنے کی عادت بہادر قوموں کو ڈالنی ہی پڑتی ہے۔اور ایسے دھکوں کے نقصان دور کرنے کیلئے عمدہ تدابیر اختیار کرنی پڑتی ہیں خدا تعالیٰ نے ایسے موقعوں کے مقابلہ کے لئے ایک تدبیر مرکز بنانے کی ہمارے سامنے رکھی ہے۔'' (الفضل 5 جون 1949ء ص 5)

11۔''اپنے دل و دماغ میں کبھی یہ وہم نہ آنے دو کہ قادیان مل جانے کی وجہ سے ربوہ اجڑ جائے گا......ربوہ کے چپے چپے پر اللہ اکبر کے نعرے لگ چکے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جاتا ہے۔یہ بستی انشاءاللہ تعالیٰ قیامت تک خدا کی محبوب بستی رہے گی۔یہ بستی انشاءاللہ تعالیٰ کبھی نہیں اُجڑے گی۔بلکہ قادیان کی اتباع میں اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو بلند سے بلند تر کرتی رہے گی۔'' (الفضل 11 جنوری 1957ء صفحہ 3)

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک وصیّت تحریر فرمائی جو کہ بہشتی مقبرہ ربوہ میں اس طرح سے درج ہے کہ:۔

''جماعت کو نصیحت ہے کہ جب بھی ان کو توفیق ملے حضرت امّ المؤمنین رضی اللہ اور دوسرے اہل بیت کی نعشوں کو مقبرہ بہشتی قادیان میں لے جا کر دفن کریں۔ چونکہ مقبرہ بہشتی کا قیام اللہ تعالیٰ کے الہام سے ہوا ہے اس میں حضرت امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے دفن کرنے کی پیشگوئی ہے اس لئے یہ بات فرض کے طور پر ہے جماعت کو اسے کبھی نہیں بھولنا چاہیئے۔'' (وصیّت حضرت مصلح موعودؓ تحریر بہشتی مقبرہ ربوہ)

''ہمیں قادیان سے آئے ہوئے تیرہ سال ہو چکے ہیں۔ اور اب وہاں جانے کے دن قریب معلوم ہوتے ہیں۔ تمہیں بھی چاہیئے کہ اپنے اخلاص اور قوتِ عمل کو بڑھاؤ۔ تا کہ جب بھی قادیان میں تمہارا جانا مقدر ہے، وہ بابرکت ثابت ہو۔ قادیان ہمارا اصل مرکز ہے۔ اور وہی برکت پائے گا جو قادیان سے روحانی رنگ میں اتصال رکھے گا۔ عیسائیوں کو انیس سو سال گذر چکے ہیں۔ مگر اب تک وہ ہمت کر رہے ہیں۔ اور ساری دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔ تم کو انیس ہزار سال تک دنیا پر روحانی رنگ میں قبضہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ مسیح محمدی اپنی ساری شان میں مسیح ناصری سے بڑھ کر ہے۔ خدا تعالیٰ تم کو توفیق دے اور تمہاری ہمتوں میں برکت دے اور تم ہمیشہ خدا تعالیٰ کے قرب میں جگہ پاؤ۔''

(فرمودہ سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ 1960ء ماہنامہ مصباح دسمبر 1960ء ص 3)

میں نے چند دن ہوئے اپنا ایک الہام دوستوں کے سامنے بیان کیا تھا۔

اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا (البقرہ:149)

اس میں صاف اشارہ تھا کہ ہماری جماعت دو حصوں میں منقسم ہو جائے گی۔ مگر اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ ہم تمہیں اپنا ایک نشان دکھائیں گے۔ اس طرح کہ تم خواہ کسی طرف بھی جاؤ۔ ہم تمہیں اپنی قدرت نمائی سے اکٹھا کر دینگے۔ آج اگر سر ریڈ کلف یا لارڈ مونٹ بیٹن قادیان کو پاکستان میں شامل کر دیتے تو کیا ہوتا۔ اور اس سے ہمارے ایمانوں میں کیا اضافہ ہوتا۔ بے شک قادیان کے پاکستان میں آنے سے ہم بعض پابندیوں سے آزاد ہوتے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کا ہاتھ جماعت کے سر پر تبھی معلوم ہوتا ہے۔ جب جماعت مخالف حالات میں ترقی کرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے

اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا (البقرہ:149)

میں جماعت کو صاف فرما دیا ہے کہ خدائی فیصلہ یہی ہے کہ ہم نے تمہیں اکٹھا کر دینا ہے۔ اور تمہاری یہ علیحدگی عارضی اور وقتی ہے...... جو رؤیا دوستوں نے دیکھی ہیں۔ مثلاً کسی دوست نے یہ دیکھا ہو کہ قادیان پاکستان میں چلا گیا ہے۔ تو اب قادیان کے مشرقی پنجاب میں جانے سے انہیں گھبرانا نہیں چاہئے۔ کیونکہ تم نے قادیان کے پاکستان میں جانے سے یہی مراد لیا تھا کہ وہ پاکستان جو اس وقت معروف ہے۔ حالانکہ تمہاری خوابوں کی اس سے بھی اچھی تعبیر موجود تھی۔ اور وہ یہ کہ سارا گورداسپور احمدی ہو جائیگا۔ اور وہ پاکستان بن جائے گا۔ اور جو خدا تعالیٰ کے نزدیک حقیقی پاکستان ہے اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم اپنی خوابوں کے پورا ہونے کے لئے زور لگاؤ۔ جب یہ سارا علاقہ احمدی ہو جائے گا تو پاکستان خود بخود بن جائے گا......جنہوں نے اپنی خوابوں کی تعبیر کی تھی کہ قادیان پاکستان میں شامل ہوگا۔ ان کی تعبیریں ابھی غلط نہیں ہوئیں۔ اور اپنے وقت پر جا کر سچی ثابت ہوں گی۔ ہم تم تو شطرنج پر ایک مہرے کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔ سلسلہ احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک لمبی اور نہ ختم ہونے والی تاریخ کا مالک ہے اور اسلام قیامت تک کی تاریخ کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے..........ہم نہیں جانتے کہ آئندہ کیا نتائج نکلنے والے ہیں۔ اور ہم میں سے کون زندہ رہ کر دیکھے گا......؟ اور کون مر جائیگا......؟ لیکن فتح بہر حال احمدیت کی ہوگی۔'' (ملفوظات حضرت مصلح موعودؓ بحوالہ الفضل 5 رفروری 1948ء ص 4، 5)

''پس میں مشرقی پنجاب سے آنے والے سب لوگوں سے کہتا ہوں آؤ ہم بھی اپنے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تہیہ کر لیں کہ اپنے آبائی وطن کو لوٹیں گے اور ضرور لوٹیں گے۔ لیکن بغض اور کینہ اور انتقام کے جذبہ کے ساتھ نہیں۔ بلکہ انسانیّت اور روحانیت کے تقاضوں کے جواب میں اور ہمدردی اور محبت کے جذبات لئے ہوئے۔ ان واقعات نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں۔ ان واقعات نے ہمیں بتا دیا ہے کہ انسان کی ظاہری شکل تو وہی ہے جو پہلے تھی مگر اس کا باطن بدل چکا ہے۔ انسان کے جسم میں وحشی درندوں کی روحیں داخل ہو گئی ہیں۔ آؤ! ہم بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح عزم کر لیں کہ ہم ان وحشی اور درندہ روحوں کو اپنے بھائیوں کے جسموں سے نکال دیں گے۔ ہم ضرور اپنے وطنوں کو جائیں گے۔ اس

لئے نہیں کہ اپنی حکومت وہاں قائم کریں۔ بلکہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی حکومت وہاں قائم کریں۔جس طرح ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ جب تک خدا تعالیٰ کی حکومت مشرقی پنجاب کیا۔ ساری دنیا میں قائم نہ ہوگی، بہار، نواکھلی، امرتسر، گورداسپور، لدھیانہ، جالندھر، پٹیالہ، کپورتھلہ کے واقعات ہر جگہ پر اور بار بار ہوتے رہیں گے جنگل کے درندے ابتدائے آفرینش سے آج تک لڑتے ہی چلے آئے ہیں۔ انسانوں میں سے سچا انسان ہی صرف امن اور صلح سے رہنا جانتا ہے۔ وہ بھی لڑنے پر مجبور ہوتا ہے گو اس لئے کہ امن قائم کرے۔ پس اگر ہم امن چاہتے ہیں تو خواہ صلح سے یا جنگ سے جس طرح بھی ہو ہمیں خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم کرنی ہوگی۔ اگر اس کے لئے ہمیں جنگ بھی کرنی پڑی تو وہ جنگ جنگ نہیں ہوگی۔ وہ صلح کا پیغام ہوگا۔ وہ امن کی آواز ہوگی۔ مرضیں ابھر پڑی ہیں۔ بیماریاں ظاہر ہوگئی ہیں۔ اور مرض کا ظاہر ہو جانا خوش قسمتی کی علامت ہے۔ اے دنیا کے سب سے بڑے طبیب روحانی سے منسوب ہونے والے لوگو! اٹھو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور سب دوسرے کاموں کو ثانوی حیثیت دیتے ہوئے اپنے مقصد اول کی طرف توجہ کرو۔ دنیا کا ہسپتال بیماروں سے پُر ہے۔ دنیا کا طبیب اعظم ہسپتال کے عملہ کو اپنی امداد کے لئے بلا رہا ہے۔ کیا تم اس کی آواز پر لبیّک نہیں کہو گے؟''

(پیغام حضرت المصلح الموعودؓ بنام مہاجرین مشرقی پنجاب۔۔تقریب عید میلاد النبیؐ بحوالہ الفضل 30؍جنوری 1948ء ص 4)

''ہمیں اس وقت خاص طور پر دعاؤں کی ضرورت ہے۔ ہم اپنے مرکز سے نکالے گئے ہیں اور بظاہر واپس جانے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ قادیان واپس لینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے ہمارے مقابلہ میں کوئی چھوٹی موٹی ریاست نہیں ہے بلکہ ایک بڑی حکومت ہے جس سے ہمیں کیا بلحاظ وسعت اور کیا بلحاظ طاقت کوئی نسبت ہی نہیں۔ ہم قادیان کو اس سے بزور نہیں لے سکتے۔ خدا تعالیٰ کی مدد سے ہی لے سکتے ہیں۔ اور یہ مدد ہمیں دعاؤں سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی طاقت نہیں آسکتی۔ خدا میں بے شک طاقت ہے۔ اور وہ ہماری ضرور مدد بھی کرے گا۔ (انشاء اللہ) لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس محبت اور عشق کا اظہار کریں جو ہمیں قادیان سے ہے۔ ہمارے زخم ابھی تازہ ہیں۔ اگر ہمارے اندر اس وقت بھی جوش پیدا نہ ہوا۔ تو وہ کب پیدا ہوگا؟ اگر ہمارے پاس طاقت نہیں ہے تو کیا ہوا۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس کونسی طاقت تھی کہ آپ کے ماننے والے اب اکثر خطہ زمین پر حکومت کر رہے ہیں۔ پھر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کونسی طاقت تھی کہ آپ کے ماننے والے اس وقت کروڑوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ان کے پاس جو چیز تھی وہ صرف خدا تعالیٰ کی مدد تھی۔ یہی مدد ہمیں قادیان واپس دلائے گی۔ خدا تعالیٰ ہمیں قادیان کل کی بجائے آج بھی دے سکتا ہے۔ مگر ہمارا ایمان کہتا ہے کہ خواہ کتنا عرصہ کیوں نہ گذر جائے۔ ہم نے قادیان کو واپس ضرور لینا ہے۔ خواہ اس راہ میں ہمیں کتنی ہی قربانیاں کرنی پڑیں۔ ہمارے اندر اگر ایمان ہے۔ ہمارے اندر اگر غیرت پائی جاتی ہے تو ہمارا ہر وقت یہ عزم ہونا چاہئے۔ کہ ہم نے قادیان واپس لینا ہے۔'' (ارشاد حضرت المصلح الموعودؓ الفضل 5؍اگست 1948ء ص 4)

''دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ہمارے اصل مرکز قادیان سے دوامی طور پر جدا نہیں کر سکتی۔ ہم نے خدائی ہاتھ دیکھے ہیں اور آسمانی فوجوں کو اترتے دیکھا ہے۔ اگر ساری طاقتیں بھی خدائی تقدیر کا ملکر مقابلہ کرنا چاہیں۔ تو وہ یقیناً ناکام رہیں گی۔ اور وہ وقت ضرور آئیگا کہ جب قادیان پہلے کی طرح پھر جماعت احمدیہ کا مرکز بنے گا۔ خواہ صلح کے ذریعہ ایسا ظہور میں آئے۔ یا جنگ کے ذریعے۔ بہر حال یہ خدائی تقدیر ہے۔ جو اپنے معین وقت پر ضرور پوری ہوگی۔ قادیان ملے گا اور ضرور ملے گا۔'' (تقریر جلسہ سالانہ 16؍اپریل 49ء الفضل 20؍اپریل 49ء ص 4)

1908ء میں نے ایک دفعہ رؤیا دیکھا کہ میں بیت الدعا میں بیٹھا ہوں کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آیا اور اس نے کہا۔ میں تم کو ابراہیم کے بارہ میں بتاؤں میں نے کہا میں ابراہیم کو جانتا ہوں۔ وہ کہنے لگا۔ ایک ابراہیم نہیں کئی ابراہیم ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد اس نے کئی ابراہیم مجھے بتانے شروع کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت اس نے کہا کہ وہ بھی ابراہیم تھے۔ پھر اس نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے متعلق کہا کہ وہ بھی ابراہیم تھے اور آپ کا نام اس نے ابراہیم بتایا۔ اسی طرح اور بیسیوں ابراہیم اس نے مجھ پر ظاہر کئے۔ (الفضل 9 مئی 1940ء)

(1914ء) ''میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے۔'' میں نے دیکھا کہ ایک شخص عبد الصمد کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ مبارک ہو قادیان کی غریب جماعت تم پر خلافت کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی رہیں۔'' (الفضل 14 مارچ 1944ء)

قادیان سے رخصت ہونے سے ایک دن پہلے مندرجہ ذیل مکتوب گرامی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کو لکھا جو الفضل مورخہ 8-6-48 میں شائع ہو چکا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ۔

''میں مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ تمام پریذیڈنٹان انجمن احمدیہ قادیان وملحقہ جات و دیہات ملحقہ قادیان و دیہات تحصیل بٹالہ و گورداسپور کو اطلاع دیتا ہوں کہ متعدد دوستوں کے متواتر اصرار اور لمبے غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قیام امن کی اغراض کے لئے مجھے چند دنوں کے لئے لاہور جانا چاہئے۔ کیوں کہ قادیان سے بیرونی دنیا کے تعلقات منقطع ہیں۔ اور ہم ہندوستان کی حکومت سے کوئی بھی بات نہیں کر سکتے۔ حالانکہ ہمارا معاملہ اس سے ہے لیکن لاہور اور دہلی کے تعلقات ہیں۔ تار اور فون بھی جا سکتا ہے۔ ریل بھی جاتی ہے، اور ہوائی جہاز بھی جا سکتا ہے۔ میں مان نہیں سکتا کہ اگر ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو صاحب پر یہ امر کھول دیا جائے کہ ہماری جماعت مذہباً حکومت کی وفادار جماعت ہے تو وہ ایسا انتظام نہ کریں کہ ہماری جماعت اور دوسرے لوگوں کی جو ہمارے ارد گرد رہتے ہیں حفاظت نہ کی جائے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگ حکام پر یہ اثر ڈال رہے ہیں کہ مسلمان جو ہندوستان میں رہ گئے ہیں ہندوستان سے دشمنی رکھتے ہیں حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ انہیں اپنے جذبات کے اظہار کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ اِدھر اعلان ہوا اُدھر فسادات شروع ہو گئے۔ ورنہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ مسلمان مسٹر جنّاح کو اپنا سیاسی لیڈر تسلیم کرنے کے باوجود ان کے اس مشورے کے خلاف جاتے کہ اب جو مسلمان ہندوستان میں رہ گئے ہیں انہیں ہندوستان کا وفادار رہنا چاہئے۔ غرض ساری غلط فہمی اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ یکدم فسادات ہو گئے۔ اور صوبائی حکام اور ہندوستان کے حکام پر حقیقت نہیں کھلی۔ ان حالات میں میں سمجھتا ہوں کہ مجھے ایسی جگہ جانا چاہئے جہاں سے دہلی و شملہ سے آسانی سے تعلقات قائم کئے جا سکیں۔ اور ہندوستان کے وزراء اور مشرقی پنجاب کے وزراء پر اچھی طرح سے معاملہ کھولا جا سکے۔ اگر ایسا ہو گیا تو وہ زور سے ان فسادات کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

[i] اسی طرح لاہور میں سکھ لیڈروں سے بھی بات چیت ہو سکتی ہے۔ جہاں وہ ضرورۃً آتے جاتے رہتے ہیں اور اس سے بھی فسادات دور کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ ان امور کو مدّنظر رکھ کر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں چند دن کے لئے لاہور جا کر کوشش کروں۔ شاید اللہ تعالیٰ میری کوششوں میں برکت ڈالے۔ اور یہ شور و شر جو اس وقت ہو رہا ہے دور ہو جائے۔ میں نے اس امر کے مدّنظر آپ لوگوں سے پوچھا تھا کہ ایسے وقت میں میرا جانا عارضی طور پر زیادہ مفید ہو تو اس کا فیصلہ آپ لوگوں نے کرنا ہے یا میں نے؟ اگر آپ لوگوں نے کرنا ہے تو پھر آپ لوگ حکم دیں میں اسے مانوں گا لیکن میں ذمہ داری سے سبکدوش ہوں گا۔ اور اگر فیصلہ میرے اختیار میں ہے تو میں نے چند دن کے لئے اپنی اسکیم کے مطابق کوشش کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ لوگ دُعائیں کرتے رہیں اور حوصلہ نہ ہاریں۔ دیکھو مسیح کے حواری کتنے کمزور تھے مگر مسیح انہیں چھوڑ کر کشمیر کی طرف چلا گیا اور مسیحیوں پر اس قدر مصائب آئے کہ تم پر ان دنوں میں ان کا دسواں حصہ بھی نہیں آئے لیکن انہوں نے ہمّت اور بشاشت سے ان کو برداشت کیا۔ اُن کی جدائی تو دائمی تھی مگر تمہاری جدائی تو عارضی ہے اور خود تمہارے اور سلسلہ کے کام کے لئے ہے۔ مبارک وہ جو بدظنی سے بچتا ہے اور ایمان پر سے اس کا قدم لڑکھڑاتا نہیں۔ وہی جو آخر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ سے انعام پاتا ہے۔ پس صبر کرو اور اپنی عمر کے آخری سانس تک خدا تعالیٰ کے وفادار رہو۔ اور ثابت قدمی، نرمی اور عقل اور سوجھ بوجھ اور اتحاد و اطاعت کا ایسا نمونہ دکھاؤ کہ دنیا عش عش کر اٹھے۔ جو تم میں سے مصائب سے بھاگے گا وہ یقیناً دوسروں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہو گا اور خدا تعالیٰ کی لعنت کا مستحق۔ تم نے نشان پر نشان دیکھے ہیں اور خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا منور جلوہ دیکھا ہے تمہارا دل دوسروں سے زیادہ بہادر ہونا چاہئے۔ میرے سب لڑکے اور داماد اور دونوں بھائی اور بھتیجے قادیان میں ہی رہیں گے۔ اور میں اپنی غیر حاضری کے ایام میں عزیز مرزا بشیر احمد صاحب کو اپنا قائم مقام ضلع گورداسپور قادیان کے لئے مقرر کرتا ہوں۔ اُن کی فرمانبرداری اور اطاعت کرو اور ان کے ہر حکم پر اسی طرح قربانی کرو جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **مَنۡ اَطَاعَ اَمِیۡرِیۡ فَقَدۡ اَطَاعَنِیۡ وَمَنۡ عَصٰی اَمِیۡرِیۡ فَقَدۡ عَصَانِیۡ**۔ یعنی جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ پس جو ان کی اطاعت کرے گا وہ میری اطاعت کریگا۔ اور جو میری اطاعت کرے گا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت کریگا۔ اور جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت کرے گا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا۔ وہی مؤمن کہلا سکتا ہے دوسرا نہیں۔

[ii] اے عزیز و! احمدیت کی آزمائش کا وقت اب آگے آئے گا۔ اور اب معلوم ہوگا کہ سچا مؤمن کون سا ہے۔ پس اپنے ایمانوں کا ایسا نمونہ دکھاؤ کہ پہلی قوموں کی گردنیں تمہارے سامنے جھک جائیں اور آئندہ نسلیں تم پر فخر کریں۔ شاید مجھے تنظیم کی غرض سے کچھ اور آدمی قادیان سے باہر بھجوانے پڑیں مگر وہ میرے خاندان میں سے نہ ہوں گے بلکہ علماء سے ہوں گے۔ اس سے پہلے بھی میں کچھ علماء باہر بھجوا چکا ہوں۔ تم اُن پر بدظنی نہ کرو۔ وہ بھی تمہاری طرح جانوں کو خطرہ میں ڈالنے کے لئے تیار ہیں لیکن خلیفۂ وقت کا حکم مجبور کر کے انہیں لے گیا۔ پس وہ ثواب میں تمہارے ساتھ شریک ہیں ہاں وہ لوگ جو بوجہ بزدلی آنوں بہانوں سے اجازت لیکر بھاگنا چاہتے ہیں وہ یقیناً کمزور ہیں۔ خدا تعالیٰ اُن کے گناہ بخشے اور سچے ایمان کی حالت میں جان دینے کی توفیق دے۔

اے عزیزو! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہر وقت تمہارے ساتھ رہے اور مجھے جب تک زندہ ہوں سچے طور پر اور اخلاص کے ساتھ تمہاری خدمت کی توفیق بخشے اور تم کو مؤمنوں والے اخلاص اور بہادری سے میری رفاقت کی توفیق بخشے۔ (آمین)''

زمانہ درویشی کے پہلے جلسہ سالانہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روح پرور پیغام!

برادران جماعت احمدیہ مقیم قادیان! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

1912ء میں جب میں حج کے لئے گیا تھا تو حج سے واپسی ایام دسمبر میں ہوئی تھی۔ جہاز دو دن لیٹ ہو گیا اور میں جلسہ میں شمولیت سے محروم رہا۔ اس کو پورے پینتیس سال ہو گئے۔ آج پورے 35 سال کے بعد پھر اس سال کے جلسہ میں شامل ہونے سے محروم ہوں۔ ہم قادیان کے جلسہ کی یادگار میں باہر بھی جلسہ کر رہے ہیں لیکن اصل جلسہ وہی ہے جو کہ قادیان میں ہو رہا ہے۔ اور پورے چالیس سال کے بعد پھر یہ جلسہ مسجد اقصیٰ میں ہو رہا ہے۔ مسجد اقصیٰ میں ہونے والا آخری جلسہ وہی تھا جو کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے آخری سال میں ہوا۔ آپؑ کی وفات کے بعد پہلا جلسہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں ہوا اور 1911ء سے جلسے مسجد نور میں ہونے شروع ہوئے اور گزشتہ سال تک دارالعلوم کے علاقہ میں ہی جلسے ہوتے چلے آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی کسی حکمت کے ماتحت آج پھر مسجد اقصیٰ میں ہمارا سالانہ جلسہ ہو رہا ہے اس لئے نہیں کہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونیوالے مشتاقوں کی تعداد کم ہو گئی ہے بلکہ شمع احمدیت کے پروانے سیاسی مجبوریوں کی وجہ سے قادیان نہیں آسکتے۔ یہ حالات عارضی ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں پورا یقین ہے کہ قادیان احمدیہ جماعت کا مقدس مقام اور خدائے وحدہٗ لاشریک کا قائم کردہ مرکز ہے۔ وہ ضرور پھر احمدیوں کے قبضہ میں آئے گا۔ اور پھر اس کی گلیوں میں دنیا بھر کے احمدی خدا کی حمد کے ترانے گاتے پھریں گے۔ پس خدا کے حکم کے ماتحت اس حکومت کے فرمانبردار رہو جس حکومت میں تم بستے ہو۔ یہی احمدیت کی تعلیم ہے جس پر گزشتہ ستاون سال سے ہم زور دیتے چلے آئے ہیں۔ یہ تعلیم آجکل کے حالات سے بدل نہیں سکتی اور نہ آئندہ کے حالات کبھی بھی اسے بدل سکتے ہیں۔ دنیا میں کبھی بھی امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس تعلیم پر عمل نہ کیا جائے کہ ہر ملک میں بسنے والے اپنی حکومت کے فرمانبردار رہیں اور اس کے قانون کی پابندی کریں۔ کوئی اس تعلیم کو مانے یا نہ مانے احمدی جماعت کا فرض ہے کہ ہمیشہ اس تعلیم پر قائم رہے۔ ملک کے قانون کے ماتحت اپنے حق مانگنے منع نہیں لیکن قانون توڑنا اسلام میں جائز نہیں۔ جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں احمدیت کی یہ تعلیم ہے کہ جس حکومت میں کوئی رہے اس کی اطاعت کرے پاکستان کے احمدی پاکستان کے مفاد کا خیال رکھیں گے اور ہندوستان کے احمدی ہندوستان کے مفاد کا خیال رکھیں گے۔ اسی طرح جس طرح پاکستان کے رہنے والے ہندو پاکستان کا خیال رکھیں گے اور ہندوستان میں رہنے والے عام مسلمان ہندوستان کے مفاد کا خیال رکھیں گے۔ یہی وہ بات ہے جس کی پاکستان کے لیڈر ہندوستان کے مسلمانوں کو تلقین کر رہے ہیں اور یہی وہ بات ہے جس کو ہندوستان کے لیڈر پاکستان کے ہندوؤں کو سمجھا رہے ہیں۔ پس احمدیت کی اس نصیحت پر ہمیشہ کاربند رہو کہ جس کی حکومت میں رہو اس کے فرمانبردار رہو۔

میں آسمان پر خدا تعالیٰ کی انگلی کو احمدیت کی فتح کی خوشخبری لکھتے ہوئے دیکھتا ہوں

جو فیصلہ آسمان پر ہو زمین اسے رد نہیں کر سکتی۔ اور خدا کے حکم کو انسان نہیں بدل سکتا۔ سو تسلّی پاؤ اور خوش ہو جاؤ اور دعاؤں اور روزوں اور انکساری پر زور دو اور بنی نوع انسان کی ہمدردی اپنے دلوں میں پیدا کرو کہ کوئی مالک اپنا گھوڑا بھی کسی ظالم سائیس کے سپرد نہیں کرتا۔ اسی طرح خدا بھی اپنے

بندوں کی باگ انہیں کے ہاتھ میں دیتا ہے جو بخشتے ہیں اور چشم پوشی کرتے ہیں۔ اور خود تکلیف اٹھاتے ہیں تاکہ خدا کے بندوں کو آرام پہنچے۔ ہر ایک مغرور، خود پسند اور ظالم عارضی خوشی دیکھ سکتا ہے مگر مستقل خوشی نہیں دیکھ سکتا۔ پس تم نرمی کرو اور عفو سے کام لو اور خدا کے بندوں کی بھلائی کی فکر میں لگے رہو تو اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ میں حاکموں کے دل بھی ہیں وہ ان کے دل کو بدل دے گا اور حقیقت حال ان پر کھول دے گا یا ایسے حاکم بھیج دے گا جو انصاف اور رحم کرنا جانتے ہوں تم لوگ جن کو اس موقعہ پر قادیان میں رہنے کا موقعہ ملا ہے اگر نیکی اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تاریخ احمدیت میں عزت کے ساتھ یاد کئے جاؤ گے اور آنے والی نسلیں تمہارا نام ادب و احترام سے لیں گی اور تمہارے لئے دعائیں کریں گی اور تم وہ کچھ پاؤ گے جو دوسروں نے نہیں پایا۔ اپنی آنکھیں نیچی رکھو لیکن اپنی نگاہ آسمان کی طرف بلند کرو۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا ۔

(الفرقان ربوہ اگست، ستمبر، اکتوبر 1963ص 37-36)

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے چند رؤیا و کشوف

فرمایا: میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں قادیان میں ہوں اور وہاں ایک بہت بڑی مسجد ہے۔ جس میں نماز پڑھانے کے لئے جا رہا ہوں۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ سینکڑوں آدمی لمبی لمبی قطاروں میں بیٹھے ہوئے امام کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں مسجد میں داخل ہوا اور مصلّٰی پر جا کر کھڑا ہو گیا اور میں نے نماز پڑھانی شروع کر دی۔ اس وقت ان حالات کا خیال کر کے کہ یہاں خدا تعالیٰ نے کتنے لوگوں کو جمع کیا ہوا ہے اور کتنی بڑی مسجد ہے جس میں لوگ انتظار کر رہے ہیں۔ طبیعت میں نہایت ہی رقت پیدا ہوئی اور میں نے سورۃ فاتحہ اور قرآن شریف کی کوئی سورۃ یا اس کا کوئی حصہ نہایت ہی سوز اور جذب کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قرآن کریم کی تلاوت کے اثر سے تمام فضا معطر ہو رہی ہے۔ نماز پڑھاتے پڑھاتے جب میں سجدہ میں گیا تو معلوم ہوتا ہے کہ جوش کی حالت میں کلمات تسبیح بھی میں کسی قدر بلند آواز میں پڑھتا ہوں۔ تلاوت کی طرح بلند نہیں۔ لیکن اتنی آواز میں کہ وہ سنے جا سکتے ہیں۔ جب میں سجدہ میں گر رہا تھا تو یوں معلوم ہوا جیسے میری آنکھ کھل گئی لیکن اپنی چارپائی پر لیٹے ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ میں جاگ رہا ہوں میں نے کشفی حالت میں یہ دیکھا کہ گویا میں دو وجود ہوں۔ میرا ایک وجود نماز پڑھا رہا ہے۔ اور ایک وجود چارپائی پر لیٹا ہوا ہے۔ میرا وہ وجود جو نماز پڑھا رہا تھا۔ اس نے میرے پہلو میں سجدہ کیا اور اس کی تسبیح کی آوازیں مجھے آ رہی تھیں۔ اس کے بعد کشف کی حالت جاتی رہی۔'' (الفضل لاہور۔ 10 جون 1951ص 3)

''میں نے دیکھا کہ میں قادیان میں ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات اور مسجد اقصیٰ کے درمیان میں سلسلہ کے لئے کچھ عمارات بنوا رہا ہوں۔ جتنا فاصلہ مسجد اقصیٰ اور ان مکانات کے درمیان میں ہے اس سے فاصلہ بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ اور درمیانی زمین دس پندرہ یا بیس ایکڑ کی معلوم ہوتی ہے۔ اس تمام زمین میں بنیادیں کھودیں ہوئی ہیں اور جس طرح یورپ اور امریکہ میں بہت بڑے بڑے فلیٹس ہوتے ہیں اسی طرح کی عمارت کا کوئی نقشہ معلوم ہوتا ہے۔ اس جگہ پر سینکڑوں یا ہزاروں کمروں کی بنیادیں کھدی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اور عمارت کی بنیادیں زمین سے اوپر تک آ چکی ہیں۔ عمارت کا مسالہ نہایت قیمتی ہے اور وہ سیمنٹ یا پتھر کا معلوم ہوتا ہے۔ میں ایک جگہ کھڑا ہوا اس وسیع عمارت کے اوپر جو تیار ہو رہی ہے نظر ڈالتا ہوں کہ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔'' (الفضل لاہور۔ 10 جون 1951ص 3)

''مجھے بتایا گیا کہ تم ایک ابراہیم بھی ہو'' (الفضل 7 مارچ 1944ء)

ابراہیمی مشابہت کے لئے ضروری تھا۔ کہ ہمیں بھی ہجرت کرنا پڑے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہمیں قادیان چھوڑنا پڑا۔ (الفضل 10 جون 1959ء)

''میں نے دیکھا کہ گویا حکومت پاکستان کی معرفت ہم نے قادیان میں جلسہ کرنے کی اجازت لی ہے اور ہندوستان کی گورنمنٹ نے ہم کو دس بارہ دنوں کے لئے قادیان جانے کی اجازت دے دی ہے۔ اور ہندوستان اور پاکستان سے احمدی بڑے جوش سے وہاں جمع ہو رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام والے مکان میں ہم ٹھہرے ہیں۔ لیکن وہ مکان بہت وسیع ہو چکا ہے۔ اس کی چوٹی بہت ہی بلند چلی گئی ہے اور اس کی کئی منزلیں ہیں۔ لیکن منزلیں اتنی زیادہ نہیں جتنی کہ اس کی چھتوں کی بلندی یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ہر کمرہ کی چھت پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ ستر ستر فٹ اونچی ہے۔ اور ایک منزل سے دوسری منزل تک جانا کاردارد ہے۔ سیڑھیوں کی تکلیف سے بچانے کے لئے لفٹ کی طرح کی ایک چیز جو میں نے اس دنیا میں نہ دیکھی ہے نہ سنی نہ بنائی گئی ہے۔ ربڑ کا بنا ہوا ایک موٹا سا کپڑا ترپالوں کی طرز کا اس مکان کی سیڑھیوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اور اس میں اس طرح بڑے بڑے جُفتے ڈالے گئے ہیں جس طرح (اکارڈین باجے ہارمونیم) میں ہوتے ہیں اور ڈھلوان کی طرز پر وہ فرش سے لے کر

چھت تک کھینچا گیا ہے۔ جب آدمی اس کے ایک جفتے پر پیر رکھتا ہے اور ہاتھوں سے اوپر کے جفتے کو پکڑتا ہے تو اس سیڑھی میں ایسی لچک پیدا ہوتی ہے کہ آدمی کئی فٹ اوپر چڑھ جاتا ہے اور وہاں وہ ایک اور جفتے پر اپنے پیر رکھ دیتا ہے۔ اور اس سے اوپر کے جفتے کو پکڑ لیتا ہے۔ اس طرح چند جھٹکوں میں وہ چھت پر چڑھ جاتا ہے۔ جہاں تک میرا علم ہے ایسی سیڑھی آج تک ایجاد تو کوئی نہیں ہوئی لیکن عقل ضرور کہتی ہے کہ ایسی سیڑھی ایجاد کی جاسکتی ہے۔ کمرے بھی بہت بڑے بڑے اور وسیع ہیں۔ ساٹھ ستر سوفٹ کے چوڑے اور سوسوڈیڑھ ڈیڑھ سوفٹ کے لمبے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مستورات مہمانوں کا انتظام تو اس گھر میں کیا گیا ہے اور مرد مہمانوں کا باہر انتظام کیا گیا ہے۔ اس گھر میں جاتے وقت بہت سے مرد مجھے ملے جو مہمان کے طور پر آئے ہوئے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ابھی بہت تھوڑے مہمان آئے ہیں بہت سے مہمان ابھی آنے باقی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شوق محبت میں لوگ دیوانہ وار چاروں طرف سے کھنچے چلے آتے ہیں۔ میں اس نظارہ سے متاثر ہو کر مکان کے اندر یہ دیکھنے کے لئے کہ عورتوں کے لئے کیا انتظام ہوا ہے مختلف کمروں میں پھرا ہوں۔ وہاں میں نے دیکھا کہ مختلف جگہوں کی عورتیں آئی ہوئی ہیں اور کمروں کے مختلف حصوں میں اپنی جگہیں بنا رہی ہیں کسی نے کہا کہ مرد کم آئے ہیں۔ میں نے کہا نہیں یہاں تو تمہیں عورتیں ہی نظر آتی ہیں مرد باہر ہیں اور ابھی چاروں طرف سے لوگ آرہے ہیں۔ ایک عجیب خوشی کی لہر احمدیوں میں پھیل رہی ہے اور اس خوشی میں کوئی تسبیح کے کلمے کہہ رہا ہے تو کوئی تحمید کے کلمے کہہ رہا ہے اور کوئی شعر پڑھ رہا ہے نیچے کے کمروں کو دیکھ کر میں نے اوپر کے کمروں کی طرف جانا چاہا اور اس وقت میں نے وہ سیڑھی دیکھی جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ کوئی سو فٹ کے قریب اونچی سیڑھی ہے جو نچلی منزل سے اوپر کی منزل کی طرف جاتی ہے اس کے ربڑ کے جفتوں پر جب میں نے پیر رکھ کر ذرا پیر کو دبایا تو یکدم اس سیڑھی نے مجھے اٹھانا شروع کیا اور نہایت سہولت کے ساتھ میں اوپر پہنچ گیا۔ وہاں بھی کچھ نظارہ میں نے دیکھا جو کچھ عرصہ تک تو مجھے یاد رہا لیکن خواب لکھوانے میں چونکہ دیر ہوگئی اس لئے اب وہ مجھے یاد نہیں رہا۔'' (الفضل لاہور۔10 جون 1951ص 3)

قادیان کے درویشوں کو بعض ہدایات دینے کے بعد حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ

نے اپنے ایک مکتوب گرامی 48-12-20 میں فرمایا: (الفضل۔23 نومبر 1993)

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ اب خاموشی سے جھنڈے کو پکڑ کر کھڑے رہنے کا وقت گزر چکا ہے یہ کام آپ نے شاندار طور پر کیا جس کے لئے دنیا بھر کے احمدی آپ لوگوں کے ممنون ہیں اور آنے والی نسلیں بھی آپ کی ممنون رہیں گی۔ مگر انسان ایک بڑھنے والی ہستی ہے۔ ہر روز اس کے حالات متغیر ہوتے ہیں۔ اور ہر روز کے بدلے ہوئے حالات کے مطابق اسے کام کرنا پڑتا ہے۔ کل کی روٹی آج کام نہیں آسکتی اور آج کی روٹی کل کام نہیں آسکتی۔ پس وہ عظیم الشان خدمت جس کے کرنے کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق بخشی ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ آپ اب اگلا قدم اٹھائیں اور قادیان کے خاموش مرکز کو ایک زندہ مرکز میں تبدیل کر دیں۔ ہندوستان یونین کی آبادی اٹھائیس انتیس کروڑ کے قریب ہے اس کی اصلاح اور اس کی نجات کوئی معمولی کام نہیں۔ کسی زمانہ میں ساری دنیا کی آبادی اتنی ہی تھی پس آج سے سینکڑوں سال پہلے ساری دنیا کی اصلاح کا کام جتنا اہم تھا اتنا ہی آج ہندوستان کی اصلاح کا کام اہم ہے جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے قادیان کی چھوٹی سی بستی سے بڑھا کر ایک سعی و عمل کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بنانے کی توفیق بخشی تھی وہ بھی انسان تھے۔ اور آپ بھی انسان ہیں۔ آپ اپنے آپ کو افراد کی حقیقت میں دیکھنا چھوڑ دیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ابراہیم ایک امت تھا جو لوگ خدا تعالیٰ پر نظر رکھتے ہوئے اس کی عائد کردہ ذمہ داریوں کو سمجھتے ہیں وہ اپنے آپ کو فرد سمجھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ ان میں سے ہر شخص اپنے آپ کو امت سمجھتا ہے اور ان میں سے بعض شخص تو اپنے آپ کو دنیا سمجھتے ہیں۔ آپ لوگ بھی اور وہ دوسرے دوست بھی جو باہر سے اس وقت قادیان تشریف لاسکے ہوں وہ بھی آج سے اپنا نکتہ نگاہ بدل دیں۔ آج سے ان میں سے ہر شخص اپنے آپ کو امت سمجھنے لگے۔ وہ یہ سمجھ لے کہ جس طرح آم کی گٹھلی میں سے ایک بڑا درخت پیدا ہو جاتا ہے جس طرح بڑ کے چھوٹے سے بیج میں سینکڑوں آدمیوں کو سایہ دینے والا بڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ امت بن کر رہے گا۔ وہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اپنی نسلیں پھیلا دے گا۔ وہ خاموش قربانی کی جگہ اب اپنی اصلاح کے لئے اپنی قربانی کو پیش کرے گا۔ ہندوستان اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کے اندر پھر سے انسانیت کو قائم کیا جائے۔ پھر سے صلح اور آشتی کو قائم کیا جائے۔ پھر سے خدا تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں پیدا کی جائے۔ اور یہ کام سوائے آپ لوگوں کے اور کوئی نہیں کرسکتا۔ عزم صمیم کے ساتھ اٹھیں طوفان کا سا جوش لے کر اٹھیں اور ہندوستان پر چھا جائیں۔ جس کا نتیجہ ضرور یہ نکلے گا کہ وہ لوگ جو آج احمدیت کو بغض اور کینہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ایک دشمن کی

حیثیت میں دیکھتے ہیں وہ اوران کی نسلیں آپ لوگوں کے ہاتھ چومیں گی۔آپ لوگوں کے لئے برکتیں مانگیں گی۔اور دعائیں دیں گی کہ آپ لوگ اس بدقسمت ملک کوامن دینے والے اور صلح اور آشتی کی طرف لانے والے ثابت ہوئے۔احمدیت ایک نور ہے۔احمدیت صلح کا پیغام ہے۔احمدیت امن کی آواز ہے۔تم اس نور سے دنیا کو منور کرو۔تم اس پیغام کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔تم اس آواز کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں بلند کردو خدا تمہارے ساتھ ہو۔''

خاکسار مرزا محمود احمد 20-12-48

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک تاریخی پیغام

عزیزم مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ واصحاب الصفہ قادیان　　　　اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ صحابہ اور کچھ اور لوگ جو جوار مسیح موعود علیہ السلام کو دنیوی زندگی پر فضلیت دیتے ہیں قادیان آرہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کا قادیان آنا مبارک کرے۔کچھ لوگ جو اور نہیں ٹھہر سکتے واپس آئیں گے۔اللہ تعالیٰ ان کی قربانی کو قبول کرے اور باہر آکر بھی نیکی پر قائم رہنے اور قادیان میں رہنے کے ثواب کو بڑھانے کی انہیں توفیق بخشے اور ہمارے جلاوطنی کے دن چھوٹے کردے۔آمین۔اگر سلسلہ کی ضروریات مجبور نہ کرتیں تو میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا لیکن زخمی دل اور افسردہ افکار کے ساتھ آپ سے دور اور قادیان سے باہر بیٹھا ہوں۔نہ معلوم وہ دن کب آتا ہے کہ میں بھی اس مقام پر پہنچ سکوں جو خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اور احمدیوں کا دائمی مرکز ہے۔آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی۔کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلا وجہ کسی کو نہیں چنتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی قربانی کو کبھی ضائع نہ ہونے دے اور برکتوں سے آپ کا خانہ اعمال بھرتا چلا جائے اور کبھی ایسی ٹھوکر آپ کو نہ لگے جو اس قربانی کو ضائع کردے۔آمین۔آپ لوگ دُعا میں لگے رہیں تا خدا تعالیٰ جلد قادیان پھر ہمارے ہاتھوں میں دے اور پھر قادیان اور اس کے نواح میں احمدی ہی احمدی نظر آئیں۔ آمین۔　　　　(الفرقان اگست، ستمبر، اکتوبر 1963۔ص 5)

حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مجلس مشاورت 1948ء میں تحریک فرمائی تھی کہ عشاق احمدیت قادیان کی جگہوں کو آباد کرنے کے لئے اپنے تئیں پیش کریں۔حضور کی اس آواز پر لبیک کہنے والوں کا ایک خوش نصیب قافلہ شروع مئی 1948ء میں صبح 8 بجے لاہور سے روانہ ہوا حضرت سیدنا امام جماعت احمدیہ نے افراد قافلہ کو شرف مصافحہ بخشا اور اجتماعی دعا کے ساتھ الوداع کہا۔اس قافلہ میں بارہ صحابی بھی تھے۔جن میں حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ (امیر قافلہ) اور حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی جیسے قدیم اور ممتاز صحابہ بھی شامل تھے یہ قافلہ ٹرکوں کے ذریعے قادیان پہنچا ملٹری چوکی کے افسروں نے قریباً پون گھنٹہ میں آنے والوں کی اسم وار فہرست تیار کی جس کے بعد یہ قافلہ مجسٹریٹ صاحب ملٹری پولیس کی کافی تعداد چند سائیکل سواروں اور دو ایک شہسواروں کے جھرمٹ میں دارالشکر سے ہوتے اور فروٹ فارم، اسٹیشن، کوٹھی حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال سے گزرتے ہوئے دارالانوار کی بڑی سڑک سے داخل شہر ہوا۔اور مولوی عبدالمغنی خان صاحب اور نیک محمد خان صاحب غزنوی کے مکان کے پاس جا کر رکا۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس قافلہ کی آمد کے موقعہ پر 5 مئی 1948ء کو مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ کے نام ایک خصوصی مکتوب لکھا جس میں نصیحت فرمائی کہ جملہ درویشوں کو میری طرف سے بعد سلام یہ پیغام پہنچا دیں کہ وہ ان بزرگوں کی آمد کو ایک خدائی نعمت سمجھتے ہوئے ان کی صحبت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں اور ان کے علم وعمل کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔صحابہ کا مقدس گروہ دن بدن کم ہوتا جارہا ہے۔باوجود اس کے کہ ہم انہیں اپنے آپ کو ان کی صحبت سے محروم کرتے ہوئے آپ کے پاس بھجوا رہے ہیں۔پس اس نعمت کی قدر کریں۔اور دعاؤں اور نوافل پر پہلے سے زیادہ زور دیں۔اور باہم اتحاد اور تعاون اور بزرگوں کے ادب کا وہ نمونہ قائم کریں جو دین حق آپ سے چاہتا ہے۔ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا پیارا مرکز ہمیں کب واپس ملے گا۔مگر جب تک ہمیں وہ واپس نہیں ملتا ان بزرگوں کا وجود اور ان کے ساتھ آپ جیسے مخلص اور جان نثار درویشوں اور تاریک میدان میں اکیلی اور تن تنہا روشن ہو کر دیکھنے والوں کے لئے نور ہدایت کا کام دیتی ہے۔اگر آپ خلوص نیت اور سچی محبت اور پاک جذبہ خدمت کے ساتھ قادیان میں ٹھہریں گے اور اپنے آپ کو احمدیت کا اعلیٰ نمونہ بنائیں گے تو نہ صرف خدا کے حضور میں آپ کی یہ خدمت دیکھی جائے گی۔بلکہ آنے والی نسلیں بھی آپ کے اس نمونہ کو فخر کی نظر سے دیکھیں گی۔

فہرست درویشان قادیان

تقسیم ملک کے پرُخطر اور پرُ آشوب زمانہ میں درویشی کا لقب پانے والے خوش نصیب درویشان قادیان کے اسماء کی فہرست حسب ذیل ہے۔

1947ء کے ان اولین درویشوں کے بعد جو صحابہ اور دوسرے بزرگ یا احباب جماعت قایان میں مستقل قیام کے لئے پاکستان یا ہندوستان کے مختلف علاقوں سے تشریف لائے ان کے اسماء اس کے بعد درج کئے گئے ہیں۔ یہ نام تاریخ احمدیت جلد نمبر 11 مطبوعہ 2007ء صفہ 387-371 سے لئے گئے ہیں اسماء کی ترتیب میں تاریخ احمدیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

صدر انجمن و تحریک جدید قادیان کے ممبر یا کارکن

1- صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب ولد مرزا شریف احمد صاحبؓ

2- صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب ولد مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ

3- مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ ولد ملک برکت علی صاحبؓ

4- مولوی برکات احمد راجیکی صاحب ولد مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ

5- شیخ عبدالحمید عاجز صاحب ولد شیخ محمد حسین صاحب

6- مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی ولد میاں مہر دین صاحب

7- ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب ولد قاضی محمد شریف احمد صاحب

8- حسن محمد خان صاحب عارف ولد فضل محمد خان صاحب شملوی

9- ملک صلاح الدین صاحب ایم اے ولد ملک نیاز محمد صاحب

10- قریشی عبدالرشید صاحب ولد ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب

11- فضل الٰہی خان صاحب ولد حکیم کرم الٰہی خان صاحب

12- مولوی شیر یف احمد امینی صاحب ولد سیٹھ محمد ابراہیم بنگوی صاحب

13- قریشی عطاء الرحمٰن اعوان صاحب ولد حافظ محمد امین صاحب

14- چوہدری عبدالحق صاحب ولد چوہدری اللہ دتا صاحب

15- عبدالقیوم صاحب کمپوڈر ولد محمد ظہور صاحب

16- مولا بخش صاحب باورچیؓ ولد خیرات اللہ صاحب

17- سراج الدین صاحب مؤذن ولد غلام قادر صاحب

18- مولوی عبدالقادر احسان صاحب ولد حاجی محمد بخش صاحب

19- مرزا محمد زمان صاحب ولد مرزا احمد دین صاحب

قادیان اور ماحول قادیان کے احمدی

20- مرزا محمد حیات صاحب ولد حکیم عطاء محمد صاحب

21- صوفی عبدالقدیر صاحب ولد مولوی عبدالحق صاحب

22- خواجہ عبدالکریم صاحب ولد خواجہ عبدالواحد صاحب

23- میاں ضیاء الدین صاحب ولد میاں روشن صاحب زرگر

24- مجید احمد صاحب ڈرائیور ولد غلام رسول صاحب

25- مرزا ظہیر الدین منور احمد صاحب ولد مرزا برکت علی صاحب

26- عبدالواحد صاحب پان فروش ولد شیخ عبداللہ صاحب

27- عبدالرحیم دیانت صاحب (سوڈا واٹر فیکٹری) ولد مولوی فضل صاحب

28- عبدالواحد صاحب ولد محمد رمضان صاحب

29- عبدالحمید صاحب ولد چوہدری خدا بخش صاحب

30- سائیں عبدالرحمٰن صاحب ولد مستری فضل دین صاحب

31- فضل دین صاحب ماشکی ولد نور محمد صاحب

32- لال دین صاحب ولد فقیر دین صاحب

33- محمد احمد خان صاحب ولد منشی نور محمد خان صاحب

34- محمد عبداللہ صاحب ولد نور محمد صاحب

35- بشیر احمد ٹھکیدار صاحب ولد محمد عبداللہ صاحب

36- چوہدری عبدالغفور صاحب ولد چوہدری اللہ دتا صاحب

37- مستری محمد حسین صاحب ولد محمد قاسم صاحب راجپوت

38- محمد حسین صاحب خرد ولد میاں نور محمد صاحب

39- قریشی فضل حق صاحب ولد میاں کمال دین صاحب

40- بشیر احمد صاحب ولد علم دین خان صاحب

41- طیب علی صاحب بنگالی ولد عبد المبارک صاحب

42- رفیق احمد یونس صاحب ولد محمد اسماعیل صاحب سرساوی

43- محمد یحیٰی صاحب ولد محمد اسماعیل صاحب سرساوی

44- محمد عبداللہ صاحب ولد صدر الدین صاحب

45- عطا الٰہی صاحب ولد امام دین صاحب

46- ناصر احمد صاحب ولد محمد عبداللہ صاحب

47- خواجہ مجید احمد صاحب ولد خواجہ محمد شریف صاحب

48- خلیفہ منیر الدین صاحب ولد خلیفہ رشید الدین صاحبؓ

49- ماسٹر عبد الغنی صاحب ولد فضل الدین صاحب

50- مرزا محمد اقبال صاحب ولد مرزا اعظم بیگ صاحب

51- جلال الدین صاحب ولد رحیم بخش صاحب

52- محمد اسحاق صاحب ولد عبد الکریم صاحب

53- محمد صدیق صاحب ولد عزیز الدین صاحب

54- عبد الغنی صاحب ولد محمد بخش صاحب

55- محمد اسماعیل صاحب ولد فقیر محمد صاحب

56- عبد الرحمٰن صاحب ولد رحمت اللہ صاحب

57- دین محمد صاحب ولد محمد عبداللہ صاحب

58- نذیر احمد صاحب ولد الٰہی بخش صاحب

59- محمد صادق صاحب ولد وریام دین صاحب

60- محمد شریف صاحب ولد مہر دین صاحب

61۔ علی محمد صاحب ولد دین محمد صاحب

62- محمود احمد صاحب ولد شیخ اللہ بخش پشاوری صاحب

63- امیر الدین صاحب ولد فضل الدین صاحب

64- غلام حسین صاحب ولد نظام الدین صاحب

65- محمد اسماعیل صاحب ولد محمد عبداللہ صاحب

66- محمد شفیع صاحب ولد مولا بخش صاحب

67- جلال الدین صاحب ولد صدر الدین صاحب

68- دین محمد صاحب ولد عبد الستار صاحب

69- عبد الغفور صاحب ولد احمد دین صاحب

70- قمر الدین صاحب ولد ابراہیم صاحب

71- محمد سلیمان صاحب ولد رسول بخش صاحب

72- فضل الرحمٰن صاحب ولد روشن الدین صاحب

73- محمد احمد صاحبؓ ولد غلام حسین صاحب

74- ممتاز احمد ہاشمی صاحب ولد قریشی شاہ دین صاحب

75- سید محمود احمد صاحب ولد سید حسین علی شاہ صاحب

76- چوہدری غفور احمد صاحب ولد چوہدری نور احمد صاحب

77- عمر دین صاحب ولد محمد خان صاحب

78- محمد سلطان صاحب خوشنویس ولد جمعہ خان صاحب

79- مستری ہدایت اللہ صاحب ولد میاں مہر دین صاحب

80- میاں عبد العظیم صاحب جلد ساز ولد میاں رحمت اللہ صاحب

81- محمد شفیع صاحب پینٹر ولد میاں لال دین صاحب زرگر

82- مستری غلام قادر صاحب ولد محمد دین صاحب

83- محمود احمد سرگودھی صاحب ولد شیخ مولا بخش صاحب

84- شیر محمد پونچھی صاحب ولد فضل الدین صاحب

85- عبد الرشید انور صاحب بدوملہی ولد مولوی عبد الحق صاحب

86- غلام احمد صاحب ولد محمد دین صاحب جلال پوری

87- مولوی غلام مصطفیٰ صاحب ولد مولوی عبد الحق صاحب

88- نذیر احمد صاحب ٹیلر ولد نور احمد صاحب

89- قریشی عبد القادر صاحب اعوان ولد حافظ محمد امین صاحبؓ اعوان

90- محمد دین صاحب ولد غلام نبی صاحب
91- عبدالمطلب صاحب بنگالی ولد منشی دائم اللہ صاحب
92- مرزا عبداللطیف صاحب ولد مرزا مہتاب احمد صاحب ؓ
93- سید محمد اجمل صاحب ولد سید محمد افضل صاحب
94- خواجہ عبدالستار صاحب ولد خواجہ محمد عبداللہ صاحب
95- میر غلام رسول ہزاروی صاحب ولد میر ولی خان صاحب ہزاروی
96- مولوی غلام احمد صاحب ارشد ولد مولوی نور محمد صاحب
97- خواجہ محمد اسماعیل صاحب ؓ ولد خواجہ غلام رسول صاحب
98- حافظ عبدالرحمٰن صاحب پیشاوری ؓ ولد میاں احمد جان صاحب
99- حکیم نعمت اللہ صاحب ولد حکیم اللہ دتا صاحب قلعی ساز
100- قاضی عبدالحمید صاحب ولد قاضی عبدالعزیز صاحب
101- محمد عباد اللہ صاحب ولد عبدالحمید صاحب
102- امیر احمد صاحب (سابق موذن مسجد مبارک) ولد مہر دین صاحب - 103 چوہدری بدرالدین صاحب عامل ولد چوہدری عبدالغنی صاحب
104- عبدالرشید نیاز صاحب چوہدری عبدالحکیم صاحب
105- فخر الدین مالا باری صاحب ولد ماحن کٹی صاحب
106- سعید احمد صاحب ولد عبدالکریم صاحب
107- شیخ عبدالقدیر صاحب ولد عبدالکریم صاحب
108- احمد حسین صاحب ولد محمد حسین صاحب
109- محمد یوسف صاحب زیروی ولد نظام الدین صاحب
110- سرالدین صاحب ثالث ولد چراغ دین صاحب
111- محمد طفیل صاحب سابق پٹواری ولد چوہدری فیض محمد صاحب
112- محمد دین صاحب ولد عمر دین صاحب
113- شیر احمد خان صاحب ولد خان میر صاحب کابلی
114- مکرم بابا اللہ بخش صاحب ؓ ولد محکم دین صاحب ہرچوال
115- بھائی شیر محمد صاحب ؓ ولد میراں بخش صاحب
116- حکیم عبدالرحیم صاحب ولد میاں محمد جعفر صاحب
117- صدرالدین صاحب ؓ ولد رحیم بخش صاحب
118- بھاگ دین صاحب ؓ ولد محمد بخش صاحب
119- بابا بھاگ صاحب امرتسری ؓ ولد میاں جیوا صاحب
120- خدا بخش صاحب ولد گاگو صاحب
121- علی احمد صاحب ولد جمال الدین صاحب
122- شیخ احمد صاحب ؓ ولد غلام احمد صاحب ؓ
123- سید عبدالرحیم صاحب افغان ولد سید امیر صاحب پٹھان
124- صوفی علی محمد صاحب ولد مولا بخش صاحب
125- شمس الدین صاحب معذور ولد شیریں خان صاحب
126- میر عبدالسبحان صاحب ؓ ولد رحمان خان صاحب
127- منشی محمد صادق صاحب ولد محمد طفیل صاحب
128- عبدالعزیز گونگا صاحب ولد شمس الدین صاحب
129- محمد عبداللہ صاحب ولد خان ذوالفقار علی خان صاحب

دیہاتی مبلغین

130- سید منظور احمد شاہ صاحب ولد سید حسین شاہ صاحب
131- بشیر احمد صاحب ماہلپوری ولد علی بخش صاحب
132- نواب محمد خان صاحب ولد خواجہ دین صاحب
133- عطاء اللہ صاحب ولد مولوی شیر محمد صاحب
134- محمد شریف صاحب ولد نبی بخش صاحب
135- فیض احمد صاحب ولد حبیب اللہ صاحب
136- محمد سلطان احمد صاحب ولد سید فضل احمد شاہ صاحب
137- عبدالرحیم کشمیری صاحب ولد عبدالعزیز صاحب

138- علی محمد کشمیری صاحب ولد عبدالصمد صاحب
139- محمد رمضان صاحب ولد چوغطہ غلام احمد صاحب
140- عبدالغنی صاحب ولد محمد دین صاحب
141- محمد صادق صاحب ولد شیخ رحیم بخش صاحب
142- بشیر احمد صاحب خادم ولد میاں اللہ بخش صاحب
143- فتح محمد صاحب اسلم ولد روڈا صاحب
144- سید منظور احمد صاحب عامل ولد سید فضل محمد شاہ صاحب
145- بشیر احمد صاحب بانگروی ولد محمد اسماعیل صاحب
146- بشیر احمد صاحب ڈھلو ولد محمد حسین صاحب
147- قریشی محمد شفیع صاحب عابد ولد میاں اللہ رکھا صاحب
148- مولوی خورشید احمد صاحب پر بھاکر ولد چوہدری نواب دین صاحب -149 حکیم سراج الدین صاحب ولد حکیم محمد بخش صاحب
150- سراج الحق صاحب منشی عبدالحق صاحب کاتب
151- غلام نبی صاحب ولد چوہدری فضل الدین صاحب
152- محمد احمد صاحب (فقیر سائیں) ولد مولا بخش صاحب
153- محمد یوسف صاحب ولد رحیم بخش صاحب
154- محمد شریف صاحب ولد محمد علی صاحب
155- عبداللطیف صاحب ولد عبدالرحمٰن صاحب
156- محمد عبداللہ صاحب کشمیری ولد غلام محمد صاحب
157- حافظ اللہ دین صاحب ولد نواب دین صاحب
158- مولوی عبدالحمید مومن صاحب ولد اللہ دتا صاحب
159- اسلم خان صاحب ولد اسد اللہ خان صاحب
160- فیروز الدین صاحب ولد کریم اللہ صاحب
161- مولوی محمد صادق ناقد صاحب ولد اللہ رکھا صاحب
162- عبدالحق فضل صاحب ولد احمد دین صاحب
163- اللہ بخش صاحب ولد خدا بخش صاحب
164- خان محمد صاحب ولد امام دین صاحب
165- عبدالستار صاحب ولد اللہ بخش صاحب
166- غلام محمد صاحب ولد رحیم بخش صاحب
167- محمد عثمان علی صاحب بنگالی ولد عباس علی صاحب
168- عبیدالرحمان صاحب فانی ولد حافظ عطاء الرحمان صاحب
169- انعمت اللہ خان صاحب ولد عنایت اللہ خان صاحب
170- مطہر علی صاحب بنگالی ولد اکبر علی صاحب
171- مولوی محمد عمر علی صاحب بنگالی ولد بشیر الدین صاحب
172- عبدالسلام صاحب بنگالی ولد قالوجی صاحب
173- عبدالمطلب صاحب بنگالی ولد منشی دائم اللہ صاحب

مستقل خدام

174- کیپٹن شیر ولی صاحب ولد حیات خان صاحب
175- صوبیدار عبدالغفور صاحب ولد صوبیدار خوشحال خان صاحب
176- صوبیدار برکت علی صاحب ولد محمد اسماعیل صاحب
177- جمعدار راجہ صوبہ خان صاحب ولد راجہ غلام محمد صاحب ذیلدار
178- صوبیدار اللہ یار خان صاحب ولد فتح محمد صاحب
179- جمعدار محمد عبداللہ صاحب ولد چوہدری نور محمد صاحب
180- جمعدار عبدالحمید صاحب ولد احمد دین صاحب
181- جمعدار مبشر احمد صاحب ولد ماسٹر حسین خان صاحب
182- جمعدار ملک محمد رفیق صاحب ولد چوہدری علی بخش صاحب
183- مولوی عبدالقادر صاحب دانش ولد ڈاکٹر عبدالرحیم دہلوی ؓ
184- چوہدری محمود احمد عارف صاحب ولد حکیم شیر محمد خان صاحب
185- عزیز احمد صاحب ولد منشی عبدالخالق صاحب

186-جلال الدین صاحب ولد میاں شہاب الدین صاحب

187-محمد بوٹا صاحب (محمد خضر صاحب) ولد چوہدری جھنڈے خان صاحب

188-محمد شریف صاحب ولد میاں بخش صاحب

189-غلام قادر صاحب ولد عبدالغفار صاحب

190-بشیر احمد صاحب ولد نظام الدین صاحب

191-محمد یوسف صاحب ولد محمد اسماعیل صاحب

192-حمد عزیز صاحب ولد منصب خان صاحب

193-بہادر خان صاحب ولد میاں شادی خان صاحب

194-محمد یوسف صاحب ولد یعقوب خان صاحب

195-خورشید احمد ضیاء صاحب ولد ثناء اللہ صاحب

196-احمد خان صاحب ولد باز خان صاحب

197-محمد موسیٰ صاحب ولد میاں عبداللہ صاحب

198-مرزا محمد اسحاق صاحب ولد میاں محمد دین صاحب

199-فضل الٰہی گجراتی صاحب ولد میاں عبداللہ صاحب

200-نواب دین صاحب ولد میاں خواج دین صاحب

201-غلام احمد صوفی صاحب ولد سردار محمد خان صاحب

202-منظور احمد صاحب ولد چوہدری نور محمد چیمہ صاحب

203-شریف احمد ڈوگر صاحب ولد سردار خان صاحب

204-محمد فاضل صاحب ولد شاہ محمد صاحب

205-چوہدری سکندر خان صاحب ولد لال خان صاحب

206-عطاء اللہ صاحب ولد میاں سلطان بخش صاحب

207-رفیع الدین صاحب ولد میراں بخش صاحب کشمیری

208-سلطان احمد صاحب ولد محمد بخش صاحب

209-ضیاء الحق صاحب ولد ملک بہاء الحق صاحب

210- مسیح اللہ صاحب ولد عبدالغفور صاحب

211-محمد خان صاحب ولد کالے خان صاحب

212-حوالدار محمد اشرف صاحب ولد رحمت خان صاحب

213-مظفر احمد صاحب ولد عبدالمجید صاحب

214-امیر علی صاحب ولد عبدالمجید صاحب

215-بشیر احمد مہار صاحب ولد حاجی خدا بخش صاحب

216-مرزا محمد دین صاحب ولد مرزا غلام محمد صاحب

217-فضل احمد صاحب ولد منشی احمد دین صاحب

218-فتح محمد صاحب ولد قطب الدین صاحب

219-حسن محمد صاحب ولد نور الدین صاحب

220-عبدالقیوم صاحب ولد احمد دین صاحب

221-غلام محمد صاحب ولد رحیم بخش صاحب

222-صلاح الدین صاحب ولد میاں فضل حق صاحب

223-عبدالسلام صاحب ولد چوہدری عبدالحکیم صاحب

224-عبدالغفور صاحب ولد مولوی رحمت صاحب

225-نذیر احمد صاحب ولد خدا بخش صاحب

226-محمد خان صاحب ولد راجہ خان صاحب

227-عبدالکریم صاحب ولد مولا بخش صاحب

228-بشیر احمد صاحب ولد مولا بخش صاحب

229-محمد اسماعیل صاحب ولد میاں جھنڈے خان صاحب

230-محمد شفیع صاحب ولد عمر دین صاحب

231-شاہ محمد صاحب ولد صاحبدا صاحب

232-ولی محمد خان صاحب ولد شاہ محمد صاحب

233-محمد بشیر صاحب ولد ملک محمد ابراہیم صاحب

234-ظہور احمد ناصر صاحب ولد محمد مراد صاحب

235-مرزا بشیر احمد صاحب ولد مرزا بہادر بیگ صاحب

236-ظہور احمد صاحب ولد فتح الدین صاحب

237-بشیر احمد حافظ آبادی صاحب ولد میاں محمد مراد صاحب

238-میراں بخش صاحب ولد مولا داد صاحب
239- محمد رمضان صاحب ولد عمر بخش صاحب
240-عبدالحمید صاحب ولد الٰہی بخش صاحب
241- صدیق خان صاحب ولد چراغ دین صاحب
242-زکریا خان صاحب ولد محمد صدیق صاحب
243- نذیر احمد حجّہ صاحب ولد احمد دین صاحب
244- محمود احمد صاحب ولد غلام محمد صاحب
245۔حوالدار محمد نواز گورایا صاحب ولد مہر دین صاحب
246-مرزا غالب بیگ صاحب ولد مرزا محمد اکرم صاحب
247-عطاء اللہ گجراتی صاحب ولد اللہ دتا صاحب
248-غلام رسول صاحب ولد چوہدری شاہ محمد صاحب
249-چوہدری عطاء اللہ صاحب ولد عبدالرحمٰن صاحب
250-ملک نذیر احمد صاحب ولد ملک مشتاق احمد صاحب

بیرونی خدام

251-چوہدری سعید احمد صاحب ولد چوہدری فیض احمد صاحب
252-چوہدری عبدالغنی صاحب ولد چوہدری محمد حیات صاحب
253-چوہدری محمد صادق صاحب ولد محمد ابراہیم صاحب
254-بشارت خان صاحب ولد منشی سلطان عالم صاحب
255-میر رفیع صاحب ولد ڈاکٹر برکت اللہ صاحب
256-مرزا محمد صادق صاحب ولد مرزا امام الدین صاحب
257-ملک سلطان احمد صاحب ولد ملک خان محمد صاحب
258- شیخ عبدالحق صاحب ولد شیخ میراں بخش صاحب
259-میاں غلام رسول صاحب ولد میاں نبی بخش صاحب
260-چوہدری روشن الدین صاحب ولد چوہدری اللہ دتا صاحب
261-غلام محمد صاحب ولد عبداللہ خان صاحب
262- محمد شفیع صاحب ولد فضل دین صاحب
263- محمد اسلم صاحب ولد پیر محمد صاحب
264-وڈیرا عبدالرحمٰن صاحب ولد وڈیرا رمضان خان صاحب
265-چوہدری غلام محمد صاحب ولد چوہدری فتح علی صاحب
266-چوہدری محمد حسین صاحب ولد چوہدری غلام حسین صاحب
267-میاں محمد اسماعیل صاحب ولد میاں علم دین صاحب
268-چوہدری علی محمد صاحب ولد چوہدری اکبر علی صاحب
269-ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ٹیلر ولد میاں فضل کریم صاحب
270-یونس احمد اسلم صاحب ولد ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم
271-چوہدری بشیر احمد صاحب ولد چوہدری حیات احمد صاحب
272-پی۔محمد صاحب ولد عبداللہ مالا باری صاحب
273-زین العابدین صاحب ولد عبدالقادر صاحب
274-خان عبدالرحمان صاحب ولد خان عبداللہ صاحب
275-میاں غلام رسول صاحب ولد میاں احمد الدین صاحب
276-چوہدری نبی احمد صاحب ولد چوہدری غلام احمد صاحب
277-چوہدری علم دین صاحب ولد امام بخش صاحب
278-غلام رسول صاحب ولد سردار خان صاحب
279-ٹیلر ماسٹر عبدالحق ناصر صاحب ولد ماسٹر عبدالمجید ٹیلر صاحب
280-عبدالرحیم صاحب ولد الٰہی بخش صاحب
281-میاں سلطان احمد صاحب ولد میاں محمد دین صاحب
282- محمد امین صاحب ولد مبارک احمد کرشن صاحب
283-چوہدری شاہ صاحب ولد چوہدری فتح محمد صاحب
284-چوہدری منظور صاحب ولد چوہدری غلام قادر صاحب
285-چوہدری محمد احمد صاحب ولد چوہدری فضل احمد صاحب
286-مولوی محمد ایوب شمس صاحب ولد مولوی غلام محی الدین صاحب

287- چوہدری نذیر احمد صاحب چوہدری خدا بخش صاحب
288- ملک بشیر احمد صاحب ولد ملک عبدالکریم صاحب
289- کریم بخش ڈار صاحب ولد محمد عبداللہ صاحب
290- چوہدری منور علی صاحب ولد چوہدری شیر علی صاحب
291- میاں احمد دین صاحب ولد میاں علم دین صاحب
292- مستری روشن الدین صاحب ولد مستری حسن دین صاحب
293- ملک غلام محمد صاحب ولد ملک بڈھے خان صاحب
294- میاں اللہ رکھا صاحب ولد میاں اروڑا صاحب
295- مستری محمد احمد صاحب ولد مستری محمد اسماعیل صاحب
296- محمد خان صاحب ولد احمد خان صاحب
297- گہنہ خاں صاحب ولد علی بخش صاحب
298- رائے سردار صاحب ولد رائے غلام قادر صاحب
299- ماسٹر عبدالحئ صاحب ٹیلر ولد بابو عطا محمد صاحب
300- چوہدری نبی احمد صاحب ولد چوہدری حاکم دین صاحب
301- میاں نذیر احمد صاحب ولد میاں اللہ دتا صاحب
302- دفعدار محمد عبداللہ صاحب ولد میاں محمد ابراہیم صاحب
303- میاں جلال الدین صاحب ولد میاں تاج الدین صاحب
304- مستری منظور احمد صاحب ولد مستری نظام الدین صاحب
305- عبدالکریم صاحب ولد چوہدری نبی بخش صاحب
306- چوہدری عطاء اللہ صاحب ولد چوہدری نبی بخش صاحب
307- چوہدری نذیر احمد صاحب ولد چوہدری رستم صاحب
308- چوہدری غلام رسول صاحب ولد چوہدری محمد الدین صاحب
309- چوہدری بشیر صاحب ولد چوہدری غلام احمد صاحب
310- چوہدری خدا بخش صاحب ولد چوہدری محمد علی صاحب
311- شریف احمد خان صاحب ولد میاں غلام محمد صاحب
312- غلام حسین صاحب ولد ملک فتح محمد صاحب
313- شیخ سراج الدین صاحب ولد شیخ چراغ الدین صاحب
314- چوہدری بشیر احمد صاحب ولد چوہدری غلام محمد صاحب
315- چوہدری محمد شریف صاحب ولد چوہدری حسن خان صاحب
316- چوہدری مبارک علی صاحب ولد چوہدری بانے خان صاحب

ابتداء میں دو ماہ کے لئے درویشان کا قیام قادیان میں مقصود تھا اور ان کے بدلہ میں پھر نئے احباب نے آنا تھا اس طریق پر تین قافلے آئے۔

پہلا قافلہ

پہلا قافلہ 6 جنوری 1948ء کو قادیان پہنچا جس مندرجہ ذیل عشاق احمدیت شامل تھے۔

317- کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب ولد مہر دین صاحب
318- مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری ولد مولوی محمد اسمٰعیل بقاپوری صاحب
319- بشارت احمد صاحب ولد خوشی محمد صاحب
320- محمد ابراہیم صاحب خادم ولد مہتاب دین صاحب
321- ماسٹر محمد یٰسں صاحب ولد علم دین صاحب
322- سوفی خدا بخش صاحب ولد گوہر خان صاحب
323- میر محمد اکبر صاحب ولد میر محمد ؓ بخش صاحب وکیل
324- حافظ نور الٰہی صاحب ولد محمد عارف صاحب
325- عبدالکریم صاحب حجام ولد اللہ دتا صاحب
326- منظور احمد صاحب گھنوکے ولد ماسٹر یعقوب علی صاحب

دوسرا قافلہ

5 مارچ 1948ء کو صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب چودہ احباب کے ساتھ درویشی زندگی کے لئے قادیان تشریف لائے۔ (تاریخ احمدیت جلد 12 ص 72)

327- صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ولد مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ خلیفۃ المسیح الثانی

328- مولوی عبدالوہاب صاحب عمر ولد مولوی نور الدین صاحبؓ خلیفۃ المسیح اوّل

329- قریشی افتخار احمد اشرف صاحب ولد ماسٹر محمد علی صاحب اظہر 330- بابا اللہ دتا صاحب ولد ماہیا صاحب

331- مستری جان محمد صاحب ولد حسن بخش صاحب 332- عبدالاحد خان صاحب ولد محمد عبداللہ صاحب

333- بابا محمد الدین صاحب ولد بھولا صاحب 334- حاجی ممتاز علی صاحبؓ ولد مولوی ذوالفقار علی خان صاحب گوہر

335- فتح محمد صاحب نانبائی ولد محمد عبداللہ صاحب 336- بابا نور احمد صاحب ولد عمر الدین صاحب

337- تمیم صاحب سیلونی ولد محی الدین صاحب 338- ملک محمد عبداللہ صاحب ولد ملک عبدالرحمٰن صاحب

339- ملک محمد یوسف صاحب ولد ملک علی محمد صاحب 340- ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب ولد نظام الدین صاحب

341- چوہدری عبدالقدیر صاحب ولد چوہدری سردار خان صاحب

تیسرا قافلہ

مئی 1948ء کو 34 عشاق احمدیت کو قادیان آنے اور درویشی اختیار کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس مبارک قافلہ میں 12 صحابہ حضرت مسیح موعودؑ بھی تشریف لائے۔ (تاریخ احمدیت جلد 12 ص 80)

342- منشی محمد دین صاحب واصلباقی ولد نور الدین صاحب 343- بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانیؓ ولد جھنڈا سنگھ صاحب

344- بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ ولد مہتہ گوراں دتا صاحب 345- بابا شیر محمد صاحبؓ ولد دتا خان صاحب

346- بابا سلطان احمد صاحبؓ ولد نور علی صاحب 347- ملک خیر دین صاحب ولد کریم دین صاحب

348- چوہدری حسن دین صاحبؓ ولد فضل دین صاحب 349- چوہدری فیض احمد صاحب ولد غلام غوث صاحب

350- مرزا محمود احمد بیگ صاحب ولد مرزا کریم بیگ صاحب 351- نور محمد صاحب ماشکی ولد اللہ دتا صاحب

352- صدیق احمد صاحب ولد نور محمد ماشکی صاحب 353- محمد ابراہیم صاحب غالب ولد دلاور علی صاحب

354- نور محمد صاحب پونچھی ولد فضل احمد پونچھی صاحب 355- ڈاکٹر عطر دین صاحبؓ ولد بھولا صاحب

356- حافظ عبدالعزیز صاحب ولد محمد بخش صاحب 357- حاجی محمد الدین صاحبؓ ولد نور احمد صاحب

358- بابا صدر الدین صاحب ولد فضل داد صاحب 359- چوہدری جان محمد صاحب ولد چوہدری شاہ محمد صاحب

360- چوہدری فضل احمد صاحب ولد چوہدری میر داد صاحب 361- چوہدری محمد عبداللہ صاحب ولد علی گوہر صاحب

362- چوہدری شکر دین صاحب ولد نواب دین صاحب 363- مولوی غلام محمد صاحبؓ ولد فوجدار صاحب

364- بابا عطاء محمد صاحب ولد جمیعت خان صاحب 365- قاضی فضل محمد صاحب ولد چوہدری موج دین صاحب

366- شیخ محمد یعقوب صاحب ولد تاج محمود صاحب
367- شیخ غلام جیلانی صاحب ولد سمندر دین صاحب
368- حافظ صدر الدین صاحبؓ ولد محمد الدین صاحب
369- بابا اللہ دتا صاحبؓ ولد شاہ باز خان صاحب
370- بابا کرم الٰہی صاحبؓ ولد عیدا صاحب
371- خواجہ ضیاء الحق صاحب ولد عبدالحق صاحب
372- عبداللہ خان صاحب ولد فتح محمد صاحب
373- سید محمد شریف شاہ صاحب ولد سید حسین شاہ صاحب
374- مولوی الہٰ دین صاحبؓ ولد احمد دین صاحب
375- محمد احمد صاحب نسیم ولد ٹی حسین کٹی صاحب (محمد احمد نعیم صاحب)

صحابہ کرام درویشانہ دور میں

1- منشی محمد دین صاحبؓ ولد نور الدین صاحب
2- بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانیؓ ولد چندا سنگھ صاحب
3- بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ ولد مہتہ گوراندتہ مل صاحب
4۔ ڈاکٹر عطر دین صاحبؓ ولد میاں بھولا صاحب
5- مولوی عبدالرحمٰن جٹ صاحبؓ ولد برکت علی صاحب
6- میاں صدر الدین صاحبؓ ولد رحیم بخش صاحب
7- حاجی محمد دین صاحبؓ ولد نور احمد صاحب
8- بھائی شیر محمد صاحبؓ ولد میراں بخش صاحب
9- حافظ صدر دین صاحبؓ ولد محمد دین صاحب
10- حاجی ممتاز علی صاحبؓ ولد خان ذوالفقار علی صاحب
11- بابا اللہ دتا صاحبؓ ولد شہباز خان صاحب
12- سلطان احمد صاحبؓ ولد چوہدری نور علی صاحب
13- میاں الہٰ دین صاحبؓ ولد احمد دین صاحب
14- مولوی غلام محمد صاحبؓ ولد فوجدار صاحب
15- میاں کرم الٰہی صاحبؓ ولد میاں عیدا صاحب
16- چوہدری شیر محمد صاحبؓ ولد دتے خان صاحب
17- بابا اللہ بخش صاحبؓ ولد محکم دین صاحب
18- خواجہ محمد اسمٰعیل صاحبؓ ولد خواجہ غلام رسول صاحب
19- چوہدری محمد احمد صاحبؓ ولد غلام حسین صاحب
20۔ حافظ عبدالرحمٰن صاحبؓ ولد احمد جان صاحب
21- مستری عبدالسبحان صاحبؓ ولد رحمان میر صاحب
22- عبداللہ خان صاحبؓ ولد عبدالغفار خان صاحب
23- چوہدری شیخ احمد صاحبؓ ولد چوہدری غلام رُحم صاحب
24- بابا بھاگ محمد صاحبؓ ولد جیوا صاحب
25- مولا بخش صاحبؓ ولد خیرات اللہ صاحب

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ بِغَیْرِ اِمَامٍ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً (مسند احمد بن حنبل)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حالت میں مرتا ہے کہ اس کا کوئی امام نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

حضرت حذیفہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا۔

جب دنیا میں بے دینی بہت بڑھ جائیگی اور وہ زمانہ بہت بُرا ہوگا۔

حضرت حذیفہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! اس وقت پھر کیا کرنا چاہئے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَلْزِمُ جَمَاعَۃَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِمَامَھُمْ

یعنی ایسے وقت میں مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ شامل ہو کر رہنا چاہئے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی قادیان سے ہجرت کے بعد قادیان کے امراء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ 31 اگست 1947ء کو ایک بجے بعد دوپہر کے قریب قادیان مقدس سے لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔ حضور اقدس نے اپنے بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اےؓ کو قادیان اور محلقہ علاقہ کے لئے امیر نامزد فرمایا۔ آپ حضورؓ کے ارشاد پر 23 ستمبر 1947 کو لاہور پہنچ گئے۔ آپکے تشریف لے جانے کے بعد 23 ستمبر سے 14 اکتوبر 1947ء تک حضرت مرزا عزیز احمد ایم۔ اےؓ، خلف الرشید حضرت مرزا سلطان احمد امیر رہے۔ آپ کے زمانہ امارت میں قادیان و گردوپیش کے حالات زیادہ مخدوش ہوتے گئے 14 اکتوبر کو آپ کی جگہ مولانا جلال الدین شمس امیر مقرر ہوئے جو صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور دیگر اصحاب الرائے احباب کی معاونت سے امارت کے فرائض 16 نومبر 1947 تک سرانجام دیتے رہے۔ 16 نومبر 1947 سے امارت کے فرائض حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؓ فاضل کے سپرد ہوئے۔ (الفرقان، اگست، ستمبر، اکتوبر 1963 ص۔100)

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؓ کی وفات (1976ء) کے بعد سے محترم حضرت مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم اپنی وفات 29 اپریل 2007ء تک ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی درویشانِ قادیان کیلئے زریں ہدایات:

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے قادیان سے لاہور چلے جانے کے بعد امیر کے فرائض محترم مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ کے سپرد ہوئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو اپنے مکتوب مورخہ 1947-11-12 میں جو زرّیں ہدایات فرمائیں وہ درج ہیں۔ یہ ہدایات ہی آئندہ کی درویشی زندگی کے لئے لائحہ عمل تھیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ۔

مکرمی شمس صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج معلوم ہوا ہے کہ جو کنوائے جانا تھا وہ کل کے کنوائے کی وجہ سے منسوخ ہو گیا ہے۔ اب کوشش کر رہے ہیں کہ دوبارہ اس کی اجازت مل جائے۔ خدا کرے مل جائے تو پھر یہ خط آپ کو مل جائیگا ورنہ جب خدا چاہے گا آپ لوگوں کی ملاقات کا موقع میسر آ جائے گا۔

ا۔ مجھے افسوس ہے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہاں کوئی تنظیم نہیں۔ علماء کو بغیر غور کے باہر نکال دیا گیا ہے۔ وہاں صرف مولوی عبدالقادر صاحب اور مولوی ابراہیم صاحب ہیں۔ اب ہم کوشش کریں گے۔ اگر ہو سکا تو محمد شریف امینی کو بھجوایا جائیگا۔ حالانکہ علماء بھی آخری قافلہ میں جا سکتے تھے۔ قادیان میں خرچ بے تحاشا ہوا ہے اور تنخواہوں کے خرچ کے علاوہ صرف اکتوبر میں اوپر کے اخراجات کے متعلق ساڑھے چھ ہزار کی تفصیل آئی ہے۔ اس سے پہلے تو سارے مہینے کی آمدن ہی چھ ہزار تھی۔ اکتوبر میں کچھ زیادتی ہوئی۔ نومبر اسی طرح چل رہا ہے کوئی خاص زیادتی نظر نہیں آتی بلکہ کمی کا خطرہ ہے۔ ان حالات میں اتنا خرچ کس طرح برداشت کیا جا سکتا ہے۔ میرے نزدیک قادیان میں چونکہ غلہ موجود ہے۔ دس روپیہ فی کس سے زیادہ کھانے کا خرچ نہیں ہونا چاہئے۔ مستقل محافظوں کو تو گزارہ ملتا ہے اُن کے گزارہ میں سے اُن کا خرچ کاٹنا چاہئے دیہاتی مبلغین کو بھی گزارہ ملتا ہے۔ اُن کے گزارہ میں سے بھی کھانے کا خرچ نکالنا چاہئے۔ گندم چونکہ موجود ہے اس لئے میرے خیال میں گندم کے علاوہ دس روپے سے زیادہ مہینہ کا خرچ نہیں ہونا چاہئے۔ اس طرح کل خرچ اڑھائی ہزار روپے ماہوار ہوگا۔ اس میں سے قریباً سترہ سو روپیہ ایسے لوگوں سے واپس مل جائیگا جن کو گزارے ملتے ہیں۔ اور باقی صرف آٹھ سو روپے کا خرچ رہ جائیگا۔ گزاروں کی رقم مستقل محافظوں اور دیہاتی مبلغوں کی اگر ملائی جائے تو پانچ ہزار کے قریب بنتی ہے۔ آٹھ سو روپیہ پہلا اور پانچ ہزار یہ ملا کر پانچ ہزار آٹھ سو روپیہ بنتا ہے۔ جو لوگ باہر سے آئے ہوئے وہاں رہیں گے اُن کی تعداد ساٹھ کے قریب ہوگی اور قادیان والوں اور باہر سے آنے والے لوگوں کی تعداد قریباً ایک سو پچاس ہوگی۔ ان لوگوں پر تیل اور صابن وغیرہ کے لئے بھی پانچ پانچ روپے خرچ کئے جائیں تو ساڑھے سات سو روپے کے قریب یہ بنتا ہے۔ صفائی وغیرہ اور دوسرے اخراجات دفتری کے لئے قریباً سو روپیہ رکھا جائے تو سات ہزار روپیہ بن جاتا ہے۔ یہ کھانے اور گزاروں اور تنخواہوں کو ملا کر رقم بنتی ہے۔ لیکن مستقل محافظ اور دیہاتی مبلغ غالباً اپنے

گزاروں میں سے کچھ رقم اپنے رشتہ داروں کو باہر بھجوانا چاہیں گے۔ میرے خیال میں وہ رقم تین ہزار سے کم نہیں ہوگی۔ اس کو نکال دیا جائے تو چار ہزار روپیہ ماہوار کا خرچ ہوتا ہے۔ اس طرح جو قادیان میں موجود روپیہ ہے اسی کے ساتھ آٹھ مہینے تک آسانی سے گزارہ کیا جاسکتا ہے۔......

۳۔ قادیان میں جو گندم ہے اُس میں سے دو ہزار من ڈیڑھ سال کے خرچ کے لئے رکھ لیجائے۔ گندم اچھی طرح رکھی جائے تو دو دو تین تین چار چار سال تک رکھی جاسکتی ہے۔ باقی چار ہزار من اگر حکمت کے ساتھ فروخت کردی جائے تو چالیس ہزار روپیہ کی رقم اور آجائے گی۔ اس طرح قریباً ڈیڑھ سال کا خرچ قادیان میں محفوظ رہے گا۔ وہاں کے لوگوں کا صرف یہی کام نہیں کہ بیٹھے رہیں۔ انکا کام یہ بھی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک مستقل آبادی کی صورت دیں اور اُسی جگہ مستقل آمدنی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ مگر یہ ضرور کوشش ہونی چاہئے کہ گندم ضبط نہ ہوجائے۔ فروخت ہو مگر محتاط طریق پر۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کو گندم کی فروخت کا لائسنس دلا یا جائے۔

۴۔............ مَیں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اب پھر لکھتا ہوں کہ اب جو لوگ وہاں رہیں۔ اُن کو یہ سمجھ کر رہنا چاہئے کہ انہوں نے مکی زندگی اور مسیح ناصری والی زندگی کا نمونہ دکھلانا ہے۔ اگر ہمارے کسی آدمی کی سختی کی وجہ سے یا مقابلہ کی وجہ سے مقامات مقدسہ کی ہتک ہوئی تو اسکا ذمہ دار وہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کے ذریعہ سے ہم کو یہ نمونے دکھائے ہوئے ہیں۔ اب نصیحت اور تبلیغ اور ضمیر کے سامنے اپیل کرنے سے کام لینا چاہئے اور دُعا اور گریہ وزاری اور انکساری سے کام لینا چاہئے اور ظلم برداشت کرکے ظلم کو روکنے کی کوشش کرنی چاہئے جب تک یہ طریق ہماری وہاں کی آبادی نہیں دکھائے گی۔ دوبارہ قادیان کا فتح کرنا مشکل ہے۔ ہمارے آدمیوں کو چاہئے کہ وہ دعائیں کریں اور روزے رکھیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کو دعاؤں کی قبولیت اور الہام کی نعمت میسر آجائے پھر وہ اس نعمت کے ذریعہ سے سکھ اور ہندو آبادی کے دلوں کو فتح کریں...... میں نے اوپر لکھا ہے کہ وہاں خود اپنی آمدن پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے چار ذرائع ہیں۔ اوّل: دوکانوں کا افتتاح، دوم: طِب، سوم: زمینداری۔ ہمارے لڑکے وہاں موجود ہیں وہ کہیں کہ ہم اپنی زمینوں میں ہل چلانا چاہتے ہیں۔ سب لوگ مل کر خود ہل چلائیں۔ زمینوں کو آباد کریں۔ قادر آباد جو مشرق میں واقع ہے وہ اور اُس کے ساتھ ہماری سوڈیڑھ سوا یکڑ زمین ہے اگر اس میں غلہ اور ترکاری وغیرہ کی کاشت کریں۔ گنا بوئیں اور کواپریٹو فارم کے طور پر کام شروع کریں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میں سے اکثر کا گذارہ پیدا ہوسکتا ہے اور کم سے کم ایک سال کا غلّہ اور ترکاری اور دودھ اور گھی اور انڈا مفت مل سکتا ہے۔ چونکہ آدمیوں نے بدلتے رہنا ہے، اس لئے کواپریٹو اصول پر یہ کام ہونا چاہئے۔ چوتھے: چھوٹی چھوٹی صنعتیں جاری کی جائیں۔ جیسے بٹوے بنانا، بیگ بنانا اور اسی قسم کے اور کام ہیں۔ آدمی ہم باہر سے کام سکھا کر وہاں بھجوا سکتے ہیں۔ اس طرح بھی بہت سی آمد پیدا کی جاسکتی ہے۔ جب چیزیں بن جائیں تو وہ مشرقی یا مغربی پنجاب کی منڈیوں میں بیچنے کے لئے بھیجی جاسکتی ہیں۔ بہر حال قادیان کی آبادی تصوف کے اصول پر ہی قائم کی جاسکتی ہے۔ اور تصوف کا اصول یہ ہے کہ کم گفتن وکم خوردن وکم خفتن۔ باتیں تھوڑی کی جائیں۔ کھانا تھوڑا کھایا جائے۔ سویا کم جائے اور اس کے مقابلہ میں ذکر الٰہی زیادہ کیا جائے۔ محنت زیادہ کی جائے اور خدمتِ خلق زیادہ کی جائے ان چار اصولوں پر چل کر روٹی کی فکر باقی نہیں رہتی لوگوں کی مخالفت کی روح ٹوٹ جاتی ہے اور خدا کے فضل زیادہ سے زیادہ نازل ہونے لگتے ہیں۔

(۵) چونکہ آئندہ کنوائے بند ہوگا۔ فون، تار اور ڈاک کے ذریعہ کام لیں۔...... میں نے سُنا ہے بجلی کا خرچ بالکل بے فائدہ اور لغو کیا جاتا ہے اور بڑا بھاری بل ادا کرنا پڑتا ہے۔ ان دنوں اس قسم کا خرچ نہایت ہی افسوسناک امر ہے۔ آپ لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ خدانخواستہ ملک میں اگر کوئی اور گڑبڑ ہوئی تو ہم پیسہ بھی آپ لوگوں کو نہیں بھیج سکیں گے۔ اور شاید اس موجودہ تین ہزار روپے سے ہی آپ کو سالوں گذارنے پڑیں گے۔ اس لئے فوراً اپنی آمدن پیدا کریں اور فوراً اپنے اخراجات کو انتہائی درجہ تک گرادیں۔ ہاں صحت کا خیال ضروری رکھا جائے ہوسکتا ہے کہ باورچی بھاگ جائیں یا باورچی نہ ملیں اس لئے مومنانہ قربانی سے کام لیتے ہوئے ہر شخص روٹی پکانا سیکھے۔ جس طرح ہر سپاہی روٹی پکا سکتا ہے۔ اسی طرح قادیان میں رہنے والے ہر شخص کو روٹی پکانی آنی چاہئے۔ تا کہ ضرورت کے موقعہ پر بیماری اور تکلیف کا شکار نہ ہونا پڑے۔ جو کام لوگ دنیا کی خاطر کر سکتے ہیں۔ آپ لوگ دین کی خاطر کیوں نہیں کر سکتے۔ فوجوں میں بھی ہوتا ہے کہ چار آدمیوں میں سے ایک آدمی باری باری روٹی پکاتا ہے۔ اور تین آدمی دوسرے کام کے لئے فارغ ہوتے ہیں۔ زیادہ مل کر انتظام کیا جائے۔ تو غالباً دس آدمیوں کے پیچھے ایک آدمی روٹی پکانے والا کافی ہوسکتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مشق ہوجائے تو فی آدمی تیس آدمی کا کھانا بھی پکا سکتا ہے۔ گھی، مسالحہ ہم نے اتنا بھیج دیا ہے کہ اُن آدمیوں کے لئے غالباً سال سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے کافی ہو۔

(۶) قادیان کے انتظام کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ایک کمیٹی وہاں کام کرے گی۔ امیر اس کا صدر ہوگا اور اس کے ممبر ہمارے خاندان کے دونوں نمائندے، محاسب، ناظر بیت المال، تحریک جدید کا ایک نمائندہ، دونوں مبلغ، باہر سے آنے والوں کا ایک نمائندہ، قادیان کے آدمیوں کا ایک نمائندہ، ڈاکٹر اور امور عامہ کا ایک نمائندہ ہوگا۔ اس کمیٹی کا نام صدر انجمن احمدیہ ہوگا اور اسی کا نام تحریک جدید ہوگا۔ اور اسی کا نام مقامی کمیٹی ہوگا۔ یہ کمیٹی قادیان کی آبادی کو قائم رکھنے، اخراجات کا کنٹرول کرنے، دینی روح پیدا کرنے، ہر قسم کے آمد کے ذرائع پیدا کرنے، مقامات مقدسہ کی حفاظت، تبلیغ اور اس تمام علاقہ کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کی ذمہ دار ہوگی جو اس وقت احمدیہ جماعت کے ہاتھ میں ہے۔ اوپر کے بتائے ہوئے قاعدے کے مطابق اُس کے کل ممبر بارہ ہیں۔ لیکن اُن میں ضرورت کے مطابق زیادتی بھی کی جاسکتی ہے۔ بہر حال ہمارے نزدیک اتنے آدمیوں سے ہر حصہ کی نمائندگی ہو جاتی ہے۔ اصل چیز تو یہی ہے کہ اپنے رسوخ کو اتنا بڑھایا جائے کہ وہاں کے ہندو اور سکھ آپ لوگوں کے مرید بن جائیں اور وہیں سے آمد پیدا ہونی شروع ہو جائے اور یہ مشکل نہیں۔ اپنی ذمہ داری کو آپ لوگ سمجھیں تو ایسا ہو سکتا ہے۔

خلیل احمد اپنی مذہبی تعلیم کو جاری رکھے اور خود مطالعہ کر کے اور علماء سے مدد لے کر اپنی پڑھائی میں حرج نہ ہونے دے اور کچھ وقت دیہاتی مبلغوں کو پڑھائے۔ کیونکہ پڑھانے سے علم بڑھتا ہے۔ عزیز ظفر احمد کو بھی مذہبی معلومات بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے اور یہی نصیحت میری تمام قادیان کے رہنے والوں کو ہے۔ چھ سات گھنٹے ہر شخص کچھ نہ کچھ کمائی کے لئے خرچ کرے دو گھنٹے ہر شخص ایسے رنگ میں تبلیغ کرے کہ کوئی جھگڑے والی بات نہ پیدا ہو اور تصوف کی طرف لوگوں کو مائل کر کے احمدیہ جماعت کی دعاؤں کی قبولیت، خدا تعالیٰ کے الہامات، اُس کی تائید، نصرت اور بیماروں کی شفاء وغیرہ کی طرف توجہ دلائیں۔ ایک دو گھنٹے قرآن کریم کے درس اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کے پڑھنے میں صرف کئے جائیں۔ تہجد کی ہر شخص عادت ڈالے۔ وہاں رہنے والے ہفتہ میں ایک دو روزے ضرور رکھیں۔ تہجد کی عادت ڈالنے کے لئے یہ طریق مقرر کر دیں کہ تراویح کی طرح سارا سال ہی نماز تہجد مسجد میں ہوا کرے یا اپنے اپنے حلقوں میں با جماعت تہجد کی عادت ڈالی جائے تمام کتب دفتر خلافت میں جمع کر دی جائیں۔ میری لائبریری کی الماریاں اکثر خالی ہوں گی ان میں رکھ دی جائیں۔ تمام اخباروں کے فائل اکٹھے کر لئے جائیں وہ بڑا قیمتی خزانہ ہے اور تاریخ سلسلہ کی بنیاد اس پر ہے۔ تمام لٹریچر کی لسٹیں بنوا کر یہاں بھجوائی جائیں۔ اور وہاں بھی محفوظ رکھی جائیں۔ حضرت صاحب کی کتب کے کچھ سیٹ وہاں رہیں اور کچھ یہاں آجائیں۔ اسی طرح میری کتابوں کے کچھ سیٹ وہاں رہیں اور کچھ یہاں آجائیں۔ تفسیر کبیر کی کچھ جلدیں بھی وہاں رکھی جائیں۔ حضرت صاحب کا جو لٹریچر آیا ہے مجھے نہیں معلوم کہ اس میں حضرت صاحب کے اشتہارات کا مجموعہ شامل ہے یا نہیں۔ اگر وہ نہ آیا ہو تو اُس کی کچھ کاپیاں یہاں بھجوائی جائیں اور کچھ کاپیاں وہاں رکھی جائیں، پرانی تفسیریں بھی کچھ وہاں رکھی جائیں تاکہ وہاں رہنے والے ان سے فائدہ اُٹھاتے رہیں۔

باقی دعائیں بہت کرتے رہیں۔ قادیان سے بھی زیادہ اس طرف کو خطرہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر جا کر اور مسجد مبارک میں بہت دعائیں کریں۔ یاد رکھیں کہ دعاؤں اور برکتوں کی جگہ قادیان ہے وہاں کے رہنے والے قادیان کی حفاظت کے علاوہ جماعت کی حفاظت کا کام بھی کریں گے کیونکہ بیرونی جماعتوں کی حفاظت میں قادیان کے لوگوں کی دعائیں بہت کچھ کام دے سکتی ہیں۔ اگر خدانخواستہ بیرونی جماعتوں پر اور کوئی آفت آئے تو قادیان کی جماعت کو یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ احمدیت اور اسلام کا جھنڈا قائم رکھنا اُن کا فرض ہے۔ تمام دنیا میں احمدیہ لٹریچر کی حفاظت اور تبلیغ وہ اپنا کام سمجھے بہر حال احمدیت کا بیج دنیا سے مٹ نہیں سکتا۔ اور ہر مومن کا فرض ہے کہ اس بیج کو بڑھانے اور پھیلانے میں حصہ لے۔

یہ خط اپنے پیچھے رہنے والے امیر اور نائب امیر اور نگران محافظین کو پڑھا دیں اور وہ اپنے وقت پر اپنے بعد والوں کو پڑھا دیں تا سب کے ذہن میں رہے۔

مرزا محمود احمد ۱۲-۱۱-۴۷

(مکتوبات اصحاب احمد جلد اول صفحہ: ۳۹ تا ۴۴)

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشادات



’’انیسویں صدی کی دوسری چوتھائی میں ہندوستان میں ایک بچہ پیدا ہوا اور اس نے ایک ایسے ماحول میں پرورش پائی۔ جو ماحول مذہبی اور دینی نہ تھا لیکن اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ایک موجیں مارنے والے سمندر کی طرح جوش مار رہی تھی اور ایک جلا دینے والی آگ کی طرح اس کے دل میں بھڑک رہی تھی مگر دنیا اس سے واقف نہ تھی۔ اس کا خاندان (جو ایک رئیس خاندان تھا) اسے دنیاوی لحاظ سے ایک نکما وجود سمجھتا تھا۔ ان کے نزدیک نہ یہ دنیا کا فائدہ پہنچا سکتا تھا اور نہ خاندان کی عزت قائم رکھ سکتا تھا۔ اس لئے وہ اس سے کلیتاً لاپرواہی برتا کرتا تھا یہاں تک کے دسترخوان کے بچے کھچے ٹکڑے اس کے کھانے کے لئے رکھ دئے جاتے تھے جیسا کہ خود اس پاک وجود نے فرمایا:

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ کَانَ اُکُلِیْ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 596)

کہ اس زمانہ میں دسترخوان کے بچے ہوئے ٹکڑے مجھے کھانے کے لئے دئے جاتے تھے۔ پس گھر والے بھی اس کو نہ پہچانتے تھے۔ وہ وجود اپنے خاندان سے بھی او جھل اور پوشیدہ تھا۔ پھر جب ہم علاقہ کو دیکھتے ہیں تو اس میں اس مقدس وجود کا خاندان ایک رئیس خاندان تھا جو روساء اس پاک وجود کے والد کی ملاقات کے لئے آتے اور ان سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے وہ بھی نہیں جانتے تھے کے ان کا کوئی صاحبزادہ مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے نام سے بھی موسوم ہے۔ وہ ان کا متعارف نہیں تھا اور وہ اس سے متعارف نہیں تھے۔

پھر جس قصبہ میں وہ پاک وجود پیدا ہوا وہ قصبہ بھی غیر معروف تھا۔ اس قصبہ میں دنیا کی کوئی خوبی نظر نہ آتی تھی۔ دور کی دنیا تو کیا خود اس ملک کی نگاہ سے بھی قادیان او جھل اور چھپا ہوا تھا۔

’’کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر‘‘

(بحوالہ خطبات ناصر جلد اول صفحہ 14 مطبوعہ 2005ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ربوہ میں درویشان قادیان سے خطاب بر موقع جلسہ سالانہ ربوہ 1967ء

ہندوستان میں گرانی:

(i) حضور نے ہندوستان میں گرانی کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا آجکل ہندوستان میں جہاں آپ رہتے ہیں گرانی بہت ہے اور قلت غذائیت کا مسئلہ درپیش ہے اب تو یہاں پر بھی گرانی شروع ہو گئی ہے۔ مگر وہاں نسبتاً زیادہ ہے بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک سالی بہت ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ قادر ہے وہ بغیر بارش کے بھی فصلوں کی حالت درست کر کے قحط کی حالت کو دور کر سکتا ہے۔ آپ لوگ خدا کی توفیق سے قادیان میں رہائش رکھتے ہیں اور شعائر اللہ کو آباد رکھنے اور ان کی برکات سے خود بھی اور آپ کی اولادوں کو بھی متمتع ہونے کا موقعہ مل رہا ہے آپ کا دعویٰ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے لئے قربانی دے رہے ہیں اگر یہ دعویٰ درست ہے تو جتنی تکالیف اس ملک کے دوسرے لوگ مجبور ہو کر برداشت کر رہے ہیں۔ اگر قادیان والوں کو اس سے زیادہ تکالیف کا سامنا رہا وہ لوگ محض مجبور ہیں انہیں نہ قربانی کا دعویٰ ہے اور نہ وہ اس تکلیف پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کے امیدوار ہیں۔ اس کے برعکس آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ خدا کی خاطر ہم لوگ قادیان میں ٹھہرے ہیں۔ اگر کبھی حالات پریشان کن صورت اختیار کر جائیں تو بڑے صبر سے کام لیں۔ بلکہ ضرورت کے وقت آپ لوگ زیادہ سے زیادہ قربانی دینے کے لئے تیار رہیں۔ میں اپنے رب سے امید رکھتا ہوں کہ وہ آپ کو اس کی توفیق دے دیگا۔

(ii) غذائی قلت کے مقابلہ کے لئے تدابیر

حضور نے فرمایا قادیان میں رہنے والوں پر بھی ایسے حالات آ سکتے ہیں۔ کہ انہیں غذائی قلت کا سامنا ہو ایسے وقت ایک تو کم سے کم کھانا کھانے کی عادت ڈالنی چاہئے اس طریق سے بھی غذائی قلت کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے دوسرے یہ کہ دیگر ضروریات کو چھوڑ کر صرف غذائی ضرورت کو مقدم کیا جائے مثلاً حالات کا موازنہ کر کے دیکھا جائے کہ نیا کپڑا بنوانا زیادہ ضروری ہے یا غذا خرید کر بھوک دور کرنا ہے۔ اگر آپ مثلاً سال بہ سال تین سال تک نیا کپڑا نہ خریدیں اور پیوند لگا کر کپڑے پہنتے رہیں تو یہ ایسی قربانی ہے کہ بغیر کسی خرابی پیدا ہونے کے آسانی کے ساتھ کی جا سکتی ہے۔ آخر صحابہ کرام میں سے بہت سے ایسے تھے پیوند لگے کپڑے پہن لیتے تھے۔ وہ ایسے شوقین نہ تھے جب خدا دیتا ہے تو ایسے وقت میں اچھا اور قیمتی کپڑا پہننا

برانہیں۔حضور نے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا غالباً 44ء کی بات ہے کہ ایک دفعہ میں دہلی گیا جامع مسجد کی سیڑھیوں پر کھدر بک رہا تھا۔ جو 6/7 آنے گز تھا۔ میں نے تین اچکنوں کا کپڑا خرید لیا۔ قادیان آئے تو اچکن کی سلائی دریافت کی۔ معلوم ہوا کہ دس روپیہ لیتے ہیں۔ آخر قادیان کے ایک بوڑھے درزی محمد حسین صاحب اچکن کے کپڑے کی قیمت کے برابر سلائی پر رضامند ہوگئے۔ چنانچہ دیر تک میں اس کو پہنتا رہا۔حضور نے فرمایا 52ء میں مجھے ایک ماہ پچیس دن تک جیل میں رہنا پڑا۔ (اینٹی احمدیہ ایجی ٹیشن کے سلسلہ میں بعض غلط رپورٹوں کی بنا پر اس وقت کی حکومت نے حضور انور کو اور جماعت کے بعض دوسرے اکابر لوگوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ بعد میں غلط فہمی دور ہوجانے پر سب کی باعزت رہائی عمل میں آئی۔ حضور کا اشارہ اسی واقعہ کی طرف ہے۔) تو شروع میں بیس روز ہمیں ''سی'' کلاس میں گزارنے پڑے۔ جہاں دستور کے مطابق جیل ہی کے تنگ اور ادنیٰ قسم کے کپڑے پہننے ہوتے ہیں یہ کپڑے اکثر اتنے تنگ تھے کہ میں سانس لیتا تو ان کے ٹانکے کھل جایا کرتے تھے۔ بہر حال میں نے بڑی خوشی سے انکو پہنا۔اس وقت مجھے یہ خیال بھی نہیں آیا کہ میں کوئی قربانی دے رہا ہوں۔تو آپ خاص حالات کے وقت اگر تھوڑے کپڑے بنوائیں یا پہلے کے ہی تیار شدہ کپڑوں پر ہی گذارہ کریں تو یہ کوئی خاص قربانی نہیں مگر دور اندیشی ہے جس پر آپ لوگوں کو عمل کرنا چاہیئے۔اخراجات میں کمی کی صورتیں: حضور نے فرمایا اسی طرح مختلف قسم کے اخراجات میں کمی کا ایک ذریعہ صابن ہے کچھ نہ کچھ صابن پر بھی خرچ اُٹھ جاتا ہے۔ اگر ایسا تنگ وقت آن پڑے تو کھانا مقدم سمجھا جائے اور صابن کے ساتھ کپڑوں کی صفائی کو ثانوی حیثیت دی جائے۔اسی طرح کفایت کا طریق برتا جاسکتا ہے۔

(iii) جہاں تک پانی کی قلت ہے وہاں اس بات کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پانی کی کمی ہوجاتی تھی۔ چنانچہ اسلامی تعلیمات میں بھی اس کے مطابق گنجائش موجود ہے۔مثلاً وضوء کے وقت ہر عضو کو تین کی بجائے ایک بار بھی تر کر لینے سے وضو مکمل ہوجاتا ہے اسی طرح اگر پانی کو کم خرچ کر کے بھی پیسے بچائے جاسکتے ہوں تو ایسا کر لینا چاہیئے۔آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی خدا کی قدرت نے پانی بڑھانے کے معجزات دکھائے مگر سب کے ساتھ ایسا ہونا ضروری نہیں۔تاریخ میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب قیصر کے ساتھ مقابلہ ہو رہا تھا تو خالد بن ولید کو حکم ملا کہ نصف فوج کو لے کر پہنچے وہ وقت ایسا تھا کہ پانی نہیں ملتا تھا۔اس وقت اونٹ ذبح کر کے اس کے معدہ میں پانی کا جو ذخیرہ ہوتا تھا صحابہ کرامؓ اس کا استعمال کرتے۔آخر اس میں بساند بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ اونٹ کے جسم کے اندرونی حصہ نے اس پر بہر حال اثر کیا ہوگا۔مگر صحابہؓ نے اس پانی کو استعمال کیا۔اسی طرح ایک طریق وہ ہے جس کا احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا کہ سارے کھانے اکٹھا کرو۔ پھر حضورؐ نے سب لوگوں میں حصہ رسدی تقسیم فرمایا۔حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ایسے حالات آجائیں تو سب قسم کی باقی ضروریات کو چھوڑ کر کھانا ملنے کی ضرورت کو پورا کیا جانا ضروری ہوگا۔ وہاں ایسا انتظام بھی ہوسکتا ہے کہ مقررہ تنخواہیں اور گزارے بند کر دئے جائیں۔اور سب کو لنگر سے مقررہ مقدار میں کھانا دیا جائے۔حضورؒ نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ کھانا کھانے کی کچھ ضرورت ہے اور کچھ عادت ہے اس میں فرق کرنا چاہیئے۔

(iv) خوراک دو قسم کی ہوتی ہے۔ایک وہ ہے جو عادت کے مطابق کھائی جائے مثلاً پیٹ بھر کر کھانا۔ایک کھانے کی بجائے کئی کھانے کھالینا۔ایک خوراک وہ ہوتی ہے جو اس لئے کھائی جاتی ہے کہ ہماری زندگی قائم رہے اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاک نمونہ ہمارے سامنے موجود ہے۔حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے سوچا کہ میں اس پر کہاں تک عمل کر سکتا ہوں۔ چنانچہ ہمارے گھروں میں جو پھلکا پکتا ہے اس کے نصف تک اپنی خوراک کو لے آیا۔ میں نے دیکھا کہ اس سے میری صحت میں کسی طرح کمی نہیں آئی۔ میں کام بھی باقاعدہ کرتا ہوں۔حضورؒ نے فرمایا: انسان کے معدہ کو ایک کھانے کی عادت ہوتی ہے۔ اور ایک اس کی لازمی ضرورت ہے۔ عادت کو کم کیا جاسکتا ہے۔اور لازمی ضرورت کو بعض دوسرے طریقوں سے جو منفی کہلاتے ہیں پورا کیا جاسکتا ہے۔مثلاً قلتِ غذا کے وقت گاجر سے انسان پیٹ بھر سکتا ہے۔ گو اس میں غذائیت کم ہوتی ہے۔لیکن اس سے آسانی سے پیٹ بھر جاتا ہے۔حضورؒ نے قادیان میں کھیتی باڑی کرنے والے دوستوں کو خصوصیت سے ہدایت دی کہ ان کو چاہیئے کہ کثرت کے ساتھ ترکاریاں اور آلو اُگائیں۔تا اس قسم کی چیزوں کے ساتھ قلت غذا کا مقابلہ کیا جاسکے۔ اور وقت آنے پر کسی طرح کی تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ پھر ہمیں عقل اور دیگر ظاہری سامانوں کو عمل میں لانے کے ساتھ ساتھ خدا پر توکل بھی کرنا چاہیئے اور اپنی طرف سے پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ قادیان میں کھانے کی کمی کے وقت کوئی تکلیف پیدا نہ ہو۔ہمیں خدا کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ

دوسروں کے مقابلہ میں غذائی قلت کے ایسے حالات ہم پر نہیں آئے۔ جو ملک کے بعض دوسرے حصوں میں آئے۔اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ بعض لوگ اخبار یں اور دوسری قسم کی امداد یں کرتے ہیں آپ کی نگاہیں ایسی امدادوں کی طرف بھی نہیں اُٹھنی چاہئیں، آپ لوگ ہر آن خدا کو اپنا رازق جانیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق رازق ہونے کا خیال تک نہ آنے دیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے کا موجب بن جائیں گے۔آپ کی ذمہ داری تو آپ کے ربّ نے لی ہوئی ہے۔لوگ آپ کے رازق نہیں۔ وہ تو خود محتاج ہیں۔اور خدا تعالیٰ سے اجر پانے کے لئے اور اس کو راضی کرنے کی غرض سے آپ کی مدد کرتے ہیں۔آپ لوگ ان کی طرف نہ دیکھیں۔ بلکہ ہمیشہ اپنے ربّ کے شکر گزار بنے رہیں۔اس حقیقت کو ہمیشہ اپنے پیشِ نظر رکھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہوتا کہ جو تمہارے ساتھ حسن سلوک کرے اس کا شکر کرو تو خدا کی قسم ہم ایسے لوگوں کو شکر کرنے کے لئے بھی تیار نہ ہوتے۔ یہ تو خدا کا حکم ہے کہ بندوں کا شکر کرو تا میرا شکر ہو۔اس لئے ہم بندوں کا شکر کر لیتے ہیں۔توحید خالص کا جو مقام ہے وہ اُسے دو جو لوگ ثواب کمانے کی غرض سے خرچ کرتے ہیں۔وہ بھی خدا ہی سے اجر چاہتے ہیں۔پس خدا کے سوا کسی کی طرف نگاہ نہیں رکھنی چاہیئے۔اور اس قسم کا ذہنی ماحول ہمیشہ ہی قائم رہنا چاہیئے۔حضورؒ نے فرمایا کہ 47ء کے مخالف حالات میں محض خدا نے ہی آپ کو محفوظ رکھا اس وقت کوئی شخص اپنے زور سے نہیں بچ سکتا تھا۔اگر وہاں کے احمدی محفوظ رہے تو یہ خدا کے فضل سے ہوا۔اس میں کسی کا اپنا دخل نہیں۔اس وقت اس علاقہ میں آگ لگی ہوئی تھی۔ ایسے حالات میں باہر سے آنے والے بیس تیس ہزار آدمیوں کو قادیان میں پناہ ملی۔انہیں کھانا کھانے اور رہائش کی جگہ ملی۔ایسے وقت میں کسی اَور نے نہیں بچایا بلکہ خدا نے اپنے حکم سے قادیان کی حفاظت کی۔ 47ء میں خدا تعالیٰ کی قدرت کے بڑے بڑے ہی ایمان افروز واقعات ظاہر ہوئے۔ضروری ہے کہ نئی پود کو ان واقعات سے آگاہ کیا جائے تا کہ ان کے ایمان پختہ ہوں۔

(v) حضورؒ نے اپنا روح پرور خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ 52 سال تک محبت اور پیار کے ساتھ اپنی جماعت کی تربیت کرتے رہے۔حضورؓ لوگوں سے نذرانے قبول فرماتے مگر اسکے ساتھ اس کی قیمت بھی ادا فرماتے اس کی قیمت چہرے کی وہ سرخی اور دل کا وہ احسان ہوتا تھا جو دعا کی شکل میں نذرانے دینے والے کے حق میں ظاہر ہوتا۔اللہ تعالیٰ کے دینے کے ایسے ذرائع اور راستے ہیں کہ ان کے متعلق انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔خدا تعالیٰ جب دینے پر آتا ہے تو ایسے ایسے راستوں سے دیتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔خدا کے دروازے کو چھوڑ کر کسی عاجز بندے کے متعلق آپ کبھی خیال نہ کریں کہ وہ آپ کی ضرورت پورا کرنے والا ہوگا۔خدا پر کامل توکل کا مقام حاصل کریں۔ایسے ماحول میں صرف اسی کی طرف آپ کی نگاہیں اُٹھتی رہیں کسی اور طرف نہ جائیں پانچ سو سال بعد جب تاریخ دان تاریخ لکھیں تو آپ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے پیار و محبت کے سچے واقعات ان کے سامنے آئیں۔اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے محبوں سے پیار کر رہا ہے۔ یہ ایسی قیمتی چیز ہے کہ ایک دن کے پیار کے مقابلہ پر اگر ساری عمر سجدہ میں پڑے رہیں تو اس کا شکر ادا نہیں کیا جاسکتا۔حقیقت یہ ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی ہستی ایسی نہیں جو بندوں سے اس طرح سچا پیار کرتی ہو۔حضور نے اپنے خطاب میں آخر میں فرمایا کہ ایک اور بات کو یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ اگر کبھی کسی سے کوتاہی ہو جائے تو اس کی کوتاہی پر درگذر کیا جائے۔ جماعت احمدیہ یا مسلمان ایک بڑی مضبوط اخوت میں بندھے ہوئے ہیں۔آپس میں محبت اور پیار کے ساتھ رہیں۔ دوسرے پر بدظنی نہ کریں غصہ میں آ کر آپے سے باہر نہ ہو جائیں۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ دوسرے کی خاطر خود تکلیف برداشت کرتا جائے۔ ہر اس موقعہ سے بچیں جس سے دوسروں کی تحقیر کا پہلو نکلتا ہو۔آپ اپنے آپ کو ہمیشہ انتہائی عاجزی اور تقویٰ کے مقام پر رکھیں تواضع عاجزی اور انکساری خدا کو مرغوب ہے اور یہی بندے کا اصل مقام ہے۔ ہمیشہ خدا کے عاجز بندے بن کر دن گذاریں۔ اور عجز وانکسار کے ساتھ اسی کے حضور جھکتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور آپ کی اولادوں کو بھی اپنی حفظ وامان میں رکھے۔خطاب کے اختتام پر فرمایا مجھے کئی دن سے نزلہ زکام اور کھانسی کی شکایت ہے اس کے باوجود میں خدا کے فضل سے تیس چالیس منٹ بولا ہوں۔ پہلے میں دعا کر لیتا ہوں اس کے بعد باری باری ملاقات ہوگی۔لیکن جس طرح آپ کو گلے ملنے کی خواہش ہے میرا بھی دل چاہتا ہے کہ آپ سے سب سے گلے ملوں۔مگر بیماری کی وجہ سے میں ایسا نہیں کرسکتا۔اس لئے صرف مصافحہ ہی کرسکوں گا۔آؤ ہم سب مل کر دعا کریں اللہ تعالیٰ سب کا حافظ و ناصر ہو اور اس کی رحمتیں آپ کے شامل حال ہوں۔'' (بدر 14 / مارچ 1967ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا روح پرور پیغام برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان 1969ء

میرے نہایت ہی عزیز اور محترم بھائیو اور بہنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری روح پگھل کر آستانہ ربّ رحمان پر آپ کے لئے بہہ رہی ہے۔اس دعا کے ساتھ کہ اس قادر وتوانا کی رحمت کا سایہ ہمیشہ آپ پر رہے۔ اندی عید کی لازوال خوشیاں اور مسرتیں آپ کے نصیب میں ہوں۔ ہر امتحان کے وقت فرشتے قوت وسہارا بنیں۔آمین۔حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ ہم نے اس حقیقت کو پایا کہ محمد ﷺ ہی سب جہانوں کا نور ہیں۔ ہر شے کا حسن آپ کے حسن کا ہی انعکاس ہے۔ اللہ نور السمٰوٰت والارض کا نور آپ ہی کے طفیل ہر شے تک پہنچا۔اور آپ ہی ساری دنیا کے لئے رحمت ہیں۔جس نے اس عالم موجودات کو زوال سے بچایا ہوا ہے۔آپ ہی کے طفیل اس عالم موجودات کی ہر شے نے رب رحمٰن کی قدرتوں کے جلوے دیکھے۔اور انسان نے اپنے محبوب خالق کا پیار پایا۔اور اس کی بے پایاں رحمت سے حصہ لیا۔ نیز صلے اللہ علیہ وسلم ہی امن اور صلح اور سلامتی کے شہنشاہ ہیں۔آپ کی لائی ہوئی تعلیم، ہدایت اور شریعت ہی بھٹکی ہوئی انسانیت کو ہلاکت اور تباہی اور قہر الٰہی کی بھڑکتی ہوئی آگ سے واپس لوٹا کر رب مہربان کی پیار بھری نظروں کے ٹھنڈے سایہ میں لاسکتی ہے۔

ہمارا اس حقیقت پر علیٰ وجہ البصیرت قائم ہونا ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم بھی نوع انسان کے لئے رحمت بنیں۔کسی کو دکھ نہ پہنچائیں۔ ہر ایک کے ہمدرد اور خیر خواہ ہوں۔مظلوم کی حمایت پر کمر بستہ رہیں۔ پیار محبت سے نیکی کی تعلیم دیتے رہیں۔اور محمد ﷺ کے حسن اور آپ کے احسان کے جلوے دنیا پر ظاہر کرتے رہیں۔دنیا کو سکھ پہنچانے کے لئے ہر دکھ سہنے کو ہمہ وقت تیار رہیں۔اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔درویشان قادیان! آپ مسیح محمدی کی پاک بستی میں محبت کی شمع کئے بیٹھے ہیں۔ راجت کی یہ گرمی کم نہ ہونے پائے۔اُکتا نہ جائیں۔تھکیں نہ۔مایوس نہ ہوں۔تا وقتیکہ انجام بخیر ہو۔اللہ آپ کا حافظ، آپ کا ناصر اس کی رحمت اس کی نصرت ہمیشہ شامل حال رہے۔

ملک ہند میں بسنے والے سب احمدی بھائیو! نوعِ انسان کی نجات اسلام میں ہے۔اسلام سراپا رحمت ہے۔اسلام محافظِ عزت وناموس انسانی ہے۔اسلام پاسبانِ حقوق انسانی ہے۔اسلام سلامتی کی راہیں اور امن صلح اور آشتی کی دنیا ہے۔امن، صلح اور آشتی کے اس پیغام کو گھر گھر پہنچائیں۔اللہ آپ کو ہمت دے۔سب کو ہی پیار ومحبت کے اس پیغام کے سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔میری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔آپ سے دعا کی درخواست ہے۔فقط

خاکسار مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث" (بدر 16 رجنوری 1969ء)

درویش فنڈ میں خصوصی حصہ لینے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا روح پرور پیغام:

اہل ثروت مخلصین جماعت!

آپ اپنے لئے ذریعہ معاش کے انتخاب میں آزاد ہیں۔خدا کے فضل سے ہر طرف وسیع میدانِ عمل موجود ہیں۔خدا تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں اور اس کی دی ہوئی توفیق سے آپ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے گذر اوقات کے لئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اموال میں برکت دیتا ہے جس کی وجہ سے آپ کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات پورا کرنے میں خدا کے فضل سے بالعموم کوئی دقت نہیں۔

مگر کچھ ایسے دوست بھی ہیں جنہوں نے ایک مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے دنیا سے منہ موڑ لیا ہے۔درویشانِ قادیان جو اپنے ذریعہ معاش کے انتخاب میں آپ کی طرح آزاد نہیں جن کا عمل قادیان کی مختصر سی بستی تک محدود ہے۔وہ وہاں صرف اپنی نہیں ساری جماعت کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ ہمارے دل ان کے لئے محبت اور احترام کے جذبات سے مملو ہیں۔ہم ان کے احسان مند ہیں کہ انہوں نے ہم سب کی نمائندگی کرتے ہوئے اس مقدس فریضہ کی ادائیگی میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہے اور دنیا سے منہ موڑ لیا ہے۔دنیا باوجود اپنی وسعتوں کے ان کے لئے محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ان کے ذرائع معاش محدود ہیں۔مگر ضروریات انسانی ہم جیسی ہی ہیں۔پس ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ ہم انکی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم رکھیں اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے خیرات کے طور پر نہیں بلکہ قدردانی اور محبت کے جذبات کے ساتھ ان کی ہر طرح امداد کریں۔تا وہ فارغ البالی اور بے فکری کے ساتھ مرکزِ سلسلہ اور شعائر اللہ کی حفاظت کے مقدس فریضہ کی ادائیگی میں دن رات مصروف رہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کے اموال میں اور زیادہ برکت دے گا۔انشاء اللہ تعالیٰ۔(دستخط مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث) (بحوالہ بدر اگست 1969ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات



(1) ”ہندوستان کا اپنا ایک حق تھا جسے ہمیشہ قائم رکھنا چاہئیے تھا۔ ہندوستان وہ جگہ ہے جہاں خدا تعالیٰ نے آخرین کا پیغامبر بھیجا جو ہر مذہب کا نمائندہ بنکر آیا۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جَرِیُ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ کہ ایک شخص دکھائی دیتا ہے مگر خدا کا پہلوان ہے جو تمام انبیاء کے چوغے اوڑھے ہوئے آیا ہے۔ اسی میں تمہیں کرشن دکھائی دے گا۔ اسی میں تمہیں بدھا دکھائی دے گا۔ یہ مسیح کی تمثیل بھی ہے اور مہدی بن کر بھی آیا ہے۔ انبیاء سے تمام دنیا میں جتنے بھی وعدے کئے گئے تھے وہ آج قادیان کی بستی میں اس ذات میں پورے ہو رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے مامور فرمایا ہے۔ پس اس پہلو سے ہندوستان کا ایک مرکزی اور دائمی حق ہے۔“

(بحوالہ مرکز احمدیت قادیان، مولفہ برہان احمد صاحب ظفر)

(2) قادیان جماعت احمدیہ کا دائمی مرکز ہے۔ اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ یہی ساری دنیا کا دارالخلافہ ہوگا۔ اور اقوام متحدہ کا مرکز۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”یہاں تمام قومیں سچے دل کے ساتھ محبت کے ساتھ ایک ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ یہاں انگریز احمدی مسلمان ہو یا امریکن احمدی مسلمان ہو یا جرمن احمدی مسلمان ہو یا ہندوستانی احمدی مسلمان ہو۔ اپنے درمیان سے سب فرق مٹتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ پس اگر حقیقت میں دنیا میں اقوام متحدہ کی بنیاد رکھی جانی ہے تو میں خدا کی قسم کھا کر آپکو کہتا ہوں کہ یہ وہ سرزمین ہے جہاں آئندہ اقوام متحدہ کی بنیاد رکھی جائے گی۔“

(اخبار بدر 19/مارچ 1992ء صفحہ 15)

(3) ”جماعت کو اگر قادیان کی واپسی میں اور جماعت کے عالمگیر انقلاب میں کوئی دلچسپی ہے تو اسکی تیاری کرنی ہوگی اور قادیان کے سلسلہ میں ابھی بہت کام باقی ہے... قادیان کی عظمت اور عزت اور جلال اور جمال کو بحال کرنے کیلئے ساری دنیا کی جماعتوں کو بہت محنت کرنی ہے اور ہندوستان کی جماعتوں کے کھوئے ہوئے وقار اور مقام کو دوبارہ بحال کرنے کے لئے ساری دنیا کی جماعتوں کو بہت محنت کرنی ہوگی۔“

(اخبار بدر 20-13 فروری 1992ء صفحہ 10)

”یہ بستی مجھے اتنی پیاری ہے، اتنی پیاری ہے کہ جی چاہتا ہے کہ ساری زندگی اسی خاک میں پھرتے ہوئے، انہی ہواؤں میں سانس لیتے ہوئے۔ اپنی انہی کوچوں میں قدم چلاتے ہوئے مسیح موعودؑ اور آپؑ کے پیاروں کی یاد میں اپنی زندگی یہاں صرف کروں“

(بحوالہ اختتامی خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان 1991ء)

”مجھے کامل یقین ہے کہ جس خدا نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قادیان آخرین کا امام بنا کر بھیجا تھا۔ وہ ضرور اپنے وعدے سچے کر دکھائے گا۔ اور ضرور بالآخر خلافت احمدیہ اپنے اس دائمی مقام کو واپس لوٹے گی“

(بحوالہ اختتامی خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان 1991ء)

جماعت احمدیہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں بستی ہو اسے قادیان سے ایک گہری محبت ہے۔ (خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ بحوالہ بدر 19 مارچ 1992ء)

”میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ خدا کے تعلق کے یہ سلسلے اسی بستی قادیان سے آج سے تقریباً سو سال پہلے شروع ہوئے تھے۔ یہی وہ بستی ہے جس کے ہم ہمیشہ احسان مند رہیں گے کیونکہ اس بستی کی راہ سے ہمیں مکے اور مدینے سے ملایا گیا اور اسی بستی کی راہ سے ہمیں چودہ سو سال کے فاصلے پاٹ دیئے اور آخرین ہوتے ہوئے بھی پہلوں سے جا ملے۔ اس لئے اس بستی کا ہمیشہ کے لئے احسان ہمارے دل پر رہے گا۔ لیکن احسان کا سوال نہیں ہم تو اس کی محبت میں گرفتار ہو چکے ہیں اور دنیا میں جہاں بھی ہوں ہر احمدی کے دل میں طبعاً قادیان کے لئے بے پناہ محبت اور جوش پایا جاتا ہے۔“

(خطاب 28 دسمبر 1991 بحوالہ 19 مارچ 1992ء)

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا روح پرور اور بصیرت افروز پیغام

پیارے بھائیو، بہنو اور بچو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے جماعت احمدیہ بھارت کو امسال پھر دائمی مرکز سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان میں سالانہ جلسہ کے منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ جلسہ بہت ہی مبارک ہے کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے ننانوے سال پہلے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کی بنیاد ڈالی تھی۔ یہ سال جو کہ صد سالہ جشن تشکر کا سال ہے اس جلسہ سالانہ کو ایک نئی تاریخی اہمیت عطا کر رہا ہے۔ اگر چہ ایک پہلو سے تو یہ جلسہ مرکزی جلسہ نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ مرکزی جلسہ میں خلیفہ وقت کی شمولیت کا تصور شامل رہتا ہے۔ اور جب سے عارضی طور پر مرکز خلافت ربوہ پاکستان میں منتقل ہوا ہے باوجود اس کے کہ قادیان دائمی مرکز ہی ہے۔ عملاً عارضی طور پر مرکز سلسلہ ربوہ منتقل ہو چکا ہے۔ اور اس حادثۂ ہجرت کے بعد سے جلسہ سالانہ ربوہ ہی مرکزی جلسہ کہلاتا ہے۔ اگر چہ قادیان کے اس جلسہ پر دونوں میں سے کوئی صورت بھی اطلاق نہیں پاتی لیکن قادیان کو ایسا امتیاز حاصل ہے جو قیامت تک قادیان ہی کا رہے گا اور جماعت احمدیہ کا فعال مرکز دنیا میں خواہ کہیں بھی عارضی طور پر منتقل ہو جائے قادیان کی یہ امتیازی شان کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مبارک بستی سے اسلام کے احیاءِ نو کی آواز بلند فرمائی اور اس مبارک بستی کو خدا تعالیٰ نے آخرین کے مرکز کے طور پر منتخب فرمالیا۔ یہ ایک ایسا امتیازی اعزاز ہے جو امتیازی بھی ہے اور اس پہلو سے قادیان کی مرکزیت کو ایک دوام حاصل ہے۔''

''قادیان کی مقدس بستی میں صد سالہ جشن تشکر کے سال میں جو جلسہ منعقد ہو رہا ہے میری بھی بڑی خواہش تھی کہ میں خود اس میں شرکت کی سعادت حاصل کرتا اور دنیا بھر میں بکثرت دوسرے احمدیوں کی بھی یہی خواہش تھی کہ وہ بھی اس جلسے میں شریک ہوتے۔ جن مجبوریوں کے پیش نظر ایسا نہیں ہو سکا وہ آپ کے علم میں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی اس مشیت کے پس پردہ یہ حکمت بھی کارفرما ہو کہ موجودہ حالات میں قادیان کی بستی اتنے کثیر مہمانوں کی دیکھ بھال کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اگر چہ قادیان سے آنے والے تخمینے دس ہزار مہمانوں تک کے تخمینے تھے لیکن اگر پاکستان سے احمدیوں کو آنے کی اجازت ملتی اور دنیا بھر (سے) جس طرح احباب خواہشمند تھے، یہاں حاضر ہوتے تو بعید نہیں تھا کہ ایک لاکھ سے اوپر بات نکل جاتی اور یہ بوجھ قادیان کی چھوٹی سی جماعت کے لئے تکلیف دہ ہو جاتا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی حکمتیں نہاں در نہاں ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ وقت بھی آئے گا کہ جب وعدوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی خلیفہ کے زمانہ میں عارضی طور پر ہی نہیں بلکہ مستقلاً مرکزی نظام جماعت واپس قادیان منتقل ہو جائیگا۔ اور دائمی مرکز اور عارضی مرکز ایک ہو جائیں گے۔''

قادیان کا ماحول

''آج کی نشست میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے جنت نظیر معاشرے کی مثال قادیان کے ابتدائی دنوں کے حوالے سے بیان فرمائی۔ فرمایا:

گھر اگر بہت اچھا ہو وہاں بچوں کا دل لگے اور پیارا ماحول ہو اس کو جنت نشاں کہتے ہیں۔ قادیان کو پہلے زمانے میں اکثر قادیان جنت نشان لکھا کرتے تھے۔ کیونکہ وہاں معاشرہ بہت اچھا تھا۔ لوگ بہت پیار کرنے والے تھے۔ اور ہر ایک ہر ایک کو پوچھتا تھا۔ کوئی غریب ایسا نہ تھا جس کا ہمسائے خیال نہ رکھتے ہوں۔ کوئی بھوکا نہیں سوتا تھا۔ کوئی اتفاق سے کسی کے علم میں نہ آئے۔ ورنہ سارے ہمسائے اپنے ہمسایوں کو نماز کے لئے لے جاتے اور ہر اچھی چیز میں پوچھتے۔ گھر میں کوئی اچھی چیز پکتی تھی۔ ساتھ والے ہمسایوں کو بھی دیتے تھے۔ اور جب کوئی اچھی چیز پکانی ہو تو گھر میں سب کہا کرتے تھے ذرا زیادہ بنا دینا۔ ہمسایوں کو بھی تحفہ دیں گے۔ فرمایا: یہ ساری باتیں جنت کی نشانیاں تھیں۔ بہت اچھا امن کا ماحول تھا۔ اس لئے قادیان کو جنت نشان کہتے تھے۔''

(الفضل 6 فروری 1999ص 7)

''آپ نے جس چیز کی حفاظت کرنی ہے وہ قادیان کا تقویٰ ہے اور قادیان کا نور ہے! آج قادیان کو ایسے متقیوں کی ضرورت ہے جن کی کشش ماحول کو اپنی طرف بڑی قوت کے ساتھ کھینچنے لگے احمدی خواتین میں خدمت کا ایسا عظیم الشان جذبہ پایا جاتا ہے کہ دنیا کی کسی قوم کی عورتوں میں اس کی مثال نہیں مل سکتی!''

از سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین رحمہ اللہ تعالیٰ ۔خطاب برائے جلسہ سالانہ قادیان 1993ء بمقام مسجد روز ہل ماریشس تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنیہ کی تلاوت کی:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا۔ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ۔ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ۔ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۔ (الفتح۔30)

پھر فرمایا: آج ہماری یہ خوش بختی ہے کہ ہم قادیان دارالامان کے بین الاقوامی جلسہ سالانہ میں سیٹلائیٹ کے ذریعہ شرکت کر رہے ہیں اور اس ذریعہ سے تمام دنیا کے احمدی اور بہت سے احمدیت میں دلچسپی لینے والے بھی آج مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک مختلف ملکوں میں بٹے ہوئے مگر ایک جگہ ایک آواز پر ایک صورت پر اکٹھے ہو کر اس جلسہ میں شمولیت کر رہے ہیں۔ قادیان کی بستی وہ بستی ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''خدا نے اس ویرانے کو یعنی قادیان کو مجمع الدیار بنا دیا ہے کہ ہر ایک ملک کے لوگ آ کر جمع ہوئے ہیں۔''

قادیان مجمع الدیار: پس آج پھر ہم یہ نظارہ دیکھ رہے ہیں کہ قادیان میں مختلف ممالک سے لوگ اکٹھے ہوئے ہیں لیکن ایک روحانی ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کے انسانوں کو ان میں سے جو بصیرت رکھتے ہیں آج قادیان کے جلسہ میں اکٹھا کر دیا ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں:

''ایک دن آنے والا ہے جو قادیان سورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گی کہ وہ ایک سچے کا مقام ہے''

یہ ایک پیشگوئی ہے سوچنے کا مقام ہے کہ مذکر کی بجائے مؤنث کا صیغہ کیوں استعمال فرمایا۔ چمک کر دکھا دے گا کی بجائے چمک کر دکھلا دیگی کیوں فرمایا۔ کلام الامام بہت گہرے مضامین اپنے اندر رکھتا ہے اور اسے غور سے سمجھنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان کو ایک چھوٹی سی بستی کے طور پر پیش کر رہے ہیں جس کی دنیا کو کچھ خبر نہیں پس بستی کے لحاظ سے اسے مؤنث باندھا ہے یہ چھوٹی سی بستی جسے تم قادیان کہتے ہو آج اس کی کچھ حیثیت نہیں ہے مگر یقینا ایک ایسا دن آنے والا ہے کہ سورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گی۔ چمک دکھلا دے گی نہیں بلکہ چمک کر دکھلا دے گی کہ وہ ایک سچے کا مقام ہے آج واقعۃً ان برقی لہروں کے ذریعہ قادیان سب دنیا پر سورج کی طرح چمک کر یہ بات ظاہر کر رہا ہے کہ یہ ایک سچے کا مقام ہے جسے خدا تعالیٰ نے یہ خبر دی تھی کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا۔ پس آج وہ مبارک دن ہے کہ آج یہ بار بار پوری ہونے والی پیشگوئی ایک اور نئی چمک کے ساتھ پوری ہو رہی ہے۔

قادیان میں اس وقت مختلف ممالک اور مختلف مذاہب کے لوگ جمع ہیں بہت سے ایسے سکھ دوست کہ جب میں وہاں گیا تھا تو بڑی محبت کے ساتھ تشریف لائے تھے اور ہر قسم کے تعصّبات سے پاک ہو کر ہمارے جلسوں میں شرکت فرماتے رہے اور اسی طرح بہت سے ہندو دوست بھی تھے جو تشریف لائے۔ اس کے علاوہ جہاں تک جماعت کا تعلق ہے ہندوستان کے شمال اور جنوب میں بسنے والے اس ایک بستی میں کم از کم نمائندوں کی صورت میں ضرور اکٹھے ہوئے بہت دور کی بستیوں سے زیادہ احمدیوں کا آنا ممکن نہیں تھا لیکن جس جلسہ میں میں شریک ہوا۔ اس میں تو بڑی بھاری تعداد میں کثرت سے ایسے غریب علاقوں کے احمدی بھی شامل ہوئے جنہوں نے اپنے سفر کے لئے رقمیں قرض اٹھائیں اور بعد میں وہ بے چارے اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس مشکل سے اس قرض کو اتارتے رہے مگر یہ جذبۂ شوق تھا جو انہیں کشاں کشاں قادیان لئے چلا آیا۔ آج کے جلسہ میں اگرچہ ویسی صورت نہیں ہے اور میرا خیال ہے کہ غالباً اس جلسہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد بارہ تیرہ ہزار۔ لگ بھگ پہنچی ہوگی۔ لیکن جب میں شامل ہوا تھا تو اس وقت یہ تعداد چوبیس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اس تعداد میں ہزارہا پاکستانی بھی شریک ہیں جو قادیان اس شوق سے جانا چاہتے تھے کہ میں بھی وہاں موجود ہوں اور اس طرح ہمارے مل بیٹھنے کے سامان ہوں مگر میں نے پہلے ہی وضاحت کر دی تھی کہ میرا وہاں خود اپنے جسم سمیت جانا سر

دست ممکن نہیں ٹیلی ویژن کے ذریعہ انشاء اللہ ہمارا رابطہ ہوگا سو یہ سب دوست وہاں پہنچے ہیں مگر اس غرض سے نہیں کہ ٹیلی ویژن پر مجھے دیکھ سکیں کیونکہ وہ تو گھر بیٹھے بھی دیکھ سکتے تھے۔اس غرض سے پہنچے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس بستی میں ہونے والے جلسہ میں بنفس نفیس شرکت کر کے وہاں سے برکتیں پائیں اور ایک زاید برکت یہ بھی ہے کہ اس عالمی جلسہ میں وہ مجھے بھی دیکھ رہے ہیں اور آپ کو بھی یہاں بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہیں اور خدا تعالیٰ نے سب دنیا کے احمدیوں کے مل جل کر بیٹھنے کا یہ سامان بنا دیا ہے اہل قادیان کو سب سے پہلے تو میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے الفاظ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ:

خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں رہتے ہو دیار مہدی آخر زماں میں رہتے ہو
قدم مسیح کے جس کو بنا چکے ہیں حرم تم اس زمین کرامت نشاں میں رہتے ہو
خدا نے بخشی ہے الدار کی نگہبانی اسی کے حفظ اسی کی اماں میں رہتے ہو
فرشتے ناز کریں جس کی پہرہ داری پر ہم اس سے دور ہیں تم اس مکاں میں رہتے ہو
(درعدن صفحہ 39)

''یہ بہت ہی ایک مبارک اعزاز ہے جو آپ کو نصیب ہوا ہے اس اعزاز کے ساتھ بہت سی دقتیں اور تکلیفیں بھی وابستہ تھیں اور آج بھی وابستہ ہیں۔ بہت سی مشقتیں آپ نے وہاں جھیلیں بہت دکھ اٹھائے۔غربت کی ماریں بھی پڑیں طرح طرح کی آزمائشوں میں مبتلا ہوئے مگر ثابت قدمی کے ساتھ تمام دنیا کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ نے بڑی وفاداری کا اظہار فرمایا اور قادیان کی مقدس بستی کی آخری دم تک حفاظت کی اور حفاظت کرتے جا رہے ہیں۔لیکن درحقیقت آپ حفاظت نہیں کر رہے خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ توفیق بخشی ہے کہ آپ کے نام تاریخ میں ہمیشہ ستاروں کی طرح چمکتے رہیں ورنہ فرشتے اللہ کی اس بستی کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ نے آپ کو جو یہ توفیق بخشی ہے تو یہ سعادت جو آپ نے پائی ہے مگر یاد رکھیں قادیان کی بستی جو اینٹ پتھر کی بستی ہے یہ اینٹ پتھر کی بستی تو پہلے سے وہاں موجود تھی اس کی اینٹوں میں تو کوئی کیمیاوی تبدیلی واقع نہیں اس کی گلیوں میں تو کوئی ایسے تغیر و تبدل کے آثار ہم نے نہیں دیکھے کہ جن سے معلوم ہو کہ نیک لوگوں کے گزرنے سے اینٹیں بدل چکی ہیں۔اصل میں اس بستی کے آثار وہ روحانیت اور تقویٰ ہے جنہوں نے ان گلیوں اور ان گھروں میں نشوونما پایا وہ تقویٰ جن سینوں میں نشوونما پاتا رہا اور ان کو رفعتیں بخشتا رہا وہی دراصل اس بستی کے آثار ہیں جن کی محبت میں لوگ کھنچے چلے آتے ہیں اور ہر سال قادیان کو دیکھنے کے لئے ترسی ہوئی نگاہیں وہاں پہنچتی ہیں اور سیراب ہوتی ہیں تو آپ نے دراصل جس کی حفاظت کرنی ہے۔وہ یہ تقویٰ ہے۔بستی کی حفاظت کے سامان تو خدا نے فرما دئے۔اس کے فرشتے تو اس کی نگرانی اور حفاظت میں ہمیشہ مستعد رہے اور ہمیشہ مستعد رہیں گے آپ نے جس چیز کی حفاظت کرنی ہے۔وہ قادیان کا تقویٰ ہے۔''

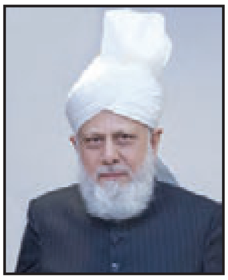
مسیح موعود علیہ السلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''خبردار ہو کہ عیسیٰ بن مریم (مسیح موعودؑ) اور میرے درمیان کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔خوب سن لو کہ وہ میرے بعد امت میں میرا خلیفہ ہوگا۔وہ ضرور دجال کو قتل کرے گا۔صلیب (یعنی صلیبی عقیدہ) کو پاش پاش کرے گا اور جزیہ ختم کر دے گا۔اس وقت میں (مذہبی) جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔یاد رکھو جسے بھی ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہو وہ انہیں میرا اسلام ضرور پہنچائے۔''

(طبرانی الاوسط والصغیر)

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے قادیان کے متعلق ارشادات



''قادیان کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ ہر احمدی جو یہاں آیا ہے یاد رکھے کہ اس نے اس مقام اور تقدس کو مزید اُجاگر کرنا ہے۔ یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم سچے دل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہیں۔ یہی آپ کی خاموش تبلیغ ہے۔'' (بحوالہ ہفت روزہ بدر 12-5 جنوری 2006ء صفحہ 9)

''اس بستی میں پہنچ کر ایک عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ منارۃ المسیح دُور سے ہی ایک عجیب شان سے کھڑا نظر آتا ہے۔ بہشتی مقبرہ ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار ہے، دعا کر کے عجیب سکون ملتا ہے۔ سب جانے والے تجربہ رکھتے ہیں۔ الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتا۔'' (بحوالہ خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جنوری 2006ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل، لندن 16 فروری 2006ء)

''یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بستی ہے اور ہر احمدی کو اس سے ایک خاص تعلق ہے، ایک جذباتی لگاؤ ہے اور جوں جوں ہم قادیان کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں ان جذبات کی کیفیت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ایک دنیادار کا جذباتی تعلق تو ایک وقتی جوش اپنے اندر رکھتا ہے لیکن ایک احمدی کو جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روحانیت کے مدارج طے کرنے کے راستے دکھائے ہیں اس کا آپ سے روحانیت کا تعلق ہے۔ اس کے جذبات میں تلاطم یا جذباتی کیفیت وقتی اور عارضی نہیں ہوتی اور نہ ہی وقتی اور عارضی ہونی چاہئے۔ اس بستی میں داخل ہو کر روحانی بجلی کی لہر جسم میں دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے سب احمدیوں کو، یہاں آنے والوں کو، اس لہر کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالینا چاہئے اور یہاں کے رہنے والوں کی تو یہ سب سے زیادہ ذمہ داری ہے۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ اس بستی کے رہنے والے ہیں جس کے گلی کوچوں نے مسیحا کے قدم چومے۔ اور آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ اس بستی کے رہنے والے ہیں جس کی خاک نے مسیح دوران اور امام الزمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے پاؤں دم بدم چومے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 دسمبر 2005ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل، لندن 6 جنوری 2006ء)

''اللہ تعالیٰ کے فضل سے 1991ء کے بعد سے جب سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دورہ فرمایا تھا قادیان میں عمارتوں کے لحاظ سے کافی ترقی ہوئی ہے، کچھ پرائیویٹ لوگوں نے بھی گھر بنائے وہاں کی آبادی نے بھی گھر بنائے، جماعت کی بھی عمارات بنیں۔ شہر کافی پھیل گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہاں کے رہنے والے احمدیوں کی اکثریت میں حالت کی بہتری کے باوجود ابھی تک سادگی پائی جاتی ہے اس لئے مَیں انہیں یہی زور دیتا رہا ہوں کہ اس سادگی اور سکون کو جو ابھی تک اُن درویشوں کے اثر سے قائم ہے جنہوں نے شعائر اللہ کی حفاظت کی خاطر اپنے گھر بار، جائیداویں رشتہ داریاں چھوڑی ہیں، ان کے بچے اسے یاد رکھیں اور اس کی جگالی کرتے رہیں اور پھر نئے آنے والے بھی جو اَب وہاں آ کر آباد ہو رہے ہیں اس بستی کے تقدّس کو قائم رکھنے کی کوشش کریں۔ (بحوالہ خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جنوری 2006ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل، لندن 16 فروری 2006ء)

'' دنیا کی جماعتوں پر بھی قادیان کا حق ہے کہ اس بستی کے رہنے والوں کے لئے ہر احمدی دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ مسیح کی بستی کا حق ادا کرنے والے پیدا فرماتا رہے۔'' (بحوالہ خطبہ جمعہ فرمودہ 4 مئی 2007)

''سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قادیان آنے کے دوسرے روز (16 دسمبر 2005) مسجد اقصیٰ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو سٹیلائیٹ رابطہ سے ایم ٹی اے پر لائیو نشر کیا گیا۔

تشہد تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا آج محض اللہ کے فضل سے اس کی دی ہوئی توفیق سے میں حضرت مسیح موعودؑ کی اس بستی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ اور نمائندہ کے طور پر مخاطب ہوں آج کا دن عجیب خوشی اور روحانی سرور کا موقعہ ہے کہ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ایک اور نئی شان کے ساتھ پورا ہو رہا ہے گو کہ یہ الہام بڑی شان کے ساتھ کئی بار پورا ہو چکا ہے مختلف پہلوؤں سے لیکن آج اللہ تعالیٰ نے اس بستی سے اس وعدے کو پورا کرنے کا نشان دکھایا ہے آج یہاں سے پہلی دفعہ ایم ٹی اے کے ذریعہ سے براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچ رہا ہے یہ ایم ٹی اے بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے اور فضل فرماتے ہوئے انعام کے طور پر جماعت کو عطا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کئے گئے وعدوں کا ایک عظیم الشان یہ ثمر ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ اس شان کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کا ذریعہ بناتا رہے۔ ہمارا کام ہے نیک نیتی کے ساتھ خالصۃً اللہ کے ہوتے ہوئے دعاؤں اور استغفار کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس پیغام کو

دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کی کوشش کرتے رہیں۔

فرمایا میں جب سے بھارت آیا ہوں میرے سے کئی دفعہ پوچھا گیا ہے کہ اب آپ قادیان جارہے ہیں آپ کیا محسوس کرتے ہیں تو میرا ہمیشہ یہی جواب ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بستی ہے اور ہر احمدی کو اس سے خاص تعلق ہے ایک جذباتی لگاؤ ہے اور جوں جوں ہم قادیان کی طرف بڑھتے جارہے ہیں جذبات کی اس کیفیت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔فرمایا ایک دنیادار کا جذباتی تعلق بھی ایک وقتی جوش ہی اپنے اندر رکھتا ہے لیکن ایک احمدی کو جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے روحانیت کا تعلق ہے آپ نے ہمیں روحانیت کے مدارج طے کرنے کے راستے دکھائے ہیں اس کا یہ جذبات میں تلاطم جذباتی کیفیت وقتی اور عارضی نہیں ہوتا اور نہ ہونا چاہئے اس بستی میں داخل ہوکر جو روحانی بجلی کی لہر جسم میں دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اسے سب احمدیوں کو باہر سے آنے والوں اور رہنے والوں کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالینا چاہئے اور یہاں کے رہنے والوں کی سب سے زیادہ یہ ذمہ داری ہے آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ اس بستی کے رہنے والے ہیں جس کی خاک نے مسیح دوراں اور امام الزماں اور آنحضرتؐ کے عاشق صادق کے پاؤں دم بدم چومے آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ آپ میں سے ایک بڑی تعداد جنہوں نے مسیح پاک کی اس بستی کی حفاظت کیلئے ہر قربانی دینے کا عہد کیا تھا جنہوں نے اپنے اس عہد کو خوب نبھایا جو درویشان یہاں رہے ان میں سے اکثر جواب موجود ہیں ایسی عمر کو پہنچ چکے ہیں جس عمر میں صحت کی وجہ سے اتنی فعال زندگی گذارنے کا موقعہ نہیں مل سکتا یا قابل نہیں رہتے عمر کے ساتھ، پھر اب قادیان کی احمدی آبادی میں سے ایسے بھی ہیں جو مختلف جگہوں سے یہاں آکر آباد ہوئے ہیں ان میں سے بھی ایک بڑی تعداد اس لئے یہاں آئی کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے دین کی خدمت کریں گے۔''

(ہفت روزہ بدر قادیان 20/27 دسمبر 2005، صفحہ 17)

درویشان قادیان کے نام حضرت اُمّ المؤمنین کا پیغام جلسہ سالانہ 1948ء کے موقعہ پر

''مجھے آپ کی طرف سے درخواست پہنچی ہے کہ میں قادیان کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آپ کو کوئی پیغام بھیجوں۔سو میرا پیغام یہی ہے کہ میں آپ سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتی ہوں اور یقین رکھتی ہوں کہ آپ بھی مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہوں گے کہ ایک دوسرے کے متعلق مؤمنوں کا سب سے مقدم فرض یہ مقرر کیا گیا ہے۔آپ لوگ بہت خوش قسمت ہیں کہ گزشتہ فسادات اور غیر معمولی حالات کے باوجود آپ کو خدا تعالیٰ نے قادیان میں ٹھہرنے اور وہاں کے مقدس مقامات کو آباد رکھنے اور خدمت بجالانے کی توفیق دے رکھی ہے۔میں یقین رکھتی ہوں کہ آپ لوگوں کی یہ خدمت خدا کے حضور مقبول ہوگی اور احمدیت کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے خاص یادگار رہے گی۔

میں 1884ء میں بیاہی جاکر قادیان میں آئی اور پھر خدا کی مشیت کے ماتحت مجھے 47ء میں قادیان سے باہر آنا پڑا۔اب میری عمر اسی سال سے اوپر ہے اور میں نہیں کہہ سکتی کہ خدائی تقدیر میں آئندہ کیا مقدر ہے مگر بہر حال میں خدا کی ہر تقدیر پر راضی ہوں اور یقین رکھتی ہوں کہ خواہ درمیانی امتحان کوئی صورت اختیار کرے قادیان انشاءاللہ جماعت کو ضرور واپس ملے گا۔مگر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو موجودہ امتحان کو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ برداشت کرکے اعلیٰ نمونہ قائم کریں گے۔

چند دن سے قادیان مجھے خاص طور پر یاد آرہا ہے۔شاید اس میں جلسہ سالانہ کی آمد آمد کی یاد کا پرتو ہو یا آپ لوگوں کی اس دلی خواہش کا اثر ہو کہ میں آپ کے لئے اس موقعہ پر کوئی پیغام لکھ کر بھجواؤں۔میری سب سے بڑی تمنا یہی ہے کہ جماعت ایمان اور اخلاص اور قربانی اور عمل صالح میں ترقی کرے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش اور دعا کے مطابق میری جسمانی اور روحانی اولاد کا بھی اس ترقی میں وافر حصہ ہو۔آپ لوگ اس وقت ایسے ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں جو خالصتاً روحانی ماحول کا رنگ رکھتا ہے۔آپ کو یہ ایام خصوصیت کے ساتھ دعاؤں اور نوافل میں گزارنے چاہئیں اور عمل صالح اور باہم اخوت واتحاد اور سلسلہ کے لئے قربانی کا وہ نمونہ قائم کرنا چاہئے جو صحابہؓ کی یاد کو زندہ کرنے والا ہو۔خدا کرے ایسا ہی ہو۔آمین۔

(الفرقان اگست، ستمبر، اکتوبر 1963ص 35-34)

زمانہ درویشی میں قادیان کا ماحول

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے قلم سے:



'' مکرمی بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانیؓ اور دوسرے درویشان قادیان کے مضامین سے دوستوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ موجودہ حالات کے نتیجہ میں آجکل قادیان کی زندگی کتنی روحانی فیوض سے معمور ہے۔ گویا اس کے لیل ونہار مجسم روحانی بن چکے ہیں۔ کیونکہ قادیان میں رہنے والے دوستوں کو دنیا کے دھندوں سے کوئی سروکار نہیں۔ اور ان کی زندگی کا ہر لمحہ روحانی مشاغل کے لئے وقف ہے۔قرآن وحدیث کا درس، نوافل، نمازوں اور خصوصاً تہجد کا التزام، خشوع، وخضوع میں ڈوبی ہوئی دعاؤں کا پروگرام، نفلی روزوں کی برکات اور دن رات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت گھر اور بیت الدعا اور مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ اور بہشتی مقبرہ میں ذکر الٰہی کے مواقع یہ وہ عظیم الشان نعمتیں ہیں جن سے جماعت کا بیشتر حصہ آجکل محروم ہے اور قادیان کا ماحول ان نعمتوں سے بہترین صورت میں فائدہ اٹھانے کا موقعہ پیش کرتا ہے۔'' (الفرقان اگست، ستمبر، اکتوبر 1963ص13)

اقتباس مکتوب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ بنام محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحبؓ امیر جماعت احمدیہ قادیان:''... پس اس نعمت کی قدر کریں اور دعاؤں اور نوافل پر پہلے سے بھی زیادہ زور دیں اور باہمی اتحاد وتعاون اور بزرگوں کے ادب کا وہ نمونہ پیش کریں جو اسلام آپ سے چاہتا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا پیارا مرکز ہمیں کب واپس ملے گا۔ مگر جب تک وہ ہمیں واپس نہیں ملتا ان بزرگوں کا وجود اور ان کے ساتھ آپ جیسے جاں نثار درویشوں کا وجود اس شمع کا حکم رکھتا ہے جو ایک وسیع اور تاریک میدان میں اکیلی اور تن تنہا روشن ہو کر دیکھنے والوں کے لئے نور ہدایت کا کام دیتی ہے۔اگر آپ خلوص نیت اور سچی محبت اور ایک جذبہ خدمت کے ساتھ قادیان میں ٹھہرے رہیں گے اور اپنے آپ کو احمدیت کا اعلیٰ نمونہ بنائیں گے۔ تو نہ صرف خدا کے حضور میں یہ آپ کی خدمت خاص قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی بلکہ آنے والی نسلیں بھی آپ کے نمونہ کو فخر کی نظر سے دیکھیں گی۔ بے صبر انسان جلدی تھک جاتا ہے اور کچھ وقت کی انتظار کے بعد متیٰ نصر اللہ کی آواز بلند کرنے لگتا ہے۔ مگر یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ جب خدا کی نصرت قریب تر آکر نئے میدان کا دروازہ کھولنے والی ہوتی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ان جانے والے اصحاب کو اپنی رضا کے رستہ پر چلاتے ہوئے اعلیٰ ترین انعامات کا وارث بنائے۔ اٰمین یارب العالمین۔ حضرت صاحب قادیان کے درویشوں کے لئے کچھ روغنی میٹھی روٹیاں بھجوا رہے ہیں۔ یہ روٹیاں تبرک کے طور پر ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ اس رؤیا کی تصدیق میں ہیں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا تھا کہ ایک فرشتہ حضور کے پاس ایک روغنی روٹی لایا ہے اور اسے پیش کر کے کہتا ہے یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اس تبرک کو مبارک کرے۔ فقط (الفرقان اگست، ستمبر، اکتوبر 1963ص48)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا قادیان کے آئندہ نظام عمل کے متعلق ایک مفصل خط:

قادیان بھجوائے جانے والے کنوائے کا سلسلہ ختم ہونے والا تھا کچھ لوگوں کے علاوہ باقی سب لوگ قادیان سے ہجرت کر چکے تھے۔ آخری کنوائے قادیان سے جانا باقی تھا اس موقعہ پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایات کی روشنی میں جو خط تحریر فرمایا اس کا متن پیش خدمت ہے۔ یہ خط آپ نے امیر جماعت قادیان کے نام مورخہ 47-11-14 کو تحریر فرمایا تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ۔ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ ۔

از رتن باغ لاہور 47-11-14

مکرمی ومحترمی شمس صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل مورخہ 47-11-15 کو انشاء اللہ قادیان کا نوائے جا رہا ہے یہ غالباً آخری باقاعدہ کانوائے ہوگا۔ اس لئے اس میں باہر سے آنے والے عزیزوں اور دوستوں کو دُعا اور پیچھے رہنے والے دوستوں سے باقاعدہ رخصت ہونے کے بعد لاہور آجانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ قادیان والوں اور باہر والوں سب کا حافظ وناصر ہو۔ چند ضروری ہدائتیں نوٹ فرمالیں۔ میں نمبروار درج کروں گا۔

۱۱۔امارت کے متعلق حضرت صاحب کا فیصلہ یہ ہے کہ آپ کے بعد مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر ہوں گے۔اورعزیز مرزا ظفر احمد نائب امیر۔
۲۔ ناظر اعلیٰ عزیز مرزا ظفر احمد ہوں گے۔
۳۔ نگران حفاظت کیپٹن شیر ولی صاحب ہوں گے۔
۴۔ قادیان صدر انجمن احمدیہ اور تحریک کا نظام اس کمیٹی کے ہاتھ میں ہوگا جو حضرت صاحب نے اپنے خط میں تجویز فرمائی ہے۔اور اس کمیٹی کے ممبر صدر اور تحریک کے ممبر سمجھیں جائیں گے۔
۵۔تحریک کی جائیداد واقع قادیان کی ذمہ داری بھی صدر انجمن پر ہوگی۔
۶۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ سر دست قادیان میں ہی ٹھہریں۔دسمبر کے بعد دوسرا انتظام کیا جائیگا۔
۷۔قادیان میں مندرجہ ذیل طبقات ہوں گے:
(الف) قادیان کے باشندوں میں سے قرعہ کے ذریعہ قادیان ٹھہرنے والے۔
(ب) دیگر احمدی پبلک جو خوشی سے وہاں ٹھہرنا چاہے یا بطریق پرائیویٹ ملازمت وہاں ٹھہرے۔
(ج) تنخواہ دار عملہ حفاظت۔
(د) خدام بیرونی اور
(ھ) صدر انجمن یا تحریک کے کارکن۔
اِن میں سے نمبر (الف) کے آسودہ حال لوگوں کو لنگر سے قیمتاً کھانا دیا جائے۔یعنی اگر وہ لنگر سے لینا چاہیں۔اور جو آسودہ حال نہ ہوں انہیں مفت دیا جائے۔نمبر (ب) میں سے جن کی گذارہ کی صورت ہو انہیں لنگر سے قیمتاً کھانا دیا جائے۔جن کی گزارہ کی صورت نہ ہو انہیں مفت دیا جائے۔نمبر (ج) کو قیمتاً کھانا دیا جائے یعنی اگر وہ لنگر سے لینا چاہیں۔نمبر (د) کو لنگر سے مفت کھانا دیا جائے۔نمبر (ھ) کو قیمتاً کھانا دیا جائے یعنی اگر وہ لنگر سے کھانا چاہیں۔
۸۔کھانے کی قیمت بورڈنگوں کے اصول پر چارج کی جائے یعنی حساب نکال کر فی کس پر قیمت پھیلا لی جائے۔مگر قیمت نقد وصول کی جائے قرض نہ دیا جائے۔
۹۔ آئندہ قادیان کے دفتر محاسب کی امانت حفاظت (ح) میں سے مقررہ کمیٹی کے فیصلہ کے ساتھ ناظر اعلیٰ کو برآمد کا اختیار ہوگا۔پابندیاں خرچ کے متعلق وہی ہوں گی جو حضرت صاحب نے اپنے خط مورخہ ۴۷-۱۱-۱۲ میں لکھ دی ہیں۔تمام خرچ نہایت کفایت کے ساتھ کیا جائے اور خرچ کے مقابل پر آمد بھی پیدا کی جائے اور زندگی درویشانہ رکھی جائے اور حساب رکھا جائے اور آڈٹ بھی ہوتا رہے۔
۱۰۔حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ قادیان میں ایک آڈیٹر ہونا ضروری ہے (خواہ قریشی عبدالرشید صاحب، خواہ راجہ بشیر احمد صاحب) جو صدر اور تحریک اور امانت حفاظت سب کا حساب چیک کرے اور اسے خزانہ کو بھی چیک کرنے کا اختیار ہو۔خزانہ کی چابی کے علاوہ محاسب کے علاوہ ایک امین بھی ضروری ہے۔
۱۱۔ملک صلاح الدین صاحب کو حضرت صاحب نے فی الحال دسمبر تک ٹھہرنے کی اجازت دی ہے اس کے بعد پھر غور ہوگا۔
۱۲۔قادیان میں جو تنخواہ دار عملہ ہوگا۔خواہ صدر یا تحریک کا اور خواہ عملہ حفاظت اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ ابھی اُن رقوم کی تعیین کردے جو وہ اپنے عزیزوں کو پاکستان میں ماہوار ادا کروانا چاہتے ہیں پھر اس کے مطابق انہیں قادیان میں اس قدر رقم ادا کر دی جائیگی اور باقی پاکستان میں ان کے عزیزوں کو ادا کی جاتی رہے گی۔یہ حصے بجٹ کے بھی الگ الگ ہو جائیں گے اس کے مطابق فوراً تحریریں لے کر ایک نقل قادیان میں رہے اور ایک لاہور آجائے۔
۱۳۔حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جو چٹھی امور عامہ قادیان کی طرف سے مسٹر سونی مجسٹریٹ قادیان کو لکھی گئی ہے (نمبری ۱۰۳ مورخہ ۴۷-۱۱-۱۰) اُس کا لب ولہجہ بہت قابل اعتراض ہے۔اور خواہ نخواہ چڑانیوالا ہے۔اوّل تو یہ کوئی جواب نہیں کہ آپ نے اتنی دفعہ یہ پاکٹ خالی کرنیکے لئے کہا ہے کہ ہم جواب میں کوئی مثال نہیں بتا سکتے۔(مثالیں یاد ہوتی ہیں اور بتانی چاہئیں۔کیونکہ ان کے بغیر ہر معقول آدمی بناوٹی اعتراض سمجھتا ہے)۔دوسرے تحریر کا لب ولہجہ ہرگز چڑانے والا نہیں ہونا چاہیئے۔جس میں طعن کا رنگ ہو۔آخر آپ لوگوں نے اب قادیان میں انتہائی بردباری اور تحمل اور انکساری کے ساتھ رہنا ہے بلکہ یہ درویشانہ زندگی ہوگی۔کیا درویشوں کا یہ لب ولہجہ ہوتا ہے آئندہ بہت احتیاط رکھی جائے۔اور حکمتِ عملی اور

اخلاق اور انکساری سے کام لیا جائے اور مولوی برکات احمد صاحب سونی صاحب سے مل کر زبانی بات کر کے سابقہ اثر کو دھونے کی کوشش کریں۔
۱۴۔آپ نے جو فہرست کارکنان صدر انجمن احمدیہ اور تحریک ملک صلاح الدین صاحب کے دستخط سے بھجوائی ہے یعنی ان لوگوں کی جنہوں نے قادیان میں ٹھہرنا ہے۔اس پر حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ فہرست زیادہ ہے اور بعض صیغوں کی اب الگ صورت میں رہنے کی ضرورت نہیں مثلاً تحریک کا صیغۂ تجارت اور صیغۂ صنعت قادیان میں رہنا فضول ہے۔تحریک کا صرف ایک نمائندہ کافی ہے اس کی جائیداد وغیرہ کا خیال رکھنے کے لئے دراصل اس وقت قادیان میں یہ صیغے کافی ہیں۔
(الف) نظارت علیاء۔(ب) نظارت امور عامہ (ج) نظارت ضیافت (د) محاسب اور بیت المال مرکّب۔(ھ) ایک نمائندہ تحریک سب صیغوں کے لئے۔ان سب کے لئے مناسب عملہ محررین ہونا چاہئے۔اور وہ بھی مشترک ہو سکتے ہیں۔نظارت دعوۃ اور تعلیم کا کام بھی اوپر کے کسی افسر کے ذمہ لگایا جا سکتا ہے۔اور ناظر امور عامہ و ناظر ضیافت میں سے ہی کوئی امین ہو جائے۔آڈیٹر علیحدہ ہونا چاہئے۔جو قریشی عبدالرشید صاحب یا راجہ بشیر احمد (میں) سے کسی کو مقرر کر کے رکھ لیا جائے۔
۱۵۔خزانہ کے پہرہ دار دو ہونے ضروری ہیں۔ایک کافی نہیں۔گھروں کے دربان فارغ کر دئے جائیں اور خدام اور عملہ حفاظت سے کام لیا جائے۔
۱۶۔خدام اور عملۂ حفاظت اور دوسرے اصحاب کو بلا کر نصیحت کی جائے۔یہ خدائی امتحان کا وقت ہے۔اس وقت خشیت پیدا ہونی چاہئے۔
۱۷۔ خزانہ سے اگر بڑا سیف قادیان سے آسکے تو مناسب ہوگا۔تا کہ یہاں اس میں سربمہر امانتیں رکھی جا سکیں۔لیکن اگر اس کی وجہ سے پیچیدگی کا ڈر ہو تو رہنے دیں۔اور بہر حال خالی بھجوائیں تا اگر پولیس اور ملٹری کو شبہ ہو تو اسے کھول کر دکھا دیں۔
۱۸۔گندم کے متعلق حضرت صاحب کے خط میں تفصیلی ہدایت ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔
۱۹۔ جب قادیان سے روانہ ہوں تو مقبرہ اور مسجد مبارک میں دعا کر کے آئیں اور سب دوستوں سے باقاعدہ مل کر اور رخصت ہو کر آئیں۔اور انہیں اپنے پیچھے صبر اور قربانی اور انکساری اور باہمی اخوت کے ساتھ رہنے اور تقویٰ کی زندگی بسر کرنے کی نصیحت کر کے آئیں۔وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ والے درویش ہیں۔
۲۰۔حضرت مولوی شیر علی صاحب کی وفات کی خبر ریڈیو پر نشر کی جا چکی ہے۔بیماری تو تھی ہی مگر اس وقت قادیان سے جدائی کا صدمہ اور نقصان لوگوں کے اعصاب پر سخت اثر پیدا کر رہا ہے اور اس صدمہ کی وجہ سے بیماری کے مقابلہ کی طاقت کم ہو رہی ہے۔اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہو۔بعض دوستوں نے خواہش کی تھی جسے حضرت صاحب نے بھی پسند کیا کہ اگر ممکن ہو سکے تو ان کا جنازہ قادیان پہنچایا جائے۔لیکن اس وقت تک اس کا انتظام نہیں ہو سکا۔گو ڈپٹی ہائی کمشنر نے ڈی۔سی۔گورداسپور کے نام چٹھی دیدی ہے۔اور بغیر پورے انتظام کے جنازہ کی بے حرمتی کا ڈر ہے۔دیکھیں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ورنہ بہر حال لاہور میں امانتاً دفن ہوں گے۔(آخری فیصلہ یہی ہوا ہے کہ لاہور میں امانتاً دفن کیا جائے۔)
۲۱۔سیٹھ ابوبکر صاحب کے متعلق حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ لاہور آجائیں۔
اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو۔آپ کے بھی جو باہر آنے والے ہیں۔اور ان کے بھی جو پیچھے قادیان رہیں گے۔

فقط والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد ۴۷-۱۱-۱۴ (مکتوبات اصحاب احمد جلد دوم صفحہ: ۴۷ تا ۸۷ مرتبہ محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے)

یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب   پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے لکھنؤ

فرمایا ہم اس کو اس طرح پڑھتے ہیں:

یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب   پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیاں

درویش برادران کے نام

(محترمہ سیدہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے قلم سے)

دنیا میں بہت گھر ہیں اور ایک سے ایک اچھا پر گھر تھا وہ کیا پیارا ہم جس میں ہوئے پیدا

''یہ عنوان کا شعر ابتدائے عمر میں پڑھا تھا لیکن اب تک یاد رہا۔ اور خصوصاً اب آ کر تو یہ میرے قلب پر بہت ہی دردانگیز اثر چھوڑ جاتا ہے۔ وہ گھر چھوٹ گیا مگر اس کی یاد نہیں جاتی۔ ایک ایک کونہ ایک ایک جگہ، دل پر نقش ہے کئی بار خواہش پیدا ہوتی ہے کہ نئی پود جنھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ نہیں دیکھا بلکہ شاید اکثر کے والدین نے بھی، قادیان جاؤں اور ان کو گوشہ گوشہ دکھاؤں کہ اس جگہ آپ رہے۔ یہاں اکثر قیام رہا، یہاں یہاں ٹہلتے تھے لکھتے تھے یہاں آرام کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ مجھے بچپن کا زمانہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہت یاد ہے۔ بیچ کی عمر کی باتیں اکثر بھول گئیں۔ اور اب تو بہت بھولتی ہوں مگر الحمدللہ وہ وقت سب یاد ہے اپنی عمر کے مطابق بلکہ اس سے زیادہ آجکل کے بچوں کو دیکھتے ہوئے۔ بہت کم عمری کے وقت کی بات ہے پلیگ پھیلنے سے پہلے ہم لوگ اکثر گرمی کے دن اور سردی کی راتیں نیچے گزارتے تھے۔ نیچے کے کمرے جو بعد میں محض مہمان خانہ کا ہی کام دیتے رہے ہیں اُن میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام رہے ہیں اور ساتھ ہم سب۔ غرضیکہ اس گھر کی ایک ایک جگہ متبرک ہے۔ کوئی میرے ساتھ پھر کر میرے سامنے دیکھے تو شاید آپ کے قدموں کی جگہ بھی بتلا سکوں۔ اوپر بھی جو نیا کمرہ بنتا ہے حسب ضرورت آپ ضرور چند دن اس کو استعمال فرماتے تھے۔ گو زیادہ قیام آپ کا حضرت اماں جانؓ والے کمرے اور حجرے میں رہا ہے آخری سالوں میں۔ مگر آپ کے کم وبیش قیام سے کوئی جگہ ہی شاید خالی ہو۔ دارالبرکات (اُم طاہرؓ کے مکان) کے برآمدے میں جو چھوٹا کمرہ ہے جس کی کھڑکی مسجد اقصیٰ کو جانے والی گلی کی طرف کھلتی ہے اس میں بھی آپ چند دن رہے تھے۔ میرا یہ سب لکھنے سے یہ مطلب ہے کہ درویشان قادیان کے پاس یہ بظاہر سال خوردہ مکان ایک دولت ہے، ایک برکتوں کا خزانہ ہے، جس کی ہر اینٹ پر دعائے مسیح الزمانؑ مامور ربانی ہو چکی ہے۔ اس کی دیواروں پر آپ کی آواز نقش ہے۔ وہ درد بھری پکار جو آج بھی میرے کانوں میں گونجتی ہے ضرور اس کا نشان ان دیواروں پر ہے۔ آپ ان تمام گھروں میں بیت الدعاء میں خصوصاً اور کونے کونے میں عموماً دعائیں کریں، بہت دعائیں کریں، اس دعاؤں والے عاشق رب کی دعاؤں کا واسطہ دے کر دعا کریں کہ خدا تعالیٰ میرے بڑے بھائی جان کو شفا دے دے۔ تاریکی دور ہو کر ایک بار پھر روشنی ظاہر ہو جائے۔ احمدیت کو ترقی اور ہم سب کو اعمال نیک اور انجام نیک نصیب ہو۔ ہمیں خدا تعالیٰ پھر قادیان لے جائے۔ ہم حضرت اماں جانؓ کو وہاں لے جا کر حضرت مسیح موعودؑ کے پہلو میں لٹا کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوں۔ میری پیاری اماں جانؓ کی روح خوش ہو جائے۔ میں نے خواب میں آپ کو بڑے درد سے پکارتے سنا ہے کہ

''مجھے قادیان پہنچاؤ، مجھے قادیان پہنچاؤ''

ہم مجبور ہیں بجز دعا کے اب کوئی چارہ نہیں۔ قادیان میں رہنے والوں پر بھی خصوصاً یہ دعا کرنا فرض ہونا چاہئے مجھے امید ہے کہ درویش بھائی اس دعا پر بھی آئندہ خاص طور پر زور دیں گے۔

والسلام۔ ۔'مبارکہ' (الفرقان اگست، ستمبر، اکتوبر 1963ص 12-11)

رسول اللہ کی پانچ خصوصیات

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مجھے پانچ خصوصیات ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ ایک مہینہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی ہے اور ساری زمین میرے لئے مسجد اور پاکیزہ بنائی گئی ہے۔ اموال غنیمت میرے لئے حلال کئے گئے ہیں اور مجھ سے پہلے نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے جبکہ میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں اور مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ حدیث نمبر 418)

1947 کی پارٹیشن کے بعد قادیان ایک نظر میں

1947

1947ء،25؍جولائی: شر پسندوں نے قادیان جانے والی گاڑی کو روک کر حملہ کر دیا۔کئی افراد زخمی ہو گئے۔

12؍اگست: قادیان کی ریل بند کر دی گئی۔جلد ہی ڈاک اور تار کا سلسلہ بھی کٹ گیا۔

12؍اگست: حضورؓ کو قادیان سے ہجرت کے متعلق الہام ہوا۔

14؍اگست: برّصغیر دو آزاد مملکتوں میں تقسیم ہو گیا۔پاکستان اور بھارت کا قیام عمل میں آیا۔

23؍اگست: قادیان کے شمالی جانب احمدی گاؤں فیض اللہ چک پر حملہ کیا گیا۔اور قتل وغارت کے بعد گاؤں خالی کروا دیا گیا۔

قادیان کی غربی جانب احمدی گاؤں ونجواں پر شر پسندوں نے حملہ کر دیا۔50افراد شہید اور 39 زخمی ہوئے۔لوٹ مار کے بعد گاؤں خالی ہو گیا-

1947ء،20؍اگست: حضورؓ کے ارشاد پر محاسب صدر انجمن احمدیہ مرزا عبدالغنی صاحب صدر انجمن احمدیہ کا خزانہ لے کر بذریعہ ہوائی جہاز لاہور پہنچ گئے۔جہاز کے پائلٹ سیّد محمد احمد صاحب تھے۔

25؍اگست: جماعت احمدیہ کے دونوں جہازوں کو قادیان آنا ممنوع قرار دے دیا گیا۔جو قادیان اور پاکستان کے مابین رابطہ کا واحد ذریعہ تھا۔

29؍اگست: قادیان میں حضورؓ نے مسجد مبارک میں آخری جمعہ ارشاد فرمایا۔حضورؓ نے پانچ دعاؤں کی خاص تحریک کی۔

31؍اگست: حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضورؓ کے ایماء پر یہ اعلان کروایا کہ قادیان کی جو عورتیں اور بچے پاکستان جانا چاہیں انہیں انتظام کے تحت جانے کی اجازت ہے۔صبح ساڑھے آٹھ تا نو بجے مسجد میں اجتماعی دعائیں کی گئیں۔

31؍اگست: حضور ایک بجے دوپہر قادیان سے ہجرت کر کے لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔آپ نے مرزا بشیر احمد صاحب کو امیر مقامی مقرر فرمایا۔ حضور کیپٹن عطاء اللہ صاحب کی گاڑیوں میں ساڑھے چار بجے لاہور پہنچے۔

3؍ستمبر کو لوائے احمدیت پاکستان منتقل کیا گیا۔یہ بکس مرزا عبدالغنی صاحب لیکر آئے۔

8؍ستمبر قادیان کی پولیس چوکی کے انچارج نے احمدیوں کو قادیان خالی کرنے کے لئے کہا۔

9؍ستمبر قادیان کے گردونواح میں جیپ گاڑیوں کی آمد پر پابندی کی وجہ سے قادیان کے احمدیوں کی نقل وحرکت بالکل بند ہو گئی۔

11/12 ستمبر ماحول قادیان کے بہت سے دیہات خالی ہو کر قادیان پہنچ گئے۔اور پناہ گزینوں کی تعداد آہستہ آہستہ 50ہزار تک پہنچ گئی۔

12؍ستمبر حضور نے قادیان کی احمدی آبادی خصوصاً مستورات اور بچوں کو پاکستان لانے کے لئے دو سو ٹرکوں کی تحریک کی۔ چنانچہ یہ سلسلہ دو ماہ تک جاری رہا۔سب سے بڑا کنوائے 12؍اکتوبر کو آیا۔جس میں 72 ٹرک شامل تھے۔اور پاکستانی فوج کے میجر آرنس کی سرکردگی میں قادیان گیا تھا۔میجر صاحب نے احمدی نوجوانوں کی شجاعت کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔حضور ان قافلوں کی بحفاظت آمد کے لئے 25روپے روزانہ صدقہ دیتے رہے۔

12؍ستمبر قادیان میں متعین فوج نے باہر جانے والے پناہ گزینوں کی تلاشی شروع کر دی اور لائسنس والا اسلحہ بھی چھیننا شروع کر دیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا مگر مرکزی جمعہ کی بجائے ہر محلہ میں الگ الگ جمعہ پڑھا گیا۔

13؍ستمبر چوہدری فتح محمد سیال ناظر مقامی دعوت الی اللہ۔اور 12؍ستمبر کو سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ کو گرفتار کر لیا گیا۔

17؍ستمبر۔الفضل قادیان کا آخری پرچہ شائع ہوا۔

19؍ستمبر۔پولیس نے محلہ دارالسعۃ قادیان خالی کرا لیا۔

20؍ستمبر۔قادیان میں بہت سے لوگوں نے مرکز کے سپرد اپنی امانتیں رکھی تھیں۔ان کو لے کر حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی لاہور پہنچ گئے۔

21؍ستمبر۔قادیان میں کرفیو لگا دیا گیا۔اور احمدیوں کی فجر۔مغرب اور عشاء کی نمازیں مسجد میں ادا کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔

22؍ستمبر قادیان میں پولیس نے حضور اور دیگر احمدیوں کے مکانات کی تلاشی لی۔

23؍ستمبر۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ قادیان سے لاہور تشریف لے آئے۔اور حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ امیر مقامی مقرر ہوئے۔

24؍ستمبر۔قادیان سے دفاتر کا عملہ۔ریکارڈ اور دستاویز منگوانے کی کاروائی کا آغاز ہوا۔

24 ستمبر۔ قادیان میں پولیس نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی کوٹھی النصرۃ اور محلہ دارالشکر کے متعدد مکانوں کی تلاشی لی اور ہزاروں روپے کے زیورات اور نقدی پر قبضہ کر لیا۔

27 ستمبر قادیان میں پناہ گزینوں اور مقامی احمدیوں کے قریباً 5 ہزار مویشی (مالیتی 2 لاکھ روپے) پولیس اور سکھوں نے لوٹ لئے۔ نیز گڈے اور چھکڑے بھی لے گئے۔

29 ستمبر امرتسر میں سکھ لیڈروں کی کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا کہ قادیان کے تمام احمدیوں کو قتل کر دیا جائیگا۔

30 ستمبر پولیس نے مقامی خاکروبوں کو کام کرنے سے روک دیا۔ جس کی وجہ سے گھر نجاست سے اٹ گئے۔

یکم اکتوبر قادیان میں حضور کے مکان دارالحمد کو پولیس نے زبردستی خالی کرالیا۔

2 اکتوبر پولیس نے قادیان میں آٹا پیسنے کی چکیاں بند کر دیں۔ جس کی وجہ سے کئی دن گندم ابال کر کھانی پڑی۔

2 اکتوبر پولیس نے ڈگری کالج قادیان اور فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی عمارتوں پر قبضہ کر لیا۔

3 اکتوبر ہزارہا سکھوں نے پولیس کی معیت میں قادیان پر حملہ کر دیا۔ دوسو کے قریب احمدی وغیر احمدی شہید ہو گئے۔ احمدی نوجوانوں نے بے مثال شجاعت اور جانبازی کا مظاہرہ کیا۔

4 اکتوبر۔ قادیان میں حملہ شدہ پناہ گزینوں میں سے چالیس ہزار کا پہلا پیدل قافلہ پاکستان کے لئے روانہ ہوا۔ مگر 6 میل کے اندر کئی سو افراد شہید کر دیئے گئے۔ قادیان میں 7 احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ سٹار ہوزری کو لوٹ لیا گیا۔

5 اکتوبر۔ بیرونی پناہ گزینوں کا دوسرا قافلہ جس میں 10 ہزار مسلمان تھے قادیان سے روانہ ہوا۔ قادیان میں فوج نے احمدیوں سے بیگار لی۔

8 اکتوبر۔ تعلیم الاسلام کالج نیشنل سکھ کالج کے سپرد کر دیا گیا۔ نیز سپرنٹنڈنٹ پولیس نے قادیان کے تمام احمدیوں کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔

9 اکتوبر قادیان میں احمدی مستورات کے رہائشی مکان پر بم پھینکے گئے۔

10 اکتوبر مسجد اقصیٰ قادیان پر بم پھینکے گئے مگر زیادہ نقصان نہیں ہوا۔

14 اکتوبر۔ حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ قادیان سے لاہور آ گئے اور حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کو امیر مقامی مقرر کیا گیا۔

14 اکتوبر۔ جامعہ احمدیہ قادیان کی عمارت پر ملٹری نے قبضہ کر لیا۔

15 اکتوبر قادیان میں پریس اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی لائبریری پر پولیس نے قبضہ کر لیا۔

18 اکتوبر۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فیصلہ فرمایا کہ مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے قادیان میں 250 احمدی باری باری مقیم رہیں۔ اور باقی سب کو نکال لیا جائے۔ (بعد میں یہ تعداد 313 ہوگئی) رضا کارانہ طور پر قادیان میں رہنے کے لئے احمدیوں سے پوچھا گیا۔ مگر انکی کثرت کی وجہ سے مختلف شعبوں کے لحاظ سے قرعہ اندازی کرنی پڑی۔ احمدی آبادی کے علاقہ کی تعیین فوجی افسروں کے ساتھ طے پائی۔ چنانچہ 18 اکتوبر سے احمدی اپنے معین علاقہ میں اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔

23 اکتوبر۔ حسین شہید سہروردی میجر جنرل تھمایا کے ساتھ قادیان آئے۔ اور احمدی بزرگان سے قادیان کے حالات معلوم کئے۔ ان کے ساتھ مسٹر گاندھی کے خاص نمائندے ڈاکٹر دنشامہتہ بھی تھے۔

26 اکتوبر۔ قادیان میں عیدالاضحیٰ مولانا جلال الدین شمس نے پڑھائی۔ تیرہ سو احمدی شریک ہوئے۔ مسلمان فوجیوں کے اعزاز میں جماعت کی طرف سے عشائیہ دیا گیا۔

30 اکتوبر۔ قادیان میں مسجد دارالرحمت کے مینار گرا دیئے گئے۔ اور مسجد نور کو سکھوں نے اپنا جلسہ گاہ بنا لیا۔

16 نومبر۔ مرزا ناصر احمد صاحب کی قیادت میں قادیان سے آخری کنوائے لاہور پہنچا۔ اور جس کے ساتھ قادیان کی اکثر احمدی آبادی پاکستان پہنچ گئی۔

16 نومبر۔ قادیان میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ امیر مقامی اور مرزا ظفر احمد صاحب ناظر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ اس دن سے قادیان میں عہد درویشی کا آغاز ہوا۔ اور قریباً 313 احمدی قادیان میں اقامت پذیر ہوئے۔ ان میں 11 صحابہ حضرت مسیح موعودؑ بھی تھے۔ درویشوں سے قادیان کی حفاظت اور وفاداری کا عہد لیا گیا۔

16 نومبر 1947ء قادیان میں ٹھہرنے والے درویشوں میں 221 نوجوان 57 درمیانی عمر اور 35 بوڑھے احباب تھے۔
16 نومبر 1947ء کو قادیان ٹھہرنے والے درویشوں میں 11 صحابہ تھے۔ اور بعد میں مزید 13 صحابہ تشریف لائے۔ جس سے صحابہ کی تعداد 24 ہوگئی۔
(ماخوذ از الفرقان درویشان قادیان نمبر 1963ء ص 15)

ابتدائی دور میں درویشان کو لنگر خانہ سے کھانا اور پانچ روپیہ ماہوار درویشی وظیفہ ملتا تھا۔
28 نومبر 1947 کو بہشتی مقبرہ میں اجتماعی دعا ہونی شروع ہوئی۔
حضرت مصلح موعودؓ کے حکم سے ہر درویش کو 5 دسمبر 1947 کو حضرت مسیح موعودؑ کے کپڑے کا ایک ایک ٹکڑا تبرک کے طور پر دیا گیا جسے محترم بابا شیر ولی صاحب نے تقسیم کیا۔
13 دسمبر۔ قادیان میں بہشتی مقبرہ کی حفاظت کے لئے اردگرد کی دیوار کی تعمیر کا پہلا مرحلہ شروع کیا گیا۔ کئی برس بعد پختہ دیوار کی گئی۔
جلسہ سالانہ قادیان 28-26 دسمبر مسجد اقصیٰ میں ہوا۔ 253 درویش۔ 7 خواتین 3 احمدی اور 4 غیر احمدی۔ 62 غیر مسلم 100 احمدی باہر سے۔
ہجرت کے وقت قادیان میں احمدیوں کی 19 مساجد اور غیر احمدیوں کی 4 مساجد تھیں۔

1948

1948 یکم جنوری۔ قادیان میں سب دوکانداروں نے درویشوں کے سوشل بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ اور ہر قسم کا سودا سلف بند ہوگیا۔ یہ بائیکاٹ 26 جنوری تک رہا۔
9 جنوری 1948 کو پہلی دفعہ درویشوں کی کبڈی بڑے باغ میں ہوئی۔
17 جنوری 1948 کو مکرم چاچا مولا بخش صاحب نے ٹین کا ڈبہ چھنکا چھنکا کر نماز تہجد کے لئے درویشوں کو جگانا شروع کیا۔
15 مارچ۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب پاکستان سے 114 اصحاب کے ساتھ قادیان پہنچے۔ اور ان کی درویشانہ زندگی کا آغاز ہوا۔
5 مئی حضور نے مجلس مشاورت میں تحریک فرمائی تھی کہ عشاق احمدیت قادیان کی جگہوں کو آباد کرنے کے لئے اپنے تئیں پیش کریں۔ چنانچہ 35 افراد پر مشتمل پہلا خوش نصیب قافلہ لاہور سے روانہ ہوا۔ جس میں 12 صحابہ مسیح موعودؑ بھی تھے۔

شہداء:

1. 4 ستمبر قادیان کے مشرقی جانب کے مختلف دیہات میں پولیس نے 17 احمدی شہید کر دئے۔
2. 6 ستمبر۔ حضرت محمد حسین صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فسادات کے دوران اہلیہ سمیت شہید کر دیئے گئے۔
3. 6 ستمبر۔ قادیان کے جنوبی جانب مراد پورہ گاؤں میں میاں علم الدین صاحب شہید کر دئے گئے۔
4. 15 ستمبر۔ قادیان میں سکھوں نے محمد شریف احمدی کو شہید کر دیا۔
5. 17 ستمبر۔ حضرت بابو نذیر احمد صاحب امیر جماعت دہلی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فسادات میں شہید کر دئے گئے۔
6. 19 ستمبر۔ سید محبوب عالم صاحب بہاری کو قادیان میں شہید کر دیا گیا۔
7. ستمبر۔ حضرت چوہدری غلام محمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دہلی کے فسادات کے دوران شہید کر دیا گیا۔
8. 14 اکتوبر۔ سلطان عالم صاحب کو قادیان میں شہید کر دیا گیا۔
9. 14 اکتوبر۔ مرزا احمد شفیع صاحب۔ زہرہ بی بی اور ایک چار سالہ بچی کو قادیان میں شہید کر دیا گیا۔

قادیان کے اندر نیز ہندوستان سے ہجرت کرنے والے پاکستان آنے والے بہت سے احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ جو نام میسر آ سکے ہیں درج ذیل ہیں:
عبدالجبار۔ ملک حمید علی۔ ماسٹر عبدالعزیز۔ محمد رمضان۔ عالم بی بی۔ چراغ دین۔ جان بی بی۔ منور احمد۔ نیاز علی۔ عبدالمجید خان۔ بدر دین۔ گلاب بی بی۔ محمد اسماعیل۔ عبدالرحمٰن۔ چوہدری فقیر محمد۔ محمد منیر شامی۔ حمیدہ بیگم۔ عظیم احمد۔

4اپریل۔بہشتی مقبرہ قادیان سے متصل تاریخی باغ پر ایک سکھ نے قبضہ کرلیا۔ جماعت کی اپیل پر 1949ء میں حکومت نے جماعت کے حق میں فیصلہ کیا۔مگر باغ میں شامل دو باغیچوں کو کسی اور کے قبضہ میں دے دیا۔1953ء میں یہ فیصلہ بھی منسوخ ہو گیا۔

1949۔4۔اپریل کو حضرت امیر صاحب (مولوی عبدالرحمن جٹ صاحبؓ) اور حضرت بھائی قادیانیؓ صاحب پہلی بار بٹالہ گئے۔

مورخہ 25اگست 1949 کو بھائی عبدالرحمن صاحبؓ قادیانی نے بہشتی مقبرہ میں گول دائرہ باغ میں نشان دہی کی۔

درویشوں کا پہلا ٹورنامنٹ 30مارچ سے 2اپریل1950 کو ہوا۔بٹالہ میں ایک ٹورنامنٹ 22مارچ1951 کو ہوا جس میں درویشوں نے شرکت کی۔

1950ء قادیان میں پہلی شادی مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی کی پیر بشیر احمد صاحب مہاجر کی ہمشیرہ محترمہ نور جہاں صاحبہ کے ساتھ مارچ 1950ء کو ہوئی۔

1950ء تقسیم ملک کے وقت 313 درویشان قادیان میں ٹھہرے تھے۔اُن غیر معمولی پُرخطر حالات میں عورتوں اور بچوں کے قیام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔1950ء کے بعد فتنہ وفساد کی آگ ٹھنڈی ہونے پر اور حالات قدرے سازگار اور پُرامن ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا ناظرِ خدمت درویشان کی ہدایت پر قادیان کی زندگی کو نارمل بنانے کے لئے درویشان کے اہل وعیال کو پاکستان سے یہاں بلوانے کی کوشش شروع کی گئی چنانچہ وزارتِ بحالیات دہلی سے قادیان میں مستقل رہائش کے لئے پرمٹ حاصل کر کے 25 جون 1951ء کو 29 کس مستورات اور بچّوں کا پہلا قافلہ واہگہ بارڈر کے راستے قادیان میں آیا۔

1951ء مارچ 1951ء میں تعمیر پختہ چاردیواری بہشتی مقبرہ کی تحریک کا بھی آغاز کیا گیا۔کئی سالوں میں یہ کام مکمل ہوا۔جوں جوں رقم جمع ہوتی گئی دیوار کی تعمیر کا کام مکمل کیا جاتا رہا۔

1952ء۔14اکتوبر میاں وسیم احمد صاحب کی شادی سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ سے ہوئی۔

20۔دسمبر قادیان سے ہفت روزہ بدر کا اجراء۔

1953

20۔جنوری مقدمہ کسٹوڈین کا فیصلہ جماعت کے حق میں ہوا۔

15۔مارچ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب شادی کے بعد اپنی بیوی کے ہمراہ قادیان تشریف لائے۔

15۔اپریل۔نصرت گرلز سکول قادیان کا دوبارہ اجراء۔

1954۔15۔اپریل مدرسہ احمدیہ قادیان کا دوبارہ اجراء۔

1955

10۔اپریل۔صاحبزادہ مرزا طاہر احمد (خلیفۃ المسیح الرابع رحم اللہ) کی قادیان میں تشریف آوری۔

1958

یکم مارچ قادیان میں وقف جدید انجمن احمدیہ کا قیام۔

1959

9۔اپریل گورنر پنجاب شری این۔وی۔گیڈیل کی قادیان میں آمد۔

23۔نومبر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی قادیان میں تشریف آوری۔

1961۔ستمبر۔صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کے پہلے صدر مقرر ہوئے۔

16 تا18۔دسمبر جلسہ سالانہ قادیان کا انعقاد جس میں صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع رحم اللہ) نے بھی شمولیت فرمائی۔

1962

29۔اپریل قادیان میں جلسہ پیشوایان مذاہب کا شایان شان انعقاد۔

28۔جولائی وزیراعلیٰ پنجاب کی قادیان میں آمد،

30۔اگست۔طیب حسین صاحب ڈپٹی وزیر صحت پنجاب کی زیرصدارت قادیان میں شایان شان جلسہ سیرۃ النبیؐ کا انعقاد۔

1964

24۔مارچ صاحبزادہ مرزا کلیم احمد صاحب ابن مرزا وسیم احمد صاحب کی ولادت۔

27۔اپریل شیخ بشیر احمد ایڈووکیٹ لاہور کی قادیان میں آمد۔

21۔مئی مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت ربوہ کی قادیان میں آمد۔

20۔جون پہلا انتخاب صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ بھارت۔

27۔اگست۔مولوی عبدالرحمن صاحبؓ صدر میونسپل کمیٹی قادیان منتخب ہوئے۔

1965۔15۔ستمبر درویشان کی قادیان میں مقیم پاکستانی فیملیز کی لدھیانہ جیل میں منتقلی۔

18 تا23 ستمبر۔اس سلسلہ میں جماعتی وفد کی وزیراعظم ہند شری لال بہادر شاستری مرکزی وزیر اطلاعات ونشریات شرمتی اندرا گاندھی مرکزی وزیر داخلہ شری گلزاری لال نندہ وغیرہ سے ملاقاتیں ہوئیں۔جس کے نتیجہ میں 23۔ستمبر کو حکومت کی طرف سے ان فیملیز کو واپس قادیان بھجوانے کے احکامات صادر ہوئے۔

30۔ستمبر اخبار بدر دوبارہ چھپنا شروع ہوا۔

4۔نمبر حضرت مصلح موعودؓ کی صحتیابی کے لئے قادیان میں نفلی روزہ رکھا گیا اور صدقہ کیا گیا۔

8۔نومبر حضرت مصلح موعودؓ کے انتقال پر ملال کی خبر سنتے ہی تمام احباب جماعت مسجد مبارک میں جمع ہوئے جہاں مرزا وسیم احمد صاحب نے انہیں پر اثر الفاظ میں صبر کی تلقین فرمائی۔پھر دعا کی گئی۔11۔نومبر کو بھی حضورؓ کی وفات اور انتخاب خلافت ثالثہ کے سلسلہ میں اہم جلسہ منعقد ہوا۔

1966۔24۔جون لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعمیر نو کا انعقاد۔

3۔دسمبر۔97۔افراد پر مشتمل پاکستانی احمدی احباب کی جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت۔

1969

25۔جنوری۔شریمتی اندرا گاندھی کی قادیان میں آمد۔

اگست تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی محکمہ تعلیم پنجاب کی طرف سے منظوری۔

1971

15۔مارچ۔20۔امریکن طلباء کی قادیان میں آمد۔

26۔نومبر گیانی ذیل سنگھ صاحب بعدہ صدر جمہوریہ ہند کی قادیان میں آمد۔

1974

یکم جنوری چوہدری ظفراللہ خان صاحب کی رجسٹرار بین الاقوامی عدالت انصاف اور سیرالیون کے ایک پیراماونٹ کے ہمراہ قادیان میں آمد۔

1975

26 نومبر فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

1977ء۔21 جنوری مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ ؓ کی وفات کے بعد میاں وسیم احمد صاحب کوامیر مقامی اور ناظر اعلیٰ قادیان مقرر کر دیا گیا۔
3۔فروری۔ریوینیو بورڈ کی طرف سے صدرانجمن احمدیہ کوانکم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔
1980۔پہلا ایک روزہ سالانہ اجتماع مجلس انصاراللہ منعقد ہوا۔
1984۔28 ستمبر عید گاہ اور قدیم قبرستان کا کیس ہمارے حق میں فیصلہ ہوا۔
1986۔8۔اپریل نقشہ مسجد احمدیہ دہلی کے سلسلہ میں چوہدری عبدالرشید ساحب آرکیٹیکیٹ کی لندن سے دہلی آمد۔
12۔فروری ملک صلاح الدین ایم اے۔ناظر اعلیٰ صدرانجمن احمدیہ قادیان مقرر ہوئے۔

1987

18۔جون نقشہ مسجد احمدیہ دہلی کے سلسلہ میں مکرم ناظر صاحب جائیداد کی مرکزی وزیر محترمہ محسنہ قدوائی سے ملاقات اور 27 نومبر کونقشہ کی منظوری حاسل ہوئی۔
28۔جولائی صاحبزادہ مرزاوسیم احمد صاحب دوبارہ ناظر اعلیٰ صدرانجمن احمدیہ قادیان مقرر ہوئے۔
1988۔16۔جولائی مسجد احمدیہ دہلی کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔
18 تا20 دسمبر۔گڑبڑ زدہ علاقہ ہونے کی وجہ سے پنجاب میں غیر ملکیوں کے داخلہ پر پابندی کی وجہ سے حکومت ہند سے بیرونی مما لک کے احمدیوں کے لئے جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کی خصوصی اجازت حاصل کی گئی اور کئی سالوں کے بعد بشمول مکرم چوہدری عبدالرشید آرکیٹیکٹ لندن ومکرم شجر احمد صاحب فاروقی نیشنل آڈیٹر لندن بیرونی مما لک سے خاصی تعداد میں احباب جماعت قادیان تشریف لائے۔

(مرکز احمدیت قادیان کے لیل ونہار۔(چند اہم واقعات تاریخ کے حوالے سے)۔مرتبہ۔نائب ایڈیٹر بدر سوونیر۔صفہ 79-73۔)

1991ء - 19 دسمبر مغرب کی نماز کے وقت کے بعد خلیفۃ المسیح الرابعؒ قادیان تشریف لائے۔
14 جنوری 1992ءکو دہلی کے لئے روانہ ہوئے اور 16-15 جنوری کی شب کو دہلی سے واپس لندن تشریف لے گئے۔
حضورؒ کے قادیان تشریف لانے پر پہلی بار قادیان میں ڈائریکٹ ٹیلیفون اور فیکس کا نظام جاری ہوا۔اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اکثر گھروں میں ڈائریکٹ ٹیلیفون کی سہولت موجود ہے۔خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے قادیان آنے پر جلسہ سالانہ کی حاضری تقریباً35 ہزار کے قریب تھی۔
2005ء۔11 دسمبر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ماریشس سے دہلی پہنچے اور 15 دسمبر بعد دوپہر بذریعہ ریل قادیان تشریف لائے۔15 جنوری **2006** کو واپس دہلی اور وہاں سے 17 جنوری 2006 کو بذریعہ ہوائی جہاز واپس لندن تشریف لے گئے۔
2007ء۔29 اپریل کو بروز اتوار رات پونے نو بجے امرتسر میں میاں وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی قادیان وفات پا گئے۔
2007ء اپریل میں میاں وسیم احمد صاحب کی وفات کے بعد مکرم محمد انعام غوری صاحب کوحضوانور نے ناظر اعلیٰ وامیر مقامی قادیان مقرر فرمایا۔
ہندوستان کی تقسیم سے پہلے قادیان کی آبادی تقریباً16-14 ہزار کے قریب تھی۔جس میں اکثریت احمدیوں کی تھی۔1947ء میں پارٹیشن کے بعد احمدیوں کی تعداد صرف درویشان پر مشتمل تھی جو تعداد میں 313 تھے (اب 2 رہ گئے ہیں)۔اب قادیان کی آبادی تقریباً 30 ہزار کے قریب ہے۔جس میں احمدیوں کی تعداد تقریباً پانچ ہزار کے قریب ہے۔باقی 40 فیصد ہندو ہیں اور 60 فیصد سکھ ہیں۔
2016۔ءقادیان کے جلسہ سالانہ میں انڈونیشیا سے 201 احباب (85 مرد۔116 عورتیں) تشریف لائے۔اس میں سے 180 احباب (78 مرد۔102 عورتیں) ایک چارٹر فلائٹ نمبر Malindo.od27 کے ذریعہ انڈونیشیا سے 23 دسمبر 2016 بروز جمعہ امرتسر کے ہوائی اڈہ پر شام تقریباً پانچ بجے تشریف لائے۔تاریخ احمدیت میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ احباب کسی ملک سے قادیان میں جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے ایک چارٹر فلائٹ سے تشریف لائے ہیں۔

قادیان کے متعلق منظوم کلام

(از: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

زمین قادیاں اب محترم ہے / ہجوم خلق سے ارض حرم ہے (درثمین صفحہ 65)

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا / میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا
میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہنر / کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی / میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا / اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا
اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا / قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیر غار
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد / لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار
اس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر / جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مرور روزگار
کھول کر دیکھو ''براہین'' جو کہ ہے میری کتاب / اس میں ہے یہ پیشگوئی پڑھ لو اس کو ایک بار
اب ذرا سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے / اس قدر امر نہاں پر کس بشر کو اقتدار
بات سب پوری ہوئی پر تم وہی ناقص رہے / باغ میں ہو کر بھی قسمت میں نہیں دیں کے ثمار
دیکھ لو وہ ساری باتیں کیسی پوری ہو گئیں / جن کا ہونا تھا بعید از عقل وفہم و افتکار
اس زمانہ میں ذرا سوچو کہ میں کیا چیز تھا / جس زمانہ میں ''براہیں'' کا دیا تھا اشتہار
پھر ذرا سوچو کہ چرچا مرا کیسا ہوا / کس طرح سرعت سے شہرت ہو گئی در ہر دیار
جانتا تھا کون کیا عزت تھی پبلک میں مجھے / کس جماعت کی تھی مجھ سے کچھ ارادت یا پیار
تھے رجوع خلق کے اسباب مال و علم وحکم / خاندان فقر بھی تھا باعث عز و وقار
ایک ان چاروں سے میں محروم تھا اور بے نصیب / ایک انسان تھا کہ خارج از حساب واز شمار
پر رکھایا نام کافر ہو گیا مطعون خلق / کفر کے فتووں نے مجھ کو کر دیا بے اعتبار
اس پر بھی میرے خدا نے یاد کر کے اپنا قول / مرجع عالم بنا دیا مجھ کو اور دیں کا مدار
سارے منصوبے جو تھے میری تباہی کے لئے / کر دئے اس نے تبہ جیسے کہ ہو گردو غبار
سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے / کوئی بتلائے نظر اس کی اگر کرنا ہے وار
مکر انساں کو مٹا دیتا ہے انسانِ دگر / پر خدا کا کام کب بگڑے کسی سے زینہار

(درثمین صفحہ 134)

ابن مریم ہوں مگر اترا نہیں میں چرخ سے | نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار
میں نے تجھے عیسیٰ کے جوہر سے پیدا کیا | تو اور عیسیٰ ایک ہی جوہر سے ہیں
میں تو آیا اس جہاں میں مریم کی طرح | میں نہیں مامور از بہر جہاد و کار زار
کیا شک ہے ماننے میں اس مسیح کے | جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب | خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا
آسمان سے آ گیا وہ ابن مریم کا مثیل | تھا جو ختم المرسلین کا ایک فرزند جلیل (درثمین صفحہ 161)

منظوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔قادیان کی یاد میں

ہے رضائے ذات باری اب رضائے قادیاں | مدعائے حق تعالیٰ مدعائے قادیاں
وہ ہے خوش اموال پر۔یہ طالب دیدار ہے | بادشاہوں سے بھی افضل ہے گدائے قادیاں
گر نہیں عرش معلیٰ سے یہ ٹکراتی تو پھر | سب جہاں میں گونجتی ہے کیوں صدائے قادیاں
دعویٰ طاعت بھی ہوگا ادعائے پیار بھی | تم نہ دیکھو گے کہیں لیکن وفائے قادیاں
میرے پیارے دوستو تم دم نہ لینا جب تلک | ساری دنیا میں نہ لہرائے لوائے قادیاں
بن کے سورج ہے چمکتا آسماں پر روز و شب | کیا عجب معجز نما ہے رہنمائے قادیاں
غیر کا افسوں اس پہ چل نہیں سکتا کبھی | لے اڑی ہو جس کا دل زلف دوتائے قادیاں
اے بتو اب جستجو اس کی ہے امید محال | لے چکا ہے دل مرا تو دلربائے قادیاں
یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب | پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیاں
خیال رہتا ہے ہمیشہ اس مقام پاک کا | سوتے سوتے بھی یہ کہہ اٹھتا ہوں ہائے قادیاں
آہ کیسی خوش گھڑی ہو گی کہ بانیل مرام | باندھیں گے رخت سفر کو ہم برائے قادیاں
پہلی اینٹوں پر ہی رکھتے ہیں نئی اینٹیں ہمیش | ہے تبھی چرخ چہارم پر بنائے قادیاں
صبر کر اے ناقہ راہ ھدیٰ ہمت نہ ہار | دور کر دے گی اندھیروں کو ضیائے قادیاں
ایشیا و یورپ و امریکہ و افریقہ سب | دیکھ ڈالے پر کہاں وہ رنگ ہائے قادیاں
منہ جو کچھ چاہے بن جائے کوئی پر حق یہ ہے | ہے بہاء اللہ فقط حسن و بہائے قادیاں
گلشن احمد کے پھولوں کی اڑا لائی جو بو | زخم تازہ کر گئی باد صبائے قادیاں

جب کبھی تم کو ملے موقع دعائے خاص کا
یاد کر لینا ہمیں اہل وفائے قادیاں

(کلام محمود صفحہ 114)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا کلام

اپنے دیس میں اپنی بستی میں اک اپنا بھی تو گھر تھا — جیسی سندر تھی وہ بستی ویسا ہی وہ گھر بھی سندر تھا
دیس بدیس لئے پھرتا ہوں اپنے دل میں اس کی کتھائیں — میرے من میں آن بسی ہے تن من دھن جس کے اندر تھا
سادہ اور غریب تھی جنتا لیکن نیک نصیب تھی جنتا — فیض رسان عجیب تھی جنتا ہر بندہ ۔بندہ پرور تھا
سچے لوگ تھے سچی بستی کرموں والی اچی بستی — جو اونچا تھا۔نیچا بھی تھا عرش نشیں تھا خاک بسر تھا
دھرتی تھی اس کی آکاشی اس کی پرجا تھی پرکاشی — جس کی صدیاں تھیں متلاشی گلی گلی کا وہ منظر تھا
کرتے تھے آ آ کے بسیرے پنکھ پکھیرو شام سویرے — پھولوں اور پھلوں سے بوجھل بستاں کا ایک ایک شجر تھا
اس کے سروں کا چرچا جاجا دیس بدیس میں ڈنکا باجا — اس بستی کا پیتم راجا کرشن کنھیامرلی دھر تھا
چاروں اور بجی شہنائی بھجنوں نے اک دھوم مچائی — رت بھگوان ملن کی آئی پیتم کا درشن گھر گھر تھا
گوتم بدھا بدھی لایا سب رشیوں نے درس دکھایا — عیسیٰ اترا مہدی آیا جو سب نبیوں کا مظہر تھا
آشاؤں کی اس بستی میں میں نے بھی فیض اس کا پایا — رات گئے مرے گھر کون آیا اٹھ کر دیکھا تو ایشر تھا
عرش سے فرش پہ ما یا اتری روپا ہوگئی ساری دھرتی — مٹ گئی کلفت چھاگئی مستی وہ تھا میں تھا من مندر تھا
تجھ پر میری جان نچھاور اتنی کرپا اک پاپی پر — جس کے گھر نارائن آیا وہ کیڑی سے بھی کمتر تھا
رب نے آخر کام سنوارے گھر آئے برھا کے مارے — آ دیکھے اونچے منارے نور خدا تاحد نظر تھا
مولا نے وہ دن دکھلائے پریمی روپ نگر کو آئے — ساتھ فرشتے پر پھیلائے سایہ رحمت ہر سر پر تھا
عشق خدا مونہوں پر وسے پھوٹ رہا تھا نور نظر سے — اکھیَن سے مے پیت کی برسے قابل دید۔ہر دیدہ ور تھا
لیکن آہ جو رستہ تکتے جان سے گزرے تجھ کو ترستے — کاش وہ زندہ ہوتے جن پر ہجر کا اک اک پل دوبھر تھا
آخر دم تک تجھ کو پکارا آس نہ ٹوٹی دل نہ ہارا — مصلح عالم باپ ہمارا پیکر صبرو رضا رہبر تھا
سدا سہاگن رہے یہ بستی جس میں پیدا ہوئی وہ ہستی — جس سے نور کے سوتے پھوٹے جو انوار کا اک ساگر تھا
ہیں سب نام خدا کے سندر واہے گورو۔اللہ اکبر — مجھ پر بھی تھا اس کا سایہ جس کا میں ادنیٰ چاکر تھا

حضور کی یہ نظم پہلی بار جلسہ سالانہ قادیان 1991 میں پڑھی گئی تھی۔ (کلامِ طاہر صفحہ 68 ایڈیشن 2008)

”کہ ہم کو قادیاں ملے“

ہیں لوگ وہ بھی چاہتے ہیں دولت جہاں ملے — زمین ملے مکان ملے سکون قلب و جاں ملے
پر احمدی وہ ہیں کہ جن کے جب دعا کو ہاتھ اٹھیں — تڑپ تڑپ کے یوں کہیں کہ ہم کو قادیاں ملے
غضب ہوا کہ مشرکوں نے بت کدے بنادئے — خدا کے گھر کہ درس وحدت خدا ۔جہاں ملے
چلے چلو تمہاری راہ دیکھتی ہیں مسجدیں — وہ منتظر ہیں خانہ خدا سے پھر اذاں ملے
بڑھے چلو براہ دیں خوشا نصیب کہ تمہیں — خلیفۃ المسیح سے امیر کارواں ملے
جیئو تو کامراں جیئو شہید ہو تو اس طرح — کہ دیں کو تمہارے بعد عمر جاوداں ملے
ہے زندہ قوم وہ نہ جسمیں ضعف کا نشاں ملے — کہ طفل طفل پیر پیر جسکا نوجواں ملے

یہ نظم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے لاہور کے جلسہ سالانہ پر پڑھی۔ (الفضل لاہور 4 جنوری 1949)

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(اہل قادیان کے نام پیغام)

خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں رہتے ہو
دیار مہدی آخر زماں میں رہتے ہو

قدم مسیح کے جس کو بنا چکے ہیں حرم
تم اس زمین کرامت نشاں میں رہتے ہو

خدا نے بخشی ہے 'الدار' کی نگہبانی
اسی کے حفظ اسی کی اماں میں رہتے ہو

فرشتے ناز کریں جس کی پہرہ داری پر
ہم اس سے دور ہیں تم اس مکاں میں رہتے ہو

فضا ہے جس کی معطر نفوس عیسیٰ سے
اسی مقام فلک آستاں میں رہتے ہو

نہ کیوں دلوں کو سکون و سرور ہو حاصل
کہ قرب خطۂ رشک جناں میں رہتے ہو

تمہیں سلام و دعا ہے نصیب صبح ومساء
جوار مرقد شاہ زماں میں رہتے ہو

شبیں جہاں کی شب قدر اور دن عیدیں
جو ہم سے چھوٹ گیا اس جہاں میں رہتے ہو

کچھ ایسے گل ہیں جو پژمردہ ہیں جدا ہو کر
انہیں بھی یاد رکھو 'گلستاں' میں رہتے ہو

تمہارے دم سے ہمارے گھروں کی آبادی
تمہاری قید پہ صدقے ہزار آزادی

بلبل ہوں صحن باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر

(درعدن صفحہ 39)

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدا! ہے آپ کو شوق لقائے قادیاں
ہجر میں خونبار ہیں یاں چشمہائے قادیاں

سب تڑپتے ہیں کہاں ہے زینتِ دارالاماں
رونق بستان احمد دلربائے قادیاں

جان پڑ جاتی تھی جن سے وہ قدم ملتے نہیں
قالب بے روح سے ہیں کوچہ ہائے قادیاں

فرقت مہ میں ستارے ماند کیسے پڑ گئے
ہے نرالا رنگ میں اپنے سمائے قادیاں

وصل کے عادی سے گھڑیاں ہجر کی کٹتی نہیں
بار فرقت آپ کا کیونکر اٹھائے قادیاں

روح بھی پاتی نہیں کچھ چین قالب کے بغیر
ان کے منہ سے بھی نکل جاتا ہے ہائے قادیاں

کیوں نہ تڑپاوے وہ سب دنیا کو اپنے سوز میں
درد میں ڈوبی نکلتی ہے صدائے قادیاں

اس گل رعنا کو جب گلزار میں پاتی نہیں
ڈھونڈنے جاتی ہے تب باد صبائے قادیاں

یادجو ہر دم رہے اس کو دعائے خاص میں
کس طرح دیں گے بھلا اہل وفائے قادیاں

کشتی دین محمد جس نے کی تیرے سپرد
ہو تیری کشتی کا حافظ وہ خدائے قادیاں

منتظر ہیں آئیں گے کب حضرت فضل عمر
سوئے رہ نگراں ہیں ہر دم دیدہ ہائے قادیاں

مانگتے ہیں سب دعا ہوکر سرا پا آرزو
جلد شاہ قادیاں تشریف لائے قادیاں

شمس ملت جلد فارغ دورہ مغرب سے ہو
مطلع مغرب سے پھیلائے ضیائے قادیاں

آئیں منصور و مظفر کامیاب و کامراں
قصر تثلیثی پہ گاڑ آئیں لوائے قادیاں

پیشوائی کے لئے نکلیں گھروں سے مردو زن
یہ خبر سن کر کہ آئے پیشوائے قادیاں

ابر رحمت ہر طرف چھائے چلے باد کرم
بارش انوار سے پر ہو فضائے قادیاں

گلشن احمد میں آ جائے بہار اندر بہار
دل لبھائے عندلیب خوشنوائے قادیاں

معرفت کے گل کھلیں تازہ بتازہ نو بنو
جنکی خوشبو سے مہک اٹھے ہوائے قادیاں

مانگتے ہیں ہم دعائیں آپ بھی مانگیں دعا
حق سنے اپنے کرم سے التجائے قادیاں

علم و توفیق بلاغ دین ہو ان کو عطا
قادیاں والوں کا ناصر ہو خدائے قادیاں

راہ حق میں جب قدم آگے بڑھادے ایک بار
سر بھی کٹ جائے نہ پھر پیچھے ہٹائے قادیاں

خالق ہر دو جہاں کی رحمتیں ہوں آپ پر
والسلام اے شاہ دیں اے رہنمائے قادیاں

(یہ نظم حضرت المصلح الموعود کے سفر یورپ 1924 کے موقع پر کہی گئی)

(درعدن صفحہ 2)

قادیان میں مساجد کی تفصیل

ہندوستان کی تقسیم سے قبل قادیان میں بارہ مساجد تھیں۔اور یہ ساری مساجد خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر نماز میں پر ہوتی تھیں۔پارٹیشن ہند پر جماعت کا زیادہ حصہ خلیفہ وقت کے ساتھ پاکستان ہجرت کر گیا اور صرف تین سو تیرہ دوست قادیان میں مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے رہ گئے۔ان مشکل حالات میں صرف تین مساجد مسلسل ان کے استعمال میں رہیں۔مسجد مبارک۔مسجد اقصیٰ اور مسجد ناصر آباد۔لیکن اب جیسے خدا تعالیٰ کے فضل سے قادیان کی احمدی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے یہ مساجد ایک ایک کر کے دوبارہ احمدیوں کے استعمال میں آ رہی ہیں۔بارہ مساجد کی تفصیل اس طرح سے ہے۔

1 **مسجد اقصیٰ۔** حضرت اقدسؑ کے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے بنوائی اور ہمیشہ سے جماعت کے استعمال میں ہے۔

2 **مسجد مبارک۔** مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اس کی تکمیل ہوئی اور ہمیشہ سے جماعت کے استعمال میں ہے۔

مسجد نور اور مسجد فضل واقع محلہ ارائیاں۔حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کے عہد میں بنیں۔

اور باقی آٹھ مساجد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عہد خلافت میں بنیں۔

3 **مسجد نور۔** خلیفہ اول کے زمانہ میں بنی۔پارٹیشن کے فوراً بعد تو اس کا استعمال ممکن نہ تھا لیکن 1990 سے دوبارہ استعمال میں ہے۔

4 **مسجد ناصر آباد۔** حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب نے بنوائی اور ہمیشہ سے جماعت کے استعمال میں ہے۔

5 **مسجد دارالانوار۔** 1991 میں جب یورپین گیسٹ ہاؤسز بنے تو دوبارہ اس کا استعمال شروع ہوا۔چھوٹی ہو جانے کی وجہ سے اس کو 2006 میں شہید کر کے دوبارہ تعمیر کیا گیا۔

6 **مسجد دارالفتوح۔** اراضی خاندان نبوت کا عطیہ۔ریتی چھلہ میں نیا ہسپتال مکمل ہونے پر مسجد کا استعمال بھی دوبارہ شروع ہو گیا ہے۔

7 **مسجد دارالبرکات۔** خاندان نبوت کا عطیہ۔آبادی کے بڑھنے کے ساتھ اس مسجد کا استعمال بھی جلدی شروع ہونے والا ہے۔

8 **مسجد دارالرحمت۔** خاندان نبوت کا عطیہ۔ابھی دوبارہ استعمال شروع ہو گیا ہے۔

9 **مسجد دارالفضل۔** قاضی سید غلام حسین صاحب نے بنوائی۔ابھی دوبارہ استعمال شروع ہو گیا ہے۔

10 **مسجد فضل محلہ ارائیاں۔** حضرت خلیفہ اولؓ کے زمانہ میں بنی۔ابھی تک اس کا دوبارہ استعمال شروع ہو گیا ہے۔

11 **مسجد سٹار ہوزری فیکٹری۔** اراضی عطیہ خاندان نبوت۔احمدیہ بازار کے دوستوں کی مالی قربانی سے بنی۔دوبارہ استعمال شروع نہیں ہوا

12 **مسجد دارالسعتہ۔** اہل محلہ کی محنت و کوشش اور قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ابھی تک دوبارہ استعمال شروع نہیں ہوا۔

قادیان کی آبادی پارٹیشن ہند سے پہلے تقریباً 30 ہزار افراد پر مشتمل تھی اور آج 70 سال کے بعد اس کی آبادی تقریباً 35 ہزار افراد تک پہنچی ہے۔جب کہ بٹالہ یا دوسرے علاقوں کی آبادی چار چار اور پانچ پانچ گنا ہو چکی ہے۔جب خاکسار نے اس کی وجہ ایک سکھ دوست سے دریافت کی تو اس نے بتایا کہ یہاں کے لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ احمدیوں نے واپس آ جانا ہے اس لئے اس علاقہ میں دلچسپی نہیں رکھتے۔حضرت اقدسؑ کی پیشگوئی ہے کہ قادیان جماعت احمدیہ کا دائمی مرکز ہے اور خلافت احمدیہ دوبارہ واپس قادیان آئے گی۔

"اس فرقہ کا نام۔مسلمان فرقہ احمدیہ۔اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے دو نام تھے۔ایک محمد ﷺ۔دوسرا احمد ﷺ۔"

(تبلیغ رسالت جلد نہم۔ص 90)



دارالمسیح میں واقع حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کا گھر



گول کمرہ پرانی تصویر



مکان حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کا موجودہ منظر



مکان حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ رینوویشن سے پہلے کا منظر

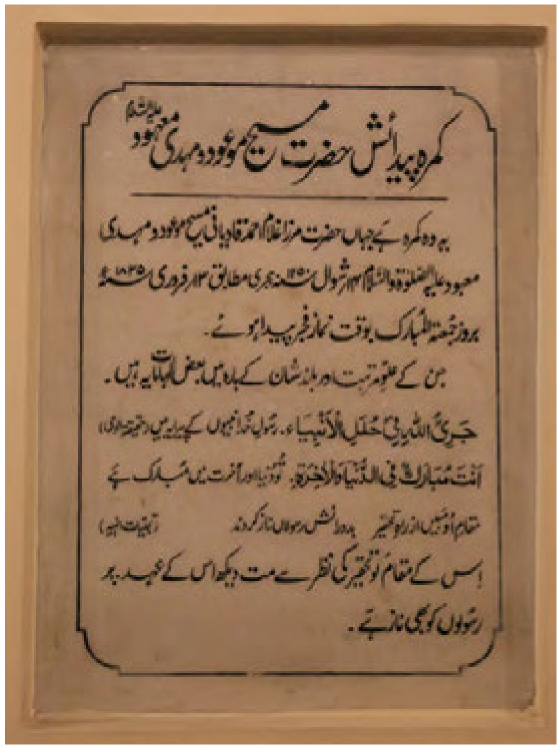


مکان حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کا موجودہ منظر

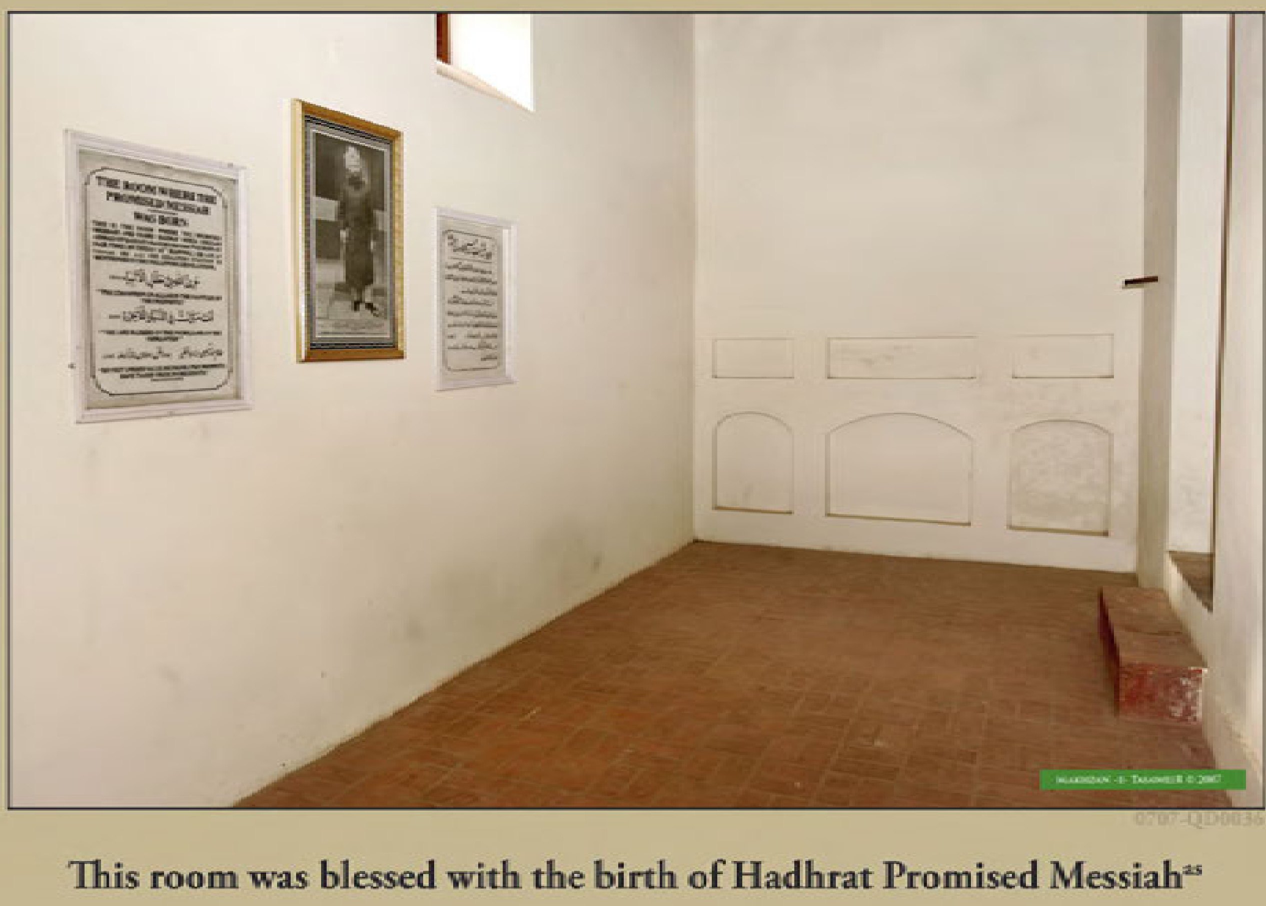


مکان حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ رینوویشن سے پہلے کا منظر





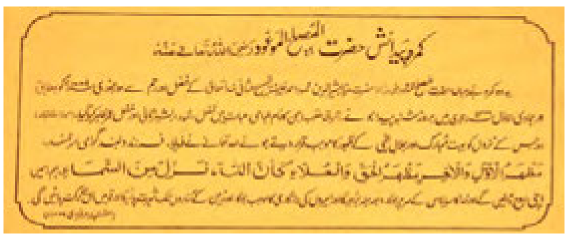
کمرۂ پیدائش حضرت مسیح موعود علیہ السلام جہاں 13 فروری 1835ء کو آپ پیدا ہوئے۔

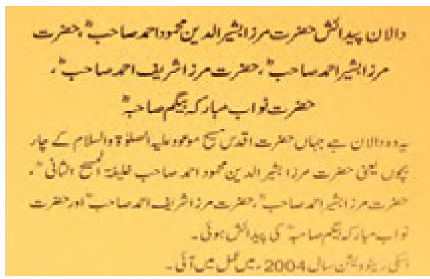


This room was blessed with the birth of Hadhrat Promised Messiah[as]



This room was blessed with the birth of Hadhrat Musleh Mau'ood[ra]







کمرۂ پیدائش حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ



A view of the renovated house of The Promised Messiah[as]



Interior view of the House of Hadhrat Masih Maood[as]
This hall is adjacent to the room where Hadhrat Mirza Bashiruddin Mahmood Ahmad Sahib[ra] born.



Baitul Fikr – Meditation Room. In this room the Promised Messiah[as] wrote much of his early literary works. It was here that he wrote the great book Baraheen-e-Ahmadiyya.



Interior view of the House of Hadhrat Amma Jaan[ra] in Bahishti Maqbara Qadian
This is the room where Janaza of Hadhrat Masih Maood[as] was kept before funeral.



دارالمسیح میں واقع Original ڈیزائن کا ایک نمونہ



دارالمسیح میں واقع کنویں کی مغربی جانب اس حصہ میں حضرت ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) شادی کے بعد رہائش پذیر رہے



اس جگہ حضرت مسیح موعودؑ کے مخالف جدّی بھائیوں نے دیوار کھڑی کردی تھی۔ جس کی وجہ سے نمازیوں کو مسجد مبارک میں جانے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کو گول کمرے سے راستہ بنانا پڑا۔ بعد میں مقدمہ کر کے اس دیوار کو عدالت کے حکم کے مطابق گرادیا گیا۔



بہشتی مقبرہ میں واقع حضرت امّاں جانؓ کا مکان



جدی بھائیوں کی طرف سے دیوار کھینچے کا مقام

اس مقام پر 5 جنوری 1900ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچازاد بھائی مرزا امام الدین جو کہ آپ کا سخت مخالف تھا، نے ایک دیوار بنادی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں فرماتے ہیں:

''میرے چچازاد بھائیوں میں سے امام الدین نام ایک سخت مخالف تھا۔ اس نے یہ ایک فتنہ برپا کیا کہ ہمارے گھر کے آگے ایک دیوار کھینچ دی اور ایسے موقع پر دیوار کھینچی کہ مسجد میں آنے جانے کا راستہ رُک گیا۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 278)

اس دیوار کے بننے سے نمازیوں، حضورؑ کے ملاقاتیوں اور مہمانوں کو بہت دقت اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مخالفین نے جب باہمی رضامندی سے تصفیہ کی ہر کوشش ناکام بنادی تو عدالت کی طرف رجوع کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دوران مقدمہ ہی حضورؑ کو فتح کی بشارت دے دی تھی۔ چنانچہ ایک سال آٹھ ماہ بعد 12 اگست 1901ء کو حضورؑ کے حق میں فیصلہ ہوا اور تعمیر کرنے والوں کو خود ہی اسے منہدم کرنا پڑا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس موقعہ پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''گویا ایک سال آٹھ ماہ کا رمضان تھا جس کی آج عید ہوئی۔''

(الحکم 17 اگست 1901ء صفحہ 14 کالم 3)



یہ اُس دیوار کی جگہ ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے چچازاد بھائیوں نے احباب کو مسجد مبارک میں جانے سے روکنے کے لئے تعمیر کی تھی



قصر خلافت موجودہ تصویر



قصر خلافت پرانی تصویر



(دائیں طرف) مکان حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ (سامنے) قصر خلافت کی پرانی تصویر



دائیں والی تصویر کا موجودہ منظر



سکھ نیشنل کالج (سابقہ تعلیم الاسلام کالج قادیان)



سکھ نیشنل کالج (سابقہ تعلیم الاسلام کالج قادیان)



رہائش گاہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ یہ عمارت تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل کی رہائش گاہ تھی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب جب وہ کالج کے پرنسپل تھے اس میں رہائش پذیر تھے۔ یہ عمارت اس وقت غیر مسلموں کے قبضہ میں ہے۔



بورڈنگ تعلیم الاسلام اسکول قادیان (موجودہ خالصہ اسکول)



تعلیم الاسلام سینئر سیکنڈری اسکول قادیان



مہمان خانہ کی موجودہ تصویر



لنگرخانہ حضرت مسیح موعودؑ کا معائنہ



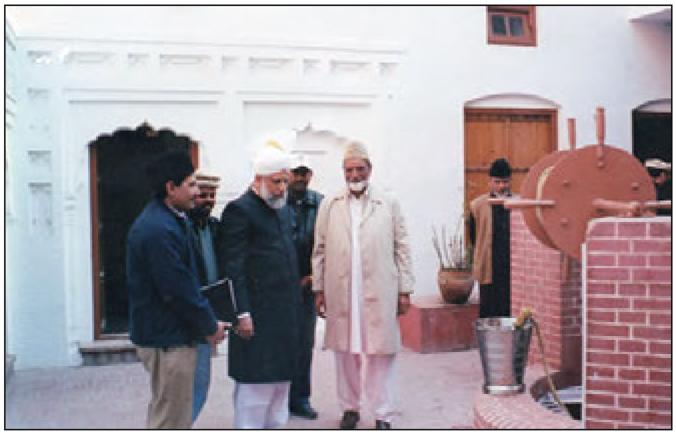
لنگرخانہ کی توسیع کے بعد موجودہ تصویر



لنگرخانہ حضرت مسیح موعودؑ کی پرانی تصویر



لنگرخانہ حضرت مسیح موعودؑ کے مہمان خانہ کی پرانی تصویر



حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ خاکسار آرکیٹیکٹ عبدالرشید کے ساتھ 2005ء میں دارالمسیح کے کنویں کا جائزہ لیتے ہوئے۔اس موقع پر حضور انور نے کنویں سے اپنے دست مبارک سے پانی نکال کر پیا۔



دارالمسیح کا کنواں



دفاتر صدر انجمن احمدیہ قادیان



تعلیم الاسلام اسکول کی پرانی تصویر۔اب اس جگہ دومنزلہ دفاتر صدر انجمن احمدیہ بنادیئے گئے ہیں۔
جس کی تصویر دائیں طرف ہے۔



کنواں تائی صاحبہ



بیت الظفر کوٹھی حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحبؓ۔اس کی بنیاد حضرت مصلح موعودؓ نے
12 اپریل 1934ء میں رکھی۔اب یہ کوٹھی گورنمنٹ کی ملکیت ہے اور محکمہ بجلی کا دفتر ہے



احمدیہ چوک قادیان کی پرانی تصویر



احمدیہ چوک قادیان کی موجودہ تصویر



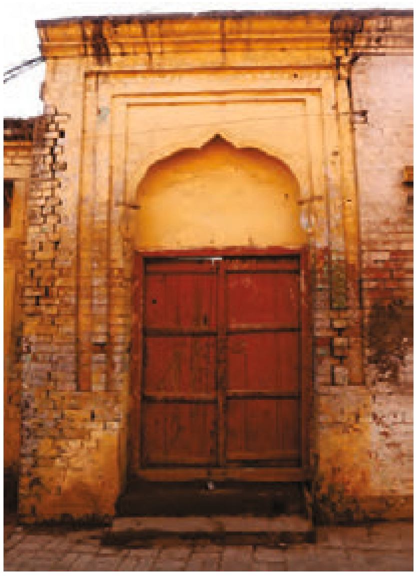
احمدیہ چوک قادیان کی موجودہ تصویر



احمدیہ چوک قادیان کی پرانی تصویر



مکان حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ



مکان کا داخلی دروازہ

قادیان کے محلہ جات کے سابقہ اور موجودہ نام

حلقہ مسجد فضل۔ ناصر آباد	محلہ احمدیہ
حلقہ مسجد مبارک	
الحکم سٹریٹ۔ دارالفتوح	گورونانک بازار
گلی خوجیاں والی	محلہ اکال گڑھ
ہندو بازار۔ ریڑواں بازار۔ نیواں بازار	لیکھرام بازار
احمدیہ بازار	احمدیہ بازار
محلہ باب الابواب	محلہ ارجن پورہ
محلہ اسٹار ہوزری	محلہ کنک منڈی
ہندو محلہ	محلہ مہاتما کرم چند
شنگاری گلی	محلہ شنگاری گلی
محلہ دارالصحت	محلہ ہریجن پورہ
محلہ پیر چراغ شاہ والا	محلہ پریم نگر
محلہ دارالرحمت۔ دارالیسر	محلہ دھرم پورہ
محلہ دارالعلوم غربی۔ دارالشکر	محلہ کرشن نگر
محلہ دارالعلوم شرقی	محلہ گورونانک پورہ
محلہ دارالفضل۔ دارالصنعت	محلہ سنت نگر
محلہ دارالبرکات	محلہ پرتاپ نگر
سڑک نصرت گرلز سکول	بُٹر روڈ
محلہ دارالانوار	محلہ سول لائن
محلہ ریتی چھلہ	محلہ ریتی چھلہ
محلہ دارالسعت	محلہ بھگت پورہ
دارالودود	دارالاحسان

1947ء میں پارٹیشن کے بعد 1966ء تک محلوں کے پرانے نام قائم رہے۔ تاہم بعد میں میونسپل کمیٹی قادیان نے گلیوں کے نئے نام رکھ دئے۔

نجات صرف حضرت مسیح موعودؑ کی پیروی میں ہے

''آیت۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى۔

اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب اُمت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے تب آخری زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا۔ اور ان سب فرقوں میں سے وہ فرقہ نجات پائے گا جو اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔'' (اربعین نمبر 3۔ ص32)

قادیان سے شائع ہونے والے رسائل واخبارات

[i]۔الحکم۔اخبار الحکم کا اجراء حضرت اقدسؑ کے زمانہ میں 20فروری 1898 کو ہوا۔اس کے ایڈیٹر محترم شیخ یعقوب علی صاحب تراب تھے

[ii]۔اخبار البدر۔ اخبار البدر اکتوبر 1902 میں شروع ہوا۔اس وقت اس کے ایڈیٹر مولوی محمد افضل صاحب تھے ان کی وفات پر یہ اخبار بند ہو گیا۔پھر دوبارہ 1905 میں بدر کے نام سے شروع کیا گیا۔اب ایڈیٹر حضرت مفتی محمد صادق صاحب مقرر ہوئے۔1913 تک یہ اخبار جاری رہا۔اس کے بعد پھر بند ہو گیا۔تقسیم ملک کے بعد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر پھر 7 مارچ 1952 کو ہفت روزہ بدر شائع ہونا شروع ہوا۔

[iii]۔ریویو آف ریلیجنز اردو۔انگریزی۔ اس رسالہ کی تحریک حضرت اقدسؑ نے 1901 میں کی تھی۔اس کی پہلی اشاعت ماہانہ طور پر 1902 میں ہوئی۔تقسیم ملک کے بعد ربوہ پاکستان سے شائع ہوتا ہے۔(اب لندن سے بھی شائع ہوتا ہے)

[iv]۔رسالہ تشحیذ الاذہان۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت اقدسؑ کی زندگی میں ہی جاری کیا۔پہلا ماہانہ پرچہ یکم مارچ 1906 کو شائع ہوا۔تقسیم ہند تک قادیان میں جاری رہا۔پھر اب ربوہ سے باقاعدہ شائع ہوتا ہے۔

[v]۔اخبار نور۔ اس اخبار کو مکرم شیخ محمد یوسف صاحب جو سکھوں میں سے مسلمان ہوئے تھے نے سکھوں میں اسلام کی تبلیغ کے لئے اکتوبر 1909 میں جاری کیا۔تقسیم ہند تک یہ اخبار جاری رہا لیکن شیخ صاحب کی وفات کے بعد یہ اخبار بند ہو گیا۔

[vi]۔احمدی خاتون۔ یہ ماہوار رسالہ مستورات کے لئے ستمبر 1912 میں شروع کیا گیا۔جو چھ سات سال تک جاری رہا پھر بند ہو گیا۔اس کے ایڈیٹر شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی تھے۔

[vii]۔رسالہ احمدی۔ اس رسالہ کا اجراء حضرت میر قاسم علی صاحب نے جنوری 1911 میں کیا تھا لیکن 1913 میں بند ہو گیا۔

[viii]۔الفضل۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے زمانہ میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے 18 جون 1913 کو پہلا ہفتہ وار اخبار شائع کیا۔اس اخبار کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے تجویز فرمایا تھا۔دسمبر 1913 کے جلسہ سالانہ پر تین دن۔26 تا 28 دسمبر اس کا روزانہ لوکل ایڈیشن شائع ہوا۔خلافت ثانیہ سے لیکر 7 نومبر 1915 تک ہفتہ میں تین بار چھپتا رہا۔بعد ازاں دو بار کر دیا گیا۔31 جولائی 1924 سے 8 دسمبر 1925 تک اس کی اشاعت ہفتہ میں تین بار ہونے لگی۔11 دسمبر 1925 سے ہفتہ میں پھر دو بار ہو گیا۔22 اپریل 1930 سے اس کی ہفتہ میں چار بار اشاعت ہونے لگی پھر 30 مئی سے تین بار اور 7 مارچ 1935 تک سہ روزہ ہی رہا۔آخر 8 مارچ 1935 سے الفضل مستقل طور پر روزانہ کر دیا گیا۔تقسیم ملک تک قادیان میں اور اس کے بعد ربوہ پاکستان سے شائع ہوتا ہے۔(اب لندن سے بھی چھپتا ہے)

[ix]۔اخبار صادق۔ اس اخبار کا اجراء جون 1918 میں ہوا اور بعد میں جلد ہی بند ہو گیا۔

[x]۔رفیق حیات۔ یہ ماہانہ رسالہ تھا۔اس کے ایڈیٹر حکیم عطا محمد لاہوری تھے۔یہ 1918 میں باقاعدہ شروع کیا گیا۔

[xi]۔اتالیق۔ یہ رسالہ بچوں کے لئے 1919 میں جاری ہوا۔اس کے ایڈیٹر ماسٹر احمد حسین صاحب تھے۔یہ رسالہ ہر ماہ یا اکٹھے نمبروں کے ساتھ نکلا کرتا تھا۔

[xii]۔مصباح۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جب لجنہ اماء اللہ کا قیام فرمایا تو عورتوں کے لئے۔مصباح نام کا ایک ماہوار رسالہ مکرم مولوی محمد یعقوب صاحب فاضل کی نگرانی میں جس کے آپ ایڈیٹر تھے جاری ہوا اور ایک وقت تک مکرم قاضی ظہور الدین صاحب بھی اس کے ایڈیٹر رہے۔تقسیم ملک کے بعد ربوہ پاکستان سے شائع ہوتا ہے۔

[xiii]۔تعلیم الاسلام۔ یہ ماہانہ رسالہ مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر مکرم قاضی محمد عبداللہ صاحب بھٹی کی نگرانی میں شائع ہوا کرتا تھا۔لیکن پانچ جلدوں کے بعد ہی بند ہو گیا۔

[xiv]۔تعلیم الدین۔ 1936 میں مکرم مولانا ابوالعطا صاحب جالندھری کی نگرانی اور مکرم حکیم عبداللطیف صاحب گجراتی کی زیر ادارت شائع ہوا کرتا تھا۔تیرہ چودہ نمبروں تک شائع ہو کر بند ہو گیا۔

[xv]۔المبشر ۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے لڑکے مرزا مبشر احمد صاحب کے نام پر یہ ماہانہ رسالہ مکرم عبد الرحیم صاحب شبلی کی زیر نگرانی الحکم کی ادارت میں دو سال تک جاری رہ کر بند ہو گیا۔

[xvi]۔ست بچن۔ یہ رسالہ دفتر دعوت وتبلیغ کے تحت گیانی واحد حسین صاحب کی نگرانی میں شائع ہوا کرتا تھا لیکن اس کے بھی تین چار نمبر شائع ہونے کے بعد بند ہو گیا۔

[xvii]۔الفرقان۔ یہ ماہانہ رسالہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانہ میں پیغامی فتنہ کو دبانے کیلئے مجلس رفقاء احمد نے جاری کیا تھا جو کہ مولانا ابوالعطاء صاحب کی ادارت میں جاری رہا۔ رسالہ فرقان کا آخری پرچہ اگست 1947 میں شائع ہوا جس کے بعد اس کو بند کر دیا گیا۔

[xviii]۔تفسیر القرآن۔صدر انجمن احمدیہ کے زیر اہتمام مکرم سید سرور شاہ صاحب کی نگرانی میں تفسیر القرآن سہ ماہی رسالہ جاری ہوا۔اس میں بارہ پارہ کی تفسیر شائع ہوئی جس کے بعد بند ہو گیا۔

[xix]۔جواب مباھلہ۔جس زمانہ میں فتنہ مستریاں کا زور تھا۔ان دنوں انہوں نے ایک اخبار جاری کیا تھا۔مباھلہ۔اس کے جواب میں۔جواب مباھلہ۔کے نام سے مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری نے یہ رسالہ شائع کیا۔لیکن کچھ عرصہ کے بعد بند ہو گیا۔

صدر انجمن احمدیہ قادیان کے مختلف دفاتر

نظارت علیاء صدر انجمن احمدیہ	ایڈیشنل نظارت علیاء صدر انجمن احمدیہ
وکالت علیاء انجمن تحریک جدید	وکالت علیاء تحریک جدید
نظارت امورِ خارجہ	نظارت تعلیم وتربیت
نظارت بیت المال آمد	نظارت بیت المال خرچ
دفتر وقف جدید	نظارت امور عامہ
نظارت اصلاح وارشاد	نظارت نشر واشاعت
نظارت بہشتی مقبرہ	نظامت جائیداد
شعبہ رشتہ وناطہ	نظامت تعمیرات
احمدیہ مرکزی لائبریری	بیت النصرت لائبریری
ہفت روزہ بدر	نور ہسپتال
تعلیم الاسلام سینئر سیکنڈری سکول	نصرت گرلز ہائی سکول
نصرت گرلز کالج	دفتر مجلس انصار اللہ بھارت
دفتر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت	دفتر لجنہ اماء اللہ بھارت
دفتر محاسب وصیغہ امانت	نظامت دار القضاء
ایڈیشنل نظارت تعلیم القرآن ووقف عارضی	دفتر تحریک جدید مال

الدّ ار

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ آبائی مکان ہے حضور کا مولد و مسکن ہونے کے باعث مہبط انوار و برکات ہوا چنیدہ بندگان الٰہیہ کی خصوصیات کے تسلسل میں حضور فرماتے ہیں۔

''ان کے رہنے کے مکانات میں بھی خدائے عزوجل ایک برکت رکھ دیتا ہے''

مزید برآں اسی مکان کی نسبت یہ الہامات متعدد بار حضورؑ کو ہوئے۔ ''میں ہر ایک کو جو اس گھر کی چار دیواری کی اندر ہے بچاؤں گا۔ کوئی ان میں سے طاعون یا بھونچال سے نہیں مرے گا۔''

''امن است در مکان محبت سرائے ما۔ ہماری محبت کا گھر۔ امن کا گھر ہے۔''

اسی زمانہ سے خدا تعالیٰ کی یہ فعلی شہادت چلی آ رہی ہے کہ ہر قسم کے ارضی وسماوی آفات وحوادث میں الدار اور اس کے ساکنین محفوظ و مامون چلے آ رہے ہیں۔

الدار کی توسیع کے لئے تحریک

حضرت اقدسؑ نے 5 اکتوبر 1902 کو مشہور کتاب کشتی نوح شائع فرمائی۔ جس میں اپنی مقدس تعلیم پر شرح وبسط سے روشنی ڈالی اور آخر میں 'الدار' میں توسیع کا حسب ذیل اشتہار دیا:

''چونکہ آئندہ اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ طاعون ملک میں پھیل جائے اور ہمارے گھر میں جس میں بعض حصوں میں مرد بھی مہمان رہتے ہیں اور بعض حصوں میں عورتیں۔ سخت تنگی واقع ہے اور آپ لوگ سن چکے ہیں کہ اللہ جلشانہ نے ان لوگوں کے لئے جو اس گھر کی چار دیواری کے اندر ہونگے حفاظت خاص کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اب وہ گھر جو غلام احمد متوفی کا تھا جس میں ہمارا حصہ ہے اس کی نسبت ہمارے شریک راضی ہو گئے ہیں کہ ہمارا حصہ دیں اور قیمت پر باقی حصہ بھی دے دیں۔ میری دانست میں یہ حویلی جو ہماری حویلی کا ایک جز ہو سکتی ہے دو ہزار تک تیار ہو سکتی ہے۔ چونکہ خطرہ ہے کہ طاعون کا زمانہ قریب ہے اور یہ گھر وحی الٰہی کی خوشخبری کی رو سے اس طوفان طاعون میں بطور کشتی کے ہوگا۔ نہ معلوم کس کس کو اس کے بشارت کے وعدہ سے حصہ ملے گا اس لئے یہ کام بہت جلدی کا ہے۔ خدا پر بھروسہ کر کے جو خالق اور رازق ہے اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہے۔ کوشش کرنی چاہئے۔ میں نے بھی دیکھا کہ یہ ہمارا گھر بطور کشتی کے تو ہے مگر آئندہ اس کشتی میں نہ کسی مرد کی گنجائش ہے نہ عورت کی۔ اس لئے توسیع کی ضرورت پڑی۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ 1886ء۔ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا۔ اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔ تیری نسل بہت ہوگی۔ اور میں تیری ذریت کو بڑھاؤنگا اور برکت دوں گا۔ اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی۔ اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی۔ اور وہ جلد لا ولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں ارد گرد پھیلائیگا۔ اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا۔ اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔ تیری ذرّیت منقطع نہیں ہوگی۔ اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا۔ اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلاؤں گا۔ پر تیرا نام صفحۂ زمین سے کبھی نہیں اٹھے گا۔ اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ ضرور ناکام رہیں گے۔ اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے۔ لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا۔ اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤنگا۔ اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔ اور ان میں کثرت بخشوں گا۔ اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا روز قیامت غالب رہیں گے۔ جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں

کرے گا۔ اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل (یعنی ظلّی طور پر ان سے مشابہت رکھتا ہے) تو مجھ سے ایسا ہے، جیسے میری توحید تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا۔ یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل واحسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندے پر کیا۔ تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔''

(از اشتہار 20 فروری 1886ء تبلیغ رسالت جلد اول ص 58-6)

مسجد مبارک

'' 1883ء میں ایک عظیم الشان واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ یہ تعمیر مسجد مبارک کا واقعہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قدم ہر آن آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ اب خلوت سے جلوت میں آ گئے۔ گھر کی چار دیواری سے ان کا قدم نکل کر دنیا کے سامنے آ گیا تھا۔ لوگوں کا رجوع ہو رہا تھا۔ تصنیفات کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ اس لئے اب اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ایک مسجد کی بنیاد رکھوانے کا انتظام فرمایا۔ آپکو الہام ہوا۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّكَ سُهُوْلَةً فِيْ كُلِّ اَمْرٍ بَيْتُ الْفِكْرِ وَبَيْتُ الذِّكْرِ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا

یعنی کیا ہم نے تیرے لئے ہر بات میں آسانی نہیں کی۔ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا اور جو شخص بیت الذکر میں باخلاص ومقصد بقید وصحت نیت وحسن ایمان داخل ہوگا وہ سوء خاتمہ سے امن میں آ جائے گا۔ بیت الفکر سے مراد اس جگہ وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے کہ جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے۔''

اسی طرح اس مسجد کے متعلق یہ الہام ہوا۔

مُبَارِكٌ وَّمُبَارَكٌ وَكُلُّ اَمْرٍ مُبَارَكٌ يُجْعَلُ فِيْهِ

''یعنی یہ مسجد برکت دہندہ اور برکت یافتہ ہے۔ اور ہر ایک امر مبارک اسی میں کیا جائیگا۔'' (تذکرہ ص 106-105) ان الہامات سے اس مبارک مسجد کی عظمت وشان معلوم ہوتی ہے۔ اور پھر اس کے علاوہ حضور نے اس مسجد کے بن جانے کے بعد ساری عمر اسی میں نماز ادا کی۔

9-8 اکتوبر 1883ء کو حضور نے ایک رؤیا دیکھا کہ ''بعض اشخاص ہیں جن کو اس عاجز نے شناخت نہیں کیا۔ وہ سبز رنگ کی سیاہی سے مسجد کے دروازے کی پیشانی پر کچھ آیات لکھتے ہیں۔ ایسا سمجھا گیا کہ فرشتے ہیں اور سبز رنگ ان کے پاس ہے جس سے بعض آیات تحریر کرتے ہیں اور خط ریحان میں جو پیچان اور مسلسل ہوتا ہے لکھتے جاتے ہیں۔ تب اس عاجز نے ان آیات کو پڑھنا شروع کیا جن میں سے ایک آیت یاد رہی۔

(حیات احمد جلد دوم ص 26-24 یعقوب علی عرفانی)

اس مسجد مبارک کی دیوار پر حضرت اقدسؑ نے ایک کشف میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا نام محمود لکھا ہوا دیکھا۔

''کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر بیٹھا تھا۔ مخاطب کر کے کہا۔ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ مگر وہ چپ رہا۔ اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا۔ جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا۔ اور اسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ وہ میری اس بات کو سن کر بولا۔ کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی۔ مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔'' (ازالہ اوہام ص۔ 98-97 حاشیہ)

اس مسجد کے بارہ میں پانچ مرتبہ الہام ہوا۔ منجملہ ان کے ایک نہایت عظیم الشان الہام ہے۔ (مکتوبات احمد جلد اول ص 55)

فِيْهِ بَرَكَاتٌ لِلنَّاسِ۔ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔

ایک مرتبہ میں نے اس مسجد کی تاریخ............الہامی طور پر معلوم کرنی چاہی تو مجھے الہام ہوا۔ (ازالہ اوہام حصہ اول ص186)

مُبَارِكٌ وَّ مُبَارَكٌ وَكُلُّ اَمْرٍ مُبَارَكٌ يُجْعَلُ فِيْهِ

اس الہام میں تین قسم کے نشان ہیں۔

[i] یہ کہ اس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مادہ تاریخ بنائے مسجد ہے۔

[ii] یہ کہ یہ پیشگوئی بتلا رہی ہے کہ ایک بڑے سلسلہ کے کاروبار اسی مسجد میں ہونگے۔ چنانچہ ابتک اس مسجد میں بیٹھ کر ہزارہا آدمی بیعت توبہ کر چکے ہیں۔ اسی میں بیٹھ کر صدہا معارف بیان کئے جاتے ہیں۔ اور اسی میں بیٹھ کر کتب جدیدہ کی تالیف کی بنیاد پڑتی ہے۔ اور اسی میں ایک گروہ کثیر مسلمانوں کا پنج وقت نماز پڑھتا ہے اور وعظ سنتے ہیں۔ اور دلی سوز سے دعائیں کی جاتی ہیں۔ اور بنائے مسجد کے وقت میں ان باتوں میں سے کسی بات کی علامت موجود نہ تھی۔

[iii] یہ کہ یہ الہام دلالت کر رہا ہے کہ آئندہ زمانہ میں کوئی آفت آنے والی ہے اور جو شخص اخلاص کے ساتھ اس میں داخل ہوگا وہ آفت سے بچ جاوے گا۔ اور براہین احمدیہ کے دوسرے مقامات سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ آفت طاعون ہے۔ سو یہ پیشگوئی بھی اس سے نکلتی ہے۔ کہ جو شخص پوری ارادت اور اخلاص سے جس کو خدا پسند کر لیوے اس مسجد میں داخل ہوگا وہ طاعون سے بھی بچایا جائیگا یعنی طاعونی موت سے'' (نزول المسیح ص148-147)

ایک دفعہ ام المومنینؓ بیمار ہوئیں۔ اور تقریباً چالیس روز تک بیمار رہیں۔ **ایک دن حضرت صاحب نے فرمایا اس مسجد کے متعلق الہام ہے۔**

مُبَارِكٌ وَّ مُبَارَكٌ وَكُلُّ اَمْرٍ مُبَارَكٌ يُجْعَلُ فِيْهِ

۔ اس میں چل کر دوا دیں۔ آپ نے یہاں آ کر دوا پلائی۔ دو گھنٹے کے اندر ام المومنین اچھی ہو گئیں۔ (الفضل جلد 8 بابت 14 فروری 1921 ص 6)

19/اپریل 1904۔ تذکرہ 509۔ ایک رؤیا کے بعد الہام ہوا

مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا

اس الہام کو سناتے وقت حضورؑ نے فرمایا کہ دیکھو اس مسجد پر بھی یہی الہام ہوا ہے۔ جو............ برس کے قریب کا ہے۔ فرمایا۔ کہ میں اپنی جماعت کے لئے دعا کر رہا تھا۔ تو یہ الہام ہوا۔ زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں

فَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا

فرمایا میرے دل میں آیا کہ اس پیس ڈالنے کو میری طرف کیوں منسوب کیا گیا ہے۔ اتنے میں میری نظر اس دعا پر پڑی۔ جو ایک سال ہوا۔ بیت الدُعا پر لکھی ہے۔ اور وہ دُعا یہ ہے۔

يَارَبِّ فَاسْمَعْ دُعَآئِيْ وَمَزِّقْ اَعْدَائَكَ وَاَعْدَائِيْ وَاَنْجِزْ وَعْدَكَ وَانْصُرْ عَبْدَكَ وَاَرِنَا اَيَّامَكَ وَشَهِّرْ لَنَا حُسَامَكَ وَلَا تَذَرْ مِنَ الْكَافِرِيْنَ شَرِيْرًا۔

اس دعا کو دیکھنے اور اس الہام کے ہونے سے معلوم ہوا کہ یہ میری دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ پھر فرمایا۔ ہمیشہ سے سنت اللہ اسی طرح پر چلی آتی ہے کہ اس کے ماموروں کی راہ میں جو لوگ روک ہوتے ہیں ان کو ہٹا دیا جاتا ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کے بڑے فضل کے دن ہیں۔ ان کو دیکھ کر خدا تعالےٰ کی ہستی پر ایمان اور یقین بڑھتا ہے کہ وہ کس طرح ان امور کو ظاہر کر رہا ہے۔ (الحکم جلد آٹھ 24 اپریل 1904)

مسجد مبارک کے متعلق جو بھائی عبدالرحمٰنؓ قادیانی نے بیان دیا اور اصحاب احمد جلد پنجم کے ص 191-188 میں درج ہے ان کے اپنے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے۔

مسجد مبارک اور اس کے تین حصے: ان دنوں مسجد مبارک میں جانے کے لئے ایک ہی سیڑھی تھی۔ جو آج (ستمبر 1960ء) تک بھی (بعینہ) موجود ہے۔ اور مسجد مبارک کی کوچہ بندی میں جانب غرب اس کا دروازہ کھلا ہے اور یہ تنگ سیڑھی ایک چکر کھا کر مسجد مبارک کے تیسرے حصہ میں کھلتی تھی۔ سیڑھی (پر چڑھیں تو اس) کے بائیں جانب ایک غسل خانہ تھا جس میں وضو اور غسل کے لئے پانی رکھا رہتا تھا۔ اور مسجد مبارک کی سطح سے ان دنوں اس کی سطح نیچی تھی اور اسی غسل خانہ میں ایک لکڑی کی سیڑھی لگی تھی جس کے ذریعہ گول کمرہ کی چھت پر جاتے اور وہاں سے دوسری سیڑھی کے ذریعہ غسل خانہ کی چھت پر پہنچتے اور مسجد مبارک کی بالائی چھت دو یا تین سٹپس (Steps) کے برابر غسل خانہ کی چھت سے بھی اونچی تھی۔ (اس لئے ایک اور سیڑھی کے ذریعہ غسل خانہ کی چھت سے مسجد مبارک کی چھت پر جاتے تھے) یہ غسل خانہ بعد میں (حضرت اقدسؑ کے زمانہ میں ہی) مولوی محمد علی صاحب کے لئے دفتر بن گیا۔ پہلے تخت پوش وغیرہ لگا کر اس کی چھت اونچی کی گئی۔ مگر بعد میں مستقل طور سے اسے اونچا کر دیا گیا (اور اس وقت ستمبر 1960ء تک اسی حالت میں ہے)

مسجد مبارک (جس زمانہ میں (یعنی 1895ء) میں (تین حصے حجرہ، درمیانی کمرہ اور تیسرا کمرہ تھے) حسب ذیل شکل میں تھی: ۔جانب غرب ایک چھوٹا سا حجرہ جو شمالاً جنوباً 4 فٹ 6 انچ اثاروں کے اندر اندر اور شرقاً غرباً 4 فٹ 7 انچ اثاروں کے اندر اندر تھا اس حجرہ میں دو کھڑکیاں اور ایک چھوٹا سا دروازہ تھا۔ ایک کھڑکی غربی دیوار میں تھی جو آج کل بھی (ستمبر 1960ء میں) اپنی اصل شکل میں موجود ہے (مگر اس میں اتنا تغیر حضرت اقدسؑ کے عہد مبارک میں ہو گیا تھا کہ اس میں لوہے کی سلاخیں لگا دی گئیں تا کہ بچوں کے گرنے کا اندیشہ نہ رہے اب وہاں لوہے کی خانہ دار جالی ہے معلوم ہوتا ہے بعد میں کسی وقت سلاخیں تبدیل کی گئی ہیں۔) اور یہ اس وقت بھی اور اب بھی مرزا گل محمد صاحب کے مکان کی چھت پر کھلتی ہے۔ دوسری کھڑکی شمالی دیوار میں تھی۔ اور اب بھی کسی تغیر کے ساتھ وہیں موجود ہے فرق صرف یہ واقع ہوا ہے کہ پہلے یہ کھڑکی گلی میں کھلتی تھی۔ اور اس کے سامنے کوئی روک نہ تھی مگر آج کل 1934ء کے جلسہ کے قریب کے زمانہ سے اس کو کسی قدر نیچا کر کے ایک راستہ کی شکل دے دی گئی ہے اور سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایدہ اللہ تعالیٰ کی آمد و رفت کا راستہ بنا دیا گیا ہے اس وجہ سے اب وہ گلی میں نہیں کھلتی بلکہ ایک بند گیلری میں کھل کر اندرون الدار جانے کا راستہ بناتی ہے اور عموماً بند رہتی ہے صرف ایام جلسہ میں حضور اس راہ سے تشریف لاتے لے جاتے ہیں یا اور کسی خاص ضرورت میں کام آتی ہے۔ مسجد میں سے حجرہ میں داخلہ کا دروازہ بھی بالکل چھوٹا سا بلکہ ایک کھڑکی کے ہی برابر تھا۔ نہ دروازہ کی طرح کھلا تھا نہ اونچا۔ جھک کر اندر داخل ہوا کرتے تھے۔ یہ دروازہ یا کھڑکی جو بھی نام رکھا جائے جنوبی کونہ میں تھا۔ اور شمالی کونہ میں اس طرح تھوڑی سی جگہ نکلتی تھی۔ اور یہی وہ جگہ ہے جہاں بعد میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام امام کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز گذارا کرتے تھے۔ اسی حجرہ کے شرقی دیوار کے شرقی جانب یعنی مسجد مبارک کے حصہ اول کی طرف اوپر چھت کے قریب

مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ..اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ مُبَارِكٌ وَمُبَارَكٌ وَكُلُّ اَمْرٍ مُبَارَكٍ يُّجْعَلُ فِيْهِ

اور غالباً یہ لکھا ہوا تھا:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

دوسرا حصہ مسجد مبارک کا اس حجرہ کی جانب شرق واقع تھا اور حجرہ اور اس حصہ کو ایک دیوار جدا کرتی تھی۔ اس حصہ کا طول شرقاً غرباً 9 فٹ 11 انچ اور عرض شمالاً جنوباً 7 فٹ 11 انچ تھا۔ اس میں دو کھڑکیاں اور دو دروازے کھلتے تھے۔ ایک تو وہی کھڑکی یا دروازہ جو حجرہ میں کھلتا تھا۔ اور دوسرا دروازہ مشرقی حصہ اور اس کی درمیانی دیوار میں تھا۔ ایک کھڑکی بیت الفکر میں سے جو مسجد مبارک کے شمالی جانب ملحق ہے مسجد مبارک کے اس حصہ میں کھلتی تھی جس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لایا کرتے تھے اور یہ کھڑکی اس وقت (ستمبر 1960ء) تک اپنی اصل شکل میں قائم ہے اور یہ مسجد کی شمالی دیوار میں ہے۔ ایک کھڑکی جنوبی دیوار میں لگی ہوئی تھی۔ جو ان ایام میں ایک ویران خراس کے کھنڈر کی طرف کھلتی تھی۔ جو مرزا نظام

الدین وغیرہم کی ملکیت میں تھا۔اور بعد میں 07-1906ء(میں) خرید کر حضور مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا اوپر کا حصہ مسجد میں اور نیچے کا حصہ دفاتر میں تبدیل فرما دیا۔(اور اس تغیر کی وجہ سے اصلی ابتدائی مسجد مبارک کی شکل اگرچہ قائم نہیں رہی مگر اب تک دیواروں کے نشانات موجود ہیں)مسجد مبارک کا یہی (دوسرا حصہ) وہ حصہ ہے جس میں (جماعت کی صف اول کھڑی ہوتی تھی اور) ابتداء میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صف اول میں کھڑے ہو کر صف کے بالکل دائیں جانب) کھڑکی سے جانب غرب ذرا بڑھ کر) دیوار شمال کے ساتھ لگ کر نماز باجماعت ادا فرمایا کرتے یا حضور کا دربار لگا کرتا تھا۔میں نے اس حصہ میں سب سے اول مرتبہ حضور کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا۔(جب اس صف میں حضورؑ شامل ہونے لگے اس سے پہلے حضورؑ کھڑکی سے قدرے جانب مشرق گویا دوسری صف میں کھڑے ہوتے تھے لیکن قاضی یار محمد صاحب وکیل کا دماغی توازن خراب ہو گیا اور انہوں نے حضورؑ کے پاؤں کے تلووں کو چھونا شروع کیا۔اس طرح تکلیف پہنچنے کے باعث حضورؑ صف اول میں کھڑے ہونے لگے پھر وہاں بھی قاضی صاحب سے تکلیف پہنچنے پر حضورؑ حجرہ میں امام کے ساتھ دائیں طرف کھڑے ہو کر نماز میں شریک ہونے لگے اور مسجد کی توسیع تک یہی طریق جاری رہا۔توسیع مسجد کے بعد حضورؑ صف میں کھڑے ہوتے تھے (نہ کہ امام کے ساتھ) ان دنوں اس حصہ میں عموماً دو صفیں کھڑی ہوتی تھیں اور بعد میں ضرورتاً تین بھی کھڑی ہوتی رہیں۔تیسرے کمرہ میں بھی دو صفیں ہوا کرتیں تھیں۔اور ہر صف میں پتلے دبلے آدمی زیادہ سے زیادہ چھ اور بھاری بھر کم صرف چار کھڑے ہو سکتے تھے۔(بعد میں جماعت احمدیہ ترقی کرتی گئی تو مسجد مبارک کے) ہر حصہ میں بجائے دو دو صفوں کے تین تین صفیں بنانے سے بھی کام نہ چلا تو سیدنا حضرت اقدسؑ نے بیت الفکر کے مشرقی جانب کا صحن بھی نمازیوں کے واسطے کھلوا دیا۔اور اس پر بس نہ رہی بلکہ اکثر بیت الفکر کے اندر بھی نماز ادا کرنے لگے۔

iv) مسجد مبارک کا تیسرا حصہ اس (دوسرے) حصہ کے مشرقی جانب واقع تھا۔اور ان دونوں حصوں کے درمیان میں ایک دیوار حائل تھی۔اور ایک دروازہ جو قریباً درمیان میں تھا ان کو باہم ملاتا تھا۔اس حصہ کا طول شرقاً غرباً 9 فٹ 4 انچ اور عرض شمالاً جنوباً 7 فٹ 5 انچ تھا اور اس میں ایک کھڑکی جنوبی دیوار میں تھی وہ بھی اسی ویران خراس کے کھنڈر میں کھلتی تھی۔اور تین دروازے تھے جن میں سے ایک مسجد کے درمیانی حصہ میں کھلتا تھا۔اور باقی دو میں سے ایک نیچے سے اوپر آنے والی سیڑھیوں کا اور دوسرا وہ تھا جو غسل خانہ میں جاتا تھا۔جہاں اس زمانہ (1895ء) میں غسل اور وضوء کے لئے پانی رکھا ہوتا تھا۔یہ پہلے دو فٹ نشیب میں تھا اور سرخ چھینٹوں والا کمرہ کے نام سے مشہور ہے۔

v) آجکل جو دروازہ مسجد مبارک کے بالکل مشرقی حصہ میں الدار میں کھلتا ہے یہ دروازہ پہلے نہ تھا بعد میں۔حضرت اقدسؑ ہی کے زمانہ میں کھولا گیا ہے پہلے زمانہ میں اس دروازے کے اندر کے حصہ میں ایک لکڑی کی سیڑھی ہوا کرتی تھی جس کے ذریعہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اندرون خانہ سے مسجد مبارک کے بالائی حصہ میں تشریف لایا کرتے تھے۔اس زمانہ میں جو دروازہ مسجد مبارک کی اصل چھوٹی سیڑھیوں سے اندرون الدار جانے کا تھا وہ آجکل بند ہے اور موجودہ دروازہ اس کی بجائے کام دیتا ہے۔پہلا دروازہ اس چھوٹی سیڑھی میں سے مسجد مبارک میں داخل ہونے سے ایک دو سیڑھی پہلے کھلتا تھا۔دیوار میں اس کی چوکھٹ اب بھی نظر آتی ہے۔

vi) مسجد مبارک کی بالائی منزل پر دو شہ نشین تھے۔ایک تو جنوبی آثار کے اوپر جیسا کہ آخری توسیع کے بعد اب بھی جنوبی طرف بنایا ہوا ہے۔مگر سیخیں لگی ہوئی نہ تھیں۔دوسرا شہ نشین جواب ستمبر 1960 تک بعینہ موجود ہے مغربی دیوار میں تھا حضرت اقدسؑ عموماً نماز شام کے بعد اسی شہ نشین پر رونق افروز ہوا کرتے تھے اور یہ حجرہ کے غربی آثار پر بنا ہوا تھا۔ (اصحاب احمد جلد نہم ص 193-92)

اذان، نمازیں اور تہجد

مسجد مبارک باوجود اپنی پہلی تنگی کے ہم پر فراخ رہا کرتی تھی۔جس میں بارہا خدا کے اولوالعزم نبی جری اللہ فی حلل الانبیاء تن تنہا نماز کے لئے تشریف لے آیا کرتے تھے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ باوجود انتظار کے جب اور کوئی نہ پہنچا تو حضورؑ نے کسی کو بلوا کر اذان کہلوائی۔بلکہ ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ حضورؑ نے خود بھی اذان کہی حضورؑ کی آواز گو ہلکی تھی مگر نہایت دلکش اور سریلی آواز تھی جس میں لحن داؤدی کی جھلک اور گویا نفخ صور کا سماں بندھ رہا تھا۔

[i] نمازیں عموماً اوّل وقت میں ہو جایا کرتی تھیں۔صبح کی نماز کا تو یہ عالم تھا کہ ابھی اندھیرا ہی ہوا کرتا تھا کہ ختم بھی ہو جاتی تھی۔بعض اوقات ایسا بھی

ہوا ہے کہ صبح کی اذان صبح ہونے سے قبل ہی ہو جاتی اور نہ صرف یہی بلکہ نماز بھی ہو جایا کرتی تھی۔ اور بعد میں پتہ لگتا تھا کہ ابھی تک صبح ظاہر نہیں ہوئی مگر نماز کبھی دوہرائی نہیں گئی۔ چونکہ اذان ان دنوں عموماً حافظ معین الدین صاحب (حافظ معناً) کہا کرتے تھے اور وہ آنکھوں سے معذور تھے۔''

[ii] نماز تہجد کا ان دنوں زیادہ التزام ہوا کرتا تھا اور قریباً سبھی لوگ نماز تہجد پڑھا کرتے۔ کبھی نہ دیکھا کہ حضورؑ نے انگلی کو اکڑایا یا پھرایا ہو۔ صرف ہلکا سا اشارہ ہوتا تھا جو عموماً ایک ہی مرتبہ اور بعض اوقات دو مرتبہ بھی ہوتا تھا۔ جو میرے خیال میں امام کے تشہد کو لمبا کرنے کی وجہ سے حضورؑ کلمہ شہادت دوہراتے ہوئے کیا کرتے ہونگے۔''

[iii] ''حضورؑ نماز میں ہاتھ ہمیشہ سینہ پر باندھتے تھے۔ زیر ناف بلکہ ناف پر بھی میں نے کبھی حضورؑ کو ہاتھ باندھے نماز ادا کرتے نہیں دیکھا۔''

[iv] ''حضورؑ پر نور خود امام نہ بنا کرتے تھے بلکہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم و مغفور کو حضور نے نمازوں کی امامت کا منصب عطا فرمایا ہوا تھا۔ نماز جمعہ بھی حضورؑ خود نہ پڑھاتے تھے بلکہ عموماً مولوی صاحب موصوف ہی پڑھاتے تھے۔ اور شاذ و نادر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ پڑھایا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی مولوی سید محمد احسن صاحب امروہیؓ بھی پڑھاتے تھے۔ ایک زمانہ میں دو جگہ جمعہ کی نماز ہوتی تھی۔ مسجد اقصیٰ میں بھی جو کہ جامع مسجد ہے اور مسجد مبارک میں بھی۔ مگر دونوں جگہ امام الصلوٰۃ حضورؑ نہ ہوتے تھے عیدین کی نماز بھی سوائے شاذ کے حضورؑ خود نہ پڑھاتے تھے نماز جنازہ عموماً حضور خود پڑھاتے تھے۔ اور حضورؑ کو میں نے نماز جنازہ کسی کے پیچھے پڑھتے نہیں دیکھا یا کم از کم میری یاد میں نہیں''

(اصحاب احمد جلد نہم صفحہ 23،24)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ قدیم مسجد مبارک میں حضور علیہ السلام نماز با جماعت میں ہمیشہ پہلی صف کے دائیں طرف دیوار کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں آج کل موجودہ مسجد مبارک کی دوسری صف شروع ہوتی ہے۔ یعنی بیت الفکر کی کوٹھڑی کے ساتھ ہی مغربی طرف۔ امام اگلے حجرہ میں کھڑا ہوتا تھا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص پر جنون کا غلبہ ہوا۔ اور وہ حضرت صاحب کے پاس کھڑا ہونے لگا۔ اور نماز میں آپ کو تکلیف دینے لگا۔ اور اگر کبھی اس کو پچھلی صف میں جگہ ملتی۔ تو ہر سجدہ میں وہ صفیں پھلانگ کر حضورؑ کے پاس آتا اور تکلیف دیتا اور قبل اس کے کہ امام سجدہ سے سر اٹھائے وہ اپنی جگہ پر واپس چلا جاتا۔ اس تکلیف سے تنگ آ کر حضور نے امام کے پاس حجرہ میں کھڑا ہونا شروع کر دیا۔ مگر وہ بھلا مانس حتی المقدور وہاں بھی پہونچ جایا کرتا اور ستایا کرتا تھا۔ مگر پھر بھی وہاں نسبتاً امن تھا۔ اس کے بعد آپ وہیں نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ مسجد کی توسیع ہوگئی۔ یہاں بھی آپ دوسرے مقتدیوں سے آگے امام کے پاس ہی کھڑے ہوتے رہے۔ مسجد اقصیٰ میں جمعہ اور عیدین کے موقعہ پر آپ صف اول میں عین امام کے پیچھے کھڑے ہوا کرتے تھے۔ وہ معذور شخص جو ویسے مخلص تھا اپنے خیال میں اظہار محبت کرتا اور جسم پر نامناسب طور پر ہاتھ پھیر کر تبرک حاصل کرتا تھا۔ (سیرت المہدی حصہ سوم۔ ص269-268)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ قدیم مسجد مبارک کا نقشہ یہ ہے۔ اس کے تین حصے تھے۔ ایک چھوٹا مغربی حجرہ امام کے لئے تھا۔ جس میں دو کھڑکیاں تھیں۔ درمیانی حصہ جس میں دو صفیں اور فی صف 6 آدمی ہوتے تھے اسی میں بیت الفکر کی کھڑکی کھلتی تھی اور اس کے مقابل پر جنوبی دیوار میں ایک کھڑکی روشنی کے لئے کھلتی تھی۔ تیسرا باہر کا مشرقی حصہ اس میں عموماً دو اور بعض اوقات تین صفیں اور فی صف 5 آدمی ہوا کرتے تھے۔ اسی میں نیچے سیڑھیاں آتی ہیں اور ایک دروازہ اس کا غسلخانہ میں تھا جو اب چھوٹے کمرہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے اسی تیسرے حصہ میں ایک دروازہ اس کا غسلخانہ میں تھا۔ جو اب چھوٹے کمرہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے اسی تیسرے حصہ میں ایک دروازہ شمالی دیوار میں حضرت صاحب کے گھر میں کھلتا تھا۔ غرض یہ کہ اس زمانہ میں مسجد مبارک میں امام سمیت 23 آدمیوں کی بافراغت گنجائش تھی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جو کمرہ بطور غسلخانہ دکھایا گیا ہے اس میں حضرت صاحب کے کرتہ پر سرخی کے چھینٹے پڑنے کا نشان ظاہر ہوا تھا۔ (سیرت المہدی حصہ سوم۔ ص269)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوریؓ نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ جب میں پہلی مرتبہ قادیان آیا۔ تو حضرت اقدسؑ ان ایام میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ کی اقتداء میں نماز پڑھا کرتے تھے اور مسجد مبارک میں جو گھر کی طرف کو ایک کھڑکی کی طرز کا دروازہ ہے اس کے قریب دیوار کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ بحالت نماز ہاتھ سینہ پر باندھتے تھے اور اکثر اوقات نماز مغرب سے عشاء تک مسجد کے اندر احباب میں جلوہ افروز ہو کر مختلف مسائل پر گفتگو فرماتے تھے۔ (سیرۃ المہدی 3 ص265)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری ؓ نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں حضرت اقدس ؑ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ؓ کے ساتھ اس کوٹھڑی میں نماز کے لئے کھڑے ہوا کرتے تھے جو مسجد مبارک میں بجانب مغرب تھی ۔مگر 1907ء میں جب مسجد مبارک وسیع کی گئی تو وہ کوٹھڑی منہدم کردی گئی ۔اس کوٹھڑی کے اندر حضرت صاحب کے کھڑے ہونے کی وجہ غالباً یہ تھی کہ قاضی یار محمد صاحب حضرت اقدس ؑ کو نماز میں تکلیف دیتے تھے ۔ (سیرت المہدی حصہ سوم ۔ص265)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب ؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ موسم گرما میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک کے بالائی حصہ میں بعد نماز مغرب تشریف رکھتے تو عموماً مغربی شاہ نشین کے نشان پر بیٹھا کرتے تھے ۔مولوی عبدالکریم صاحب عام طور پر نشان (ا) پر اور حضرت مولوی نورالدین صاحب ؓ نشان (ب) کی جگہ پر ہوتے تھے اور حضرت مسیح موعود کے بائیں طرف دوسرے خاص احباب بیٹھتے تھے ۔باقی سب نیچے یا جنوبی شہ نشین پر بیٹھتے تھے ۔اس نقشہ کے چاروں کونوں پر چار چھوٹے مناروں کے نشان ہیں ۔جن میں سے ایک تو توسیع کے وقت اڑ گیا تھا اور دوساتھ کی دیوار میں جذب ہو گئے ہیں اور ایک جو جنوب مشرقی کونے میں ہے ابھی تک اسی طرح قائم ہے ۔(سیرت المہدی حصہ سوم ۔ص270)

ان دنوں مسجد مبارک بہت تنگ تھی اور صرف چند نمازی اس میں نماز پڑھ سکتے تھے اور اکثر نمازیوں کو یا تو مسجد اقصیٰ جانا پڑتا یا الدار کی کسی کوٹھری یا دوسری چھت پر فریضہ نماز بجالانا پڑتا تھا ۔بایں وجہ حضرت اقدس ؑ کا منشا مبارک تھا کہ مسجد کے داہنی طرف خالی زمین خدا کے گھر کے ساتھ ملادی جائے اور توسیع عمارت کے نتیجہ میں کم سے کم چالیس آدمی تو نماز کے لئے کھڑے ہو سکتے ہیں ۔اس توسیع کا تخمینہ پانچ سو روپے لگایا گیا ۔جس پر حضور نے 29 جولائی 1897ء کو اس غرض کے لئے چندہ کا اشتہار دیا ۔جس پر مخلصین نے حسب دستور لبیک کہا اور مسجد مبارک میں نمازیوں کی مزید گنجائش پیدا ہو گئی ۔ (اشتہار کا متن مجموعہ اشتہارات جلد 2 ص 453-452)

مسجد مبارک کی توسیع کے لئے ایک نقشہ انجمن نے تجویز کیا تھا ۔اور توسیع کے کام کی نگرانی افسر تعمیر کے سپرد کی گئی تھی ۔افسر تعمیر جناب میر ناصر نواب صاحب مرحوم ؓ تھے ۔جب تعمیر کا کام مکمل ہو چکا ۔تو میر صاحب کے بل متعلقہ توسیع مسجد مبارک مولوی محمد علی صاحب نے بحیثیت سیکریٹری انجمن اس بناء پر منظور کرنے سے انکار کر دیا کہ تعمیر کا کام مطابق نقشہ تجویز کردہ انجمن نہیں ہوا ۔انجمن کے نقشہ میں مسجد کے پرانے حصہ کو نئے حصہ کے ساتھ اس طور پر ملادیا گیا تھا کہ پرانی اور جدید عمارت ساری کی ساری ایک ہی شکل اور ہیئت پر ہو ۔اور یہ امتیاز نہ ہو سکے کہ پرانا حصہ کہاں تک تھا اور نیا حصہ کہاں سے شروع ہوتا ہے ۔میر صاحب نے اپنے اختیار سے بلامنظوری انجمن اس میں یہ تبدیلی کر دی تھی کہ پرانے حصہ کو اپنی اصلی شکل پر قائم رکھا اور نئے حصہ کی تعمیر مطابق نقشہ تجویز کردہ انجمن مکمل کروادی ۔جس سے دونوں حصے الگ الگ نظر آتے ہیں ۔تعمیر کے بلوں کی منظوری نہ ہونے کی وجہ سے معمار اور مزدور میر صاحب سے تقاضا کرتے تھے ۔اور میر صاحب دق ہو رہے تھے ۔آخر میر صاحب نے حضور اقدس ؑ کی خدمت میں شکایت کی ۔جب مولوی محمد علی صاحب کو یہ علم ہوا ۔تو انہوں نے استعفا دیکر قادیان سے چلے جانے کا ارادہ کر لیا ۔خواجہ کمال الدین صاحب بھی اس وقت قادیان موجود تھے ۔انہوں نے مولوی محمد علی صاحب کے رنج کے ازالہ کی کوشش کی ۔لیکن مولوی صاحب اپنے ارادہ پر مصر رہے ۔اس امر کی اطلاع حضرت اقدس ؑ کو بھی ہو گئی اور حضور ؑ مولوی صاحب کی تالیف قلب کی خاطر مسجد میں سے گزر کر مولوی صاحب کے کمرے میں تشریف لے گئے ۔اس وقت مولوی نورالدین صاحب ؓ ،مولوی سید سرور شاہ صاحب ؓ اور دیگر بزرگان مسجد میں موجود تھے ۔وہ بھی حضور ؑ کے پیچھے مولوی صاحب کے کمرہ میں چلے گئے ۔حضور کی دریافت پر مولوی محمد علی صاحب نے عرض کیا ۔کہ ہم لوگ تو یہاں حضور ؑ کی دعائیں لینے کے لئے آئے ہیں ۔اگر اس قسم کی شکایتیں حضور کے پاس ہونے لگیں تو آخر حضور ؑ بھی تو انسان ہیں ۔شکایت سن کر بجائے دعا کے حضور ؑ کو رنج ہوتا ہو گا وغیرہ ۔اس پر حضور ؑ نے فرمایا کہ میں تو اپنے کام اور فکر میں اس قدر منہمک ہوتا ہوں کہ مجھے ان باتوں کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی ۔خواجہ صاحب نے عرض کی کہ مشکل یہ ہے کہ انجمن جیسے فیصلہ کرتی ہے ۔میر (محمد اسماعیل) صاحب اس کے خلاف کرتے ہیں ۔جس سے کام کو نقصان ہوتا ہے ۔اور مولوی صاحب کو رنج ہوتا ہے ۔اس کا کچھ تدارک ہو جائے تو بہتر ہے ۔یہ سنکر حضور ؑ نے کاغذ قلم دوات طلب فرمائے جو وہیں پیش کردئے گئے ۔حضور ؑ نے چند سطریں تحریر فرمائیں اور کمرہ سے تشریف لے گئے ۔ (الفرقان سالانہ نمبر نومبر دسمبر 1944ء)

آرکیٹیکٹ ہونے کی بناء پر میری یہ رائے ہے کہ حضرت میر محمد اسماعیل ؓ صاحب نے جو پرانے اور نئے کام میں نشاندہی کر دی یہی ٹھیک تھا ۔اگر یہ نہ کیا ہوتا ۔تو آج ہم تاریخی لحاظ سے پرانی اور نئی تعمیر کی حدود سے محروم ہو جاتے ۔یہ فرق آج بھی مسجد مبارک میں موجود ہے ۔جس پر ہمیں حضرت میر محمد اسماعیل ؓ صاحب کا شکر گزار ہونا چاہیے ۔

مسجد مبارک کی آخری توسیع۔ تقسیم ملک سے قبل

(از ملک صلاح الدین صاحب مؤلف اصحاب احمد قادیان)



”حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ سے پہلے بمنشائے الٰہی ہوشیار پور میں 1886ء میں ایک چلہ میں نہایت تضرع اور عاجزی سے دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کو بشارتیں ملیں کہ آپ کی دعوت کو وہ دنیا کے کناروں تک پہنچائیگا۔ اور دنیا کے آخر تک آپ کا نام عزت کے ساتھ قائم رکھے گا۔ اور آپ کے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بڑھائیگا اور ان کو برکتیں دے گا۔ اور ایک عظیم الشان فرزند (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ثانیؓ) کے عطا ہونے کی بھی خوشخبری دی۔ اور مخالفوں کی ناکامی کی خبر دیتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ: ”ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہوجائیگی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا اُن پر بلا پر بلا نازل کریگا۔ یہاں تک کہ وہ نابود ہوجائیں گے...... ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کریگا۔“ (اشتہار 20 فروری 1886ء)

[i] ”حضرت اقدس علیہ السلام کے چچازاد بھائی مرزا نظام الدین صاحب وغیرہ تینوں برادران حضرت اقدسؑ کے شدید مخالف تھے۔ دیگر شدید مخالفین کے وہ دل وجان سے ہمنوا تھے۔ ان کا گھر جو مسجد مبارک کے بالکل قریب جانب غرب ہے ان کا مسکن تھا۔ جس میں آج کل نصرت گرلز اسکول قائم ہے۔ گول کمرہ اور مسجد مبارک تا گرلز اسکول کی خالی جگہ بھی ان بھائیوں کی ملکیت تھی۔ جہاں ان کی نشست و برخاست ہوتی تھی۔ اور کنواں بھی تھا جس سے حضرت اقدسؑ کے سقہ کو پانی لینے سے بھی روک دیا گیا تھا۔ یہ سب کچھ جماعت احمدیہ کے پاس آچکا تھا۔ اور اب بھی ہے۔

[ii] مسجد مبارک کی مناسبت سے حضرت شیخ فضل الٰہی صاحب پوسٹمین کی ایک روایت درج کی جاتی ہے۔ ایک شخص نے مسجد مبارک میں اذان دینا شروع کی۔ حافظ معین الدین صاحب جو اذان دیا کرتے تھے وہ بھی ساتھ ہی اذان دینے لگے۔ نیچے ایک بھائی مرزا امام الدین صاحب بیٹھے تھے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ غلام احمد کو کہہ دو کہ ہم تو ایک بانگ (اذان) سے بیزار تھے اب دو دو بانگیں ہونے لگی ہیں۔ حضورؑ نے حافظ صاحب کو سمجھایا کہ جب ایک اذان ہو رہی تھی تو پھر آپ کو اذان دینے کی کیا ضرورت تھی۔ نیز فرمایا کہ یہ تمام جگہ ہمارے قبضہ میں آجاوے گی اور پھر کسی کو بانگ سے گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ بلکہ بانگ سن کر لوگوں کے دل کو راحت ہوگی۔“ (الحکم 14 مارچ 1935ء ص4)

[iii] حضرت اقدسؑ کے ان تینوں چچازاد بھائیوں میں سے صرف مرزا نظام الدین صاحب کے بیٹے مرزا گل محمد صاحب کی نسل دوسری بیوی سے چلی۔ موصوف نے بحوالہ الفضل 28 جولائی 1917ء کو احمدیت قبول کی (زیر مدینۃ المسیح) ان کی پہلی شادی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی حرم حضرت سیدہ ام ناصر صاحبہ کی ہمشیرہ محترمہ عزیزہ رضیہ صاحبہ سے ہوئی تھی۔ جو ایک مخلص خادمہ سلسلہ احمدیہ تھیں۔ دیگر اقوام کی طرح ٹیریٹوریل فورس میں جماعت احمدیہ کی بھی ایک کمپنی 1922ء میں قائم ہوئی۔ جس کے کمانڈر 1930ء تک حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رہے۔ مرزا گل محمد صاحب اس میں سیکنڈ لیفٹیننٹ اور بٹالین کے اسسٹنٹ ایجوٹنٹ تھے۔ (الفضل 8 مارچ 1923ء ص2)

[iv] معروف احراری ٹولہ نے 1934ء میں جماعت احمدیہ کو مٹا ڈالنے کا فیصلہ کیا۔ برطانوی حکومت اور بااثر طبقہ نے اس ٹولہ کی پشت پناہی کی اور قادیان میں اس کا ایک بھاری جلسہ کرایا۔ عمومی پہرہ کی نگرانی ناظر صاحب امور عامہ کے سپرد تھی چنانچہ جلسہ سالانہ پر ان کے بازو پر ”ناظر حفاظت“ کا بیج بھی لگایا جاتا تھا۔ احمدیہ نیشنل کور بھی تنظیم کی خاطر قائم کی گئی۔ تمام کارکنان ہفتہ میں ایک روز خاکی وردی میں ملبوس ڈیوٹی پر آتے تھے۔ ان میں حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ جیسے بزرگ بھی شامل تھے۔ اس کور کے متعلق مثلاً جلسہ جوبلی 1939ء کے بارے میں تاریخ احمدیت جلد ہشتم میں مرقوم ہے کہ پہرہ کا انتظام اس کور کے سپرد تھا۔ مقامی کور کے والنٹیرز اپنے سالارِ اعظم چودھری اسد اللہ خان صاحب بار ایٹ لاء اور سالار جیش مرزا گل محمد صاحب کے ماتحت راستوں پر مہمانوں کو راستہ بتانے جلسہ گاہ تک مستورات اور مردوں کے لئے جدا جدا راستے مقرر کرنے اور جلسہ گاہ تک حضورؓ کی آمد و رفت کے لئے پہرہ دینے کا انتظام کرتے تھے۔ مرزا صاحب محترم تا وفات پہرہ کا اہتمام نہایت چوکسی اور ذمہ داری سے کرتے رہے۔

[v] ”تقسیم برصغیر سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد مبارک کی توسیع کے لئے دعاؤں کے ساتھ سنگ بنیاد رکھتے ہوئے بتاریخ 4 جون 1944ء اجتماعی دعا کی۔ (الفضل 6 جون 1944ء ص2) الحمد للہ کہ خاکسار بھی اس تقریب میں حاضر تھا۔ مسجد مبارک کے نیچے گلی کے

مغربی طرف کے محرابی دروازہ کے اوپر الفاظ ''گلشن احمد'' رقم ہیں۔اس کی تفصیل خاکسار اور محترم فضل الٰہی خان صاحب درویش سابق ناظر امور عامہ کو یہ یاد ہے کہ اس جنوبی حصہ میں دکانیں تھیں جو مرزا گل محمد صاحب قیمت پر بھی فروخت نہ کررہے تھے۔خواب میں انہیں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ دے دیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی یہ قیمتی جائداد بلا قیمت دے دی۔البتہ یہ خواہش ظاہر کی کہ گلشن احمد کے الفاظ لکھے جائیں۔مراد ہوگی کہ مخالفت کا یہ گڑھ اب گلشن احمد بن چکا ہے۔''

[vi] الفضل 6 اپریل 1944ص 2 کے مطابق توسیع کے لئے جگہ خریدی گئی تھی۔سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ مرزا صاحبؒ والی جگہ کے علاوہ کسی اور کی جگہ بھی تھی جو توسیع کے لئے خریدی گئی تھی۔سو محترم مرزا صاحبؒ کی زندگی میں صاحب اولاد ہونا خدمت دین کی توفیق پانا اور مسجد مبارک کے لئے یہ جگہ ہدیہ دینا یہ سب صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مجموعہ اور گلشن ہے۔مرزا صاحبؒ کی وفات پر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی طرف سے یہ قول شائع ہوا تھا کہ ایسا شخص فوت ہوا ہے جس کا کوئی دشمن نہ تھا۔رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ۔ اٰمین

جماعت کی کثرت کی وجہ سے مسجد مبارک میں توسیع کی ضرورت پیش آئی۔حضورؓ اس کی تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں......میں نے فیصلہ کیا ہے اس مسجد کو پہلو کی طرف بڑھا دیا جائے۔اس سے انشاء اللہ یہ مسجد موجودہ مسجد سے دگنی ہوجائے گی......میں اپنے قلب میں ایسا محسوس کرتا ہوں جیسے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ انکشاف ہوتا ہے گو کسی الہام یا رویاء کی بنا پر میں یہ نہیں کہہ رہا۔مگر میرا قلب یہ محسوس کرتا ہے کہ ہر شخص جو یہاں نماز پڑھنے کے لئے آتا ہے وہ سلسلہ کی ترقی کے لئے ایک نیا باب کھولتا ہے۔ (الفضل۔6اپریل 1944ص 2)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں محمد خان صاحبؓ ساکن گل منج ضلع گورداسپور نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ابتداء میں حضرت صاحبؑ مسجد مبارک میں خود نماز پڑھایا کرتے تھے ایک آدمی آپ کے دائیں طرف کھڑا ہوتا تھا اور پیچھے صرف چار پانچ مقتدی کھڑے ہوسکتے تھے۔اور جو آدمی پہلے نماز کے وقت دائیں جانب آبیٹھتا۔اس کو عرض کرنے کا موقعہ مل جاتا۔ایک روز میں بھی سب سے اول وضو کر کے مسجد مبارک میں دائیں جانب جابیٹھا۔پھر حضور علیہ السلام تشریف لے آئے اور میرے قریب آ کر بیٹھ گئے اتنے میں چار پانچ آدمی پیچھے سے آئے۔وہ بڑے ذی عزّت معلوم ہوتے تھے۔میں نے حضور علیہ السلام کے پاؤں دبانے شروع کر دئے۔اور **حضور کی خدمت میں شرماتے ہوئے عرض کیا کہ حضور مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتائیں جس کے ذریعہ سے دین و دنیا میں کامیابی حاصل ہو۔حضور نے فرمایا:''استغفار بہت پڑھا کرو''۔سو اب تک یہی میرا وظیفہ ہے۔** (سیرت المہدی حصہ سوم۔ص 35)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔میاں امام الدین صاحب سیکھوانیؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں حافظ معین الدین عرف مانا مؤذن مقرر تھا۔اور کچھ وقت احمد نور کابلی بھی مؤذن رہے ہیں۔اور میں بھی کچھ عرصہ اذان دیتا رہا ہوں۔اور دوسرے دوست بھی بعض وقت اذان دیدیتے تھے۔گویا اس وقت مؤذن کافی تھے۔بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ دو مؤذن ایک ہی وقت میں اذان دینے کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ایک روز ایک شخص نے اذان دینی شروع کی۔تو حافظ معین الدین نے بھی شروع کر دی۔پھر حافظ صاحب ہی اذان دیتے رہے اور دوسرا شخص خاموش ہوگیا میں نے ایک روز صبح کے وقت اذان دی۔تو حضرت اقدسؑ اندر سے تشریف لے آئے اور فرمانے لگے۔کہ میں نے کھانا شروع کیا ہی تھا کہ اذان شروع ہوگئی۔پھر میں نے کھانا نہیں کھایا۔کیونکہ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔اس وقت شوق کی وجہ سے مؤذنوں میں بھی جھگڑا ہوتا رہتا تھا۔ایک کہتا تھا کہ میں نے اذان دینی ہے اور دوسرا کہتا تھا میں نے دینی ہے۔بعض وقت مولوی عبدالکریم صاحب بھی اذان دیدیا کرتے تھے۔ (سیرت المہدی حصہ سوم۔ص 284)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ڈاکٹر عبداللہ صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کبھی حضور نے فرشتے بھی دیکھے ہیں۔اس وقت حضور بعد نماز مغرب مسجد مبارک کی چھت پر شہ نشین کی بائیں طرف کے مینار کے قریب بیٹھے تھے۔فرمایا کہ اس مینار کے سامنے دو فرشتے میرے سامنے آئے۔جن کے پاس دو شیریں روٹیاں تھیں اور وہ روٹیاں انہوں نے مجھے دیں اور کہا کہ ایک تمہارے لئے ہے اور دوسری تمہارے مریدوں کے لئے۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کا یہ رؤیا چھپ چکا ہے۔مگر الفاظ میں کچھ اختلاف ہے۔نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ مکرم ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب اس وقت جو جنوری 1939ء ہے وفات پاچکے ہیں اور جن ڈاکٹر عبداللہ صاحب کا اس روایت میں ذکر ہے اس سے شیخ محمد عبداللہ نومسلم مراد ہیں۔جو افسوس ہے کہ کچھ عرصہ سے بیعت خلافت سے منحرف ہیں۔ (سیرت المہدی حصہ سوم ص 263)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضور کو الہام ہوا۔
لَكَ خِطَابُ الْعِزَّةِ ۔ ایک عزت کا خطاب۔ ایک عزت کا خطاب۔ اس کے ساتھ ایک بڑا نشان ہوگا۔ چنانچہ ان چاروں فقروں کو ایک کاغذ پر خوشخط لکھوا کر مسجد مبارک کی شمالی دیوار پر لگوا دیا گیا۔ جہاں یہ کاغذ مدت تک لگا رہا۔ اسی طرح ایک دفعہ ایک الہام **غَثَمٌ غَثَمٌ غَثَمٌ غُفِرَ لَهُ دَفَعَ اِلَيْهِ مَنْ مَّالِهٖ دَفْعَةً** حصہ میں آویزاں کروا دیتے تھے۔ (سیرت المہدی حصہ سوم ۔ص 100)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز اتنی بلند تھی کہ اگر کبھی مسجد مبارک کی چھت پر جوش کے ساتھ تقریر فرماتے تو آپ کی آواز باغ میں سنائی دیتی تھی۔ نیز جب آپ تصنیف فرمایا کرتے تو اکثر اوقات ساتھ ساتھ اونچی آواز میں خاص انداز سے اپنا لکھا ہوا پڑھتے بھی جاتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت تھی کہ آپ ابتداء میں بہت آہستہ آواز سے تقریر شروع فرماتے تھے۔ لیکن بعد میں آہستہ آہستہ آپ کی آواز بہت بلند ہو جاتی تھی۔ اور باغ سے وہ باغ مراد ہے جو قادیان سے جنوب کی طرف ہے جس کے ساتھ مقبرہ بہشتی واقع ہے اور آپ کا اپنے لکھے ہوئے کو پڑھنا گنگنانے کے رنگ میں ہوتا تھا۔ (سیرت المہدی حصہ سوم ۔ص 195)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مکان کے مختلف حصوں میں رہائش تبدیل فرماتے رہتے تھے۔ سال ڈیڑھ سال ایک حصہ میں رہتے۔ پھر دوسرا کمرہ یا دالان بدل لیتے۔ یہاں تک کہ بیت الفکر کے اوپر جو کمرہ مسجد مبارک کی چھت پر کھلتا ہے اس میں بھی آپ رہے ہیں۔ اور ان دنوں میں گرمی میں آپ کی اور اہل بیت کی چارپائیاں اوپر کی مسجد میں جو صحن کی صورت میں ہے بچھتی تھیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے جس زمانہ کا ہوش ہے۔ میں نے آپ کو زیادہ تر اس کمرہ میں رہتے دیکھا ہے جس میں اب حضرت اماں جان رہتی ہیں جو بیت الفکر کے ساتھ شمالی جانب واقع ہے۔ (سیرت المہدی حصہ سوم ۔ص 222)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ہماری مسجد (یعنی مسجد مبارک) کو اللہ تعالیٰ نے نوح کی کشتی کا مثیل ٹھہرایا ہے۔ سو یہ شکل میں بھی کشتی کی طرح ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اصلی مسجد مبارک کی بالائی منزل کشتی کی طرح ہی تھی یعنی لمبی زیادہ تھی اور چوڑی بہت کم اور اس کے پہلو میں شہ نشین تھا۔ بعد کی توسیع میں وہ قریباً مربع شکل کی بن گئی ہے۔

(سیرت المہدی حصہ سوم ۔ص 217)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ اوائل میں جب میں قادیان جاتا تو اس کمرے میں ٹھہرتا تھا۔ جو مسجد مبارک سے ملحق ہے اور جس میں سے ہو کر حضرت صاحب مسجد میں تشریف لے جاتے تھے ایک دفعہ ایک مولوی جو ذی علم شخص تھا قادیان آیا۔ بارہ نمبردار اس کے ساتھ تھے۔ وہ مناظرہ وغیرہ نہیں کرتا تھا بلکہ صرف حالات کا مشاہدہ کرتا تھا ایک مرتبہ رات کو تنہائی میں میرے پاس اس کمرہ میں وہ آیا اور کہا کہ ایک بات مجھے بتائیں کہ مرزا صاحبؑ کی عربی تصانیف ایسی ہیں کہ ان جیسی کوئی فصیح بلیغ عبارت نہیں لکھ سکتا۔ ضرور مرزا صاحبؑ کچھ علماء سے مدد لے کر لکھتے ہوں گے۔ اور وہ وقت رات کا ہی ہوسکتا ہے تو کیا رات کو کچھ آدمی ایسے آپ کے پاس رہتے ہیں جو اس کام میں مدد دیتے ہوں۔ میں نے کہا مولوی محمد چراغ اور مولوی معین الدین ضرور آپ کے پاس رات کو رہتے ہیں۔ یہ علماء رات کو ضرور امداد کرتے ہیں۔ حضرت صاحبؑ کو میری یہ آواز پہونچ گئی۔ اور حضور اندر بہت ہنسے۔ حتیٰ کہ مجھ تک آپ کی ہنسی کی آواز آئی۔ اس کے بعد مولوی مذکور اٹھ کر چلا گیا۔ اگلے روز جب مسجد میں بعد عصر حسب معمول حضورؑ بیٹھے تو وہ مولوی بھی موجود تھا۔ حضورؑ میری طرف دیکھ کر خود بخود ہی مسکرائے۔ اور ہنستے ہوئے فرمایا کہ ان علماء کو انہیں دکھلا بھی تو دو۔ اور پھر ہنسنے لگے اس وقت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو بھی رات کا واقعہ حضور نے سنایا۔ اور وہ بھی ہنسنے لگے۔ میں نے چراغ اور معین الدین کو بلا کر مولوی صاحب کے سامنے کھڑا کر دیا۔ چراغ ایک بافندہ ان پڑھ حضرت صاحب کا نوکر تھا۔ اور معین الدین صاحب ان پڑھ نابینا تھے۔ جو حضرت صاحبؑ کے پیر دبایا کرتے تھے۔ وہ شخص ان دونوں کو دیکھ کر چلا گیا۔ اور ایک بڑے تھال میں شیرینی لے کر آیا۔ اور حضورؑ سے عرض کیا کہ مجھے بیعت فرمالیں۔ اب کوئی شک وشبہ میرے دل میں نہیں رہا۔ اور اس کے بارہ ساتھی بھی اس کے ساتھ ہی بیعت میں شامل ہو گئے۔ حضرت صاحبؑ نے بیعت اور دعا کے بعد ان مولوی صاحبؓ کو مسکراتے ہوئے فرمایا۔ کہ یہ مٹھائی منشی صاحب کے آگے رکھدو۔ کیونکہ وہی آپ کی ہدایت کا باعث ہوئے ہیں۔ (سیرت المہدی حصہ سوم ۔ص 208)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔منشی امام الدین صاحبؓ سابق پٹواری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ فجر کی نماز کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے۔اور بعض اصحاب بھی حلقہ نشین تھے تو اس وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت اقدسؑ کا دعویٰ تو مسیح موعود ہونے کا ہے مگر مہدی جو اس زمانہ میں آنا تھا۔کیا وہ کوئی علیحدہ شخص ہوگا اسی وقت حضور علیہ السلام نے تقریر شروع فرما دی اور بیان فرمایا کہ میں مسلمانوں کے لئے مہدی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود یعنی حضرت مسیح ناصری کا مثیل بن کر آیا ہوں۔حضور نے لمبی تقریر فرمائی جس سے میری پوری تسلی ہوگئی۔اس طرح اکثر دیکھا ہے کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض پیدا ہوتا تو حضورؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا علم دیا جاتا تھا۔اور حضور علیہ السلام اسے بذریعہ تقریر ردفرمادیا کرتے تھے۔''

''خاکسار عرض کرتا ہے کہ انبیاء کو علم غیب نہیں ہوتا۔پس ایسی روایتوں کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مامورین سے اصلاح کا کام لینا ہوتا ہے اس لئے انہیں بسا اوقات دوسروں کے خیالات کا علم دیا جاتا ہے۔یا بغیر علم دینے کے ویسے ہی ان کی زبان کو ایسے رستہ پر چلا دیا جاتا ہے جو سامعین کے شکوک کے ازالہ کا باعث ہوتا ہے۔'' (سیرت المہدی حصہ سوم۔ص44)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کے زمانہ میں اس عاجز نے نمازوں میں اور خصوصاً سجدوں میں لوگوں کو آج کل کی نسبت بہت زیادہ روتے سنا ہے رونے کی آوازیں مسجد کے ہر گوشہ سے سنائی دیتی تھیں۔اور حضرت صاحبؑ نے اپنی جماعت کے اس رونے کا فخر کے ساتھ ذکر کیا ہے جس نماز سے پہلے حضرت صاحبؑ کی کوئی خاص تقریر اور نصیحت ہوجاتی تھی۔اس نماز میں تو مسجد میں گویا ایک کہرام برپا ہوجاتا تھا۔یہاں تک کہ سنگ دل سے سنگ دل آدمی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ایک جگہ حضرت صاحبؑ نے لکھا ہے کہ دن میں کم از کم ایک دفعہ تو انسان خدا کے حضور رو لیا کرے۔ (سیرت المہدی حصہ سوم۔ص۔116)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔حافظ نبی بخش صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں قادیان آیا تو ان ایام میں ایک چھوٹی چارپائی بیت الفکر میں موجود رہتی تھی اور کمرہ میں قہوہ تیار رہتا۔اور پاس ہی مصری موجود ہوتی تھی۔میں جتنی دفعہ دن میں چاہتا قہوہ پی لیتا۔حضورؑ فرماتے ''اور پیو اور پیو''۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ ان دنوں میں حضورؑ کسی تصنیف میں مصروف ہوں گے اور بدن میں چستی قائم رکھنے کے لئے چائے تیار رہتی ہوگی جس سے آپ آنے جانے والے کی تواضع بھی فرماتے رہتے ہونگے۔نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ بیت الفکر حضورؑ کے مکان کے اس کمرہ کا نام ہے جو مسجد مبارک سے متصل جانب شمال ہے جس میں ایک کھڑکی نما دروازہ مسجد میں کھلتا ہے۔ (سیرت المہدی حصہ سوم۔ص 40)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔حافظ نبی بخش صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام موسم گرما میں بعد نماز مسجد مبارک کے شاہ نشین پر مع خدام حضرت خلیفہ اولؓ ومولوی عبدالکریم صاحبؓ وخواجہ کمال الدین صاحبؓ وڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحبؓ وغیرہ رونق افروز تھے۔کسی کام کے لئے بٹالہ تار دینا تھا۔اس وقت چونکہ قادیان میں تار گھر نہ تھا۔حضورؑ نے فرمایا بٹالہ جانے کے لئے کوئی تیاری کرلے۔دو آدمی مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے کہ ہم تیار ہیں۔فرمایا ٹھہرو میں نیچے سے تار کی فیس لا دیتا ہوں۔ہر چند اصحاب متذکرہ بالا نے عرض کیا کہ حضور نیچے جانے کی تکلیف نہ فرمائیں ہم فیس ادا کر دینگے۔اور صبح حضور وہ رقم واپس دے دیویں۔مگر حضورؑ نے نہ مانا اور فوراً نیچے چلے گئے۔اور تار کی فیس دے کر ان کو روانہ کردیا۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحبؑ کے زمانہ میں قادیان میں نہ تار تھی نہ ریل تھی اور نہ ٹیلیفون تھا۔مگر اب کئی سال سے یہ تینوں ہیں۔تار کے متعلق بعض اوقات بڑی مشکل کا سامنا ہوتا تھا کیونکہ آنے والی تار بٹالہ سے قادیان تک ڈاک میں آتی تھی۔اور جو تار قادیان سے بھجوانی ہو اس کے لئے خاص آدمی بٹالہ بھجوانا پڑتا تھا اور اس طرح عموماً تار کی غرض فوت ہوجاتی تھی۔ (سیرت المہدی حصہ سوم۔ص41)

نبوت کا عہد سعادت:

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ حیات میں جب کہ خدا تعالیٰ کی مقدس وحی کا نزول باران رحمت کی طرح ہورہا تھا۔اس عہد میں جو بات بار بار میرے تجربہ میں آئی یہ تھی کہ دعا کرنے اور نماز پڑھنے کی سمجھ اور لذت ان نمازوں کے ذریعہ آئی جو حضور اقدس علیہ السلام کی معیت میں پڑھی گئیں۔سبحان اللہ وہ کیا ہی مبارک زمانہ تھا کہ نماز کے وقت نمازیوں کے خشوع وخضوع،رقت قلب اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ

گڑگڑانے اور آہ وبکا کرنے کا شور مسجد مبارک میں بلند ہوتا تھا لوگ آستانہ الٰہی پر سربسجود ہوتے اور مسجد مبارک وجدانی صداؤں سے گونج اٹھتی ۔ نبی وقت کی پاک صحبت اور بابرکت روحانی توجہ کا یہ اعجاز نما اثر جب بھی یاد آتا ہے تو دل پر خاص کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔حضرت اقدس علیہ السلام کے زمانہ میں حضور کی معیت میں قادیان میں شاید ہی کوئی نماز پڑھی ہوگی۔ جو رقت قلب اور اشکبار آنکھوں سے ادا نہ کی گئی ہو۔علاوہ اس کے دعا کرنے پر جواب بھی فوراً مل جاتا۔خواہ رات کو رویا کے ذریعہ یا کشفی طور پر یا بذریعہ الہام کے۔ (حیات قدسی 97)

کشتی نوح

قرآن شریف سے پتہ لگتا ہے کہ جب نوح کا بیٹا طوفان میں غرق ہونے لگا۔تو نوح نے کہا کہ تو آجا۔تو اس نے کہا کہ مجھے تیرے پاس آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔گویا وہ نادان اپنے اسباب اور تدابیر سے بچنا چاہتا تھا۔مگر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ آج تجھے خدا سے کوئی بچانے والا نہیں۔اسی طرح پر میرے الہام میں بھی یہی ہے کہ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔ اور اس مسجد کے لئے فرمایا۔مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِناً ۔ یہ دلالت کرتے ہیں کہ ایک طوفان عظیم آنے والا ہے۔اور اس میں وہی لوگ بچیں گے جو میری کشتی میں سوار ہوں گے۔اور اب ۔اِنِّيْ اُحَافِظُ ۔بھی اس کا مؤید ہے۔اور وہ طاعون کا طوفان ہے اور براہین میں اس کی طرف اشارہ کرکے صاف فرمایا۔اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ۔اس وقت جو اس میں سوار ہوتے ہیں اور اپنی تبدیلی کرتے ہیں وہ بچ جائیں گے۔

(ملفوظات 3 ص 418)

مولوی عبداللہ صاحب تالوی کی تحریر

''خاکسار جب قادیان آیا تو میرے ایام قیام میں ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر سے مسجد مبارک میں تشریف لائے.....حضور نے کھڑے کھڑے فرمایا کہ کسی دوست کو یاد ہو ہم نے ایک دفعہ پہلے بھی بتایا تھا کہ ہمیں دکھایا گیا ہے۔کہ اس چھوٹی مسجد مبارک سے بڑی مسجد اقصےٰ تک مسجد ہی مسجد ہے.....اس کے بعد حضورؑ نے فرمایا کہ اب مجھے پھر یہی دکھایا گیا ہے۔کہ اس چھوٹی مسجد سے لے کر بڑی مسجد تک مسجد ہی مسجد ہے۔'' (تذکرہ ص 818)

حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بزرگ صحابی اور جماعت احمدیہ کے ایک جید عالم تھے فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ مردان کا ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّلؓ کی طب کا شہرہ سن کر آپ سے علاج کروانے کی غرض سے قادیان آیا۔ یہ شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سخت ترین دشمن تھا اور بمشکل قادیان آنے پر رضامند ہوا تھا۔اور اس نے قادیان آکر اپنی رہائش کے لئے مکان بھی احمدی محلہ سے باہر لیا۔ جب حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے علاج سے اسے خدا کے فضل سے افاقہ ہوگیا اور وہ اپنے وطن واپس جانے کے لئے تیار ہوا تو اس کے ایک احمدی دوست نے اسے کہا کہ تم نے حضرت مسیح موعود کو تو دیکھنا پسند نہیں کیا مگر ہماری مسجد تو دیکھتے جاؤ۔ وہ اس بات کے لئے رضامند ہوگیا مگر یہ شرط کی کہ مجھے ایسے وقت میں مسجد دکھاؤ کہ جب مرزا صاحبؑ مسجد میں نہ ہوں چنانچہ یہ صاحب اسے ایسے وقت میں قادیان کی مسجد مبارک دکھانے کے لئے لے گئے کہ جب نماز کا وقت نہیں تھا اور مسجد خالی تھی۔مگر قدرت خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ادھر یہ شخص مسجد میں داخل ہوا اور ادھر حضرت مسیح موعود کے مکان کی کھڑکی کھلی اور حضورؑ کسی کام کے تعلق میں اچانک مسجد میں تشریف لے آئے۔ جب اس شخص کی نظر حضرت مسیح موعودؑ پر پڑی تو وہ حضور کا نورانی چہرہ دیکھتے ہی بے تاب ہوکر حضور کے قدموں میں آگرا اور اسی وقت بیعت کرلی۔ (سیرۃ المہدی حصہ اوّل روایت 73)

''آج رات کیا عجیب خواب آئی کہ بعض اشخاص ہیں جن کو اس عاجز نے شناخت نہیں کیا وہ سبز رنگ کی سیاہی سے مسجد کے دروازہ کی پیشانی پر کچھ آیات لکھتے ہیں۔ایسا سمجھا گیا ہے کہ فرشتے ہیں اور سبز رنگ ان کے پاس ہے۔جس سے وہ بعض آیات تحریر کرتے ہیں۔اور خط ریحانی میں جو پیچاں اور مسلسل ہوتا ہے لکھتے جاتے ہیں تب اس عاجز نے ان آیات کو پڑھنا شروع کیا جن میں سے ایک آیت یاد رہی اور وہ یہ ہے:

لَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ

اور حقیقت میں خدا کے فضل کو کون روک سکتا ہے۔جس عمارت کو وہ بنانا چاہے اس کو کون مسمار کرے۔اور جس کو وہ عزت دینا چاہے اس کو کون ذلیل کرے۔'' (تذکرہ 111/112)

سرخی کے چھینٹوں کا نشان۔10 جولائی 1885ء

10رجولائی 1885ءکو وہ عجیب وغریب نشان ظاہر ہوا جسے سرخی کے چھینٹوں والا نشان کہا جاتا ہے اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ 27رمضان المبارک کو جمعہ کے روز فجر کی نماز پڑھ کرآپ حسب معمول آرام فرمانے کے لئے اس حجرہ میں جا کر چار پائی پر لیٹ گئے جو مسجد مبارک کے ساتھ مشرق کی طرف واقع ہے۔حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری ؓ کا بیان ہے کہ ”میں اس وقت حضور کے پاؤں دبانے لگ گیا حتیٰ کہ آفتاب نکل آیا اور حجرہ میں بھی روشنی ہوگئی حضرت اقدسؑ اس وقت کروٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے اور منہ مبارک پر اپنا ہاتھ کہنی کی جگہ سے رکھا ہوا تھا میرے دل میں اس وقت بڑے سرور اور ذوق سے یہ خیالات موجزن تھے کہ میں کیا خوش نصیب ہوں۔ کیا ہی عمدہ موقعہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے کہ مہینوں میں مہینہ مبارک رمضان شریف کا ہے اور تاریخ بھی جو 27 ہے مبارک ہے اور عشرہ بھی مبارک ہے اور دن بھی جمعہ ہے جو نہایت مبارک ہے اور جس شخص کے پاس بیٹھا ہوں وہ بھی نہایت مبارک ہے۔اللہ اکبر! کس قدر برکتیں آج میرے لئے جمع ہیں۔اگر خداوند کریم اس وقت کوئی نشان حضرت اقدسؑ کا مجھے دکھلاوے تو کیا بعید ہے میں اسی سرور میں تھا اور پاؤں ٹخنہ کے قریب سے دبا رہا تھا کہ یکا یک حضرت اقدسؑ کے بدن مبارک پر لرزہ سا محسوس ہوا اور اس لرزہ کے ساتھ ہی حضورؑ نے اپنا ہاتھ مبارک منہ پر سے اٹھا کر میری طرف دیکھا۔اس وقت آپ کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔شاید جاری بھی تھے اور پھر اسی طرح منہ پر ہاتھ رکھ کر لیٹے رہے جب میری نظر ٹخنہ پر پڑی تو ایک قطرہ سرخی کا جو پھیلا ہوا نہیں بلکہ بستہ تھا۔ مجھے دکھلائی دیا۔میں نے اپنی شہادت کی انگلی کا سرا اس قطرہ پر رکھا تو وہ پھیل گیا۔اور سرخی میری انگلی کو بھی لگ گئی اس وقت میں حیران ہوا اور میرے دل میں یہ آیت گذری۔ صبغة الله ومن احسن من الله صبغة۔ نیز یہ بھی دل میں گذرا کہ اگر یہ اللہ کا رنگ ہے تو اس میں شاید خوشبو بھی ہو۔ چنانچہ میں نے اپنی انگلی سونگھی مگر خوشبو وغیرہ کچھ نہ تھی۔پھر میں ٹخنہ کی طرف سے کمر کی طرف دبانے لگا تو حضرت اقدسؑ کے کرتہ پر بھی چند داغ سرخی کے گیلے گیلے دیکھے۔مجھ کو نہایت تعجب ہوا اور میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور حجرہ کی ہر جگہ کو نہایت اچھی طرح سے دیکھا مگر مجھے سرخی کا کوئی نشان حجرہ کے اندر نہ ملا۔آخر حیران سا ہو کر بیٹھ گیا اور بدستور پاؤں دبانے لگ گیا۔حضرت صاحبؑ منہ پر ہاتھ رکھے لیٹے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور اٹھ کر بیٹھ گئے اور پھر مسجد مبارک میں آ کر بیٹھ گئے یہ عاجز بدستور پھر کمر وغیرہ دبانے لگ گیا۔اس وقت میں نے حضورؑ سے عرض کی کہ حضورؑ یہ سرخی کہاں سے گری۔ پہلے تو ٹال دیا پھر اس عاجز کے اصرار پر وہ سارا واقعہ بیان فرما دیا۔جس کو حضرت اقدسؑ تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں درج فرما چکے ہیں۔مگر بیان کرنے سے پہلے اس عاجز کو رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ اور کشفی امور کا خارج میں وجود پکڑنا حضرت محی الدین ابن عربی کے واقعات سنا کر خوب اچھی طرح ذہن نشین کرا دیا تھا کہ اس جہان میں کاملین کو بعض صفات الٰہیہ جمالی یا جلالی متمثل ہو کر دکھلائی جاتی ہیں۔پھر حضرتؑ نے مجھے فرمایا کہ آپ کے کپڑوں پر بھی کوئی قطرہ گرا۔میں نے اپنے کپڑے ادھر ادھر سے دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت میرے پر تو کوئی قطرہ نہیں ہے۔فرمایا اپنی ٹوپی پر (جو سفید ململ کی تھی) دیکھو میں نے ٹوپی اتار کر دیکھی تو ایک قطرہ اس پر بھی تھا۔ مجھے اس وقت بہت خوشی ہوئی کہ میرے پر بھی ایک قطرہ خدا کی روشنائی کا گرا۔اس عاجز نے وہ کرتہ جس پر سرخی گری تھی تبرکاً حضرت اقدسؑ سے باصرار لے لیا۔اس عہد پر کہ میں وصیت کر جاؤنگا کہ میرے کفن کے ساتھ دفن کر دیا جائے کیونکہ حضرت اقدسؑ اس وجہ سے اسے دینے سے انکار کرتے تھے کہ میرے اور آپ کے بعد اس سے شرک پھیلے گا اور لوگ اس کو زیارت گاہ بنالیں گے۔اور اس کی پوجا شروع ہو جائے گی۔غرض کہ بہت ردوقدح کے بعد دیا جو میرے پاس اس وقت تک موجود ہے اور سرخی کے نشان اس وقت تک بلا کم وکاست بعینہٖ موجود ہیں۔راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت میاں عبد اللہ صاحب سنوری کی وفات 7راکتوبر 1927ءکو ہوئی۔جب آپ کو غسل دیا گیا تو وہ کرتہ آپ کی وصیت کے مطابق پہنا دیا گیا اور خاکسار بھی ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہے جن کو وہ کرتہ دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔فالحمد للہ علیٰ ذالك (الفضل 26دسمبر 1916)

1898۔" میں امام الزمان ہوں۔اور خدا میری تائید میں ہے اور وہ میرے لئے ایک تیز تلوار کی طرح کھڑا ہے اور مجھے خبر دی گئی ہے کہ جو شرارت سے میرے مقابل پر کھڑا ہوگا۔وہ ذلیل اور شرمندہ کیا جائے گا۔دیکھو میں نے وہ حکم پہنچا دیا جو میرے ذمہ تھا۔" (ضرورت الامام۔ص26)

بیت الدّعا

انسان کی سوچ اور کردار کا دارومدار دل کی کیفیت سے تعلق رکھتا ہے۔موجودہ تحقیق کے مطابق جگہ کے ماحول کا اثر انسان کے کردار پر گہرا اثر انداز ہوتا ہے۔اگر ماحول اچھا ہےتو آپ کے کردار پر اس کا اچھا اثر پڑے گا اور اگر ماحول برا ہے تو آپ میں بری عادتیں پرورش پائیں گی۔بیت الدعا دارالمسیح میں دل کی حیثیت رکھتا ہے۔یہ ایک ایسا بابرکت مقام ہے جہاں زمانہ کے نبی نے رات دن خدا تعالیٰ کے حضور گڑ گڑا کر اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے دعائیں کی ہیں۔اس جگہ کی دیواریں۔فرش اور ہوا میں معلق حضرت اقدسؑ کی دعائیں ابھی بھی اس حقیقت کی گواہ ہیں۔یہ جگہ خدا تعالیٰ کی نظر میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔یہ امن کی جگہ ہے۔یہ قبولیت دعا کا مقام ہے۔میرا ذاتی تجربہ ہے۔کہ جیسا ہی آپ بیت الدعا میں داخل ہوں آپ ایسا محسوس کرتے ہیں جیسے آپ محفوظ جگہ پر آ گئے ہیں اور امن کی چادر نے آپ کو لپیٹ لیا ہے۔دنیا کے ماحول سے آپ بہت دور چلے جاتے ہیں۔یہ پاک ماحول آپ کو دعوت دیتا ہے کہ اب یہ موقعہ ہے جو خدا تعالیٰ سے مانگنا ہے مانگ لو۔جب آپ نماز شروع کریں تو ختم کرنے کو طبیعت نہیں چاہتی۔سجدہ میں جائیں تو دل چاہتا ہے سجدہ میں ہی گرے رہیں۔بعض لوگ شکوہ کرتے ہیں کہ انہیں نماز میں رونا نہیں آتا لیکن یہاں رونے کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی۔رکوع اور سجدہ میں آنسو قدرتی طور پر بہنے شروع ہوجاتے ہیں۔عام طور پر رونا انسان کے لئے تکلیف کا باعث ہوتا ہے لیکن یہاں رونے کے بعد سکون ملتا ہے۔بیت الدعا کے ماحول میں ایک خاص کشش ہے جو بیان سے باہر ہے ذہن دنیا کی مشکلات سے خالی ہوجاتا ہے۔خاکسار جب بھی بیت الدعا میں گیا صرف اس لئے خالی کرنا پڑا۔کہ دوسرے احباب اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔ایک دفعہ خاکسار صبح کی نماز سے تقریباً دو گھنٹے پہلے نوافل کے لئے بیت الدعا میں گیا تو کیا دیکھا کہ ایک لڑکا جس کی عمر تیرہ چودہ سال سے زیادہ نہ ہوگی بیت الذکر میں بیٹھا قرآن کریم کا مطالعہ کر رہا ہے۔میں حیران ہوگیا کہ اتنی چھوٹی عمر اور یہ آدھی رات کا سماں یہ تو اتنی عمر کے لئے گہری نیند سونے کا وقت ہے۔لیکن بیت الدعا کی غیر معمولی کشش اس چھوٹی عمر کے بچے کو بھی کھینچ لائی۔اس بچے کے لئے دعائیں نکلیں۔یہ جماعت احمدیہ کے روشن مستقبل کا ثبوت اور حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی صداقت کا ایک زندہ نشان تھا۔''

بعد نماز جمعہ مورخہ 13 مارچ 1903ء کو حضرت اقدسؑ نے تجویز فرمایا کہ:

چونکہ بیت الفکر میں اکثر مستورات وغیرہ اور بچے بھی آ جاتے ہیں اور دعا کا موقعہ کم ملتا ہے اس لئے ایک ایسا حجرہ اس کے ساتھ تعمیر کیا جاوے جس میں صرف ایک آدمی کے نشست کی گنجائش ہو اور چارپائی بھی نہ بچھ سکے تاکہ اس میں کوئی اور نہ آ سکے۔اس طرح سے وہاں مجھے دعا کے لئے عمدہ وقت اور موقعہ مل سکے گا۔ (ملفوظات جلد پانچ۔ص205)

25 مارچ 1903ء مجلس قبل از عشاء۔کسر صلیب

حضرت اقدسؑ نے جو حجرہ دعائیہ بنایا ہے۔اس کی نسبت فرمایا کہ ہمارا سب سے بڑا کام تو کسر صلیب ہے اگر یہ کام ہوجاوے تو ہزاروں شبہات اور اعتراضات کا جواب خود بخود ہی ہوجاتا ہے اور اسی کے ادھورا رہنے سے سینکڑوں اعتراضات ہم پر وارد ہو سکتے ہیں۔دیکھا گیا ہے کہ چالیس یا پچاس کتابیں لکھی گئی ہیں مگر ان سے ابھی وہ کام نہیں نکلا۔جس کے لئے ہم آئے ہیں۔اصل میں ان لوگوں نے جس طرح قدم جمائے اور اپنا دام فریب پھیلایا ہے وہ ایسا نہیں کہ کسی انسانی طاقت سے درہم برہم ہو سکے۔دانا آدمی جانتا ہے کہ اس قوم کا تختہ کس طرح پلٹا جاسکتا ہے۔یہ کام بجز خدائی ہاتھ کے انجام پذیر ہوتا نظر نہیں آتا اسی واسطے ہم نے ہتھیاروں یعنی قلم کو چھوڑ کر دعا کے واسطے یہ مکان (حجرہ) بنوایا ہے۔کیونکہ دعا کا میدان خدا نے بڑا وسیع رکھا ہے اور اس کی قبولیت کا بھی اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ (ملفوظات 5۔ص257)

بظاہر اسلامی دنیا کی امیدوں کے آخری دن ہیں۔چاہئے تھا کہ اہل اسلام کی سیفی طاقت بڑھی ہوئی ہوتی اور اسلامی سلطنتیں تمام دنیا پر غلبہ پاتیں اور کوئی ان کے مقابل پر ٹھہر نہ سکتا۔مگر اب تو معاملہ اس کے برخلاف نظر آتا ہے۔خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور تمہید یا عنوان کے یہ زمانہ ہے کہ ان کی فتح اور ان کا غلبہ دنیوی ہتھیاروں سے نہیں ہوسکے گا۔ بلکہ ان کے واسطے آسمانی طاقت کام کرے گی جس کا ذریعہ دعا ہے۔غرض کہ ہم نے اس لئے سوچا کہ عمر کا اعتبار نہیں ہے۔ساٹھ یا پینسٹھ سال عمر سے گذر چکے ہیں۔موت کا وقت مقرر نہیں۔خدا جانے کس وقت آ جاوے۔اور کام ہمارا ابھی

بہت باقی پڑا ہے۔ ادھر قلم کی طاقت کمزور ثابت ہوئی ہے۔ رہی سیف اس کے واسطے خدا تعالیٰ کا اذن اور منشاء نہیں ہے۔ لہٰذا ہم نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور اسی سے قوت پانے کے واسطے ایک الگ حجرہ بنایا اور خدا سے دعا کی کہ اس مسجد البیت اور بیت الدعا کو امن اور سلامتی اور اعداء پر بذریعہ دلائل نیرہ اور براہین ساطعہ کے فتح کا گھر بنا۔ (ملفوظات 5 ص 258)

دنیا کو علم نہیں ہے کہ آجکل عیسائی کیا کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی کس قدر ذریت کو انہوں نے برباد کیا ہے۔ کس قدر خاندان ان کے ہاتھوں نالاں ہیں گویا دنیا کا تختہ بالکل پلٹ گیا ہے۔ اب خدا کی غیرت نے نہ چاہا کہ اس کی توحید اور جلال کی ہتک ہو اور اس کے رسول کی زیادہ بے عزتی کی جاوے۔ اس کی غیرت نے تقاضا کیا کہ اپنے نور کو اب روشن کرے اور سچائی اور حق کا غلبہ ہو سو اس نے مجھے بھیجا اور اب میرے دل میں تحریک پیدا کی کہ میں ایک حجرہ بیت الدعا صرف دعا کے واسطے مقرر کروں اور بذریعہ دعا کے اس فساد پر غالب آؤں تا کہ اول آخر کے مطابق ہو جاوے اور جس طرح سے پہلے آدم کو دعا ہی کے ذریعہ سے شیطان پر فتح نصیب ہوئی تھی اب آخری آدم کے مقابل پر آخری شیطان پر بھی بذریعہ دعا کے فتح ہو۔

(البدر جلد 2 نمبر 11 ص 85-84 مورخہ 3/ اپریل 1903ء)

اپنی وفات کے قریب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دعا کی طرف بیش از بیش توجہ پیدا ہو گئی تھی۔ کیونکہ ایک طرف خدائی طاقتوں کی وسعت اور دوسری طرف انسانی کوششوں کی بے بضاعتی کے منظر نے آپ کی حقیقت شناس آنکھوں کو زیادہ سے زیادہ آسمان کی طرف اٹھانا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی حیاۃ طیبہ کے آخری ایام میں اپنے رہائشی کمرے کے ساتھ خلوت کی دعاؤں کے لئے ایک خاص حجرہ تعمیر کرایا اور اس کا نام بیت الدعا رکھا تا کہ اس میں آپ اسلام کی ترقی اور اپنے خدا داد مشن کی کامیابی کے لئے خصوصیت کے ساتھ دعائیں کر سکیں اور اپنے آسمانی آقا کے حضور سرخرو ہو کر پہنچیں۔ اس بارے میں آپ کے مخلص صحابی حضرت مفتی محمد صادق صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:

''ہم نے سوچا کہ عمر کا اعتبار نہیں۔ ستر سال کے قریب عمر سے گذر چکے ہیں۔ موت کا وقت مقرر نہیں۔ خدا جانے کس وقت آجائے اور کام ہمارا ابھی بہت باقی ہے۔ ادھر قلم کی طاقت کمزور ثابت ہوئی ہے۔ رہی سیف سو اس کے واسطے خدا تعالیٰ کا اذن اور منشاء نہیں۔ لہٰذا ہم نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور اسی سے قوت پانے کے واسطے ایک الگ حجرہ بنایا اور خدا سے دعا کی کہ اس مسجد البیت اور بیت الدعا کو امن اور سلامتی اور اعداء پر بذریعہ دلائل نیرہ اور براہین ساطعہ کے فتح کا گھر بنا دے۔'' (حضرت مفتی محمد صادق صاحب ذکر حبیب ص 110-109)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کے سلسلہ میں آپ کی دعاؤں کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتا آیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ احباب اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کے متعلق ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں۔ دعا کے لئے ایک مخصوص جگہ بنالیا کرتے تھے۔ اور وہ بیت الدعا کہلاتا تھا۔ میں جہاں جہاں حضرت کے ساتھ گیا ہوں میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے دعا کے لئے ایک الگ جگہ ضرور مخصوص فرمائی اور اپنے روزانہ پروگرام میں یہ بات ہمیشہ داخل رکھی ہے کہ ایک وقت دعا کے لئے الگ کر لیا۔ قادیان میں ابتداءً تو آپ اپنے اس چوبارہ میں ہی دعاؤں میں مصروف رہتے تھے۔ جو آپ کے قیام کے لئے مخصوص تھا۔ پھر بیت الذکر اس مقصد کے لئے مخصوص ہو گیا۔ جب اللہ تعالیٰ کی مشیت ازلی نے بیت الذکر بھی عام عبادت گاہ بنا دیا۔ اور تخلیہ میسر نہ رہا تو آپ نے گھر میں ایک بیت الدعاء بنایا جو اب تک موجود ہے جب زلزلہ آیا اور حضور کچھ عرصہ کے لئے باغ میں تشریف لے گئے تو وہاں بھی ایک چبوترہ اس غرض کے لئے تعمیر کرا لیا۔ گورداسپور مقدمات کے سلسلہ میں آپ کو کچھ عرصہ کے لئے رہنا پڑا تو وہاں بھی بیت الدعا کا اہتمام تھا۔ غرض حضرت کی زندگی کا یہ دستور العمل بہت نمایاں ہے آپ دعا کے لئے ایک الگ جگہ رکھتے تھے بلکہ آخر حصہ عمر میں تو آپ بعض اوقات فرماتے کہ بہت کچھ لکھا گیا اور ہر طرح اتمام حجت کیا۔ اب جی چاہتا ہے کہ میں صرف دعائیں کیا کروں دعاؤں کے ساتھ آپ کو ایک خاص مناسبت تھی۔ بلکہ دعائیں ہی آپ کی زندگی تھیں۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے آپ کی روح دعا کی طرف متوجہ رہتی تھی۔ ہر مشکل کی کلید آپ دعا کو یقین کرتے تھے اور جماعت میں یہی جذبہ اور روح آپ پیدا کرنا چاہتے تھے کہ دعاؤں کی عادت ڈالیں۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ص 505-504)۔ یعقوب علی عرفانی صاحب)

بیت الذکر۔اس کمرہ سے ہوتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ **بیت الدُعا** میں داخل ہوتے جو آپؑ نے 1903ء میں تعمیر کروایا۔یہ حضرت اماں جانؓ کا دالان کہلاتا ہے۔آپ یہاں رہائش پذیر بھی رہی ہیں۔مکرم میر مسعود احمد صاحب فرماتے ہیں۔" کہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت بیگم صاحبہ میر محمد اسحٰق صاحبؓ نے بیان کیا تھا کہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی پیدائش حضرت اماں جانؓ کے دالان میں ہوئی تھی۔یہاں حضرت مسیح موعودؑ بھی رہائش پذیر رہے ہیں اور آپؑ نے عمر کا آخری حصہ یہاں گزارا ہے۔یہاں آپؑ کو بہت سے الہامات ہوئے۔یہ بہت ہی تاریخی اور مقدس کمرہ ہے۔بیت الذکر اور مسجد مبارک کے درمیان والا کمرہ۔**بیت الفکر**۔کہلاتا ہے۔اور بیت الفکر کے جنوبی دیوار میں کھڑکی سے حضرت اقدسؑ مسجد مبارک میں نماز کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔"

بیت الریاضت۔آٹھ یا نو ماہ کے روزے اور انوار سماوی کا نزول

1875ء کے آخر یا 1876ء کے شروع میں ایک بزرگ معمر پاک صورت آپ کو خواب میں ملا اور اس نے یہ ذکر کر کے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے۔اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میں سنت اہل بیت رسالت کو بجالاؤں۔چنانچہ آپ نے آٹھ یا نو ماہ تک خفیہ طور پر روزے رکھنے کا مجاہدہ کیا۔جس کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''سو میں نے کچھ مدت تک التزامِ صوم کو مناسب سمجھا مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اس امر کو مخفی طور پر بجالانا بہتر ہے۔پس میں نے یہ طریق اختیار کیا کہ گھر سے مردانہ نشست گاہ میں اپنا کھانا منگواتا اور پھر وہ کھانا پوشیدہ طور پر بعض یتیم بچوں کو جن کو میں نے پہلے سے تجویز کر کے وقت پر حاضری کے لئے تاکید کر دی تھی۔دے دیتا۔اور اس طرح تمام دن روزہ میں گذارتا اور بجز خدا تعالیٰ کے ان روزوں کی کسی کو خبر نہ تھی۔پھر دو تین ہفتہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ایسے روزوں سے جو ایک وقت میں پیٹ بھر کر روٹی کھالیتا ہوں مجھے کچھ بھی تکلیف نہیں۔بہتر ہے کہ کسی قدر کھانے کو کم کروں۔سو میں اس روز سے کھانے کو کم کرتا گیا۔یہاں تک کہ میں تمام دن رات میں صرف ایک روٹی پر کفایت کرتا تھا اور اسی طرح میں کھانے کو کم کرتا گیا یہاں تک کہ شاید صرف چند تولہ روٹی میں سے آٹھ پہر کے بعد میری غذا تھی۔غالباً آٹھ یا نو ماہ تک میں نے ایسا ہی کیا اور باوجود اس قدر قلت غذا کے کہ دو تین ماہ کا بچہ بھی اس پر صبر نہیں کر سکتا۔خدا تعالیٰ نے مجھے ہر ایک بلا اور آفت سے محفوظ رکھا اور اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے وہ لطیف مکاشفات ہیں جو اس زمانہ میں میرے پر کھلے۔چنانچہ بعض گذشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیاء اس امت میں گذرے ہیں ان سے ملاقات ہوئی۔ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع حسنینؓ و علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا اور یہ خواب نہ تھی بلکہ بیداری کی ایک قسم تھی۔غرض اس طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں۔جن کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے اور علاوہ اس کے انوار روحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سرخ ایسے دلکش و دلستاں نظر آتے تھے جن کا بیان کرنا بالکل طاقت تحریر سے باہر ہے۔وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے ہوئے تھے جن میں سے بعض چمکدار سفید اور بعض سبز اور بعض سرخ تھے۔ان کو دل سے ایسا تعلق تھا کہ ان کو دیکھ کر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوگی۔جیسا کہ ان کو دیکھ کر دل اور روح کو لذت آتی تھی۔میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور بندہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے۔یعنی وہ ایک نور تھا جو دل سے نکلا اور دوسرا وہ نور تھا جو اوپر سے نازل ہوا۔اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہوگئی۔یہ روحانی امور ہیں کہ دنیا ان کو نہیں پہچانتی لیکن دنیا میں ایسے بھی ہیں۔جن کو ان امور سے خبر ملتی ہے۔غرض اس حد تک روزہ رکھنے سے جو میرے پر عجائبات ظاہر ہوئے۔وہ انواع و اقسام کے مکاشفات تھے''

(حیات طیبہ۔ص 34-33 شیخ عبدالقادر سوداگرمل)

1989ء میں خاکسار کو اپنی اہلیہ کے ساتھ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اس کمرہ میں رہنے کا موقعہ ملا جس جگہ کا ہر انچ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں سے معمور ہے۔جلسہ کے دوران مسلسل احباب اس کمرہ میں نوافل کی ادائیگی کے لیے آتے رہے۔ان کی سہولت کے لئے ہم نے ایک جائے نماز بچھا رکھی تھی۔تاکہ تسلی سے نوافل ادا کر سکیں۔احباب بڑی حیرت سے ہماری طرف دیکھتے کہ ہمیں یہاں ٹھہرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔بعض تو پوچھتے کہ کیا ہماری حضور کے خاندان سے کوئی رشتہ داری ہے۔میری اہلیہ نے مجھے بتایا کہ ایک دن ایک بزرگ خاتون آئیں۔تو کمرہ

کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد رونا شروع کر دیا۔ یہ خاتون پاکستان سے تشریف لائی تھیں۔ اور بعد میں بتایا کہ 1984ء میں بیعت کرنے کی توفیق ملی ہے۔ اور بار بار کہتیں کہ کتنی خوش قسمت ہوں۔ کہ آخری عمر میں احمدیت قبول کرنے کی توفیق مل گئی ہے۔ اور اب اس دور کے نبی کی رہائش کو دیکھنے کی سعادت بھی مل گئی ہے۔ ایسے نبی کی۔ جس کی پیشگوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔ اور ساتھ ساتھ روتی جاتیں۔ یہ کمرہ بیت الدعا کے مشرق کی جانب واقع ہے۔ مغربی دیوار والی کھڑکی صحن دار المسیح میں کھلتی ہے۔ جہاں سے حضرت اقدسؑ اپنا کھانا اوپر اٹھا لیا کرتے تھے اور مشرقی کھڑکی سے نیچے گلی میں یتیم بچوں کو۔ جو مقررہ وقت پر آتے تھے۔ دے دیا کرتے تھے۔

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کی انگوٹھی (حیات طیبہ۔ص 36 حضرت شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل)

والد کی وفات کے بعد خدائی کفالت:

پدری سایہ کے اٹھ جانے کا صدمہ تو طبعی امر تھا۔ مگر ساتھ ہی بشریت کے تقاضا کے ماتحت ایک لحظہ کے لئے آپ کے دل میں یہ بھی خیال گذرا کہ وہ آمدنی کے ذرائع جو حضرت والد صاحب کی زندگی کے ساتھ وابستہ تھے۔ ان کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے نہ معلوم کیا کیا مشکلات پیش آئیں۔ اس خیال کا دل میں پیدا ہونا تھا کہ یکدم آپ کو یہ دوسرا الہام ہوا۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ یعنی کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں۔ حضورؑ فرماتے ہیں کہ: ”اس الہام نے عجیب سکینت اور اطمینان بخشا اور فولادی میخ کی طرح میرے دل میں دھنس گیا۔ پس مجھے اس خدائے عز و جل کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے اپنے مبشرانہ الہام کو ایسے طور سے مجھے سچا کر دکھلایا کہ میرے خیال و گمان میں بھی نہ تھا۔ میرا وہ ایسا متکفل ہوا کہ کبھی کسی کا باپ ہرگز متکفل نہیں ہوگا۔ میرے پر اس کے وہ متواتر احسان ہوئے کہ بالکل محال ہے کہ میں ان کا شمار کر سکوں۔“ یہ الہام چونکہ ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل تھا۔ اس لئے آپ نے اسی وقت لالہ ملاوامل صاحب کو تفصیلات سے آگاہ فرما کر امرتسر میں حکیم محمد شریف صاحب کلانوری کے پاس بھیجا کہ ان کی معرفت یہ الفاظ کسی نگینہ میں کندہ کرا کے انگوٹھی بنوالائیں۔ چنانچہ ملاوامل امرتسر گئے اور مبلغ پانچ روپیہ میں انگشتری تیار کروا کر لے آئے اور اس طرح سے ایک ہندو اور مسلمان ہندوستان کی دونوں بڑی بڑی قوموں کی طرف سے بطور نمائندہ ہو کر اس عظیم الشان نشان کے گواہ بن گئے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ انگشتری حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پاس تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد یہ انگوٹھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے پاس تھی اور آپ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے پاس تھی۔ اب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پاس ہے۔ یعنی قرعہ اندازی کے ذریعہ ان کے حصہ میں آ چکی ہے۔ اس انگوٹھی کے علاوہ دو انگوٹھیاں حضرت اقدسؑ کے پاس اور بھی تھیں۔ ان میں سے ایک 1892ء میں بنوائی گئی تھی جس پر حضرت اقدسؑ کا الہام

اُذْکُرْ نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکَ

غَرَسْتُ لَکَ بِیَدِیْ رَحْمَتِیْ وَ قُدْرَتِیْ

درج تھا۔ دوسری 1906ء میں تیار ہوئی۔ بن باجوہ ضلع سیالکوٹ کے ایک مخلص زرگر خاندان نے حضرت اقدسؑ سے درخواست کی کہ ہم ایک انگوٹھی حضور کے لئے بنانا چاہتے ہیں۔ اس پر کیا لکھا جائے؟ حضور نے فرمایا۔ ”مولا بس“ حضرت اقدسؑ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد حضرت اماں جانؓ نے یہ تینوں انگوٹھیاں قرعہ اندازی سے تقسیم فرمائیں۔ اور عجیب بات ہے کہ کئی مرتبہ کی قرعہ اندازی سے ایک ہی بات ظاہر ہوئی یعنی پہلی انگوٹھی جس پر۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ درج ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے نام نکلی۔ اور دوسری جس پر الہام اُذْکُرْ نِعْمَتِیْ۔۔ الخ درج ہے۔ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے نام نکلی۔ اور تیسری جس پر ”**مولا بس**“ درج ہے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے حصہ میں آئی۔

”ٹھٹھا کرو جس قدر چاہو۔ گالیاں دو جس قدر چاہو اور ایذاء اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جس قدر چاہو اور میرے استیصال کے لئے ہر قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو۔ جس قدر چاہو۔ پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلا دے گا کہ اس کا ہاتھ غالب ہے۔“ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ص 11)





بیت الفکر



بیت الدعا



بیت الذکر



بیت الدعا کے اوپر مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے اپنے لئے بیت الدعا بنوایا



بیت الذکر کا دروازہ



روشن دان کا ایک نمونہ



دروازہ۔ کمرہ جس میں حقیقۃ الوحی لکھی گئی تھی ←
یہ وہ دروازہ ہے جو حضرت اقدس نے لاہور جانے سے پہلے اپنے دست مبارک سے بند کیا اور وہیں لاہور میں آپؑ کی وفات ہوگئی



کمرہ جہاں سرخی کی چھینٹوں کا واقعہ پیش آیا



حضرت عبداللہ سنوری صاحبؓ حضرت اقدسؑ کی چھینٹوں والی قمیض دکھا رہے ہیں۔ یہ کرتہ مولوی عبداللہ سنوری صاحبؓ نے حضرت اقدسؑ سے مانگ لیا تھا اور حضورؑ کی عائد کردہ شرائط کے مطابق مولوی صاحبؓ کی وفات پر یہ کرتہ ان کے ساتھ ہی 7 اکتوبر 1927ء بروز جمعہ بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کر دیا گیا۔



مسجد مبارک کی شمالی دیوار میں دائیں طرف والی کھڑکی سے حضرت اقدسؑ بیت الفکر سے مسجد مبارک تشریف لاتے تھے۔ بائیں طرف والی کھڑکی سے حضرت مصلح موعودؓ 1934ء میں احرار کی شورش کے وقت مسجد مبارک میں تشریف لایا کرتے تھے۔ اس وقت کھڑکی کو نیچا کر دیا گیا تھا۔ تیسری کھڑکی جو مغرب کی دیوار میں ہے وہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کے کمرے کی کھڑکی ہے۔



مسجد اقصیٰ قادیان کی موجودہ تصویر



مسجد اقصیٰ قادیان (2014ء)



مسجد اقصیٰ قادیان (1991ء)

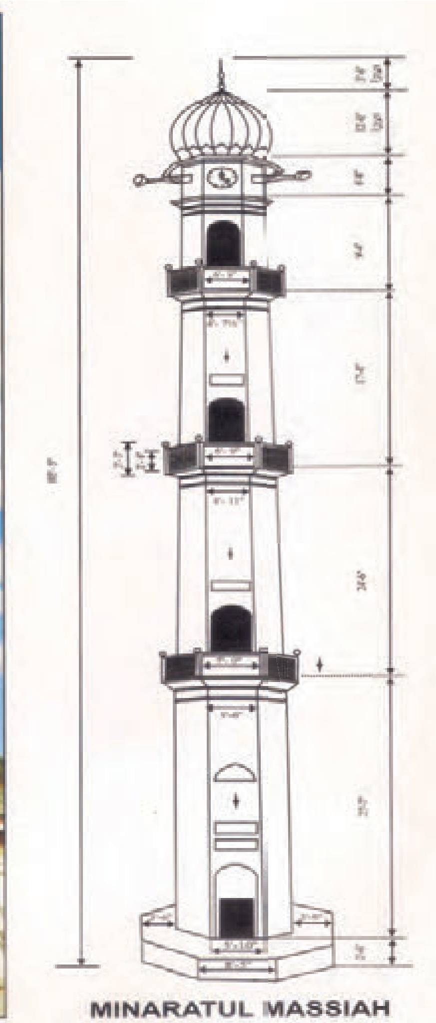


منارۃ المسیح کا دروازہ



مسجد اقصیٰ قادیان کا محراب (1991ء)





منارۃ المسیح قادیان



مسجد اقصیٰ کا قدیمی حصّہ



مسجد اقصیٰ کی وہ محراب جہاں حضرت مسیح موعودؑ نے
خطبہ الہامیہ دیا



مسجد مبارک قادیان کی پرانی تصویر



مسجد مبارک قادیان کی موجودہ تصویر



مسجد مبارک قادیان کی پرانی تصویر



مسجد مبارک قادیان کی چھت کی تصویر



مسجد مبارک قادیان (2005ء)



مسجد مبارک قادیان کا اندرونی منظر



مسجد مبارک قادیان کا موجودہ اندرونی منظر



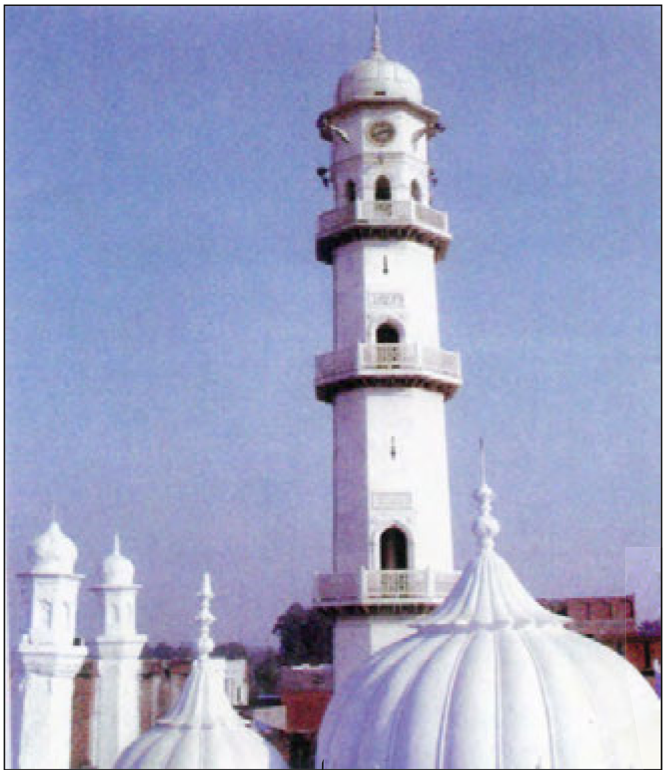
مسجد مبارک قادیان کا موجودہ محراب



مسجد مبارک قادیان کا پہلا محراب



مسجد اقصیٰ کا ایک طائرانہ منظر



مسجد اقصیٰ کے چھت سے منارۃ المسیح کی تصویر (2004ء)



مسجد اقصیٰ قادیان کی ایک پرانی تصویر



مسجد بیت الہادی دہلی



دسمبر 1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مسجد بیت الہادی کے افتتاح کے موقع پر خاکسار سے محو گفتگو



دسمبر 1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی دہلی سے قادیان کے لئے روانگی کا منظر



گلشن احمد میں بنائے گئے باغیچہ کی تصویر جو مرزا امام الدین اور نظام الدین کے مکان کو منہدم کر کے بنایا گیا ہے۔



دفاتر صدر انجمن احمدیہ کی پرانی تصویر



دفاتر صدر انجمن احمدیہ قادیان کی موجودہ تصویر



دفاتر صدر انجمن احمدیہ قادیان کی پرانی تصویر (2005ء)

جامع مسجد

(جو جماعت میں مسجد اقصیٰ کے نام سے مشہور ہے)

''اب اس رسالہ۔خطبہ الہامیہ۔کی تحریر کے وقت میرے پر یہ منکشف ہوا کہ جو کچھ براہین احمدیہ میں قادیان کے بارے میں کشفی طور پر میں نے لکھا یعنی یہ کہ اس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔درحقیقت یہ صحیح بات ہے۔کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ قرآن شریف کی یہ آیت کہ سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ۔ معراج مکانی اور زمانی دونوں پر مشتمل ہے۔اور بغیر اس کے معراج ناقص رہتا ہے۔پس جیسا کہ سیر مکانی کے لحاظ سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام سے بیت المقدس تک پہنچا دیا تھا۔ایسا ہی سیر زمانی کے لحاظ سے آنجناب کو شوکت اسلام کے زمانہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا۔برکات اسلامی کے زمانہ تک۔جو مسیح موعود کا زمانہ ہے۔پہنچا دیا۔پس اس پہلو کے رو سے جو اسلام کے انتہا زمانہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سیر کشفی ہے۔مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے۔'' (تذکرہ ص352)

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو اپنی زندگی بھر دنیوی کاموں میں مبتلا رہنے کا افسوس اور ناکامی کا صدمہ تھا۔وہ ان گزشتہ ایام کی یاد سے ہمیشہ مغموم رہتے۔اور افسوس کا اظہار کرتے۔انہوں نے حصول دنیا کے لئے ساری عمر کوششوں کو بے ثمر پا کر سچے اخلاص اور ندامت سے ایام گزشتہ کی تلافی کے لئے قصبہ کے وسط میں عین برسر بازار ایک مسجد بنانے کا ارادہ کیا۔اس سے پہلے مرزا صاحب نے اس مسجد کے لینے کے لئے بے حد کوشش کی جو سکھوں کے ایام جبر میں چھینی گئی تھی۔اور دہرم سالہ بنائی گئی تھی۔مگر بعض نااہل اور بدقسمت مسلمانوں نے ان کے خلاف شہادتیں دیں اور قانونی طور پر وہ اس کی بازیافتگی سے قاصر رہے۔اس پر انہوں نے ارادہ کیا کہ قصبہ کے وسط میں ایک مسجد تعمیر کریں۔اس مسجد کی اراضی حاصل کرنے میں انہیں بہت بڑی مالی قربانی دینی پڑی۔یہ جگہ جہاں یہ مسجد بنی ہوئی ہے کارداران کی حویلی تھی۔اور نیلام ہونے پر اہالیان قصبہ نے قیمت میں مرزا صاحب کا خوب مقابلہ کیا۔اور معمولی قطعہ زمین جو اس وقت چند روپوں کی مالیت کا تھا۔وہ کئی سو گنا قیمت پر انہیں خریدنا پڑا۔(چنانچہ سات سو روپیہ میں یہ جگہ خریدی) مرزا صاحب نے یہ عزم کر لیا تھا۔اور خدا تعالیٰ کے حضور سچا عہد کر لیا تھا کہ اگر باقی ساری جائداد بھی فروخت کرنی پڑے۔تو میں اس زمین کو لے کر مسجد بناؤں گا۔''

1875 میں مسجد اقصٰے کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔جسکی تعمیر آپ (حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب) کی وفات سے چھ ماہ قبل جون 1876 میں ختم ہوئی۔اگرچہ یہ مسجد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی پہلی تعمیر نہ تھی۔مگر خدا تعالیٰ نے یہ آپ ہی کے لیے بنوائی تھی۔اور آپ ہی اس کے پہلے نمازی تھے۔میاں جان محمد صاحب اس کے خادم اور پہلے امام تھے۔پہلے اس مسجد میں صرف دو سو آدمی نماز پڑھ سکتے تھے۔اصل مسجد کا رقبہ زیر گنبد سوا چار سو مربع فٹ مسقّف اور ساڑھے تیرہ سو مربع فٹ بصورت صحن تھا۔منارۃ المسیح کی بنیاد کے ساتھ ہی اس مسجد کی توسیع بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہی نے کروا دی۔جس سے مسجد اقصٰے کا صحن تین ہزار مربع فٹ بڑھ گیا۔اور اس کی وجہ سے دو ہزار نمازیوں کے لئے جگہ کی سہولت ہو گئی۔اول فرش صحن اور اس اضافہ کا امتیاز ابھی بھی موجود ہے۔کنواں،مزار شریف،نیز منارۃ المسیح مسجد کے صحن میں شامل ہو گئے۔مشرقی کوچہ کو مسقّف کر کے غسل خانے اور وضو کے لئے پانی کا انتظام کر دیا گیا اور اس طرح صحن کئی گنا زیادہ بڑھ گیا۔'' (الحکم بابت 14-21 جنوری 1940)

اس کے بعد اس کی توسیع خلافت اولیٰ اور خلافت ثانیہ میں بھی ہوئی۔اس میں پانچوں نمازوں کے علاوہ نماز جمعہ بھی ادا کی جاتی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خطبہ الہامیہ 11 اپریل 1900ء کو اسی مسجد میں ارشاد فرمایا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا آخری جلسہ سالانہ 1907 میں اسی مسجد میں منعقد ہوا۔

''اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اخلاص کو ضائع نہ فرمایا۔زمین انہیں مل گئی۔اور مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔چونکہ یہ مسجد بطور جامع مسجد کے بنائی جا رہی تھی وہ گاؤں کی بعض دوسری مساجد سے بہت بڑی تھی۔اس وقت ایک شخص نے کہا کہ اتنی بڑی مسجد کی کیا ضرورت تھی کس نے نماز پڑھنی ہے۔اس مسجد میں چمگادڑ ہی رہا کریں گے:مگر اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ جس اخلاص کے ساتھ بانی نے اس مسجد کو بنانے کا ارادہ کیا۔اور مالی قربانی کی ہے۔خدا تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرے گا۔

بلکہ اس مسجد کو دنیا میں قبولیت اور عزت کا شرف عطا فرمائیگا۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ دنیا میں بے شمار کار خیر ہوتے رہتے ہیں۔ مگر یہ سچا اخلاص اور نیت سلیم ہی ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی قبولیت کو اپنی طرف جذب کرتی ہے۔ ہزاروں مساجد دنیا میں بنائی جاتی ہیں۔ لیکن وہ قبول بارگاہ ایزدی نہ ہونے سے ویرانہ ہو کر گندے استعمالوں میں آتی دیکھی گئی ہیں۔ مگر اس اخلاص وندامت سے بنائی ہوئی مسجد کو خدا تعالیٰ نے ایسا فخر قبولیت بخشا ہے کہ آج وہ روئے زمین کی نہایت ممتاز اور مقبول مساجد میں سے ہے۔ اور مسجد اقصیٰ کہلاتی ہے۔ غرض اس مسجد کی تعمیر شروع ہوئی ہے۔ اور آپ نے وصیت کی کہ مسجد کے ایک گوشہ میں میری قبر ہوتا خدائے عزوجل کا نام میرے کان میں پڑتا رہے۔ کیا عجب کہ یہی ذریعہ مغفرت ہو۔ (حیات النبی حصہ اول۔ ص42)

والد ماجد حضرت مسیح موعودؑ کی تدفین مسجد اقصیٰ کے پہلو میں

''مسجد اقصیٰ جس کے پہلو میں آپ کے والد ماجد اپنی نشان زدہ جگہ میں دفن کئے گئے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تعمیر کی مختصر تاریخ بھی بیان کر دی جائے کیونکہ اس کے ساتھ بھی سلسلہ کی بہت سی روایات وابستہ ہیں۔ سو گذشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ زمینداری کے مقدمات میں مسلسل ناکامیوں کی وجہ سے آخری عمر میں آپ کا رجوع بڑے زور کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی طرف ہو گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ دنیا کے لئے دولت کثیر صرف کر دی ہے مگر سوائے حسرت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اب کیوں نہ خدا تعالیٰ کا نام بلند کرنے کے لئے ایک مسجد تعمیر کی جائے کیا عجب کہ یہی ذریعہ مغفرت ہو جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے آپ نے گاؤں کے وسط میں سات سو روپیہ خرچ کر کے سکھ کارداروں کی ایک افتادہ حویلی خریدی اور بڑے اخلاص وندامت بھرے دل کے ساتھ ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھا'' سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد ماجد کا مزار مبارک مسجد اقصیٰ کے صحن میں واقع ہے۔ اصل قبر تقریباً چھ سات فٹ نیچے ہے جب مسجد کے صحن کو اونچا کر کے وسیع کیا گیا تھا تو قبر کے نشان کے طور پر اوپر چبوترہ بنا دیا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شریر لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ کی پھونکوں سے خدا کے نور اور اس کے دین کو مٹا دیں لیکن وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوتے بلکہ خود ہی ذلیل ہو جاتے ہیں خدا اپنے ماموروں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ مخالف پوری کوشش کرتے ہیں کہ وہ خدا کے نور کو بجھا دیں۔ لیکن یہ نور پورا ہو کر رہتا ہے۔ کیونکہ یہ نور خدا کے ہاتھ نے روشن کیا ہے۔ الٰہی سلسلے منکرین کے منہ کی پھونکوں سے بجھائے نہیں جا سکتے۔

(بحوالہ الفضل 2 جولائی 2002)

''حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اس مسجد کا پس منظر بیان کیا ہے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر اسے درج کیا جائے حضور فرماتے ہیں:

''حضرت عزت جل شانہ کے سامنے خالی ہاتھ جانے کی حسرت روز بروز آخری عمر میں ان (والد صاحب) پر غلبہ کرتی گئی تھی۔ بارہا افسوس سے کہا کرتے تھے کہ دنیا کی بیہودہ خواہشوں کے لئے میں نے اپنی عمر ناحق ضائع کر دی۔ ایک مرتبہ حضرت والد صاحب نے یہ خواب بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک بڑی شان کے ساتھ میرے مکان کی طرف چلے آتے ہیں۔ جیسا کہ ایک عظیم الشان بادشاہ آتا ہے تو میں اس وقت آپ کی طرف پیشوائی کے لئے دوڑا۔ جب قریب پہنچا تو میں نے سوچا کہ کچھ نذر پیش کرنی چاہئے۔ یہ کہہ کر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ جس میں صرف ایک روپیہ تھا اور جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ کھوٹا ہے یہ دیکھ کر میں چشم پر آب ہو گیا اور پھر آنکھ کھل گئی اور پھر آپ ہی تعبیر فرمانے لگے کہ دنیاداری کے ساتھ خدا اور رسول کی محبت ایک کھوٹے روپے کی طرح ہے اور فرمایا کرتے تھے کہ میری طرح میرے والد صاحب کا بھی آخری حصہ زندگی کا مصیبت اور غم اور حزن میں ہی گذرا اور جہاں ہاتھ ڈالا آخر ناکامی تھی اور اپنے والد صاحب یعنی میرے دادا صاحب کا ایک شعر بھی سنایا کرتے تھے جس کا ایک مصرعہ راقم کو بھول گیا ہے۔ اور دوسرا یہ ہے کہ **''جب تدبیر کرتا ہوں تو پھر تقدیر ہنستی ہے''**۔ (حیات طیبہ صفحہ 37 شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل)

''اور یہ غم اور درد ان کا پیرانہ سالی میں بہت بڑھ گیا تھا۔ اسی خیال سے قریباً چھ ماہ پہلے حضرت والد صاحب نے اس قصبہ کے وسط میں ایک مسجد تعمیر کی جو اس جگہ کی جامع مسجد ہے اور وصیت کی کہ مسجد کے ایک گوشہ میں میری قبر ہوتا خدائے عزوجل کا نام میرے کان میں پڑتا رہے کیا عجب کہ یہی ذریعہ مغفرت ہو۔ چنانچہ جس دن مسجد کی عمارت بوجوہ مکمل ہو گئی اور شاید فرش کی چند اینٹیں باقی تھیں کہ حضرت والد صاحب صرف چند روز بیمار رہ کر مرض پیچش

سے فوت ہوگئے۔ اور اسی مسجد کے اسی گوشہ میں جہاں انہوں نے کھڑے ہوکر نشان کیا تھا۔ دفن کئے گئے۔

اَللّٰھُمَّ اَرْحَمْہُ وَادْخُلْہُ الْجَنَّۃَ آمین۔ قریباً اسی پچاسی برس کے قریب عمر پائی۔'' (حیات طیبہ صفحہ 37)

''اب گو اس مسجد میں سلسلہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے مطابق کافی توسیع ہو چکی ہے لیکن اصل حصہ اب تک اسی صورت میں محفوظ ہے۔ اور مختصر سا صحن جو پرانی قسم کی چھوٹی اینٹوں کا بنا ہوا تھا وہ بھی اسی طرح قائم ہے۔ حضرت اقدسؑ کے والد ماجد کی قبر چونکہ اب مسجد کے صحن میں آچکی ہے۔ اس لئے اس کے اوپر چاروں طرف دیوار بنا کر اسے مسقّف بنا دیا گیا ہے تا بارش وغیرہ کے پانی سے محفوظ رہے۔ آپ کے والد ماجد کی خوش قسمتی دیکھئے کہ وہ تو اس وقت کے حالات کے ماتحت زیادہ سے زیادہ اس امر کے خواہشمند تھے کہ اذان کی آواز میرے کان میں پڑتی رہے لیکن اللہ جل شانہ نے آپ کے بیٹے کے ذریعہ سلسلہ احمدیہ کی بنیاد رکھ کر ذکر الٰہی کو اس قدر کثرت اور بلندی عطاء کی کہ اس وقت سے لے کر اب تک اس میں متواتر ذکر الٰہی ہو رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک ہوتا چلا جائے گا۔ پنج وقتہ نمازوں اور نوافل کے علاوہ قادیان کی جامع مسجد بھی وہی ہے جس میں خطبات جمعہ اور جلسوں کے علاوہ قرآن کریم کا درس بھی باقاعدگی کے ساتھ ہوتا رہتا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ عموماً درس دینے والے حضرات اس قبر کے قریب ہی کھڑے ہوتے رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے متعلق بھی پرانے لوگ بتاتے ہیں کہ یہیں کھڑے ہوا کرتے تھے اور حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ اور استاذی مکرم حضرت مولانا سرور شاہ صاحبؓ کو میں نے خود ایک لمبا زمانہ وہاں درس دیتے دیکھا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تو پورا قرآن کریم اسی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کئی سال تک درس دے کر ختم کیا اور دوسری بار درسِ قرآن شروع ہی تھا کہ چند سال بعد 1947ء کا سانحہ پیش آ گیا۔ (حیات طیبہ ص37۔38 شیخ عبدالقادر سوداگرمل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ ایام جلسہ میں نماز جمعہ کے لئے مسجد اقصیٰ میں تمام لوگ سمانہ سکتے تھے۔ تو کچھ لوگ جن میں خواجہ کمال الدین صاحب بھی تھے۔ ان کوٹھوں پر (جو اب مسجد میں شامل ہو گئے ہیں اور پہلے ہندوؤں کے گھر تھے) نماز ادا کرنے کے لئے چڑھ گئے۔ اس پر ایک ہندو مالک مکان نے گالیاں دینا شروع کر دیں کہ تم لوگ یہاں شور با کھانے کے لئے آجاتے ہو اور میرا مکان گرانے لگے ہو۔ غرضیکہ کافی عرصہ تک بدزبانی کرتا رہا۔ نماز سے سلام پھیرتے ہی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ سب دوست مسجد میں آجائیں۔ چنانچہ دوست آگئے اور بعد جمع صلوٰتین حضور علیہ السلام منبر پر رونق افروز ہوئے اور ایک مبسوط تقریر فرمائی جس میں قادیان کے آریوں پر تحدی فرماتے ہوئے فرمایا کہ اور لوگ اگر بچ جائیں تو ممکن ہے مگر قادیان کے آریہ نہیں بچ سکتے۔ اور اس وقت حضور علیہ السلام کی طبیعت میں اس قدر جوش تھا کہ اثنائے تقریر میں آپ بار بار عصائے مبارک زمین پر مارتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ عصاء کو زمین پر مارنے سے یہ مراد نہیں کہ لٹھ چلانے کے رنگ میں مارتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ جو چھڑی آپ کے ہاتھ میں تھی۔ اسے آپ کبھی کبھی زمین سے اٹھا کر اس کے سم سے زمین کو ٹھکراتے تھے۔ جیسا کہ عموماً جوش کے وقت ایسا شخص کرتا ہے جس کے ہاتھ میں چھڑی ہو۔'' (سیرت المہدی سوم۔ ص220)

رَاَیْتُ کَانَ مَسْجِدًا اَعْنِیْ الْمَسْجِدَ الَّذِیْ وَقَعَ عِنْدَ السُّوْقِ قَدْ ھُدِمَتْ۔ وَھَدَمَہٗ رَجُلٌ۔ وَھَدَمَ مَعَہٗ مَکَانًا لَنَا۔ وَاَنَّا اَقُوْلُ کَانَ ھٰذَا مَسْجِدًا فَنَفَوِّضُ الْاَمْرَ اِلَی اللّٰہِ۔ (کاپی مضامین متفرقہ از حضرت مسیح موعود السلام ص 219)

(ترجمہ از مرتب): میں نے دیکھا گویا مسجد یعنی وہ مسجد جو بازار کے پاس ہے گرا دی گئی ہے اور اس کو ایک شخص نے گرایا ہے اور اس کے ساتھ ایک اور مکان کو بھی جو ہمارا تھا گرا دیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ یہ تو مسجد تھی۔ پس ہم اس معاملے کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

مولوی رحیم بخش صاحب ساکن موضع بہادر حسین تحصیل بٹالہ کا تحریری بیان ہے کہ: ''ایک مرتبہ عاجز اور شرمپت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد اقصیٰ میں تھے آپ ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ ساتھ ساتھ ہم بھی پھرتے تھے شرمپت کو حضور نے مخاطب کر کے فرمایا کہ شرمپت مجھ کو الہام ہوا ہے کہ ملاوا یہودا اسکریوطی ہے۔ اور یہودا اسکریوطی وہ تھا جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑوایا تھا۔ یہ ہمارا دوست ہے اس کو نہ بتانا شاید یہ الفاظ سن کر رنجیدہ ہو گا۔ لیکن یہ فرمایا کہ تاریخ اور الہام لکھ رکھو۔ اس کے ایک مدت کے بعد ملاوا آپ کا سخت مخالف ہو گیا تھا۔''

(الحکم جلد 39 نمبر 15 مورخہ 14 جون 1936ء ص10)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دو دفعہ بیعت کی۔ایک دفعہ غالباً 1869ء میں مسجد اقصیٰ میں کی تھی۔اس وقت میرے ساتھ ڈاکٹر بوڑیخان صاحب مرحوم نے بیعت کی تھی۔دوسری دفعہ گھر میں جس دن حضرت ام المؤمنینؓ نے ظاہری بیعت کی اسی دن میں نے بھی کی تھی۔حضرت ام المؤمنینؓ کی بیعت آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر لی تھی۔باقی تمام مستورات کی صرف زبانی بیعت لیا کرتے تھے۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ ڈاکٹر بوڑے خان صاحب مرحوم قصور کے رہنے والے تھے اور بہت مخلص تھے۔لاہور کے مشہور ایڈووکیٹ خان بہادر مولوی غلام محی الدین صاحب انہی کے لڑکے ہیں۔مگر افسوس ہے کہ باپ کے بعد وہ جماعت سے قطع تعلق کر چکے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: سیٹھی غلام نبی صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دن بڑی مسجد میں بیٹھے تھے۔مسجد کے ساتھ جو گھر ہندوؤں کے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جگہ اگر مسجد میں شامل ہو جائے تو مسجد فراخ ہو جاوے۔حضورؑ کے چلے جانے کے بعد حضرت خلیفہ اولؓ نے فرمایا کہ آج مرزا نے یہ سارے مکان لے لئے۔سو اب آکر حضور علیہ السلام کا وہ ارشاد پورا ہوا کہ یہ مکانات مسجد میں مل گئے۔ہمارا تو اس وقت بھی ایمان تھا کہ حضرت صاحبؑ کی سرسری باتیں بھی پوری ہو کر رہیں گی۔ کیونکہ حضور بن بلائے بولتے نہ تھے۔

مولوی عبداللہ صاحب بوتالوی تحریر فرماتے ہیں:

''خاکسار جب قادیان آیا تو میرے ایام قیام میں ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر سے مسجد مبارک میں تشریف لائے......حضورؑ نے کھڑے کھڑے فرمایا کہ شاید کسی دوست کو یاد ہو ہم نے ایک دفعہ پہلے بھی بتایا تھا کہ ہمیں دکھلایا گیا کہ اس چھوٹی مسجد (مبارک) سے بڑی مسجد (اقصیٰ) تک مسجد ہی مسجد ہے......اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ اب مجھے پھر وہی دکھلایا گیا ہے کہ اس چھوٹی مسجد سے لے کر بڑی مسجد تک مسجد ہی مسجد ہے۔''

(تذکرہ ص818)

''خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری ایام میں نماز جمعہ دو جگہ ہوتی تھی۔ایک مسجد مبارک میں جس میں حضرت صاحبؑ خود شریک ہوتے تھے اور امام الصلوٰۃ سید محمد احسن صاحب یا مولوی سید سرور شاہ صاحب ہوتے تھے۔اور دوسرے مسجد اقصیٰ میں جس میں حضرت خلیفہ اولؓ امام ہوتے تھے۔دو جمعوں کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مسیح موعود بوجہ طبیعت کی خرابی کے عموماً مسجد اقصیٰ میں تشریف نہیں لے جا سکتے تھے۔اور مسجد مبارک بہت تنگ تھی۔اس لئے اس میں سارے نمازی سما نہیں سکتے تھے۔لہٰذا دو جگہ جمعہ ہوتا تھا۔واقعہ مندرجہ روایت مذکورہ بالا ان دنوں کا ہے۔جب کہ مسجد مبارک میں توسیع کے لئے عمارت لگی ہوئی تھی ان ایام میں مسجد مبارک والا جمعہ میرے موجودہ مکان کے جنوبی دالان میں ہوا کرتا تھا۔''

(سیرۃ المہدی 3 ص871)

''ایک خط حضرت حکیم الامت نور الدین صاحبؓ کی خدمت میں آیا۔کہ ایک مسجد اہل ہنود کے محلہ میں واقع ہے۔اور وہ بالکل ویران ہے۔ہمارا ارادہ ہے کہ اس مسجد کو فروخت کر کے اس کے روپیہ سے ایک اور مسجد مناسب موقع پر بنائی جائے۔حضرت حکیم الامتؓ نے وہ خط حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حضور پیش کیا۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے خیال میں بجائے دوسری جگہ مسجد بنانے کے اسی کو آباد کرنا اور نماز کی پابندی سے اسی مسجد کو رونق دینا باعث ثواب ہے۔فرمایا: آج ہی سیر سے واپس آتے ہوئے ہمارے دل میں بڑی مسجد کو دیکھ کر خیال آیا کہ اگر مسجد کی جانب شمال کی دو تین دوکانیں مل جائیں تو وہ خرید کر مسجد کو جانب شمال بھی وسیع کر دیا جائے اس طرح سے ہماری مسجد مین بازار کے چوک میں آجائے گی۔ (الحکم 14 مارچ 1898ء)

اسراف

کہیں سے خط آیا کہ ہم ایک مسجد بنانا چاہتے ہیں اور تبرکاً آپ سے بھی چندہ چاہتے ہیں۔حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

''ہم تو دے سکتے ہیں اور یہ کچھ بڑی بات نہیں۔مگر جب کہ خود ہمارے ہاں بڑے بڑے اہم اور ضروری سلسلے خرچ کے موجود ہیں جن کے مقابل میں اس قسم کے خرچوں میں شامل ہونا اسراف معلوم ہوتا ہے تو ہم کس طرح شامل ہوں۔یہاں جو مسجد خدا بنا رہا ہے اور وہی مسجد اقصیٰ ہے وہ سب سے مقدم ہے۔اب لوگوں کو چاہئے کہ اس کے واسطے روپیہ بھیج کر ثواب میں شامل ہوں۔ہمارا دوست وہ ہے جو ہماری بات کو مانے۔نہ وہ کہ اپنی بات کو مقدم

رکھے۔حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پاس ایک شخص آیا کہ ہم ایک مسجد بنانے لگے ہیں آپ بھی اس میں کچھ چندہ دیں انہوں نے اس میں عذر کیا کہ میں اس میں کچھ دے نہیں سکتا۔حالانکہ وہ چاہتے تو بہت کچھ دے دیتے۔اس شخص نے کہا کہ ہم آپ سے بہت کچھ نہیں مانگتے صرف تبرکاً کچھ دے دیجئے۔ آخر انہوں نے ایک دونی کے قریب سکہ دیا۔شام کے وقت وہ شخص دونی لے کر واپس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت یہ تو کھوٹی نکلی ہے۔وہ بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا خوب ہوا۔دراصل میرا جی نہیں چاہتا تھا کہ میں کچھ دوں۔مسجدیں بہت ہیں اور مجھے اس میں اسراف معلوم ہوتا ہے۔''

(الحکم جلد 5 نمبر 19 ص 8 تا 9 پرچہ 24 مئی 1901ء)

27 اکتوبر 1902ء (بوقت صبح کی سیر) ''یروشلم اور بیت المقدس''

اس تذکرہ پر کہ عیسائیوں اور یہودیوں میں پھر اس امر کی تحریک ہو رہی ہے کہ ارض مقدس کو ترکوں سے خرید کر لیا جاوے۔مختلف باتوں کے دوران میں فرمایا۔''یروشلم سے مراد دراصل دارالامان ہے۔یروشلم کے معنی ہے وہ سلامتی کو دیکھتا ہے۔یہ سنت اللہ ہے کہ وہ پیشگوئیوں میں اصل الفاظ استعمال کرتا ہے۔اور اس سے مراد اس کا مفہوم اور مطلب ہوتا ہے۔اسی طرح بیت المقدس یعنی مسجد اقصیٰ ہے۔ہماری اس مسجد کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ رکھا ہے۔کیونکہ اقصیٰ یا باعتبار بُعد زمانہ کے ہوتا ہے۔اور یا بُعد مکان کے لحاظ سے۔اور اس الہام میں **اَلْمَسْجِدِالْاَقْصٰی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیرات زمانی کو لیا ہے۔اور اس کی تائید۔**وَآخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ** سے بھی ہوتی ہے۔ اور بارکنا حولہ کا اس زمانے کی برکت سے ثبوت ملتا ہے۔جیسے ریل اور جہازوں کے ذریعہ سفروں کی آسانی اور تار وڈاک خانوں کے ذریعہ سلسلہ رُسل ورسائل کی سہولت اور ہر قسم کی آرام وآسائش قسم قسم کی کلوں کے اجراء سے ہوتے جاتے ہیں۔اور سلطنت بھی ایک امن کی سلطنت ہے۔

(ملفوظات جلد چار۔ص 124)

حضرت مرزا صاحب (غلام مرتضیٰ صاحب) مرحوم کا دنیوی ناکامیوں اور نامرادیوں کے بعد مغموم ومحزون رہنا اور یہ کہتے رہنا کہ ''جس قدر میں نے اس پلید دنیا کے لئے سعی کی ہے اگر میں وہ سعی دین کے لئے کرتا تو شاید آج قطب وقت یا غوث وقت ہوتا۔''ایک پاک تبدیلی اور تبتل الی اللہ کی وقیع دلیل اور قوی برہان ہے اور عرفت ربی بفسخ العزائم کا مقولہ ان کے نور معرفت پا جانے کا ثبوت۔اس کے علاوہ

ے **عمر بگذشت ونماند است جز ایامے چند بہ کہ در یاد کسے صبح کم شامے چند**

نیز ے **از روئے تو اے کس ہر بے کسے نیست امیدم کہ روم نا امید**

اور ے **باب دیدہ عشاق وخاکپائے کسے مرادے است کہ در خون تپد بجائے کسے**

(حیات طیبہ ص 28 شیخ عبدالقادر سوداگرمل)

برکت کا نشان

حضرت علیؓ کو غزوہ خیبر کے وقت آشوب چشم کی تکلیف تھی آنحضرت ﷺ نے انہیں جھنڈا عطا کرنے کیلئے بلانے کا ارشاد فرمایا۔آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ انہیں آنکھوں میں سخت تکلیف ہے۔تو آنحضرت ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور دعا کی۔اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو اسی وقت معجزانہ شفا عطا فرمائی۔اور یوں لگتا تھا کہ کبھی انہیں یہ تکلیف ہوئی ہی نہیں تھی۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی حدیث نمبر 3886)

خطبہ الہامیہ کا نشان

حضرت اقدس علیہ السلام اس وقت تک متعدد عربی تصانیف فرما چکے تھے۔جن کی فصاحت و بلاغت نے عرب وعجم میں دھوم مچا رکھی تھی مگر عربی میں تقریر کرنے کی آپ کو آج تک نوبت نہیں آئی تھی۔لیکن اس دن آپ کو صبح کے وقت بذریعہ الہام تحریک ہوئی کہ ۔آج تم عربی میں تقریر کرو تمہیں قوت دی گئی۔ نیز الہام ہوا کَلَامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَبٍّ کَرِیْمٍ ' یعنی کلام میں خدا کی طرف سے فصاحت بخشی گئی ہے۔ جناب الٰہی سے یہ ارشاد پاتے ہی آپ نے اپنے بہت سے خدام کو اس کی اطلاع دے دی نیز مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور مولوی نورالدین صاحبؓ کو ہدایت فرمائی کہ وہ عید کے وقت قلم و دوات اور کاغذ لے کر آئیں۔تا خطبہ قلمبند کر سکیں۔آٹھ بجے تک مسجد اقصیٰ پر ہو چکی تھی۔حضرت اقدسؑ کوئی ساڑھے آٹھ بجے تشریف لائے۔سوا نو بجے نماز مسجد اقصیٰ میں پڑھی گئی جو مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے پڑھائی۔نماز کے بعد حضور کے لئے مسجد کے پرانے صحن میں جنوبی ڈاٹ کے آگے کرسی رکھ دی گئی۔حضورؑ خطبہ کے لئے مسجد کے وسطی دروازہ میں کھڑے ہوئے اور اردو میں ایک لطیف اور پر معارف خطبہ ارشاد فرمایا۔اردو خطبہ کے بعد مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور مولوی نورالدین صاحبؓ حضور کے بائیں طرف بیٹھ گئے۔حضور نے کھڑے ہو کر۔ یا عباد اللہ۔ کے لفظ سے فی البدیہہ عربی خطبہ پڑھنا شروع کیا۔آپ نے ابھی چند فقرے ہی کہے تھے کہ حاضرین پر جن کی تعداد کوئی کم وبیش دو سو تھی وجد کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔محویت کا یہ عالم تھا کہ بیان سے باہر ہے۔خطبہ کی تاثیر کا وہ اعجازی رنگ پیدا ہو گیا کہ اگرچہ مجمع میں عربی دان موجود چند تھے مگر سامعین ہمہ تن گوش تھے۔غرض یہ ایسا روح پرور نظارہ تھا کہ تیرہ سو سال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک مجلس کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ حالت تھی کہ آپ کی شکل وصورت، زبان اور لب ولہجہ سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ آسمانی شخص ایک دوسری دنیا کا انسان ہے۔جس کی زبان پر عرش کا خدا کلام کر رہا ہے۔خطبہ کے وقت آپ کی حالت اور آواز میں ایک تغیر محسوس ہوتا تھا۔ہر فقرہ کے آخر میں آپ کی آواز بہت دھیمی اور باریک ہو جاتی تھی۔اس وقت آپ کی آنکھیں بند تھیں اور چہرہ سرخ اور نہایت درجہ نورانی۔

خطبہ کے دوران میں حضور نے خطبہ لکھنے والوں کو مخاطب ہو کر فرمایا اگر کوئی لفظ سمجھ نہ آئے تو اسی وقت پوچھ لیں ممکن ہے کہ بعد کو میں خود بھی بتا نہ سکوں۔پھر اس قدر تیزی سے آپ کلمات بیان فرماتے تھے کہ زبان کے ساتھ قلم کا چلنا مشکل ہو جاتا تھا۔اس کی وجہ سے مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور مولوی نورالدین صاحبؓ کو جو خطبہ نویسی کے لئے مقرر تھے بعض دفعہ الفاظ پوچھنا پڑتے تھے۔چنانچہ خطبہ میں جب خناطیل کا لفظ آیا تو انہیں اس کے متعلق دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی۔یہ تو وہ تاثر تھا جو سامعین لے رہے تھے مگر خود حضرت اقدس علیہ السلام جو اس وقت آسمانی انوار و برکات کے مہبط و مورد تھے آپ کے اندر اس وقت اتنی غیبی قوت کام کر رہی تھی کہ جیسا کہ آپ نے بعد ازاں بتایا کہ آپ یہ امتیاز نہیں کر سکتے تھے کہ میں بول رہا ہوں یا میری زبان سے فرشتہ کلام کر رہا ہے۔کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اس کلام میں میرا دخل نہیں خود بخود برجستہ فقرے آپ کی زبان پر جاری ہوتے تھے۔بعض اوقات الفاظ لکھے ہوئے بھی نظر آتے تھے اور ہر ایک فقرہ ایک نشان تھا۔اس طرح جوں جوں آپ پر کلام اترتا گیا آپ بولتے گئے۔یہ سلسلہ کافی وقت تک جاری رہا جب یہ کیفیت زائل ہو گئی تو حضور نے خطبہ ختم کر دیا اور آپ کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم۔ص 93-92)

یہ خطبہ جو اللہ تعالیٰ کے القاء و ایماء کے موافق حضور علیہ السلام نے عربی زبان میں پڑھا۔یہ خطبہ آیات اللہ میں سے ایک زبردست آیت اور لانظیر نشان ہے۔جو ایک عظیم الشان گروہ کے سامنے پورا ہوا۔اور ''خطبہ الہامیہ'' کے نام سے شائع فرما دیا گیا۔جب حضرت اقدس علیہ السلام عربی خطبہ پڑھنے کے لئے تیار ہوئے تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو حکم دیا کہ وہ قریب تر ہو کر اس خطبہ کو لکھیں۔جب حضرات مولوی صاحبان تیار ہو گئے تو حضور نے یا عباد اللہ کے لفظ سے عربی خطبہ شروع فرمایا۔اثناء خطبہ میں حضرت اقدسؑ نے یہ بھی فرمایا ''اب لکھ لو پھر یہ لفظ جاتے ہیں'' جب حضرت اقدسؑ خطبہ پڑھ کر بیٹھ گئے تو اکثر احباب کی درخواست پر مولانا مولوی عبدالکریم صاحبؓ اس کا ترجمہ سنانے کے لئے کھڑے ہوئے۔اس سے پیشتر کہ مولانا موصوف ترجمہ سنائیں۔حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ

''اس خطبے کو کل عرفہ کے دن اور عید کی رات میں جو میں نے دعائیں کی ہیں ان کی قبولیت کے لئے نشان رکھا گیا تھا۔کہ اگر میں یہ خطبہ عربی زبان

میں ارتجالاً پڑھ گیا تو وہ ساری دعائیں قبول سمجھی جائینگی۔ الحمد للہ کہ وہ ساری دعائیں بھی خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق قبول ہو گئیں' سجدۂ شکر ''مبارک'' ابھی مولانا عبدالکریم صاحبؓ ترجمہ سنا ہی رہے تھے کہ حضرت اقدسؑ فرط جوش کے ساتھ سجدہ شکر میں جا پڑے۔ حضورؑ کے ساتھ تمام حاضرین نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ سجدہ سے سر اٹھا کر حضرت اقدسؑ نے فرمایا: ''ابھی میں نے سرخ الفاظ میں لکھا دیکھا ہے کہ ''مبارک'' ۔ یہ گویا قبولیت کا نشان ہے۔'' (الحکم جلد 4 نمبر 14 پرچہ 17 اپریل 1900ء)

خطبہ الہامیہ

11 اپریل 1900ء عیدالاضحیٰ کے دن صبح کے وقت مجھے الہام ہوا کہ آج تم عربی میں تقریر کرو۔ تمہیں قوت دی گئی۔ اور نیز یہ الہام ہوا

كَلَامٌ أُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَبٍّ كَرِيْمٍ

یعنی اس کلام میں خدا کی طرف سے فصاحت بخشی گئی ہے۔ چنانچہ اس الہام کو اسی وقت اخویم مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم اور اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ اور شیخ رحمت اللہ صاحبؓ اور مفتی محمد صادق صاحبؓ اور مولوی محمد علی صاحب ایم اےؓ اور ماسٹر عبدالرحمن صاحبؓ اور ماسٹر شیر علی صاحب بی اےؓ اور حافظ عبدالعلی صاحبؓ اور بہت سے دوستوں کو اطلاع دی گئی تب میں عید کی نماز کے بعد عید کا خطبہ عربی زبان میں پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ غیب سے مجھے ایک قوت دی گئی اور وہ فصیح تقریر عربی میں فی البدیہہ میرے منہ سے نکل رہی تھی کہ میری طاقت سے بالکل باہر تھی۔ اور میں نہیں خیال کر سکتا کہ ایسی تقریر جس کی ضخامت کئی جزو تک تھی۔ ایسی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ بغیر اس کے کہ اول کسی کاغذ میں قلم بند کی جائے کوئی شخص دنیا میں بغیر الہام الٰہی کے بیان کر سکے جس وقت یہ عربی تقریر جس کا نام خطبہ الہامیہ رکھا گیا لوگوں میں سنائی گئی اس وقت حاضرین کی تعداد شاید 200 کے قریب ہوگی۔ سبحان اللہ۔ اس وقت ایک غیبی چشمہ کھل رہا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں بول رہا تھا کہ میری زبان سے کوئی فرشتہ کلام کر رہا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس کلام میں میرا دخل نہ تھا۔ خود بخود بنے بنائے فقرے میرے منہ سے نکلتے جاتے تھے۔ اور ہر ایک فقرہ میرے لئے ایک نشان تھا۔ چنانچہ تمام فقرات چھپے ہوئے موجود ہیں جن کا نام خطبہ الہامیہ ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ کیا کسی انسان کی طاقت میں ہے کہ اتنی لمبی تقریر بغیر سوچے اور فکر کے عربی زبان میں کھڑے ہو کر محض زبانی طور پر فی البدیہہ بیان کر سکے۔ یہ ایک علمی معجزہ ہے جو خدا نے دکھلایا اور کوئی اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ (حقیقۃ الوحی ص 376-377)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص الخاص تائید ونصرت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضور کی درسی تعلیم کی کمی اور عربی علم کی ظاہری بے بضاعتی کے باوجود عربی زبان میں کمال عطا کیا اور معجزانہ طور پر چالیس ہزار عربی لغات کے علم سے نوازا۔ تو اس کے بعد حضورؑ نے عربی میں کثیر التعداد فصیح وبلیغ کتابیں تصنیف فرمائیں جو عدیم المثال نظم ونثر کے محاسن سے معمور تھیں۔ جن کا جواب لانے سے ہندوستان اور عرب کے علماء اور فصحاء عاجز تھے۔ مگر ابھی تک عربی زبان میں کبھی تقریر نہیں فرمائی تھی۔ اور نہ اس کے لئے کوئی موقعہ ہی پیش آیا تھا۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے 1900ء مطابق 1312ھ میں اس کا بھی ایک بہت عمدہ موقعہ پیدا کر دیا۔ یہ عربی تقریر جو حضور نے عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر فرمائی خطبہ الہامیہ کے نام سے چھپ چکی ہے۔ اور باوجود یہ کہ تقریر ایک گھنٹے سے زائد وقت میں بغیر کسی قسم کی تیاری بالکل فی البدیہہ طور پر کی گئی عربی کلام کا ایک ایسا نادر نمونہ ہے۔ جس کو پڑھ کر عرب ملک کے ادیب بھی عش عش کر اٹھتے ہیں۔ اس عجیب وغریب واقعہ کے متعلق سلسلہ کے اخبارات اور کتب میں کسی قدر تفصیلی بیانات شائع ہو چکے ہیں مگر میں اس جگہ حضرت مسیح موعود کے قدیم نو مسلم صحابی حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی کی چشم دید اور گوش شنید روایت کا خلاصہ بیان کرتا ہوں۔

[i] حضرت بھائی صاحب روایت کرتے ہیں کہ عیدالاضحیٰ 1900ء سے ایک دن قبل جو حج کا دن تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفہ اولؓ) کو کہلا بھیجا کہ میں یہ حج کا دن خاص دعاؤں میں گزارنا چاہتا ہوں اس لئے جو دوست دعا کی درخواست دینا چاہتے ہیں آپ ان کے نام لکھ کر اور فہرست بنا کر مجھے بھجوا دیں۔ چنانچہ حضرت بھائی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ اس دن کثرت کے ساتھ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی وساطت سے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں درخواستیں پہنچیں۔ اور بعض اصحاب نے براہ راست بھی دعا کی درخواست لکھ کر حضور کی خدمت میں بھجوائی۔ اور چونکہ اس زمانے میں عید کے موقعہ پر بیرونی مقامات سے بھی کافی دوست عید پڑھنے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کی ملاقات سے مشرف ہونے کے لئے قادیان آجایا کرتے تھے وہ بھی اس غیبی تحریک میں شامل ہو گئے۔ اور یہ دن قادیان میں خاص دعاؤں اور غیر معمولی تضرعات اور بڑی برکات میں گزرا۔ دوسرا دن عید کا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نماز سے پہلے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ

’’آج تم عربی میں تقریر کرو تمہیں قوت دی گئی ہے اور نیز یہ الہام ہوا

کَلَامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَبٍّ کَرِیْمٍ

(یعنی تمہاری اس تقریر میں خدائے کریم کی طرف سے فصاحت اور برکت عطا کی جائے گی۔)‘‘

(تذکرہ ص357)

[ii] چنانچہ پہلے عید کی نماز حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے پڑھائی۔ اور اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے ایک مختصر سا خطبہ اردو میں دیا جس میں خصوصیت کے ساتھ جماعت کو باہم اتفاق اور اتحاد اور محبت کی نصیحت فرمائی۔ پھر حضور نے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی کو اپنے قریب آکر بیٹھنے کے لئے ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ ’’اب جو کچھ میں بولوں گا وہ چونکہ خاص خدائی عطا ہے آپ اسے توجہ سے لکھتے جائیں تا کہ وہ محفوظ ہو جائے ورنہ بعد میں شاید خود بھی نہیں بتا سکوں گا کہ میں نے کیا کہا تھا۔‘‘

(اصحاب احمد جلد 9 روایت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ)

اس کے بعد حضور مسجد اقصیٰ قادیان کے درمیانی دروازے میں ایک کرسی پر مشرق کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے اور عربی زبان میں اپنی تقریر شروع کی جس کا پہلا فقرہ یہ تھا:

یَا عِبَادَ اللّٰہِ فَکِّرُوْا فِیْ یَوْمِکُمْ ھٰذَا یَوْمُ الْاَضْحٰی فَاِنَّہٗ اُوْدِعَ اَسْرَارًا لِّاُوْلِی النُّھٰی

’’یعنی اے خدا کے بندو! اپنے اس دن کے معاملے میں غور کرو جو حج اور عید کی قربانیوں کا دن ہے۔ کیونکہ خدا کی طرف سے اس دن میں عقلمندوں کے لئے بڑی بڑی حکمتیں ودیعت کی گئی ہیں۔‘‘ حضرت بھائی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ کرسی پر بیٹھنے اور تقریر شروع کرنے کے بعد یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا اب حضورؑ کسی دوسری دنیا میں چلے گئے ہیں۔ حضورؑ کی آنکھیں قریباً بند تھیں اور چہرۂ مبارک اس طرح پر منور نظر آتا تھا کہ گویا انوار الٰہیہ نے اسے پوری طرح ڈھانپ کر غیر معمولی طور پر روشن اور ضیا پاش کر رکھا ہے۔ اس وقت حضورؑ کے چہرہ پر نظر نہیں جمتی تھی اور حضورؑ کی پیشانی سے نور کی اتنی تیز شعائیں نکل رہی تھیں کہ ہر دیکھنے والے کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ زبان مبارک تو بظاہر حضورؑ ہی کی چلتی ہوئی نظر آتی تھی مگر کیفیت کچھ ایسی تھی کہ گویا وہ بے اختیار ہو کر کسی غیبی طاقت کے چلانے سے چل رہی ہے۔ حضرت بھائی صاحب کہتے ہیں کہ اس وقت کی حالت لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ اس وقت کے انقطاع الی اللہ اور توکل اور ربودگی اور بے خودی اور محویت کا یہ عالم تھا کہ اس کی تصویر کھینچنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔‘‘

[iii] حضورؑ کی اس فصیح و بلیغ معجزانہ عربی تقریر کے بعد جو کتاب خطبۂ الہامیہ کے ابتدائی اڑتیس صفحوں میں چھپ چکی ہے حاضرین کی خواہش پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے اسی مجلس میں اس تقریر کا اردو میں ترجمہ کر کے سنایا۔ ترجمہ کے دوران میں اللہ تعالیٰ کے کسی خاص القایا اندرونی جذبہ کے ماتحت حضرت مسیح موعودؑ ایک فقرہ پر کرسی سے اٹھ کر بے اختیار سجدے میں گر گئے اور حضورؑ کے ساتھ ہی سارے حاضرین نے بھی اپنی پیشانی اپنے آسمانی آقا کے سامنے زمین پر رکھ دی۔ (اصحاب احمد جلد 9 ص 267)

[iv] اس فی البدیہہ اعجازی تقریر کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’سبحان اللہ! اس وقت ایک غیبی چشمہ کھل رہا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں بول رہا تھا یا میری زبان سے کوئی فرشتہ کلام کر رہا تھا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس کلام میں میرا دخل نہ تھا خود بخود بنے بنائے فقرے میرے منہ سے نکلتے جاتے تھے اور ہر ایک فقرہ میرے لئے ایک نشان تھا............ یہ ایک علمی معجزہ ہے جو خدا نے دکھلایا اور کوئی اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔‘‘ (حقیقۃ الوحی ص۔ 363)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ 1900ء میں یا اس کے قریب عیدالاضحیٰ سے ایک دن پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو لکھا۔ کہ جتنے دوست یہاں موجود ہیں ان کے نام لکھکر بھیج دو۔ تا میں ان کے لئے دعا کروں حضرت مولوی صاحبؓ نے سب کو ایک جگہ جہاں آجکل مدرسہ احمدیہ ہے اور اس وقت ہائی سکول تھا جمع کیا اور ایک کاغذ پر سب کے نام لکھوائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سارا دن اپنے کمرہ میں دروازہ بند کر کے دعا فرماتے رہے۔ صبح عید کا دن تھا آپ نے فرمایا مجھے الہام ہوا ہے کہ اس موقعہ پر عربی میں کچھ کلمات کہو۔ اس لئے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اس وقت قلم دوات لے کر موجود ہوں اور جو کچھ میں عربی میں کہوں لکھتے جائیں۔ آپ نے نماز عید کے بعد خطبہ خود پہلے اردو میں پڑھا۔ مسجد اقصیٰ کے پرانے صحن میں دروازے سے کچھ فاصلہ پر ایک کرسی پر تشریف رکھتے تھے۔ حضورؑ کے اردو خطبہ کے بعد حضرت مولوی صاحبان حسب ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے بائیں طرف کچھ فاصلہ پر کاغذ اور قلم دوات لے کر بیٹھ گئے۔ اور حضورؑ نے عربی میں خطبہ پڑھنا شروع فرمایا۔ اس عربی خطبہ کے وقت آپ کی حالت اور آواز میں ایک تغیر نظر آتا تھا۔ ہر ایک عربی فقرہ جو آپ بولتے تھے اس میں آخر میں آپ کی آواز بہت دھیمی اور باریک ہو جاتی تھی۔ تقریر کے وقت آپ کی آنکھیں بند ہوتی تھیں۔ تقریر کے دوران میں ایک دفعہ حضورؑ نے حضرت مولوی صاحبان کو فرمایا کہ اگر کوئی لفظ سمجھ نہ آئے تو اسی وقت پوچھ لیں ممکن ہے کہ بعد میں میں خود بھی نہ بتا سکوں اس وقت ایک عجیب عالم تھا۔ جس کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ یہ خطبہ حضورؑ کی کتاب خطبہ الہامیہ کے ابتداء میں چھپا ہوا ہے۔ آپ نے نہایت اہتمام سے اس کو کاتب سے لکھوایا۔ اور فارسی اور اردو میں ترجمہ بھی خود کیا۔ اس خطبہ پر اعراب بھی لگوائے۔ اور آپ نے فرمایا کہ جیسا جیسا کلام اترتا گیا میں بولتا گیا۔ جب یہ سلسلہ بند ہو گیا تو میں نے بھی تقریر کو ختم کر دیا۔ آپؑ فرماتے تھے کہ تقریر کے دوران میں بعض اوقات الفاظ لکھے ہوئے نظر آجاتے تھے۔ آپؑ نے تحریک فرمائی کہ بعض لوگ اس خطبہ کو حفظ کر کے سنائیں۔ چنانچہ مفتی محمد صادق صاحبؓ اور مولوی محمد علی صاحبؓ نے اس خطبہ کو یاد کیا۔ اور مسجد مبارک کی چھت پر مغرب وعشاء کے درمیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں اس کو پڑھ کر سنایا۔ (سیرت المہدی سوم۔ ص90)

اے نادانو۔ اور اندھو۔ مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کر دے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی نہیں۔ اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا۔ کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہونگے اور حاسد شرمندہ۔ اور خدا اپنے بندے کو ہر میدان میں فتح دیگا۔ میں اس کے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔ اگرچہ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ابتلاء ہوں۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔

(انوار الاسلام۔ ص22-21)

"مجھے اس خدائے کریم وعزیز کی قسم ہے جو جھوٹ کا دشمن اور مفتری کا نیست ونابود کرنے والا ہے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اور اس کے بھیجنے سے عین وقت پر آیا ہوں اور اس کے حکم سے کھڑا ہوا ہوں اور وہ میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے اور وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا اور نہ میری جماعت کو تباہی میں ڈالے گا جب تک وہ اپنا تمام کام پورا نہ کر لے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔" (اربعین نمبر دو۔ ص2)

منارۃ المسیح

ہر بڑے ملک میں ایک ایسا مینار موجود ہے جو اونچائی اور ڈیزائن کے لحاظ سے اس ملک کی شناخت بن چکا ہے۔ جتنا زیادہ اونچا مینار اتنا ہی طاقتور ملک تصور کیا جاتا ہے جو ان کی بڑھائی کا ثبوت بن جاتا ہے۔ جیسا کہ کینڈا میں سی این ٹاور۔ نیویارک میں ایمپائر سٹیٹ بلڈنگ۔ پیرس میں آئیفل ٹاور اور لندن میں پوسٹ آفس ٹاور مشہور ہیں۔ لیکن جس مینار کا یہاں ذکر ہے اگر چہ وہ اپنے وقت کی ایک شاندار تعمیراتی مثال ہے لیکن اس مینار کی اصل شان اور رتبہ اس بات میں ہے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کا مظہر ہے اور یہ وہ منارہ ہے جس کا سنگ بنیاد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارشاد الٰہی اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے مطابق خدا تعالیٰ کے پاک نام کو بلند کرنے۔ لوگوں کو آسمانی روشنی اور وقت شناسی کی طرف بطور تمثیل متوجہ کرنے کی غرض سے 13 ذوالحجہ 1320ھ مطابق 13 مارچ 1903ء بروز جمعۃ المبارک اپنے دست مبارک سے رکھا۔ اسبارہ میں الہام الٰہی جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید   وپائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد

یعنی خوش خوش چل کہ تیرا وقت نزدیک آ پہنچا ہے اور محمدی گروہ کا پاؤں ایک بہت اونچے مینار پر مضبوطی سے قائم ہو گیا ہے۔

''خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے قادیان کی مسجد جو میرے والد صاحب مرحوم نے مختصر طور پر دو بازاروں کے وسط میں ایک اونچی زمین پر بنائی تھی اب شوکت اسلام کے لئے بہت وسیع کی گئی اور بعض حصے عمارات کے اور بنائے گئے ہیں۔ اب اس مسجد کی تکمیل کے لئے ایک اور تجویز قرار پائی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسجد کی شرقی طرف جیسا کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء ہے ایک نہایت اونچا منارہ بنایا جائے۔ (تبلیغ رسالت جلد نہم ص 34-33)

ایسا ہی مسیح موعودؑ کی مسجد بھی مسجد اقصیٰ ہے............ اور ایک روایت میں خدا کے پاک نبی نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ مسیح موعودؑ کا نزول مسجد اقصیٰ کے شرقی منارہ کے قریب ہوگا۔ (تبلیغ رسالت جلد نہم ص 37)

''مسیح موعودؑ کے متعلق بعض پیشگوئیوں میں یہ ذکر آتا ہے کہ اس کا نزول دمشق کے مشرق کی طرف ایک سفید مینار پر ہوگا۔ اس پیشگوئی کے اصل معنی تو اور ہیں۔ یعنی یہ کہ مسیح موعودؑ کا نزول ایسے دلائل کے ساتھ ہوگا جو دودھ کی سفیدی کی طرح بے عیب ہونگے۔ اور اس کی روشنی دور دور تک نظر آئے گی۔ لیکن چونکہ مسیح موعودؑ کا یہ طریق تھا کہ جہاں تک ممکن اور جائز ہو ہر پیشگوئی کو ظاہر میں بھی پورا کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔''

(سلسلہ احمدیہ ص 139، میاں بشیر احمد صاحبؓ)

بہت سی احادیث، پیشگوئیوں اور بشارتوں میں بھی آنے والے کا ظہور مشرق یعنی ہندوستان بتایا گیا:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَمَا كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ

(صحیح مسلم جلد 2 کتاب الفتن باب ذکر الدجال)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خروج دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو بھیجے گا۔ وہ دمشق کے مشرق کی طرف سفید منارے کے پاس نزول فرمائیں گے۔ اس حدیث سے مراد دمشق کے مشرق میں نزول مسیح ہے خاص دمشق نہیں اسی لئے خاص جائے نزول کے بارے میں اختلاف رہا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ احادیث میں نزول مسیح کے لئے کئی مقامات کا ذکر ہے۔

(حاشیہ ابن ماجہ جلد 2 باب فتنہ الدجال خروج عیسیٰ)۔ قادیان دمشق کے مشرق کی طرف واقع ہے۔

"عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِصَابَۃٌ تَغْزُوْ الْھِنْدَ وَھِیَ تَکُوْنُ مَعَ الْمَھْدِیِّ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ"

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جماعت ہندوستان میں (مخالفین اسلام سے) جہاد کرے گی اور وہ مہدیؑ کے ساتھ ہوگی اس مہدی کا نام احمد ہوگا۔ (رواہ البخاری فی تاریخہ)

مسیح موعود علیہ السلام کی منادی بجلی کی طرح دنیا میں پھیل جائے گی۔اور بلند مینار کے چراغ کی طرح دنیا کے ہر گوشہ میں پھیل جائے گی۔مسیح کے مینار جس کا حدیثوں میں ذکر ہے۔دراصل اس کی حقیقت یہی ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کی نداء دنیا میں اس طرح پھیلے گی جس طرح اونچے مینار پر سے آواز اور روشنی دور دور تک جاتی ہے۔

28 مئی 1900ء کو حضرت اقدسؑ نے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء پورا کرنے کے لئے مسجد اقصیٰ کے شرقی جانب ایک مینار تعمیر کرنے کی تجویز فرمائی اور اس کی تین اغراض بیان فرمائیں:

اول: یہ کہ۔خدا کے پاک نام کی اونچی آواز سے دن رات میں پانچ دفعہ (دعوت الی اللہ) ہو اور تا مختصر لفظوں میں پنجوقت ہماری طرف سے انسانوں کو یہ نداء کی جائے گی کہ وہ ازلی اور ابدی خدا جس کی تمام انسانوں کو پرستش کرنی چاہئے۔صرف وہی خدا ہے جس کی طرف اس کا برگزیدہ اور پاک رسول محمدؐ رہنمائی کرتا ہے۔اس کے سوا نہ زمین میں نہ آسمان میں اور کوئی خدا نہیں۔

دوم: دوسرا مطلب اس منارہ سے یہ ہوگا کہ اس منارہ کی دیوار کے کسی اونچے حصے پر ایک بڑا لالٹین نصب کر دیا جائیگا تا یہ روشنی انسانوں کی آنکھیں روشن کرنے کے لیے دور دور جائے گی تا انسان اپنے وقت کو پہچانیں اور انسانوں کو وقت شناسی کی طرف توجہ ہو۔

سوم۔ تیسرا مطلب اس مینارہ سے یہ ہوگا کہ اس مینارہ کی دیوار کے کسی اونچے حصے پر ایک بڑا گھنٹہ نصب کر دیا جائے گا۔تا انسان اپنے وقت کو پہچانیں اور انسانوں کو وقت شناسی کی طرف توجہ ہو۔(مجموعہ اشتہارات جلد 3 ص 282)

ہندوستان کے بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ منارہ پر روپیہ خرچ کرنا اور گھڑیال رکھنا دونوں اسراف ہیں۔اس پر حضرت مسیح موعود نے یکم جولائی 1900ء کو دوسرا اشتہار دیا کہ:

''یاد رہے کہ اس منارہ کے بنانے سے اصل غرض یہ ہے کہ پیشگوئی پوری ہوجائے۔یہ اسی قسم کی غرض ہے جیسا کہ ایک صحابیؓ کو کسریٰ کے مال میں سے سونے کے کڑے پہنائے تھے تا ایک پیشگوئی پوری ہوجائے اور نمازیوں کی تائید اور وقت شناسی کے لئے منارہ پر گھنٹہ رکھنا ثواب کی بات ہے نہ گناہ''

اس اشتہار میں حضور نے مخلصین کو مخاطب کر کے لکھا:''خدا تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ قادیان میں منارہ بنے۔سو اب یہ تیسری مرتبہ خدا تعالیٰ نے آپ کو موقعہ دیا ہے کہ اس ثواب کو حاصل کریں۔جو شخص اس ثواب کو حاصل کرے گا وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہمارے (مددگاروں) میں سے ہوگا۔''

منارہ کے لئے اشتہار:

حضور نے مورخہ 28 مئی 1900ء کو جماعت کے نام ایک مفصل اشتہار میں لکھا کہ: ایک اونچا منار بنانے کی تجویز کی گئی ہے جو ماذنہ کا کام دے گا۔اس پر لالٹین اور گھنٹہ بھی نصب ہوگا۔منارہ تصویری زبان میں............ اشارہ کرے گا کہ جس طرح یہ منار بلند ہے اسی طرح (دینی) سچائی بلندی کے انتہاء تک پہنچ جائے گی۔اور جس طرح پر بلند ہونے والی آواز سب پر چھا جاتی ہے۔اسی طرح دین۔سب دینوں پر غالب آئے گا۔منارہ کی لالٹین اور گھنٹہ یہ حقیقت بتائیں گے کہ دینی علوم کے ساتھ آسمانی علوم کا زمانہ آ گیا اور دنیا کو اپنا وقت پہچاننا چاہئے۔''

''اس منارۃ المسیح کا خرچ دس ہزار روپیہ سے کم نہیں ہے اب جو دوست اس منارہ کی تعمیر کے لئے مدد کریں گے میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ وہ ایک بھاری خدمت کو انجام دیں گے۔اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ ایسے موقع پر خرچ کرنا ہرگز ہرگز ان کے نقصان کا باعث نہیں ہوگا۔وہ خدا کو قرض دیں گے اور مع سود واپس لیں گے۔کاش ان کے دل سمجھیں کہ اس کام کی خدا کے نزدیک کس قدر عظمت ہے جس خدا نے منارہ کا حکم دیا ہے۔اس نے اس بات کی طرف اشارہ کر

دیا ہے کہ اسلام کی مردہ حالت میں اسی جگہ سے زندگی کی روح پھونکی جائے گی اور یہ فتح نمایاں کا میدان ہوگا............ یہ کام بہت جلدی کا ہے۔ دلوں کو کھولو اور خدا کو راضی کرو۔ یہ روپیہ بہت سی برکتیں لے کر پھر آپ لوگوں کی طرف واپس آئے گا۔ میں اس سے زیادہ کہنا نہیں چاہتا اور ختم کرتا ہوں۔

(مجموعہ اشتہارات جلد تین ص296-295)

اشتہار چندہ منارۃ المسیح 28 مئی 1900 مشمولہ خطبہ الہامیہ

حضرت اقدسؑ نے مخلصین جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔ یہ اشتہار منارہ کے لئے لکھا گیا ہے مگر یاد رہے کہ مسجد کی بعض جگہ کی عمارات بھی ابھی نادرست ہیں اس لئے یہ قرار پایا ہے کہ جو کچھ منارۃ المسیح کے مصارف میں سے بچے گا وہ۔ مسجد۔ کی دوسری عمارت پر لگا دیا جائے گا......اس منارہ میں ہماری یہ بھی غرض ہے کہ مینار کے اندر یا جیسا کے مناسب ہو ایک گول کمرہ یا کسی اور وضع کا کمرہ بنا دیا جائے جس میں کم سے کم سو آدمی بیٹھ سکے اور یہ کمرہ وعظ اور مذہبی تقریروں کے لئے کام آئے گا کیونکہ ہمارا ارادہ ہے کہ ایک سال میں ایک یا دو دفعہ قادیان میں مذہبی تقریروں کا ایک جلسہ ہوا کرے اور اس جلسہ میں ہر ایک شخص مسلمانوں اور ہندوؤں اور آریوں اور عیسائیوں اور سکھوں میں سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص297-296)

''ایک ماہ بعد حضور نے یکم جولائی 1900ء کو اس ضمن میں دوسرا اشتہار شائع فرمایا۔ جس کے شروع میں بتایا۔ اگر انسان کو ایمانی دولت سے حصہ ہو تو گو کیسے ہی مالی مشکلات کے شکنجہ میں آ جائے تاہم وہ کار خیر کی توفیق پا لیتا ہے۔ نظیر کے طور پر بیان کرتا ہوں کہ ان دنوں میں میری جماعت میں سے دو ایسے مخلص آدمیوں نے اس کام کے لئے چندہ دیا ہے جو باقی دوستوں کے لئے درحقیقت جائے رشک ہے۔ ایک ان میں سے منشی عبدالعزیز نام ضلع گورداسپور میں پٹواری ہیں جنہوں نے باوجود اپنی کم سرمائیگی کے ایک سو روپیہ اس کام کے لئے چندہ دیا ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ سو روپیہ کئی سال کا ان کا اندوختہ ہوگا۔ اور زیادہ وہ قابل تعریف اس لئے بھی ہیں کہ ابھی وہ ایک اور کام میں سو روپیہ چندہ دے چکے ہیں اور اب اپنے عیال کی بھی چنداں پروا نہ رکھ کر یہ چندہ پیش کر دیا۔ جزاہم اللہ خیر الجزاۓ۔ دوسرے مخلص جنہوں نے اس وقت بڑی مردانگی دکھلائی ہے۔ میاں شادی خاں لکڑی فروش ساکن سیالکوٹ ہیں۔ ابھی وہ ایک کام میں ڈیڑھ سو روپیہ چندہ دے چکے ہیں۔ اور اب اس کام کے لئے دو سو روپیہ چندہ بھیج دیا ہے۔ اور یہ وہ متوکل شخص ہے کہ اگر اس کے گھر کا تمام اسباب دیکھا جائے تو شاید تمام جائیداد پچاس روپیہ سے زیادہ نہ ہو۔ انہوں نے اپنے خط میں لکھا ہے۔ چونکہ ایام قحط ہیں اور دنیوی تجارت میں صاف تباہی نظر آتی ہے تو بہتر ہے کہ ہم دینی تجارت کر لیں۔ اس لئے جو کچھ اپنے پاس تھا سب بھیج دیا۔ اور درحقیقت وہ کام کیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اشتہار کے آخری حصہ میں اعلان فرمایا کہ جو مخلصین اس بابرکت تحریک کے لئے کم از کم سو روپے دیں گے ان کے نام کتبہ منار پر آئندہ نسلوں کے لئے بطور یادگار کندہ کئے جائیں گے از اں بعد حضورؑ نے ایک سو ایک ایسے ایثار پیشہ بزرگوں کی فہرست دی جنہوں نے اپنے مقدس آقا کے ارشاد کی تعمیل میں والہانہ شان کے ساتھ سو سو روپیہ پیش کر دیا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص324-314)

حضرت مصلح موعودؓ کا بیان ہے کہ۔ مجھے منارۃ المسیح کی تعمیر کے وقت کی یہ بات یاد ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ شہ نشین پر بیٹھے تھے اور میر حامد شاہ صاحب کے والد میر حکیم حسام الدین صاحبؓ سامنے بیٹھے تھے منارہ بنانے کی تجویز ہو رہی تھی۔ سات آٹھ ہزار جو جمع ہوا تھا وہ بنیادوں میں ہی صرف ہو گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ اس فکر میں تھے کہ اب کیا ہوگا۔ حکیم حسام الدین صاحبؓ زور دے رہے تھے کہ حضور یہ بھی خرچ ہوگا وہ بھی ہوگا اور کئی ہزار روپیہ خرچ کا اندازہ پیش کر رہے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ان کی باتیں سن کر فرمایا۔ حکیم صاحب کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ منارہ کی تعمیر کو ملتوی کر دیا جائے چنانچہ ملتوی کر دیا گیا۔'' (رپورٹ مجلس مشاورت 1945ص157-156)

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے
گالیاں سُن کے دُعا دیتا ہوں ان لوگوں کو رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے (حضرت مسیح موعودؑ۔ درثمین صفحہ 19)

منارۃ المسیح کی غرض

''سوال ہوا کہ مینار کیوں بنایا جاتا ہے؟ فرمایا کہ اس مینار کی تعمیر میں ایک یہ بھی برکت ہے کہ اس پر چڑھ کر خدا تعالیٰ کا نام لیا جاویگا۔ اور جہاں خدا تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے وہاں برکت ہوتی ہے۔ چنانچہ آج کل اسی لئے سکھوں نے بھی اذانیں دلوائی ہیں اور مسلمانوں کو اپنے گھروں میں بلا کر قرآن پڑھوایا ہے پھر اس کے اوپر ایک لالٹین بھی نصب کی جاوے گی۔ جس کی روشنی دور دور تک نظر آوے گی۔ سنا گیا ہے کہ روشنی سے بھی طاعونی مواد کا دفعیہ ہوتا ہے اور ایک گھنٹہ بھی اس پر لگایا جاوے گا۔ اس کی بلندی کی نسبت ہم کہہ نہیں سکتے۔ ابھی سرمایہ نہیں ہے۔ سرمایہ پر دیکھا جاویگا کہ کس قدر بلند ہوگا۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ لوگ اس پر چڑھ کر چار پائیاں بچھا دیں گے کیونکہ ایک تو وہ مخروطی شکل کا ہوگا اور گھنٹہ کی وجہ سے اسے بند رکھا جاویگا۔ کہ لوگ چڑھ کر اسے خراب نہ کر دیویں۔'' (البدر 22 رمئی 1903ء)

[i] ''مجھے حیرت ہے کہ یہاں کے ہندوؤں کے ساتھ ہم نے آج تک برادرانہ برتاؤ رکھا ہے اور یہ لوگ ہمارے مینار کی تعمیر پر اس قدر جوش وخروش ظاہر کر رہے ہیں۔ اس مسجد کو ہمارے مرزا صاحبؒ (والد صاحب) نے سات سو روپے میں خریدا تھا اور اس مینار کی تعمیر میں صرف مسجد ہی کے لئے مفید بات نہیں ہے بلکہ عوام کو بھی فائدہ ہے یہ خیال کہ اس سے بے پردگی ہوگی یہ بھی غلط ہے۔ اب ہمارے سامنے ڈپٹی شنکر داس صاحب کا گھر ہے اور اس قدر اونچا ہے کہ آدمی اوپر چڑھے تو ہمارے گھر میں اس کی نظر برابر پڑتی ہے۔ تو کیا اب ہم کہیں کہ اسے گرا دیا جاوے؟ بلکہ ہم کو چاہئے کہ اپنا پردہ خود کر لیویں۔ ان لوگوں کو چاہیے تھا کہ مذہبی امور میں ہم سے دلبستگی ظاہر کرتے اور اس امر میں ہماری امداد کرتے۔ اور یہ لوگ اپنا معبد بلند کرنا چاہیں تو کیا ہم اسے روک سکتے ہیں؟ یہ خیال کہ مسجد یہاں ہو اور مینار کہیں باہر ہو ایک قسم کی ہنسی ہے اور اس وقت قبولیت کے قابل ہے کہ اول مسجد باہر نکال دی جاوے پھر مینار بھی باہر ہو جاوے گا۔ یہ قبر ہمارے مرزا صاحبؒ کی ہے انہوں نے ہنود سے زمین خرید کر اس مسجد کو تعمیر کرایا تھا اور اپنی موت سے 22 دن پہلے اپنی اس قبر کا نشان بتلایا کہ اس جگہ ہو۔'' (البدر 22 مئی 1903ء)

[ii] ''مجھے ان لوگوں پر بار بار افسوس آتا ہے کہ ہمارے دل میں تو ان کی ہمدردی ہے۔ بیماریوں میں ہم ان کا علاج کرتے ہیں۔ ہر ایک ان کی مصیبت میں شریک ہوتے ہیں۔ انہیں سے پوچھا جاوے کہ کبھی ان کے مذہبی معاملات میں میں نے ان سے تعرض کی ہے؟ دنیاوی معاملات تو الگ ہوتے ہیں لیکن مذہبی معاملات میں شرافت کا برتاؤ ہوا کرتا ہے۔ ان کو لازم تھا کہ ایسی باتیں نہ کرتے جو آپس میں شکر رنجی کا موجب ہوتیں۔ اس مینار کی بنیاد پر گیارہ سو روپیہ خرچ آیا ہے۔ تین برس سے اس کا ابتدائی کام شروع ہے۔ چنانچہ ''الحکم'' میں اس کا اعلان موجود ہے۔ اگر ہمارا چار ہزار روپے کا نقصان ہو پھر ان کو یہ روپیہ مل جاوے تو بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ خیر ہمسائیوں کو فائدہ پہنچا۔ لیکن ابھی تو مینار خیالی پلاؤ ہے جوں جوں روپیہ آوے گا بنتا رہیگا۔ جب وہ مکمل ہو جاوے تو پھر کوئی اعتراض کی بات ہو تو اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں ایسا فعل کیوں کرنے لگا جس سے اوروں کو بھی نقصان ہو اور مجھے بھی۔ ہماری پردہ داری سب سے اعلیٰ ہے۔ اگر کوئی مینار پر چڑھیگا تو جیسے اوروں کے گھر میں نظر پڑ سکتی ہے ویسی ہی ہمارے گھر میں بھی پڑ سکتی ہے تو کیا ہم گوارا کریں گے کہ یہ بات ہو؟ بہر حال جب یہ بن جاوے گا تو لوگ سمجھ لیویں گے کہ ان کو اس سے کس قدر فائدہ ہے۔''

(البدر جلد 2 نمبر 18 ص 138، 139 مورخہ 22 مئی 1903ء)

''قادیان میں ایک صاحب لالہ بڈھا مل ہوتے تھے یہ صاحب بہت کٹر قسم کے آریہ تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان کی بڑی مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے ایک مینار کی بنیاد رکھی تو قادیان کے ہندوؤں نے ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے پاس شکایت کی کہ اس مینار کی تعمیر روک دی جائے کیونکہ اس سے ہماری عورتوں کی بے پردگی ہوگی۔ یہ ایک فضول عذر تھا کیونکہ اول تو مینار کی چوٹی سے کسی کو پہچاننا بہت مشکل ہوتا ہے اور پھر اگر بالفرض کوئی بے پردگی تھی بھی تو سب کے لئے تھی جس میں احمدی جماعت بھی شامل تھی بلکہ جماعت احمدیہ پر اس کا زیادہ اثر پڑتا تھا کیونکہ یہ مینار احمدیہ محلہ میں تھا۔ مگر ڈپٹی کمشنر نے حکومت کے عام طریق کے مطابق ہندوؤں کی یہ شکایت مجسٹریٹ صاحب علاقہ کے پاس رپورٹ کے لئے بھجوا دی۔ یہ ڈپٹی صاحب قادیان آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملے اور مینار کی تعمیر کے متعلق حالات دریافت کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نے یہ مینار کوئی سیر وتفریح یا تماشے کے لئے نہیں بنایا بلکہ محض ایک دینی غرض کے لئے بنایا ہے تا کہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک

پیشگوئی پوری ہو اور تا ایک بلند جگہ سے اذان کی آواز لوگوں کے کانوں تک پہنچائی جائے اور روشنی کا انتظام بھی کیا جائے۔ ورنہ ہمیں اس پر روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ڈپٹی صاحب نے کہا یہ ہندو صاحبان بیٹھے ہیں ان کو اس پر اعتراض ہے کہ ہمارے گھروں کی بے پردگی ہوگی۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا یہ اعتراض درست نہیں بلکہ ان لوگوں نے محض ہماری مخالفت میں یہ درخواست دی ہے ورنہ بے پردگی کا کوئی سوال نہیں۔ اور اگر بالفرض کوئی بے پردگی ہے بھی تو وہ ہماری بھی ہے۔ پھر آپ نے لالہ بڈھا مل کی طرف اشارہ کیا جو بعض دوسرے ہندوؤں کے ساتھ مل کر ان ڈپٹی صاحب کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آئے تھے اور فرمایا کہ یہ لالہ بڈھا مل بیٹھے ہیں آپ ان سے پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ میرے لئے ان کو فائدہ پہنچانے کا کوئی موقعہ پیدا ہوا ہو اور میں نے ان کو امداد میں دریغ کیا ہو۔ اور پھر ان سے یہ بھی پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے۔ کہ مجھے نقصان پہنچانے کا انہیں کوئی موقع ملا ہو اور یہ نقصان پہنچانے سے رکے ہوں؟ حافظ روشن علی صاحب جو سلسلہ احمدیہ کے ایک جید عالم تھے بیان کیا کرتے تھے کہ اس وقت لالہ بڈھا مل پاس بیٹھے تھے مگر شرم اور ندامت کی وجہ سے انہیں جرأت نہیں ہوئی کہ حضرت مسیح موعود کی بات کا جواب دینا تو درکنار حضور کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکیں۔ حقیقۃً یہ مخالفوں اور ہمسایوں پر شفقت کی ایک شاندار مثال ہے۔'' (سیرت طیبہ 58-57، مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

''منارۃ المسیح کے لئے چندے کا تخمینہ لگایا گیا تو دس ہزار روپیہ آیا۔ جماعت اس وقت بہت غربت کی حالت میں تھی۔ اس لئے حضور نے 101 خدام کی فہرست شائع کرتے ہوئے کم از کم ایک ایک سو روپیہ دینے کی تحریک فرمائی اور فیصلہ کیا کہ اس پر لبیک کہنے والوں کے نام منار پر بطور یادگار کندہ کرائے جائیں گے۔ اس تحریک کے ساتھ ہی آپ کے چار مخلص خدام منشی عبد العزیز صاحب اوجلوی اور میاں شادی خان صاحب لکڑی فروش سیالکوٹ اور شیخ نیاز احمد صاحب تاجر وزیر آباد وغیرہ نے حضور کی شرط کے مطابق چندہ پیش کر دیا۔ جن میں سے اول الذکر دو صحابہ کا تذکرہ حضور نے اس اشتہار کے آغاز میں بھی نہایت درجہ تعریفی کلمات میں فرمایا اور ان کی قربانی کو جماعت کے لئے قابل رشک قرار دیا۔ (مجموعہ اشتہارات جلد 3 ص 283)

منارہ کے ابتدائی انتظامات

منارہ کے لئے ابتدائی انتظامات میں پہلا مرحلہ نقشہ نویسی اور اینٹوں کی تیاری کا تھا یہ دونوں کام 1901ء کے آخر تک پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ منار کا نقشہ اور تخمینہ حضرت میر حامد علی شاہ صاحب سیالکوٹی کے چھوٹے بھائی سید عبد الرشید صاحب نے بنایا اور اینٹوں کے لئے زمین میاں امام دین صاحب قادیانی نے دی۔

سنگ بنیاد:

1901ء کے آخر تک اینٹیں تو ایک مناسب مقدار میں تیار ہو چکی تھیں۔ لیکن چونکہ جلد ہی ملک پر طاعون نے سخت حملہ کر دیا تھا اور سیالکوٹ اور بعض دوسرے مقامات جہاں سے معماروں کو آنا تھا اس وبا کی زد میں آچکے تھے۔ اس لئے ڈیڑھ سال تک کام معطل رہا اور بالآخر 13 مارچ 1903ء بروز جمعہ اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور حضرت مسیح موعودؑ نے اینٹ کو ران پر رکھ کر لمبی دعا کی اور اینٹ پر دم کیا اور وہ اینٹ فضل الدین صاحب احمدی معمار نے بنیاد کے مغربی حصے میں پیوست کر دی۔ منارہ کی بنیاد بہت گہری وسیع و عریض اور کنکریٹ کے ذریعہ سے مضبوط کر کے اٹھائی گئی۔

منارۃ المسیح کا سنگ بنیاد رکھا جانا۔

1903ء میں منارۃ المسیح کے لئے کچھ چندہ تو جمع ہو گیا مگر اور کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے اس کی تعمیر میں کچھ تاخیر ہوگئی۔ یہاں تک کہ 1903ء میں حضور نے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس وقت اس کی دیواریں بنیادوں سے ذرا اونچا اٹھنا شروع ہوئیں تو مخالفوں نے حکام تک شکایتیں کرنا شروع کر دیں کہ ہماری بے پردگی ہوگی۔ اس لئے اس کی تعمیر بند ہونی چاہئے۔ ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے تحصیلدار بٹالہ کو تحقیقات کے کام پر مامور کیا۔ تحصیلدار صاحب نے حضرت اقدسؑ سے آکر ملاقات کی شکایت کرنے والے بھی بلائے گئے مگر حضرت اقدسؑ کے احسانوں کی وجہ سے ایک شخص بھی برملا طور پر یہ نہ کہہ سکا کہ فلاں موقعہ پر حضرت صاحبؑ سے مجھے کوئی تکلیف پہنچی ہے۔ مگر اس کے باوجود تحصیلدار نے اسلام دشمنی کی وجہ سے مخالفانہ رنگ میں رپورٹ کر دی۔ اس کے جواب میں دوبارہ لکھا گیا کہ اس منارہ پر صرف اذان دی جائے گی اور اسے لوگوں کے لئے سیر گاہ نہیں بنایا جائے گا۔ اس پر ڈپٹی کمشنر نے تعمیر کی اجازت دے دی، لیکن حضرت اقدسؑ کی زندگی میں اس کی تعمیر مکمل نہ ہو سکی۔ البتہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے عہد مبارک میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک (حیات طیبہ ص 211) حضرت مرزا بشیر احمدؓ)

13؍مارچ 1903ء منارۃ المسیح کی بنیادی اینٹ رکھے جانے کی تاریخ

نظر آئے گی دنیا کو تیرے اسلام کی رفعت　　　　مسیحا کا بنے گا جب یہاں منار۔ یا اللہ

بعد نماز جمعہ حضرت حجۃ اللہ المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور ہمارے مکرم دوست حکیم فضل الٰہی خان صاحب لاہوری۔ مرزا خدا بخش صاحب۔ شیخ مولا بخش صاحب۔ قاضی ضیاء الدین صاحب وغیرہ احباب نے عرض کی کہ حضور منارۃ المسیح کی بنیادی اینٹ حضورؑ کے دست مبارک سے رکھی جاوے تو بہت ہی مناسب ہے۔ فرمایا کہ ہمیں تو ابھی تک معلوم بھی نہیں کہ آج اس کی بنیاد رکھی جاوے گی۔ اب آپ اینٹ لے آئیں میں اس پر دعا کروں گا اور پھر جہاں میں کہوں وہاں جا کر رکھ دیں۔ (الحکم جلد 7 نمبر 10 مورخہ 17؍مارچ 1903ء)

چنانچہ فضل الٰہی صاحب اینٹ لے آئے۔ اعلیٰ حضرت نے اس کو ران مبارک پر رکھ لیا اور بڑی دیر تک آپ نے لمبی دعا کی۔ معلوم نہیں کہ آپ نے کیسی کیسی اور کس کس جوش سے دعائیں اسلام کی عظمت وجلال کے اظہار اور اس کی روشنی کے کل اقطاع و اقطار عالم میں پھیل جانے کی کی ہوں گی۔ وہ وقت قبولیت دعا کا معلوم ہوتا تھا۔ جمعہ کا مبارک دن اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام منارۃ المسیح کی بنیادی اینٹ رکھنے سے پہلے اس کے لئے دلی جوش کے ساتھ دعائیں مانگ رہے ہیں۔ دعا کے بعد آپؑ نے اس اینٹ پر دم کیا اور حکیم فضل الٰہی صاحب کو دی کہ آپ اس کو منارۃ المسیح کے مغربی حصہ میں رکھ دیں............غرض اس عظیم الشان مینار کی بنیاد خدا کے برگزیدہ مامور اور مسیح و مہدی علیہ السلام کے ہاتھ سے 13؍مارچ 1903ء کو رکھ دی گئی۔'' (ایڈیٹر الحکم)

منارۃ المسیح کی بنیاد کے وقت میں حاضر تھا۔ دعاؤں میں شریک اور خدمات متعلقہ کی سعادت سے بہرہ ور تھا۔ فالحمدللہ ثم الحمدللہ۔ منارۃ المسیح جس کی تعمیر و تکمیل کے ساتھ بہت کچھ بشارات اور ترقیات وابستہ تھیں اور جس کی بنیاد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اپنے دست مبارک سے رکھی جو بنیاد کے علاوہ سطح صحن مسجد سے چھ فٹ اوپر تک حضور ہی کے زمانہ میں تیار ہوا۔ اور وہیں رکا پڑا تھا اس کی تعمیر و تکمیل بھی خلافت ثانیہ ہی میں ہوئی۔ منارۃ المسیح کا نقشہ اور تخمینہ سید عبدالرشید صاحب مرحوم برادر صغیر حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی نے بنایا۔ اینٹوں کے لئے زمین میاں امام الدین صاحب عرف ماٹا چنے فروش نے دی۔ اس کا تخمینہ دس ہزار روپیہ خرچ تھا۔ بنیاد نہایت گہری۔ لمبی چوڑی اور کنکریٹ وغیرہ کے ذریعہ مضبوط کرائی گئی تھی۔ چھ فٹ سے اوپر کی تعمیر کا کام مکرمی قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی کی زیر نگرانی ہوا۔ (اصحاب احمد جلد نہم ص 20)

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور کرم ہے کہ جب حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد اقصیٰ کے مینارۃ المسیح کی بنیاد رکھنے لگے اور چوہدری مولا بخش صاحب (والد ڈاکٹر شاہنواز صاحب ساکن چونڈہ ضلع سیالکوٹ) نے مینارۃ المسیح کے عنوان کا کتبہ تیار کروا کر حضور کی خدمت میں پیش کیا اور درخواست کی کہ اس کتبہ کو مینارۃ المسیح کی پیشانی پر سامنے کی طرف لگا کر انہیں ثواب کا موقعہ دیا جائے۔ تو سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام نے صحابہ کی معیت میں مسجد اقصیٰ میں لمبی دعا فرمائی تو اس عبد حقیر کو بھی بفضلہٖ تعالیٰ حضور اقدس کی معیت میں دعا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان ایام میں خاکسار قادیان میں ہی حضور اقدس کے قدموں میں حاضر تھا۔ (حیات قدسی 4 ص 28)

حضورؑ اسے جلد سے جلد مکمل ہوتا دیکھنا چاہتے تھے۔مگر دلی تمنا وخواہش کے باوجود مالی مشکلات کے باعث تعمیر کا کام رک گیا تب حضور نے اپریل 1905ء میں جماعت کے مخلصین سے چندہ خاص کی تحریک فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس وقت پانچ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔اگر پانچ ہزار دوست ایک ایک روپیہ دیں تو یہ رقم جمع ہوسکتی ہے۔مگر مالی تنگی کے باعث منارہ کی تعمیر کا کام آگے نہ بڑھ سکا۔ (الحکم 12 مئی 1903ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے چھ سال بعد آپ کے پسر موعود اور حسن واحسان میں نظیر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 27 نومبر 1914ء کو اپنے دست مبارک سے اینٹ رکھ کر دوبارہ کام شروع کروادیا۔جو ابتدائے 1916ء میں پائے تکمیل کو پہنچا۔تعمیر کی نگرانی کے فرائض قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی نے سرانجام دیئے۔سنگ مرمر اجمیر شریف سے مہیا کیا گیا۔یہ مینار فن تعمیر کا جنوبی ایشیا میں ایک مثالی نمونہ ہے۔اولین بنیاد کے اخراجات چھوڑ کر اس کی تعمیر پر پانچ ہزار نو سو تریسٹھ روپے خرچ آئے۔گھڑیال، گھنٹے، بجلی کے سامان نیز چندہ دہندگان کی کتابت کے اخراجات بھی اس سے علاوہ ہیں۔(الفضل 14 جنوری 1940ء)

''اس وقت جن احمدی احباب نے تعمیر منار کے سلسلے میں سو روپے چندہ دیا تھا ان کے نام سنگ مرمر کی الواح پر کندہ کر کے منارۃ المسیح کی دیوار میں نصب کر دیئے گئے۔یہ ہشت پہلو مینار 105 فٹ بلند ہے۔اس کی تین منزلیں ہیں اور بانوے سیڑھیاں ہیں۔1931ء میں ایک ٹاور کلاک جس کے چاروں سمتوں میں چار ڈائل ہیں جو ہر گھنٹہ گذرنے کی اطلاع بھی دیتا ہے نصب کیا گیا۔روشنی کے لئے ابتداء میں بجلی نہ ہونے کے باعث گیس کے ہنڈے آویزاں کئے گئے۔1935ء کے آخر میں اس کے چاروں طرف بجلی کے طاقتور قمقمے لگا دئے گئے۔(نوٹ: یہ عبارت مسجد اقصیٰ کے بورڈ سے لی گئی ہے۔)۔81-1980ء کے دوران اس پر سفید سنگ مرمر کے سلیب لگائے گئے جن پر کل لاگت (51-8,02,135 روپے) مبلغ آٹھ لاکھ دو ہزار یکصد پینتیس روپے اکیاون پیسے آئی۔

''مبارک اور بہت مبارک ہیں وہ لوگ جو حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کریں۔اور آپ کی جماعت میں شامل ہو کر اکناف عالم میں خدمت اسلام بجالانے کا اہم فریضہ ادا کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سرخروئی حاصل کریں۔اور میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جو آپ کو قبول نہ کریں گے اور انکار پر مُصر رہیں گے وہ اپنے خیالی مسیح موعودؑ کو آسمان سے کسی مینار پر نازل ہوتے ہوئے ہرگز نہیں دیکھیں گے۔اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو دنیا میں پھیلائے گا۔اور اسے فوق العادت برکات دے گا اور اسے دنیا کے باقی تمام مذاہب پر غلبہ عطا فرمائے گا۔''

حضرت مصلح موعودؓ نے 1938ء میں مسجد اقصیٰ قادیان میں پہلی دفعہ سپیکر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

"اب وہ دن دور نہیں کہ ایک شخص اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا ساری دنیا میں درس وتدریس پر قادر ہوگا۔ابھی ہمارے حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے۔ابھی ہمارے پاس کافی سرمایہ نہیں اور ابھی علمی دقتیں بھی ہمارے راستے میں حائل ہیں۔لیکن اگر یہ تمام دقتیں دور ہوجائیں اور جس رنگ میں اللہ تعالیٰ ہمیں ترقی دے رہا ہے اور جس سرعت سے ترقی دے رہا ہے اس کو دیکھتے ہوئے سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قریب زمانے میں ہی یہ تمام دقتیں دور ہوجائیں گی تو بالکل ممکن ہے کہ قادیان میں قرآن اور احادیث کا درس دیا جارہا ہو اور جاوا کے لوگ اور امریکہ کے لوگ اور انگلستان کے لوگ اور فرانس کے لوگ اور جرمن کے لوگ اور آسٹریلیا کے لوگ اور ہنگری کے لوگ اور عرب کے لوگ اور مصر کے لوگ اور ایران کے لوگ اور اسی طرح تمام ممالک کے لوگ اپنی اپنی جگہ وائرلیس سیٹ لئے ہوئے وہ درس سن رہے ہوں۔یہ نظارہ کیا ہی شاندار نظارہ ہوگا اور کتنے ہی عالیشان انقلاب کی یہ تمہید ہوگی کہ جس کا تصور کر کے بھی ہمارے دل مسرت و انبساط سے لبریز ہوجاتے ہیں۔'' (روزنامہ الفضل قادیان 13 جنوری 1938ء)

خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی یہ پیشگوئی ایم۔ٹی۔اے کی شکل میں پوری ہوچکی ہے۔

دیوار

جب مخالفین احمدیت مسلسل اپنے ہر منصوبے میں ناکام ہو رہے تھے۔ تو آخر کار انہوں نے آپؑ کے چچازاد بھائیوں کا انتخاب کیا۔ اور اس دیوار کا پلین بنایا۔ تا کہ حضور کو اس قدر تنگ کیا جائے کہ آپ قادیان چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔ مخالفین کا خیال تھا کہ حضور اقدسؑ کے پاس جب کوئی جگہ نہیں ہوگی تو وہ اپنے مشن کو آگے نہیں بڑھا سکیں گے۔ مگر خدا تعالیٰ سب تدبیروں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ

5/جنوری 1900ء روز جمعرات بمطابق 3 رمضان المبارک 1317ھ کو مسیح موعود علیہ السلام کے چچازاد بھائی مرزا امام دین نے ایک کچی اینٹوں کی دیوار بنانی شروع کر دی۔ دیکھو نقشہ نمبر 8۔ جو حضرت اقدسؑ کے صحن سے شروع ہو کر مسجد مبارک کے جنوب تک جاتی تھی۔ یہ دیوار آٹھ فٹ اونچی اور دس فٹ لمبی اور ڈیڑھ فٹ موٹی تھی۔ جو 7 جنوری 1900ء کو مکمل ہوئی۔ اس دیوار کے بننے سے حضور کے ملاقاتیوں اور مہمانوں کو بہت دقت اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کیوں کہ اگر وہ حضور سے ملاقات کرنا چاہتے تھے یا مسجد مبارک میں جانا چاہتے تھے تو اُن کو ایک لمبا چکر کاٹ کر جانا پڑتا تھا۔ حضرت شیخ عبدالقادر صاحب (سوداگرمل) اپنی کتاب حیات طیبہ صفحہ 203 پر تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ اپنے چچازاد بھائیوں مرزا امام الدین اور مرزا نظام الدین کے ساتھ قادیان کی جائیداد میں برابر کے شریک تھے۔ اس لئے آپ کو حق پہنچتا تھا کہ شاملات دیہہ سے بھی برابر کا فائدہ اٹھاتے۔ مگر آپ کے نرم رویہ کی وجہ سے ان ظالموں نے آپ کو اور آپ کی جماعت کو سخت تنگ کر رکھا تھا۔ نہ ڈھاب سے مٹی لینے دیتے تھے نہ کوئیں سے پانی حاصل کرنے دیتے۔ ایک دفعہ جوان کی غیر حاضری میں بعض دوستوں نے ڈھاب سے مٹی لی تو واپس آ کر یہ بہت بگڑے۔ گالیاں دیں اور ایک بھنگی کو بلا کر مسجد مبارک کے سامنے دیوار کھنچوا دی۔ حضرت اقدسؑ کو بہت تکلیف ہوئی کیوں کہ نمازیوں کے مسجد میں داخل ہونے کا وہی راستہ تھا۔ اور حضورؑ بھی اکثر سیر کو اسی راستہ سے باہر جایا کرتے تھے۔ نو وارد احمدیوں کے یکے بھی وہاں آ کر ٹھہرتے تھے۔ اب نمازیوں کو بہت بڑا چکر کاٹ کر ہندو بازار سے ہو کر آنا پڑتا تھا۔ حضرت اقدسؑ نے پہلے تو چند آدمی مرزا امام الدین کے پاس بھیجے اور انہیں تلقین فرمائی کہ مرزا صاحب موصوف کے ساتھ نرمی سے کلام کریں مگر اس ماحول کا تو باوا آدم ہی نرالا تھا۔ وفد کی معرفت سُن کر مرزا امام الدین آگ بگولا ہو گئے اور کہا کہ وہ (یعنی حضرت اقدسؑ) خود کیوں نہیں آئے۔ (بحوالہ روزنامہ الفضل۔ 10 اگست 2001)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میرے چچازاد بھائیوں میں سے امام الدین نام ایک سخت مخالف تھا اس نے یہ ایک فتنہ برپا کیا کہ ہمارے گھر کے آگے ایک دیوار کھینچ دی اور ایسے موقعہ پر دیوار کھینچی کہ مسجد میں آنے جانے کا راستہ رُک گیا اور جو مہمان میری نشست کی جگہ پر میرے پاس آتے تھے یا مسجد میں آتے تھے وہ بھی آنے سے رُک گئے۔ اور مجھے اور میری جماعت کو سخت تکلیف پہنچی...... اس کو مجھ سے بلکہ اسلام سے ایک ذاتی بغض تھا اور اس کو پتہ لگ گیا تھا کہ مقدمہ چلانے کا ان پر قطعاً دروازہ بند ہے۔ لہٰذا وہ اپنی شوخی میں اور بھی بڑھ گیا۔ آخر ہم نے اس بات کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیا...... اور امام الدین کی یہاں تک بدنیت تھی کہ ہمارے گھر کے آگے جو صحن تھا جس میں آ کر ہماری جماعت کے یکے ٹھہرتے تھے وہاں ہر وقت مزاحمت کرتا اور گالیاں نکالتا تھا اور نہ صرف اسی قدر بلکہ اس نے یہ بھی ارادہ کیا تھا کہ ہمارا مقدمہ خارج ہونے کے بعد ایک لمبی دیوار ہمارے گھر کے دروازوں کے آگے کھینچ دے تا ہم قیدیوں کی طرح محاصرہ میں آ جائیں۔ اور گھر سے باہر نکل نہ سکیں اور نہ باہر جا سکیں۔ یہ دن بڑی تشویش کے دن تھے یہاں تک کہ ہم ضاقت علیھم الارض بما رحبت کا مصداق ہو گئے اور بیٹھے بیٹھے ایک مصیبت پیش آ گئی۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 278)

اس صورت حال میں مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ ایک وفد ڈپٹی کمشنر گورداس پور کے پاس بھیجا جائے۔ اتفاق سے ڈپٹی کمشنر اور کپتان پولیس قادیان کے نزدیک کے گاؤں ہرچوال نہری گلہ پر کچھ کام سے آئے ہوئے تھے۔ سلسلہ کے بزرگوں کا ایک وفد جس میں پچاس کے قریب احباب تھے۔ جن میں بڑے زمیندار، تجار، ملازمت پیشہ اصحاب شامل تھے ان سب کو اطلاعات بھجوائی گئیں تا کہ وہ وقت و تاریخ مقررہ پر قادیان پہنچ سکیں۔ یہ وفد حضرت حکیم فضل الرحمٰن صاحب کی قیادت میں روانہ کیا اور حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ایڈیٹر الحکم کو معاملہ پیش کرنے کا ارشاد

فرمایا۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی بیان کرتے ہیں: ''ڈپٹی کمشنر کے قریب پہنچ کر ابھی میں نے یہ کہا تھا کہ ہم قادیان سے آئیں ہیں اور کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ اسے پہلے سے سب حالات معلوم تھے۔ اور دراصل یہ دیوار ایک سازشی تحریک تھی جس میں حکومت کا ہاتھ پیچھے تھا۔ اسپر وہ سخت جوش میں آکر غصہ سے بڑھا اور کہا تم مجھ پر رعب ڈالنے کے لئے آئے ہو۔ میں خوب جانتا ہوں اور ابھی تمہارا انتظام کرنے والا ہوں اور ڈپٹی سپرنٹینڈ ینٹ کو مخاطب کر کے کہا کہ ان لوگوں کا بندوبست کرنا چاہئے اور بڑے جوش سے کہا چلے جاؤ ورنہ گرفتار کر لئے جاؤ گے'' میں نے کہا آپ جو ہم عرض کرنا چاہتے ہیں سن تو لیں۔ اس پر غضبناک ہو گیا اور ہم واپس آ گئے۔ (بحوالہ ہفت روزہ بدر قادیان 7 مارچ 1952ء)

غرض وفد بے نیل مرام واپس آ گیا۔ جب حضرت اقدسؑ نے سارا واقعہ سُنا تو سخت تکلیف محسوس کی۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور بعض دوسرے معاندین آپؑ کے خلاف حکومت کو سخت بدظن کر چکے تھے۔ حکومت کی اس روش کو دیکھ کر مرزا امام الدین اور نظام الدین نے بھی اپنی مخالفانہ کاروائیاں تیز کر دی تھیں۔ پولیس تو مخالف تھی ہی ناچار آپ نے احباب کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ ہجرت سنت انبیاء میں سے ہے کیوں نہ ہم بھی یہاں سے ہجرت کر کے کسی ایسی جگہ چلے جائیں جہاں ہم اپنا کام زیادہ سہولت کے ساتھ کر سکیں۔ حضرت حکیم مولانا حافظ نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ نے بھیرہ تشریف لیجانے کا مشورہ دیا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے سیالکوٹ جانے کی دعوت دی۔ محترم شیخ رحمۃ اللہ صاحب نے لاہور تشریف لے جانے کے لئے عرض کی۔ محترم چوہدری حاکم علی صاحب کی روایت ہے کہ میں نے اپنے گاؤں پنیار جانے کے لئے عرض کی۔ حضور نے سب کی باتیں سن کر فرمایا کہ:

اچھا وقت آئیگا تو دیکھا جائے گا۔ جہاں اللہ لے جائے گا وہیں جائیں گے۔ (حیات طیبہ 20)

حضرت بھائی جی عبدالرحمٰن صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا حضرت اقدسؑ دستار مبارک کا شملہ دہن مبارک کے سامنے کئے یہ باتیں سنتے رہے۔ میں نے دیکھا کہ حضور کے رُخ مبارک پر گہرے رنج کے آثار نمایاں ہو رہے تھے۔ افسوس کہ اس وقت کی تکلیف کو لفظوں میں بیان کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ ورنہ اس اداسی، غم اور حزن کا جو نقشہ اور سماں میرے دماغ میں ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ یہ سب کچھ حضور کو اپنی ذات کی وجہ سے یا کسی جائیداد یا مال کے نقصان کی وجہ سے نہ تھا بلکہ مخلص، معزز اور پیارے مہمانوں کے ساتھ بدسلوکی کی وجہ سے تھا۔ (بھائی عبدالرحمٰن قادیانی 525)

حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ اسی دیوار اور حضورؑ کے الہام کے بارہ میں اپنی چٹھی نمبر 6 میں جو 17 جنوری 1900ء کے الحکم میں شائع ہوئی اس واقعہ کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''برادران کل عجیب اور غیر معمولی روز قادیان میں تھا۔ ہمارے ہمسائے یوں تو جو عنایتیں اور کرم ہمارے حال پر سدا مبذول فرماتے ہیں وہ کچھ کم یادگار اور شکر یہ کے قابل نہیں مگر کل ان کی انتقامی قوت اور طبعی جوش نے ایک نئی اور غیر مترقب راہ نکالی۔ ہماری مسجد کو آنے والی اور شارع عام گلی کو کچی اینٹوں سے پاٹ دیا اور اس راہ میں کانٹے بچھانے والے پہلوں کے نقش کی پوری پیروی کی۔ اب ہمارے مہمان چکر لگا کر اور بڑا پھیر گھیر کر مسجد مبارک میں آتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ کو کل معمولی دردسر تھا۔ اور ہم نے بھی عادتاً یقین کر لیا تھا کہ تحریک تو ہو ہی گئی ہے۔ اب خدا کا کلام نازل ہوگا۔ ظہر کے وقت آپؑ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا: ''سر درد بہت ہے دونوں نمازیں جمع کر کے پڑھ لی جائیں۔'' نماز پڑھ کر اندر تشریف لے گئے اور سلسلہ الہام شروع ہوا۔ اور مغرب تک جاری رہا۔ مغرب کو تشریف لائے اور الہام اور کلام الٰہی پر بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے کہ کس طرح خدا کا کلام نازل ہوتا ہے۔ اور ملہم کو اس پر کیسا یقین ہوتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے الفاظ ہیں اگرچہ دوسرے لوگ اس کی کیفیت نہ سمجھ سکیں۔''

جب حضورؑ نے دیکھا کہ نہ مرزا امام الدین مانتا ہے نہ ڈپٹی کمشنر کچھ سنتا ہے۔ اب سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ دیوانی عدالت میں دعویٰ کر دیا جائے۔ چنانچہ دوستوں کے مشورہ سے آپ نے مرزا امام الدین کے خلاف شیخ خدا بخش صاحب ڈسٹرکٹ جج گورداسپور کی عدالت میں دیوانی مقدمہ دائر کر دیا۔ اس مقدمہ کے دوران میں ایک مرتبہ آپ کو گورداسپور بھی تشریف لے جانا پڑا۔ وہاں آپ کو کثرتِ کار کی وجہ سے کسی قدر بخار ہو گیا اور پیچش بھی ہو گئی۔ رات کو آپؑ نے احباب کو سو جانے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ حضور کے اس ارشاد کی تعمیل میں احباب سو گئے۔ حضرت اقدسؑ کو

چونکہ تکلیف تھی اس لئے حضورؑ کے ایک جاں نثار صحابی حضرت منشی عبدالعزیز صاحب اوجلویؓ اور دو تین اور دوست رات بھر جاگتے رہے۔ اور جونہی حضورؑ رفع حاجت کے لئے اٹھتے حضرت منشی صاحب فوراً لوٹا لیکر حاضر ہو جاتے۔ متواتر دو راتیں حضرت منشی صاحبؓ نے جاگ کر گذاریں۔ حضرت اقدسؑ ان کے اس اخلاص کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ درحقیقت آدابِ مرشد اور خدمت گذاری ایسی ہوتی ہے جو مرید و مرشد میں ایک گہرا رابطہ قائم کر کے وصول الی اللہ اور حصول مرام کا نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ 12 جولائی 1901ء کو عدالت میں آپ کی پیشی تھی۔ آپؑ کی شہرت کی وجہ سے گورداسپور کے تین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بھی اپنی عدالتیں چھوڑ کر آپؑ کا بیان سننے کے لئے متعلقہ عدالت میں آ گئے۔ حضرت اقدسؑ نے نہایت صفائی کے ساتھ اپنا بیان دیا اور پھر ہشاش بشاش باہر تشریف لے آئے۔

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ قادیان سے حضرت اقدسؑ کی روانگی کے بارہ میں لکھتے ہیں:

''15 جولائی کی صبح کو حضرت اقدسؑ نے دارالامان سے روانہ ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضورؑ کے لئے فینس کی سواری تیار کی گئی۔ اور احباب کے لئے یکے لئے گئے۔ دارالامان سے حضرت اقدسؑ مع زمرہ خدام تقریباً سات بجے صبح روانہ ہوئے اور کوئی پاؤ میل تک پیدل تشریف لے گئے۔ حضورؑ کی روانگی کا یہ نظارہ بھی قابل دید تھا۔ ایک گروہ کثیر خدام کا آپؑ کو حلقہ میں لئے ہوئے جا رہا تھا۔ جس سے اس محبت اور عشق اور ارادت کا پتہ ملتا تھا۔ جو آپؑ کے مریدوں کو آپؑ سے ہے۔ چونکہ حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کو کچھ دیر لگی اس لئے حضور آپ کے انتظار کے لئے ٹھہر گئے۔ آخر مولوی صاحب کے پہنچنے پر احباب یکوں میں اور حضور فینس میں سوار ہو کر رخصت ہوئے۔ گورداسپور کو جاتے ہوئے راستہ میں ایک بڑی نہر آتی ہے اور ایک مقام پر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ اس جگہ حضور اور آپ کے ساتھیوں نے دوپہر کا کھانا کھایا۔ وہاں سے روانہ ہو کر کوئی ڈیڑھ بجے کے قریب احباب گورداسپور پہنچے مگر حضور تین بجے گورداسپور پہنچے۔ اردگرد کے اضلاع امرتسر کپورتھلہ کے احباب آئے ہوئے تھے۔ حضرت اقدسؑ نے مولوی محمد علی صاحب کی تجویز کے موافق ان کے خسر نبی بخش صاحب رئیس گورداسپور کے عالیشان مکان میں قیام فرمایا۔ مقدمہ کے متعلق باتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ شام کو حضرت اقدسؑ سیر کو تشریف لے گئے۔ اور وہ رات اس طرح پر مقدمہ کے متعلق بعض امور دریافت طلب اور بحث طلب میں مع الخیر گذر گئی۔ رات کو خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر پشاور سے تشریف لے آئے۔

(اختصار سے الحکم 17 جولائی 1901ء صفحہ 10-9) الحکم کا یہ شمارہ بجائے 17 جولائی کو شائع ہونے کے 20 جولائی کو شائع ہوا تھا۔

عدالت میں حضرت اقدسؑ کی گواہی

16 ؍جولائی 1901ء کو عدالت میں پیشی تھی رات بھر تکلیف میں گزارنے کے باوجود نماز فجر کے بعد سے دس بجے تک برابر احباب کے درمیان وعظ ونصائح کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضور 10 بجے صبح گھر سے روانہ ہوئے اور عدالت کے سامنے پکا تالاب کے جنوب مشرقی حصہ میں قیام فرمایا۔ حضورؑ کے ساتھ تقریباً 40 آدمی تھے۔ عدالت میں بلوائے جانے کے انتظار میں بیٹھنے کے لئے دری بچھائی گئی جہاں حضورؑ تشریف فرما ہوئے چاروں طرف سے لوگوں کا ہجوم آپ کو دیکھنے کے لئے اُمڈ آیا عدالت میں بلائے جانے پر خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی صاحب وکلاء عدالت میں گئے بوڑ سنگھ اور سنت سنگھ کی مخالف گواہی کے بعد حضرت اقدسؑ شہادت کے لئے کمرہ عدالت میں تشریف لے گئے۔

1) آپ کا بیان طویل تھا عدالت میں جم غفیر تھا جن میں بعض عدالتوں کے مجسٹریٹ اور وکیل موجود تھے۔ کمرہ میں بھی کافی سے زیادہ ہجوم تھا۔ حضورؑ کی گواہی میں سے چند اقتباسات درج ہیں۔ حضور نے فرمایا: ''اس دیوار کے بننے سے مجھے بڑی ذاتی تکلیف ہوئی ہے۔ ذاتی تکلیف سے مراد یہ ہے کہ مالی تکلیف ہوئی ہے کہ کنواں بنانا پڑا اور چھاپے خانہ کا بڑا احرج ہوا۔ مسافر اور میرے ملاقاتی جو بڑے معزز اور شریف آدمی ہوتے ہیں وہ ملاقات کے لئے ترستے رہتے ہیں۔ میں اوپر ہوتا ہوں اور وہ نیچے۔ آٹھ ماہ ہوئے ایک شریف غریب مجھ سے ملنے آیا اس کو چوٹیں لگیں کیوں کہ راستہ چکردار ہے وہ بہت خراب ہے اور بہت پتھریلا ہے برسات میں خصوصاً چلنے کے قابل نہیں ہوتا۔ دیوار متنازعہ کے درمیان کوئی فرش نہیں لگایا گیا بازار میں پکا فرش ہے ہماری گلیوں میں پکا فرش نہیں ہے۔ مجھے خبر نہیں کہ اور گلیوں میں ہے یا نہیں......؟

2)ہمارے مہمانوں کے یکے اس میدان میں کھڑے ہوتے ہیں سال میں تیس ہزار کے قریب مہمان آتے جاتے ہیں ان کے یکے اسی جگہ کھڑے ہوتے ہیں اور گرمی کے دنوں میں اس میدان میں سوتے ہیں۔اگر چاہ جدید سے سقہ چھوٹی مسجد کو آوے گا تب بھی وہ اس دیوار کے راستہ سے آویگا۔اس دیوار کے بننے سے پیشتر مہمان دونوں وقت میرے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور نمازیں پڑھتے تھے اور تعلیمی باتیں سنتے تھے جن کے لئے میں خدا کی طرف سے آیا ہوں اب اگر اوپر آتے ہیں تو بڑی تکلیف سے چکر کھا کر آتے ہیں اور صبح اور عشاء کی نماز میں ضعیف اور کمزور آدمی میرے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے۔ان مہمانوں کی غرض جو میرے پاس آتے ہیں دین سیکھنے کی ہوتی ہے۔لیکن جب اس دیوار کی وجہ سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے۔تو مجھے ان تمام تکالیف کا صدمہ ہوتا ہے جو کام میں کرنا چاہتا ہوں اس میں دقت پیدا ہوتی ہے۔میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جن میں میں ان تکالیف کو بیان کر سکوں۔مہمان کہیں ہوتے ہیں اور میں کہیں۔وہ اس بات سے محروم رہتے ہیں جس کے لئے آتے ہیں اور میں اپنا کام نہیں کر سکتا جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔برسات میں تو راستہ گزرنے کے قابل نہیں ہوتا۔مطبع کے پروف اور کاپیاں میں خود ہی دیکھتا ہوں۔کارپردازوں کو دن میں چار پانچ مرتبہ میرے پاس آنا پڑتا ہے اس دیوار کی وجہ سے پابندی نہیں ہو سکتی۔جس سے حرج ہوتا ہے کام میں توقف ہوتا ہے......

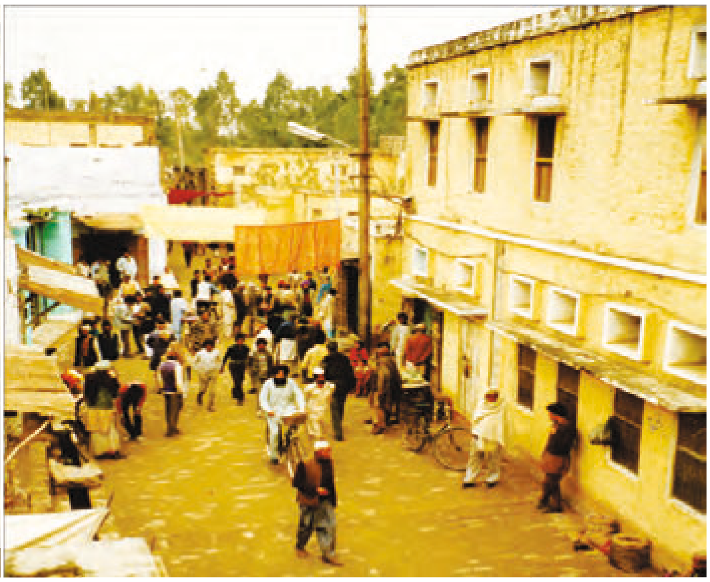
3)قبل از تعمیر دیوار میرے باہر جانے کا راستہ اسی طرف سے تھا جہاں دیوار ہے۔زنانخانہ سے میں عموماً نہیں گزرتا ہوں کیونکہ وہاں مہمان عورتیں موجود ہوتی ہیں۔اس لحاظ سے کہ ممکن ہے کہ عورتیں کس حال میں ہوں۔ہمیشہ اوپر سے ہی آتا ہوں۔مدعا علیہم کو میرے ساتھ قریباً انیس بیس سال سے عداوت ہے۔عداوت کی ایک وجہ یہ ہے کہ میرزا امام الدین کی ہمشیرہ مرزا اعظم بیگ کے بڑے لڑکے مرزا اکبر سے بیاہی گئی تھی اور مرزا اعظم بیگ قادیان کی اراضی کا خریدار ہوا تھا۔اس نے ان لوگوں کے حصے خریدے جو بے دخل تھے۔

4)ایک وجہ عداوت کی یہ بھی جو بڑی وجہ ہے کہ مرزا امام الدین خدا اور رسول کے خلاف کتابیں لکھتا ہے چنانچہ ''دیدحق''۔ ''قصہ ہر دو کافر'' جس میں مجھ کو اور محمد حسین بٹالوی دونوں کو کافر قرار دیا ہے اور گل شگفتہ وغیرہ کتابیں اس نے لکھیں ہیں۔میں نے جو کتاب براہین احمدیہ لکھی ہے اس میں چھوٹی مسجد کا ذکر ہے یہ 1880ء میں لکھی تھی۔شحنۂ حق بھی میری کتاب ہے آریوں کے خلاف ہے ست بچن اور آریہ دھرم میری تصنیف ہے۔''

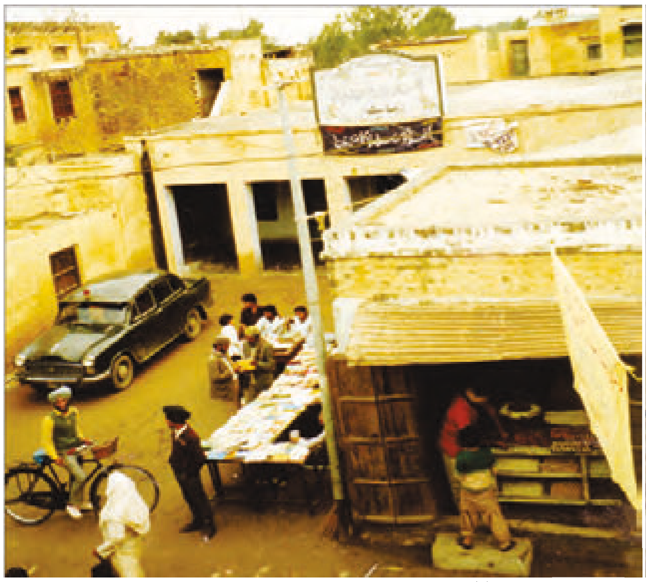
حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ بیان کرتے ہیں:

''حضرت اقدسؑ کے بیان میں وہ زور اور جوش تھا کہ ہم الفاظ میں اس کو ادا نہیں کر سکتے۔الفاظ کے ادا سے ایک خاص قسم کا رعب اور ہیبت ٹپکتی تھی۔چنانچہ جس وقت آپ نے فرمایا کہ اسی عدالت میں جہاں ان باتوں پر ہنسی کی جاتی ہے تو خصوصیت کے ساتھ ناظرین میں سے ہمارے اکسٹرا اسسٹنٹوں پر بہت بڑا اثر پڑا وہ بڑی حیرت کے ساتھ آپ کے چہرہ کی طرف دیکھتے تھے۔'' (الحکم 10 اگست 1901ء ص 15)

حضرت اقدسؑ عدالت میں وضاحت اور بے گناہی ثابت کرنے کا موقعہ ملنے پر بہت خوش تھے اور آپ کا بیان طویل تھا عدالت میں جم غفیر تھا جن میں بعض عدالتوں کے مجسٹریٹ اور وکیل بھی موجود تھے۔وہاں بہت سے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرز۔سرکاری افسران۔رائے گنگا رام۔مرزا ظفر اللہ خان۔محمد عبد الشکور وغیرہ تمام حضور کے بلاخوف وخطر عدالت کے سامنے جرأت مندانہ بیان دینے سے متاثر تھے حالانکہ آپ کو گواہی کے لئے بلوایا گیا تھا لیکن ہر ایک محسوس کر رہا تھا جیسے آپ ایک سپریم جج کی حیثیت سے بیان دے رہے ہوں۔احاطہ عدالت میں نماز ظہر وعصر جمع کر کے پڑھیں اور فرودگاہ کو تشریف لے گئے۔(مجدد اعظم جلد اول ص 655 از ڈاکٹر بشارت احمد) حضرت اقدسؑ کے بیان کے دوران مرزا امام الدین موقع بے موقع اپنی نوک ٹوک سے باز نہ آتا تھا عدالت کی طرف سے متواتر اس کو تنبیہہ کی گئی کہ وہ خاموش رہے اور دوران بیان کشن سنگھ آریہ جو مدعا علیہم کا گواہ تھا عدالت میں چلا گیا۔جب عدالت کو توجہ دلائی گئی تو ڈسٹرکٹ جج صاحب نے فرمایا جو مدعا علیہم کا گواہ عدالت کے کمرے کے اندر ہے اس کو حوالات میں کر دیا جائے تو کشن سنگھ صاحب چپکے سے باہر نکل گئے۔اس کے بعد دس اگست 1901 کو پیشی تھی۔اس روز مدعا علیہم کے گواہ پیش ہو کر وکلا کی بحث بھی ختم ہوگئی اور بارہ اگست 1901 کو فیصلہ سنا دیا گیا۔



دارالمسیح گیٹ کے سامنے کا منظر (1991ء)



دفتر مجلس انصاراللہ بھارت (1991ء) اس وقت یہاں
نظارت امور عامہ و نظارت امور خارجہ کے دفاتر ہیں



دارالمسیح گیٹ کے ساتھ دفتر زائرین



دفاتر نظارت امور عامہ و نظارت امور خارجہ کی جدید عمارت



دارالمسیح گیٹ کی جدید تصویر



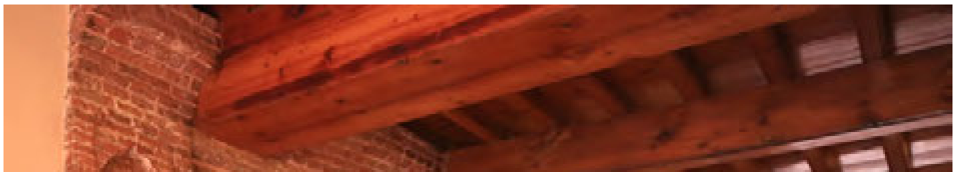
دارالمسیح گیٹ کی پرانی تصویر (1991ء)

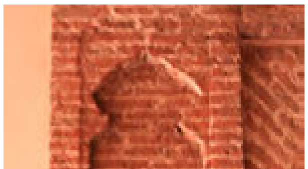


دارالمسیح قادیان کا موجودہ داخلی دروازہ



دارالمسیح قادیان کا داخلی دروازہ





دارالمسیح میں داخل ہونے والی گلی



بیت الریاضت۔اس کمرہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے 8 یا 9 ماہ متواتر روزے رکھے۔



اس سیڑھی کے ذریعہ حضرت امّاں جانؓ نے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو رخصتی کے لئے
حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے گھر لے گئیں۔ یہ سیڑھی مکان اُمّ متین کے صحن میں ہے۔



مکان اُمّ متین صاحبہ کی پرانی تصویر



مکان اُمّ متین صاحبہ کی موجودہ تصویر



دالان حضرت امّاں جانؓ (2005ء)



دالان حضرت امّاں جانؓ کی موجودہ تصویر



مکان اُمِّ طاہر کا وہ کمرہ جہاں حضرت مسیح موعودؑ کچھ عرصہ کے لئے رہائش پذیر رہے۔ اسی مکان حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 1991ء میں اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 2005ء میں اپنے دورۂ قادیان کے موقع پر رہائش پذیر رہے۔



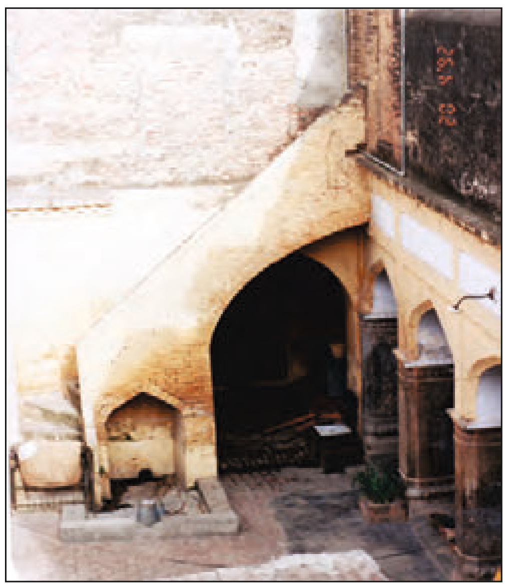
باورچی خانہ حضرت امّاں جانؓ



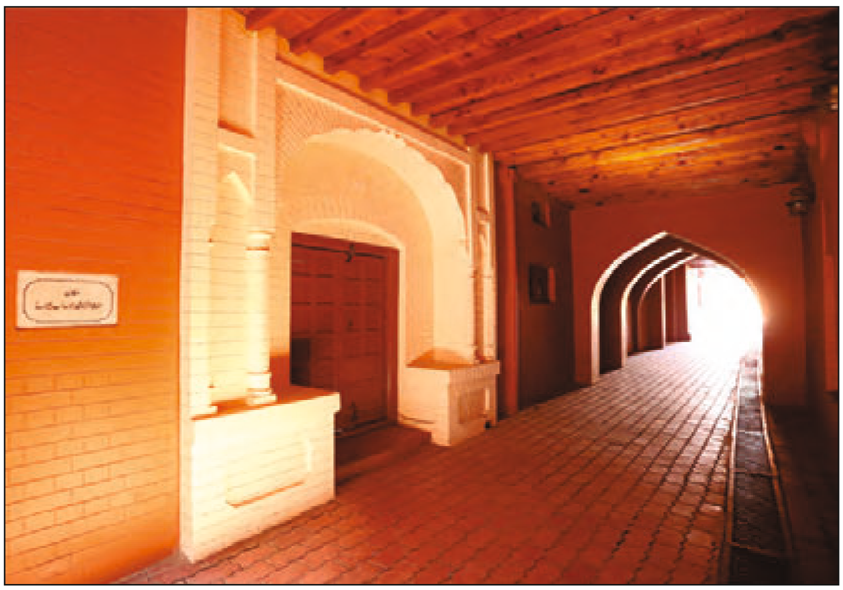
مکان حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، بائیں طرف کی سیڑھی سے حضرت مسیح موعودؑ آخری بار لاہور جانے کے لئے روانہ ہوئے اور وہیں آپؑ کی وفات ہوئی۔



زنانہ حصّہ مکان حضرت مرزا بشیر احمد صاحب



اوپر مذکورہ سیڑھی کی پرانی تصویر



مکان حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا داخلی دروازہ

رینوویشن کے بعد مکان حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے مختلف حصّوں کی تصاویر



مکان مرزا سلطان احمد صاحب پہلی منزل رینوویشن کے بعد



حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ 2005ء میں رینوویشن کا معائنہ کرتے ہوئے





مکان مرزا سلطان احمد صاحب پہلی منزل

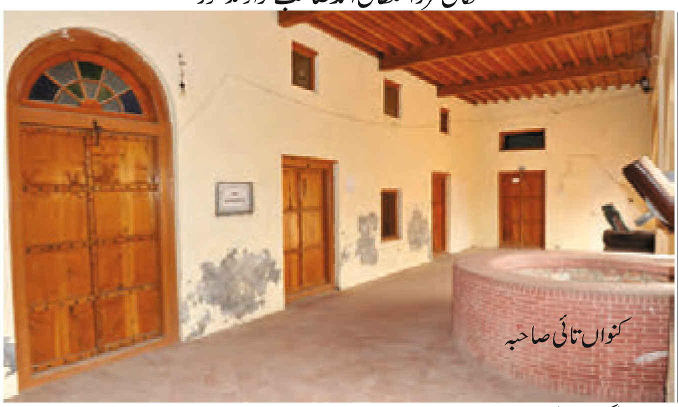


مکان مرزا سلطان احمد صاحب پہلی منزل



مکان مرزا سلطان احمد صاحب گراؤنڈ فلور





مکان مرزا سلطان احمد صاحب گراؤنڈ فلور



حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی رہائشی کمرہ کی موجودہ تصویر



اس کمرہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی رہائش تھی۔ کمرہ کی پرانی تصویر



حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی رہائش گاہ کے ساتھ والے حصّہ کی پرانی تصویر



حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی رہائش گاہ کے ساتھ والے حصّہ کی موجودہ تصویر



رہائش گاہ حضرت مرزا مبارک احمد صاحب



مسجد البیت۔ حضرت مسیح موعودؑ بعض دفعہ یہاں بھی نماز ادا کرتے رہے ہیں



مکان حضرت مرزا عزیز احمد صاحب پہلی منزل



مکان حضرت مرزا عزیز احمد صاحب گراؤنڈ فلور



قدیم دفتر تحریک جدید قادیان



مکان حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی بالائی منزل کا ایک منظر



حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کے مکان میں واقع جگہ
جہاں حضور ؓ عبادت کیا کرتے تھے



مکان اُمّ طاہر کی قدیم عمارت



مکان اُمّ طاہر کی جدید عمارت



مکان اُمّ طاہر کی جدید عمارت کی موجودہ تصویر

جج کا فیصلہ

مختصر فیصلہ سنائے جانے کے بعد جج نے دونوں پارٹیوں کے بیان اور دلائل کے تمام پہلوؤں کو سمیٹتے ہوئے ان کو اپنے فیصلہ کی بنیاد بتائی۔ تفصیلی فیصلہ کے بعض اقتباسات کا ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے: ''قادیان کے مغل اس کیس میں مدعی اور مدعا علیہ ہیں مدعی بڑے بھائی کا بیٹا ہونے کی وجہ سے مدعا علیہ کا کزن ہے مدعا علیہ مرزا امام الدین کی ہمشیرہ مرزا غلام قادر مرحوم کی اہلیہ ہے جو مدعی کے بڑے بھائی تھے، مدعی کا بیٹا مرزا سلطان احمد مدعا علیہ مرزا امام الدین کا داماد ہے جس طرح سے فریقین ایک دوسرے کے قریبی رشتہ دار ہیں اسی طرح ان کے گھر بھی ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہیں۔ لیکن فریقین کے درمیان تلخی، تعصب اور دشمنی ہے۔ یہ بات طے شدہ ہے یہ کیس بھی ان کی دشمنی کا نتیجہ ہے۔ مذہبی معاملات پر تلخی اور اعتقادات کی مخالفت کے علاوہ دنیاوی معاملات میں بھی ان کی ایک دوسرے سے مخالفت ایک ثابت شدہ امر ہے۔ پہلا نکتہ جو متنازعہ ہے وہ یہ ہے کہ کیا مدعی کو سول عدالت میں مقدمہ دائر کرنے سے روکا گیا؟

میری رائے میں مدعی کو قانون نے سول عدالت میں مقدمہ کرنے سے نہیں روکا۔ مدعی نے اقرار دیا ہے کہ جو راستہ متنازعہ ہے وہ ایک پبلک راستہ ہے اس وجہ سے اس کو اس وقت تک کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی حتیٰ کہ اس کو خاص طور پر نقصان اٹھانا پڑا جس کا اس کیس میں ذکر ہے۔ اس امر کا جائزہ لینا ہوگا کہ مدعی کو مدعا علیہ کی طرف سے دیوار بنانے سے خاص طور پر نقصان پہنچا ہے۔ مدعی نے پنجاب ریکارڈ جولائی 1901ء نمبر 64 چیف کورٹ...... پر انحصار کیا ہے جب کہ مدعا علیہ نمبر 1 اور نمبر 2 نے پنجاب ریکارڈ نمبر 10۔1878ء پر انحصار کیا ہے۔

''اس عدالت نے جو تحقیق کی ہے اس کے مطابق مدعی کو مندرجہ ذیل نقصانات پہنچے ہیں مدعی کے وہ ملازمین جو کہ پرنٹنگ پریس، سکول اور بورڈنگ ہاؤس میں کام کرتے ہیں ان ملازمین کو مدعی کے پاس آنے میں زیادہ وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ جس کی وجہ وہ دیوار ہے جو کہ ان مقامات اور رہائشی علاقہ اور آفس کو جدا کرتی ہے اب ان کو پروف دکھانے یا دیگر کاموں کے لئے آنے جانے کے لئے گھوم کر ایک طویل راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ مدعی نے ایک ہزار روپیہ کا دعویٰ کیا ہے تا کہ اپنے ہونے والے نقصانات کا ازالہ کر سکے۔ 500 روپۓ بورڈنگ ہاؤس میں ایک نیا کنواں کھودنے پر صرف ہوئے ...... یہ معلوم ہو رہا ہے کہ کسی نقصان کو معین طور پر طے کرنے کے لئے جیسے کہ مثلاً کنویں کی تعمیر ہے۔ اس طرح سے کوئی معین اندازہ اس قسم کے کیسوں میں لگانا ممکن نہیں۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ مدعی کو اس دیوار کی تعمیر سے بہر حال نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ میرا خیال ہے کہ مدعی کو نقصانات کی کوئی زیادہ فکر نہیں ہے ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ راستہ کھولنے کے بارے میں فیصلہ اور حکم حاصل کیا جائے...... میری رائے میں مبلغ یک صد روپۓ بطور معاوضہ نقصانات ادا کرنا مناسب ہوگا۔ وہ زمین جس پر دیوار بنائی گئی ہے اس خالی زمین کا حصہ ہے جس کے بارے میں غلام جیلانی نے امام دین مدعا علیہ پر 1867ء میں مقدمہ کیا تھا۔ خالی جگہ جو کہ اب بھی موجود ہے وہ بھی اس زمین کا حصہ ہے۔ اس کیس میں مرزا غلام مرتضیٰ مدعی کے والد بھی بطور مدعا علیہ کے ایک فریق تھے۔ رحمت اللہ ان کے مختار کے طور پر عدالت میں حاضر ہوئے تھے۔ امام الدین نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ کہ غلام مرتضیٰ اس کیس میں فریق نہیں۔ شہادت بھی ان کی (غلام مرتضیٰ) کی طرف سے دی گئی تھی۔ جس میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ امام الدین اور غلام مرتضیٰ دونوں اس جگہ کے قابض ہیں۔ آخر کار میجر برچ BIRCH نے غلام جیلانی کا کیس مسترد کر دیا اور مدعا علیہان کے حق میں فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ 20 جنوری 1868ء کو ہوا''

میرا خیال ہے کہ دیوار جس زمین پر بنائی گئی ہے اس کے بارے میں عدالت کو مطمئن نہیں کیا جا سکا۔ کہ یہ صرف مدعا علیہ کی ملکیت ہے بلکہ دوسری طرف یہ زمین بمعہ اس کے ساتھ والی خالی جگہ کے مدعا علیہ اور مدعی کے والد کے قبضہ میں تھی۔ اور یہ بات غلام جیلانی کیس سے واضح ہے قریباً 15 سال قبل مدعی نے اس زمین کے ایک ٹکڑے پر گول کمرہ تعمیر کیا اور تین یا چار سال قبل اس کا احاطہ بھی تعمیر کیا۔ اسی طرح مدعا علیہ امام الدین نے اپنے گھر کے سامنے ایک پلیٹ فارم اور خراص KHARAS کی تعمیر کی۔ وہ جگہ جہاں دیوار بنائی گئی ہے۔ یقینی طور پر دونوں فریقین کے استعمال میں رہی ہے۔ جو لوگ فریقین سے ملنے آتے ہیں وہ سب اسی مشترکہ راستے سے گزرتے تھے۔ مدعی کے گواہوں میں سے اکثر ان کے پیروکار اور مداح ہیں لیکن اس کے باوجود ایسے بھی گواہ ہیں جو قابل اعتبار ہیں لیکن مدعا علیہ کی طرف سے پیش کئے گئے گواہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ بہر حال اس امر میں کوئی شک نہیں کہ فریقین اور ان کو ملنے کے لئے آنے والے سبھی اس راستے سے گزر کر آتے تھے۔ جس کو اب دیوار بنا کر بند کر دیا گیا ہے۔ جس میں کوئی راستہ بھی نہیں رکھا گیا۔ اس لئے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ زمین جس پر دیوار بنائی گئی ہے وہ ایسا راستہ تھا جو مدعی کے زیر استعمال تھا۔ اور عرصہ

15 برس سے یہ راستہ عام لوگوں کے استعمال میں بھی تھا۔ میں یہ بھی قرار دیتا ہوں کہ زیر بحث زمین صرف مدعاعلیھان کی ملکیت نہیں بلکہ دونوں فریقین کی ملکیت ہے۔ مدعی اس متنازعہ زمین کے راستے کو استعمال کرنے کا حق رکھتا ہے اس وجہ سے وہ حقدار ہے کہ اس کے حق میں مستقل حکم جاری کر دیا جائے۔ جیسا کہ اس نے مطالبہ کیا ہے۔ لہٰذا حکم جاری کیا جاتا ہے کہ مدعاعلیھان نمبر 1 نمبر 2 راستے کو کسی بھی جگہ سے بند نہ کریں اور دیوار کو گرا دیں تا کہ راستہ کھل جائے۔ اگر مدعاعلیھان دیوار کو از خود نہیں گرائینگے تو بھی یہ دیوار گرا دی جائے گی۔ مدعاعلیھان ایک سو روپیہ مدعی کو بطور ہرجانہ ادا کریں گے۔'' حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد نے اس مقدمہ کی اصل فائل گورداسپور کے ریکارڈ آفس میں دیکھی تھی اس کا کیس نمبر 800 تاریخ اجراء مقدمہ 29/اگست 1900ء قادیان بنڈل نمبر 172 ہے۔

فتح کی یہ خبر 12 اگست کو عصر کے وقت قادیان پہنچی تھی جس پر حضرت اقدسؑ اور آپ کے احباب مصیبت سے نجات پانے پر خدا تعالیٰ کے حضور شکر ادا کر رہے تھے۔ اور حضور اقدسؑ نے فرمایا کہ گویا ایک سال آٹھ ماہ کا رمضان تھا جس کی آج عید ہے اور چند دن بعد وہ دیوار جو حضور کے چچا زاد بھائیوں کی شرارت کا منہ بولتا ثبوت تھی اور خدا کے فرستادہ کی مخالفت کا واضح نشان تھا۔ 22 اگست 1901ء کو انہی کے ہاتھوں سے گرائی گئی جنہوں نے اسے تعمیر کیا تھا۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب اس منظر سے بہت لطف اندوز ہو رہے تھے کیونکہ مقدمہ کے سلسلہ میں آپ نے اس جگہ کا نقشہ تیار کیا تھا۔ حضرت اقدسؑ کے پہلے دو جانشین دیوار گرائے جانے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور حضور کے باقی احباب بھی بہت راحت اور خوشی محسوس کر رہے تھے۔

مرزا امام الدین اور اس کے ساتھی شرمندگی سے اپنے منہ چھپائے ہوئے تھے اور ان کے بد ارادوں، خطرناک مخالفت اور ان کی ناپاک خواہشات کو مکمل طور پر ملیامیٹ کر دیا گیا۔ مرزا امام الدین بدقسمتی کا نشان بن کر رہ گیا اس کو صدمات پر صدمات کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر کار وہ قادیان میں گوشہ نشین ہو کر رہ گیا جب کبھی وہ راستے میں حضرت اقدسؑ سے ملتا تو نہایت عاجزی کے ساتھ سلام کرتا۔ آخر کار اس کی مالی حالت بہت خراب ہو گئی۔ وہ مدد کے لئے حضرت اقدسؑ سے ملتا تو نہایت عاجزی کے ساتھ سلام کرتا۔ وہ مدد کے لئے حضرت اقدسؑ اور آپ کے بیٹوں کے دروازے کھٹکھٹانے پر مجبور ہو گیا۔ 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا: ''اور ہر یک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔''

عدالتی فیصلہ میں مرزا امام الدین پر مقدمہ کا خرچ ڈالا گیا تھا۔ حضور کے وکیل نے حضور کی اجازت کے بغیر خرچ کی ڈگری لے کر اس کا اجراء کروا دیا۔ مرزا امام الدین صاحب اور ان کے بھائی زندہ تھے ان کی مالی حالت بہت خراب تھی۔ وہ یہ رقم ادا کرنے سے قاصر تھے۔ قرقی کے سوا کوئی اور صورت نہیں تھی۔ انہوں نے حضرت اقدسؑ سے رابطہ کیا اور معافی کے خواستگار ہوئے حضور نے انہیں فی الفور معاف کر دیا بلکہ الٹا معذرت کے رنگ میں فرمایا میری لاعلمی میں یہ تکلیف پہنچی ہے۔ اور ڈگری کے اجراء پر اپنے وکلاء پر خفگی کا اظہار فرمایا اور ایک تحریر مورخہ 21/اکتوبر 1904ء کو عدالت کو بھجوائی کہ خرچہ معاف کرتا ہوں اس لئے کاغذات داخل دفتر کئے جاویں۔ 20 اگست شام کے چار بجے اسی بھنگی کو وہ دیوار گرانی پڑی جس کے ذریعہ سے مرزا امام الدین نے وہ تیار کروائی تھی۔ (حیات طیبہ 205)

اس مقدمہ میں ایک اعجازی نشان کا ظہور:

اس مقدمہ میں جو اعجازی نشان ظاہر ہوا اس کا ذکر حضرت اقدسؑ نے اپنی عدیم النظیر تصنیف حقیقۃ الوحی میں کیا ہے حضور فرماتے ہیں:

''یہ دن بڑی تشویش کے دن تھے یہاں تک کہ ہم

ضَاقَتْ عَلَیْهِمَا الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ

کے مصداق ہو گئے اور بیٹھے بیٹھے ایک مصیبت پیش آ گئی۔ اس لئے جناب الٰہی میں دعا کی گئی اور اس سے مدد مانگی گئی تب بعد دعا مندرجہ ذیل الہام ہوا:

اَلرُّحٰی تَدُوْرُ وَیَنْزِلُ الْقَضَآءُ۔ اِنَّ فَضْلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ وَّلَیْسَ لِاَحَدٍ اَنْ یَّرُدَّ مَا اَتٰی۔ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّہٗ لَحَقٌّ۔ لَا یَتَبَدَّلُ وَلَا یَخْفٰی۔ وَیَنْزِلُ مَا تَعْجَبُ مِنْہُ وَحْیٌ مِّنْ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی۔ اِنَّ رَبِّیْ لَا یَضِلُّ وَلَا یَنْسٰی۔ ظَفَرٌ مُّبِیْنٌ وَاِنَّمَا یُؤَخِّرُھُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ الخ

ترجمہ: چکی پھرے گی اور قضاوقدر نازل ہوگی۔ یعنی مقدمہ کی صورت بدل جائے گی۔ جیسا کہ چکی جب گردش کرتی ہے تو وہ حصہ چکی کا جو سامنے ہوتا ہے بباعث گردش کے پردہ میں آجاتا ہے اور وہ حصہ جو پردہ میں ہوتا ہے وہ سامنے آجاتا ہے۔ مطلب یہ کہ مقدمہ کی موجودہ حالت میں جو صورت مقدمہ حاکم کی نظر کے سامنے ہے جو ہمارے لئے مضر اور نقصان رساں ہے۔ یہ صورت قائم نہیں رہے گی اور ایک دوسری صورت پیدا ہو جائے گی جو ہمارے لئے مفید ہے............ اسی طرح جو مخفی اور در پردہ باتیں ہیں وہ منہ کے سامنے آجائیں گی اور ظاہر ہو جائیں گی اور جو ظاہر ہیں وہ نا قابل التفات اور مخفی ہو جائیں گی اور پھر بعد اس کے فرمایا کہ یہ خدا کا فضل ہے جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ یہ ضرور آئیگا اور کسی کی مجال نہیں جو اس کو رد کر سکے ....اور پھر فرمایا کہ کہہ مجھے میرے خدا کی قسم ہے کہ یہی بات سچ ہے۔ اس امر میں نہ کچھ فرق آئے گا اور نہ یہ امر پوشیدہ رہے گا اور ایک بات پیدا ہو جائے گی جو تجھے تعجب میں ڈالے گی یہ اس خدا کی وحی ہے۔ جو بلند آسمانوں کا خدا ہے۔ میرا رب اس صراط مستقیم کو نہیں چھوڑتا۔ جو اپنے برگزیدہ بندوں سے عادت رکھتا ہے اور وہ اپنے ان بندوں کو بھولتا نہیں جو مدد کرنے کے لائق ہیں۔ سو تمہیں اس مقدمہ میں کھلی کھلی فتح ہوگی۔ مگر اس فیصلہ میں اس وقت تک تاخیر ہے جو خدا نے مقرر کر رکھا ہے تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں تو کہہ ہر ایک امر میرے خدا کے اختیار میں ہے پھر اس مخالف کو اس کی گمراہی اور ناز اور تکبر میں چھوڑ دے............ وہ قادر تیرے ساتھ ہے اس کو پوشیدہ باتوں کا علم ہے بلکہ جو نہایت پوشیدہ باتیں ہیں جو انسان کے فہم سے بھی برتر ہیں وہ بھی اس کو معلوم ہیں...... وہی خدا حقیقی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ انسان کو نہیں چاہئے کہ کسی دوسرے پر توکل کرے کہ گویا وہ اس کا معبود ہے ایک خدا ہی ہے جو یہ صفت اپنے اندر رکھتا ہے وہی ہے جس کو ہر ایک چیز کا علم ہے اور جو ہر ایک چیز کو دیکھ رہا ہے اور وہ خدا ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور جب کوئی نیکی کرتے ہیں تو نیکی کے تمام باریک لوازم کو ادا کرتے ہیں سطحی طور پر نیکی نہیں کرتے اور نہ ناقص طور پر بلکہ اس کی عمیق در عمیق شاخوں کو بجالاتے ہیں اور کمال خوبی سے اس کو انجام دیتے ہیں۔ سو انہیں کی خدا مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اس کی پسندیدہ راہوں کے خادم ہوتے ہیں اور ان پر چلتے ہیں اور چلاتے ہیں اور پھر فرمایا کہ ہم نے احمد کو یعنی اس عاجز کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ پس قوم اس سے روگردان ہو گئی اور انہوں نے کہا کہ یہ تو کذاب ہے دنیا کے لالچ میں پڑا ہوا ہے۔ یعنی ایسے ایسے حیلوں سے دنیا کمانا چاہتا ہے اور انہوں نے عدالتوں میں اس پر گواہیاں دیں تا اس کو گرفتار کرادیں۔ اور وہ ایک تند سیلاب کی طرح جو اوپر سے نیچے کی طرف آتا ہے اس پر اپنے حملوں کے ساتھ گر رہے ہیں۔ مگر وہ کہتا ہے کہ میرا پیارا مجھ سے بہت قریب ہے وہ قریب تو ہے مگر مخالفوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔'' (حقیقۃ الوحی ص 281-283)

سارا الہام درج کرنے کے بعد حضور فرماتے ہیں:

''یہ پیشگوئی ہے جو اس وقت کی گئی تھی جب کہ مخالف دعوے سے کہتے تھے کہ بالیقین مقدمہ خارج ہو جائے گا۔ اور میری نسبت کہتے تھے کہ ہم ان کے گھر کے تمام دروازوں کے سامنے دیوار کھینچ کر وہ دکھ دیں گے کہ گویا وہ قید میں پڑ جائیں گے اور جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں۔ خدا نے اس پیشگوئی میں یہ خبر دی کہ میں ایک ایسا امر ظاہر کروں گا۔ جس سے جو مغلوب ہے وہ غالب اور جو غالب ہے وہ مغلوب ہو جائے گا۔۔'' پھر فیصلہ کا دن آیا۔ اس دن ہمارے مخالف بہت خوش تھے کہ آج اخراج مقدمہ کا حکم سنایا جائیگا اور کہتے تھے کہ آج سے ہمارے لئے ہر ایک قسم کی ایذا کا موقع ہاتھ آجائیگا۔ وہی دن تھا جس میں پیشگوئی کے اس بیان کے معنی کھلنے تھے کہ وہ ایک امر مخفی ہے جس سے مقدمہ پلٹا کھائیگا اور آخر میں وہ ظاہر کیا جائیگا۔ سو ایسا اتفاق ہوا کہ اس دن ہمارے وکیل خواجہ کمال الدین کو خیال آیا کہ پرانی مسل کا انڈکس دیکھنا چاہئے یعنی ضمیمہ جس میں ضروری احکام کا خلاصہ ہوتا ہے۔ جب وہ دیکھا گیا تو اس میں وہ بات نکلی جس کے نکلنے کی توقع نہ تھی۔ یعنی حاکم کا تصدیق شدہ یہ حکم نکلا کہ اس زمین پر قابض نہ صرف امام الدین ہے بلکہ مرزا غلام مرتضیٰ یعنی میرے والد صاحب بھی قابض ہیں۔ تب یہ دیکھنے سے میرے وکیل نے سمجھ لیا کہ ہمارا مقدمہ فتح ہو گیا۔ حاکم کے پاس یہ بیان کیا گیا۔ اس نے فی الفور وہ انڈکس طلب کیا اور چونکہ دیکھتے ہی اس پر حقیقت کھل گئی۔ اس لئے اس نے بلا توقف امام الدین پر ڈگری زمین کی بمعہ خرچہ کردی۔'' (حقیقۃ الوحی 284)

15/اگست 1901ء۔ دیوار کے مقدمہ کی فتحیابی پر فرمایا:

''اس دیوار کی وجہ سے قریباً ڈیڑھ سال راستہ بند رہ کر ایک محاصرہ ہم پر رہا ہے۔ اس کی خبر بھی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے جو حدیث میں موجود ہے۔

''حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ؓ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ مقدمہ دیوار میں عدالت نے فیصلہ کیا کہ خرچ کا کچھ حصہ ہمارے چچاؤں پر ڈال دیا جائے .... جب اس ڈگری کے اجراء کا وقت آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور میں تھے آپ کو عشاء کے قریب رؤیا یا الہام کے ذریعہ بتایا گیا کہ یہ باران پر بہت زیادہ ہے اور اس کی وجہ سے وہ (مخالف رشتہ دار) تکلیف میں ہیں چنانچہ آپ نے فرمایا کہ مجھے رات نیند نہیں آئے گی۔ اسی وقت آدمی بھیجا جائے جو جا کر کہہ دے کہ ہم نے یہ خرچ تمہیں معاف کر دیا ہے۔'' (الفضل جلد 24 نمبر 29 مورخہ 2/اگست 1936ء)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کے ہاتھوں سخت تنگ آ کر تین سال شعب ابی طالب میں محصور رہے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے سچے مہدی موعود اور مسیح موعود کی ایک نشانی یہ بھی بیان فرمائی تھی۔

''وَيُحْصَرَ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ (صحیح مسلم)

یعنی اللہ کے نبی عیسیٰ اور اس کے صحابہ محصور ہو جائیں گے۔

حضرت اقدس ؑ کے صحن اور مسجد مبارک تک اس دیوار کی تعمیر سے یہ پیشگوئی بھی روز روشن کی طرح پوری ہوئی۔

1900ء یا 1901ء مجھے خوب یاد ہے مسجد مبارک کے سامنے دیوار مخالفوں نے کھینچ دی تھی۔ بعض احمدیوں کو جوش آیا اور انہوں نے دیوار کو گرانا چاہا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ہمارا کام صبر کرنا اور قانون کی پابندی اختیار کرنا ہے۔ پھر مجھے یاد ہے میں بچہ تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچپن سے ہی مجھے رؤیائے صادقہ ہوا کرتے تھے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ دیوار گرائی جا رہی ہے۔ اور لوگ ایک ایک اینٹ کو اٹھا کر پھینک رہے ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے اس سے پہلے بارش بھی ہو چکی ہے۔ اس حالت میں میں نے دیکھا کہ مسجد کی طرف حضرت خلیفہ اول ؓ تشریف لا رہے ہیں۔ جب مقدمہ کا فیصلہ ہوا اور دیوار گرائی گئی تو بعینہٖ ایسا ہی ہوا۔ اس روز کچھ بارش بھی ہوئی اور اس کے بعد حضرت خلیفہ اول ؓ جب واپس آئے تو آگے دیوار توڑی جا رہی تھی۔ میں بھی کھڑا تھا چونکہ اس خواب کا میں آپ سے پہلے ذکر کر چکا تھا۔ اس لئے مجھے دیکھتے ہی آپ نے فرمایا میاں دیکھو آج تمہارا خواب پورا ہو گیا۔ (الفضل 5/اگست 1934ء)

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

'............اور تفاصیل کو چھوڑتا ہوا اور ان کی ایذاء رسانی کی صرف ایک ہی مثال درج کرتا ہوں جو جماعت احمدیہ میں مقدمہ دیوار کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ یہ کام حضور کے شرکاء نے محض حضورؑ کو اذیت پہنچانے اور دکھ دینے کی غرض سے سینہ زوری کرتے ہوئے کیا۔ ورنہ ان کا قطعاً کوئی حق نہ تھا۔ انہوں نے ایک دیوار کھڑی کر کے مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ دونوں کا راستہ بند کر دیا۔ جس کی وجہ سے حضورؑ کے خدام، غلاموں اور مہمانوں کے علاوہ خود حضور پرنور کو سخت اذیت پہنچی۔ کیونکہ حضورؑ کو اپنے دوستوں اور خدام کی تکلیف کا احساس اپنی تکلیف سے بھی کہیں بڑھ کر ہوا کرتا تھا۔ مساجد میں پہنچنے کے لئے ایک لمبا چکر کاٹ کر لوگوں کو جانا پڑتا۔ اور برسات کے ایام میں تو کیچڑ گارے کے باعث اکثر لوگ پھسلنے گرنے سے چوٹیں کھاتے تھے۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے از راہ شفقت اپنے مکان گول کمرہ کے دروازے کھول کر راستہ بنوا دیا۔ جس سے بہت حد تک تکلیف اور مشکل میں کمی ہو گئی۔ (اصحاب احمد جلد نہم)

بالآخر خدائی بشارت کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فتح نصیب ہوئی اور یہ دیوار گرائی گئی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وکیل نے حضورؑ سے اجازت لینے بلکہ اطلاع تک دیئے بغیر مرزا امام الدین صاحب اور مرزا نظام الدین صاحب کے خلاف خرچہ کی ڈگری حاصل کر کے قرقی کا حکم جاری کرا لیا۔ اس پر مرزا صاحبان نے جن کے پاس اس وقت اس قرقی کی بے باقی کے لئے پورا روپیہ نہیں تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بڑی لجاجت کا خط لکھا اور یہاں تک کہلا بھیجا کہ بھائی ہو کر اس قرقی کے ذریعہ ہمیں کیوں ذلیل کرنے لگے ہو؟ حضرت مسیح موعود کو ان حالات کا علم

ہوا تو آپ اپنے وکیل پر سخت خفا ہوئے کہ میری اجازت کے بغیر خرچہ کی ڈگری کیوں کرائی گئی ہے؟ اسے فوراً واپس لو۔ اور دوسری طرف مرزا صاحبان کو جواب بھجوایا کہ ’آپ بالکل مطمئن رہیں کوئی قرقی نہیں ہوگی۔ یہ ساری کارروائی میرے علم کے بغیر ہوئی ہے۔‘ دوست سوچیں اور غور کریں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شرکاء جن کی دشمنی انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی حضور کو دکھ دینے کے لئے اور حضورؑ کی مٹھی بھر جماعت کو (اس وقت جماعت مٹھی بھر ہی تھی) پریشان کر کے منتشر کرنے کے لئے ایک خطرناک تدبیر کرتے ہیں اور پھر اس تدبیر کو کامیاب بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں اور جھوٹا سچا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ مگر جب وہ ناکام ہوتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطلاع کے بغیر ان پر خرچہ کا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے تو بھاگتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ظالم ہوتے ہوئے گلہ کرتے ہیں کہ ہم پر یہ بوجھ کیوں ڈالا جا رہا ہے؟ اس کے مقابل ہر دفعہ حضرت مسیح موعود مظلوم ہوتے ہوئے بھی اپنے دشمنوں سے معذرت کرتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے وکیل نے مجھ سے پوچھے بغیر یہ ڈگری جاری کرا دی ہے۔ یہ سلوک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کے اس عدیم المثال سلوک کی اتباع میں تھا جو آپ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے مفتوح دشمنوں سے فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا:

اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

یعنی جاؤ تم آزاد ہو۔ میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں۔“ (سیرت طیبہ 61-60) مرزا بشیر احمدؓ صاحب

گول کمرہ

[i]۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ اولین بار 1890ء میں قادیان آئے تو گول کمرہ موجود تھا۔ ذکر حبیب

[ii]۔ (1895ء میں) گول کمرہ کا صرف وہی حصہ تھا جو گول کمرہ کی صورت میں مسقّف ہے اگلے حصہ کی چار دیواری بعد میں بنائی گئی اور اب جہاں گول کمرہ کا صحن ہے یہ حصہ پہلے بالکل کھلا اور میدان میں شامل تھا۔ گول کمرہ کے احاطہ کی دیواریں حضرت میر ناصر نواب صاحب جب پینشن لیکر قادیان آ گئے تو آپ نے احاطہ کی تینوں دیواریں تعمیر کروائیں اور اس میں رہائش اختیار کی۔ گول کمرہ سے ایک دروازہ دارالمسیح کے نچلے حصہ میں جانب شمال کھلتا ہے اس سے دارالمسیح میں آمد و رفت رہتی تھی۔

[iii] اس میں حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہ کے والدین کا قیام تھا جب وہ اڑہائی سال کی تھیں جب محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے ساتھ 1907 میں ان کا نکاح ہوا۔

[iv] حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں۔ گول کمرہ بھی یادگاری چیز ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اوائل میں دوستوں کے ساتھ ملاقاتیں کرتے اور کھانا کھاتے تھے۔ ضمیمہ اصحاب احمد جلد اول ص 23

[v] گول کمرہ بعد میں خلافت ثانیہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا دفتر تھا۔ 1919 میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر خاکسار نے اپنے بزرگان کے ساتھ اس میں ملاقات کی تھی۔ (ملک صلاح الدین صاحب قادیان)

کنواں صحن دارالمسیح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں پہلے کوئی کنواں نہ تھا۔ نہ مہمان خانہ میں کوئی کنواں تھا۔ اس وقت پانی دو کنوؤں سے آیا کرتا تھا۔ ایک تو عمّالیق کے دیوان خانہ میں تھا اور دوسرا تائی صاحبہ مرحومہ کے گھر کے مردانہ حصہ میں تھا۔ ایک دفعہ ہر دو جگہ سے حضرت صاحبؑ کے سقہ کو گالیاں دے کر ہٹا دیا گیا۔ اور پانی کی بہت تکلیف ہوگئی۔ گھر میں بھی اور مہمان خانہ میں بھی۔ اس پر حضرت صاحبؑ نے ایک خط لکھا اور عاجز کو فرمایا کہ اس خط کی کئی نقلیں کر دو۔ چنانچہ میں نے کر دیں۔ وہ خط حضور نے مختلف احباب کو روانہ فرمائے جن میں ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم کا نام مجھے اچھی طرح یاد ہے اس خط میں مخالفین کے پانی بند کرنے کا ذکر لکھ کر یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہمارا اپنا کنواں ہونا چاہئے تاکہ ہماری جماعت پانی کی تکلیف سے مخلصی پائے اور کنویں کے لئے چندہ کی تحریک کی تھی۔ اس کے بعد سب سے پہلے حضور کے گھر کے اندر کنواں بنایا گیا۔ یہ اندازاً 1895ء یا 96ء کا یا اس کے قریب کا واقعہ ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کے بعد وہ دوسرا کنواں بنا تھا جو مدرسہ احمدیہ کے جانب شمال اور احمدیہ چوک کے پاس ہے۔ اس سے پہلے قادیان کی آبادی میں حضرت صاحبؑ کے قبضہ میں صرف مسجد اقصیٰ والا کنواں تھا۔ مگر وہ کسی قدر دور تھا اور چند سیڑھیاں چڑھ کر اس تک پہونچنا پڑتا تھا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم ص۔226)

حضرت اقدسؑ اور مہمان خانہ

مہمان خانہ ابتداء میں کوئی خاص موجود نہ تھا نہ مقرر۔ آنے والے خوش نصیبوں کے ناز اس زمانہ میں عموماً خدا کے برگزیدہ نبی ورسول علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اٹھایا کرتے۔ ان کی مہمان نوازی کا فرض براہ راست وہ حبیب الٰہی ادا کیا کرتے جن کی شان یہ تھی کہ خود خدا نے اپنے عرش سے ان کی تعریف وتوصیف فرمائی۔

يَحْمَدُكَ اللّٰهُ مِنْ عَرْشِهٖ

کتنے ہی خوش قسمت اور قابل رشک وہ مہمان تھے جن کا ایسا مقدس مہمان نواز ہو۔ ''میں جس زمانہ کا ذکر کر رہا ہوں ان ایام میں بعض مہمان تو حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے مطب والے دالان اور شمالی مغربی کوٹھڑی میں ٹھہرا کرتے تھے۔ اور اکثر کو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے الدار کے بعض حصوں میں جگہ دے دیا کرتے۔ حضورؑ آپ تنگ ہولیا کرتے۔ تکلیف برداشت کرلیا کرتے مگر مہمانوں کے آرام کا بہر کیف انتظام فرماتے۔ حضورؑ کا مکان سارے کا سارا ہی گویا ایک مہمان خانہ تھا جس کے دائیں بائیں اندر باہر۔ اوپر اور نیچے غرض ہر طرف مہمان ہی مہمان ہوا کرتے۔ اس زمانے کا الدار بھی آپ یہ نہ سمجھ لیں جو آج کل ہے بلکہ بہت مختصر سا مکان تھا۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسی توسیع اور اتنے اضافے اس میں ہو چکے ہیں کہ پہلی حالت کا نقشہ بھی بہت مشکل سے خیال میں لایا جاسکتا ہے۔ جس میں رہنے والے لوگوں کا اگر میں شمار لکھوں تو دنیا تعجب کرنے لگے۔ کہ اتنے لوگ سماتے کہاں تھے؟ اور ان کی موجودگی میں کیونکر حضورؑ ایسی اہم۔ لطیف اور دقیق ترین علمی تصانیف فرماتے۔ اور مشاغل دینی کی انجام دہی سے عہدہ برآ ہوا کرتے تھے۔ سیدنا نورالدینؓ وہاں رہتے اور مع اہل وعیال رہتے۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی قبلہ حضرت نانا جان مرحوم ومغفور اور آپ کا خاندان۔ مرزا خدا بخش صاحب اور ان کے اہل بیت بلکہ بھانجے وغیرہ بھی پیر جی افتخار احمد صاحبؓ مع اہل وعیال۔ حافظ قدرت اللہ خان صاحب مرحومؓ تمام بچوں سمیت۔ میاں کرم داد صاحب مرحومؓ مع عیال (میاں کرم داد صاحب بطور مہمان آئے تھے)۔ حاجی حافظ احمد اللہ خان صاحبؓ مرحوم ومغفور اور ان کے بیوی بچے۔ ملک غلام حسین صاحبؓ رہتاسی اور ان کا سارا گھرانہ۔ اکبر خاں صاحب مرحوم مع اہل وعیال اور بعض مقامی مغل خاندان کے یتامیٰ وبیوگان وغیرہ وغیرہ جن کا ماویٰ وملجا یہی ایک گھر تھا۔ سارے تو اب نہ یاد ہیں اور نہ ہی مجھے یاد کرنے سے پورے یاد آتے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحبؓ آئے تو ان کو بھی حضرت اقدسؑ نے الدار ہی کے حصہ میں پناہ دی تھی۔

آہستہ آہستہ اور بتدریج اللہ کریم رجوع واقبال خلق کے ساتھ ساتھ اس کی ضروریات کے بھی سامان مہیا فرماتے گئے۔ موجودہ خام مہمان خانہ کی دو کوٹھڑیاں پہلے پہل حضور پرنورؑ نے تیار کرائیں اگلا دالان جنوب شمال بعد میں بنا ہے۔ پہلے صرف پچھلی دو کوٹھڑیاں ہوا کرتی تھیں:

(مہمان خانہ میں معمولی قسم کی پانچ چھ لکڑی کی کرسیاں ہوتی تھیں بید کی کرسیوں کا اس وقت عام رواج نہ تھا)

قادیان میں ان ایام میں کچھ رونق مستقل مہمانوں یعنی مہاجرین اور آنے جانے والے احباب کی رہتی تھی مگر وہ بھی ایسی نہ تھی کہ اس کے چالیس بیالیس سال بعد کی آبادی یا آنے جانے والے مہمانوں سے اسے کوئی نسبت دی جاسکتی۔ کیونکہ اس زمانہ میں صرف چند لوگ قادیان میں رہتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ دس پندرہ یا بیس مستقل مہمان اور درویش لوگ تھے اور باہر سے آنے والوں میں عموماً حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ مرزا ایوب بیگ صاحبؓ مرحوم اور ان کے بڑے بھائی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحبؓ اور کپورتھلہ کی جماعت کے بعض پرانے بزرگ ایسے ہیں جن کے متعلق مجھے بخوبی یاد ہے کہ اکثر آتے رہتے تھے۔ مگر سلسلہ آمد مہمانان بہت ہی کم اور محدود تھا۔ مہاجرین جن کے نام میری مطبوعہ روایت میں ہیں ان کے علاوہ حضرت حکیم مولوی فضل الدین صاحب بھیرویؓ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ۔ حضرت پیر افتخار احمد صاحبؓ حضرت پیر منظور

محمد صاحبؓ۔حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب نومسلمؓ بھائی عبدالعزیز صاحبؓ نومسلم اور مفتی فضل الرحمن صاحبؓ بھی 1895ء میں ہجرت کر کے آ چکے تھے۔ نیز اچھوت کہلانے والی اقوام میں سے ایک نوجوان بنام کھا سنگھ بھی اسلام واحمدیت قبول کر کے ہجرت کر آئے تھے جن کا نام عبدالرحمن تھا۔اور وہ ضلع گورداسپور کے باشندہ تھے۔ان دنوں قادیان میں کوئی ذریعہ معاش نہ تھا احباب لنگر خانہ سے کھانا کھاتے تھے۔کبھی کبھار کوئی کام سلسلہ کا ہوا تو کر لیا۔مثلاً بڑے باغ کی صفائی کر دی ورنہ ساری مشغولیت نمازوں اور دینی مصروفیات کی ہی ہوتی تھی۔

حضرت اقدسؑ کا مہمانوں کے ساتھ شریک طعام ہونا

یہی یا اس کے قریب ہی کا وہ زمانہ ہے جب کہ بعض اوقات سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اپنے دست مبارک سے مہمانوں کے لئے کھانا اور ناشتہ وغیرہ لا کر پیش کیا کرتے۔ بوقت آنے والوں کے واسطے خاطر تواضع کا سامان مہیا فرماتے۔ایسا بھی ہوا کہ حضورؑ کے مکان میں کھانا تناول فرماتے ہوئے کسی مہمان کی ضرورت یا آنے کی اطلاع دی گئی تو اپنے سامنے کا کھانا ہی اٹھا کر اس خوش بخت کے لئے بھیج دیا۔کئی سال اس حال میں گذرے۔سلسلہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ لنگر نے بھی ترقی کی۔گھر کی بجائے باہر الگ انتظام کرنا پڑا۔روٹی کے لئے تنور کا اور دال سالن کے واسطے دیگچیوں کی بجائے دو بڑے دیگچوں اور پھر دیگوں کا انتظام ہوا۔(جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مستری قطب الدین صاحب امرتسری کے ذریعہ خریدی جاتی تھیں) اور ایک سے دوسری۔دوسری سے تیسری اور تیسری سے چوتھی اور پانچویں جگہ تبدیل وانتقال کے بعد کئی منازل طے کرتے ہوئے لنگر خانہ موجودہ مقام تک پہنچا ہے۔

(کھانا صبح کے وقت گول کمرہ میں اور شام کو موسم گرما میں مسجد مبارک کی بالائی منزل پر اور موسم سرما میں مسجد مبارک کے اندر بعد نماز مغرب کھلایا جاتا تھا۔اور سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام پہلے پہلے عام دسترخوان ہی پر شمولیت فرمایا کرتے تھے۔ایک وقت آیا کہ بعض ناگوار واقعات (مثلاً بعض افراد کے کھانے کے غیر پسندیدہ طریق سے حضرت اقدسؑ کو تکلیف ہوئی تو) حضورؑ نے عام دسترخوان پر تشریف لانا بند کر دیا۔اور اس طرح دو دسترخوان الگ ہو گئے اور حضورؑ بعض خاص اصحاب اور مہمانوں کے ساتھ (گول کمرہ کے اندر یا گول کمرہ کی چھت پر کھانا) تناول فرمانے لگے۔اور ہوتے ہوتے ایسا ہوا کہ حضور صرف شام کے دسترخوان پر شرکت فرمایا کرتے (اور وہ بھی صرف خاص اصحاب اور مہمانوں کے ساتھ)

حضور نہایت ہی کم کھاتے۔ چپاتی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کرتے۔ چھوٹا سا حصہ لے کر انگلیوں میں رول رول کر بعض اوقات اس میں سے بھی بعض حصہ الگ کر دیتے۔اور بقیہ حصہ کھایا کرتے۔ایسا معلوم ہوا کرتا تھا کہ حضور محض شمولیت کی غرض سے تشریف فرما ہیں اور دوسروں کو کھلا رہے ہیں۔خود برائے نام نوش فرماتے تھے۔حضورؑ کے سامنے اگر کوئی خاص چیز آتی تو حضورؑ اسے احباب میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔دسترخوان پر باتیں بھی ہوا کرتی تھیں۔ (اصحاب احمد جلد نہم۔ص۔185-180)

امر واقعی یہی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ (لنگر خانہ ومہمان خانہ) ان ہر دو اہم ضروری اور مقدس ترین مدات کی نہ صرف داغ بیل ہی سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے خود اپنے دست مبارک ہی سے ڈالی بلکہ نہایت ہی ناموافق اور مخالف حالات، بے سروسامانیوں اور مشکلات اور قحط وگرانیوں میں سے گذرتے ہوئے متواتر پچیس تیس سال تک ایسی کامیابی۔خندہ پیشانی، فراخدلی بلکہ گہرے قلبی شوق اور ذوق سے آخری وقت تک اس انبیائی خلق یعنی اکرام ضیف کی بیل کو پروان چڑھایا۔ کہ سوائے خدا کے نبیوں اور رسولوں کے اور کسی کے لئے ممکن ہی نہ تھا۔خدا کے پیارے مسیح کا لنگر اول اول گھر کے اندر ہی جاری ہوا۔ وہیں کھانا تیار ہوا کرتا تھا۔ابتداء میں چپاتیاں ہوا کرتی تھیں۔ جو گھر کے اندر ہی خادمات پکاتی تھیں۔ترقی ہوتی گئی تو توے کی بجائے لوہ پر کئی کئی عورتیں مل کر چپاتیاں پکانے لگیں۔ (اصحاب احمد جلد نہم۔ص183)

1895ء میں لنگر خانہ الدار کے اس حصہ میں تھا جہاں تقسیم ملک سے قبل حرم اول سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایدہ اللہ تعالیٰ کی ڈیوڑھی تھی۔ جہاں مشرق کی طرف سے دار کے نچلے حصے میں داخل ہوتے ہیں۔ سالن اس ڈیوڑھی میں ملک غلام حسین صاحبؓ پکاتے تھے۔ بعد ازاں لنگر خانہ اس ڈیوڑھی کے ملحقہ شمالی کمرہ میں منتقل ہو گیا۔اور اب ملک صاحب موصوف نے وہاں ایک تنور لگا لیا۔جس میں وہ روٹیاں بھی پکانے لگے۔سالن تو وہ پہلے

بھی تیار کرتے تھے (کھانے میں عموماً دال اور کبھی کبھی سبزی گوشت ،بعض اوقات ایک وقت دال اور دوسرے وقت (کسی سبزی کا) سالن ہوتا تھا۔ دال عموماً چنے کی ایسی پتلی مگر لذیذ ہوتی تھی کہ کھانے والے پیالہ اٹھا اٹھا کر گھونٹ گھونٹ پی جایا کرتے تھے۔(لنگر خانہ کے لئے آٹا دھاریوال سے یا موضع ہرچووال کی نہر کے قریب ایک گاؤں سے لایا جاتا تھا۔آٹے کے انتظام کے لئے حضرت نانا جانؓ بھی کئی بار بنفس نفیس تشریف لے جاتے تھے۔آٹے کی فراہمی کا اہتمام کرنے کی سعادت حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ (نومسلم) حضرت میاں کرم داد صاحبؓ سکنہ دوالمیال جب کہ وہ کافی دنوں کے لئے قادیان آئے تھے ملک غلام حسین صاحبؓ باورچی اور خاکسار اور بعض اور احباب کو جن کے نام اب یاد نہیں ملتی رہی ہے۔

(اصحاب احمد جلد نہم صفحہ 183)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ لنگر کا انتظام حضور علیہ السلام کے ابتدائی ایام میں گھر میں ہی تھا۔گھر میں دال سالن پکتا۔اور لوہے کے ایک بڑے توے پر جسے لوہ کہتے ہیں روٹی پکائی جاتی۔پھر باہر مہمانوں کو بھیج دی جاتی۔اس لوہ پر ایک وقت میں دو تین نوکرانیاں بیٹھ کر بہت سی روٹیاں یک دم پکا لیا کرتی تھیں۔اس کے بعد جب باہر انتظام ہوا تو پہلے اس مکان میں لنگر خانہ منتقل ہوا۔ جہاں اب نواب صاحب کا شہر والا مکان کھڑا ہے۔پھر باہر مہمان خانہ میں چلا گیا۔ (سیرت المہدی سوم ص۔283)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابتداء میں قادیان کے سب مقیم احمدی لنگر سے کھانا کھاتے تھے۔حضرت خلیفہ اولؓ بھی گول کمرہ میں مہمانوں کے دستر خوان پر کھانا کھانے کے لئے آیا کرتے تھے۔اس دستر خوان پر حضرت صاحبؑ شریک نہیں ہوتے تھے۔ان دنوں میں کھانا کھلانے کا انتظام محمد سعید کے سپرد تھا وہ حضرت مولوی صاحبؓ سے کسی بات پر ناراض ہوا اور ارادتاً ان کے آگے خراب دال اور خراب روٹیاں رکھتا اور دیگر مہمانوں کے آگے سالن یا تازہ کھانا اور اچھی روٹی رکھتا تھا۔مگر حضرت مولوی صاحب بکمال بے نفسی و مسکینی مدتوں اسی کھانے کو کھاتے رہے اور کوئی اشارہ تک اس کی اس حرکت کے متعلق نہ کیا۔پھر اس کے بعد وہ زمانہ آیا کہ لوگ اپنے گھروں میں انتظام کھانے کا کرنے لگے تو ان دنوں میں چند دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت مولوی صاحبؓ اگر کبھی بیمار ہوتے اور حضرت صاحبؑ کو معلوم ہوتا کہ مولوی صاحب کے کھانے کا انتظام ٹھیک نہیں ہے تو آپ اپنے ہاں سے ان کے لئے کھانا بھجوانا شروع کر دیتے تھے۔جو مدت تک باقاعدہ ان کے لئے جاتا رہتا تھا۔

(سیرت المہدی سوم ص۔295)

مہمان خانہ اس زمانہ میں ابھی کوئی نہ تھا۔سیدنا حکیم الامت حضرت مولانا نورالدین خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے مطب ہی میں آنے والے مہمان قیام کیا کرتے اور یہی جگہ سب کے لئے کافی اور وافی ہوا کرتی تھی۔یا پھر حضرت اقدسؑ کا الدار بطور مہمان خانہ استعمال ہوتا تھا۔لنگر خانہ بھی علیحدہ کوئی نہ تھا۔بلکہ حضرت اقدسؑ کے مکان کے اندر ہی ملک غلام حسین صاحب سالن وغیرہ تیار کرتے اور روٹی خادمات تیار کرلیا کرتیں۔نہ دفتر تھا اس زمانہ میں کوئی نہ محکمہ نظارت ووزارت۔مہمان نوازی مسافر نوازی اور غریب نوازی اور کیا تالیف وتصنیف طباعت واشاعت بیمار پرسی وعزا پرسی الغرض عام دینی کام تنہا سیدنا حضرت اقدسؑ ہی کو کرنے پڑتے۔سب افکار سارے انتظام صرف اور صرف حضورؑ کے ذمہ تھے۔جن کو نہایت خوش اسلوبی اور بطریق احسن سرانجام پہنچایا جاتا ؛ (اصحاب احمد جلد نہم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ قریباً 1893ء تک گول کمرہ ہی مہمان خانہ ہوتا تھا۔پھر اس میں پریس آ گیا۔جب یہاں مہمان خانہ تھا تو یہیں کھانا وغیرہ کھلایا جاتا تھا۔اور کاتب بھی اسی جگہ مسودات کی کاپیاں لکھا کرتا تھا۔اور حضرت صاحبؑ کا ملاقات کا کمرہ بھی یہی تھا۔ان دنوں میں مہمان بھی کم ہوا کرتے تھے۔1895ء میں حضرت والدصاحب یعنی میر ناصر نواب صاحب پنشن لے کر قادیان آ گئے۔اور چونکہ اس وقت پریس اور مہمانوں کے لئے فصیل قصبہ کے مقام پر مکانات بن چکے تھے۔اس لئے میر صاحب گول کمرہ میں رہنے لگے۔اور انہوں نے اس کے آگے دیوار روک کر ایک چھوٹا سا صحن بھی بنالیا۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ گول کمرہ اس کمرہ کا نام ہے جو مسجد مبارک کے قریب احمدیہ چوک پر واقع ہے۔اس کے ماتھے کی دیوار گول ہے۔ابتداء زمانہ خلافت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی کئی سال تک اس میں اپنا دفتر رکھا تھا۔ (سیرت المہدی حصہ سوم ص۔126)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔میاں فیاض علی صاحب کپورتھلوی ؓ نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میں نے 1890ء میں قادیان مسجد مبارک میں بیعت کی تھی مجھ سے پیشتر چند گنتی کے آدمی بیعت میں داخل ہوئے تھے۔اس وقت میں سوائے اپنے اور جماعت کپورتھلہ کے کسی مہمان کو مسیح موعود علیہ السلام کے دسترخوان پر نہ دیکھتا تھا۔حضرت اقدسؑ دستِ مبارک سے زنانہ مکان سے کھانا لے آتے تھے۔اور ہمارے ساتھ بیٹھ کر تناول فرماتے تھے اور خاکسار سوائے شاذو نادر کے ہمیشہ ہر ایک مباحثہ اور سفر میں حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا ہے۔ (سیرت المہدی حصہ سوم ص۔158)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب ؓ نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں لنگر خانہ میں ایک شخص نان بائی اور باورچی مقرر تھا۔اس کے متعلق بہت شکایات حضورؑ کے پاس پہونچیں۔خصوصاً مولوی عبدالکریم صاحب ؓ مرحوم کی طرف سے بہت شکایات ہوئیں۔حضورؑ نے فرمایا دیکھو وہ بے چارہ ہر روٹی کے پیچھے دو دفعہ آگ کے جہنم میں داخل ہوتا ہے(یعنی تندور کی روٹی لگاتے وقت)اور اتنی محنت کرتا ہے اگر آپ کوئی واقعی دیانتدار باورچی مجھے لادیں تو میں آج اسے نکال دوں۔اس مطالبہ پر سب خاموش ہو گئے۔پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص واقعی اعلیٰ درجہ کا متقی امین اور دیانتدار ہو تو خدا اسے اس حالت میں رکھتا ہی نہیں کہ اسے ایسی ادنیٰ نوکری نصیب ہو۔اسے تو غیب سے عزت و رزق ملتا ہے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کچھ عرصہ بعد خدا نے اس شخص کو حضرت مسیح موعودؑ کی برکت اور ان کی خدمت کے طفیل عزت کی زندگی عطا کی۔اور رزق وافر سے حصہ دیا۔ (سیرت المہدی سوم ص۔229)

لنگر

فرمایا: آج کل لوگ لنگر کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں اور دوسری مدات کی طرف بہت متوجہ ہیں حالانکہ سب سے ضروری مد یہی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے بہت سے لوگ علم حاصل کرتے ہیں۔بعض دفعہ کئی کئی دن تک ایک ایک دو دو روپیہ ہی آتے ہیں اور خرچ دوسرے دن کا سو روپیہ ہوتا ہے۔شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری مدات کی تحریکات ہمیشہ ہوتی رہتی ہیں اور لنگر کی کوئی تحریک نہیں ہوتی۔ (بدر جلد 2 نمبر 27 ص 7 مورخہ 4 جولائی 1907ء)

قادیان کے مہمان خانہ کے متعلق حضورؑ کے ضروری نوٹ

لنگر خانہ کے مہتمم کو تاکید کر دی جاوے کہ وہ ہر ایک شخص کی احتیاج کو مدنظر رکھے مگر چونکہ وہ اکیلا آدمی ہے اور کام کی کثرت ہے ممکن ہے کہ اسے خیال نہ رہتا ہو اس لئے کوئی دوسرا شخص یاد دلا دیا کرے کسی کے میلے کپڑے وغیرہ دیکھ کر اس کی تواضع سے دستکش نہ ہونا چاہئے کیونکہ مہمان تو سب یکساں ہی ہوتے ہیں۔اور جو نئے ناواقف آدمی ہیں تو یہ ہمارا حق ہے کہ ان کی ہر ایک ضرورت کو مدنظر رکھیں۔بعض وقت کسی کو بیت الخلا کا ہی پتہ نہیں ہوتا تو اسے سخت تکلیف ہوتی ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ مہمانوں کی ضروریات کا بڑا خیال رکھا جاوے۔میں تو اکثر بیمار رہتا ہوں اس لئے معذور ہوں مگر جن لوگوں کو ایسے کاموں کے لئے قائم مقام کیا ہے یہ ان کا فرض ہے کہ کسی قسم کی شکایت نہ ہونے دیں۔کیونکہ لوگ صدہا اور ہزار ہا کوس کا سفر طے کر کے صدق اور اخلاص کے ساتھ تحقیق حق کے واسطے آتے ہیں۔پھر اگر ان کو یہاں تکلیف ہو تو ممکن ہے کہ رنج پہنچے۔اور رنج پہنچنے سے اعتراض بھی پیدا ہوتے ہیں اس طرح سے ابتلاء کا موجب ہوتا ہے۔اور پھر گناہ میزبان کے ذمہ ہوتا ہے۔

بیان کیا گیا کہ حضورؑ بعض لوگ جو مسافر خانہ میں نو واردوں سے مذہبی مناظرے شروع کر دیتے ہیں اور اس میں وہ اپنے خیال اور رائے کے موافق کلام کرتے ہیں جو کہ بعض اوقات بے محل اور حضورؑ کے منشا کے خلاف ہوتی ہے اور نو وارد متلاشی بھی اس سے اندازہ لگاتا ہے کہ یہاں کے لوگوں کا یہی مشرب ہوگا حالانکہ یہ بالکل غلطی ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ نو واردوں کے لئے ابتلاء ہوتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجویز فرمایا کہا اس قسم کی کلام ہرگز نہ ہونی چاہئے۔ہمارے بعض مناظرین کو چونکہ نصاریٰ کے ساتھ کلام کرنی پڑتی ہے اور جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسر شان کرتے ہیں تو محل اور موقعہ کے لحاظ سے ان کو یسوع کی نسبت اسی قسم کے ثبوت دینے پڑتے ہیں۔اور وہ مقتضائے وقت ہوتا ہے مگر ہر ایک آدمی اس کا اہل نہیں ہے اور دوسرے لوگ اکثر کسی نبی کی شان میں بھی کوئی گستاخی یا بے ادبی کا استعمال

کرتے ہیں تو وہ گناہ کرتے ہیں۔ یہ کبھی نہ گمان کرنا چاہئے کہ حضرت مسیحؑ یا دوسرے انبیاء ایک معمولی آدمی تھے۔ وہ اللہ کے برگزیدہ اور مقرب تھے ۔قرآن شریف نے مصلحت اور موقعہ کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک لفظ اس قسم کا بیان فرمایا ہے کہ جہاں آپ کے بہت سے انوار و برکات اور فضائل بیان کئے ہیں وہاں بشر مثلکم بھی کہہ دیا ہے مگر یہ اس کے ہرگز معنی نہیں ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فی الواقعہ ہی عام آدمیوں جیسے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ آپ کی شان میں اس لئے استعمال فرمایا کہ دوسرے انبیاء کی طرح آپ کی پرستش نہ ہو اور آپ کو خدا نہ بنایا جاوے۔ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ آپ کے فضائل و مراتب ہی سلب کر دئے جاویں۔ آخر کار تجویز ہوا کہ ایک صاحب ذی وجاہت و ذی اثر کے ہاتھ میں مہمانوں کی تواضع کا اہتمام دیا جاوے۔ (الحکم جلد نمبر 8 ص 1، 2 مورخہ نومبر 1904ء) نیز (البدر جلد نمبر 41۔42 ص 9 مورخہ یکم و 8 نومبر 1904)

آپ نے منتظمان باورچی خانہ کو تاکید کی کہ۔ ''آج کل موسم بھی خراب ہے اور جس قدر لوگ آئے ہوئے ہیں یہ سب مہمان ہیں اور مہمان کا اکرام کرنا چاہئے۔ اس لئے کھانے وغیرہ کا انتظام عمدہ ہو۔ اگر کوئی دودھ مانگے دودھ دو۔ چائے مانگے چائے دو۔ کوئی بیمار ہو تو اس کے موافق الگ کھانا اسے پکا دو۔ اس کے بعد عدالت کا وقت قریب آ گیا اور حضرت اقدسؑ اور دیگر احباب کھانا وغیرہ تناول فرما کر عدالت کو روانہ ہوئے)

(البدر جلد 2 نمبر 33 ص 258-257 مورخہ 4 ستمبر 1902ء)

مہمان کا حق ۔ سید حبیب اللہ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ۔

آج میری طبیعت علیل تھی اور میں باہر آنے کے قابل نہ تھا مگر آپ کی اطلاع ہونے پر میں نے سوچا کہ مہمان کا حق ہوتا ہے جو تکلیف اٹھا کر آیا ہے اس واسطے میں اس حق کو ادا کرنے کے لئے باہر آ گیا ہوں۔ (ملفوظات جلد نہم ص۔208)

مہمانوں کے انتظام مہمان نوازی کی نسبت ذکر ہوا۔ فرمایا۔ 4 مئی 1903 بوقت سیر

میرا ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ کسی مہمان کو تکلیف نہ ہو بلکہ اس کے لئے ہمیشہ تاکید کرتا رہتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے مہمانوں کو آرام دیا جاوے۔ مہمان کا دل مثل آئینہ کے نازک ہوتا ہے اور ذرا سی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے اس سے پیشتر میں نے یہ انتظام کیا ہوا تھا کہ خود بھی مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتا تھا۔ مگر جب سے بیماری نے ترقی کی اور پرہیزی کھانا کھانا پڑا تو پھر وہ التزام نہ رہا۔ ساتھ ہی مہمانوں کی کثرت اس قدر ہوگئی کہ جگہ کافی نہ ہوتی تھی اس لئے مجبوری علیٰحدہ ہوئی۔ ہماری طرف سے ہر ایک کو اجازت ہے کہ اپنی تکلیف کو پیش کر دیا کرے۔ بعض لوگ بیمار ہوتے ہیں۔ ان کے واسطے الگ کھانے کا انتظام ہو سکتا ہے۔'' (ملفوظات جلد پانچ ص۔406)

حضرت ام المؤمنینؓ کی طرف سے ضیافت:

جب ہم پانی پت سے روانہ ہو کر قادیان مقدس پہنچے۔ تو عرفانی صاحبؓ تو اپنے گھر چلے گئے اور خاکسار سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان خانہ میں ٹھہرا۔ حضرت مقدسہ مطہرہ ام المؤمنین (**رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَاَرْضَاهَا بِلَدَرَ جَاتِهَا الرَّفِيْعَةِ فِي الْجَنَّةِ الْعَالِيَة**) نے فرمایا کہ مولوی راجیکی صاحبؓ کی پہلی ضیافت میرے ہاں تیار ہوگی۔ میں چونکہ بوجہ ذبل زیادہ چل پھر نہ سکتا تھا۔ اس لئے حضرت ام المؤمنین نے کھانا تیار کر کے مہمان خانہ میں بھجوا دیا کبوتر کا گوشت اور سات کے قریب چھوٹی چھوٹی چپاتیاں تھیں۔ میرے لئے ویسے تو دو چپاتیاں ہی کافی تھیں لیکن میں نے اس خیال سے کہ حضرت ممدوحہ کے ہاتھ سے تیار شدہ کھانا میرے لئے باعث شفا ہوگا یہ سب کھانا کھالیا۔ چنانچہ ہر لقمہ میرے لئے برکت کا باعث بنتا گیا اور مجھے محسوس ہونے لگا کہ اس سے میری طبیعت پر اچھا اثر پڑ رہا ہے۔

(الف) فرمایا۔ رات اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ ''لنگر خانہ میں رات کو ریا کیا گیا ہے۔''

فرمایا:

''اب جو لنگر خانہ میں کام کر رہے ہیں ان کو علیحدہ کر کے قادیان سے چھ ماہ تک نکال دیں۔ اور ایسے شخص مقرر کئے جائیں جو نیک فطرت اور صالح ہوں۔'' (رجسٹر روایات صحابہ جلد 3 ص 194 روایت میاں اللہ دتا صاحب سہرانی سکنہ بستی رنداں ضلع ڈیرہ غازیخاں)

(ب) فرمایا۔ رات خدا تعالیٰ کی طرف سے جھڑک آئی ہے...... میرا لنگر ذرا بھی منظور نہیں ہوا۔ کیونکہ اس میں ریا کیا گیا ہے۔ مسکین محروم رہ گئے ہیں۔ اور امراء کو اچھا کھانا کھلایا گیا ہے۔ پھر کھانے کا انتظام حضرت صاحبؑ نے اپنے سامنے کرا دیا۔ اور سب کو ایک قسم کا کھانا کھلایا۔۔
(رجسٹر روایات صحابہ جلد 13 ص 109 روایت میاں اللہ دتہ صاحب بستی رنداں) میاں اللہ دتہ صاحب بتاتے ہیں کہ یہ عید کا موقعہ تھا۔ لنگر خانہ میں خاص وعام کی تمیز کی گئی۔ میرے دل میں بدگمانی پیدا ہوئی۔ صبح جب حضورؑ نے یہ الہام سنایا تو وسوسہ جاتا رہا۔ (تذکرہ ص۔811-791)
ایسا ہی ایک پرندے کی مہمان نوازی پر ایک حکایت ہے کہ ایک درخت کے نیچے ایک مسافر کو رات آ گئی۔ جنگل کا ویرانہ اور سردی کا موسم۔ درخت کے اوپر ایک پرندہ کا آشیانہ تھا۔ نر و مادہ آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ یہ غریب الوطن آج ہمارا مہمان ہے اور سردی زدہ ہے اس کے واسطے ہم کیا کریں؟ سوچ کر ان میں یہ صلاح قرار پائی کہ ہم اپنا آشیانہ توڑ کر نیچے پھینک دیں اور وہ اس کو جلا کر آگ تاپے چنانچہ انہوں نے کہا کہ یہ بھوکا ہے اس کے واسطے کیا دعوت تیار کی جائے۔ اور تو کوئی چیز موجود نہ تھی۔ ان دونوں نے اپنے آپ کو نیچے اس آگ میں گرا دیا۔ تا کہ ان کے گوشت کا کباب ان کے مہمان کے واسطے رات کا کھانا ہو جائے۔ اس طرح انہوں نے مہمان نوازی کی ایک نظیر قائم کی۔ سو ہماری جماعت کے مؤمنین اگر ہماری آواز کو نہیں سنتے تو اس مرغ کی آواز کو سنیں۔ مگر سب برابر نہیں۔ کتنے مخلص ایسے ہیں کہ اپنی طاقت سے زیادہ خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ (بدر مورخہ 8 دسمبر 1905ء)
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوریؓ نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چند مہمانوں کی دعوت کی اور ان کے واسطے گھر میں کھانا تیار کروایا۔ مگر عین جس وقت کھانے کا وقت آیا اتنے ہی اور مہمان آ گئے اور مسجد مبارک مہمانوں سے بھر گئی۔ حضرت صاحبؑ نے اندر کہلا بھیجا کہ اور مہمان آ گئے ہیں کھانا زیادہ بھجواؤ۔ اس پر بیوی صاحبہ نے حضرت صاحبؑ کو اندر بلوا بھیجا۔ اور کہا کہ کھانا تو تھوڑا ہے صرف ان چند مہمانوں کے مطابق پکایا گیا تھا۔ جن کے واسطے آپ نے کہا تھا مگر شاید باقی کھانے کا تو کچھ کھینچ تان کر انتظام ہو سکے گا۔ لیکن زردہ تو بہت ہی تھوڑا ہے۔ اس کا کیا کیا جاوے۔ میرا خیال ہے کہ زردہ بھجواتی ہی نہیں۔ صرف باقی کھانا نکال دیتی ہوں۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا نہیں یہ مناسب نہیں۔ تم زردہ کا برتن میرے پاس رکھ دو۔ چنانچہ حضرت صاحبؑ نے اس برتن پر رومال ڈھانک دیا اور پھر رومال کے نیچے اپنا ہاتھ گزار کر اپنی انگلیاں زردہ میں داخل کر دیں اور پھر کہا اب تم سب کے واسطے کھانا نکالو اللہ برکت دیگا۔ چنانچہ میاں عبداللہ صاحبؓ کہتے ہیں کہ زردہ سب کے واسطے آیا اور سب نے کھایا۔ اور پھر کچھ بچ بھی گیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب میاں عبداللہ صاحب نے یہ روایت بیان کی تو مولوی عبدالمغنی خان صاحب بھی پاس تھے۔ انہوں نے کہا کہ سید فضل شاہ صاحب نے بھی روایت بیان کی تھی۔ میاں عبداللہ صاحب نے کہا اچھا تب تو بس روایت کی تصدیق بھی ہو گئی۔'' (سیرت المہدی اول۔ ص 144)
انسان کے اخلاق میں مہمان کا بھی ایک خاص مقام ہوتا ہے اس تعلق میں ایک مختصر سی بات کے بیان کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں ایک بہت شریف اور بڑے غریب مزاج احمدی سیٹھی غلام نبی صاحب ہوتے تھے جو رہنے والے تو چکوال کے تھے مگر راولپنڈی میں دوکان کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کے لئے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا۔ اور کچھ بارش بھی ہو رہی تھی۔ میں شام کے وقت قادیان پہنچا تھا۔ رات کو جب میں کھانا کھا کر لیٹ گیا اور کافی رات گذر گئی اور قریباً بارہ بجے کا وقت ہو گیا تو کسی نے میرے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت مسیح موعودؑ کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس تھا اور دوسرے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ میں حضور کو دیکھ کر گھبرا گیا مگر حضور نے بڑی شفقت سے فرمایا۔ کہیں سے دودھ آ گیا تھا۔ میں نے کہا آپ کو دے آؤں۔ آپ یہ دودھ پی لیں۔ آپ کو شاید دودھ کی عادت ہو گی۔ اس لئے یہ دودھ آپ کے لئے لے آیا ہوں۔ سیٹھی صاحب کہا کرتے تھے کہ میری آنکھوں میں آنسو آئے کہ سبحان اللہ کیا اخلاق ہیں! یہ خدا کا برگزیدہ مسیح اپنے ادنیٰ خادموں تک کی خدمت اور دلداری میں کتنی لذت پاتا اور کتنی تکلیف اٹھاتا ہے۔ (سیرت المہدی حصہ سوئم)
حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم کا ذکر اوپر گذر چکا ہے وہ بہت ممتاز صحابہ میں سے تھے۔ اور انہیں حضرت مسیح موعودؑ کی قریب کی صحبت کا بہت لمبا موقعہ میسر آیا تھا۔ وہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ گرمی کا موسم تھا اور حضرت مسیح موعودؑ کے اہل خانہ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ میں حضور کو

ملنے اندرون خانہ گیا۔ کمرہ نیا نیا بنا تھا۔ اور ٹھنڈا تھا میں ایک چار پائی پر ذرا لیٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی۔ حضورؑ اس وقت کچھ تصنیف فرماتے ہوئے ٹہل رہے تھے۔ جب میں چونک کر جاگا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود میری چار پائی کے پاس نیچے فرش پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں گھبرا کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی محبت سے پوچھا۔ مولوی صاحب! آپ کیوں اٹھ بیٹھے؟ میں نے عرض کیا۔ حضور نیچے لیٹے ہوئے ہیں میں اوپر کیسے سو سکتا ہوں؟ مسکرا کر فرمایا آپ بے تکلفی سے لیٹے رہیں میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا بچے شور کرتے تھے تو میں انہیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے۔ اللہ اللہ! شفقت کا کیا عالم۔'' (سیرت مسیح موعود۔ مولوی عبد الکریم صاحبؓ ص۔36)

ایک اور موقعہ پر جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے کمرے میں تشریف رکھتے تھے اور اس وقت باہر سے آئے ہوئے کچھ مہمان بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے کسی شخص نے دروازے پر دستک دی۔ اس پر حاضر الوقت لوگوں میں سے ایک شخص نے اٹھ کر دروازہ کھولنا چاہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان صاحب کو اٹھتے دیکھا تو جلدی سے اٹھے اور فرمایا: ''ٹھہریں ٹھہریں میں خود دروازہ کھولوں گا۔ آپ مہمان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہئے۔'' (سیرت المہدی حصہ اول)

مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ شروع میں جب مہمانوں کی زیادہ کثرت نہیں تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحت بھی نسبتاً بہتر تھی آپ اکثر اوقات مہمانوں کے ساتھ اپنے مکان کے مردانہ حصہ میں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور کھانے کے دوران میں ہر قسم کی بے تکلفانہ گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ گویا ظاہری کھانے کے ساتھ علمی اور روحانی کھانے کا دستر خوان بھی بچھ جاتا تھا۔ ایسے موقعوں پر آپ عموماً ہر مہمان کا خود ذاتی طور پر خیال رکھتے تھے اور اس بات کی نگرانی فرماتے تھے کہ اگر کبھی دستر خوان پر ایک سے زیادہ کھانے والے ہوں تو ہر شخص کے سامنے دستر خوان کی ہر چیز پہنچ جائے۔ عموماً ہر مہمان کے متعلق دریافت فرماتے رہتے تھے کہ کسی خاص چیز مثلاً دودھ یا چائے یا لسی یا پان کی عادت تو نہیں۔ اور پھر حتی الوسع ہر ایک کے لئے اس عادت کے موافق چیز مہیا فرماتے تھے۔ بعض اوقات اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ کسی مہمان کو اچار کا شوق ہے اور اچار دستر خوان پر نہیں ہوتا تھا تو خود کھانا کھاتے کھاتے اٹھ کر اندرون خانہ تشریف لے جاتے اور اندر سے اچار لا کر ایسے مہمان کے سامنے رکھ دیتے تھے۔ اور چونکہ آپ بہت تھوڑا کھانے کی وجہ سے جلد شکم سیر ہو جاتے تھے اس لئے سیر ہونے کے بعد بھی آپ روٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرے اٹھا کر منہ میں ڈالتے رہتے تھے تا کہ کوئی مہمان اس خیال سے کہ آپ نے کھانا چھوڑ دیا ہے دستر خوان سے بھوکا ہی نہ اٹھ جائے۔ اللہ! اللہ! کیا زمانہ تھا۔ اسی طرح جب کوئی خاص دوست آپ کی ملاقات کے بعد واپس جانے لگتا تھا تو بعض اوقات آپ ایک ایک میل دو دو میل تک اسے رخصت کرنے کے لئے اس کے ساتھ جاتے تھے اور بڑی محبت اور اکرام اور دعا کے ساتھ رخصت فرماتے تھے۔ اور مہمانوں کے واپس جانے پر آپ کے دل کو اس طرح رنج پہنچتا تھا کہ گویا اپنا ایک قریبی عزیز رخصت ہو رہا ہے۔'' (سیرت طیبہ ص۔23.27۔ مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں بلا امتیاز قوم وملت بنی نوع انسان کی ہمدردی اور دلداری کا جذبہ اس طرح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ وہ ایک پہاڑی چشمہ کی طرح جو اوپر سے نیچے کو بہتا ہے ہمیشہ اپنے طبعی بہاؤ میں زور کے ساتھ بہتا چلا جاتا تھا۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی مرحوم جو حضرت مسیح موعودؑ کے ایک بہت پرانے اور مقرب صحابی تھے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ منی پور آسام کے دور دراز علاقہ سے دو (غیر احمدی) مہمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام سن کر حضورؑ کو ملنے کے لئے قادیان آئے اور مہمان خانہ کے پاس پہنچ کر لنگر خانہ کے خادموں کو اپنا سامان اتارنے اور چار پائی بچھانے کو کہا۔ لیکن ان خدام کو اس طرف فوری توجہ نہ ہوئی اور وہ ان مہمانوں کو یہ کہہ کر دوسری طرف چلے گئے کہ آپ یکہ سے سامان اتاریں چار پائی بھی آ جائے گی۔ ان تھکے ماندے مہمانوں کو یہ جواب ناگوار گذرا اور وہ رنجیدہ ہو کر اسی وقت بٹالہ کی طرف واپس روانہ ہو گئے۔ مگر جب حضورؑ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو حضور نہایت جلدی ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا بھی مشکل ہو گیا ان کے پیچھے بٹالہ کے رستہ پر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے چل پڑے۔ چند خدام بھی ساتھ ہو گئے۔ اور حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ میں بھی ساتھ ہو لیا۔ حضورؑ اس وقت اتنی تیزی کے ساتھ ان کے پیچھے گئے کہ قادیان سے دو اڑھائی میل پر نہر کے پل کے پاس انہیں جا لیا اور بڑی محبت اور معذرت کے ساتھ اصرار کیا کہ واپس چلیں اور فرمایا آپ کے واپس چلے آنے سے مجھے بہت تکلیف ہوئی ہے آپ یکہ پر سوار ہو جائیں میں آپ کے ساتھ

پیدل چلوں گا۔مگر وہ احترام اور شرمندگی کی وجہ سے سوار نہ ہوئے اور حضورؑ انہیں اپنے ساتھ لے کے قادیان واپس آ گئے اور مہمان خانہ میں پہنچ کر ان کا سامان اتارنے کے لئے حضورؑ نے خود اپنا ہاتھ یکہ کی طرف بڑھایا مگر خدام نے آگے بڑھ کر سامان اتارلیا۔اس کے بعد حضورؑ ان کے پاس بیٹھ کر محبت اور دلداری کی گفتگو فرماتے رہے اور کھانے وغیرہ کے متعلق بھی پوچھا کہ آپ کیا کھانا پسند کرتے ہیں اور کسی خاص کھانے کی عادت تو نہیں؟ اور جب تک کھانا نہ آ گیا حضور ان کے پاس بیٹھے ہوئے بڑی شفقت کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔دوسرے دن جب یہ مہمان واپس روانہ ہونے لگے تو حضورؑ نے دودھ کے دو گلاس منگوا کر ان کے سامنے بڑی محبت کے ساتھ پیش کئے اور پھر دو اڑھائی میل پیدل چل کر بٹالہ کے رستہ والی نہر تک چھوڑنے کے لئے ان کے ساتھ گئے اور اپنے سامنے یکہ پر سوار کرا کے واپس تشریف لائے۔ (اصحاب احمد جلد 4)

دلداری اور غریب نوازی کا ایک اور واقعہ بھی بہت پیارا اور نہایت ایمان افروز ہے۔یہی منشی ظفر احمد صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مغرب کی نماز کے بعد مسجد مبارک قادیان کی اوپر کی چھت پر چند مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کے انتظار میں تشریف فرما تھے۔اس وقت ایک احمدی دوست میاں نظام دین صاحب ساکن لدھیانہ جو بہت غریب آدمی تھے اور ان کے کپڑے بھی پھٹے پرانے تھے حضورؑ سے چار پانچ آدمیوں کے فاصلہ پر بیٹھے تھے۔اتنے میں چند معزز مہمان آ کر حضورؑ کے قریب بیٹھتے گئے اور ان کی وجہ سے ہر دفعہ میاں نظام دین کو پرے ہٹنا پڑا حتیٰ کہ وہ ہٹتے ہٹتے جوتیوں کی جگہ پر پہنچ گئے اتنے میں کھانا آیا تو حضورؑ نے جو یہ سارا نظارہ دیکھ رہے تھے ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں ہاتھ میں اٹھالیں اور میاں نظام دین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''آؤ میاں نظام دین ہم اور آپ اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں۔'' یہ فرما کر حضورؑ مسجد کیساتھ والی کوٹھڑی میں تشریف لے گئے اور حضورؑ نے اور میاں نظام دین نے کوٹھڑی کے اندر اکٹھے بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا۔اس وقت میاں نظام دین خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے اور جو لوگ میاں نظام دین کو عملاً پرے دھکیل کر حضرت مسیح موعود کے قریب بیٹھ گئے تھے وہ شرم سے کٹے جاتے تھے۔ (سیرت طیبہ ص۔188)

حضرت مولوی حسن علی صاحبؓ کا واقعہ اور اعتراف مہمان نوازی:

حضرت مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوریؓ پہلے اسلامی مشنری تھے جنہوں نے 1886ء میں پٹنہ کے ایک سکول کی ہیڈ ماسٹری سے استعفیٰ دے کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا اہم فرض اپنے ذمہ لیا۔وہ 1887ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ پر تشریف لائے اور امرتسر میں بابو حکم الدین صاحب مختار عدالت اور دوسرے لوگوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر سنا۔اس وقت آپ نے کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا۔اور نہ ابھی بیعت لیتے تھے البتہ براہین احمدیہ اور دوسری کتابیں شائع ہو چکی تھیں۔اکثر نیک دل اور سلیم الفطرت لوگ آپ سے فیض پانے کے لئے قادیان آتے رہتے تھے۔مولوی حسن علی صاحب مرحومؓ نے اپنے واقعہ کا خود اپنی قلم سے ذکر کیا جو ان کی کتاب تائید حق میں چھپا ہے۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''جب میں امرتسر گیا تو ایک بزرگ کا نام سنا۔جو مرزا غلام احمد کہلاتے ہیں ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان نامی میں رہتے ہیں اور عیسائیوں برہمو اور آریہ سماج والوں سے خوب مقابلہ کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے ایک کتاب براہین احمدیہ کے نام سے بنائی ہے جس کا بڑا شہرہ ہے۔ان کا بہت بڑا دعویٰ یہ ہے کہ ان کو الہام ہوتا ہے۔مجھ کو یہ دعویٰ معلوم کر کے تعجب نہ ہوا۔گو میں ابھی تک اس الہام سے محروم ہوں جو نبی کے بعد محدث پر ہوتا رہا ہے۔لیکن میں اس بات کو بہت ہی عجیب نہیں سمجھتا تھا۔مجھ کو معلوم تھا کہ علاوہ نبی کے بہت سے بزرگان خدا ایسے گذرے ہیں جو شرف مکالمہ الٰہیہ سے ممتاز ہوا کئے ہیں۔غرض میرے دل میں جناب مرزا غلام احمد صاحب سے ملنے کی خواہش ہوئی۔امرتسر کے دو ایک دوست میرے ساتھ چلنے کو مستعد ہوئے ریل پر سوار ہوا بٹالہ پہنچا۔ایک دن بٹالہ میں رہا پھر بٹالہ سے یکہ کی سواری ملتی ہے اس پر سوار ہو کر قادیان پہنچا۔مرزا صاحبؑ مجھ سے بڑے تپاک اور محبت سے ملے۔جناب مرزا صاحبؑ کے مکان پر میرا وعظ ہوا۔انجمن حمایت اسلام لاہور کے لئے چندہ بھی ہوا۔میرے ساتھ جو صاحب تشریف لے گئے وہ مرزا صاحبؑ کے دعویٰ الہام کی وجہ سے سخت مخالف تھے اور مرزا صاحبؑ کو فریبی اور مکار سمجھتے تھے لیکن مرزا صاحبؑ سے مل کر ان کے سارے خیالات بدل گئے اور میرے سامنے انہوں نے جناب مرزا صاحبؑ سے اپنی سابق کی بدگمانی کے لئے معذرت کی مرزا صاحبؑ کی مہمان نوازی کو دیکھ کر مجھ کو بہت تعجب سا گذرا۔ایک چھوٹی سی بات لکھتا ہوں جس سے سامعین ان کی مہمان نوازی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

مجھ کو پان کھانے کی بری عادت تھی ۔امرتسر میں تو مجھے پان ملا۔لیکن بٹالہ میں مجھ کو کہیں پان نہ ملا۔لا چار الا ئچی ۔وغیرہ کھا کر صبر کیا۔میرے امرتسر کے دوست نے کمال کیا کہ حضرت مرزا صاحبؑ سے نہ معلوم کس وقت میری اس بری عادت کا تذکرہ کر دیا جناب مرزا صاحبؑ نے گورداسپور ایک آدمی کو روانہ کیا دوسرے دن گیارہ بجے دن کے جب کھانا کھا چکا تو پان موجود پایا۔سولہ کوس سے پان میرے لئے منگوایا گیا تھا۔''

(تائید حق ص 56-55)

مہمانوں کی تواضع ۔حضرت صاحبؑ مہمانوں کی خاطرداری کا بہت اہتمام رکھا کرتے تھے۔ جب تک تھوڑے مہمان ہوتے تھے آپ خود ان کے کھانے اور رہائش وغیرہ کا انتظام کیا کرتے تھے۔ جب مہمان زیادہ ہونے لگے تو خدام حافظ حامد علی صاحبؓ ،میاں نجم الدین صاحبؓ وغیرہ کو تاکید فرماتے رہتے تھے۔ کہ دیکھو مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ان کی تمام ضروریات خوردونوش ورہائش کا خیال رکھا کرو۔بعض مہمانوں کو تم شناخت کرتے ہو بعض کو نہیں کرتے ۔اس لئے مناسب ہے کہ سب کو واجب الاکرام جان کر ان کی تواضع کرو۔سردی کے ایام میں فرمایا کرتے ۔مہمانوں کو چائے پلاؤ۔ان سب کی خوب خدمت کرو۔اگر کسی کو علیحدہ کمرے یا مکان کی ضرورت ہو تو اس کا انتظام کر دو۔اگر کسی کو سردی کا خوف ہو تو لکڑی یا کوئلہ کا انتظام کردو۔ (ذکر حبیب ص 195۔مفتی محمد صادقؓ)

مدرسہ تعلیم الاسلام کا اجراء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ معلوم کر کے صدمہ ہوا کہ مقامی آریہ سکول میں مسلمان طلبہ کو گمراہ کرنے کے لئے اسلام پر اعتراض کئے جاتے ہیں۔ سو حضورؑ نے اپنا مدرسہ جاری کرنے کا ارادہ فرمایا۔اور 15 ستمبر 1897ء کو اشتہار کے ذریعہ اور پھر جلسہ سالانہ پر چندہ کی تحریک فرمائی چنانچہ 1898ء کی ابتداء میں مدرسہ تعلیم الاسلام کا اجراء عمل میں آیا۔ بھائی عبدالرحمٰن قادیانی بیان کرتے ہیں:

''آریہ مڈل سکول کے مدرسوں کے تعصب اور تنگ نظری سے تنگ آ کر جب ہمارے بچوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔اور وہ ہر وقت گندے اعتراضات، دلآزار حرکات اور توہین آمیز سلوک نہ برداشت کر سکے تو حضرت اقدسؑ کے حضور شکایت پہنچی ۔حضورؑ نے توکلاً علی اللہ دعا واستخارہ اور مشورہ کے بعد اپنا سکول کھولے جانے کا فیصلہ فرما دیا۔سکول کے باقاعدہ کھلنے سے (ہفتہ عشرہ) قبل ہی میں نے ادھر ادھر سے چھوٹے چھوٹے بچوں کو گھیر سنبھال کر بٹھانا اور پڑھانا شروع کر دیا تھا اور جو جس لائق ہوتا اس کی لیاقت کے مطابق ہی دوسری یا تیسری جماعت اس کو پڑھانا شروع کر دیتا۔اور اس طرح گویا اپنے سکول کا سب سے پہلا استاد یا ماسٹر میں بنا۔سکول نے باقاعدگی اختیار کی۔ بڑے لڑکے بھی پڑھنے لگے۔تو بڑے بڑے ماسٹر بھی آ گئے ۔(اور میں بھی ان کے ساتھ سالہا سال تک بطور مدرس کام کرتا رہا۔ یہ ابتدائی مدرسہ موجودہ دفتر بیت المال والی جگہ تھا جو کہ مسجد مبارک کے مغرب کی طرف اور مسجد مبارک سے مسجد اقصیٰ کو جانے والے راستہ کے جنوب کی طرف ملحق ہے اس وقت یہ کچا مکان تھا اور مرزا نظام الدین صاحب وغیرہ کی ملکیت تھا۔اب یہ امر میرے علم میں نہیں کہ ان سے مدرسہ کے لئے کیونکر حاصل ہو گیا تھا۔)(بوقت طبع کتاب ہذا دفتر بیت المال کی جگہ دفتر محاسب ہے)۔(اصحاب احمد جلد نہم ص۔243.44)

مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان

جماعت اب بڑھ رہی تھی ۔اس کی ضرورتوں میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ جماعت جسے پہلے دن سے مٹانے کی سعی کی جا رہی تھی ۔اور دبایا جا رہا تھا اور ہر طرف سے کچلنے کی سعی کی جا رہی تھی ۔اب اس قدر بڑھ گئی تھی کہ اس کے بچوں کے لئے اپنے مدرسے کی تجویز ہوئی ۔ یہ تجویز 1897ء میں ہوئی اور 1898ء میں اس مدرسہ کا آغاز ہو گیا۔اور اس کے پہلے ہیڈ ماسٹر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ قبلہ مقرر ہوئے ۔اور ابتدائی مدرسین میں سے جناب بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی اور مفتی فضل الرحمٰن صاحب مرحوم تھے۔اس کے علاوہ انسپکٹر حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔اور ڈائریکٹر جناب نواب محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ تھے۔ (قادیان مرکز احمدیت)

حضرت مسیح موعودؑ، حضرت امّاں جانؓ اور حضرت مصلح موعودؓ کے تبرکات جو دارالمسیح قادیان میں حضرت خلیفۃ مصلح موعودؓ کے کمرہ پیدائش میں زیارت کے لئے رکھے گئے ہیں



کپڑے رکھنے والی یہ الماری حضرت اقدسؑ کے استعمال میں رہی ہے
اپنی اصل شکل میں



حضرت مسیح موعودؑ کے استعمال میں رہنے والا سیاہی دان



حضرت مصلح موعودؓ کے استعمال میں رہنے والا ممبر



یہ وہ ممبر ہے جس پر کھڑے ہو کر خطیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کی زندگی میں خطبہ جمعہ وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔



حضرت مصلح موعودؓ کے استعمال میں رہنے والا عطر کا باکس



یہ میز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے استعمال میں رہی ہے
اپنی اصل شکل میں



حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے استعمال میں رہنے والی گھڑی



حضرت مصلح موعودؓ کے دورِ خلافت میں استعمال ہونے والے اسٹول



حضرت امّاں جانؓ کے استعمال میں رہنے والا تخت پوش



حضرت امّاں جانؓ کے استعمال میں رہنے والا بیڈ



حضرت مصلح موعودؓ کے استعمال میں رہنے والا دوائیوں کا ڈبّہ



حضرت امّاں جانؓ کے استعمال میں رہنے والی لحاف رکھنے والی پیٹی



منہ دھونے کا اسٹینڈ، اوپر کا حصّہ صاف پانی کے لئے ہے اور
نیچے گندا پانی جمع کرنے کے لئے جگہ بنی ہوئی ہے



حضرت اقدسؑ کے زمانہ کی ایک سنگار میز کا نمونہ



حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ایسی کرسی استعمال کرنے کا عام رواج تھا



حضرت مصلح موعودؓ کے استعمال میں رہنے والا ڈائس



حضرت مسیح موعودؑ کے استعمال میں رہنے والا لوٹا



حضرت مسیح موعودؑ کے استعمال میں رہنے والا ادویات کا باکس



حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے استعمال میں رہنے والی جوتی



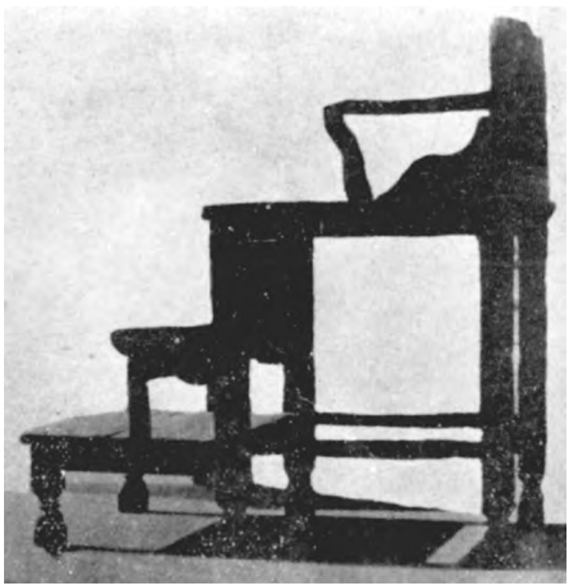
حضرت مصلح موعودؓ کے استعمال میں رہنے والا دوائیوں کا ڈبّہ



حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوٹ



حضرت مصلح موعودؓ کے استعمال میں رہنے والا میز



یہ وہ ممبر ہے جس پر کھڑے ہو کر خطیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں خطبہ جمعہ وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔



حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں استعمال ہونے والی دیگ

قادیان میں تعمیراتی آرٹ کے نمونے









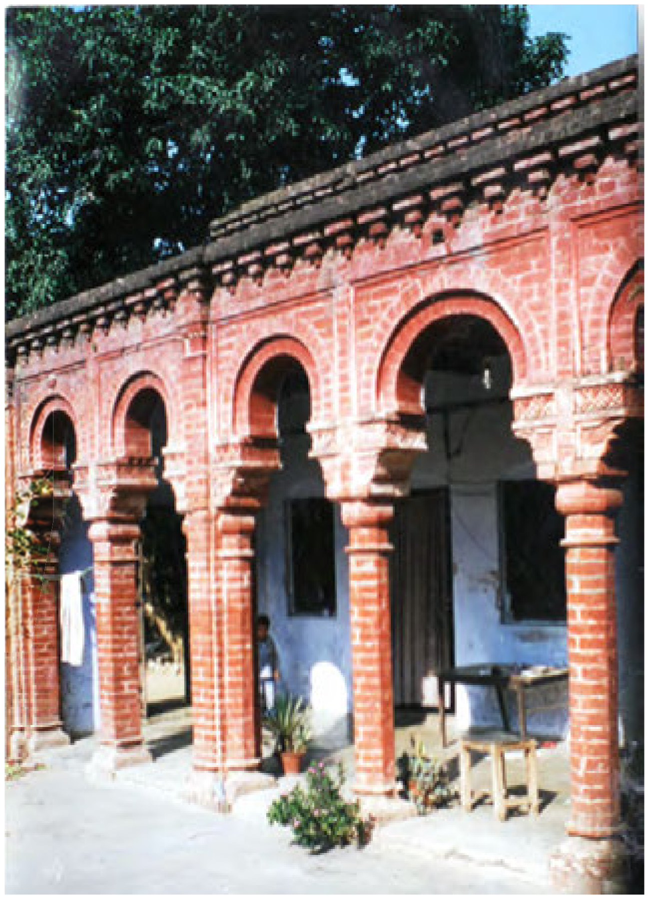


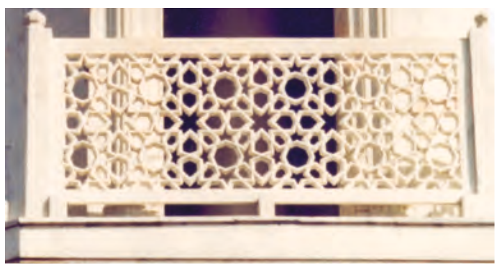






تعمیراتی ہنر و آرٹ اور قادیان



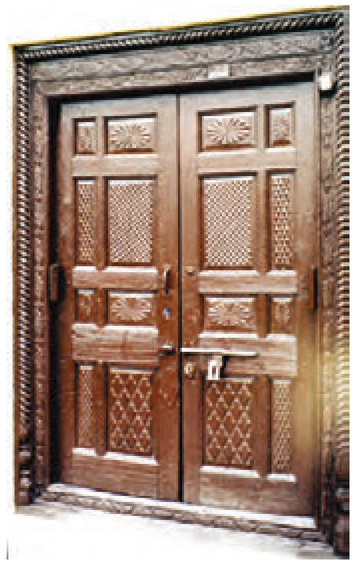

تعمیراتی ہنر وآرٹ اور قادیان

قادیان میں دروازوں کے مختلف ڈیزائن
















جب کبھی حضرت اقدسؑ بٹالہ سے قادیان پیدل آتے تو اس درخت کے نیچے ظہر یا عصر کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اس جگہ ایک کنواں اور ہینڈ واٹر پمپ بھی ہوتا تھا۔ یہ درخت بٹالہ سے تقریباً بارہ کلومیٹر پر ہے۔ مرزا وسیم احمد صاحب اس درخت کی نشان دہی کررہے ہیں۔ جب خاکسار اس مقام کی فوٹو لے رہا تھا تو ایک سکھ دوست ساتھ والے گاؤں سے آگئے اور انہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ اس جگہ پر ایک کنواں اور ہینڈ واٹر پمپ بھی ہوا کرتا تھا۔



یہ وہ نہر کا موڑ ہے جہاں تک حضرت اقدس شہزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ کو چھوڑنے کے لئے تشریف لائے۔ یہ نشان دہی مکرم ملک صلاح الدین صاحب نے کی تھی۔



مکرم ملک صلاح الدین صاحب نے قادیان سے باہر اس موڑ کی نشان دہی کی جہاں حضرت مصلح موعودؓ مبلغین کو غیر ممالک تبلیغ کے لئے روانہ ہوتے وقت الوداع کرتے تھے۔



امرتسر میں واقع وہ کنواں جہاں حضرت مسیح موعودؑ ٹھنڈا پانی پیا کرتے تھے۔



یہ وہ جگہ ہے جہاں احرار نے قادیان میں مسجد بنانے کے لئے زمین خرید کی تھی لیکن مسجد نہ بنا سکے۔



پنڈت لیکھرام



پنڈت لیکھرام کا جنازہ

پنڈت لیکھرام کی موت

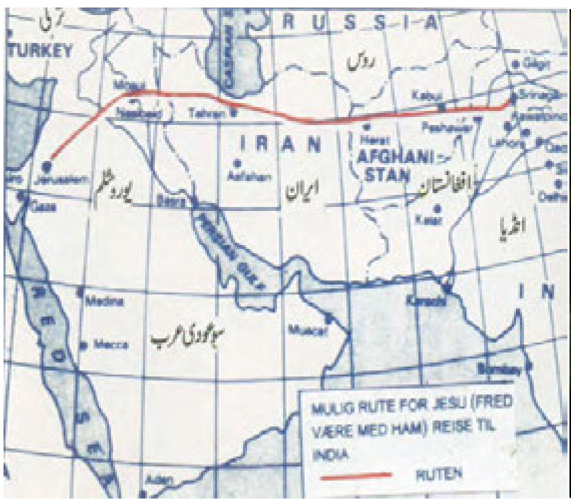
مارچ 1885ء میں حضرت اقدسؑ نے اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر اپنے مامور اور مجدد ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے فرمایا کہ مَیں نبی ناصری اسرائیلی کی طرز پر کمال مسکینی فروتنی وغربت وتذلل وتواضع سے اصلاح خلق کے لئے مامور کیا گیا ہوں۔ ماموریت ومجددیت کے اس عظیم الشان دعویٰ کے ساتھ ہی آپ نے مذاہب عالم کے رہنماؤں کو الٰہی بشارتوں کے تحت نشان نمائی کی عالمگیر دعوت دی۔ پنڈت لیکھرام نے امرتسر میں کسی سے یہ اشتہار پڑھا اور 3 اپریل 1885ء کو حضرت اقدسؑ کی خدمت میں لکھا کہ وہ قادیان میں ایک سال رہنے اور نشان دیکھنے کے خواہاں ہے۔ پنڈت لیکھرام 19 نومبر 1885ء کو قادیان آیا اور تقریباً دو ماہ رہا اور مرزا امام الدین کا آلہ کار بن کر اسلام اور حضرت اقدسؑ پر سوقیانہ حملے کرتا رہا۔ آپ الٰہی منشاء کے ماتحت پانچ سال خاموش رہے اور پھر اذن خداوندی پا کر 20 فروری 1893ء کو آپ نے لیکھرام کے عبرتناک انجام کے متعلق پیشگوئی کا اعلان فرمایا۔ جس کے مطابق 6 مارچ 1897ء کو پنڈت لیکھرام لاہور میں کسی نامعلوم شخص کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اور اس طرح یہ واقعہ بھی اسلام کی سچائی پر قیامت تک کے لئے سورج کی طرح چمکتی حجت بن گیا۔



قادیان میں پنڈت لیکھرام کی یادگار



محلہ خانیار سرینگر میں حضرت مسیح علیہ السلام کا مقبرہ



یوروشلم سے سرینگر تک حضرت مسیح ناصری کے سفر کا راستہ

عظمت مدرسہ تعلیم الاسلام

مدرسہ تعلیم الاسلام کے بانی خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ اس مدرسہ کی عظمت ایک خط سے ظاہر ہے۔ جو حضورؑ نے ایک مدرس کو لکھا تھا۔ جو اس مدرسہ سے استعفیٰ دینا چاہتا تھا۔ وہ یہ ہے:

''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ'' میرے نزدیک یہ ارادہ ہرگز مناسب نہیں۔ اس سے خود غرضی اور دنیا طلبی سمجھی جاتی ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ مدرسہ محض دینی اغراض کی وجہ سے ہے۔ اور صبر سے اس میں کام کرنے والے خدا تعالیٰ کی رحمت سے نزدیک ہوتے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ مدرسہ نیک نیتی سے محض دینی تخم ریزی کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ اس لئے میرے خیال میں استعفاء دینے والوں کے استعفاء سے اس کا کچھ بھی حرج نہ ہوگا۔ خدا تعالیٰ اس کے لئے اور خدمت کرنے والا پیدا کر دیگا لیکن اگر کوئی اس مدرسہ سے الگ ہو کر اپنی دنیا طلبی میں ادھر ادھر خراب ہوگا۔ تو رفتہ رفتہ دین سے دور ہو جائیگا۔ چاہئے کہ صبر کے ساتھ گذارہ کریں۔ اگر خدا تعالیٰ اس قدر لیاقت نہ دیتا تب بھی تو پانچ سات روپے میں گذارہ کرنا ہوتا۔ بلکہ میں نے آپ کے امتحان کی ناکامیابی کے وقت سوچا تھا کہ اس میں کیا حکمت ہے تو میرے دل میں یہی حکمت خیال آئی تھی کہ تا دنیوی طمع کا دامن کم کر کے دین پیش کیا جاوے۔ پس امتحان میں پاس نہ ہونا ایسا ہی تھا جیسا کہ خضر نے کشتی کا تختہ توڑ دیا تھا۔ تا عمدہ حالت میں ہو کر غیروں کے ہاتھ نہ جا پڑیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر آپ اس جگہ سے استعفاء دو گے تو عیالداری کے لحاظ سے قادیان کو چھوڑنا ہی پڑیگا اور یہی صورت دینی تعلقات سے دور ہونے کے لئے مد ہو جائے گی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالت سب خدا تعالیٰ کے لئے ہوگئی تھی۔ مگر اس زمانہ میں اس قدر غنیمت ہے کہ اس جماعت کی ایسی حالت ہو جائے کہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے ہوں۔ والسلام خاکسار مرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ۔۔ (ذکر حبیب ص 136.37۔ مفتی محمد صادق)

تعلیم الاسلام کالج قادیان کا افتتاح

مدرسہ تعلیم الاسلام جس کا آغاز یکم جنوری 1898ء کو پرائمری سکول سے ہوا تھا فروری 1900ء میں ہائی اسکول بنا۔ اس کے تین سال بعد ترقی دے کر کالج بنا دیا گیا جو تعلیم الاسلام کالج کے نام سے موسوم ہوا۔

[i] ''تعلیم الاسلام کالج کا افتتاح 15 رمئی 1903ء کو قرار پایا تھا۔ مگر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ناسازی طبع کے باعث 28 رمئی 1903ء کو قرار پایا تھا۔ یہ موجودہ دنیا میں غالباً پہلا کالج تھا جس کی افتتاحی تقریب ہر قسم کی عرفی رسومات سے بالکل منزہ تھی۔ اس موقعہ پر اگر کالج کی طرف سے حکام کو دعوت دی جاتی تو وہ ضرور شریک ہوتے۔ مگر ایک ایسے مذہبی کالج کے افتتاح پر جس کے قیام کی واحد غرض دینی عظمت اور مذہبی تعلیم کی اشاعت ہے حکام کی شمولیت محض تکلف سمجھی گئی۔ چنانچہ نہ اس میں دعوت کے کارڈ جاری ہوئے نہ اس میں کسی پارٹی کا اہتمام کیا گیا بلکہ سیدھے سادھے طریق پر محض دعا کے لئے ایک جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ 28 رمئی 1903ء کو صبح ساڑھے چھ بجے کے بعد احاطہ سکول میں بورڈنگ ہاؤس اور اس کے درمیانی میدان میں ایک شامیانہ کے نیچے شمالی جانب ایک عارضی چبوترہ بنایا گیا جس پر اراکین مدرسہ اور دوسرے معززین کے لئے کرسیاں بچھائی گئیں اور جنوبی طرف ایک میز رکھی گئی میز پر دائیں جانب قرآن کریم اور بائیں جانب کرہ ارض رکھا تھا۔ میز کے سامنے طالب علموں کی ورزش کے لئے ایک ستون قائم کیا گیا۔

[ii] جلسہ کی اصل غرض تو صرف یہ تھی کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ قدم رنجہ فرما کر دعا کریں اور اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد بھی فرمائیں اور اسی لئے پہلے بھی یہ جلسہ ملتوی کر دیا گیا تھا مگر افسوس اس روز بھی حضرت صاحبؑ خرابی صحت کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے اور اپنی طرف سے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو اپنا پیغام دے کر بھجوایا۔ چنانچہ عین اس وقت جب کہ سب کی نظریں دروازے کی طرف اپنے محبوب آقا کے استقبال کے لئے لگی ہوئی تھیں۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے کھڑے ہو کر حضرت اقدسؑ کا پیغام سنایا اور یہی پیغام جلسہ کی افتتاحی تقریر کہنا چاہئے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضرت اقدسؑ نے مجھے ایک پیغام دے کر روانہ کیا ہے میں نے آپ کی خدمت میں تشریف آوری کے واسطے عرض کی تھی آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت بیمار ہوں حتیٰ کہ چلنے سے بھی معذور ہوں لیکن وہاں حاضر ہونے سے بہت بہتر کام یہاں کر سکتا ہوں۔ کہ ادھر جس وقت افتتاح کا جلسہ ہوگا۔ میں بیت الدعا میں جا کر دعا کروں گا۔ یہ کلمہ اور وعدہ حضرت صاحبؑ کا بہت خوشکن اور امید دلانے والا ہے۔ اگر آپ خود تشریف لاتے تو بھی باعث برکت تھا۔ اور اگر اب نہیں لائے تو دعا کریں گے اور یہ بھی خیر و برکت کا موجب ہوگی۔'' حضرت مولوی صاحبؓ اس قدر تقریر فرما کر کرسی پر بیٹھ گئے۔

[iii] پھر حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی صدارت میں جلسہ کی باضابطہ کاروائی شروع ہوئی۔ اولاً تعلیم الاسلام کالج کے ڈائریکٹر حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے مختصر تقریر فرمائی۔ جس میں بتایا کہ سکول نے جو فوق العادت ترقی کی ہے وہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ تاہم ظاہری اسباب کے لحاظ سے طلبہ، ان کے والدین اور دوسرے احباب کو اس کی مالی اعانت میں ضرور حصہ لینا چاہئے۔ حضرت نواب صاحبؓ کے بعد حضرت مولوی صاحبؓ نے نہایت لطیف اور باموقع اور برجستہ صدارتی خطاب فرمایا۔ چنانچہ آپ نے میز پر رکھے ہوئے قرآن مجید اور کرۂ ارضی نیز سائبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ تم کو اس قرب الٰہی کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے جس سے عرب کی نابود ہستی بود ہو کر نظر آئی وہ ذریعہ قرآن کریم ہے جس سے اس کرۂ پر ان کو حکمرانی حاصل ہوئی تھی۔ مگر اس کے ساتھ ہی اصل جڑھ یہ تھی کہ فضل الٰہی کا سائبان بھی ان پر تھا۔ کالج کی اصل غرض یہی ہے کہ دینی و دنیوی تربیت ہو مگر اول فضل کا سایہ ہو پھر کتاب پر دستور العمل ہو۔ اس کے بعد دیکھو کہ کیا کامیابی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو توفیق دے کہ فضل خدا کا سایہ تم پر ہو۔ اس کی کتاب دستور العمل ہو۔ کرۂ زمین پر عزت سے زندگی بسر کرو۔

[iv] حضرت مولوی صاحبؓ کی اس تقریر کے بعد مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب نے نظمیں پڑھیں۔ بعد ازاں دعا پر یہ افتتاحی رسم ختم ہوئی۔ جلسہ کے بعد حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں جلسہ کامیابی سے اختتام پذیر ہونے کی اطلاع دی تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا کہ ”رات سے مجھ کو دل کے مقام پر درد ہوتی تھی۔ اس لئے حاضر نہیں ہوسکا۔ لیکن میں نے اسی حالت میں بیت الدعا میں نماز میں اس کالج کے لئے بہت دعا کی۔ غالباً آپ کا وہ وقت اور میری دعا کا وقت ایک ہی ہوگا۔ خدا تعالیٰ قبول فرماوے۔“

[v] سٹاف کالج کے پرنسپل حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ تھے آپ کے علاوہ مندرجہ ذیل بزرگ سٹاف میں شامل تھے۔

2) حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ (مینیجر و پروفیسر منطق وسپرنٹنڈنٹ)
3) حضرت حکیم مولوی عبیداللہ صاحبؓ بسمل (پروفیسر فارسی)
4) حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ (پروفیسر دینیات)
5) حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ (پروفیسر ادب عربی)

کالج کے ڈائریکٹر: حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کالج کے ڈائریکٹر تھے جن کا قریباً سارا وقت کالج کے لئے وقف تھا۔ آپ سکول کے علاوہ کالج کو بھی گرانقدر عطیہ دیتے تھے۔ بلکہ کالج کی بہت سی ضروریات کے کفیل آپ ہی تھے۔ ”تعلیم الاسلام کالج“ دو سال تک برابر کامیابی سے چلتا رہا۔ اس کے نتائج عمدہ تھے مگر حکومت کے کالج یونیورسٹی کمیشن کی کڑی شرائط کے باعث اسے بند کر دینا پڑا۔ تاہم حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی دعائیں قریباً چالیس سال بعد پھر رنگ لائیں۔ اور 1944ء میں قادیان میں ہی اس کا دوبارہ اجراء عمل میں آیا اور تقسیم کے بعد ربوہ میں باقاعدہ جاری ہے۔“

(تاریخ احمدیت جلد 3 ص 321)

مدرسہ سے کیا غرض ہے۔ 29 نومبر 1905ء قبل ظہر

فرمایا: ”ہماری غرض مدرسہ کے اجراء سے محض یہ ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کیا جاوے مروجہ تعلیم کو اس لئے ساتھ رکھا ہے کہ یہ علوم خادم دین ہوں۔ ہماری یہ غرض نہیں کہ ایف۔ اے یا بی۔ اے کر کے دنیا کی تلاش میں مارے مارے پھریں۔ ہمارے پیش نظر تو یہ امر ہے کہ ایسے لوگ خدمت دین کے لئے زندگی بسر کریں اور اسی لئے مدرسہ کو ضروری سمجھتا ہوں کہ شاید دینی خدمت کے کام آسکے۔ مشکل یہ ہے کہ جس کو ذرا بھی استعداد ہو جاوے وہ دنیا کی طرف جھک جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسے لوگ پیدا ہوں جیسے مولوی محمد علی صاحب کام کر رہے ہیں۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اب وہ اکیلے ہیں۔ کوئی انکا ہاتھ بٹانے والا یا قائم مقام نظر نہیں آتا۔“ (ملفوظات جلد 8۔ ص 269)

سلسلہ کے تعلیم یافتہ غور کریں:

میں دیکھتا ہوں کہ آریوں کی حالت یہ ہے کہ ایک طرف تو وہ ذرہ ذرہ کو خدا بنا رہے ہیں اور اس طرح پر اللہ تعالیٰ کی معرفت سے بے نصیب اور حقوق کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اور حقوق العباد کی طرف سے ایسے اندھے ہیں کہ نیوگ جیسے مسئلہ کو مانتے ہیں۔ باوجود ایسا مذہب رکھنے کے پھر ان میں سے ان کی

حمایت کے لئے اس قدر جوش ہے کہ بہت سے تعلیم یافتہ اپنی زندگیاں مذہب کی خاطر وقف کر دیتے ہیں اور یہاں یہ حال ہے کہ جو مدرسہ سے نکلتا ہے اس کو دنیوی امور کی طرف توجہ ہو جاتی ہے جہاں تک ہو سکے یہی آرزو ہے کہ کوئی دینی خدمت ہو جاوے۔ میں جب اسلام کی حالت کا مشاہدہ کرتا ہوں تو میرے دل پر چوٹ لگتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ میری زندگی میں ایسے لوگ تیار ہو جاویں جو اسلام کی خدمت کر سکیں۔ ہم تو پا بگور ہیں اور اگر اور تیار نہ ہوں تو پھر مشکل پیش آتی ہے۔ میرا مدعا اس قدر ہے کہ آپ لوگ تدبیر کریں خواہ کسی پہلو پر صادر کیا جاوے مگر یہ ہو کہ چند سال میں ایسے نوجوان نکل آویں جن میں علمی قابلیت ہو اور غیر زبان کی واقفیت بھی رکھتے ہوں اور پورے طور پر تقریر کر کے اسلام کی خوبیاں دوسروں کے ذہن نشین کر سکیں۔ میرے نزدیک غیر زبانوں سے اتنی ہی مراد نہیں کہ صرف انگریزی پڑھ لیں نہیں اور زبانیں بھی پڑھیں۔ اور سنسکرت بھی پڑھیں تا کہ ویدوں کو پڑھ کر ان کی اصلیت ظاہر کر سکیں۔ اس وقت تک وید گویا مخفی پڑے ہوئے ہیں۔ کوئی ان کا مستند ترجمہ نہیں۔ اگر کوئی کمیٹی ترجمہ کر کے صادر کر دے تو حقیقت معلوم ہو جاوے۔ اصل بات یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اسلام کو ان لوگوں اور ان قوموں میں پہنچایا جاوے جو اس سے محض ناواقف ہیں اور اس کے لئے ضروری ہے کہ جن قوموں میں تم ان کو پہنچانا چاہو ان کی زبانوں کی پوری واقفیت ہو۔ ان کی زبانوں کی واقفیت نہ ہو اور ان کی کتابوں کو پڑھ نہ لیا جاوے تو مخالف پوری طرح عاجز نہیں ہو سکتا۔'' (ملفوظات جلد۔8 ص 283)

6 دسمبر 1905ء الہام۔ فرمایا: کل پھر الہام ہوا۔ قَرُبَ اَجَلُكَ الْمُقَدَّرُ

اس پر فرمایا: ''مدرسہ کی حالت دیکھ کر دل پارہ پارہ اور زخمی ہو گیا۔ علماء کی جماعت فوت ہو رہی ہے۔ مولوی عبدالکریمؓ کی قلم ہمیشہ چلتی رہتی تھی۔ مولوی برہان الدین فوت ہو گئے۔ اب کوئی قائم مقام نہیں جو عمر رسیدہ ہیں ان کو بھی فوت شدہ ہی سمجھئے۔ دوسرا جیسا کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تقویٰ ہو اس کی تخم ریزی نہیں۔ یہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے ورنہ اچھے آدمی مفقود ہو رہے ہیں آریہ زندگی وقف کر رہے ہیں۔ یہاں ایک طالب علم کے منہ سے بھی نہیں نکلتا ہزار روپیہ جو قوم کا جمع ہوتا ہے وہ ان لوگوں کے لئے خرچ ہوتا ہے جو دنیا کا کیڑا بنتے ہیں۔ یہ حالت تبدیل ہو کر ایسی حالت ہو کہ علماء پیدا ہوں۔ علم دین میں برکت ہے اس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ بغیر اسکے شوخی بڑھتی ہے نبوی علم میں برکات ہیں۔ لوگ جو روپیہ بھیجتے ہیں لنگر خانہ کے لئے یا مدرسہ کے لئے۔ اس میں اگر بے جا خرچ ہوں تو گناہ کا نشانہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تدبیر کرنے والوں کی قسم کھائی ہے۔ فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا۔ میں تو ایسے آدمیوں کی ضرورت سمجھتا ہوں جو دین کی خدمت کریں میرے نزدیک زبان دانی ضروری ہے۔ انگریزی پڑھنے سے میں نہیں روکتا۔ میرا مدعا یہ ہے اور میں نے پہلے بھی سوچا ہے اور جب سوچا ہے میرے دل کو صدما پہنچا ہے کہ ایک طرف تو زندگی کا اعتبار نہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ کی وحی قَرُبَ اَجَلُكَ الْمُقَدَّرُ سے ظاہر ہوتا ہے دوسرا اس مدرسہ کی بناء سے غرض یہ تھی کہ دینی خدمت کے لئے لوگ تیار ہو جاویں۔ یہ خدا تعالیٰ کا قانون ہے پہلے گزر جاتے ہیں دوسرے جانشین ہوں۔ اگر دوسرے جانشین نہ ہوں تو قوم کے ہلاک ہونے کی جڑ ہے۔ مولوی عبدالکریم اور دوسرے مولوی فوت ہو گئے اور جو فوت ہو گئے ہیں ان کا قائم مقام کوئی نہیں۔ دوسری طرف ہزار ہا روپیہ جو مدرسہ کے لئے صرف کیا جاتا ہے پھر اس سے کیا فائدہ؟ جب کوئی تیار ہو جاتا ہے تو دنیا کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ اصل غرض مفقود ہے۔ میں جانتا ہوں جب تک تبدیلی نہ ہوگی کچھ نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی جماعت روحانی سپاہیوں کے تیار کرنے والے تھے وہ نہیں رہے دور چلے گئے ہیں۔ ہمیں کیا غرض ہے کہ قدم بقدم ان لوگوں کے چلیں جو دنیا کے لئے چلتے ہیں۔

(الحکم جلد 13 نمبر 1 صفحہ 12۔13 مورخہ 7 جنوری 1909ء)

مدرسہ احمدیہ ضرور بنے گا

''بندہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی بیعت کی، درمیانی جھگڑوں کا بھی علم ہوتا رہا۔ چنانچہ جب ایک مجلس بیت مبارک میں منعقد کی گئی۔ بندہ اس میں حاضر تھا۔ مولوی محمد عظیم صاحب، صدرالدین صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب چاہتے تھے کہ مدرسہ احمدیہ قائم نہ ہو۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کا تجویز کردہ تھا۔ بہت جوش کے ساتھ تقریریں کرتے رہے اور کہتے تھے کہ ہم نے کوئی ملاں پیدا کرنے ہیں۔ جنہوں نے آگے ہی دین کا ستیاناس کر دیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی اس وقت تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب حضورؓ نے صدر سے اجازت لے کر لیکچر شروع فرمایا تو خواجہ صاحب کا جو اثر مجلس کے احباب پر تھا۔ کافور ہو گیا بلکہ جب انہوں نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھیں بند کرنے کے بعد ہی حضورؑ کے ارادے پر پانی پھیرنا شروع کر دیا ہے تو لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اور فدائی زار و قطار رونے لگے اور سب نے حضورؓ سے اتفاق کیا کہ مدرسہ احمدیہ ضرور بنے گا۔''

''اکثر عیسائیوں اور مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ چلے گئے تھے اور اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور کسی وقت آخری زمانہ میں پھر زمین پر نازل ہونگے۔ نیز مسلمان یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کے منارہ کے قریب یا کسی اور جگہ اتر ینگے اور امام محمد مہدی کے ساتھ ملکر جو پہلے سے بنی فاطمہ میں سے دنیا میں آیا ہوا ہوگا دنیا کی تمام قوموں کو قتل کر ڈالیں گے اور بجز ایسے شخص کے جو بلا توقف مسلمان ہو جائے۔''

[i] ''حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کی یہ بڑی غلطی ہے کہ وہ ایک عاجز انسان کو خدا کہتے ہیں درحقیقت حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا مسئلہ عیسائیوں نے محض اپنے دین کی برتری اور شان وشوکت کے اظہار کے لئے گھڑا تھا۔ اور اہل اسلام کو یاد دلاتے ہیں کہ اسلام نے کبھی جبر کا مسئلہ نہیں سکھایا۔ کیا اس مذہب کو ہم جبر کا مذہب کہہ سکتے ہیں جس کی کتاب قرآن میں صاف طور پر ہدایت ہے کہ۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ یعنی دین میں داخل کرنے کے لئے جبر جائز نہیں۔ کیا ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جبر کا الزام دے سکتے ہیں جنہوں نے مکہ معظّمہ کے تیرہ برس میں اپنے تمام دوستوں کو دن رات یہی نصیحت دی کہ شر کا مقابلہ مت کرو اور صبر کرتے رہو۔ اسلام میں یہ ہدایت ہی نہیں کہ کسی شخص کو جبر اور قتل کی دھمکی سے دین میں داخل کیا جائے تو پھر کسی خونی مہدی یا خونی مسیح کی انتظار کرنا سراسر لغو اور بیہودہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے اور نہ کبھی امید رکھنی چاہیئے کہ وہ پھر زمین پر آسمان سے نازل ہوں گے بلکہ وہ ایک سو بیس برس کی عمر پا کر سرینگر کشمیر میں فوت ہو گئے اور سرینگر محلہ خان یار میں انکی قبر ہے۔''

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر مدفون ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا

[ii] ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔۔ کہ وہ حقیقی اور واقعی مسیح موعود جو وہی درحقیقت مہدی بھی ہے جس کے آنے کی بشارت انجیل اور قرآن میں پائی جاتی ہے اور احادیث میں بھی اس کے آنے کے لئے وعدہ دیا گیا ہے وہ میں ہی ہوں مگر بغیر تلواروں اور بندوقوں کے۔ اور خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ نرمی اور آہستگی اور حلم اور غربت کے ساتھ اس خدا کی طرف لوگوں کو توجہ دلاؤں جو سچا خدا اور قدیم اور غیر متغیر ہے اور کامل تقدس اور کامل حلم اور کامل رحم اور کامل انصاف رکھتا ہے۔ اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔ مجھے اس نے بھیجا ہے کہ تا میں امن اور حلم کے ساتھ دنیا کو سچے خدا کی طرف رہبری کروں اور اسلام میں اخلاقی حالتوں کو دوبارہ قائم کر دوں۔ (مسیح ہندوستان میں ص13)

[iii] حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اے تمام لوگو۔ سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین وآسمان بنایا۔۔ اگر اب مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو ٹھٹھے سے کیا نقصان۔ کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ پس خدا کی طرف سے یہ نشانی ہے کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ مگر ایسا آدمی جو تمام لوگوں کے روبرو آسمان سے اترے اور فرشتے بھی اس کے ساتھ ہوں۔ اس سے کون ٹھٹھا کرے گا۔ پس اس دلیل سے بھی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اتریگا۔ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی جو اولاد باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی۔ اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔'' (تذکرۃ الشہادتین ص67)

[iv]۔ مسیح تو آ چکا لیکن آپ نے اس کو شناخت نہیں کیا۔ اب یہ امید موہوم آپ کی ہرگز پوری نہیں ہوگی۔ یہ زمانہ گزر جائے گا اور کوئی ان میں سے مسیح کو اترتے نہیں دیکھے گا۔ (ازالہ اوہام۔ ص179)

جلسہ سالانہ

دنیا کے ہر ملک میں کئی قسم کے جلسے منعقد ہوتے ہیں اوران جلسوں کے پیچھے یا تو ذاتی مفاد یا ملکی مفاد زیر نظر ہوتا ہے۔لیکن جس جلسے کا ذکر یہاں مقصود ہے وہ ذاتی اور ملکی مفاد سے بالاتر ہوکر خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو قائم کرنے اور بنی نوع انسان کو توحید کے پرچم کے تلے جمع کرتا ہے۔حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام نے کل عالم کو دین واحد پر جمع کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔اور ابھی انیسویں صدی کے ختم ہونے میں دس سال باقی تھے کہ امت واحدہ کی ایک جھلک دکھانے کے لئے آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جلسہ سالانہ کا آغاز فرمایا۔اور یہ بشارت بھی دی کہ خدا تعالیٰ نے قومیں تیار کی ہیں جو آئندہ اس میں آملیں گی۔

[i] ''چنانچہ وہ جلسہ جس کا آغاز 1891ء میں قادیان میں 75 نفوس سے ہوا تھا وہ پھولتا پھلتا رہا اور 1946ء میں قادیان میں متحدہ ہندوستان کے آخری سالانہ جلسہ قادیان میں 39 ہزار سے زیادہ افراد شریک ہوئے۔تب خدا کی قدرت نے ایک نیا جلوہ دکھانے کا ارادہ کیا اور جماعت کو بے سروسامانی کے عالم میں اپنا مرکز قادیان چھوڑنا پڑا۔اور پاکستان میں محض چند پودے لگانے کا نہیں پورے کا پورا باغ نئے سرے سے لگانے کا مرحلہ درپیش تھا۔اور خلافت کی رہنمائی میں یہ سفر ایک دفعہ پھر بڑی شان کے ساتھ شروع ہوا۔ ربوہ پاکستان کے پہلے جلسہ سالانہ 1949 میں 16 ہزار پروانوں سے اس قافلہ نے رخت سفر باندھا جو 1983 میں 2 لاکھ 75 ہزار کے جم غفیر میں تبدیل ہو گیا۔''

[ii] ''اس جلسہ سالانہ میں نئی قوموں کے داخلے کا تیسرا دور 1985 میں لندن سے شروع ہوا اور خلیفہ وقت سے برکت پانے والے اس عالمی جلسہ میں 4 ہزار پانچ سو افراد حاضر ہوئے۔ یہ تعداد بیسویں صدی کے آخری سال 2000 میں 23 ہزار چار سو سات ہوگئی مگر ان جلسوں کی حاضری صرف جلسہ گاہ میں موجود سامعین تک محدود نہیں بلکہ ایم۔ٹی۔اے کے ذریعہ کل عالم میں موجود قومیں اس میں آملتی ہیں۔اور عالمی بیعت نے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کو نئے معنے پہنا دیئے ہیں۔یہی وہ جلسہ ہے جس میں ہر سال پہلے لاکھوں اور اب کروڑوں کی آمد ہے۔اور گزشتہ 9 سالوں میں 14 کروڑ افراد جلسہ کے موقعہ پر بیعت کر کے خدائی کلمات کی صداقت کا ثبوت بہم پہنچا رہے ہیں۔اکیسویں صدی کا پہلا عالمی جلسہ خدا تعالیٰ کی خاص تقدیروں کے ماتحت جرمنی میں منعقد ہوا۔ جو نہ صرف حاضری۔48 ہزار۔ بلکہ ملٹی نیشنل ہونے کے اعتبار سے بھی ایک منفرد اور تاریخ ساز جلسہ تھا۔جس میں آٹھ کروڑ افراد توحید کے پرچم تلے آ گئے۔''

[iii] ''خدا کرے اس کے باقی وعدے بھی پورا ہوتے ہوئے ہم اپنی زندگیوں میں دیکھ لیں۔اور ساری زمین جلد از جلد توحید کے نور سے جگمگا اٹھے جس کی آرزو لئے بے شمار سعید روحوں نے دل خون کر دئے اور سرمٹی میں ملا دئے ان کے سینے چھلنی ہو گئے اور ان کی روحیں گداز ہوتی رہیں۔خدا تعالیٰ ہمارے وجودوں کی خاک بھی دین کے اس لہلہاتے گلستان کے لئے کھاد بنا دے اور مقبول خدمت کی توفیق عطا فرماوے۔''

(روزنامہ الفضل سالانہ نمبر 28 دسمبر 2001)

قادیان کا پہلا جلسہ سالانہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ارشاد الٰہی کی بنیاد پر قادیان میں جس جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی ۔اس کے لئے ہر سال 27، 28، 29 دسمبر کی تاریخیں مقرر کیں۔ چنانچہ پہلا جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1891ء کو نماز ظہر کے بعد مسجد اقصیٰ قادیان میں ہوا۔ یہ مختصر سا جلسہ تھا۔جس میں صرف 75 احباب شامل ہوئے۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تحریر کردہ مضمون آسمانی فیصلہ پڑھ کر سنایا۔مضمون کے اختتام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سب حاضرین جلسہ سے مصافحہ کیا۔ یہ ایک ایسا تاریخ ساز اجتماع تھا جس نے مستقبل میں اقوام عالم میں ایک حیرت انگیز انقلاب کا سنگ میل ثابت کرنا تھا۔وہی جلسہ جس کی بنیاد مسیح پاک نے اپنے مقدس ہاتھوں سے 75 نفوس کی حاضری سے رکھی تھی۔اس میں اب ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں تمام ممالک میں عاشقان زار ہر سال جمع ہوتے ہیں۔اور سینکڑوں اور ہزاروں والنٹیئرز جلسہ کے انتظام پر مامور ہوتے ہیں۔

فہرست حاضرین پہلا جلسہ سالانہ 1891

1۔منشی اروڑا نقشہ نویس محکمہ مجسٹریٹ کپورتھلہ
2۔منشی محمد عبدالرحمٰن صاحبؓ محکمہ جرنیلی کپورتھلہ
3۔منشی محمد حبیب الرحمٰن صاحبؓ رئیس کپورتھلہ
4۔منشی ظفر احمد صاحبؓ اپیل نویس کپورتھلہ
5۔منشی محمد خان صاحبؓ اہلمد فوجداری کپورتھلہ
6۔منشی سردار خان صاحبؓ کورٹ دفعدار کپورتھلہ
7۔منشی امداد علی صاحبؓ محرر سررشتہ تعلیم کپورتھلہ
8۔مولوی محمد حسین صاحبؓ کپورتھلہ
9۔حافظ محمد علی صاحبؓ کپورتھلہ
10۔مرزا خدا بخش صاحبؓ اتالیق نواب مالیرکوٹلہ
11۔منشی رستم علی خان صاحبؓ ڈپٹی انسپیکٹر پولیس ریلوے لاہور۔
12۔ڈپٹی حاجی سید فتح علی شاہ صاحبؓ ڈپٹی کلکٹر انہار لاہور
13۔حاجی خواجہ محمد الدین صاحبؓ رئیس لاہور
14۔میاں محمد چٹو صاحبؓ رئیس لاہور
15۔خلیفہ رجب الدین صاحبؓ رئیس لاہور
16۔منشی شمس الدین صاحبؓ کلرک دفتر اگزیمنر لاہور
17۔منشی تاج دین صاحبؓ اکاؤنٹینٹ دفتر اگزیمنر لاہور
18۔منشی حاجی بخش صاحبؓ کلرک دفتر اگزیمنر لاہور
19۔حافظ فضل احمد صاحبؓ دفتر اگزیمنر لاہور
20۔مولوی رحیم اللہ صاحبؓ لاہور
21۔مولوی غلام حسین صاحبؓ لاہور
22۔منشی عبدالرحمٰن صاحبؓ کلرک لوکو آفس لاہور
23۔مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ لاہور
24۔منشی کرم الٰہی صاحبؓ لاہور
25۔سید ناصر شاہ صاحبؓ سب اوورسیر
26۔حافظ محمد اکبر صاحبؓ لاہور
27۔مولوی غلام قادر صاحبؓ فصیح مالک و مہتمم پنجاب پریس و میونسپل کمشنر سیالکوٹ
28۔مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹ
29۔میر حامد شاہ صاحبؓ اہلمد معافیات سیالکوٹ
30۔میر محمود شاہ صاحبؓ نقل نویس سیالکوٹ
31۔منشی محمد دین صاحبؓ سابق گرداور سیالکوٹ
32۔حکیم فضل الدین صاحبؓ رئیس بھیرہ
33۔میاں نجم الدین صاحبؓ رئیس بھیرہ
34۔منشی احمد اللہ صاحبؓ محالدار محکمہ پرمٹ جموں
35۔سید محمد شاہ صاحبؓ رئیس جموں
36۔مستری عمر الدین صاحبؓ جموں
37۔مولوی نورالدین صاحبؓ حکیم خاص ریاست جموں
38۔خلیفہ نورالدین صاحبؓ صحاف جموں
39۔قاضی محمد اکبر صاحبؓ سابق تحصیلدار جموں
40۔شیخ محمد جان صاحبؓ ملازم راجہ امر سنگھ صاحبؓ
41۔مولوی عبدالقادر صاحبؓ مدرس جمالپور
42۔شیخ رحمت اللہ صاحبؓ میونسپل کمشنر گجرات
43۔شیخ عبدالرحمٰن صاحبؓ۔بی۔اے۔گجرات
44۔منشی غلام اکبر صاحبؓ کلرک اگزیمنر آفس لاہور
45۔منشی دوست محمد صاحبؓ سارجنٹ پولیس جموں
46۔مفتی فضل الرحمٰن صاحبؓ رئیس جموں
47۔منشی غلام محمد صاحبؓ خلف مولوی دین محمد لاہور
48۔سائیں شیر شاہ صاحبؓ مجذوب جموں
49۔صاحبؓ زادہ پیر افتخار احمد صاحبؓ لدھیانہ
50۔قاضی خواجہ علی صاحبؓ ٹھیکیدار شکرم لدھیانہ
51۔حافظ نور احمد صاحبؓ کارخانہ دار پشمینہ لدھیانہ
52۔شہزادہ حاجی عبدالحمید صاحبؓ لدھیانہ
53۔حاجی عبدالرحمٰن صاحبؓ لدھیانہ
54۔شیخ شہاب الدین صاحبؓ لدھیانہ
55۔حاجی نظام الدین صاحبؓ لدھیانہ
56۔شیخ عبدالحق صاحبؓ لدھیانہ
57۔مولوی محکم الدین صاحبؓ مختار امرتسر
58۔شیخ نورالحق مالک مطبع ریاض ہند امرتسر
59۔منشی غلام محمد صاحبؓ کاتب امرتسر
60۔میاں جمال الدین صاحبؓ ساکن موضع سیکھواں
61۔میاں امام الدین صاحبؓ سیکھواں
62۔میاں خیر الدین صاحبؓ سیکھواں
63۔میاں محمد عیسیٰ صاحبؓ مدرس نوشہرہ

64۔میاں چراغ علی صاحبؓ ساکن تھہ غلام نبی
65۔شیخ شہاب الدین صاحبؓ ساکن تھہ غلام نبی
66۔میاں عبداللہ صاحبؓ ساکن سوہل
67۔حافظ عبدالرحمان صاحبؓ ساکن سوہیاں
68۔داروغہ نعمت علی صاحبؓ ہاشمی عباسی بٹالوی
69۔حافظ حامد علی صاحبؓ ملازم مرزا صاحبؑ
70۔حکیم جان محمد صاحبؓ
71۔بابو علی محمد صاحبؓ رئیس بٹالہ
72۔مرزا اسمٰعیل بیگ صاحبؓ قادیانی
73۔میاں بڈھے خاں صاحبؓ نمبردار بیری
74۔مرزا محمد علی صاحبؓ رئیس پٹی
75۔شیخ محمد عمر صاحبؓ خلف حاجی غلام محمد صاحب بٹالہ

(آسمانی فیصلہ۔روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 27-26)

آج خدا تعالیٰ کے فضل سے اس تاریخی جلسہ سالانہ کے شیریں ثمرات اور بابرکت انوار زمین کے کناروں تک پھیلے ہوئے ہیں اور دنیا میں جہاں جہاں جماعت احمدیہ کے مراکز ہیں وہاں ہر ملک میں جلسہ ہائے سالانہ منعقد ہو رہے ہیں۔

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر　　کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا　　اک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہوا　(درثمین صفحہ 134)

جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد

30 دسمبر 1891 کو حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت کو ایک اشتہار کے ذریعہ اطلاع دی کہ آئندہ ہر سال 27، 28، 29 دسمبر کو جماعت کا جلسہ سالانہ منعقد ہوا کرے گا۔جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد جو حضور اقدسؑ نے بیان فرمائے ان کی تفصیل اس طرح سے ہے۔

(1)۔تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور مولا کریم کی محبت دل پر غالب آجائے۔اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے۔جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔

(2)''اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے۔سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہئے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہو گی۔''

(3)۔چونکہ ہر ایک کے لئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے۔کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی اتنا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے خرچوں کو اپنے پر وارد کر سکیں۔لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا چاہے بشرط صحت و فرصت اور عدمِ موانع قویہ تاریخِ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔

(4)......میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ 27 دسمبر سے 29 دسمبر تک قرار پائے۔یعنی آج کے دن کے بعد جو 30 دسمبر 1891ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں 27 دسمبر آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربّانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہئے۔

(5)......اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔اور ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور توجہ ہو گی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین یہ کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی انہیں بخشے۔

(6)اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جسقدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہو نگے وہ تاریخ مقرر پر حاضر ہوکر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہوکر آپس میں رشتہ تودّد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔

(7)......اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائیگی۔

(8)......اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان میں سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلّشانہ کوشش کی جائے گی۔

(9)......اور اس روحانی سلسلہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔

(10)......اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور تدابیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ہر ماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقّت سرمایہ سفر میسّر آجاوے گا۔ گویا یہ سفر مفت میسّر ہوجائے گا۔

(11)......اور بہتر ہوگا کہ جو صاحب احباب میں سے اس تجویز کو منظور کریں وہ مجھ کو ابھی بذریعہ اپنی تحریر خاص کے اطلاع دیں تا کہ ایک علیحدہ فہرست میں ان تمام احباب کے نام محفوظ رہیں کہ جو حتی الوسع والطاقت تاریخ مقرر پر حاضر ہونے کے لئے اپنی آئندہ زندگی کے لئے عہد کرلیں اور بدل وجان پختہ عزم سے حاضر ہوجایا کریں۔ بجز ایسی صورت کے کہ ایسے موانع پیش آجائیں جن میں سفر کرنا اپنی حد اختیار سے باہر ہوجائے۔

(12)......اور اب جو 27دسمبر 1891ء کو دینی مشورہ کے لئے جلسہ کیا گیا۔ اس جلسہ پر جس قدر احباب محض للہ سفر اٹھا کر حاضر ہوئے۔ خدا ان کو جزائے خیر بخشے اور ان کے ہر یک قدم کا ثواب ان کو عطا فرما دے۔ آمین ثم آمین۔'' (روحانی خزائن جلد 4 ص 351)

جب آئندہ جلسہ کے دن قریب آ گئے تو 7 دسمبر 1892ء کو پھر اشتہار شائع فرمایا اس اشتہار میں آپ نے بیان فرمایا:

(1)......''بخدمت جمیع احباب مخلصین التماس ہے کہ 27 دسمبر 1892ء کو مقام قادیان میں اس عاجز کے محبوں اور مخلصوں کا ایک جلسہ منعقد ہوگا۔ اس جلسہ کے اغراض سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ ہر مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کی معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔''

(2)......''پھر اس ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور جماعت کے تعلقات خوب استحکام پذیر ہوں گے۔''

(3)......''جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کیلئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں اور اسلام کے تفرقہ مذاہب سے بہت لرزاں اور ہراساں ہیں۔''

(4)......''سولازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادراہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر یک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی۔''

(5)......''اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اسمیں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔''

(6)......''عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نیچریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کے تفریط پسند اوہام پرست مخالفوں کا نہ خوارق کا انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور نہ ان میں بے ہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کو ملانے والے۔ اور خدا تعالیٰ اس امت وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کردے گا۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا وہی راہ جو رسول کریم ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو سکھلائی تھی۔ وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے۔ یہی ہوگا۔ ضرور یہی ہوگا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے۔ مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی گئی۔''

(7)......اوراس اشتہار کے آخر پرتحریرفرمایا:

''بالآخر میں دعا پرختم کرتا ہوں ہر یک صاحب جواس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں۔خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہواوران کو اجرعظیم بخشے اوران پر رحم کرے اوران کی مشکلات اوراضطراب کے حالات ان پر آسان کر دے اوران کے ہم وغم دور فرمادے۔

اوران کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اوران کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے اورروز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اسکافضل ورحم ہے اور تا اختتام سفران کے بعدان کا خلیفہ ہو۔اے خدا اے ذوالمجد والعطاءوررحیم اورمشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کراورہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطافرما کہ ہرایک قوت اورطاقت تجھی کو ہے۔

آمِیْن ثُمَّ آمِیْن۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

الراقم خاکسارغلام احمدازقادیان ضلع گورداسپور۔عفی اللہ عنہ 7۔دسمبر 1892

جلسہ سالانہ کے اغراض ومقاصداورہماری ذمہ داریاں

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے الفاظ میں

1892ء میں قادیان میں جماعت احمدیہ کا دوسرا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔جس میں شرکاء کی تعداد 75 سے بڑھ کر 500 ہوگئی۔ لیکن بعض وجوہ سے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے 1893ء کے جلسہ کوملتوی فرمادیا۔اس کی وجوہات اوراسباب کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے ایک تفصیلی اشتہار شائع فرمایا۔جس سے اس جلسہ سالانہ کے اصل مقصد کی اورجلسہ کی بنیادی اغراض کی بھرپور وضاحت ہوتی ہےاورجلسہ میں شامل ہونے والوں کی اہم ذمہ داریوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام زیرعنوان۔التوائے جلسہ 27دسمبر 1893ء۔تحریرفرماتے ہیں۔۔ہم افسوس سے لکھتے ہیں کہ چندوجوہ ہم کوپیش آئے جنہوں نے ہماری رائے کواس طرف مائل کیا کہ اب کی دفعہ اس جلسہ کوملتوی رکھا جائے۔اور چونکہ بعض لوگ تعجب کریں گے کہ اس التوا کا موجب کیا ہے لہذا بطوراختصار کسی قدران وجوہ میں سے لکھا جاتا ہے۔

اول یہ کہ اس جلسہ سے مدعااورمطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندرحاصل کرلیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں۔اوران کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو۔اوروہ زہدوتقویٰ اورخداترسی اور پرہیز گاری اورنرم دلی اور باہم محبت اورمواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں۔اورانکسار اورتواضع اورراستبازی ان میں پیدا ہو۔اوردینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔لیکن اس پہلے جلسہ کے بعد ایسا اثر نہیں دیکھا گیا۔ بلکہ خاص جلسہ کے دنوں میں ہی بعض کی شکایت سنی گئی کو وہ اپنے بعض بھائیوں کی بدخوئی سے شاکی ہیں۔اوربعض اس مجمع کثیر میں اپنے اپنے آرام کے لئے دوسرے لوگوں سے کج خلقی ظاہر کرتے ہیں گویا وہ مجمع ہی ان کے لئے موجب ابتلاء ہوگیا۔اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ جلسہ کے بعد کوئی بہت عمدہ اورنیک اثر اب تک اس جماعت کے بعض لوگوں میں ظاہر نہیں ہوا۔اوراس تجربہ کے لئے یہ تقریب پیش آئی کہ ان دنوں سے آج تک ایک جماعت کثیر مہمانوں کی اس عاجز کے پاس بطورتبادل رہتی ہے۔یعنی بعض آتے ہیں اوربعض جاتے ہیں۔اوربعض وقت یہ جماعت سوسومہمان تک بھی پہنچ گئی ہےاوربعض وقت اس سے کم۔لیکن اس اجتماع میں بعض دفعہ بباعث تنگی مکانات اورقلت وسائل مہمانداری ایسے نالائق رنجش اورخودغرضی کی سخت گفتگو بعض مہمانوں میں باہم ہوتی دیکھی ہے کہ جیسے ریل میں بیٹھنے والے تنگی مکان کی وجہ سے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔اورکوئی بیچارہ عین ریل چلنے کے قریب اپنی گٹھڑی کے سمیت مارے اندیشہ کے دوڑتا دوڑتا ان کے پاس پہنچ جاوے تو اس کو دھکے دیتے اوردروازہ بند کرلیتے ہیں کہ ہم میں جگہ نہیں حالانکہ گنجائش نکل سکتی ہے مگرسخت دلی ظاہر کرتے ہیں اوروہ ٹکٹ لئے اوربقچہ اٹھائے ادھرادھر پھرتا ہے اورکوئی اس پر رحم نہیں کرتا مگر آخر ریل کے ملازم جبراً اس کوجگہ دلاتے ہیں۔سوایسا ہی یہ اجتماع بھی بعض اخلاقی حالتوں کے بگاڑنے کا ایک ذریعہ معلوم ہوتا ہے۔

اور جب تک مہمانداری کے پورے وسائل میسر نہ ہوں اور جب تک خدا تعالیٰ ہماری جماعت میں اپنے خاص فضل سے کچھ مادہ رفق اور نرمی اور ہمدردی اور خدمت اور جفاکشی کا پیدا نہ کرے تب تک یہ جلسہ قرین مصلحت معلوم نہیں ہوتا۔ حالانکہ دل تو یہی چاہتا ہے کہ مبائعین محض للہ سفر کر کے آویں اور میری صحبت میں رہیں اور کچھ تبدیلی پیدا کر کے جائیں کیونکہ موت کا اعتبار نہیں۔ میرے دیکھنے میں مبائعین کو فائدہ ہے۔ مگر مجھے حقیقی طور پر وہی دیکھتا ہے جو صبر کے ساتھ دین کو تلاش کرتا ہے اور فقط دین کو چاہتا ہے۔ سو ایسے پاک نیت لوگوں کا آنا ہمیشہ بہتر ہے۔ کسی جلسہ پر موقوف نہیں بلکہ دوسرے وقتوں میں وہ فرصت اور فراغت سے باتیں کر سکتے ہیں۔ اور یہ جلسہ ایسا تو نہیں کہ دنیا کے میلوں کی طرح خواہ نخواہ التزام اس کا لازم ہے بلکہ اس کا انعقاد صحت نیت اور حسن ثمرات پر موقوف ہے۔ ورنہ بغیر اس کے ہیچ۔ اور جب تک یہ معلوم نہ ہو اور تجربہ شہادت نہ دے کہ اس جلسہ سے دینی فائدہ یہ ہے اور لوگوں کے چال چلن اور اخلاق پر اس کا یہ اثر ہے تب تک ایسا جلسہ صرف فضول ہی نہیں بلکہ اس علم کے بعد کہ اس اجتماع سے نتائج نیک پیدا نہیں ہوتے ایک معصیت اور طریق ضلالت اور بدعت شنیعہ ہے۔

میں ہر گز نہیں چاہتا کہ حال کے بعض پیرزادوں کی طرح صرف ظاہری شوکت دکھانے کے لئے اپنے مبائعین کو اکٹھا کروں۔ بلکہ وہ علت غائی جس کے لئے میں حیلہ نکالتا ہوں۔ اصلاح خلق اللہ ہے۔ پھر اگر کوئی امر یا انتظام موجب اصلاح نہ ہو بلکہ موجب فساد ہو تو مخلوق میں سے میرے جیسا اس کا کوئی دشمن نہیں۔ اور اخی مکرم حضرت مولوی نور الدین صاحب سلمہ تعالیٰ بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں۔ اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔ اور اگرچہ نجیب اور سعید بھی ہماری جماعت میں بہت بلکہ یقیناً دو سو سے زیادہ ہی ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ جو نصیحتوں کو سن کر روتے اور عاقبت کو مقدم رکھتے ہیں اور ان کے دلوں پر نصیحتوں کا عجیب اثر ہوتا ہے۔ لیکن میں اس وقت کج لوگوں کا ذکر کرتا ہوں۔ اور میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا یہ کیا حال ہے۔ یہ کونسی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے۔ نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرے جاتے ہیں اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا اور اس سے بلندی چاہتا ہے۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چار پائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چار پائی اس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرش زمین پسند نہ کروں۔ اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اس کے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اس کے لئے جہانتک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں۔ بلکہ مجھے چاہئے کہ میں ان باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔ اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہئے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بہ جبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو جب تک وہ اپنے تئیں ہر یک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دور نہ ہو جائیں۔ خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔

مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں ۔ بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چار پائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اس کو اٹھانا چاہتا ہے ۔ اور اگر نہیں اٹھتا تو چار پائی کو الٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گراتا ہے ۔...... پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور وہ اس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے ۔ یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں تب دل کباب ہوتا اور جلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے اگر میں درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہے ۔ پھر میں کس خوشی کی امید سے لوگوں کو جلسہ کے لئے اکٹھے کروں ۔ یہ دنیا کے تماشوں میں سے کوئی تماشا نہیں ۔ ابھی تک میں جانتا ہوں کہ میں اکیلا ہوں ۔ بجز ایک مختصر گروہ رفیقوں کے جو دوسو سے کسی قدر زیادہ ہیں ۔ جن پر خدا کی خاص رحمت ہے ۔ جن میں سے اول درجہ پر میرے خالص دوست اور محب مولوی نورالدین صاحب اور چند اور دوست ہیں جن کو میں جانتا ہوں کہ وہ صرف خدا تعالیٰ کے لئے میرے ساتھ تعلق محبت رکھتے ہیں ۔ اور میری باتوں اور نصیحتوں کو تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کی آخرت پر نظر ہے ۔ سو وہ انشاء اللہ دونوں جہانوں میں میرے ساتھ ہیں اور میں ان کے ساتھ ہوں میں اپنے ساتھ ان لوگوں کو کیا سمجھوں جن کے دل میرے ساتھ نہیں ۔ جو اس کو نہیں پہچانتے ۔ جس کو میں نے پہچانا ہے اور نہ اس کی عظمتیں اپنے دلوں میں بٹھاتے ہیں اور نہ ٹھٹھوں اور بے راہیوں کے وقت خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور کبھی نہیں سوچتے کہ ہم ایک زہر کھا رہے ہیں جس کا بالضرور نتیجہ موت ہے ۔ درحقیقت وہ ایسے ہیں جن کو شیطانی راہیں چھوڑنا منظور ہی نہیں ۔

یادرہے کہ جو میری راہ پر چلنا نہیں چاہتا وہ مجھ میں سے نہیں اور اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور جو میرے مذہب کو قبول کرنا نہیں چاہتا بلکہ اپنا مذہب پسندیدہ سمجھتا ہے وہ مجھ سے ایسا دور ہے جیسا کہ مغرب مشرق سے وہ خطا پر ہے کہ سمجھتا ہے کہ میں اس کے ساتھ ہوں ۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ آنکھوں کو پاک کرو اور ان کو روحانیت کے طور سے ایسا ہی روشن کرو جیسا کہ وہ ظاہری طور پر روشن ہیں ۔ ظاہری رؤیت تو حیوانات میں بھی موجود ہے ۔ مگر انسان اس وقت سوجا کھا کہلا سکتا ہے جبکہ باطنی رؤیت یعنی نیک و بد کی شناخت کا اس کو حصہ ملے اور پھر نیکی کی طرف جھک جائے ۔ سو تم اپنی آنکھوں کے لئے نہ صرف چار پاؤں کی بینائی بلکہ حقیقی بینائی ڈھونڈو ۔ اور اپنے دلوں سے دنیا کے بت باہر پھینکو کہ دنیا دین کی مخالف ہے ۔ جلد مرو گے اور دیکھو گے کہ نجات انہیں کو ہے کہ جو دنیا کے جذبات سے بیزار اور بری اور صاف دل تھے ۔ میں کہتے کہتے ان باتوں کو تھک گیا کہ اگر تمہاری یہی حالتیں ہیں تو پھر تم میں اور غیروں میں فرق ہی کیا ہے ۔ لیکن یہ دل کچھ ایسے ہیں کہ توجہ نہیں کرتے اور ان آنکھوں سے مجھے بینائی کی توقع نہیں ۔ لیکن خدا اگر چاہے ۔ اور میں تو ایسے لوگوں سے اس دنیا اور آخرت میں بیزار ہوں ۔ اگر میں صرف اکیلا کسی جنگل میں ہوتا تو میرے لئے ایسے لوگوں کی رفاقت سے بہتر تھا جو خدا تعالیٰ کے احکام کو عظمت سے نہیں دیکھتے ۔ اور اس کے جلال اور عزت سے نہیں کانپتے ۔ اگر انسان بغیر حقیقی راست بازی کے صرف منہ سے کہے کہ میں مسلمان ہوں یا اگر ایک بھوکا صرف زبان پر روٹی کا نام لاوے تو کیا فائدہ ۔ ان طریقوں سے نہ وہ نجات پائے گا اور نہ وہ سیر ہوگا ۔ کیا خدا تعالیٰ دلوں کو نہیں دیکھتا ۔ کیا اس علیم و حکیم کی گہری نگاہ انسان کی طبیعت کے پاتال تک نہیں پہنچتی ۔

پس اے نادانو! خوب سمجھو ۔ اے غافلو! خوب سوچ لو کہ بغیر سچی پاکیزگی ایمانی اور اخلاقی اور اعمالی کے کسی طرح رہائی نہیں ۔ اور جو شخص ہر طرح سے گندارہ کر پھر اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو نہیں بلکہ وہ اپنے تئیں دھوکہ دیتا ہے ۔ اور مجھے ان لوگوں سے کیا کام جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر نہیں اٹھا لیتے ۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک جوئے کے نیچے صدق دل سے اپنی گردنیں نہیں دیتے اور راستبازی کو اختیار نہیں کرتے اور فاسقانہ عادتوں سے بیزار ہونا نہیں چاہتے اور ٹھٹھے کی مجالس کو نہیں چھوڑتے اور ناپاکی کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے بلکہ غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکے دیتے اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے اور تکبر سے کرسیوں پر بیٹھتے ہیں ۔ اور اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں ۔ اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے ۔ مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں اور شرم سے بات کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں کی عزت کرتے اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے اور کبھی شرارت اور تکبر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے اور اپنے رب کریم کو یاد رکھتے ہیں ۔ اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں ۔ سو میں بار بار کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے نجات تیار کی گئی ہے ۔ جو شخص شرارت اور تکبر اور خود پسندی اور غرور اور دنیا پرستی اور لالچ اور بدکاری کی دوزخ سے اسی جہان میں باہر نہیں ۔ وہ اُس جہان میں کبھی باہر نہیں ہوگا ۔ میں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں ۔

خدایا مجھے ایسے لفظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو ان دلوں پر اپنا نور ڈالیں اور اپنی تریاقی خاصیت سے ان کی زہر کو دور کر دیں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ دن بھی ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ہر یک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے۔ مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آتیں۔ ہاں نماز پڑھتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ نماز کیا شئے ہے۔ جب تک دل فروتنی کا سجدہ نہ کرے صرف ظاہر سجدوں پر امید رکھنا طمع خام ہے۔ جیسا کہ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا۔ صرف تقویٰ پہنچتی ہے۔ ایسا ہی جسمانی رکوع و سجود بھی ہیچ ہے جب تک دل کا رکوع و سجود و قیام نہ ہو۔ دل کا قیام یہ ہے کہ اس کے حکموں پر قائم ہو اور رکوع یہ کہ اس کی طرف جھکے اور سجود یہ کہ اس کے لئے اپنے وجود سے دست بردار ہو۔ سو افسوس ہزار افسوس کہ ان باتوں کا کچھ بھی اثر میں ان میں نہیں دیکھتا۔ مگر دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے کئے جاؤں گا۔ اور دعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے۔ اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اٹھا دے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ ہاں میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں خدا تعالیٰ کے علم اور ارادہ میں بدبخت ازلی ہے جس کے لئے یہ مقدر ہی نہیں کہ سچی پاکیزگی اور خدا ترسی اس کو حاصل ہو تو اس کو اے قادر خدا میری طرف سے بھی منحرف کر دے جیسا کہ وہ تیری طرف سے منحرف ہے اور اس کی جگہ کوئی اور لا جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو۔ اب میری یہ حالت ہے کہ بیعت کرنے والے سے میں ایسا ڈرتا ہوں جیسا کوئی شیر سے۔ اسی وجہ سے کہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی دنیا کا کیڑا رہ کر میرے ساتھ پیوند کرے۔ پس التواء جلسہ کا ایک یہ سبب ہے جو میں نے بیان کیا۔

دوسرے یہ کہ ابھی ہمارے سامان نہایت ناتمام ہیں۔ اور صادق جانفشاں بہت کم اور بہت سے کام ہمارے اشاعت کتب کے متعلق قلت مخلصوں کے سبب سے باقی پڑے ہیں۔ پھر ایسی صورت میں جلسہ کا اتنا بڑا اہتمام جو صدہا آدمی خاص اور عام کئی دن آکر قیام پذیر رہیں۔ اور جلسہ سابقہ کی طرح بعض دور دراز کے غریب مسافروں کو اپنی طرف سے زاد راہ دیا جاوے۔ اور کما حقہ کئی روز صدہا آدمیوں کی مہمانداری کی جاوے۔ اور دوسرے لوازم چارپائی وغیرہ کا صدہا لوگوں کے لئے بندوبست کیا جائے اور ان کے فروکش ہونے کے لئے کافی مکانات بنائے جائیں۔ اتنی توفیق ابھی ہم میں نہیں اور نہ ہمارے مخلص دوستوں میں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان تمام سامانوں کو درست کرنا ہزار ہا روپیہ کا خرچ چاہتا ہے۔ اور اگر قرضہ وغیرہ پر اس کا انتظام بھی کیا جائے تو بڑے سخت گناہ کی بات ہے کہ جو ضروریات دین پیش آ رہی ہیں وہ تو نظر انداز رہیں اور ایسے اخراجات جو کسی کو یاد بھی نہیں رہتے اپنے ذمہ ڈال کر ایک رقم کثیر قرضہ کی خواہ نخواہ اپنے نفس پر ڈال لی جائے۔ ابھی باوجود نہ ہونے کسی جلسہ کے مہمانداری کا سلسلہ ایسا ترقی پر ہے کہ ایک برس سے یہ حالت ہو رہی ہے کہ کبھی تیس تیس چالیس چالیس اور کبھی سو تک مہمانوں کی موجودہ میزان کی ہر روزہ نوبت پہنچ جاتی ہے۔ جن میں اکثر ایسے غرباء فقراء دور دراز ملکوں کے ہوتے ہیں کہ جو جاتے وقت ان کو زاد راہ دے کر رخصت کرنا پڑتا ہے۔ برابر یہ سلسلہ ہر روز لگا ہوا ہے۔ اور اس کے اہتمام میں مکرمی مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ بدل و جان کوشش کر رہے ہیں۔ اکثر دور کے مسافروں کو اپنے پاس سے زاد راہ دیتے ہیں۔ چنانچہ بعض کو قریب تیس تیس چالیس چالیس روپیہ دینے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور دو دو چار چار تو معمول ہے اور نہ صرف یہی اخراجات بلکہ مہمانداری کے اخراجات کے متعلق قریب تین چار سو روپیہ کے انہوں نے اپنی ذاتی جوانمردی اور کریم النفسی سے علاوہ امدادات سابقہ کے ان ایام میں دیئے ہیں اور نیز طبع کتب کے اکثر اخراجات انہوں نے اپنے ذمہ کر لئے کیونکہ کتابوں کے طبع کا سلسلہ بھی برابر جاری ہے۔ گو بوجہ ایسے لابدی مصارف کے اپنے مطبع کا اب تک انتظام نہیں ہو سکا۔ لیکن مولوی صاحب موصوف ان خدمات میں بدل و جان مصروف ہیں۔ اور بعض دوسرے دوست بھی اپنی ہمت اور استطاعت کے موافق خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ پھر کب تک اس قدر مصارف کا تحمل نہایت محدود آمدن سے ممکن ہے۔ غرض ان وجوہ کے باعث اب کے سال التوائے جلسہ مناسب دیکھتا ہوں۔ آگے اللہ جل شانہ کا جیسا ارادہ ہو۔ کیونکہ اس کا ارادہ انسان کے ضعیف ارادہ پر غالب ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہونے والا ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا منشاء میری اس تحریر کے موافق ہے یا اس کی تقدیر میں وہ امر ہے جو اب تک مجھے معلوم نہیں۔''

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ وَاَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ ھُوَ مَوْلَانَا نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ

خاکسار غلام احمد از قادیان (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص 448-439)

''دسمبر 1899ء کے جلسہ سالانہ پر بہت کم لوگ آئے اس پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بہت اظہار افسوس کیا۔

''ہنوز لوگ ہمارے اغراض سے واقف نہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں کہ وہ بن جائیں۔ وہ غرض جو ہم چاہتے ہیں اور جس کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔ وہ پوری نہیں ہو سکتی جب تک لوگ یہاں بار بار نہ آئیں اور آنے سے ذرا بھی نہ اکتائیں'' اور فرمایا۔'' جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ آنے میں اس پر بوجھ پڑتا ہے۔ یا ایسا سمجھتا ہے کہ یہاں ٹھہرنے میں ہم پر بوجھ ہوگا اسے ڈرنا چاہئے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ اگر سارا جہان ہمارا عیال ہو جائے تو بھی ہماری مہمات کا متکفل خدا تعالیٰ ہے۔ ہم پر ذرا بھی بوجھ نہیں۔ ہمیں تو دوستوں کے وجود سے بڑی راحت پہنچتی ہے۔ یہ وسوسہ ہے جسے دلوں سے دور پھینکنا چاہئے۔ میں نے بعض کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہم یہاں بیٹھ کر کیوں حضرت صاحبؑ کو تکلیف دیں۔ ہم تو نکمے ہیں۔ یوں ہی روٹی بیٹھ کر کیوں توڑا کریں۔ وہ یہ یاد رکھیں یہ شیطانی وسوسہ ہے جو شیطان نے ان کے دلوں میں ڈالا ہے کہ ان کے پیر یہاں جمنے نہ پائیں''

ایک روز حکیم فضل دین صاحب نے عرض کیا کہ حضورؑ میں یہاں نکما بیٹھا بیٹھا کیا کرتا ہوں۔ حکم ہو تو بھیرہ چلا جاؤں۔ وہاں درس قرآن کریم ہی کیا کروں گا۔ یہاں مجھے بڑی شرم آتی ہے کہ میں حضورؑ کے کسی کام نہیں آتا اور شاید بیکار بیٹھنے میں کوئی معصیت نہ ہو۔ فرمایا:-'' آپ کا یہاں بیٹھنا ہی جہاد ہے اور یہ بیکاری ہی بڑا کام ہے۔'' غرض بڑے دردناک اور افسوس بھرے لفظوں میں نہ آنے والوں کی شکایت کی اور فرمایا:-'' یہ عذر کرنے والے وہ ہیں جنہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور عذر کیا تھا۔ اِنَّ بُیُوۡتَنَا عَوۡرَۃٌ ۔ اور خدا تعالیٰ نے ان کی تکذیب کر دی کہ۔ اِنۡ یُّرِیۡدُوۡنَ اِلَّا فِرَارًا (احزاب) فرمایا:-'' ہمارے دوستوں کو کس نے بتایا ہے کہ زندگی بڑی لمبی ہے۔ موت کا کوئی وقت نہیں کہ کب سر پر ٹوٹ پڑے۔ اس لئے جو وقت ملے اسے غنیمت سمجھیں'' فرمایا:-

''یہ ایام پھر نہ ملیں گے اور یہ کہانیاں رہ جائیں گی''۔ (ملفوظات جلد اول۔ص 455)

جلسہ سالانہ کی اہمیت اور افادیت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

''اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ اجتماع کیوں ہوا ہر ایک آدمی نے خود ہی سوچ لیا ہوگا کہ وہاں کیوں جانا ہے سردی کا موسم ہے گھروں میں بیماریاں ہیں تھوڑی سی سرد ہوا لگے پھر کھانسی ہو جاتی ہے وہاں گھر میں پلنگوں پر سوتے تھے تو یہاں کسیر موجود ہے باوجود ان مشکلات کے اپنے اپنے آنے کے اغراض کو تم ہی خوب سمجھتے ہو گے کیا تم اس لئے جمع ہوئے کہ میری نمبرداری کو دیکھو اسمیں تو شک نہیں کہ اجتماع کی ضرورت کو تم تسلیم کرتے ہو اب اجتماع کی اغراض جو ہیں وہ ہر ایک شخص اپنی اپنی نسبت خوب سمجھتا ہے قادیان کے رہنے والے اپنی نسبت۔ میں اپنی نسبت سناتا ہوں کہ میں ایسا کسب جانتا ہوں جس میں بخوبی اپنا گزارا کر سکتا ہوں پھر بھی میں سب کو چھوڑ کر یہاں آ گیا صرف قرآن شریف سمجھنے کے لئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تڑپ مجھے یہاں لائی۔'' (بدر 7 جنوری 1909ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں

''میں باہر سے آنے والوں کو بھی اس طرف توجہ دلاتا ہوں میں یہ نہیں کہتا کہ جلسہ سالانہ پر نہ آئیں وہ جلسہ سالانہ پر آئیں اور خوب آئیں اور غیر از جماعت لوگوں کو اپنے ساتھ لائیں لیکن میں ان سے اتنا ضرور کہوں گا کچھ عرصہ سے جلسہ میں آنے والوں میں یہ میلان پیدا ہو گیا ہے کہ جلسے کے نام آرام سہولت او رمہمان نوازی رکھ لیا گیا ہے بہت سے لوگ جلسہ پر آ کر بھی اس کی برکات سے محروم رہتے ہیں وہ جلسہ دیکھنے آتے ہیں سننے نہیں آتے ایسے لوگوں کو میں یہ کہوں گا کہ وہ یہاں تقریر نہ سن کر گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں اگر یہاں آ کر تقریر نہیں سنی تو بہتر ہے کہ وہ یہاں نہ آئیں اور اس طرح وہ غیر از جماعت افراد جو ان کے ساتھ آئیں اگر وہ جلسہ کی تقاریر سننے کے لئے تیار نہیں یا جو انہیں ساتھ لاتے ہیں انہیں جلسے میں بٹھانے پر قادر نہیں تو میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ انکا میلہ کے رنگ میں یہاں آنا انہیں خود بھی گناہ گار بناتا ہے اور دوسرے سینکڑوں اور ہزاروں لوگ جو انہیں دیکھتے ہیں وہ بھی ان کی وجہ سے گناہ گار بنتے ہیں وہ انہیں دیکھ کر ان کی سی حرکات کرنے لگ جاتے ہیں'' (الفضل 23 دسمبر 1952ء) ''ہر وہ شخص جس کے لئے جلسہ سالانہ کے موقع پر پہنچنا ممکن ہے اگر یہاں

آنے میں کوتاہی کرتا ہےتو اس کالازمی اثر اس کے ہمسایوں پر اور اسکی اولاد پر پڑے گا میں نے دیکھا ہے کہ جولوگ سال بھر میں ایک دفعہ بھی جلسہ سالانہ کے موقع پر آ جاتے ہیں اور اپنے اہل عیال کو ہمراہ لاتے ہیں ان کی اولادوں میں احمدیت قائم رہتی ہے''۔ (الفضل 18دسمبر 1937ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلسہ سالانہ قادیان 1950ء

[i] ''آپ لوگوں کو یادرکھنا چاہئے کہ احمدیت ایک صوفیوں کا فرقہ نہیں بلکہ احمدیت ایک تحریک ہے۔ایک پیغام آسمانی ہے جو دنیا کو بیدار کرنے اور خدا تعالیٰ کی طرف بلانے کے لئے ایسے وقت میں نازل ہوا ہے جب کہ دنیا خدا تعالیٰ کو بھول چکی تھی اور اسلام کا نام رہ گیا تھا۔نہ اسلام کے اندر کوئی حقیقت باقی رہ گئی تھی نہ قرآن کے اندر کوئی معنی رہ گئے تھے۔خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس سستی اور غفلت کو دور کرے اور اسلام کو نئے سرے سے دنیا میں قائم کرے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی کمالات اپنے پیروؤں اور اپنے جانشینوں کے ذریعہ سے دنیا کو دکھائے اور آپؐ کے حسن سے جہاں کو روشناس کرے۔

[ii] ابتداء میں جلسہ سالانہ میں جمع ہونے والے لوگ ہر سال اس یقین سے زیادہ سے زیادہ معمور ہوتے چلے جاتے تھے کہ ہم دنیا پر غالب آنے والے ہیں اور دنیا کو احمدیت کی تعلیم منوانے والے ہیں آپ لوگ تو ان سے بہت ہیں صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ آپ ان لوگوں والا ایمان پیدا کریں اور یہ آپ کے لئے کوئی مشکل بات نہیں کیونکہ وہ نشان جو ان لوگوں کے سامنے تھے اُن سے بہت بڑے نشان آپ کے سامنے ہیں۔ 1895ء کے بعد 13 سال برابر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نشانات ظاہر ہوتے رہے اور آپؑ کی وفات سے لیکر اس وقت تک بھی آپؑ کے نشانات نئی نئی صورتوں میں دنیا میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ آپ لوگ اپنے اوقات کو ان نشانوں کے پڑھنے اور سوچنے اور ان پر غور کرنے میں صرف کریں اور ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔اگر آپ لوگ ایسا کرلیں تو دنیا کی محبت آپ کے دلوں سے یقیناً سرد ہوجائے گی اور دین کی محبت کی آگ آپ کے دلوں میں سلگنے لگ جائے گی اور آپ صرف انہی نشانوں پر جو ظاہر ہو چکے ہیں زندہ نہیں رہیں گے بلکہ خدا تعالیٰ خود آپ کے اندر سے بولنے لگے گا اور آپ خود خدا تعالیٰ کا ایک نشان بن جائیں گے۔کیا یہ سچ نہیں کہ ہمارا خدا سب دنیا کا پیدا کرنے والا خدا ہے کیا یہ سچ نہیں کہ دنیا کی تمام بادشاہتیں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتیں جتنا کہ ایک مچھر ایک ہاتھی کے مقابلہ میں حیثیت رکھتا ہے۔ پھر آپ کے حوصلوں کو پست کرنے والی کیا چیز ہے۔حق ہمیشہ غالب ہوتا ہے اور ناراستی ہمیشہ مغلوب ہوتی ہے۔

[iii] پس آپ لوگوں کو چاہئے کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ساتھ مل کر سلسلہ کے لٹریچر کی اشاعت کے لئے ایک ایسی وسیع سکیم بنائیں کہ ہندوستان کی ہر زبان بولنے والے کے لئے احمدی لٹریچر موجود ہو۔اپنے نوجوانوں کو یہ تحریک کریں کہ زندگیاں وقف کریں اور دین سیکھیں اور پھر اپنے اپنے علاقوں میں دین پھیلانے کی طرف توجہ کریں۔اگر آپ لوگ ان باتوں پر عمل کریں گے تو میں امید کرتا ہوں کہ اگلے سال کا جلسہ سالانہ اس سال کے جلسہ سے بہت بڑا ہوگا اور اگلے سال کی جماعت اس سال کی جماعت سے بہت بڑی ہوگی۔اور خدا تعالیٰ کے فضل کی ہوائیں چلنے لگ جائیں گی۔مایوسی کے بادل چھٹ جائیں گے امیدیں دلوں میں کلبلانے لگ جائیں گی۔''

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ جلسہ سالانہ قادیان دسمبر 1978ء میں فرماتے ہیں۔

''قادیان کی مقدس بستی میں آپ پھر ایک مرتبہ جمع ہوئے ہیں تا کہ ایک دوسرے سے مل کر تعارف حاصل کرسکیں اور محبت واخوت کے بندھنوں کو اور زیادہ مضبوط کرسکیں۔یہ جلسہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اذن الٰہی سے جاری فرمایا اور اس میں شامل ہونے کی نہ صرف تاکید کی بلکہ اس للّٰہی سفر اختیار کرنے والوں کے لئے بہت دعائیں فرمائیں۔پس یہ ایام بہت بابرکت ہیں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لئے کوشش کریں جہاں تک ممکن ہو اپنا وقت ذکر الٰہی میں گزاریں اور دعائیں کریں اور بہت دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ کی توحید دنیا میں قائم ہو اور اس کے پاک کلام قرآن مجید اور مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت دلوں میں قائم ہو۔دکھی انسانیت اسلام کے پرامن حصار میں داخل ہو کر سکھ کا سانس لے اور بنی نوع انسان یک زبان ہو کر اپنے خالق و مالک کی حمد کے ترانے گانے لگیں۔'' (بدر دسمبر 1978ء)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ جلسہ سالانہ قادیان 1990ء میں فرماتے ہیں:۔

''اللہ تعالیٰ کا بہت احسان ہے کہ اس نے آپ کو اس عظیم بابرکت اجتماع میں شرکت کی توفیق عطا فرمائی ہے جس کی بنیاد سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 27 دسمبر 1891ء کو اسی مقدس بستی قادیان میں رکھی تھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس پہلے جلسہ میں حاضرین کی تعداد 75 تھی لیکن غالباً اس تعداد میں عورتوں کو شامل نہیں کیا گیا تھا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا علیحدہ انتظام ہی شروع نہ ہوا ہو خدا کی تقدیر نے بعد ازاں ثابت فرمادیا کہ جس مبارک وجود نے اس جلسہ کی داغ بیل ڈالی اور اس کے چند مصاحب جو اس جلسہ میں شریک ہوئے ان کا مقام خدا کی نظر میں بہت بلند تھا اور ان کی عاجزانہ راہیں خدا کو بہت پسند آئیں۔ چنانچہ آج جبکہ تقریباً ایک سو سال اس پہلے جلسہ کو گزر چکے ہیں اس عرصہ میں دنیا بھر میں اتنے ممالک میں جماعتیں قائم ہو چکی ہیں کہ حاضرین جلسہ کی تعداد سے ان ممالک کی تعداد کہیں زیادہ ہے اور ان میں سے ہر ایک ملک میں ان کے سالانہ جلسوں کے شرکاء کی حاضری بھی 75 سے بہت زیادہ ہوتی ہے آخری جلسہ جس میں مجھے شامل ہونے کی توفیق ملی اس ایک جلسہ میں خدا کے فضل سے ڈھائی لاکھ سے زائد مرد و زن شریک تھے انگلستان کے گزشتہ جلسہ میں بھی 8 ہزار کے لگ بھگ اور جرمنی کے جلسہ میں دس ہزار سے زائد حاضری تھی اسی طرح افریقہ اور یورپ اور ایشیا کے بکثرت ایسے ممالک ہیں جن میں ہزارہا کی تعداد میں جلسوں میں شرکت کی جاتی ہے۔ پس خدا کے فضل کے ساتھ بابرگ و بار ہو ویں اک سے ہزار ہو ویں کا منظر دکھائی دیتا ہے...... خدا تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو آپ کو ہر قسم کی مشکلات اور مصائب سے نجات بخشے ہر قسم کے خطرات سے بچائے یہ دن جو آپ قادیان میں گزارنے آئیں ہیں اس کا ہر لمحہ مبارک کرے روحانی فیوض سے آپ کا دامن بھر دے اور روحانی دولت سے مالا مال ہو کر آپ خیر و عافیت سے اپنے وطن گھروں کو لوٹیں۔ اور جو فیض آپ نے یہاں سے پایا ہے اسے دوسروں تک بھی پہنچانے کی سعادت حاصل کریں۔'' (بدر 3/ 10 جنوری 1991ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات خطبہ جمعہ فرمودہ 21 جولائی 1995ء۔ (بدر 26 اکتوبر 1995)

[i] بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ لگتا تو یہ ہے کہ جلسے کے شوق میں آئے ہیں مگر بات بعد میں یہ کھلتی ہے کہ مجالس کے شوق میں آئے ہیں...... دلچسپی گپ شپ میں تھی نہ کہ ذکر الٰہی میں تھی۔ چنانچہ جہاں ذکر الٰہی کی مجالس ہوں۔ جہاں جلسے ہو رہے ہوں۔ سنجیدہ تقاریر ہو رہی ہوں وہاں جس حد تک ممکن ہے کھسکنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر الگ اڈے بناتے ہیں۔ یا یہ بازاروں میں جا کر دو کانوں کے سامنے کافی ہاؤس یا کبابوں کی دوکانوں کے سامنے یا جہاں پکوڑے بک رہے ہیں وہاں دکھائی دیں گے اور خوب مجلس لگی ہوگی اور قہقہے ہو رہے ہوں گے اور جبکہ تقریر جلسے کی چل رہی ہے۔ آوازیں پہنچ رہی ہیں۔ پس میں آپ کو متوجہ کرتا ہوں کہ یہ اللہ کے مہمان نہیں ہیں اگرچہ ان کی مہمان نوازی بھی فرض ہے۔''

[ii] ''جلسے کے دنوں میں کوشش کریں کہ آپ کے مہمان زیادہ سے زیادہ وقت جلسے ہی میں رہیں۔ یہ نہ دیکھیں کہ تقریر کس کی ہے کیونکہ تقریر کسی کی بھی ہو خدا کی خاطر ایک تیار کرنے والے نے آپ کی مہمانی تیار کی ہے اور اس کو آپ کو قبول کرنا چاہیئے۔ اور ابتداء میں اگر طبیعت۔ مزاج اس کے مطابق نہ بھی ہو۔ طبیعت اس کے خلاف ہو یا نہ ہو مزاج کا پوری طرح تطابق نہ بھی دیکھیں آپ۔ تب بھی رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ وہ مزاج پیدا کر دیتا ہے ...... پس ایسی تقاریر جو آپ کے مزاج کے مقرروں کی طرف سے نہ ہوں حقارت سے دیکھنا۔ نظر انداز کر دینا ایک تکبر کی روح ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اور فائدہ ضرور ہوگا آپ کو۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ خدا کی خاطر آپ بیٹھے ہوں اور فائدہ نہ ہو۔ اور اگر کچھ بھی سمجھ نہ آئے۔ کچھ بھی پتہ نہ چلے کہ کیا ہو رہا ہے تب بھی بیٹھنا ہی بیٹھنا ہے کیونکہ محبوب کا ذکر ہے۔

[iii] جلسے کے دوران مہمانوں کو بھی اور میزبانوں کو بھی دونوں کو نماز کو بہر حال قائم کرنا ہے۔ کیونکہ یہ سب تعریفیں ان لوگوں کی کی جارہی ہیں جنہوں نے آخر مغفرت کے دروازے سے گزرنا ہے۔ جن کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے درجات ہیں تو آپ کو اس کا مستحق یوں بننا ہوگا کہ نمازوں کو قائم کرنا ہوگا۔ جلسے کے دنوں میں باقاعدگی سے ہر شخص جو وہاں موجود ہو۔ اس دائرے میں۔ اسے نماز پڑھنی چاہیئے۔ سوائے اس کے کہ کوئی فریضہ ایسا سپرد کیا گیا ہو۔ ایسا نظام جماعت کی طرف سے کام ہو کہ اس وقت باجماعت نماز میں شامل نہیں ہوسکتا۔ اس کو پھر الگ باجماعت نماز پڑھنی چاہیئے یعنی باجماعت نمازیں کئی ہوسکتی ہیں ایسی صورت میں۔ پس نماز کو قائم کریں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 26 دسمبر 2014

بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن لندن (جلسہ سالانہ قادیان 2014 کے موقعہ پر۔ خطبہ کے کچھ حصے یہاں درج کئے گئے ہیں)

یہ جلسہ صرف قادیان میں ہوتا تھا پھر قادیان سے نکل کر ربوہ میں شروع ہوا لیکن ربوہ میں پابندیاں لگ گئی۔ مخالفین نے تو سمجھا تھا۔۔۔ کہ جماعت احمدیہ پر پاکستان میں پابندیاں لگا کر وہ احمدیت کی ترقی کو روک دیں گے۔ لیکن ہوا کیا؟ جیسا کے ابھی میں نے بتایا ہے کہ آج ان دنوں میں دنیا کے کئی ممالک میں جلسے ہو رہے ہیں اور دوران سال اپنی اپنی سہولت اور حالات کے مطابق دنیا کے تقریباً ان ممالک میں جلسے ہوتے ہیں جہاں جماعت احمدیہ قائم ہے۔ گویا حضرت مسیح موعودؑ کے قائم کردہ اس جلسے کے نظام نے بین الاقوامی حیثیت اختیار کر لی ہے۔۔۔ ان جلسوں کی وسعت کئی گنا زیادہ ہو چکی ہے اور مزید نئے ممالک بھی شامل ہو چکے ہیں اور صرف احمدی ہی نہیں بلکہ دنیا کے کئی ممالک کے دنیاوی لیڈر اور دوسرے مذاہب کے ماننے والے بلکہ بعض شریف الطبع مسلمان بھی جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ کو ایک ایسی تقریب قرار دیتے ہیں جو دنیا کو اسلام کی حقیقت بتا کر اسلام کی خوبصورت تعلیم سے آگاہ کرتی ہے۔ پس یہ نتائج تو نکلنے تھے اور نکل رہے ہیں کہ دنیا کو جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے اسلام کا پتا لگ رہا ہے۔ دنیا کو اسلام کی خوبصورت تعلیم کا جماعت احمدیہ کے ذریعہ پتہ چلنا تھا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیروں میں سے ایک تقدیر ہے جس کے بارے میں خود حضرت مسیح موعودؑ نے بڑے واشگاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ ''اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 ص 281)

یعنی یہی جلسہ ہے جس کے ذریعہ سے دنیا میں اسلام کا نام بلند ہوتا ہے کیونکہ اس جلسہ میں آنے والے وہ کچھ سیکھیں گے جو ان کی علمی اور عملی حالتوں میں ایک انقلاب پیدا کرنے والا ہوگا۔ اور پھر یہ علمی اور عملی انقلاب دنیا پر اپنی خوبصورتی ظاہر کر کے دنیا کو اسلام کی خوبصورتی اور اس کے سب سے کامل، مکمل اور سب مذاہب سے بالاتر مذہب ہونا ثابت کرے گا۔ کیونکہ صرف انسانی کوشش ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید یہ کام دکھائے گی۔

پس یہ جلسہ یقیناً طبیعتوں میں انقلاب لانے کا ذریعہ ہے اور ہونا چاہئے۔ دنیا میں جو جلسے ہوتے ہیں ان میں مختلف قومیں شامل ہیں کیونکہ یہ مختلف قوموں کے جلسے ہیں، مختلف ممالک کے جلسے ہیں۔ افریقہ میں افریقن شامل ہیں۔ مشرق بعید میں وہاں کے لوگ شامل ہیں۔ یورپ میں، امریکہ میں بھی بہت سارے لوگ شامل ہو گئے ہیں۔ عربوں میں شامل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ کی عملاً تائید فرما دی ہے کہ قومیں تیار ہو کر اس میں مل رہی ہیں۔ مختلف قومیں مسیح محمدی کی بیعت میں آ کر اس پیشگوئی کے پورا کرنے کا اعلان کر رہی ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ آج اس وقت قادیان میں جلسہ ہو رہا ہے تو اکتیس ممالک کی نمائندگی ہے۔ افریقہ کی نمائندگی بھی ہے اور ایشیا کی بھی، عرب بھی ہیں اور عجم بھی ہیں۔ امریکہ کی نمائندگی بھی ہے اور یورپ کی بھی۔ آسٹریلیا کی بھی اور مشرق بعید اور جزائر کی بھی۔ پس ایک ملک میں پابندیاں لگا کہ مخالفین نے سمجھا تھا کہ ہم نے احمدیت کو بڑی کاری ضرب لگا دی۔ دشمن نادان ہے سمجھتا نہیں کہ امام الزمان ہونے کا اعلان کرنے والے نے، مسیح محمدی کا اعلان کرنے والے نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں جماعت قائم کر رہا ہوں بلکہ فرمایا تھا کہ۔ ''اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے۔'' پس اگر دشمنان احمدیت میں ہمت ہے تو خدا تعالیٰ سے مقابلہ کر لیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے جلسے کے حوالے سے ہی جہاں ہمیں اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے کی طرف دلائی ہے وہاں بندوں کے حق ادا کرنے کی طرف بہت توجہ دلائی ہے۔ آپ نے جلسے میں شامل ہونے والوں کو نیکی تقویٰ پرہیز گاری کی طرف توجہ دلانے کے بعد اس طرف بھی توجہ دلائی بلکہ درد سے اپنے ماننے والوں سے یہ توقع رکھی کہ وہ نرم دلی اور باہم محبت مؤاخات میں بھائی چارے میں ایک نمونہ بن جائیں۔ انکسار دکھانے والے ہوں۔ ایک دوسرے کے لئے قربانی کا جذبہ رکھنے والے اور سچائی اور راستبازی کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والے ہوں۔ وہ بدخوئی کرنے اور کج خلقی دکھانے سے دور رہنے والے ہوں۔

جلسے میں ہر شامل ہونے والا اپنے آپ کو اس روحانی موحول میں ڈبونے کی کوشش کرے۔ دُعاؤں میں وقت گزاریں۔ ان دنوں میں خاص طور پر جہاں اپنے ایمان وایقان کے لئے دعائیں کریں وہاں خاص طور پر جماعت کی ترقی، خلافت سے وابستگی اور اس تعلق میں بڑھتے جانے کے لئے بھی دعا کریں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت سے جو توقعات وابستہ کی ہیں ان کے حاصل کرنے کے لئے بھی دعا کریں۔ مومنین کی دعائیں ایک دوسرے کی مددگار

ہوتی ہیں۔ پس جماعت کے لئے، خلیفۂ وقت کے لئے، ایک دوسرے کے لئے دعائیں کریں تو وہ خود دعا کرنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنانے والی ہوں گی۔ انشاءاللہ۔ آپ کی دعائیں ان دُعاؤں میں حصہ دار بنیں گی جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کے لئے کی ہیں۔ جلسہ کے بخیر وخوبی اختتام پزیر ہونے اور دشمن کے ہر شر کے اس پر الٹنے کے لئے بھی دعائیں کریں کیونکہ دشمن کہیں بھی کچھ بھی کرسکتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے مشن اور مقصد کو جلد ہوتا دیکھنے کے لئے دعائیں کریں۔ اپنے رات دن، صبح شام ذکر الٰہی میں گزاریں۔ تبھی جلسے میں شامل ہونے کے مقصد کو حاصل کرنے والے بن سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ اب سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جلد ہمیں وہ نظارے دیکھائے جب ہم دنیا کو مسیح محمدی کے ساتھ جڑ کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہوتا ہوا دیکھنے والے ہوں۔ (ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل جمعۃ المبارک 16 جنوری 2015ء)

جلسہ سالانہ کے متعلق کچھ تاثرات

ہومیوڈاکٹر مقبول احمد صدیقی صاحب

کئی سالوں سے جلسہ سالانہ قادیان دیکھنے کی خواہش بالآخر دسمبر 2005ء کے جلسہ میں شمولیت سے پوری ہوئی اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ خواہش بھی ایسے جلسہ پر پوری ہوئی کہ جس میں خلیفۂ وقت بھی تشریف لا رہے تھے اور یہ ایک بہت ہی تاریخی جلسہ ثابت ہوا۔ مورخہ 25 دسمبر 2005ء کو خاکسار اپنے بھائی مکرم نعیم احمد صاحب صدیقی کے ہمراہ واہگہ بارڈر لاہور کے ذریعے انڈیا میں داخل ہوا۔ بارڈر سے کلیئر ہونے کے بعد ہم بس میں سوار ہو گئے۔ بارڈر سے قادیان تک سڑک انتہائی اعلیٰ درجہ کی بنی ہوئی ہے۔ چنانچہ بڑے آرام دہ سفر کے ساتھ محض 2 گھنٹے 15 منٹ میں ہم قادیان پہنچ گئے۔

جونہی منارۃ المسیح نظر آیا تو دل اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر سے بھر گیا کہ میں کس قدر خوش نصیب ہوں کہ آج اس مقدس سرزمین پر کھڑا ہوں کہ جسے دیکھنے کے لئے کروڑوں لوگ ترستے ہیں۔

قادیان اترتے ہی ہر طرف گہما گہمی دیکھنے کو ملی، خوبصورت جھنڈیوں، بینرز سے اور بجلی کے قمقموں سے پورا قادیان سجا ہوا تھا۔ قافلے در قافلے قادیان پہنچ رہے تھے۔ استقبالیہ پر نام درج کرانے کے بعد ہمیں ٹھہرنے کے لئے بہشتی مقبرہ کے ایک حصے میں لگے ہوئے خیموں میں جگہ دی گئی یہاں بستر اور سامان رکھنے کے بعد مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھنے کا وقت ہو رہا تھا اب تو خواہش ہو رہی تھی کہ فوراً مسجد اقصیٰ پہنچیں اور اپنے پیارے آقا کی امامت میں نماز ادا کریں۔ چنانچہ مسجد اقصیٰ پہنچ گئے۔ حضور کی آواز اللہ اکبر جونہی کانوں میں پڑی تو دل کی کلی کھل گئی۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد لنگر سے کھانا کھایا اور خیموں میں آ گئے۔

اگلے دن صبح جیسا کہ جلسہ سالانہ کے دنوں میں روزانہ کا شیڈول تھا پہلے نماز تہجد باجماعت ہوئی یہ ایک بہت ہی روحانی ماحول تھا کہ تمام لوگ اتنی سردی میں گرم گرم لحافوں سے نکل کر مسجد اقصیٰ کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ تہجد کی نماز کے بعد فجر کی اذان ہوئی۔ یہ اذان اس قدر مؤثر انداز سے دی جاتی کہ دل اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ دل میں خوب اتر جانے والی آواز تھی اس کے بعد حضور انور مسجد اقصیٰ میں تشریف لائے اور نماز فجر پڑھائی۔ نماز کے بعد روزانہ مسجد اقصیٰ میں کسی عالم دین کا مختصر درس القرآن ہوتا۔ اس کے بعد کئی لوگ قرآن کریم کی تلاوت کرنے لگتے تو کئی بہشتی مقبرہ کی طرف روانہ ہو جاتے تا کہ قبور پر دُعا کر سکیں۔ اس کے بعد ناشتہ ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر کا اپنا ہی مزہ ہے۔ اس کے بعد گرم گرم چائے تو خوب ہی لطف دیتی کیونکہ موسم کافی سرد ہوتا تھا۔

اس کے بعد آہستہ آہستہ لوگ جلسہ گاہ کا رخ کرنے لگتے۔ پہلے دن جونہی ہم جلسہ میں پہنچے تو حضور انور کا شفیق اور بابرکت چہرہ مبارک دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ حضور کے افتتاحی خطاب سے جلسہ کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔ پہلے دن جلسہ میں چند خدام نے نہایت خوش الحانی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی قصیدہ پڑھا۔ ان کی آواز نہایت پُرسوز تھی کہ دل ایک ایک شعر پر حضرت محمد عربی ﷺ کی محبت میں ڈوبتا چلا جاتا تھا۔

ایک موقع پر دو خدام نے نہایت گرج دار انداز سے ایک ترانہ بھی پڑھا جس میں بار بار حضرت مسیح موعودؑ کا یہ شعر آتا تھا۔

فلک جانے کب سے یہی کہہ رہا ہے　　اٹل ہے خدا کا یہ قول رشیق

یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ　　وَیَاْتُوْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

یہ سنتے ہی میں خیالوں میں کھو جاتا کہ اللہ اللہ کیا عظیم الشان تیری شان ہے کہ آج سے 123 سال قبل 1882ء میں اسی قادیان سے خدا کے ایک پیارے نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ خدا نے مجھے بتلایا ہے کہ۔ یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ یعنی ایک زمانہ آئے گا کہ اس کثرت سے لوگ تیری طرف آئیں گے کہ جن راہوں پر وہ چلیں گے وہ تنگ پڑ جائیں گی۔ آج واقعی اس پیشگوئی کو پورا ہوتے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ ہر طرف لوگوں کی کثرت تھی۔

اسی طرح جلسے کے اوقات کے علاوہ ایک دفعہ میں قادیان کی گلیوں سے گزر رہا تھا کہ ایک بہت ہی پُرسوز انداز سے پڑھی گئی۔ حضرت مصلح موعودؓ ایک نظم کی آواز میرے کانوں میں پڑی جس کا ایک شعر یوں تھا۔

سختیوں سے قوم کی گھبرا نہ ہر گز اے عزیز　　کھا کے یہ پتھر تو لعل بے بہا ہو جائے گا　(کلام محمود صفحہ 39)

یہ شعر سنتے ہی ایک عجیب روحانی کیفیت طاری ہوگئی۔ میں نے سوچا کہ واقعی جس کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ وہ فنا ہو جائے گا یا ہم اس کا نام ونشان مٹا کر رکھ دیں گے وہ تو آج پوری دنیا پر چھا گیا تھا اسی کے شہر سے اس کا نام پوری عزت کے ساتھ پوری دنیا میں پھیل رہا تھا۔ اسی خدا کے پیارے نے تو یہ بھی فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ (تجلیات الٰہیہ ص 21)

آج منظر یہ تھا کہ دنیا کے بیسیوں ممالک سے ہر خطہ سے لوگ اسی کے قصبہ میں اس کی قدم بوسی کے لئے کھچے چلے آئے تھے۔ میں نے ان میں سے بہت سے کروڑ پتی افراد بھی دیکھے بہت امیر بھی تھے اور بہت غریب آدمی بھی تھے۔ کینیڈا، انگلینڈ، جرمنی اور دیگر یورپی ممالک سے آئے افراد بھی دیکھے تو افریقہ اور ایشیا کے پسماندہ ترین علاقوں سے آئے ہوئے لوگ بھی تھے گویا ہر نسل ہر رنگ کے لوگ آج قادیان میں موجود تھے۔

اللہ نے ان کے دلوں میں اپنے پیارے کی بے پناہ محبت ڈال دی تھی۔ انہیں میں کچھ ایسے غریب اور مسکین بھی تھے جو کیرالہ اور اڑیسہ اور کنیا کماری جیسے دور دراز علاقوں سے تین تین دن اور تین تین راتوں کا مسلسل سفر کر کے زندگی میں پہلی بار قادیان پہنچے تھے۔ ان میں اکثر کے کپڑے انتہائی غریبانہ تھے انہوں نے نہایت کم درجہ کی چپلیں پہن رکھی تھیں اور شدید سردی کے موسم میں ان کے پاس جرابیں تک بھی نہ تھیں۔ ان میں سے اکثر نے کہا کہ ہم ایک سال سے پیسے جوڑ رہے تھے تا کہ ہم دیارِ مسیح جانے کے لئے مناسب رقم اکٹھی کر سکیں۔ اللہ اللہ یہ ان لوگوں کی کس قدر قربانی تھی، اخلاص تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت تھی اور درحقیقت یہ کشش اور محبت اللہ نے ہی ان کے دلوں میں ڈالی تھی کہ وہ مامور زمانہ کے قصبہ کی قدم بوسی اور اس کے خلیفہ کی زیارت کرنے کے لئے آئے تھے قادیان ایسا قصبہ ہے کہ جس میں آج کل بھی موجودہ زمانے کی سہولیات کے لحاظ سے کوئی خاص کشش نہیں پائی جاتی نہ ہی اس میں کوئی تفریحی مقام ہے اور نہ کوئی تجارتی منڈی اس میں ہے اور نہ ہی دنیاوی شہنشاہوں کی تاریخی عمارات اس میں موجود ہیں۔ پس جو بھی یہاں آتا ہے وہ درحقیقت خود نہیں آتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کے مسیح موعود کی محبت اسے خود یہاں کھینچ کر لے آتی ہے۔

پس قادیان میں آیا ہوا ہر فرد ہر شخص محض اور محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت میں ہی یہاں آیا تھا اور اس کے خلیفہ کی زیارت کے لئے آیا تھا۔ ان کی پیاس اس وقت بجھتی جب وہ اس کے خلیفہ کا دیدار کرتے۔ ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی کہ میں اپنے خلیفہ سے شرف ملاقات بھی حاصل کروں۔ چنانچہ کثیر تعداد میں لوگوں نے ملاقات بھی کی۔

اس کے علاوہ احباب زیادہ سے زیادہ مقامات مقدسہ کی زیارت کرتے، مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک میں نوافل ادا کرتے دعائیں کرتے اور دار المسیح، سرخی کے نشان والا کمرہ، بیت الفکر، دالان حضرت اماں جان کی زیارت کرتے بیت الدعا میں نوافل ادا کرتے مجھے بھی ان جگہوں کی زیارت اور بیت الدعا میں نوافل کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہاں پہنچتے ہی انسان کی کیفیت کچھ اور ہی ہو جاتی ہے۔

مقامات مقدسہ میں بہشتی مقبرہ میں موجود مکان حضرت اماں جان، شہ نشین، جنازہ گاہ اور مقام ظہور قدرت ثانیہ کی زیارت کی توفیق بھی ملی۔

مقامات مقدسہ میں بہشتی مقبرہ ایک بہت ہی اہم جگہ ہے یہاں روزانہ ہی حضرت مسیح پاک علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ وصحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبور پر دعا کی توفیق ملی۔ یہاں آ کر تو خاص طور پر آپ (حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام) کی صداقت کا احساس ہوتا ہے کہ اس قدر کثرت سے لوگ یہاں آتے ہیں اور آپ کی قبر مبارک پر دعا کرنے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے، کیا کسی جھوٹے کو ایسی عزت مل سکتی ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

میرے ایک دوست منور احمد صاحب جو پہلے عالم دین کے طور پر بڑے جوشیلے وعظ کیا کرتے تھے اور پھر 3,2 سال پہلے احمدی ہوئے ہیں نے بتایا کہ میں نے مختلف ممالک میں بے شمار بڑے بڑے بزرگوں کی قبور کی زیارت کی ہے لیکن حیرت ہے کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے ماننے والے اگرچہ کروڑوں کی تعداد میں ہیں اور شدید عقیدت آپ سے رکھتے ہیں مگر آپ کی قبر مبارک پر کوئی بھی مشرکانہ حرکت نہیں کی جاتی۔ اس بات نے مجھے خوب متاثر کیا اور میرا ایمان اور بھی بڑھ گیا ہے۔

قادیان جیسے مقدس مقام میں جلسے کے تین دن درحقیقت روحانی صفائی اور ایمانی ترقی کے لئے بہت ضروری ہیں اکثر دوستوں نے اس امر کا اظہار کیا کہ قادیان میں چونکہ دنیاوی دلچسپی کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ لہٰذا ہر وقت ہی انسان کا دھیان دینی کاموں اور عبادات کی طرف لگا رہتا تھا جلسے کی تقاریر روحانی علوم ومعلومات میں اضافے کا باعث بنتیں۔ اپنی جماعت کے ہر طرح کے امیر غریب مختلف رنگ ونسل کے لوگوں سے مل کر بھی جذبہ اخوت ورواداری بڑھتا ان دنوں کیفیات ہی ایسی رہتیں کہ اللہ تعالیٰ ہی یاد رہتا جس گلی سے گزریں وہاں دینی نظمیں لگی ہیں یا دینی کتب کے سٹال ہیں یا بینرز پر کوئی ارشادات وملفوظات لکھے ہیں نمازوں اور عبادات کا کچھ خاص سا لطف آتا۔ خوب دعاؤں کی توفیق ملتی۔ صبح صبح سردی کے موسم میں بستروں سے علیحدہ ہونا اور خدا کی یاد کے لئے مسجد اقصیٰ کی طرف روانگی اللہ اللہ کیا روحانی کیفیت ہوتی تھی۔ فجر کی نماز سے کہیں پہلے سب لوگ تہجد کے لئے مسجد اقصیٰ اکٹھے ہو رہے ہوتے تھے۔ ایک دوست نے تو کہا کہ ہمیں ایسا لگا کہ گویا جنت میں آ گئے ہیں جہاں ہر طرف نیکی ہی نیکی ہے اور پھر اس جگہ سے واپس جانے کو دل نہیں کرتا۔

قادیان کے جلسہ سالانہ میں مختلف قوموں اور زبانوں کے ستر ہزار احباب نے شرکت کی قادیان کی تاریخ میں اس جلسے کو ایک بہت بڑی تاریخی حیثیت بھی یوں حاصل ہوگئی کہ یہ قادیان کا وہ پہلا جلسہ سالانہ تھا کہ جس کے تینوں روز کی کارروائی MTA کے ذریعے پوری دنیا میں براہِ راست سنی و دیکھی گئی نیز یہ جلسہ بھی اس موقع پر منعقد ہو رہا تھا جب خلافت کو (قمری لحاظ سے)100 سال پورے ہو رہے تھے۔ نیز نظام وصیّت کو بھی 100 سال پورے ہو رہے تھے۔ اور پھر ان سب سے بڑھ کر یہ کہ اس جلسے میں خود خلیفۂ وقت بھی موجود تھے جلسے کے آخری روز جلسہ گاہ میں بیٹھا میں سوچ رہا تھا کہ خلیفۂ وقت بھی کس قدر عظیم وجود ہوتا ہے۔ جس طرف وہ جاتا ہے اسی طرف اس کے پیچھے پیچھے کیمرہ چلا جاتا ہے وہ جس جگہ بھی ہو اس کے ارشادات اس کے ملفوظات اس کی تقاریر براہ راست ہم سنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دل میں اس کی اس قدر عزت ڈالی ہے کہ ہر وقت اسے ہی دیکھتے رہنا اور سنتے رہنا چاہتے ہیں اور اسی کی نصائح ان کے لئے زندگی کا جام ہیں۔

زمینِ قادیاں اب محترم ہے

(محترم پروفیسر میاں محمد افضل صاحب)

ایک چھوٹا سا غیر معروف گاؤں۔ اندھیروں میں لپٹا ہوا، مگر جب اس کے افق پر چودھویں کا چاند اُبھرا تو ہر طرف چکا چوندھ ہوگئی۔ اجالا ہی اجالا، روشنی ہی روشنی جو پھیلتی ہی چلی گئی۔ اب اس خاموش گاؤں میں ہجوم خلق کی بات ہونے لگی اور یہ ہوئی پہلے جلسہ قادیان کے موقعہ پر۔ اجتماع تھا 75 افراد کا اور یہ تھا اس وقت کا جم غفیر۔ قادیان، یہ چھوٹا گاؤں، پھیلتا گیا۔ آبادی بڑھتی گئی اور بڑی تیزی سے مگر پھر ایک ملکی حادثہ، ایک انقلاب اور ہنستا بستا شہر تقریباً اُجڑ گیا۔ مساجد جو نمازیوں سے بھری رہتیں، اب نمازیوں کی منتظر، مگر انہیں کیا خبر کہ وہ دعا گو تو تقسیم ملک پہ رخصت ہو گئے۔ مگر پھر بھی 313 درویش نا مساعد حالات کے باوجود ڈٹ گئے، نہ حالات سے گھبرائے، نہ حادثات سے ڈرے۔ انہیں کے دم سے رونقیں بحال ہونے لگیں۔ قادیان پھر آباد ہونا شروع ہوا، روشنی بڑھنے لگی اور پھر وہ وقت آ گیا جب صد سالہ تقریبات منائی جانے لگیں۔ ایک لمبے، خاموش، خشک دور کے بعد نوید ملتی ہے کہ امام

وقت تشریف لا رہے ہیں۔ قادیان نے انگڑائی لی اور 1991ء ایک اہم سنگ میل بنا۔ شہر ایسا بیدار ہوا کہ اس بیداری کو دنیا کے کناروں تک محسوس کیا گیا۔ اب ہجوم خلق کا خوبصورت نظارہ نظر آیا۔ دنیا کے کناروں سے ہوائی پروازیں۔ ریل گاڑیاں، بسیں عشاق کو لی کر آ رہی ہیں اور ہر سمت سے۔ ایک محبوب وجود ان تنگ گلیوں، ان دھول سی اٹی سڑکوں پہ بڑی تیز رفتاری سے چلتا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ سٹیج پر سرفراز ہوتے ہیں تو وہی محبت و آشتی کا پیغام، صلح جوئی کی بات دہرا رہے ہیں جو امام الزمان نے اپنی کتاب پیغام صلح میں کہی اور سامعین جن میں ہندو اور سکھ صاحبان بھی ہیں، اس پیغام محبت کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ فضائیں معطر، خوشیاں گویا ناچتی ہوئیں۔ ایک سرور ایک طمانیت، قادیان آباد، اہالیان شاد، ہمسائے خوش، مہمان مسرور۔

یہ تو رہی آج سے کوئی 14 سال پہلے کی بات۔ آج پھر ہجوم خلق کا احساس ہے۔ مگر وقت گزرنے پر ''ہجوم خلق'' کی تعریف بھی بدلتی رہتی ہے۔ اب یہ ہجوم پچیس تیس ہزار کا نہیں بلکہ ستر ہزار مشتاقان موجود، نہ جانے کہاں کہاں سے، کون کون سے ملک سے، دنیا کے کس کس کونے سے کھچے چلے آئے تا ایک بار پھر اس محبوب بستی سے جا ملیں۔ پاکستان کی قسمت بھی جاگ اُٹھی۔ وہ مقدس بستی ہے تو لاہور سے چند ہی میل کے فاصلہ پر مگر آج ہر جگہ فاصلے میلوں سے نہیں ناپے جاتے، کئی اور ناپنے کے انداز موجود ہیں۔ اس لئے باوجود خواہش کے اور کوشش کے وہاں تک پہنچنا محال ہوتا ہے مگر آج کسی کی دعائے نیم شب سے یہ دَر وا ہوا۔ لاہور والے، کراچی اور پشاور والے اور نہ جانے کون کون سے شہر کے لوگ ایک قافلہ کی صورت میں اس پیاری بستی میں داخل ہو رہے ہیں اور پھر اس مقدس بستی میں تیز تیز قدم چلتے ہوئے مساجد کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ ان محبوب گلیوں میں سے گزر کر جہاں امام الزمان کے مبارک قدم پڑے۔ ان مساجد کی طرف جن کی ایک ایک اینٹ اس بزرگ ہستی کی دعاؤں کی امین ہے اور اس بیت الدعا میں جو آج بھی ان کی دعاؤں سے معمور ہے۔ ان سب تک آج رسائی ممکن ہے۔ مگر ایک اور خوشخبری، آج پھر امام وقت یہاں جلوہ افروز ہیں ان کی اقتداء میں نمازیں ادا ہو رہی ہیں۔ ان کی زیارت بھی اور ان سے ملاقات بھی ہو رہی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کی عالمانہ تقاریر سے مستفید ہونے کا موقع بھی مل رہا ہے۔ سٹیج سے آواز آ رہی ہے۔ خدا کا عشق مے اور جام تقویٰ، تقویٰ کی بات، تربیت کی بات، اصلاح نفس کی بات ہو رہی ہے۔ خواتین کے لئے قدرے مختلف موضوع۔ شرک سے اجتناب، شرک کو رد کریں، جھٹک دیں تا اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو۔ یہ تو ہوئیں تربیت کی باتیں۔ مگر یہ بھی لازم کہ ہم عقائد صحیحہ سمجھیں اور دوسروں کو سمجھائیں تا رسول کریم ﷺ کا نام بلند ہو۔ ان سے محبت کا اظہار ہو اور ہر فرد جماعت اپنے اظہار اور کردار سے عشق قرآن کا ثبوت دے سکے۔

آج پھر ایک جم غفیر اور یوں معلوم ہوتا ہے گویا وہ زمانہ لوٹ آیا جب پرالی پر بیٹھے بچے اور بوڑھے گھنٹوں دم بخود، بڑے انہماک اور توجہ سے اس تقریر دلپذیر کو سنا کرتے جو عالمانہ بھی اور پُرلطف بھی ہوتی۔ بڑی گہری فلسفیانہ باتیں ہو رہی ہیں اور پھر ایک کھنکھناتا ہوا لطیفہ محفل کو زعفران زار بنا دیتا ہے۔ ایک سیر روحانی کی بات ہو رہی ہے۔ سال بہ سال گزرتے چلے جاتے ہیں لیکن موضوع مکمل نہیں ہو رہا۔ مینا بازار کی بات شروع ہوئی تو سامعین کو ایک روحانی بازار میں پہنچا دیا گیا۔ ایک ایسا بازار جس میں عجیب حساب دیکھا کہ بیچنے والے بہت سے تھے مگر گاہک ایک ہی تھا۔ پھر جتنے بیچنے والے تھے وہ سب کے سب صرف دو چیزیں بیچتے تھے اور جو گاہک تھا وہ ان دو چیزوں کے بدلے انہیں بہت کچھ دے دیتا تھا۔ (سیر روحانی ص 218) کتنی انوکھی بات، مگر کتنی خوبصورت تفسیر اس آیت کی جس میں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے نفس اور اموال خرید لئے اور انہیں ان کے بدلے میں جنت دے دی۔ (التوبہ: 111) کتنی اعلیٰ، کتنی خوب، کتنے انوکھے انداز میں آیت کی تفسیر اور پھر سال بہ سال گزرتے گئے مگر موضوع مکمل نہیں ہو رہا۔ پرانے قلعوں، مقبروں، بازاروں کی بات اور پھر کتنے انوکھے انداز میں۔ تھی تو ایک سیر کی بات مگر اسے منسلک کیا گیا قرآنی آیات سے۔ تفسیر کا کتنا خوبصورت انداز، کیا عمدہ تفسیر اور اس کا کتنا خوبصورت انداز۔

آج بھی کچھ ایسا ہی سماں، ویسی ہی محفل، ویسی ہی رونقیں اور بات ہو رہی ہے۔ وہی بات مگر ایک اور انداز میں۔ آج بھی مومنوں کے نفس اور اموال خریدنے کی بات ہو رہی ہے اور انہیں جنت کی بشارت دی جا رہی ہے۔ کتنا خوبصورت توارد، مگر یہ بات ہے نظام وصیت کے ضمن میں۔ آج اس نظام کا جاری ہوئے سو سال بیت گئے۔ اس لئے ایک صد سالہ تقریب۔ اس لئے اس اجتماع کو جشن صد سالہ بھی کہہ سکتے ہیں، مگر یہاں تو صد سالہ جشن اکٹھے ہو گئے۔ آج سے سو سال قبل یہ تسلی دی گئی اور یہ نوید دی گئی کہ ''غمگین مت ہو'' کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے...... وہ دائمی ہے، جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ (الوصیت ص 5) سو ہم خوش قسمت ہیں کہ اس دوسری قدرت کو دیکھنا نصیب ہوا۔

سہارا ملا، راہنمائی ملی، ان کی معیت حاصل ہوئی۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ سب کچھ ملا، مگر میں تو ایک ضروری بات بھولے جا رہا ہوں۔ امام الزمان کو خدا نے یہ نوید دی میں تیرے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ آج وہ پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچ رہا ہے۔ مگر ذرا توقف کیجئے۔ پہلے ذرا اس جملہ پہ تو غور کر لیں۔ اس خدائی نوید، اس جملہ میں دو باتیں قابل غور ہیں ایک تو ''تیری.....'' اور دوسرے ''میں''، گویا پیغام کو ترتیب تو دے یہ جماعت مگر ضمانت دے رہا ہے اللہ تعالیٰ کہ وہ خود اس پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کا اہتمام کرے گا اور ایسا ہوتے ہوئے ہم نے خود دیکھا۔ آج پہلی بار ایم ٹی اے کی نشریات قادیان سے نشر ہو رہی ہیں اور پہنچ رہی ہیں۔ دنیا کے کناروں تک۔ اس لحاظ سے بھی یہ جلسہ تاریخ ساز ٹھہرا۔ پیغام نشر ہو رہا ہے قادیان سے اور حضور کی آواز پہنچ رہی ان ملکوں تک جو دنیا کے کنارے کہلا سکتے ہیں۔ مگر یہ بات بڑھانے سے پہلے اگر اجازت ہو تو موضوع سے تھوڑا سا ہٹ جاؤں۔

ایک واقعہ یاد آ رہا ہے۔ یہ بات ہے 1937ء یا 1938ء کی۔ گجرات شہر کے ایک خانہ خدا میں پہلی بار لاؤڈ سپیکر لگایا گیا۔ مولانا کی آواز گونجی تو کئی کان کھڑے ہو گئے۔ یہ کیا؟ ''شیطانی آلہ'' خدا کے گھر میں کیسے گھس آیا۔ لوگ احتجاجاً اکٹھے ہونے شروع ہوئے۔ ایک ہجوم ایک بے قابو ہجوم، آوازے کستا، شور مچاتا، اس شیطانی آلہ کا ایک متبرک مقام میں داخلہ کے خلاف احتجاج کرتا بڑھتا چلا گیا۔ انگریز ڈپٹی کمشنر کو مداخلت کرنا پڑی۔ اس نے آلہ باعث نزاع کو وہاں سے ہٹوا دیا۔ اس نے سوچا تو ہوگا کہ کیسے نادان لوگ ہیں کہ ایک مفید سائنسی آلہ کو اس طرح زمین پر پٹخ رہے ہیں لیکن وہ خاموش رہا۔ سچ ہے ہیرے کی قدر جوہری ہی جانتا ہے۔ تو آیئے کسی قدر دان کو تلاش کریں۔

یہ قادیان ہے اور سن 1938ء۔ مسجد اقصیٰ میں لاؤڈ سپیکر نصب کیا جاتا ہے اور یہاں کیفیت ملاحظہ کیجئے۔ ایک بہت بڑے ویژنری (Visionary) کی بات سنئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس پر فرمایا: ''اب وہ دن دور نہیں کہ ایک شخص اسی جگہ پر بیٹھا ہوا ساری دنیا میں درس و تدریس پر قادر ہو سکے گا...... اللہ تعالیٰ کے فضل سے قریب زمانہ میں...... بالکل ممکن ہے کہ قادیان میں قرآن حدیث کا درس دیا جا رہا ہو اور جاوا کے لوگ اور امریکہ کے لوگ اور انگلستان کے لوگ اور فرانس کے لوگ اور جرمنی کے لوگ اور آسٹریلیا کے لوگ اور ہنگری کے لوگ اور عرب کے لوگ اور ایران کے لوگ اور اسی طرح تمام ممالک کے لوگ اپنی اپنی جگہ وائرلیس سیٹ لئے ہوئے وہ درس سن رہے ہوں۔'' (الفضل 13 جنوری 1938ء)

حضور نے اسے ایک ''عالی شان انقلاب'' قرار دیا اور اس نظارے کا تصور کر کے اسے ایک ''شاندار نظارہ'' قرار دیا۔ الحمدللہ آج ہم نے بچشم خود یہ شاندار نظارہ دیکھا جس کا 67 سال قبل تصور کیا گیا تھا۔ آج پہلی بار ایم ٹی اے کی نشریات براہِ راست قادیان سے نشر ہوئیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے الفاظ میں ''آج ہمارے دل مسرت و انبساط سے لبریز ہوئے کیونکہ آج یہ آواز دنیا کے کناروں تک پہنچی''۔ اس جلسہ قادیان کے متعلق ایک اور بات کہہ کے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ جماعت کا جلسہ سالانہ عام طور پر 26 تا 28 دسمبر کو ہوتا رہا اور انشاء اللہ آئندہ جلسے بھی ہوتے رہیں گے۔ اس دفعہ قادیان میں صورتحال یہ تھی کہ 25 دسمبر تک دھند کا غلبہ تھا۔ خدشہ یہ تھا کہ لوگوں کو گیلی جگہ پر بیٹھنا پڑے گا اور پھر دوسری اہم بات، کیا ایسی دھند میں ایم ٹی اے کے کیمرے صحیح، واضح فوٹو گرافی کر کے اپنا فرض احسن انداز میں نبھا سکیں گے۔ 26 کی صبح طلوع ہوئی تو دھند غائب اور چمکتا، مسکراتا ہوا سورج، وہ بھی خوش اور کیمرے والے بھی خوش۔ یہ موسم کی تبدیلی، یہ اچانک تبدیلی کیسے ہوئی۔ یہ انی معك یا مسرور کا کرشمہ تھا۔ جب اللہ کا فضل امامِ مکرم کے شاملِ حال ہو تو دھند چھٹ سکتی ہے، سورج مسکرا سکتا ہے، دن روشن ہو سکتا ہے اور ایسا ہی ہوا۔ سو جلسہ کے تینوں روز سورج بھی بڑے اشتیاق سے اس اجتماع، اس اہم جلسہ قادیان کو جی بھر کے دیکھتا رہا۔ وہ بھی خوش جلسہ میں شمولیت کرنے والے احباب بھی مسرور۔ اللہ امام مسرور کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والوں کو ہمیشہ مسرور رکھے۔ آمین۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا　　نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے (حضرت مسیح موعودؑ)
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں　　وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے (درثمین صفحہ 93)

قادیان کی پرانی یادیں

(مکرم محمد شفیع خان صاحب لاہور)

میں 60 برس کے بعد جلسہ سالانہ 2007 پر قادیان گیا تو میرے ذہن میں جو قادیان کا نقشہ تھا وہ بالکل اب بدل چکا تھا۔ میں کئی روز تک پرانے قادیان کو تلاش کرتا رہا لیکن مجھے وہ قادیان نظر نہ آیا۔ میں اس دوران بار بار حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا یہ شعر پڑھ کر آبدیدہ ہوتا رہا۔

یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب　　　پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیان

دارالمسیح سے باہر آئیں تو مسجد مبارک کے بالکل سامنے ایک ڈیوڑھی تھی جس کے ایک کونے پر مرزا مہتاب بیگ صاحب کی ٹیلرنگ کی دوکان تھی اور دوسرے کونے پر دواخانہ رفیق حیات نامی دوکان تھی۔ ڈیوڑھی سے گزریں تو ساتھ ہی کنواں تھا، کنویں سے گزریں تو گلی میں ایک طرف مدرسہ احمدیہ کی کھڑکیاں کھلتی تھیں اور گلی کی دوسری جانب مدرسہ حفظ القرآن تھا اور ذرا آگے بڑھیں تو ایک گلی دارالشیوخ کی عمارت کے سامنے سے گزر کر ڈھاب کے کنارے چلتے چلتے محلہ ناصر آباد اور بہشتی مقبرہ کو جاتی تھی اور اگر بائیں جانب گلی میں مڑ جائیں تو دائیں ہاتھ احمد نور کابلی کا مکان تھا اور بائیں جانب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے گھر کا دروازہ تھا جبکہ اس گھر کا ایک دروازہ احمدیہ بازار کی جانب تھا۔ اس گلی کے کونہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا مطب تھا اور یہ گلی نکل کر (جواب بند ہے) حضرت مولوی سرور شاہ صاحب، عبداللہ خان صاحب درویش، ڈاکٹر شاہ عالم صاحب، مولوی غلام رسول صاحب افغان اور پھر ضیاء الاسلام پریس تک جاتی تھی اس سے آگے مغنی صاحب کا مکان تھا جبکہ دوسری جانب لنگر خانہ تھا۔

اسی طرح مسجد مبارک سے دائیں طرف مڑیں تو لنگر خانہ تھا جس کے سامنے شیر محمد صاحب اور فضل حسین صاحب کی پرچون کی دوکانیں تھیں لنگر خانہ کا گیٹ گزر کر آگے جائیں تو سیڑھیاں نیچے اترتی تھیں جہاں محترم ڈاکٹر غلام غوث صاحب کا مکان ہوا کرتا تھا۔ مسجد مبارک سے بائیں طرف مڑیں تو مولوی غلام رسول رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دودھ کی دوکان تھی جس کے ساتھ حکیم محبوب عالم صاحب کا مطب تھا اور مطب کے ساتھ مجید چھرے ہاؤس دوکان تھی جو ائیر گن کے چھرے بناتے تھے اور آگیں جائیں تو بائیں ہاتھ اسی بازار میں چوک سے ذرا پہلے عبدالواحد پان والے کی دوکان تھی اور ساتھ ہی اللہ دتہ پان والے کی دوکان تھی اور بالمقابل ڈاکٹر میر اسماعیل صاحب کا کلینک تھا۔ چوک میں جہاں سے ایک راستہ حضرت سید سرور شاہ صاحب کے گھر کو نکلتا تھا (اور یہ سڑک بسراواں تک جاتی تھی) یہاں لاہوریوں کی پرچون کی دوکان تھی اور بالمقابل حضرت عبداللہ جلد ساز کی دوکان تھی۔

ریتی چھلہ میں ایک بڑ کا بڑا درخت تھا اس کے مغرب کی جانب پوسٹ آفس کی عمارت تھی جبکہ عمارت کی پشت پر فروٹ منڈی تھی جہاں مانا چودھری کشمیری کمیشن ایجنٹ تھے۔ ریتی چھلے کے مشرق کی جانب ایک لمبی گلی تھی جو حضرت مولانا شیر علی صاحب کے گھر کے سامنے سے نور ہسپتال کے سامنے سے ہوتے ہوئے گزرتی تھی اور ٹی آئی ہائی سکول کے سامنے جا نکلتی تھی۔ ٹی آئی ہائی سکول کا ایک خوبصورت زراعتی فارم تھا۔ مسجد نور کے قریب واقع تھا جس میں سکول کے طالب علموں کو زراعت کی تربیت دی جاتی تھی۔

لنگر خانہ کے پچھلے گیٹ سے نکلیں تو سامنے ڈھاب تھی۔ جس میں قدیر نامی احمدی خادم موٹر بوٹ یعنی کشتی چلایا کرتے تھے اور ہم اس ڈھاب میں مچھلیاں پکڑا کرتے تھے۔ لنگر خانے کے پچھلے گیٹ سے نکل کر بہشتی مقبرہ کو جائیں تو ڈھاب کے کنارے بہت سے گھر ہوا کرتے تھے جن میں عبدالرحمان صاحب اور کئی ایک احمدی گھرانے رہا کرتے تھے۔ پل کو کراس کریں تو لب سڑک مولوی محمد شہزادہ خان فاضل کا مکان تھا، جس کے بالمقابل حضرت اماں جانؓ کا آموں کا بہت بڑا باغ تھا، جس میں بہشتی مقبرہ کے قریب ایک خوبصورت چبوترہ تھا جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے احباب سے گفتگو فرمایا کرتے (جسے اب محفوظ کر لیا گیا ہے)۔ ڈھاب اب ایک برائے نام نالے کی شکل اختیار کر چکی ہے جس کا وجود نہ ہونے

کے برابر ہے۔ میں قادیان میں 23 دسمبر کو آیا اور جلسہ شروع ہونے تک اپنے ذہنی نقشے کیمطابق پرانے قادیان کو تلاش کرتا رہا جو مجھے کہیں نہیں ملا۔ محلہ ناصر آباد جہاں ہمارا گھر تھا کے آس پاس کھیت تھے۔ ڈھاب کے کنارے چلار (کنواں) ہوا کرتی تھی اب وہاں جلسہ گاہ ہے مسجد ناصر آباد میں توسیع کر دی گئی ہے جبکہ آس پاس کوارٹر بنا دیئے گئے ہیں۔

میں نے رہائش گاہ حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ بھی دیکھی وہ جوں کی توں ہے۔ وہ ڈیوڑھی بھی دیکھی جہاں مائی کاکو صاحبہ خادمہ بیٹھتی تھیں۔ مسجد مبارک کے نیچے میں نے گول کمرہ اپنی اصلی حالت میں دیکھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ملنے والوں کو شرف ملاقات بخشا کرتے تھے۔ اس کمرے سے گزر کر مسجد اقصیٰ کی جانب جائیں تو ایک ڈیوڑھی ہے جس پر پہلے گیٹ لگا ہوا تھا، جس پر لکھا تھا یہ عام گزرگاہ نہیں ہے اور یہ گیٹ ہفتہ میں دو دن بند رہتا تھا۔ اب یہ ڈیوڑھی تو جوں کی توں ہے لیکن گیٹ نہیں۔ قادیان کے پھیلاؤ میں بہت اضافہ ہو چکا ہے۔ قادیان کے آس پاس کے خالی میدانوں میں اب مکانات بن چکے ہیں ڈھاب جس میں کبھی بہت مچھلیاں ہوا کرتی تھیں اب گھاس پھونس سے بھر گئی ہے۔

مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ بھی جوں کی توں ہے اور رہائش گاہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام و دیگر مقدس رہائش گاہوں کی حفاظت اس طور پر کی گئی ہے کہ ان مقامات مقدسہ کی اصلیت اور احترام پر حرف نہ آئے۔ یہ وہ مقامات ہیں جنہیں خدا کے مہدی نے عزت بخشی۔ آپ کے مبارک قدم اس زمین و مکاں میں برکتیں بانٹتے رہے۔ یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ آپ سے بار ہا ہم کلام ہوا۔ یہاں آپ نے دین کی تجدید و ترویج کے لئے بہت سی کتب فصیح و بلیغ انداز میں تصنیف فرمائیں۔ یہاں سے آپ نے دنیا بھر کے انسانوں کو محسن انسانیتﷺ کا پیغام دین پہنچایا۔ یہیں سے آپ نے جماعت احمدیہ کی آبیاری فرمائی۔ میں بیت الدعا میں حاضر ہوا جہاں ہر انسان پر خود بخود رقت طاری ہو جاتی ہے۔ مجھے مسجد اقصیٰ میں نمازیں ادا کرنے کا موقعہ ملا جس سے ایک عجیب سا روحانی سکون نصیب ہوا۔ خشوع وخضوع خود بخود دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ نمازوں میں لذت اور بشاشت محسوس ہونے لگتی ہے نمازوں کی ادائیگی کے بعد روزانہ منارۃ المسیح کی زیارت کا موقعہ ملتا رہا۔

منارۃ المسیح جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظمتوں کا مظہر ہے وہ آج بھی اللہ تبارک تعالیٰ کی بیشمار رحمتوں کے سایہ میں اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ سرتانے کھڑا ہے اور منادی کر رہا ہے ۔ جاء المسیح ، جاء المسیح .... جلسہ سالانہ قادیان کے تینوں ایام اللہ تبارک تعالیٰ کے حضور حمد وثناء میں گزرے۔ قادیان کی مٹی اور فضا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خوشبو سے آج بھی معطر ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرتوں کے ایسے بابرکت نمونے دیکھنے کو ملے جن سے نہ صرف روح کو تازگی ملی بلکہ یہ مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے واضح ثبوت ہیں .... دنیا بھر سے مہمان اس جلسہ پر تشریف لائے، ہر قوم، ہر ذات، ہر رنگ، ہر زبان، ہر علاقے اور ہر مذہب کے یہ ہزاروں افراد جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی ہے وہ اس جلسہ میں شامل ہوئے۔ دنیا کی تمام قوموں کو احمدیت کے ایک جھنڈے تلے جمع کر دینا صداقت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان دلیل وثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔

ایک دوسرے سے قلبی لگاؤ اور محبت کے اعلیٰ نمونے بوجہ احمدیت یہاں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ شاہ و گدا، امیر وغریب، کمزور وطاقتور سبھی زمین کے فرش پر بستر لگائے خوش دلی کے ساتھ محض اللہ تبارک تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے اس جلسہ کے ایام نمازوں، تہجد اور درود شریف، قرآن کریم کی تلاوت میں گزارتے ہیں وہ دین کی باتیں سنتے ہیں۔ وہ اپنے آقا اور مولا کے مقرر کردہ قدرت ثانیہ کے پانچویں مظہر کے روح پرور خطاب سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ پھر صبر وشکر کے ساتھ دلی بشاشت اور طمانیت کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس لوٹتے ہیں۔ یہ روح پرور نظارے الٰہی جماعت کے فیوض و برکات کے ثمرات نہیں تو اور کیا ہے۔ (روزنامہ الفضل 25 فروری 2008ص 3-4)

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: ''کہ دُعا میں اس قدر اثر ہے کہ اگر کوئی کہے کہ دُعا سے پہاڑ چل پڑتا ہے تو میں اسے یقین کرونگا اور اگر کوئی کہے کہ دُعا سے درخت نقل مکانی کر جاتا ہے تو میں اسے سچ مانوں گا۔ ایک مسلمان کے پاس سوائے دُعا کے اور کوئی ہتھیار نہیں۔ یہی تو وہ چیز ہے جو انسان کی رسائی خدا تعالیٰ تک کرا دیتی ہے۔'' (سیرت المہدی حصہ سوم۔ص 517)

حضرت مسیح موعودؑ کا باغ وصیت اور بہشتی مقبرہ کا قیام

باغ بہشتی مقبرہ جس میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے جایا کرتے تھے۔اوراکثراوقات باغ میں اصحاب کواکٹھا کر کے روحانی۔علمی وتربیتی مجالس منعقدفرمایا کرتے تھے۔باغ کے پھلوں شہتوت بیدانہ وغیرہ سے اصحاب کی تواضع فرماتے اورخودبھی ان کے درمیان بے تکلفی سے تشریف فرماہوکر پھل کھاتے۔ 1905 میں جب زلزلہ آیا توحضورعلیہ السلام اپنے اہل بیت کے ہمراہ باغ میں فروکش ہوئے۔ جماعت کے بہت سے دوست بھی حضور کے ساتھ باغ میں خیمہ زن ہوگئے۔مدرسہ تعلیم الاسلام بھی باغ میں ہی لگتا تھااور بورڈران بھی باغ سے ملحقہ باغیچی حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے خیموں میں رہتے تھے۔اور باغ میں ہی پانچوں نمازیں ادا کی جاتی تھیں۔بعض تصانیف اور براہین احمدیہ حصہ پنجم بھی حضورعلیہ السلام باغ میں تصنیف فرماتے رہے ہیں۔باغ میں قیام کے دوران وقت کا بہت بڑاحصہ حضورؑ کا دعاؤں میں گزرتا تھا۔اہل بیت کے لئے باغ کے ایک حصہ میں بعدمیں ایک مکان بھی حضور نے تعمیر کروادیا تھا۔دیکھیں نقشہ نمبر 13۔تاکہ حضرت ام المومنین جب حضورؑ کے ساتھ باغ میں فروکش ہواکریں۔توانہیں اور دیگرمستورات کورہائش کی سہولت رہے۔

[i] **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام اپنے باغ میں پھر رہے تھے۔جب آپ سنگترہ کے ایک درخت کے پاس سے گزرے تو میں نے (والدہ صاحبہ نے) یاکسی اور نے کہا کہ اس وقت توسنگترہ کودل چاہتا ہے۔حضرت صاحب نے فرمایا۔کہ کیاتم نےسنگترہ لینا ہے۔والدہ صاحبہ نے یااس شخص نے کہا کہ ہاں لینا ہے۔اسپر حضرت صاحبؑ نے اس درخت کی شاخوں پر ہاتھ مارا۔اور جب آپ کا ہاتھ شاخوں سے الگ ہواتو آپ کے ہاتھ میں ایک سنگترہ تھا۔اورآپ نے فرمایا یہ لو۔خاکسار نے والدہ صاحبہ سے دریافت کیا۔کہ وہ سنگترہ کیسا تھا۔والدہ صاحبہ نے کہا زردرنگ کا پکاہواسنگترہ تھا۔میں نے پوچھا۔کیا پھرآپ نے اسے کھایا۔والدہ صاحبہ نے کہا یہ مجھے یاد نہیں۔میں نے دریافت کیا کہ حضرت صاحبؑ نے کس طرح ہاتھ مارا تھا۔اس پر والدہ صاحبہ نے اس طرح ہاتھ مار کردکھایا۔اور کہا جس طرح پھل توڑنے والے کا ہاتھ درخت پرٹھیرتا ہے۔اس طرح آپ کا ہاتھ شاخوں پرنہیں ٹھیرا بلکہ آپ نے ہاتھ مارااورفوراًلوٹالیا۔خاکسار نے دریافت کیا کہ کیا اسوقت سنگترہ کا موسم تھا۔والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ نہیں اور درخت بالکل پھل سے خالی تھا۔خاکسار نے یہ روایت مولوی شیرعلی صاحب کے پاس بیان کی توانہوں نے کہا کہ میں نے یہ روایت حضرت خلیفہ ثانیؓ سے بھی سنی ہے آپ بیان کرتے تھے کہ حضرت صاحبؑ نے میرے کہنے پر ہاتھ مارااور سنگترہ دیا تھا۔ (سیرت المہدی حصہ اول روایت چھ۔اس واقعہ کا مقام نقشہ نمبر 13۔پوائنٹ 3۔پر دکھایا گیا ہے)

[ii] اسے چھوڑدوغریب آدمی ہے

حضرت نوراحمد صاحب ابن چوہدری بدربخش صاحب سکنہ سروبہ تحصیل گڑھ شنکرضلع ہوشیارپور۔

آپ بیان فرماتے ہیں کہ حضورزلزلہ کی وجہ سے باغ میں رہتے تھے میں رات کوباغ میں پہرہ دینے کے لئے جاتا تھا۔میاں نجم الدین صاحب مہتمم مہمان خانہ مجھے روزانہ پہرے کے لئے بھیج دیتے تھے۔ایک رات اتفاق سے سیداحمدنورکابلی بھی میرے ساتھ پہرے پر تھے۔نصف رات کے قریب ایک سکھ چورباغ میں آیا۔اس وقت میں اورسیداحمدنوربھی پہرہ پر تھے۔خاموشی سے باغ کے کناروں پرگشت کررہے تھے اچانک ایک آدمی کی آہٹ سنی اور دیکھنے پرمعلوم ہوا کہ قدآور چورحضور کے کندھوں کےقریب ہے۔فوراً سیداحمدنورصاحب جواس وقت جوان تھے چورکی طرف دوڑے اور چوربھی دوڑ پڑا۔باغ سے کچھ فاصلہ پرسیداحمدنورصاحب نے چورکوپکڑلیا۔فوراًباقی پہرے داربھی پہنچ گئے۔چورکے ہاتھ پاؤں وغیرہ باندھ کرباغ میں بٹھادیا۔صبح ہوئی توچورحضورؑ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔حضورؑنے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ اس کوچھوڑدوغریب آدمی ہے۔ پس روایت کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضورؑسے کہا بھی کہ اسے چھوڑدیاتو اور دلیرہوجائے گا مگرحضورؑنے نہیں مانی اوراس کوچھوڑدیا گیا۔ (بحوالہ الفضل 24.9.2001)(جگہ کا موقعہ نقشہ نمبر 13 پوائنٹ نمبر2 پردیکھایا گیاہے)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام اس مقدس باغ میں جس جگہ نشست فرمایا کرتے تھے وہ پختہ چبوترے کی شکل میں بنی ہوئی تھی۔اورچبوترے کے اندر کی طرف ڈیڑھ فٹ اونچی نشستیں بنی ہوئی تھیں۔چبوترے کے جانب مشرقی دیوار کے درمیان میں حضورؑ کی نشست گاہ تھی۔ یہ چبوترہ گھنے درختوں کے

سایہ میں بنا ہوا تھا۔ اور اسے۔ شہ نشین۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس جگہ دعائیں کرنے اور برکت حاصل کرنے کی غرض سے جماعت کے بزرگ اور دوست کثرت سے آتے ہیں چند سال قبل دیمک کے اس کی بنیادیں کھوکھلی کر دینے اور اس پر آم کا درخت گر جانے کی وجہ سے۔ شہ نشین۔ منہدم ہو گیا تھا۔ احباب جماعت کی خواہش تھی اور صدر انجمن احمدیہ کا پروگرام تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس مقدس یادگار کو جلد دوبارہ تعمیر کرایا جائے۔ تاکہ دوست یہاں آکر دعائیں کریں اور برکت حاصل کریں چنانچہ فنڈ فراہم ہو جانے پر۔ شہ نشین۔ کی پختہ تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ 9 نومبر 1970 کو بروز پیر ساڑھے چار بجے شام حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت و حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب و ممبران صدر انجمن احمدیہ و تحریک جدید و بعض بزرگان نے علی الترتیب بنیادی اینٹیں رکھتے ہوئے۔ شہ نشین۔ کی تعمیر کا کام پرسوز دعاؤں کے ساتھ شروع فرمایا۔ پہلے۔ شہ نشین۔ کا رقبہ 13x13 فٹ تھا۔ اب رقبہ 16x16 فٹ کر کے اس میں قدرے توسیع کر دی گئی ہے۔ حضور علیہ السلام کے وقت کے۔ شہ نشین۔ کا ملبہ موجودہ۔ شہ نشین کے اندر محفوظ کر دیا گیا ہے۔ لیکن جانب مشرق دیوار کو اصل بنیاد پر ہی قائم رکھا گیا ہے۔ اور حضورؑ کی نشست گاہ کو بھی شہ نشین۔ میں اسی مقام پر قائم رکھا گیا ہے۔ جس جگہ حضور علیہ السلام تشریف فرما ہوتے تھے۔ (اخبار بدر۔ 19 نومبر 1970)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی وفات 11 اکتوبر 1905ء کو ہوئی تھی اور اسی مہینہ کے آخری حصہ میں حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی وفات کے متعلق الہامات شروع ہو گئے۔ اور اس کثرت اور تکرار کے ساتھ ہوئے کہ بقول آپ کے آپکی ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا اور اس زندگی کو آپ پر سرد کر دیا۔ چنانچہ سب سے پہلے 18 اکتوبر 1905ء کو آپنے دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک مصفٰی اور ٹھنڈا پانی پیش کیا گیا ہے جو بقدر دو یا تین گھونٹ کے تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ کو الہام ہوا۔ ''آب زندگی'' یعنی یہ تیری بقیہ زندگی کا پانی ہے۔ اس کے بعد الہام ہوا۔ قَلَّ مِيْعَادُكَ۔ یعنی تیری زندگی کی میعاد تھوڑی رہ گئی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا خدا کی طرف سے سب پر اداسی چھا گئی۔'' پھر 29 نومبر 1905ء۔ قَرُبَ اَجَلُكَ الْمُقَدَّرُ وَلَا نُبْقِيْ لَكَ مِنَ الْمُخْزِيَاتِ ذِكْرًا۔ یعنی مقدر وفات کا وقت قریب آگیا ہے اور ہم تیرے پیچھے کوئی رسوا کرنے والی بات نہیں رہنے دیں گے۔ پھر 14 دسمبر 1905ء کو الہام ہوا ''جَاءَ وَقْتُكَ وَنُبْقِيْ لَكَ الْاٰيَاتِ بَيِّنَاتٍ'' یعنی تیرا وقت آن پہنچا ہے اور ہم تیرے پیچھے تیری تائید میں روشن نشانات قائم رکھیں گے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے الہامات ہوئے جن سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اب آپ کی وفات کا وقت بالکل قریب آگیا ہے۔

اس پر آپ نے ''الوصیت'' نام کے ماتحت ایک وصیت لکھ کر شائع فرمائی اور اس میں ان سارے الہامات کو درج کر کے اس بات کو ظاہر کیا کہ اب میری وفات کا وقت قریب ہے اور آپ نے اپنی تعلیم کا خلاصہ بیان کر کے جماعت کو نصیحت فرمائی کہ وہ آپ کے بعد آپ کی لائی ہوئی تعلیم پر قائم رہے اور درمیانی ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی سنت اللہ کے ماتحت ضروری ہوتا ہے اور آپ نے لکھا کہ نبی کا کام صرف تخم ریزی ہے اور تخم ریزی ہو چکی ہے اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بیج بڑھیگا اور پھولیگا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا۔ آپ نے یہ بھی لکھا کہ بسا اوقات ایک نبی کی وفات ایسے وقت میں ہوتی ہے کہ جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے اندر رکھتا ہے اور مخالف لوگ ہنسی اور ٹھٹھا اور طعن تشنیع سے کام لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب یہ سلسلہ مٹ گیا۔ اور بعض کمزور مؤمن بھی ڈگمگانے لگتے ہیں تب خدا اپنی دوسری قدرت کو ظاہر فرماتا ہے اور خلفاء کے ذریعہ بظاہر گرتی ہوئی عمارت کو سنبھال کر اپنی طاقت اور نصرت کا ثبوت دیتا ہے اور دشمن کی دشمنی خاک میں مل جاتی ہے۔ چنانچہ آپؑ ''الوصیت'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہے ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے......اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقع دیدیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے۔۔۔ غرض وہ دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (1) اول خود

نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے(2)ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہوجاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا..........تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانوں کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا۔(سلسلہ احمدیہ۔ص152.53۔مرزا بشیر احمدؓ)

سواے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھاوے سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی ہے (یعنی میری وفات کے قریب ہونے کی خبر) غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا......میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔'' (الوصیت دسمبر۔1905)

اس کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی اس وصیت میں خدا کے حکم سے جماعت کے لئے ایک خاص مقبرہ کی بھی تجویز فرمائی جس کا نام آپؑ نے بہشتی مقبرہ رکھا۔ دراصل اس مقبرہ کے متعلق آپؑ کو کئی سال پہلے سے رؤیا ہو چکا تھا۔ اور آپ کو بتایا گیا تھا کہ جماعت کے خاص مخلصین کے لئے جو خدا کی نظر میں بہشتی ہیں ایک علیحدہ قبرستان ہونا چاہئے تا کہ وہ ایک یادگار رہو۔ اور بعد میں آنے والی نسلیں اسے دیکھ کر اپنے ایمانوں کو تازہ کریں اور آپ اس عرصہ میں اس کے جائے وقوع اور زمین وغیرہ کے بارہ میں غور فرماتے رہے تھے لیکن اب جبکہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی وفات ہوئی اور خود آپؑ کو اپنی وفات کے بارہ میں بھی کثرت کے ساتھ الہامات ہوئے تو آپ نے اس تجویز کے متعلق عملی قدم اٹھایا اور قادیان سے جنوبی جانب اپنے باغ کے ساتھ ایک قطعہ اراضی تجویز کر کے اس میں اس مقبرہ کی بنیاد قائم کی۔ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو جنہیں عارضی طور پر ایک بکس میں دوسری جگہ دفن کر دیا گیا تھا اس نئے مقبرہ کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ اس مقبرہ کے قیام کے وقت آپؑ نے خدا سے الہام پا کر اس مقبرہ میں دفن ہونے کے لئے دو ضروری شرطیں بھی مقرر فرمائیں: اوّل۔ یہ کہ اس مقبرہ میں دفن ہونے والا ایک سچا اور مخلص مومن ہو جو متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرنے والا اور ہر قسم کے شرک اور بدعت سے پاک ہو۔ دوم۔ یہ کہ اسلام اور احمدیت کی خدمت کے لئے اپنی جائیداد کا کم از کم دسواں حصہ اور زیادہ سے زیادہ تیسرا حصہ پیش کرے اور اس بارہ میں ایک باقاعدہ وصیت کر کے اپنے مال کا یہ حصہ سلسلہ کے نام پر لکھ دے مگر آپ نے یہ تصریح کی کہ اگر یہ شخص کسی قسم کی جائیداد نہ رکھتا ہو تو پھر صرف شرط اول کافی ہوگی۔ بشرطیکہ یہ ثابت ہو کہ ایسا شخص اپنی زندگی کو دین کے لئے وقف رکھتا تھا۔

آپ نے اس مقبرہ کے انتظام کے لئے ایک کمیٹی مقرر فرمائی جس کے صدر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو مقرر کیا اور اس بات کو لازمی قرار دیا کہ اس کمیٹی میں کم از کم دو ایسے ممبر ہونے چاہئے جو دین کے عالم ہوں اور سلسلہ کی تعلیم سے اچھی طرح واقفیت رکھتے ہوں۔ آپ نے اس مقبرہ کے متعلق یہ بھی تصریح فرمائی کہ خدا نے یہ جو انتظام کیا ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ یہ زمین کسی کو بہشتی کر دے گی بلکہ مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ایسا تصرف فرمائے گا کہ صرف بہشتی ہی اس مقبرہ میں دفن کیا جائے گا اور دوسرے لوگ اس میں جگہ نہیں پا سکیں گے۔

الہام:۔اب یہ جو بار بار فرمایا کہ تیری اجل کے دن قریب ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔

قَرُبَ اَجَلُكَ الْمُقَدَّرُ۔ وَلَا نُبْقِيْ لَكَ مِنَ الْمُخْزِيَاتِ ذِكْراً۔

ایسا ہی اردو زبان میں بھی فرمایا۔ بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اس دن سب پر اداسی چھا جائے گی۔ غرض جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کر دیا کہ اب تھوڑے دن باقی ہیں تو اسی لئے میں نے وہ تجویز سوچی جو قبرستان کی ہے۔ اور یہ تجویز میں نے اللہ تعالیٰ کے امر اور وحی سے کی ہے اور اسی کے حکم سے اسکی بنیاد ڈالی ہے کیونکہ اسکے متعلق عرصہ سے مجھے خبر دی گئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ تجویز بھی بہت سے لوگوں کے لئے ابتلا کا

موجب ہوگی ۔لیکن اس بناء سے غرض یہی ہے کہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک ایسا نمونہ ہو جیسے صحابہ کا تھا اور تا لوگ جانیں کہ وہ اسلام اور اسکی اشاعت کے لئے فدا شدہ تھے۔ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَهُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ۔یعنی کیا لوگ گمان کر بیٹھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے اتنی بات پر راضی ہو جاوے کہ وہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لائے۔حالانکہ وہ ابھی امتحان میں نہیں ڈالے گئے۔اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے۔لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ۔یعنی اس وقت تک تم حقیقی نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم اس چیز کو خرچ نہ کرو گے جو تم کو سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے۔

اب غور کرو۔جبکہ حقیقی نیکی اور رضا الٰہی کا حصول ان باتوں کے بغیر ممکن ہی نہیں تو پھر نری لاف گزاف سے کیا ہو سکتا ہے صحابہؓ کا یہ حال تھا کہ ان میں سے مثلاً ابوبکرؓ کا وہ قدم اور صدق تھا کہ سارا مال ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔اس کی وجہ کیا تھی؟ یہ کہ خدا کے لئے زندگی وقف کر چکے تھے اور انہوں نے اپنا کچھ بھی نہ رکھا تھا۔مومن کی بھلائی کے دن بھلے آتے ہیں تو ایسے موقعوں پر جبکہ اسکو کچھ خرچ کرنا پڑے خوش ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ وہ جو ہر صدق صفا کے جواب تک چھپے ہوئے تھے ظاہر ہونگے۔برخلاف اسکے منافق ڈرتا ہے کہ اب اسکا نفاق ظاہر ہو جائے گا۔''

''یہ قبرستان کا امر بھی اسی قسم کا ہے۔مومن اس سے خوش ہونگے اور منافقوں کا نفاق ظاہر ہوگا۔میں نے اس امر کو جب تک تو اتر سے مجھ پر نہ کھلا پیش نہیں کیا۔اسمیں تو کچھ شک ہی نہیں کہ آخر ہم سب مرنے والے ہیں اب غور کرو کہ جو لوگ اپنے بعد اموال چھوڑ جاتے ہیں وہ اموال ان کی اولاد کے قبضہ میں آجاتے ہیں۔مرنے کے بعد انہیں کیا معلوم کہ اولاد کیسی ہو۔بعض اوقات اولاد ایسی شریر فاسق فاجر نکلتی ہے کہ وہ سارا مال شراب خانوں اور زنا کاری میں اور ہر قسم کے فسق وفجور میں تباہ کیا جاتا ہے اور اس طرح وہ مال بجائے مفید ہونے کے مضر ہوتا ہے اور چھوڑنے والے پر عذاب کا موجب ہو جاتا ہے جبکہ یہ حالت ہے تو پھر کیوں تم اپنے اموال کو ایسے موقع پر خرچ نہ کرو جو تمہارے لئے ثواب اور فائدہ کا موجب ہو۔اور یہی صورت ہے کہ تمہارے مال میں دین کا بھی حصہ ہو اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ اگر تمہارے مال میں دین کا بھی حصہ ہے تو اسمیں بدی کا بھی استدراک ہو جائیگا جو اس مال کی وجہ سے پیدا ہوئی۔یعنی جو بدی اولاد پیدا کرتی ہے۔میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم اس بات کو خوب یاد رکھو کہ جیسا کہ قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے اور ایسا ہی دوسرے نبیوں نے بھی کہا ہے کہ یہ سچ ہے کہ دولت مند کا بہشت میں داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا۔اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کا مال اس کے لئے بہت سے دکھوں کا موجب ہو جاتا ہے اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا مال تمہارے واسطے ہلاکت اور ٹھوکر کا باعث نہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔اور اسے دین کی خدمت اور اشاعت کے لئے وقف کرو۔

(ملفوظات جلد 8۔ص 294.295)

8 دسمبر 1905ء۔میں چاہتا ہوں کہ جماعت کے لئے ایک ایسی زمین تلاش کی جاوے جو قبرستان ہو۔یادگار رہو اور عبرت کا مقام ہو۔قبروں پر جانے کی ابتداً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفت کی تھی۔جب بت پرستی کا زور تھا آخر میں اجازت دے دی۔مگر عام قبروں پر جا کر کیا ہوگا جن کو جانتے ہی نہیں۔لیکن جو دوست ہیں اور پارسا طبع ہیں ان کی قبریں دیکھ کر دل نرم ہو جاتا ہے۔اس لئے اس قبرستان میں ہمارا ہر دوست جو فوت ہو اس کی قبر ہو۔میرے دل میں خدا تعالیٰ نے پختہ طور پر ڈال دیا ہے کہ ایسا ہی ہو جو خارجاً مخلص ہو اور وہ فوت ہو جاوے اور اس کا ارادہ ہو کہ وہ قبرستان میں دفن ہو وہ صندوق میں دفن کر کے یہاں لایا جاوے۔اس جماعت کو بہ ہیئت مجموعی دیکھنا مفید ہوگا۔اس کے لئے اول کوئی زمین لینی چاہیئے اور میں چاہتا ہوں کہ یہ باغ کے قریب ہو۔ (ملفوظات جلد اول ص۔285)

''فرمایا۔عجیب مؤثر نظارہ ہوگا جو زندگی میں ایک جماعت تھی مرنے کے بعد بھی ایک جماعت ہی نظر آئے گی۔یہ بہت ہی خوب ہے جو پسند کریں وہ پہلے سے ہی بندوبست کر سکتے ہیں کہ یہاں دفن ہوں۔جو لوگ صالح معلوم ہوں ان کی قبریں دور نہ ہوں۔ریل نے آسانی کا سامان کر دیا ہے اور اصل تو یہ ہے کہ ما تدری ارض تدفن نہیں لکھا۔صلحاء کے پہلو میں بھی دفن ایک نعمت ہے۔حضرت عمرؓ کے متعلق لکھا ہے کہ مرض الموت میں انہوں نے حضرت عائشہؓ سے کہلا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جو جگہ ہے انہیں دی جاوے حضرت عائشہؓ نے ایثار سے کام لے کر جو وہ جگہ ان کو دے دی تو فرمایا۔مَا بَقِیَ لِیۡ هَمٌّ بَعۡدَ ذٰلِكَ۔

یعنی اس کے بعد مجھے کوئی غم نہیں۔ جبکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ میں مدفون ہوں۔ مجاورت بھی خوشحالی کا موجب ہوتی ہے۔ میں اسی کو پسند کرتا ہوں۔ اور یہ بدعت نہیں کہ قبروں پر کتبے لگائے جاویں۔ اس سے عبرت ہوتی ہے۔ ہماری نصیحت یہ ہے کہ ایک طرح سے ہر شخص گور کے کنارے پر ہے۔ کسی کو موت کی اطلاع مل گئی اور کسی کو اچانک آجاتی ہے۔ یہ گھر ہے ہی بے بنیاد۔ بہت سے لوگ ہوتے ہیں کہ انکے گھر بالکل ویران ہوجاتے ہیں ایسے واقعات کو انسان دیکھتا ہے جب تک مٹی ڈالتا ہے دل نرم ہوتا ہے۔ پھر دل سخت ہوجاتا ہے۔ یہ بدقسمتی ہے۔''

(الحکم جلد 13 نمبر 1 ص 13 مورخہ جنوری 1909ء)

''عرصہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا کہ ایک بہشتی مقبرہ ہوگا۔ گویا اسمیں وہ لوگ داخل ہونگے جو اللہ تعالیٰ کے علم اور ارادہ میں جنتی ہیں۔ پھر اس کے متعلق الہام ہوا کہ انزل فیھا کل رحمۃ۔ اس سے کوئی نعمت اور رحمت باہر نہیں رہتی۔ اب جو شخص چاہتا ہے کہ ایسی رحمت کے نزول کی جگہ میں دفن ہو کیا عمدہ موقع ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کرلے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کو اپنی مرضی کرلے۔ یہ صدی جس کے 23 سال گزرنے کو ہیں گزر جائیگی اور اس کے آخر تک موجودہ نسل میں سے کوئی نہ رہے گا اور اگر نکما ہوکر رہا تو کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنا صدقہ پہلے بھیجو۔ یہ لفظ صدقہ کا صدق سے لیا گیا ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی کامل نمونہ اپنے صدق اور اخلاص کا نہیں دکھاتا۔ لاف زنی سے کچھ نہیں بنتا۔ الوصیت اشتہار میں جو میں نے حصہ اشاعت اسلام کے لئے جو وصیت کرنے کی قید لگائی ہے۔ میں نے دیکھا کل بعض نے $\frac{1}{6}$ کردی ہے۔ یہ صدق ہے جو ان سے کراتا ہے اور جب تک صدق ظاہر نہ ہو کوئی مومن نہیں کہلا سکتا۔ تم اس بات کو کبھی مت بھولو کہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم کے بغیر جی ہی نہیں سکتے چاہے کہ موت سر پر ہو۔ طاعون کا موسم پھر آرہا ہے۔ زلزلہ کا خوف الگ دامنگیر ہے۔ وہ تو بڑا ہی بے وقوف ہے جو اپنے آپ کو امن میں سمجھتا ہے۔ امن میں تو وہی ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا سچا فرمانبردار اور اس کی رضا کا جویاں ہو۔ ایسی حالت میں بے بنیاد زندگی کے ساتھ دل لگانے کا کیا فائدہ؟

(ملفوظات جلد 8۔ ص 324)

دوسری طرف اسلام سخت اور خطرناک ضعف کی حالت میں ہے اس پر یہی آفت اور مصیبت نہیں کہ باہر والے اس پر حملہ کررہے ہیں۔ اگرچہ یہ بالکل سچ ہے کہ مخالف سب کے سب مل کر ایک ہی کمان سے تیر مار رہے ہیں اور جہاں تک ان سے ہوسکتا ہے وہ اسکو مٹا دینے کی سعی اور فکر کرتے ہیں لیکن اس مصیبت کے علاوہ بڑی اور بھاری مصیبت یہ ہے کہ اندرونی غلطیوں نے اسلام کے درخشاں چہرے پر ایک نہایت ہی تاریک جال ڈال دیا ہے اور سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ اس میں روحانیت نہیں رہی۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ ان لوگوں میں جو مسلمان کہلاتے ہیں اور اسلام کے مدعی ہیں روحانیت موجود نہیں ہے اور اس پر دوسری بدقسمتی یہ ہے کہ وہ انکار کر بیٹھے ہیں کہ اب کوئی ہو ہی نہیں سکتا جس سے خدا تعالیٰ کا مکالمہ مخاطبہ ہوا اور وہ خدا تعالیٰ پر زندہ اور تازہ یقین کرسکے۔ ایسی حالت اور صورت میں اسنے ارادہ فرمایا ہے کہ اسلام کے چہرے پر سے وہ تاریک حجاب ہٹادے۔ اور اس کی روشنی سے دلوں کو منور کرے اور ان بیجا اتہامات اور حملوں سے جو آئے دن مخالف اس پر لگاتے اور کرتے ہیں اسے محفوظ کیا جاوے۔ اس غرض سے یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ مسلمان اپنا نمونہ دکھاویں۔ یہی وجہ ہے جو میں نے پسند کیا ہے کہ ایسے لوگ جو اشاعت اسلام کا جوش اپنے دل میں رکھتے ہیں اور جو اپنے صدق واخلاص کا نمونہ دکھا کر فوت ہوں اور اس مقبرہ میں دفن ہوں ان کی قبروں پر کتبہ لگا دیا جاوے جس میں اس کے مختصر سوانح ہوں اور اس اخلاص ووفا کا بھی کچھ ذکر ہو جو اسنے اپنی زندگی میں دکھایا تا جو لوگ اس قبرستان میں آویں اور ان کتبوں کو پڑھیں ان پر ایک اثر ہو اور مخالف قوموں پر بھی ایسے صادق اور راستبازوں کے نمونے دیکھ کر ایک خاص اثر پیدا ہو۔ اگر یہ بھی اس قدر کرتے ہیں جس قدر مخالف قومیں کررہی ہیں اور وہ لوگ کررہے ہیں جن کے پاس حق اور حقیقت نہیں تو انہوں نے کیا کیا۔ پھر انہیں تو ایسی حالت میں شرمندہ ہونا چاہئے۔ لعنت ہے ایسی بیعت میں داخل ہونے پر جو کافر جتنی بھی غیرت نہ رکھتا ہو۔ (ملفوظات جلد 8۔ ص 325)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ مقبرہ بہشتی میں دو قبروں کے کتبے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود لکھے ہوئے ہیں اور وہ اس بات کا نمونہ ہیں کہ اس مقبرہ کے کتبے کس طرح کے ہونے چاہئیں۔ اب جو کتبے عموماً لکھے جاتے ہیں ان سے بعض دفعہ یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ شخص کہاں دفن ہے یا اسکے اندر کیا کیا خوبیاں تھیں یا سلسلہ کی کس کس قسم کی خدمت اس نے کی ہے۔ دو کتبے جو حضورؑ نے خود

لکھے وہ مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم اور صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کے ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کتبہ ہمارے نانا جان مرحوم نے لکھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے درست کیا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا کتبہ غالباً ہمارے نانا جان مرحوم نے لکھ کر حضرت خلیفہ ثانیؓ کو دکھالیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کتبہ میں حضرت خلیفہ اوّلؓ نے صرف اتنی تبدیلی کی تھی کہ جہاں نانا جان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کتبہ کے آخر میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ لکھے تھے اسے حضرت خلیفہ اولؓ نے بدل کر عَلَیۡہِ وَعَلٰی مُطَاعِہٖ مُحَمَّدٍ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے الفاظ کر دئے تھے۔

(سیرت المہدی حصہ سوم ص۔32 مصنفہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اوّل سخت بیمار ہوگئے۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب وہ حضورؑ کے مکان میں رہتے تھے حضورؑ نے بکروں کا صدقہ دیا۔ میں اس وقت موجود تھا۔ میں رات کو حضرت خلیفہ اولؓ کے پاس ہی رہا۔ اور دوا پلاتا رہا۔ صبح کو حضورؑ تشریف لائے۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے فرمایا کہ حضور ڈاکٹر صاحب ساری رات میرے پاس بیدار رہے اور بڑے اہتمام سے دوا پلاتے رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ ہم کو بھی ان پر رشک آتا ہے یہ بہشتی کنبہ ہے۔ یہ الفاظ چند بار فرمائے۔ (سیرت المہدی سوم ص۔48)

''سلطان عبدالقادر''۔ اس الہام میں میرا نام سلطان عبدالقادر رکھا گیا۔ کیونکہ جس طرح سلطان دوسروں پر حکمران اور افسر ہوتا ہے اسی طرح مجھ کو تمام روحانی درباریوں پر افسری عطا کی گئی ہے۔ یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ ان کا تعلق نہیں رہے گا جب تک وہ میری اطاعت نہ کریں۔ اور میری اطاعت کا جوا اپنی گردن پر نہ اٹھائیں۔ یہ اسی قسم کا فقرہ ہے جیسا کہ یہ **فقرہ قدمی ھٰذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ**۔ یہ فقرہ سید عبدالقادرؒ کا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک ولی کی گردن پر میرا قدم ہے۔

[i] اُحِلَّ لَہُ الطَّیِّبَاتُ۔ قُلْ مَا فَعَلْتُ اِلَّا مَا اَمَرَنِیَ اللّٰہُ۔

(تشریح) اس سلطان عبدالقادر کے لئے تمام چیزیں حلال کی گئیں جو پاک ہیں۔ کہہ میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ جو خدا کے حکم کے برخلاف ہو۔ بلکہ وہی کیا جو خدا نے مجھے فرمایا۔

[ii] پھر بعد اس کے کشفی رنگ میں وہ مقبرہ مجھے دکھلایا گیا جس کا نام خدا نے بہشتی رکھا ہے اور پھر الہام ہوا۔

کُلُّ مَقَابِرِ الْاَرْضِ لَا تُقَابِلُ ھٰذِہِ الْاَرْضَ۔

یعنی زمین ہند کے تمام قبرستان اس زمین کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یعنی اس زمین کو جو برکتیں دی گئیں وہ برکتیں تمام پنجاب اور ہندوستان میں کسی اور قبرستان کو نہیں دی گئیں۔ فروری 1905ء میں جب بہت بڑا زلزلہ آیا اس وقت میری عمر تیرہ برس کی تھی۔ صبح سے شام تک جھٹکے آتے رہے اکثر لوگ شہر سے باہر چلے گئے۔ حضور علیہ السلام بھی اپنے باغ۔ بہشتی مقبرہ۔ میں تشریف لے گئے تھے۔ (حضرت مصلح موعودؓ)

1905ء میں ہی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی وفات ہوئی۔ آپ کو روہڑی کے قبرستان میں امانتاً دفن کیا گیا چند ماہ بعد آپ کا تابوت بہشتی مقبرہ قادیان لایا گیا۔ میں آپ کا تابوت اٹھانے والوں کے ہمراہ تھا۔ بہشتی مقبرہ قادیان میں سب سے پہلی قبر حضرت مولوی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بنی۔ بہشتی مقبرہ میں یہ سب سے پہلی قبر ہے۔ (الفضل انٹرنیشنل ص۔16)

بہشتی مقبرہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دُعا

''میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خواب گاہ ہو۔ جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمِیۡن یَا رَبَّ الۡعَالَمِیۡن (الوصیت ص17)

بہشتی مقبرہ کی الٰہی حفاظت

23 مارچ 1992ء قادیان میں جلسہ گاہ میں ایک جلسہ ہوا۔جس میں بہت تعداد میں سکھ دوست بھی شامل ہوئے۔ایک عمر رسیدہ سکھ دوست نے خاکسار کو بتایا کہ 1947ء میں تقسیم ہند کے فوراً بعد انہوں نے بہت کوشش کی کہ بہشتی مقبرہ کی جگہ اور باغ پر قبضہ کر لیا جائے لیکن جب بھی وہ حملہ کرنے کے لئے آتے تھے۔ان کو سامنے بھاری فوج گھوڑوں پر سوار اس کی حفاظت کرتی نظر آتی تھی۔اور وہ پھر واپس چلے جاتے تھے۔اسی طرح سیلاب جولائی 1993ء کو جب کہ محلہ ناصر آباد قادیان میں تقریباً 6 فٹ اونچا پانی تھا۔بہشتی مقبرہ میں قطعہ خاص اور دوسری قبروں کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ سیلاب کا پانی بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص کے دونوں طرف سے گزر گیا۔

ریل گاڑی کا راستہ۔جب قادیان میں ریل لانے کا منصوبہ تیار ہوا تو منصوبہ کے مطابق حکومت کا ارادہ ریلوے لائن کو قادیان کے جنوب کی جانب بہشتی مقبرہ سے متصل باغ کے ساتھ بچھانے کا تھا اس طرح بہشتی مقبرہ قادیان پبلک کے لئے Expose ہونے کا امکان تھا۔چنانچہ حضرت مصلح موعود اس سلسلہ میں بہت زیادہ متفکر تھے حضورؓ نے احباب سے دعا کی تحریک فرمائی اور بزرگ صاحب (حضرت عبدالستار خان افغان صحابی حضرت مسیح موعودؑ) کو بھی اس سلسلہ میں دعا کی تحریک کی گئی تو آپ نے کشف میں دیکھا کہ ریل گاڑی بہشتی مقبرہ کے پاس سے گزر رہی ہے آپ نے اسے کک ماری اور دور پھینک دیا۔چنانچہ جس جانب گاڑی گری بعد میں اسی جانب ریلوے لائن بچھائی گئی (حالانکہ اس جانب سے گاڑی کو لمبا چکر کاٹنا پڑا اور یوں بہشتی مقبرہ کے پاس سے ریل گزارنے کا منصوبہ رہ گیا۔ (عبدالستار خان صاحب افغان از عبدالرحیم عادل ص40)

بہشتی مقبرہ صداقت احمدیت پر ایک درخشندہ دلیل ہے۔یہ آسمانی نظام ہمیشہ جاری وساری رہے گا:

حضرت مسیح موعودؑ نے دسمبر 1905ء میں رسالہ الوصیت شائع فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت بہشتی مقبرہ کی بنیاد رکھی اس مقبرہ میں دفن ہونے کے لئے محرمات سے بچنے والا دیندار اور متقی ہونے کے علاوہ خدمت دین کے لئے مسلسل اور معتد بہ مالی قربانی کرنے والا ہونا ضروری قرار دیا گیا یہ نظام اس وقت قائم کیا گیا جب کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے متواتر الہامات ہو چکے تھے کہ آپ کی وفات بالکل قریب ہے اور آپ جلد رحلت فرمانے والے ہیں۔بلکہ آپ کو آپ کی قبر کی جگہ بھی دکھائی جا چکی تھی۔آپ نے رسالہ الوصیت میں تحریر فرمایا ہے کہ:''خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ نسلیں ایک ہی جگہ ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں اور تا ان کے کارنامے یعنی جو خدا کے لئے انہوں نے دینی کام کئے ہمیشہ کے لئے قوم پر ظاہر ہوں۔'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تحریک کے نتیجہ میں آنے والے اموال کے اشاعت اسلام وغیرہ میں خرچ کے بارے میں انجمن کو تفصیلی ہدایات دیتے ہوئے اپنے توکل علی اللہ کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے کہ:''یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دوراز قیاس باتیں ہیں بلکہ یہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین وآسمان کا بادشاہ ہے۔مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال کیونکر جمع ہوں گے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کئے جائیں وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھائیں اور دنیا سے پیار کریں سو میں دعا کرتا ہوں کہ ایسے میں ہمیشہ اس سلسلہ کو ایسے مخلص ہاتھ آتے رہیں جو خدا کے لئے کام کرتے رہیں۔'' (روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 319)

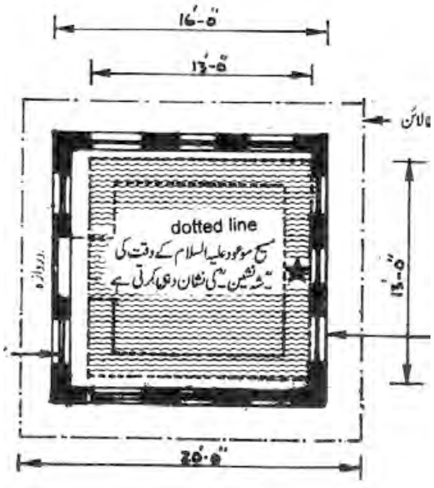
1908ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خود آپ کا مدفن بھی بہشتی مقبرہ میں بنا۔سینکڑوں ہزاروں احمدیوں نے نیکی وتقویٰ کی زندگی کے ساتھ ساتھ اپنے اموال کے کم از کم دسویں حصے کی وصیت اشاعت اسلام کے لئے کی اور ان میں سے وفات پانے والے مقدس اس مقبرہ میں دفن ہوتے گئے۔1947ء کے سانحہ عظیمہ کے بعد بہت بڑا انقلاب آ گیا اور ملکی حالات یکسر بدل گئے۔مشرقی پنجاب میں خانقاہیں، مقابر اور مساجد ویران ہو گئیں۔اور دوسرے مسلمانوں کے مذہبی مراکز معدوم ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے قادیان کے مرکز اشاعت اسلام کو قائم رکھا اور اسے ترقی دے رہا ہے۔مقبرہ بہشتی اسی طرح موجود ہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ آن بان اور رونق سے موجود ہے۔بہشتی مقبرہ کا قیام وبقا ان حالات میں خود صداقت احمدیت کی ایک زبردست دلیل ہے۔ (الفرقان درویشان نمبر 1963ء مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری)



شاہ نشین ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کے لئے اپنے باغ میں آتے تو اس جگہ تشریف فرماہوتے ۔



حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں یہ جگہ ایک کچے چبوترے کے طور پر تھی جسے 1972ء میں پختہ کمرہ کی شکل مسقف کردیا گیا۔



شاہ نشین کا پلان



شاہ نشین کی پرانی تصویر



شاہ نشین کی موجودہ شکل بارہ دری کی صورت میں



مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر دُعا کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز



قطعہ خاص بہشتی مقبرہ



قطعہ خاص بہشتی مقبرہ درمیان میں مزار مبارک حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام



قطعہ خاص بہشتی مقبرہ کی پرانی تصویر



مقام ظہور قدرت ثانیہ کی موجودہ تصویر



2005ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
مقام ظہور قدرت ثانیہ کا معائنہ کرتے ہوئے



مقام ظہور قدرت ثانیہ کی پرانی تصویر



جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ کی پرانی تصویر جہاں حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے
حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا جنازہ پڑھا اور اب یہاں پر موصی احباب کا جنازہ پڑھایا جاتا ہے۔



یادگار گیٹ خلافت جوبلی



پرائمری سیکشن تعلیم الاسلام سینئر سیکنڈری اسکول قادیان



2015ء میں بنائے گئے واچ ٹاور کے دو مختلف ڈیزائن



بہشتی مقبرہ کے داخلی دروازہ کی ایک پرانی تصویر



بہشتی مقبرہ کے داخلی دروازہ کی باہر سے موجودہ تصویر



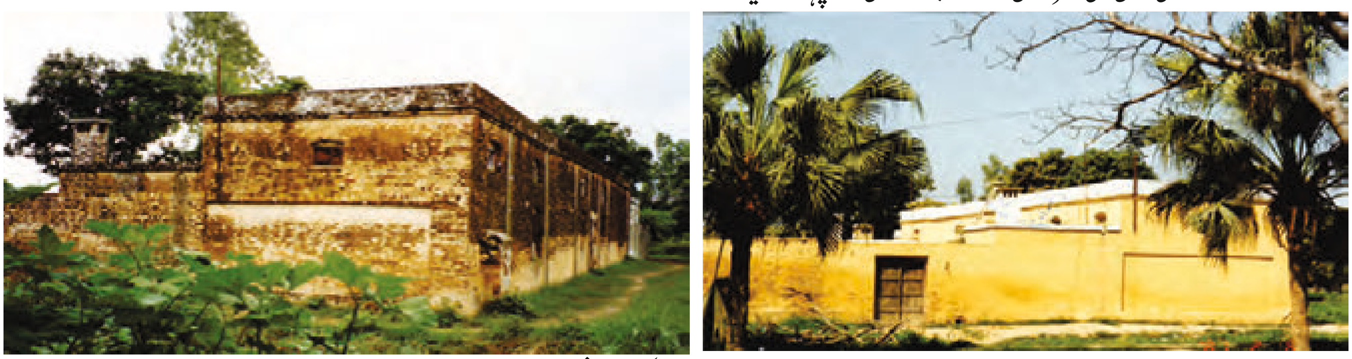
بہشتی مقبرہ کے داخلی دروازہ کی اندر سے موجودہ تصویر



مکان حضرت امّاں جانؓ واقع بہشتی مقبرہ کی موجودہ تصویر
اس مکان میں حضرت مسیح موعودؑ کا تابوت تدفین سے پہلے رکھا گیا



مکان حضرت امّاں جانؓ کی پرانی تصویر



مکان حضرت امّاں جانؓ کی دو پرانی تصاویر



جلسہ سالانہ کے مختلف شعبہ جات کے دفاتر



دفتر جلسہ سالانہ



دفاتر صدر انجمن احمدیہ (سابقہ رہائش گاہ ڈپٹی شنکر داس) جو مسجد اقصیٰ کی جدید توسیع کے لئے منہدم کردیئے گئے



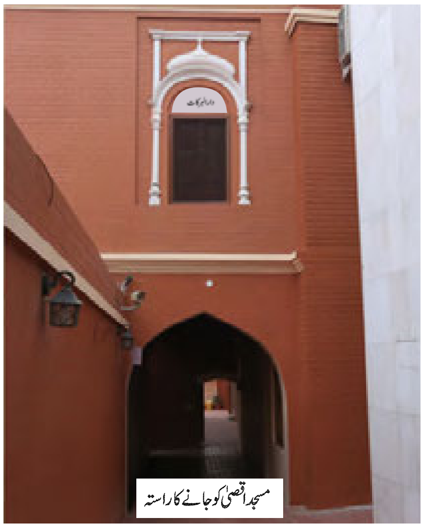
دار الصناعۃ ۔ یہاں طلباء کو مختلف شعبوں میں ٹیکنیکل ٹریننگ دی جاتی ہے



دفتر صدر انجمن احمدیہ کی شمالی دیوار، سامنے قدیم قصر خلافت کی عمارت ہے



سرائے وسیم قادیان



مسجد اقصیٰ کو جانے کا راستہ



دارالمسیح گیٹ کے سامنے کا موجودہ منظر جہاں اب دفاتر صدر انجمن احمدیہ کی پارکنگ بنادی گئی ہے۔





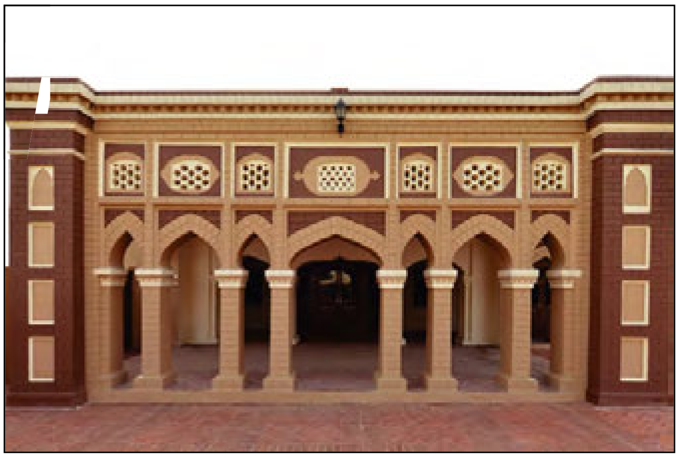
اسی جگہ کی پرانی تصویر۔ پہلے یہاں مدرسہ احمدیہ قائم تھا۔



کوٹھی نواب محمد علی خان صاحب ؓ ’’دارالسلام‘‘ کی پرانی تصویر



کوٹھی نواب محمد علی خان صاحب ؓ ’’دارالسلام‘‘ کی پرانی تصویر



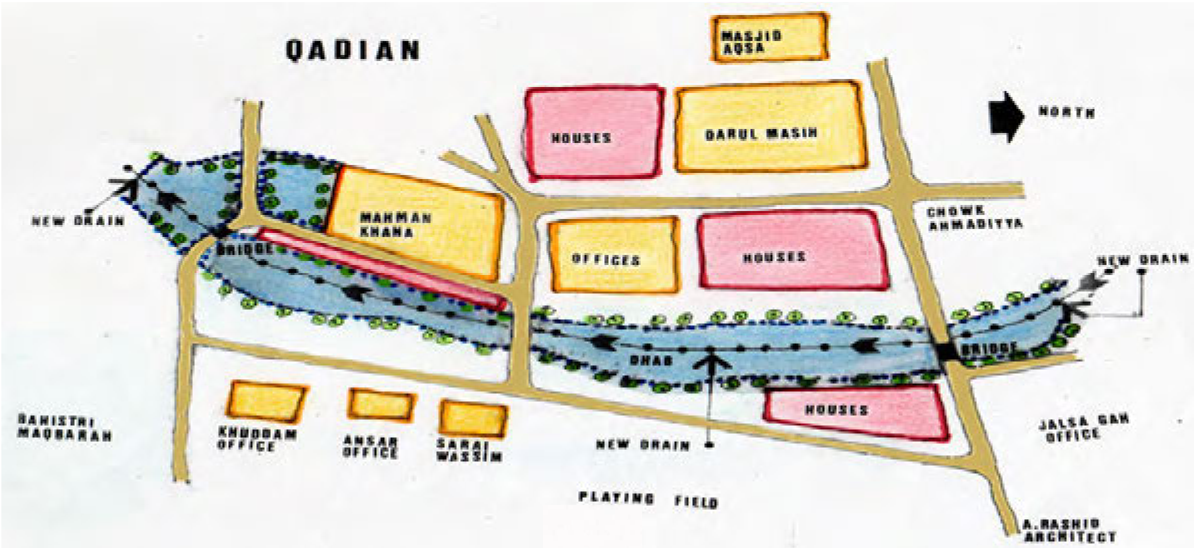
کوٹھی نواب محمد علی خان صاحب ؓ ’’دارالسلام‘‘ کی موجودہ تصویر



حضرت نواب محمد علی خان صاحب ؓ کے کوٹھی دارالسلام کے اُس کمرے کا دروازہ
جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کی وفات ہوئی



ڈیوڑی کے پیچھے واقع کمرہ کا اندرونی منظر جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کی وفات ہوئی



ڈھاب کی اصل layout جو اس وقت ختم ہو چکی ہے جس کا تاریخ احمدیت میں کئی جگہ ذکر ہے



حکومت پنجاب نے قادیان میں موجود ڈھاب کو 2015-17 میں ختم کر کے زیر زمین نالا بنا دیا ہے اور ڈھاب کی جگہ پر پختہ سڑک بنا دی گئی ہے۔ سڑک کا مشرق کی طرف سے منظر۔



سڑک کا مغرب کی طرف سے منظر

بہشتی مقبرہ

1 ۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے وقت کے باغ کے پانچ آم کے درخت یہاں موجود تھے جو نئے ڈیزائن کی وجہ سے کاٹ دئے گئے اور ان کی جگہ نئے درخت لگا دئے گئے۔۔بیعت خلافت اولیٰ کی جگہ اور جہاں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا جنازہ پڑھایا گیا تھا۔جس میں تقریباً ڈیڑھ ہزار افراد شامل ہوئے۔

2۔حضرت نوراحمد صاحب ابن چوہدری بدربخش صاحب ساکنہ سروہہ تحصیل گڑھ شنکرضلع ہوشیار پور۔

آپ بیان فرماتے ہیں کہ حضورزلزلہ کی وجہ سے باغ میں رہتے تھے میں رات کو پہرہ دینے کے لئے جاتا تھا۔میاں نجم الدین صاحب مہتمم مہمان خانہ مجھے روزانہ پہرے کے لئے بھیج دیتے تھے۔ایک رات اتفاق سے سیداحمدنورکابلی میرے ساتھ پہرے پر تھے۔نصف رات کے قریب ایک سکھ چور باغ میں آیا۔اس وقت میں اور سیداحمدنوربھی پہرہ پر تھے۔خاموشی سے باغ کے کناروں پرگشت کررہے تھے۔اچانک ایک آدمی کی آہٹ سنی اور دیکھنے پرمعلوم ہوا کہ ایک قدآور چورحضورؑ کے کندھوں کےقریب ہے۔فوراً سیداحمدنورصاحب جواس وقت جوان تھے۔چور کی طرف دوڑے اور چوربھی دوڑ پڑا۔باغ کے کچھ فاصلہ پرسیداحمدنورصاحب نے چورکو پکڑ لیا۔فوراًباقی پہریداربھی پہنچ گئے۔چور کے ہاتھ پاؤں وغیرہ باندھ کر باغ میں بٹھا دیا۔صبح ہوئی تو چورحضور کی خدمت میں پیش کیا گیا۔حضورؑ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ اسے چھوڑ دوغریب آدمی ہے۔پس روایت کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضور سے کہا بھی کہ اسے چھوڑ دیا تو اوردلیر ہوجائے گا مگرحضورؑ نےنہیں مانی اوراس کوچھوڑ دیا گیا۔ (الفضل24ستمبر2001)

3۔**بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام اپنے باغ میں پھررہے تھے۔جب آپ سنگترہ کے ایک درخت کے پاس سے گزرے تو میں نے (والدہ صاحبہ) یا کسی اور نے کہا کہ اس وقت توسنگترہ کو دل چاہتا ہے۔حضرت صاحب نے فرمایا۔کہ کیاتم نے سنگترہ لینا ہے۔والدہ صاحبہ یااس شخص نے کہاہاں لینا ہے۔اس پرحضرت صاحب نے اس درخت کی شاخوں پر ہاتھ مارا۔اور جب آپ کا ہاتھ شاخوں سے الگ ہواتو آپ کے ہاتھ میں ایک سنگترہ تھا۔اورآپ نے فرمایا یہ لو۔خاکسار نے والدہ صاحبہ سے دریافت کیا۔کہ وہ سنگترہ کیسے تھا۔والدہ صاحبہ نے کہا۔زردرنگ کا پکا ہوا سنگترہ تھا۔میں نے پوچھا۔کیا پھرآپ نے اسے کھایا۔والدہ صاحبہ نے کہا یہ مجھے یاد نہیں۔میں نے دریافت کیا کہ حضرت صاحبؑ نے کس طرح ہاتھ مارا تھا۔اس پروالدہ صاحبہ نے اس طرح ہاتھ مارکردکھایا۔اورکہاجس طرح پھل توڑنے والے کاہاتھ درخت پرٹھہرتا ہے۔اس طرح آپ کا ہاتھ شاخوں پرنہیں ٹھہرا بلکہ آپ نے ہاتھ مارااورفوراً لوٹا لیا۔خاکسار نے دریافت کیا کہ کیااس وقت سنگترہ کا موسم تھا۔والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ نہیں۔اور درخت بالکل پھل سے خالی تھا۔خاکسار نے یہ روایت مولوی شیرعلی صاحبؓ کے پاس بیان کی توانہوں نے کہا کہ میں نے یہ روایت حضرت خلیفہ الثانیؓ سے بھی سنی ہے آپ بیان کرتے تھے کہ حضرت صاحب نے میرے کہنے پر ہاتھ مارااورسنگترہ دیا تھا۔ (سیرت المہدی حصہ اول روایت چھ)

پانچ درختان توت بیدانہ وشہتوت اس جگہ تھے جن کا روایات میں ذکرآتا ہے۔مکان حضرت مسیح موعودعلیہ السلام اندرون باغ۔شمال کی طرف والے کمرے میں 27مئی1908 کونمازعصر کے بعد سے تدفین تک حضورؑ کا جسداطہر رکھا گیا۔

زلزلہ 1905ء کے بعد حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اس مقام پر گول شامیانوں کے اندرکئی ماہ تک اقامت فرمائی

خیمہ جات خدام حضرت مسیح موعودعلیہ السلام۔ایام زلزلہ 1905ء

خیمہ گاہ حضرت نواب محمد علی خانصاحبؓ۔مع خدام۔ایام زلزلہ 1905ء 12۔خیمہ گاہ طلباء بورڈنگ مدرسہ تعلیم الاسلام۔ایام زلزلہ 1905ء۔

بہشتی مقبرہ اور اس کی چار دیواری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح محمدیؑ کے متعلق پیشگوئی فرمائی تھی کہ یُحَدِّثُھُمْ بِدَرَجَاتِھِمْ فِی الْجَنَّۃِ (مسلم) یعنی وہ اپنی جماعت کے لوگوں کو ان کے جنت میں درجات کے بارہ میں اطلاع دے گا۔ اس پیشگوئی میں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے لطیف پیرائے میں ایک بہشتی مقبرہ کی طرف اشارہ فرمایا تھا جس کا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بننا مقدر تھا۔ چنانچہ اسی کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کشفی رنگ میں ایک جگہ دکھائی گئی جو چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اس کی مٹی چاندی کی تھی۔ اور کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے۔ نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک جگہ دکھائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان کے بہشتی مقبرہ کے متعلق فرمایا تھا کہ میرے دل میں خیال ہے کہ اپنے اور اپنی جماعت کے لئے خاص طور پر ایک قبرستان بنایا جائے۔ جس طرح مدینہ منورہ میں بنایا گیا تھا............ یہ بھی ایک وسیلہ مغفرت کا ہوتا ہے جس کو شریعت میں معتبر سمجھا گیا ہے۔ اس قبرستان کی فکر میں ہوں کہ کہاں بنایا جائے۔ امید ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی جگہ میسر کر دے گا اور اس کے ارد گرد ایک دیوار چاہئے۔ (خط بنام حضرت نواب محمد علی خان صاحب مطبوعہ تاریخ احمدیت جلد سوم)

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے (درثمین صفحہ 182)

قبرستان بہشتی مقبرہ کا قیام تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سعادت میں اواخر 1905ء میں عمل میں آ گیا تھا۔ لیکن اس کے ارد گرد دیوار نہ تھی۔ حضرت اقدس علیہ السلام کی زندگی میں اور نہ ہی ایک لمبا عرصہ بعد تک بن سکی۔ یہاں تک کہ تقسیم ملک کے فوراً بعد حفاظتی نقطۂ نگاہ سے ایک معمولی سی کچی دیوار بہشتی مقبرہ کے مغرب جنوبی اور مشرقی جانب بنائی گئی۔ جو وقتی ضرورت کے لئے تھی۔ لیکن اس سے سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام کے منشاء کی پورے طور پر تعمیل نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ زمانہ درویشی میں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ بعض مخلص اصحاب سلسلہ کے تعاون سے قریباً پینتیس ہزار روپیہ خرچ کر کے یہ چار دیواری حسب منشاء سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پختہ اور دیدہ زیب تیار ہوگئی۔ یہ چار دیواری نہ صرف بہشتی مقبرہ کے ارد گرد بنائی گئی ہے۔ بلکہ باغ بہشتی مقبرہ یعنی بڑا باغ بھی اس کے اندر شامل کر دیا گیا ہے۔ مشرقی جانب ایک آہنی گیٹ جو نہایت خوبصورت ہے لگایا گیا ہے۔ علاوہ چار دیواری کے اللہ تعالیٰ کے فضل سے زمانہ درویشی میں جنازہ گاہ جہاں حضرت اقدس علیہ السلام کا جنازہ پڑھا گیا۔ اور مقام بیعت خلافت اولیٰ کی تعیین حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانیؓ کے ذریعہ کروا کر اس کی صفائی و درستی اور نشان دہی بھی کروادی گئی ہے اور باغ بہشتی مقبرہ میں جو شاہ نشین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنوائی تھی اور غیر مسقّف تھی اس کو بھی مسقّف کر دیا گیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ (الفرقان ص 107۔ اگست۔ ستمبر۔ اکتوبر 1963)

’’خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دیگا۔ اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ اور ہر قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کے زمین کے کناروں تک محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دونگا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سواے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔‘‘ (تجلیات الٰہیہ ص۔ 23-21)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

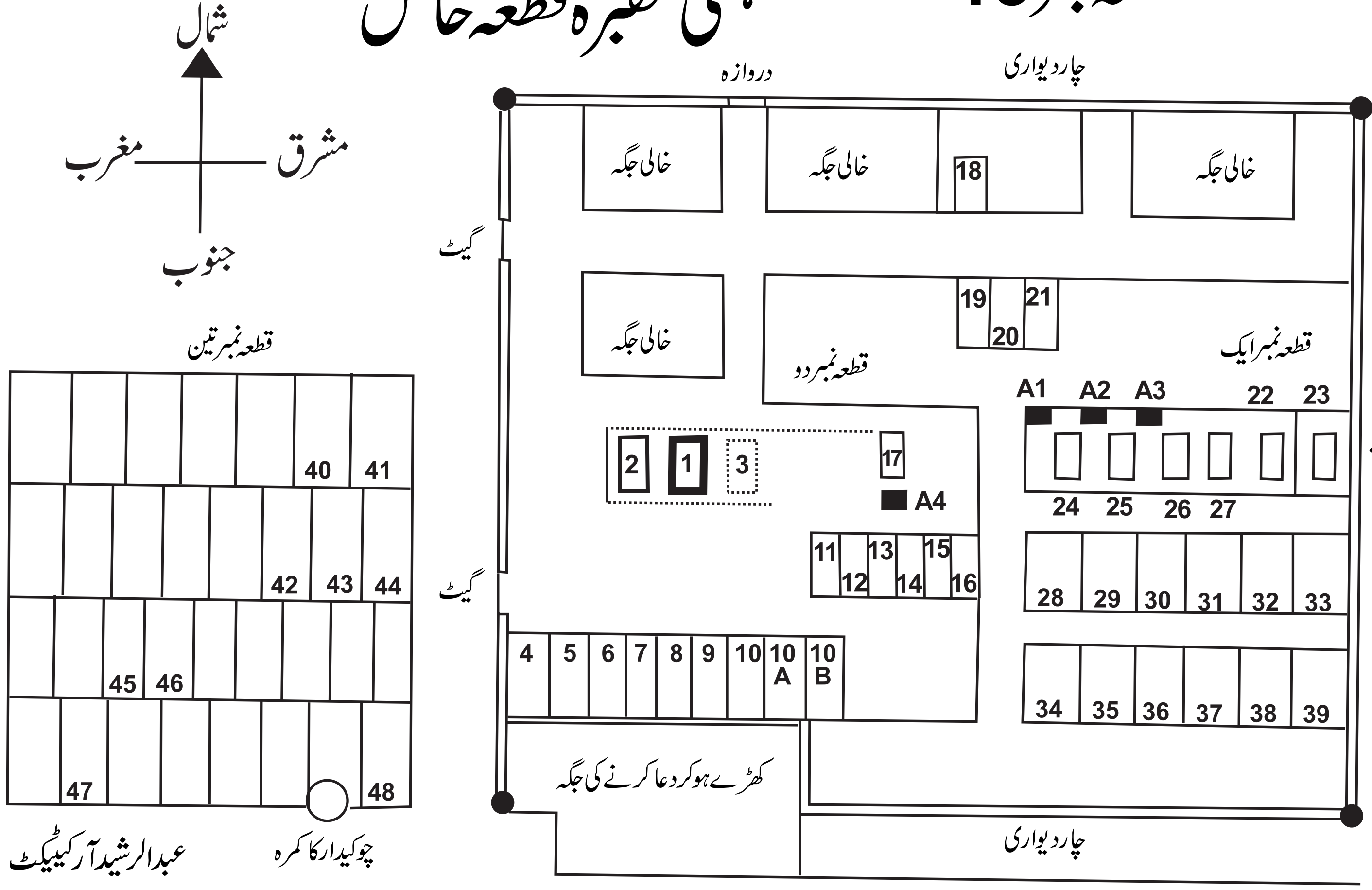
حضرت اقدس علیہ السلام کا خاندان



جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار ونزار (درثمین صفحہ 149)

نقشہ نمبر 15

بہشتی مقبرہ قطعہ خاص



1 مزار مبارک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
2 مزار مبارک سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ
3 خالی جگہ جہاں اُمّ المومنین حضرت امّاں جانؓ کا کتبہ لگا ہوا ہے۔
4 مزار مبارک حضرت ڈاکٹر میر اسماعیل صاحب
5 مزار مبارک سیدہ حضرت سیدہ بیگم صاحبہ نانی جان
6 مزار مبارک حضرت میر ناصر نواب صاحب نانا جان
7 مزار حضرت میر اسحاق صاحب
8 مزار حضرت سیدہ امۃ الحئی صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ
9 مزار حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ
10 مزار حضرت سیدہ اُمّ طاہر بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ
10A مزار حضرت مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی قادیان
10B مزار صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب
11 مزار محمد عبداللہ صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ
12 مزار مرزا حمید احمد صاحب ابن مرزا بشیر احمد صاحب
13 مزار حضرت بابو شاہ دین صاحب
14 مزار حضرت حاجی فضل حسین شاہجہانپوری
15 مزار حضرت مرزا سلطان احمد صاحب خلف حضرت اقدسؑ
16 مزار حضرت نواب محمد علی خانصاحب۔ مالیرکوٹلہ
17 مزار حضرت مرزا مبارک احمد صاحب ابن حضرت مسیح موعود علیہ السلام
18 مزار مرزا مبارک احمد صاحب ابن مرزا عزیز احمد صاحب
19 مزار صاحبزادی امۃ الودود بیگم صاحبہ بنت مرزا شریف احمد صاحب
20 مزار خورشید بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب
21 مزار قدسیہ بیگم صاحبہ بنت مرزا رشید احمد صاحب
22 مزار حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔ سب سے پہلی قبر
23 مزار محترمہ زینب صاحبہ اہلیہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی
24 مزار صاحب نور صاحب خوست کابل
25 مزار غوشان صاحبہ زوجہ مدد خان صاحب۔ مالیرکوٹلہ
26 مزار چوہدری اللہ داد خان صاحب۔ کلیان مہر خان
27 مزار میاں الٰہی بخش صاحب۔ مالیرکوٹلہ
28 مزار بصری صاحبہ زوجہ محمد اسماعیل ناز صاحب۔ مالیرکوٹلہ
29 مزار فاطمہ بیگم صاحبہ زوجہ محمد علی صاحب ایم۔اے
30 مزار امۃ الرحیم صاحبہ زوجہ مہدی حسن صاحب
31 مزار امتیاز النساء صاحبہ والدہ حافظ تصور حسین صاحب۔ بریلی
32 مزار محمدی بیگم صاحبہ زوجہ منظور محمد صاحب۔ بنوڑ پٹیالہ
33 مزار امۃ الحمید بیگم صاحبہ زوجہ نواب محمد علی خان صاحب
34 مزار مولوی غلام حسین صاحب۔ لاہور
35 مزار میاں احمد جی صاحب۔ دالگراں
36 مزار میاں امیر خان صاحب۔ ہنوڑ پچن
37 مزار حاجی شہاب الدین صاحب۔ لدھیانہ
38 مزار میاں امیر حسن صاحب۔ سید گھڑی
39 مزار شیخ مسیح الدین صاحب۔ شاہجہانپور
40 مزار صاحبزادہ عبدالحئی صاحبہ
41 مزار حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب
42 مزار حضرت منشی اروڑے خان صاحب
43 مزار حفیظ بیگم صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل
44 مزار حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی
45 مزار چوہدری نصر اللہ خان صاحب۔ سیالکوٹ
46 مزار خلیفہ رشید الدین صاحب۔
47 مزار حسین بی بی اہلیہ چوہدری نصر اللہ خان صاحب۔ سیالکوٹ
48 مزار حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری
A1 یادگاری کتبہ صاحبزادہ حضرت عبداللطیف صاحب شہید۔ کابل
A2 یادگاری کتبہ حضرت مولوی نعمت اللہ صاحب شہید۔ کابل
A3 یادگاری کتبہ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب شہید۔ کابل
A4 یادگاری کتبہ حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب

حضرت اقدسؑ کے خاندانی حالات

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اہل فارس کی مشہور قوم برلاس کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ اس قوم کے مورث اعلیٰ قراچار نامی جو چھٹی صدی ہجری میں گذرے ہیں نے اسلام قبول کیا تھا۔ قراچار نے جو چغتائی کے وزیر اور ایک مشہور سپہ سالار تھے اپنی قوم کو سمرقند کے جنوب کی طرف تخمیناً تیس میل کے فاصلہ پر شہر کش کے گردونواح میں آباد کیا تھا۔ اس کے پوتے برقال کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام طراغے اور دوسرے کا نام حاجی برلاس تھا۔ مشہور ایرانی بادشاہ تیمور صاحب قران طراغے کا بیٹا تھا۔ کش کی حکومت حاجی برلاس کے حصہ میں تھی۔ لیکن جب حاجی صاحب کے بھتیجے تیمور نے زور پکڑا تو حاجی برلاس اس علاقہ سے نکلنے پر مجبور ہو گئے۔ اس وقت کی تاریخ سے جو جغرافیائی کیفیت معلوم ہوتی ہے اس سے پتہ لگتا ہے کہ تمام علاقہ جو وا لگہ سے بحیرۂ فارس تک اور افغانستان و بلوچستان سے بخارا تک پھیلا ہوا ہے، فارس کہلاتا ہے۔ بلکہ بقول بعض اکثر حصہ افغانستان و بلوچستان موجودہ اور دریائے گنگا کے منبع سے شمال کا علاقہ جو کاشغر کی طرف پھیلا ہوا ہے اس میں داخل تھا۔ اور کش بھی انہی حدود کے اندر ہی ہے۔ لیکن خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں یہ علاقہ ماوراءالنہر کا ایک حصہ شمار ہوتا تھا۔

حضرت اقدسؑ کے خودنوشت خاندانی حالات

''اس موقعہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی بعض کتب میں اپنے خاندان کے متعلق جو حالات خود اپنے قلم سے درج فرمائے ہیں انہیں نقل کر دیا جائے۔ حضور فرماتے ہیں: ''ہماری قوم مغل برلاس ہے اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے جو اب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں سمرقند سے آئے تھے اور ان کے ساتھ قریباً دوسو آدمی ان کے توابع اور خدام اور اہل وعیال میں سے تھے اور وہ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہوئے اور اس قصبہ کی جگہ میں جو اس وقت ایک جنگل پڑا ہوا تھا جو لاہور سے تخمیناً بفاصلہ پچاس کوس بگوشہ شمال مشرق واقع ہے فروکش ہو گئے۔ جس کو انہوں نے آباد کر کے اس کا نام اسلام پور رکھا جو پیچھے سے اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا اور رفتہ رفتہ اسلام پور کا لفظ لوگوں کو بھول گیا۔ اور قاضی ماجھی کی جگہ قاضی رہا اور پھر آخر قادی بنا اور اس سے بگڑ کر قادیان بن گیا۔ اور قاضی ماجھی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ علاقہ جس کا طولانی حصہ قریباً ساٹھ کوس ہے ان دنوں میں سب کا سب ماجھا کہلاتا تھا۔ غالباً اس وجہ سے اس کا نام ماجھا تھا کہ اس ملک میں بھینسیں بکثرت ہوتی تھیں۔ اور ماجھ زبان ہندی میں بھینس کو کہتے ہیں اور چونکہ ہمارے بزرگوں کو علاوہ دیہات جاگیرداری کے اس تمام علاقہ کی حکومت بھی ملی تھی اس لئے قاضی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کیوں اور کس وجہ سے ہمارے بزرگ سمرقند سے اس ملک میں آئے؟ مگر کاغذات سے پتہ ملتا ہے کہ اس ملک میں بھی وہ معزز امراء اور خاندان والیان ملک میں سے تھے۔ اور انہیں کسی قومی خصومت اور تفرقہ کی وجہ سے اس ملک کو چھوڑنا پڑا تھا۔ پھر اس ملک میں آکر بادشاہ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر ان کو ملے۔ چنانچہ اس نواح میں ایک مستقل ریاست ان کی ہو گئی۔'' (کتاب البریہ حاشیہ ص 147-144)

مرزا ہادی بیگ

جب کش کی حکومت پر قبضہ کر کے تیمور نے اپنے چچا حاجی برلاس کو نکال دیا تو انہوں نے خراسان میں پناہ لی۔ اور وہیں فوت ہو گئے۔ تیمور نے بعد ازاں خراسان کا علاقہ فتح کر کے اپنے چچا کی اولاد کو جاگیر میں دیدیا۔ اس لئے انہوں نے وہاں ہی رہائش اختیار کر لی۔ مگر کچھ عرصہ بعد اس خاندان کے ایک بزرگ مرزا ہادی بیگ صاحب اپنے کنبے کے تمام افراد کو لیکر دوبارہ اپنے آبائی وطن علاقہ سمرقند واپس آگئے اور کچھ مدت وہاں رہنے کے بعد نامعلوم کن وجوہ کی بنا پر اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ کر عازم ہند ہوئے۔

حضرت اقدس علیہ السلام ان کی ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''بابر بادشاہ کے وقت میں کہ جو چغتائی سلطنت کا مورث اعلیٰ تھا۔ بزرگ اجداد اس نیازمند الٰہی کے خاص سمرقند سے ایک جماعت کثیر کے ساتھ کسی سبب سے جو بیان نہیں کیا گیا ہجرت اختیار کر کے دلّی میں پہنچے اور دراصل یہ بات ان کاغذات سے اچھی طرح واضح نہیں ہوتی کہ کیا وہ بابر کے ساتھ ہی ہندوستان میں داخل ہوئے تھے یا بعد اس کے بلاتوقف اس ملک میں پہنچ گئے؟ لیکن یہ امر اکثر کاغذات کے دیکھنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ساتھ

ہی پہنچے ہوں یا کچھ دن بعد آئے ہوں۔مگر انہیں شاہی خاندان سے کچھ ایسا خاص تعلق تھا جس کی وجہ سے وہ اس گورنمنٹ کی نظر میں معزز سرداروں میں شمار کئے گئے تھے۔ چنانچہ بادشاہ وقت سے بہت سے دیہات بطور جاگیر کے انہیں ملے۔اور ایک بڑی زمینداری کے وہ تعلقدار ٹھہرائے گئے۔''

(ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ 121، 122 طبع اوّل)

مرزا فیض محمد صاحب

مرزا ہادی بیگ کی وفات کے بعد ان کے خاندان کی عظمت وجلال میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ ان کی نوویں پشت میں مرزا فیض محمد صاحب کے عہد اقتدار میں اس خاندان کے سلطنت مغلیہ کے ساتھ اور بھی گہرے تعلقات قائم ہو گئے۔ چنانچہ 1716ء میں شہنشاہ فرخ سیَر نے مرزا فیض محمد صاحب کو ہفت ہزاری کا عہدہ عطا کر کے ''عضد الدولہ'' کا خطاب دیا۔جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ خود اپنے طور پر سات ہزار نوجوانوں کی فوج رکھ سکتے تھے اور یہ اعزاز اس زمانہ میں معتمد ترین افراد سلطنت کو دیا جاتا تھا۔

مرزا گل محمد صاحب۔ **حضرت اقدس**ؑ بسلسلہ بیان مندرجہ بالا کتاب البریہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں میرے پردادا مرزا گل محمد صاحب ایک نامور اور مشہور رئیس اس نواح کے تھے۔جن کے پاس اس وقت 85 گاؤں تھے۔اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضہ سے نکل گئے تھے۔تاہم ان کی جوانمردی اور فیاضی کی یہ حالت تھی کہ اس قدر قلیل میں سے بھی کئی گاؤں انہوں نے مروّت کے طور پر بعض تفرّقہ زدہ مسلمان رئیسوں کو دیدئے تھے جواب تک ان کے پاس ہیں۔غرض وہ اس طوائف الملوکی کے زمانہ میں اپنے نواح میں ایک خود مختار رئیس تھے۔ہمیشہ قریب پانسو آدمی کے یعنی کبھی کم اور کبھی زیادہ ان کے دستر خوان پر روٹی کھاتے تھے۔اور ایک سو کے قریب علماء اور صلحاء اور حافظ قرآن شریف کے ان کے پاس رہتے تھے جن کے کافی وظیفے مقرر تھے۔اور ان کے دربار میں اکثر قال اللہ اور قال الرسول کا ذکر بہت ہوتا تھا۔اور تمام ملازمین اور متعلقین میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو تارک نماز ہو۔ یہاں تک کہ چکی پیسنے والی عورتیں بھی پنجوقتہ نماز اور تہجد پڑھتی تھیں۔اور گرد و نواح کے معزز مسلمان جو اکثر افغان تھے۔قادیان کو جو اس وقت اسلام پور کہلاتا تھا مکّہ کہتے تھے۔ کیونکہ اس پر آشوب زمانہ میں ہر ایک مسلمان کے لئے یہ قصبہ مبارکہ پناہ کی جگہ تھی۔اور دوسری اکثر جگہ میں کفر اور فسق اور ظلم نظر آتا تھا اور قادیان میں اسلام اور تقویٰ اور طہارت اور عدالت کی خوشبو آتی تھی۔ میں نے خود اس زمانہ کے قریب زمانہ پانے والوں کو دیکھا ہے کہ وہ اس قدر قادیان کی عمدہ حالت بیان کرتے تھے کہ گویا وہ اس زمانہ میں ایک باغ تھا۔جس میں حامیان دین اور صلحاء اور علماء اور نہایت شریف اور جوانمرد آدمیوں کے صدہا پودے پائے جاتے تھے۔اور اس نواح میں یہ واقعات نہایت مشہور ہیں کہ مرزا گل محمد صاحب مرحوم مشائخ وقت کے بزرگ لوگوں میں سے اور صاحب خوارق اور کرامات تھے جن کی صحبت میں رہنے کے لئے بہت سے اہل اللہ اور صلحاء اور فضلاء قادیان میں جمع ہو گئے تھے اور عجب تر یہ کہ کئی کرامات ان کی ایسی مشہور ہیں جن کی نسبت ایک گروہ کثیر مخالفین دین کا بھی گواہی دیتا رہا ہے۔غرض وہ علاوہ ریاست اور امارت کے اپنی دیانت اور تقویٰ اور مردانہ ہمت اور اولوالعزمی اور حمایت دین اور ہمدردی مسلمانوں کی صفت میں نہایت مشہور تھے اور ان کی مجلس میں بیٹھنے والے سب کے سب متقی اور نیک چلن اور اسلامی غیرت رکھنے والے اور فسق و فجور سے دور رہنے والے اور بہادر اور بارعب آدمی تھے۔چنانچہ میں نے کئی دفعہ اپنے والد صاحب مرحوم سے سُنا ہے کہ اس زمانہ میں ایک دفعہ ایک وزیر سلطنتِ مغلیہ کا قادیان میں آیا۔ جو غیاث الدولہ کے نام سے مشہور تھا۔اور اس نے مرزا گل محمد صاحب کے مدبّرانہ طریق اور بیدار مغزی اور ہمت اور اولوالعزمی اور استقلال اور عقل اور فہم اور حمایت اسلام اور جوش نصرت دین اور تقویٰ اور طہارت اور دربار کے وقار کو دیکھا۔اور ان کے اس مختصر دربار کو نہایت متین اور عقلمند اور نیک چلن اور بہادر مردوں سے پُر پایا۔تب وہ چشم پُر آب ہو کر بولا کہ اگر مجھے پہلے خبر ہوتی کہ اس جنگل میں خاندان مغلیہ میں سے ایک ایسا مرد موجود ہے جس میں صفات ضرور یہ سلطنت کے پائے جاتے ہیں تو میں اسلامی سلطنت کے محفوظ رکھنے کے لئے کوشش کرتا کہ ایام کسل اور نالیاقتی اور بدوضعی ملوکِ چغتائیہ میں اس کو تخت دہلی پر بٹھایا جائے۔

اس جگہ اس بات کا لکھنا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ میرے پردادا صاحب موصوف یعنی مرزا گل محمد نے ہچکی کی بیماری سے جس کے ساتھ اور عوارض بھی تھے، وفات پائی تھی۔ بیماری کے غلبہ کے وقت اطبّاء نے اتفاق کر کے کہا اس مرض کے لئے اگر چند روز شراب کو استعمال کرایا جائے تو غالباً اس

سے فائدہ ہوگا مگر جرأت نہیں رکھتے تھے کہ ان کی خدمت میں عرض کریں۔ آخر بعض نے ان میں سے ایک نرم تقریر میں عرض کر دیا۔ تب انہوں نے کہا کہ اگر خدا تعالیٰ کو شفاء دینا منظور ہو تو اس کی پیدا کردہ اور بھی بہت سی دوائیں ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ اس پلید چیز کو استعمال کروں اور میں خدا کے قضاء وقدر پر راضی ہوں۔ آخر چند روز کے بعد اسی مرض سے انتقال فرما گئے۔ (مرزا گل محمد صاحب کا انتقال غالباً 1800ء میں ہوا۔ بحوالہ سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 129)

موت تو مقدر تھی مگر یہ ان کا طریق تقویٰ ہمیشہ یادگار رہا کہ موت کو شراب پر اختیار کر لیا۔ موت سے بچنے کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا، لیکن انہوں نے معصیت کرنے سے موت کو بہتر سمجھا۔ افسوس ان بعض نوابوں اور امیروں اور رئیسوں کی حالت پر کہ اس چند روزہ زندگی میں اپنے خدا اور اس کے احکام سے بکلی لاپرواہ ہو کر اور خدا تعالیٰ سے سارے علاقے توڑ کر دل کھول کر ارتکاب معصیت کرتے ہیں اور شراب کو پانی کی طرح پیتے ہیں۔ اور اس طرح اپنی زندگی کو نہایت پلید اور ناپاک کر کے اور عمر طبعی سے بھی محروم رہ کر اور بعض ہولناک عوارض میں مبتلاء ہو کر جلد تر مرجاتے ہیں اور آئندہ نسلوں کے لئے نہایت خبیث نمونہ چھوڑ جاتے ہیں۔

مرزا عطا محمد صاحب

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب میرے پردادا صاحب فوت ہوئے تو بجائے ان کے میرے دادا صاحب یعنی مرزا عطا محمد صاحب فرزند رشید ان کے گدی نشین ہوئے۔ ان کے وقت میں خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت سے لڑائی میں سکھ غالب آئے۔ دادا صاحب مرحوم نے اپنی ریاست کی حفاظت کے لئے بہت تدبیریں کیں۔ مگر جبکہ قضاء وقدر ان کے ارادہ کے موافق نہ تھی اس لئے ناکام رہے۔ اور کوئی تدبیر پیش نہ آئی اور روز بروز سکھ لوگ ہماری ریاست کے دیہات پر قبضہ کرتے گئے یہاں تک کہ دادا صاحب مرحوم کے پاس صرف ایک قادیان رہ گئی اور قادیان اس وقت ایک قلعہ کی صورت پر قصبہ تھا اور اس کے چار برج تھے اور برجوں میں فوج کے آدمی رہتے تھے اور چند توپیں تھیں اور فصیل بائیس فٹ کے قریب اونچی اور اس قدر چوڑی تھی کہ تین چھکڑے آسانی کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابل پر اس پر جاسکتے تھے اور ایسا ہوا کہ ایک گروہ سکھوں کا جو رام گڑھیہ کہلاتا تھا اول فریب کی راہ سے اجازت لیکر قادیان میں داخل ہوا اور پھر قبضہ کر لیا۔ اس وقت ہمارے بزرگوں پر بڑی تباہی آئی اور اسرائیلی قوم کی طرح وہ اسیروں کی مانند پکڑے گئے اور ان کے مال ومتاع سب لوٹی گئی۔ کئی مسجدیں اور عمدہ عمدہ مکانات مسمار کئے گئے اور جہالت اور تعصب سے باغوں کو کاٹ دیا گیا۔ اور بعض مسجدیں جن میں سے اب تک ایک مسجد سکھوں کے قبضہ میں ہے دھرم سالہ یعنی سکھوں کا معبد بنایا گیا۔ اس دن ہمارے بزرگوں کا ایک کتب خانہ بھی جلایا گیا جس میں پانسو نسخہ قرآن شریف کا قلمی تھا۔ جو نہایت بے ادبی سے جلایا گیا۔ اور آخر سکھوں نے کچھ سوچ کر ہمارے بزرگوں کو نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام مرد وزن چھکڑوں میں بٹھا کر نکالے گئے۔ (تخمیناً 1802ء میں ''قادیان'' صفحہ 79)

اور وہ پنجاب کی ایک ریاست میں پناہ گزیں ہوئے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد انہی دشمنوں کے منصوبے سے میرے دادا صاحب کو زہر دی گئی۔ پھر رنجیت سنگھ کی سلطنت کے آخری زمانہ میں میرے والد صاحب مرحوم مرزا غلام مرتضیٰ صاحب قادیان میں واپس آئے اور مرزا صاحب موصوف کو اپنے والد صاحب کے دیہات میں سے پانچ گاؤں واپس ملے۔ کیوں کہ اس عرصہ میں رنجیت سنگھ نے دوسری اکثر چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو دبا کر ایک بڑی ریاست اپنی بنالی تھی۔ سو ہمارے تمام دیہات بھی رنجیت سنگھ کے قبضہ میں آگئے تھے۔ اور لاہور سے پشاور تک اور دوسری طرف لدھیانہ تک اس کی ملک داری کا سلسلہ پھیل گیا تھا۔ غرض ہماری پُرانی ریاست خاک میں مل کر آخر پانچ گاؤں ہاتھ میں رہ گئے۔ پھر بھی بلحاظ پُرانے خاندان کے میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اس نواح میں مشہور رئیس تھے۔ گورنر جنرل کے دربار میں بزمرہ کرسی نشین رئیسوں کے ہمیشہ بُلائے جاتے تھے۔ چنانچہ سر لیپل گرفن صاحب نے بھی اپنی کتاب ''تاریخ رؤسائے پنجاب'' میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ غرض وہ حکام کی نظر میں بہت ہر دل عزیز تھے۔ اور بسا اوقات ان کی دلجوئی کے لئے حکامِ وقت ڈپٹی کمشنر، کمشنر ان کے مکان پر آ کر ان سے ملاقات کرتے تھے۔

(کتاب البریہ طبع اول حاشیہ صفحہ 147 تا 159)

مصطفیٰ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت　　اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)
(درثمین صفحہ 19)

سر لیپل گرفن کی شہادت

''میرے خیال میں اگر اس موقعہ پر سر لیپل کا وہ نوٹ درج کر دیا جائے جو انہوں نے اپنی محولہ بالا کتاب ''تذکرہ روسائے پنجاب'' میں حضرت احمد قادیانی کے خاندان کے حالات کے متعلق لکھا ہے تو فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں: ''شہنشاہ بابر کی عہد حکومت کے آخری سال یعنی 1530ء میں ایک مغل مسمیٰ ہادی بیگ بادشاہ سمرقند اپنے وطن کو چھوڑ کر پنجاب میں آیا اور ضلع گورداسپور میں بودوباش اختیار کی۔ یہ کسی قدر لکھا پڑھا آدمی تھا اور قادیان کے گردونواح کے ستر مواضع کا قاضی یا مجسٹریٹ مقرر کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ قادیان اس نے آباد کیا اور اس کا نام اسلام پور قاضی رکھا۔ جو بدلتے بدلتے قادیان (''تذکرہ روسائے پنجاب'' میں اس نوٹ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ عربی زبان میں جسے ضاد بولتے ہیں اکثر پنجابی میں دال سے بدل جاتا ہے۔) ہو گیا۔ کئی پشتوں تک یہ خاندان شاہی عہدِ حکومت میں معزز عہدوں پر ممتاز رہا اور محض سکھوں کے عروج کے زمانہ میں یہ افلاس کی حالت میں ہو گیا تھا۔ گل محمد اور اس کا بیٹا عطا محمد رام گڑھیہ اور کنہیا مسلوں سے جن کے قبضہ میں قادیان کے گردونواح کا علاقہ تھا ہمیشہ لڑتے رہے اور آخر کار اپنی تمام جاگیر کھو کر عطا محمد بیگو وال میں سردار فتح سنگھ اہلووالیہ کی پناہ میں چلا گیا اور بارہ سال تک امن وامان میں زندگی بسر کی۔ اس کی وفات پر رنجیت سنگھ نے جو رام گڑھیہ مسل کی تمام جاگیر پر قابض ہو گیا تھا۔ غلام مرتضیٰ کو قادیان میں واپس بُلا لیا۔

(یہ 1834ء کا واقعہ ہے۔ بحوالہ کتاب ''قادیان'' صفحہ 79)

اور اس کی جدّی جاگیر کا ایک بہت بڑا حصہ اسے واپس دیدیا۔ اس پر غلام مرتضیٰ اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ کی فوج میں داخل ہوا اور کشمیر کی سرحد اور دوسرے مقامات پر قابل قدر خدمات انجام دیں۔ نونہال سنگھ، شیر سنگھ اور دربار لاہور کے دور دورے میں غلام مرتضیٰ ہمیشہ فوجی خدمت پر مامور رہا۔ 1841ء میں یہ جرنیل ونچورا کے ساتھ منڈی اور کُلّو کی طرف بھیجا گیا۔ اور 1843ء میں ایک پیادہ فوج کا کمانڈر بنا کر پشاور روانہ کیا گیا۔ ہزارہ کے مفسدہ میں اس نے کار ہائے نمایاں کئے۔ اور جب 1848ء کی بغاوت ہوئی تو یہ اپنی سرکار کا نمک حلال رہا اور اس کی طرف سے لڑا۔ اس موقعہ پر اس کے بھائی غلام محی الدین نے بھی اچھی خدمات کیں۔ جب بھائی مہاراجہ سنگھ اپنی فوج لئے دیوان مولراج کی امداد کے لئے ملتان کی طرف جا رہا تھا تو غلام محی الدین اور دوسرے جاگیر دارانِ لنگر خانہ ساہیوال اور صاحب خاں ٹوانہ نے مسلمانوں کو بھڑکایا اور مصر صاحب دیال کی فوج کے ساتھ باغیوں سے مقابلہ کیا اور ان کو شکست فاش دی۔ ان کو سوائے دریائے چناب کے کسی اور طرف بھاگنے کا راستہ نہیں تھا۔ جہاں چھ سو سے زیادہ آدمی ڈوب کر مر گئے۔ الحاق (یعنی جب پنجاب کا الحاق انگریزی عملداری کے ساتھ ہوا) کے موقعہ پر اس خاندان کی جاگیر ضبط ہو گئی۔ مگر سات سو روپیہ کی ایک پینشن غلام مرتضیٰ اور اس کے بھائیوں کو عطا کی گئی۔ اور قادیان اور اس کے گردونواح کے مواضعات پر ان کے حقوق مالکانہ رہے۔ اس خاندان نے 1857ء کے دوران میں بہت اچھی خدمات کیں۔ غلام مرتضیٰ نے بہت سے آدمی بھرتی کئے اور اس کا بیٹا غلام قادر جنرل نکلسن صاحب بہادر کی فوج میں اس وقت تھا۔ جبکہ افسر موصوف نے تریموگھاٹ پر نمبر 46 نیٹو انفنٹری کے باغیوں کو جو سیالکوٹ سے بھاگے تھے تہ تیغ کیا۔ جنرل نکلسن صاحب بہادر نے غلام قادر کو ایک سند دی جس میں یہ لکھا ہے کہ 1857ء میں خاندان قادیان ضلع گورداسپور کے تمام دوسرے خاندانوں سے زیادہ نمک حلال رہا۔''

(تذکرہ روسائے پنجاب جلد دوئم صفحہ 67، 68)

خاندان احمد کے قادیان سے جلا وطنی کے مختصر حالات

''اوپر کسی جگہ حاشیہ میں درج کیا جا چکا ہے کہ مرزا گل محمد صاحب کا انتقال 1800ء میں ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد مرزا عطا محمد صاحب کے زمانہ میں سکھوں نے دوستانہ ملاقات کے بہانے سے اندر داخل ہو کر قادیان پر قبضہ کر لیا (اس معاملہ میں بعض مقامی غیر مسلموں نے بھی بے وفائی کا سلوک کیا) اور مرزا صاحب موصوف اپنے خاندان سمیت ریاست کپورتھلہ میں بمقام بیگووال پناہ گزین ہونے پر مجبور ہو گئے۔ یہ 1802ء یا 1803ء کا واقعہ ہے۔ یہ ان ایام کا ذکر ہے جبکہ ریاست کپورتھلہ کے والی راجہ فتح سنگھ صاحب تھے۔ راجہ فتح سنگھ صاحب آپ کے ساتھ فراخدلی کے ساتھ پیش آئے اور آپ کے گذارے کے لئے دو گاؤں کی پیش کش کی۔ لیکن مرزا صاحب موصوف نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اگر ہم نے یہ گاؤں لے لئے تو ہماری اولاد کی ہمت پست ہو جائیگی اور اپنی خاندانی روایات کو قائم رکھنے کا خیال ان کے دل سے جاتا رہے گا۔''

ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہوا۔ یہاں تک کہ تین مختلف وقتوں میں میرے وارثوں نے میرا آخری وقت سمجھ کر مسنون طریقہ پر مجھے تین مرتبہ سورہ یٰسین سنائی۔ جب تیسری مرتبہ سورہ یٰسین سنائی گئی تو میں دیکھتا تھا کہ بعض عزیز میرے جو وہ اب دنیا سے گزر بھی گئے دیواروں کے پیچھے بے اختیار روتے تھے۔ اور مجھے ایک قسم کا سخت قولنج تھا اور بار بار دمبدم حاجت ہو کر خون آتا تھا۔ سولہ دن برابر ایسی حالت رہی اور اس بیماری میں میرے ساتھ ایک اور شخص بیمار ہوا تھا۔ وہ آٹھویں دن راہی ملک بقاء ہو گیا حالانکہ اس کے مرض کی شدت ایسی نہ تھی جیسی میری۔ جب بیماری کو سولھواں دن چڑھا تو اس دن بکلی حالت یاس ظاہر ہو کر تیسری مرتبہ مجھے سورہ یٰسین سنائی گئی اور تمام عزیزوں کے دل میں یہ پختہ یقین تھا کہ آج شام تک یہ قبر میں ہوگا۔ تب ایسا ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مصائب سے نجات پانے کے لئے بعض اپنے نبیوں کو دعائیں سکھلائی تھیں مجھے بھی خدا نے الہام کر کے ایک دعا سکھلائی اور وہ یہ ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اب یہ بھی دُعا ہے جو میں جماعت کو تاکید کرتا ہوں کہ تہجد میں باقاعدہ پڑھا کریں............ میرے دل میں خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا کہ دریا کے پانی میں جس کے ساتھ ریت بھی ہو۔ ہاتھ ڈال اور یہ کلمات طیبہ پڑھ۔ اب یہ بھی ایک مزید الہام تھا۔ دل میں کہ کس طرح اب یہ تیری بیماری دور ہو گی۔ فرمایا دریا سے ریت والا پانی منگواؤ اور اس کے ساتھ ریت بھرے پانی کو اپنے جسم پر ملو اور اپنے سینہ اور دونوں ہاتھوں اور منہ پر اس کو پھیر کہ اس سے تو شفا پائے گا۔ چنانچہ جلدی سے دریا کا پانی مع ریت منگوایا گیا اور میں نے اسی طرح عمل کرنا شروع کیا جیسا کہ مجھے تعلیم دی تھی کہ میرے ایک ایک بال سے آگ نکلتی تھی اور تمام بدن میں دردناک جلن تھی اور بے اختیار طبیعت اس بات کی طرف مائل تھی کہ اگر موت بھی ہو تو بہتر۔ تا اس حالت سے نجات ہو۔ مگر جب وہ عمل شروع کیا تو مجھے اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ہر ایک دفعہ ان کلمات طیبہ کے پڑھنے اور پانی کو بدن پر پھیرنے سے میں محسوس کرتا تھا کہ وہ آگ اندر سے نکلتی جاتی ہے اور بجائے اس کے ٹھنڈک اور آرام پیدا ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ ابھی اس پیالہ کا پانی ختم نہ ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ بیماری بکلی مجھے چھوڑ گئی اور میں سولہ دن کے بعد رات کو تندرستی کے خواب سے سویا۔ (تذکرہ ص32-31)

مرزا عطا محمد صاحب اس جلاوطنی کے زمانہ میں متواتر گیارہ سال سختیاں جھیلنے کے بعد تقریباً 1814ء میں کپورتھلہ میں ہی انتقال کر گئے۔

(بحوالہ ''قادیان'' صفحہ 78)۔ آپ کے فرزند مرزا غلام مرتضیٰ صاحب آپ کا جنازہ راتوں رات قادیان لائے اور سکھوں کی مزاحمت کے باوجود بڑی دلیری کے ساتھ اپنے خاندانی قبرستان میں دفن کیا۔ آپ کی وفات کے بعد یہ خاندان بظاہر بالکل بے سہارا رہ گیا اور یہ حالت کم وبیش بیس برس تک قائم رہی۔ لیکن اب چونکہ حضرت مسیح پاکؑ کی اولاد کا وقت قریب آتا جا رہا تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے قادیان کی واپسی کا غیب سے سامان کر دیا۔ اور وہ اس طرح کہ 1834ء یا 1835ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے آپؑ کے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو قادیان کی ریاست کے پانچ گاؤں واپس کر دئے۔ جو سکھوں کی عملداری تک یعنی متواتر چودہ سال آپ کے قبضہ میں رہے مگر جب 29 مارچ 1849ء کو پنجاب کا علاقہ انگریزی عملداری میں شامل کر لیا گیا تو بعض باغی سرداروں کی جاگیروں کے ساتھ قادیان کی جاگیر بھی چھین لی گئی۔ اور اشک شوئی کے طور پر سات سو روپیہ کی ایک معمولی سی پینشن اس خاندان کے لئے مقرر کر دی گئی۔ جب پنجاب میں انگریزوں کا تسلط قائم ہو گیا تو جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے آپ نے اپنے قدیم اصول کے ماتحت پوری طرح اس نئی حکومت کے ساتھ بھی تعاون کیا۔

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی شادی

حضرت احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی شادی ائمہ ضلع ہوشیار پور کے ایک معزز مغل خاندان میں ہوئی۔ حضرت اقدسؑ کی والدہ محترمہ کا نام چراغ بی بی تھا۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ میں سیر چشمی، مہمان نوازی اور غرباء پروری کی صفات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ آپ غرباء اور مساکین کو خاص اہتمام سے کھانا کھلایا کرتی تھیں اور محتاجوں کی ضروریات کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ یہ بات آپ کے معمول میں سے تھی کہ جب کوئی غریب فوت ہو جاتا تو آپ فوراً اس کے لئے کفن تیار کروا کر اس کے گھر بھجوا دیتیں۔

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی اولاد

حضرت چراغ بی بی صاحبہ کے بطن سے حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے ہاں پانچ بچے پیدا ہوئے۔

1۔مراد بی بی۔ان کی شادی مرزا محمد بیگ ہوشیار پوری سے ہوئی تھی۔ یہ خاتون صاحب رؤیا اور کشف تھیں۔

2۔مرزا غلام قادر صاحب۔ یہ حضرت اقدسؑ کے بڑے بھائی تھے۔انگریزی حکومت میں کئی معزز عہدوں پر مامور رہے۔اپنے ضلع یعنی گورداسپور میں دفتر ضلع کے سپرنٹنڈینٹ بھی رہے ہیں۔

3۔ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جو جلد فوت ہو گیا۔

4۔جنّت بی بی۔ وہ لڑکی جو حضرت اقدسؑ کے ساتھ توام پیدا ہوئی اور جلد ہی فوت ہو گئی۔

5۔حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔جن کے وجود سے اب دنیا کی تقدیریں وابستہ ہیں۔

آپؑ کی پیدائش

آپ کی پیدائش سکھوں کے زمانہ میں ہوئی جبکہ پیدائش وغیرہ کا کوئی صحیح ریکارڈ نہیں رکھا جاتا تھا اور آپ کا خاندان تو تھا بھی پریشانی کی حالت میں۔ اس لئے کوئی مستند دستاویز ایسی نہیں ملتی جس کی بناء پر تاریخ ولادت کا حتمی تعین کیا جا سکے۔ البتہ کچھ عرصہ گذرا حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے۔ نے آپؑ کی بعض تحریرات اور روایات کی بناء پر یہ اندازہ لگایا تھا کہ آپؑ 13رفروری 1835ء مطابق 14 شوال 1250ھ بروز جمعہ بوقت نماز فجر پیدا ہوئے تھے۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپؑ کے خاندان پر جو غریب الوطنی اور تنگ دستی کا دور تھا وہ قادیان کے واپس مل جانے سے ختم ہو گیا تھا۔اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ آپؑ توام پیدا ہوئے تھے اور وہ لڑکی جو آپؑ سے پہلے پیدا ہوئی تھی چند روز کے بعد فوت ہو گئی تھی۔اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے آپ بعض اوقات فرمایا کرتے تھے کہ ''میں خیال کرتا ہوں کہ اس طرح پر خدا تعالیٰ نے انثیت کا مادہ مجھ سے بکلّی الگ کر دیا'' آپؑ کے توام پیدا ہونے میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ اس سے وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو اسلامی نوشتوں میں کی گئی تھی کہ مہدی معہود توام پیدا ہو گا۔'' (فصوص الحکم مصنفہ حضرت محی الدین ابن عربی صفحہ 32 ترجمہ مولانا الفاضل مبارک علی مطبوعہ 1308ھ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ فرمایا تھا۔ کہ میری پیدائش کا مہینہ پھاگن تھا۔ چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔ جمعہ کا دن تھا۔ اور پچھلی رات کا وقت تھا۔ (ذکر حبیب۔ص238 مفتی محمد صادق صاحب)

آپؑ کی پیدائش سے چند برس پیشتر تیرھویں صدی کے مجدّد حضرت سید احمد صاحب بریلوی اور حضرت اسماعیل شہید بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں جامِ شہادت نوش فرما چکے تھے۔اور انگریزی حکومت کے اقتدار کی وجہ سے عیسائیت کا سیلاب پنجاب کو چھوڑ کر باقی سارے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔اب پنجاب کی باری تھی۔ پنجاب میں سب سے پہلے عیسائیوں نے ٹھیک 1835ء میں یعنی حضرت اقدسؑ کی پیدائش کے سال ہی لودھیانہ میں اپنا پہلا تبلیغی مشن قائم کیا۔ پس یہ کیا ہی عجیب خدائی تصرف ہے کہ اُدھر صلیبی مذہب نے پنجاب میں اپنا تبلیغی نظام قائم کیا اور ادھر خدا تعالیٰ نے اس اٹھتے ہوئے فتنہ کا سر کچلنے کے لئے ''کاسرِ صلیب'' کو قریب ہی کے ایک ضلع میں پیدا کر دیا اور پھر جب وہ 'کاسر صلیب' بیعت لینے کے لئے مامور ہوا تو اس نے بیعت اولیٰ کے لئے لدھیانہ کے مقام کو ہی چُنا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی پیدائش کے متعلق فرماتے ہیں:

''میری پیدائش 1839ء یا 1840ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔ میری پیدائش سے پہلے والد صاحب نے بڑے بڑے مصائب دیکھے (ایک دفعہ ہندوستان کا پا پیادہ سیر بھی کیا) لیکن میری پیدائش کے دنوں میں ان کی تنگی کا زمانہ فراخی کی طرف بدل گیا تھا۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے

کہ میں نے ان کے مصائب کے زمانہ سے کچھ بھی حصہ نہیں لیا۔ اور نہ اپنے دوسرے بزرگوں کی ریاست اور ملک داری سے کچھ حصہ پایا بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح جن کے ہاتھ میں صرف نام کی شہزادگی بوجہ داؤد کی نسل سے ہونے کے تھی اور ملک داری کے اسباب سب کچھ کھو بیٹھے تھے ایسا ہی میرے لئے بھی بکفتن یہ بات حاصل ہے کہ ایسے رئیسوں اور ملک داروں کی اولاد میں سے ہوں۔ شاید یہ اس لئے ہوا کہ یہ مشابہت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پوری ہو۔ اگرچہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میرے لئے سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ مگر تاہم میں جانتا ہوں کہ وہ تمام صف ہمارے اجداد کی ریاست اور ملک داری کی لپیٹی گئی۔ اور وہ سلسلہ ہمارے وقت میں آکر بالکل ختم ہو گیا۔ اور ایسا ہوا کہ تا کہ خدا تعالیٰ نیا سلسلہ قائم کرتا جیسا کہ براہین احمدیہ میں اس سبحانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہے

سُبْحَانَ اللّٰہِ تَبَارَكَ وَ تَعَالیٰ زَادَ مَجْدُكَ یَنْقَطِعُ آبَائُكَ وَ یُبْدَءُ مِنْكَ۔

یعنی خدا جو بہت برکتوں والا ہے اور بلند اور پاک ہے اس نے تیری بزرگی کو تیرے خاندان کی نسبت زیادہ کیا۔ اب سے تیرے آباء کا ذکر قطع کیا جائے گا۔ اور خدا تجھ سے شروع کرے گا'' حضرت مرزا صاحبؑ توام پیدا ہوئے تھے اور آپؑ کے ساتھ پیدا ہونے والا دوسرا بچہ ایک لڑکی تھی۔ جن کا نام جنّت رکھا گیا تھا۔ وہ چند دنوں کے بعد فوت ہو گئی۔ اور فی الواقعہ جنت ہی میں چلی گئی۔ مرزا صاحبؑ نے اس معصومہ کے فوت ہونے پر اپنا خیال یہ ظاہر کیا کہ ''میں خیال کرتا ہوں کہ اس طرح خدا تعالیٰ نے انثیت کا مادہ مجھ سے بکلی الگ کر دیا'' حضرت مرزا صاحبؑ جمعہ کے دن بوقت صبح پیدا ہوئے تھے۔ اور پہلے لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ بعد میں حضرت مرزا صاحبؑ۔ حضرت مرزا صاحبؑ کے الہامات میں۔ اَرَدْتُ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ آدَمَ بھی ہے۔ اور آدم علیہ السلام کی پیدائش بھی جمعہ ہی کے دن ہوئی تھی۔ اسی مشابہت کے لحاظ سے حضرت مرزا صاحبؑ بھی جمعہ کے دن پیدا ہوئے تھے۔ آپؑ کی اس پیدائش میں جمعہ میں بعض اور اسرار بھی ہیں۔ حضرت مرزا صاحبؑ کی پیدائش کے ساتھ ہی ملک کی پولیٹکل حالت میں بھی نمایاں تبدیلی ہو گئی۔ بر چا گردی اور سکھا شاہی دور ہو کر گورنمنٹ انگریزی کا استقلال اور استحکام ہو رہا تھا۔ اور خاندان پر جو مصائب اور مشکلات سکھا شاہی میں پڑے تھے وہ بھی خدا کے فضل سے دور ہو رہے تھے۔ (حیات احمد۔ ص 65.66۔ مرزا بشیر احمدؓ)

حضرت مرزا صاحبؑ کی پیدائش چھٹے سال کے آخر میں ہوئی۔

قرآن مجید کے بعض مقامات نیز یہود و نصاریٰ کی وہ پیشگوئی جو بائبل میں سے استنباط کی گئی ہے اس کی مؤید ہے کہ مسیح موعودؑ آدم کی تاریخ پیدائش سے چھٹے ہزار سال کے آخر میں تھی اور چھٹے ہزار کے آخر میں مسیح موعودؑ کا پیدا ہونا ابتداء سے ارادہ الٰہی میں مقرر تھا۔ کیوں کہ مسیح موعود خاتم الخلفاء ہے اور آخر کو اول سے مناسبت چاہئے۔ اور چونکہ حضرت آدم بھی چھٹے دن کے آخر میں پیدا کئے گئے ہیں اس لئے بلحاظ مناسبت ضروری تھا کہ آخری خلیفہ جو آخری آدم ہے وہ بھی چھٹے ہزار سال کے آخر میں پیدا ہو۔ وجہ یہ کہ خدا کے سات دنوں میں سے ہر ایک دن ہزار برس کے برابر ہے۔ جیسا کہ خود فرماتا ہے اِنَّ یَوْماً عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ اور احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعودؑ چھٹے ہزار میں پیدا ہوگا۔ اس لئے تمام اہل کشف مسیح موعودؑ کا زمانہ قرار دینے میں چھٹے ہزار برس سے باہر نہیں گئے۔ اور زیادہ سے زیادہ اس کے ظہور کا چودھویں صدی ہجری لکھا ہے۔ اور اہل اسلام کے اہل کشف نے مسیح موعودؑ کو جو آخری خلیفہ اور خاتم الخلفاء ہے صرف اس بات میں ہی آدم سے مشابہ قرار نہیں دیا کہ آدم چھٹے دن کے آخر میں پیدا ہوگا اور اس کی پیدائش بھی توام کے طور پر ہوگی۔ یعنی جیسا کہ آدم توام کے طور پر پیدا ہوا تھا پہلے آدم اور بعد میں حوا ایسا ہی مسیح موعودؑ بھی توام کے طور پر پیدا ہوگا۔ سو الحمدللہ والمنۃ کہ متصوفین کی اس پیشگوئی کا میں مصداق ہوں میں بھی جمعہ کے روز بوقت صبح توام پیدا ہوا تھا۔ صرف یہ فرق ہوا کہ پہلے لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا وہ چند روز کے بعد جنت میں چلی گئی اور بعد اس کے میں پیدا ہوا۔ اور اس پیشگوئی کو شیخ محی الدین ابن عربی نے بھی اپنی کتاب فصوص میں لکھا ہے۔ اور لکھا ہے کہ وہ مبنی الاصل ہوگا۔ بہر حال یہ تینوں پیشگوئیاں ایک دوسری کو قوت دیتی ہیں اور بباعث ظاہر کے یقین کی حد تک پہنچ گئی ہیں جن سے کوئی عقلمند انکار نہیں کرسکتا۔ غرض مرزا صاحبؑ کی پیدائش ہر چند ایک معمولی بچے کی پیدائش تھی مگر واقعات کے لحاظ سے وہ ایک عظیم الشان انسان کا دنیا میں نزول تھا۔ جس کے آنے کے ساتھ بہت سے وعدوں کا پورا ہونا مقدر تھا جو پہلے نبیوں کی زبانی اور بالآخر حضرت سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہو چکے تھے۔ مرزا صاحبؑ کا نام غلام احمدؑ رکھا گیا۔ (حیات احمد۔ ص 66.67۔ یعقوب علی عرفانی صاحب)

فارسی الاصل خاندان میں فاطمی خون:

حضرت مرزا صاحبؑ کے خاندانی تذکرہ میں اس امر کا بیان بھی ضروری ہے کہ ان کے خون اور سرشت میں جہاں ایک طرف فارسی خون ہے وہاں فاطمی خون بھی ہے (نوٹ: حضرت مسیح موعودؑ کی ذریت میں سے بھی ایک موعود ہے اس لئے بھی ابناء فرمایا) چنانچہ لکھا ہے کہ:۔ ''میں اپنے خاندان کی نسبت کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک شاہی خاندان ہے اور بنی فارس اور بنی فاطمہؓ کے خون سے ایک معجون مرکب ہے یا شہرت عام کے لحاظ سے یوں کہو کہ وہ خاندان مغلیہ اور خاندان ریاست سے ایک ترکیب یافتہ خاندان ہے۔ مگر میں اس پر ایمان لاتا ہوں اور اسی پر یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے خاندان کی ترکیب بنی فاطمہ اور بنی فارس ہے۔ کہ اسی پر الہام الٰہی کے اترنے کا مجھے یقین دلایا اور گواہی دی۔ پھر ایک جگہ فرمایا: ''ہمارا خاندان جو ایک ریاست کا خاندان تھا اس میں عادت اللہ اس طرح پر واقع ہوئی کہ بعض بزرگ دادیاں ہماری شریف سادات کی لڑکیاں تھیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے بعض الہامات میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اس عاجز کے خون کی بنی فاطمہ کے خون سے آمیزش ہے۔ اور درحقیقت وہ کشف براہین احمدیہ صفحہ 503 کا جس میں لکھا ہے:

''کہ میرا سر حضرت فاطمہؓ نے مادر مہربان کی طرح اپنی ران پر رکھا ہوا ہے اس سے بھی یہ اشارہ نکلتا ہے۔''

فاطمی اور فارسی خونوں کی آمیزش کا راز

حضرت مرزا صاحبؑ کے خاندانی حالات کی تنقید اور تصریح کی اس لئے ضرورت ہوئی کہ جس موعودؑ کی حیثیت سے انہوں نے دنیا میں اپنے آپ کو پیش کیا اس کے متعلق احادیث میں خاص صراحت ہے۔ اس لئے مجھے یہ بھی بتادینا چاہئے کہ اس نسلی ترکیب وتعلق میں کیا راز ہے اس کے متعلق فرمایا:

''غرض تمام زمین کا ظلم سے بھرنا اور ایمان کا زمین سے اٹھ جانا اس قسم کی مصیبتوں کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد ایک ہی زمانہ ہے جس کو مسیح کا زمانہ یا مہدی کا زمانہ کہتے ہیں۔ اور احادیث میں اس زمانہ کو تین پیرایوں میں بیان کیا ہے۔ رجل فارسی کا زمانہ۔ مہدی کا زمانہ۔ مسیح کا زمانہ۔ اور اکثر لوگوں نے قلت تدبر سے ان تین ناموں کی وجہ سے تین علیحدہ علیحدہ شخص سمجھ لئے ہیں اور تین قومیں ان کے لئے مقرر کی ہیں۔ ایک فارسیوں کی قوم دوسری بنی اسرائیل کی قوم۔ تیسری بنی فاطمہ کی قوم۔ مگر یہ تمام غلطیاں ہیں۔ حقیقت میں یہ تینوں ایک ہی شخص ہے جو تھوڑے تھوڑے تعلق کی وجہ سے کسی قوم کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ مثلاً ایک حدیث سے جو کنز العمال میں موجود ہے۔ سمجھا جاتا ہے کہ اہل فارس یعنی بنی فارس بنی اسحاق میں سے ہیں۔ پس اس طرح پر وہ آنے والا مسیح اسرائیلی ہوا اور بنی فاطمہ کے ساتھ امہاتی تعلق رکھنے کی وجہ سے جیسا کہ مجھے حاصل ہے فاطمی بھی ہوا پس گویا وہ نصف اسرائیلی ہوا اور نصف فاطمی ہوا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ ہاں میرے پاس فارسی ہونے کے لئے بجز الہام الٰہی اور کچھ ثبوت نہیں۔ لیکن یہ الہام اس زمانہ کا ہے کہ جب اس دعویٰ کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ یعنی آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں لکھا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے **خُذُوا التَّوْحِيْدَ التَّوْحِيْدَ يَا اَبْنَاءَ الْفَارِسِ** یعنی توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو! اور پھر دوسری جگہ یہ الہام ہے **اِنَّ الَّذِيْنَ صَدُّوا عَنْ سَبِيْلِ اللهِ رَدَّ عَلَيْهِمْ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ شَكَرَ اللهُ سَعْيَهٗ** یعنی جو لوگ خدا کی راہ سے روکتے تھے ایک شخص فارسی اصل نے ان کا ردّ لکھا۔ خدا نے اس کی کوشش کا شکریہ ادا کیا۔ ایسا ہی ایک اور جگہ براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے **لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ**۔ یعنی اگر ایمان ثریا پر اٹھایا جاتا اور زمین سراسر بے ایمانی سے بھر جاتی تب بھی یہ آدمی جو فارسی الاصل ہے اس کو آسمان پر سے لے آتا۔ اور بنی فاطمہ ہونے میں یہ الہام ہے۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الصِّهْرَ وَالنَّسَبَ اُشْكُرْ نِعْمَتِيْ رَأَيْتَ خَدِيْجَتِيْ** یعنی تمام حمد اور تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے تمہیں فخر دامادی سادات اور فخر علو نسب جو دونوں مماثل ومشابہ ہیں عطا فرمایا۔ یعنی تمہیں سادات کا داماد ہونے کی فضیلت عطا کی۔ اور نیز بنی فاطمہ امہات میں سے پیدا کر کے تمہاری نسب کو عزت بخشی۔ اور میری نعمت کا شکر کر کہ تو نے میری خدیجہ کو پایا۔ یعنی بنی اسحاق کی وجہ سے ایک تو آبائی عزت تھی۔ اور دوسری بنی فاطمہ ہونے کی عزت اس کے ساتھ ملحق ہوئی۔ اور سادات کی دامادی کی طرف اس عاجز کی بیوی کی طرف اشارہ ہے۔ جو سیدہ سندی سادات دہلی میں سے ہیں۔ میر درد کے خاندان سے تعلق رکھنے والے اسی فاطمی تعلق کی طرف اس کشف میں اشارہ ہے۔ جو آج سے تیس برس پہلے براہین احمدیہ میں شائع کیا گیا۔ جس میں دیکھا تھا کہ حضرت

پنج تن سید الکونین، حسنین، فاطمۃ الزہراء اور علی رضی اللہ عنہ عین بیداری میں آئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کمال محبت اور مادرانہ عطوفت کے رنگ میں اس خاکسار کا سر اپنی ران پر رکھ لیا اور عالم خاموشی میں ایک غمگین صورت بنا کر بیٹھے رہے۔ اسی روز سے مجھ کو اس خونی آمیزش کے تعلق پر یقین کلی ہوا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ غرض میرے وجود میں ایک حصہ اسرائیلی ہے اور ایک حصہ فاطمی ہے۔ اور میں دونوں مبارک پیوندوں سے مرکب ہوں۔ اور احادیث اور آثار کو دیکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ آنے والے مہدی آخر زمان کی نسبت یہی لکھا ہے۔ کہ وہ مرکب الوجود ہوگا۔ ایک حصہ بدن کا اسرائیلی اور ایک حصہ محمدی کیوں کہ خدا تعالیٰ نے چاہا کہ جیسا کہ آنے والے مسیح کے منصبی کاموں میں بیرونی اور اندرونی اصلاح کی ترکیب ہے۔ یعنی یہ کہ وہ کچھ مسیحی رنگ میں ہے اور کچھ محمدیؐ رنگ میں کام کرے گا۔ ایسا ہی اس کی سرشت میں ترکیب ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ صفحہ 118-116)

سرلیپل گریفن کی شہادت:

سرلیپل گریفن جو ابتداء میں مسٹر گرفن تھا اور ضلع گورداسپور کا ڈپٹی کمشنر رہ چکا ہے۔ اور بعد میں بھوپال وغیرہ ریاستوں کا مشہور ریزیڈینٹ رہا اس نے رئیسان پنجاب ایک مشہور کتاب لکھی تھی۔ اس میں خاندان کا تذکرہ ان الفاظ میں لکھا ہے۔ حضرت اقدسؑ کا بچپن۔ مثل مشہور ہے 'ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات' بالکل اس مثل کے مطابق حضرت احمد قادیانیؑ کا بچپن بھی نہایت پاکیزہ اور درخشندہ تھا۔ نہ آپؑ کو دوسرے بچوں کے ساتھ فضول کھیلنے کودنے کی عادت تھی اور نہ شوخی و شرارت میں آپؑ دوسرے بچوں کا ساتھ دیتے تھے۔ (الحکم 14 رجون 1936ء صفحہ 10)

آپؑ کو ایک دفعہ اپنے عہد طفولیت میں سنت انبیاء کے مطابق کچھ وقت بکریاں چرانے کا بھی موقعہ ملا۔ اور یہ تقریب اس طرح پیدا ہوئی کہ ایک مرتبہ آپؑ گاؤں سے باہر ایک کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؑ کو گھر سے کسی چیز کے منگوانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آپؑ نے ایک شخص کو جو قریب ہی بکریاں چرا رہا تھا فرمایا کہ مجھے گھر سے یہ چیز لا دو۔ اس نے کہا کہ میاں! میری بکریوں کی نگہداشت کون کرے گا؟ آپؑ نے فرمایا میں ان کی حفاظت کروں گا چنانچہ آپؑ نے اس کی بکریوں کی نگرانی کی۔ اور اس طرح سے خدا تعالیٰ نے ایک رنگ میں آپؑ سے سنت انبیاء پوری کروا دی۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 250 طبع ثانی)

آپ کے سوانح نگار اور مشہور مؤرخ سلسلہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ نے آپ کے بچپن کا ایک عجیب واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ آپؑ چھوٹی عمر میں اپنی ایک ہم عمر سے (جو بعد میں آپ کے ساتھ بیاہی گئی) فرمایا کرتے تھے کہ

''دعا کرو کہ خدا میرے نماز نصیب کرے۔'' (حیات النبی جلد اول نمبر دوئم صفحہ 158)

آپ کی پاکیزہ فطرت اور عمدہ عادات و خصائل ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ جس شخص نے بھی آپ کو بصیرت کی نگاہ سے دیکھا وہ آپ کا والہ و شیدا ہو گیا۔ ایک احمدی ٹیچر میاں محمد حسین صاحب سکنہ بلوچستان کی روایت ہے: مجھے مولوی برہان الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مولوی غلام رسول صاحب قلعہ میں میہاں سنگھ کے پاس گئے اور اس وقت حضورؑ ابھی بچے ہی تھے۔ اس مجلس میں کچھ باتیں ہو رہی تھیں۔ باتوں باتوں میں مولوی غلام رسول صاحب نے جو کہ ولی اللہ صاحب کرامات تھے فرمایا کہ: **''اگر اس زمانہ میں کوئی نبی ہوتا تو یہ لڑکا نبوت کے قابل ہے۔''** انہوں نے یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہی۔ مولوی برہان الدین صاحبؓ کہتے ہیں کہ میں خود اس مجلس میں موجود تھا۔ (روایات صحابہ مطبوعہ جلد 12 صفحہ 104)

کثرت مطالعہ: مطالعہ کے طور پر سب سے زیادہ آپؑ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں ہم نے آپ کو جب بھی دیکھا قرآن کریم ہی پڑھتے دیکھا۔ آپؑ کے بڑے فرزند حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی روایت ہے کہ'' آپ کے پاس ایک قرآن مجید تھا اس کو پڑھتے اور اس پر نشان کرتے رہتے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شائد دس ہزار مرتبہ اس کو پڑھا ہو۔ (حیات النبی جلد اول صفحہ 108)

کتابوں کے مطالعہ میں آپ کو اس قدر انہماک ہوتا تھا کہ دنیا و مافیہا سے بالکل بے نیاز ہو کر آپ یہ کام کرتے تھے آپؑ کا اپنا بیان ہے کہ: ''ان دنوں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا میرے والد صاحب، مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہئے۔ کیوں کہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آئے۔'' (حاشیہ کتاب البریہ طبع دوئم صفحہ 150)

حضرت اقدسؑ کی تعلیم

انگریزی حکومت سے قبل پنجاب میں سکھوں کی حکومت تھی اور سکھ حکومت کی تعلیم کی طرف مطلقاً توجہ نہ تھی۔ رؤسائے ملک اپنے گھروں پر ہی اساتذہ کو بطور اتالیق رکھ لیتے تھے۔ انگریزوں کے ابتدائی زمانہ میں بھی کم وبیش یہی نظام قائم رہا۔ اسی طرح پر حضرت اقدسؑ کی تعلیم کے لئے بھی انتظام کیا گیا۔ چونکہ حضرت نے اپنی ابتدائی تعلیم کا خود ذکر فرمایا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضورؑ ہی کے الفاظ میں اسے دہرایا جائے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔ ''جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر قریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خوان مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ مولوی صاحب موصوف چونکہ ایک دیندار اور بزرگ آدمی تھے وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صَرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحوان سے پڑھا اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ برس کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا اور ان کا نام گُل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علومِ مروجہ کو جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں ایک حاذق طبیب تھے۔'' (کتاب البریہ صفحہ 140 تا 150)

اس اقتباس میں جن تین اساتذہ کا ذکر ہے ان میں سے پہلے استاد یعنی فضل الٰہی صاحب قادیان کے باشندہ اور مذہباً حنفی تھے۔ دوسرے استاد یعنی مولوی فضل احمد صاحب فیروز والہ ضلع گوجرانوالا کے باشندہ اور مذہباً اہل حدیث تھے۔ اور تیسرے استاد مولوی گل علی شاہ بٹالہ کے باشندہ تھے۔ (حیات النبی جلد اول) گویا اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی تعلیم کے لئے ایسے اساتذہ مہیّا کئے جو مسلمانوں کے مشہور فرقوں کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ اور ایسا اس لئے ہوا کہ آپؑ کے ذمہ مستقبل قریب میں تمام مسلمانوں کی اصلاح کا ایک عظیم الشان کام سپرد کیا جانے والا تھا۔ اور اس انتظام کی وجہ سے آپؑ کو ہر فرقہ کے عقائد اور اعمال سے ان اساتذہ کی وجہ سے کچھ نہ کچھ واقفیت پیدا ہوگئی۔

اس زمانہ کی مروّجہ کھیلوں میں آپؑ کا حصہ

جس زمانہ کا ہم ذکر کررہے ہیں اس زمانہ میں عام طور پر کشتی، کبڈی، لوگوں میں بٹیر بازی اور مُرغ بازی کا بھی عام رواج تھا۔ مگر حضرت اقدسؑ مؤخر الذکر قسم کی تمام کھیلوں سے طبعاً متنفر تھے تاہم اعتدال کے ساتھ اور مناسب حد تک آپ ورزش اور تفریح میں حصہ لیتے تھے۔ آپؑ نے بچپن میں تیرنا سیکھا تھا اور کبھی کبھی قادیان کے کچے تالابوں میں تیرا کرتے تھے۔ اسی طرح اوائل عمر میں گھوڑے کی سواری بھی سیکھی تھی اور اس فن میں اچھے ماہر تھے۔ مگر آپ کی زیادہ ورزش پیدل چلنا تھا جو آخر عمر تک قائم رہی۔ آپؑ کئی کئی میل تک پیدل سیر کے لئے جایا کرتے تھے اور خوب تیز چلا کرتے تھے۔''

(سلسلہ احمدیہ تصنیف حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ص10)

آپ کی پہلی شادی

جب آپؑ کی عمر پندرہ سولہ سال کی ہوئی تو آپ کے والد ماجد نے آپ کی شادی آپ کے سگے ماموں مرزا جمعیت بیگ مرحوم کی صاحبزادی حرمت بی بی سے کردی۔ یہ آپؑ کی پہلی شادی تھی جس کے نتیجہ میں آپ کے ہاں دو فرزند حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب بالترتیب غالباً 1853ء اور 1855ء میں پیدا ہوئے۔ مرزا فضل احمد صاحب تو مدّت ہوئی لاولد فوت چکے ہیں۔ لیکن حضرت مرزا سلطان احمد صاحب گورنمنٹ انگریزی کے ماتحت مختلف عہدوں پر فائز رہ کر ڈپٹی کمشنری اور بالآخر ریاست بہاولپور کے مشیر مال (ریوینیو منسٹر) کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے اور پینشن پانے کے تھوڑے عرصہ کے بعد اپنے چھوٹے بھائی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کرکے سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ آپ نہ صرف ایک قابل افسر ہی تھے بلکہ مشہور اہلِ قلم اور صاحب تصانیف کثیرہ بھی تھے۔ چنانچہ آپ کی قریباً 50 کتب زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ کے بڑے فرزند حضرت مرزا عزیز احمد صاحب ایم

اے۔جنھوں نے بچپن میں ہی اپنے جدّ امجد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی آپ نے اے۔ڈی۔ایم۔کے عہدہ سے ریٹائر ہو کر پینشن پائی اب مرکز سلسلہ میں ناظر اعلیٰ کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔خدا تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے۔انہوں نے اپنی ساری عمر نہایت ہی اخلاص اور دینداری میں گذاری ہے اور اپنی اہم ملازمت میں دیانت،فرض شناسی اور معدلت پروری کا ممتاز ترین نمونہ دکھلایا ہے۔

(حیات طیبہ۔ص۔12 شیخ عبدالقادر سوداگرمل)

آپؑ کی خلوت نشینی

ملک کے عام دستور کے خلاف شادی کے بعد حضرت اقدسؑ کی خلوت نشینی اور عزلت پسندی میں ذرہ فرق نہیں آیا۔چنانچہ قادیان کے پاس کا ایک ہندو جاٹ بیان کیا کرتا تھا کہ میں مرزا صاحبؑ سے بیس سال بڑا ہوں۔بڑے مرزا صاحب (حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب) کے پاس میرا بہت آنا جانا تھا۔میرے سامنے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی بڑا افسر یا رئیس بڑے مرزا صاحب (حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب) سے ملنے کے لئے آتا تھا تو باتوں باتوں میں ان سے پوچھتا تھا کہ مرزا صاحب آپ کے بڑے لڑکے (یعنی مرزا غلام قادر صاحب) کے ساتھ تو ملاقات ہوتی رہتی ہے لیکن آپ کے چھوٹے بیٹے کو کبھی نہیں دیکھا۔وہ جواب دیتے تھے کہ ''ہاں میرا دوسرا لڑکا غلام قادر سے چھوٹا ہے تو سہی پر وہ تو الگ ہی رہتا ہے'' ....پھر وہ کسی کو بھیج کر مرزا صاحبؑ کو بُلواتے تھے۔چنانچہ آپ آنکھیں نیچی کئے ہوئے آتے اور والد صاحب کے پاس ذرا فاصلہ پر بیٹھ جاتے اور یہ عادت تھی کہ بایاں ہاتھ اکثر منہ پر رکھ لیا کرتے تھے اور کچھ نہ بولتے۔اور نہ کسی کی طرف دیکھتے تھے بڑے مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ''اب تو آپ نے اس دُلہن کو دیکھ لیا۔'' بڑے مرزا صاحب (حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب) کہا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا مسیتڑ ہے نہ نوکری کرتا ہے نہ کماتا ہے اور پھر وہ ہنس کر کہتے کہ چلو تمہیں کسی مسجد میں مُلّا کروا دیتا ہوں۔دس من دانے تو گھر میں کھانے کو آجایا کریں گے۔آج وہ زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ کیا بادشاہ بنا بیٹھا ہے اور سینکڑوں آدمی اس کے در کی غلامی کے لئے دور دور سے آتے ہیں۔'' (مکتوب 11 مئی 1884ء بنام نواب علی محمد خان صاحب)

آپ کی دوسری شادی

آپؑ کو دوسری شادی کے متعلق الہامات تو 1881ء سے ہو رہے تھے مگر اس کی تقریب جا کر 1884ء میں پیدا ہوئی۔

1881ء میں آپؑ کو ایک الہام یہ ہوا تھا کہ۔اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَسِيْنٍ ۔(تریاق القلوب صفحہ 34)

یعنی ہم تجھے ایک حسین لڑکا عطا کرنے کی خوشخبری دیتے ہیں۔انہی ایام میں دوسرا الہام یہ ہوا کہ

اُشْكُرْ نِعْمَتِيْ رَاَيْتَ خَدِيْجَتِيْ ۔(نزول المسیح صفحہ 146،147)

یعنی میرا شکر کر تو نے میری خدیجہ کو پایا۔ایسا ہی ایک الہام یہ ہوا تھا کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الصِّهْرَ وَالنَّسَبَ۔(تریاق القلوب صفحہ 64)

یعنی سب تعریفوں کا مستحق اللہ ہے جس نے تمہارا دامادی کا تعلق بھی ایک شریف خاندان سے کیا اور تمہاری اپنی نسب کو بھی شریف بنایا۔اسی طرح ایک مرتبہ آپؑ کو یہ الہام ہوا کہ:''میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہاری ایک اور شادی کروں۔یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی۔'' اس میں یہ ایک فارسی فقرہ بھی ہے:

ہر چہ باید نو عروسے راہماں ساماں کنم   و آنچہ مطلوب شما باشد عطائے آں کنم

یعنی جو کچھ دلہن کے لئے فراہم ہونا چاہئے وہ میں فراہم کروں گا اور تمہاری ہر ایک بات کو پورا کروں گا۔حضور فرماتے ہیں:

''اس پیشگوئی کو دوسرے الہامات میں اور بھی تصریح سے بیان کیا گیا ہے۔یہاں تک کہ اس شہر کا نام بھی لیا گیا تھا جو دہلی ہے اور یہ پیشگوئی بہت سے لوگوں کو سنائی گئی تھی............اور جیسا کہ لکھا تھا ایسا ہی ظہور میں آیا۔کیوں کہ بغیر سابق تعلقات قرابت اور رشتہ کے دہلی میں ایک شریف اور مشہور خاندان سادات میں میری شادی ہوگی............سو چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالیگا اور اس میں

سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے۔دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا۔اس طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ کبھی ناموں میں بھی اس کی پیشگوئی مخفی ہوتی ہے۔'' (تریاق القلوب صفحہ 65،64)

مندرجہ بالا واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ جو دہلی کے ایک مشہور خاندان سادات کے روشن گوہر تھے آپ کا تعلق آبائی سلسلہ میں تو قریب کے ایک بزرگ امیر الامراء صمصام الدولہ نواب خاں دوران خان بہادر میر بخشی منصور جنگ کمانڈر انچیف افواج مغلیہ کے ساتھ تھا۔اور ننہالی سلسلہ میں آپ کا تعلق حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا۔جن کا خاندان،تقویٰ اور پرہیزگاری میں ہندوستان بھر میں مشہور ہے۔اور آپ بسلسلہ ملازمت پنجاب میں مقیم تھے۔ضلع گورداسپور میں قادیان کے قریب بلکہ خاص قادیان میں حضرت اقدسؑ کے گھر میں بھی آپ کو کچھ مدّت رہنے کا موقعہ مل چکا تھا۔اور آپ حضرت اقدسؑ کی نیکی،تقویٰ اور پرہیزگاری سے بخوبی آگاہ تھے۔آپ یہاں سے تبدیل ہوکر کئی جگہ ملازمت کرتے کرتے جب 1884ء ملتان پہنچے۔تو آپ کو اپنی صاحبزادی حضرت نصرت جہاں بیگم کے لئے رشتہ کی ضرورت پیش آئی۔رشتہ کی تلاش کے لئے آپ فوراً رخصت لیکر دہلی پہنچے۔نیک داماد ملنے کے لئے بہت دُعائیں کیں اور حضرت اقدسؑ کی خدمت میں بھی دعا کے لئے لکھا۔ حضرت کو تو خود رشتہ کی ضرورت تھی۔حضرت میر صاحب کا بیان ہے کہ:''اس کے جواب میں مجھے حضرت مرزا صاحبؑ نے تحریر فرمایا کہ میرا تعلق میری (پہلی۔ناقل) بیوی سے گویا نہ ہونے کے برابر ہے۔اور میں اور نکاح کرنا چاہتا ہوں۔اور مجھے اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا ہے کہ جیسا تمہارا عمدہ خاندان ہے ایسا ہی تم کو سادات کے عالیشان خاندان میں سے زوجہ عطا کروں گا اور اس نکاح میں برکت ہوگی اور اس کا سب سامان میں خود بہم پہنچاؤں گا۔تمہیں کچھ تکلیف نہ ہوگی۔یہ آپ کے خط کا خلاصہ ہے۔اور یہ بھی لکھا کہ آپ مجھ پر نیک ظنی کرکے اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردیں اور تا تصفیہ اس امر کو مخفی رکھیں اور ردّ کرنے میں جلدی نہ کریں۔'' (حیات طیبہ۔ص۔55.56۔شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل)

حضرت میر صاحب فرماتے ہیں:''پہلے تو میں نے تامّل کیا کیوں کہ مرزا صاحب کی عمر کچھ زیادہ تھی اور بیوی بچہ موجود تھے اور ہماری قوم کے بھی نہ تھے۔مگر پھر حضرت مرزا صاحبؑ کی نیکی اور نیک مزاجی پر نظر کرکے جس کا میں دل سے خواہاں تھا۔میں نے اپنے دل میں مقرر کرلیا کہ اسی نیک مرد سے اپنی دخترِ نیک اختر کا رشتہ کردوں۔نیز مجھے دلّی کے لوگ اور وہاں کی عادات واطوار بالکل ناپسند تھے۔'' آپ کی زوجہ محترمہ المعروف نانی اماںؓ کو یہ روک تھی کہ

''اوّل تو دل نہیں مانتا تھا دوسرے عمر کا بہت فرق تھا تیسرے دہلی والوں میں پنجابیوں کے خلاف سخت تعصب تھا۔''

حضرت نانی اماں کا اپنا بیان ہے کہ ::

''جب حضرت صاحبؑ نے حضرت میر صاحب کو اپنے لئے لکھا تو میر صاحب نے اس ڈر سے کہ میں بُرا مانوں گی مجھ سے ذکر نہ کیا۔اس عرصہ اور بھی کئی جگہ سے پیغامات آئے۔مگر میری کسی جگہ تسلّی نہ ہوئی......آخر ایک دن میر صاحب نے ایک لدھیانہ کے باشندہ کے متعلق کہا کہ اس کی طرف سے بہت اصرار کی درخواست ہے اور ہے بھی وہ اچھا آدمی۔اسے رشتہ دیدو۔میں نے اس کی ذات وغیرہ دریافت کی تو مجھے شرح صدر نہ ہوا۔اور میں نے انکار کیا۔اس پر میر صاحب نے کچھ ناراض ہوکر کہا کہ لڑکی اٹھارہ سال کی ہوگئی ہے۔کیا ساری عمر اسے یونہی بٹھا چھوڑو گے۔میں نے جواب دیا کہ ان لوگوں سے تو پھر

غلام احمد ہی ہزار درجہ اچھا ہے

میر صاحب نے جھٹ ایک خط نکال کر سامنے رکھ دیا کہ لو پھر مرزا غلام احمد کا بھی خط آیا ہوا ہے۔جو کچھ بھی ہو ہمیں اب جلد فیصلہ کرنا چاہئے۔میں نے کہا۔اچھا۔پھر غلام احمد کو لکھ دو۔'' اس پر حضرت میر صاحب نے اسی وقت قلم دوات لیکر منظوری کی اطلاع دیدی۔حضرت میر صاحب کا خط موصول

ہونے کے آٹھ دن بعد حضرت اقدسؑ اپنے خادم حضرت حافظ حامد علی، لالہ ملا وامل اور ایک دو اور آدمی کو ساتھ لیکر دہلی پہنچ گئے۔ حضرت میر صاحب کے برادری کے لوگوں کو جب علم ہوا تو وہ بہت ناراض ہوئے کہ ایک بوڑھے شخص کو اور پھر پنجابی کو رشتہ دیدیا۔ حضرت اقدسؑ اپنے ساتھ کوئی زیور اور کپڑا نہیں لے گئے تھے۔ صرف اڑھائی سو روپے نقد تھا۔ اس پر بھی رشتہ داروں نے طعن کیا کہ اچھا نکاح کیا ہے۔ نہ کوئی زیور ہے نہ کپڑا۔ الغرض 17 نومبر 1884ء کو خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں بین العصر والمغرب گیارہ سو روپے مہر پر اس مبارک نکاح کا اعلان مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے کیا۔ حضرت میر صاحب کے رشتہ دار تو دانت پیس کر رہ گئے۔ حضرت میر صاحب نے رخصتانہ دہلی میں ہی نکاح کے بعد دیدیا تھا۔ دوسرے دن حضرت اقدسؑ عازم قادیان ہوئے اور اس طرح اس مبارک شادی کا کام انجام پذیر ہوا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔ حضرت اماں جانؓ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے 86 سال کی لمبی عمر پائی۔ 21/اپریل 1952ء کو وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔۔ آپ اماناً ربوہ پاکستان میں قطعہ خاص بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ (حیات طیبہ 57، 58۔ شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل)

دوسری شادی کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے آپ کو نو بچے عطا فرمائے۔ پیشگوئی کے مطابق چار بچے صاحبزادی عصمت، صاحبزادہ بشیر اوّل، صاحبزادی شوکت اور صاحبزادہ مبارک احمد چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گئے۔ باقی اولاد کو خدا تعالیٰ نے لمبی عمریں عطا فرمائیں۔

	تاریخ پیدائش	تاریخ وفات
1. حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ	12 جنوری 1889	8 نومبر 1965
2. حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے	20 اپریل 1893	2 ستمبر 1963
3. حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ	24 مئی 1895	26 دسمبر 1961
4. حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ	2 مارچ 1897	22 مئی 1977
5. حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ	25 جون 1904	6 مئی 1987



دائیں سے بائیں: مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ۔ مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔ مرزا شریف احمد صاحبؓ۔ سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ۔ سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ

مقدمات کی پیروی

آپؑ کے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب دیکھ رہے تھے کہ آپ کو دینی کُتب کے مطالعہ اور نماز روزہ وغیرہ احکام الٰہی کو بجالانے کا توشغف ہے لیکن دنیاوی امور سے جو انہیں اپنی ذمہ دارانہ حیثیت میں پیش آتے تھے آپ بالکل غافل ہیں۔ اس لئے اس خیال سے کہ میرا یہ بیٹا کہیں میرے بعد اپنے بڑے بھائی کا دست نگر نہ رہے آپ کو حکماً مقدمات کی پیروی کے لئے ارشاد فرمادیتے تھے۔ آپؑ اپنے والد صاحب کی اطاعت کی خاطر ان مقدمات کی پیروی میں مصروف تو ہوجاتے تھے لیکن بالطبع آپ کو اس شغل سے نفرت تھی۔ چنانچہ آپؑ کا بیان ہے کہ: ''میرے والد صاحب اپنے بعض آباواجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کے لئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کررہے تھے انہوں نے انہی خدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک عرصہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا۔ اس لئے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ رہتا تھا۔ ان کی ہمدردی اور مہربانی میرے پر نہایت درجہ پر تھی مگر وہ چاہتے تھے کہ دنیاداروں کی طرح مجھے رو بخلق بناویں اور میری طبیعت اس طریق سے سخت بیزار تھی۔ ایک مرتبہ ایک کمشنر نے قادیان آنا چاہا۔ میرے والد صاحب نے بار بار مجھ کو کہا کہ ان کی پیشوائی کے لئے دو تین کوس جانا چاہئے۔ مگر میری طبیعت نے نہایت کراہت کی اور میں بیمار بھی تھا اس لئے نہ جاسکا۔ پس یہ امر بھی ان کی ناراضگی کا موجب ہوا۔ اور وہ چاہتے تھے کہ میں دنیاوی امور میں ہردم غرق رہوں جو مجھ سے نہیں ہوسکتا تھا۔ مگر تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے نیک نیتی سے دنیا کے لئے بلکہ محض ثواب اطاعت حاصل کرنے کے لئے اپنے والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں محو کردیا تھا اور ان کے لئے دُعا میں بھی مشغول رہتا تھا۔ اور وہ مجھے دلی یقین سے برًّا بالوالدین جانتے تھے اور بسا اوقات کہا کرتے تھے کہ میں صرف ترحُّم کے طور پر اپنے اس بیٹے کو دنیاوی امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں ورنہ میں جانتا ہوں کہ جس طرف اس کی توجہ ہے یعنی دین کی طرف۔ صحیح اور سچی بات یہی ہے ہم تو اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں۔''

(حیات طیبہ۔ص 13۔شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل)

تاریخ ادیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جن وجودوں کے ذمہ اصلاح خلق کا کام کرنا چاہتا ہے انہیں ان کے زمانہ ماموریت سے قبل ایسے حالات میں سے گذارتا ہے جن کی وجہ سے انہیں اصلاح خلق کے کام میں بہت مدد ملتی ہے۔ مثلاً حضرت اقدسؑ کے حالات کو ہی دیکھ لیجئے۔ آپؑ کے زمانہ میں انصاف کے حصول کے لئے انگریزی عدالتیں قائم تھیں جن میں فریقین مقدمہ اور وکلاء عموماً سچائی، امانت اور دیانت کو خیرباد کہہ کر مقدمات کی پیروی کرتے تھے۔ آپؑ نے اس کے خلاف مقدمات کی پیروی کرکے اس زمانہ کے لوگوں کے لئے ایسا بے نظیر نمونہ قائم کیا کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے فلاں مقدمہ میں ذرہ بھر بھی سچائی سے انحراف کیا۔ بلکہ جیسا کہ آئندہ صفحات سے ظاہر ہوگا آپ نے ایسے عدیم النظیر نمونے پیش کئے ہیں کہ مخالف سے مخالف کو بھی یہ اقرار کرنے کے بغیر چارہ نہ رہا کہ آپؑ نے اس بارہ میں شاندار مثال قائم کی۔

فی الحال اس سلسلہ میں آپ کے زمانہ ماموریت سے قبل کی میں صرف چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

اول: ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے آپ کو لاہور جانا پڑا۔ وہاں آپ سید محسن علی شاہ صاحب کے ہاں فروکش تھے جو قادیان کے ایک معزز رئیس تھے مگر محکمہ جنگلات میں ملازمت کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم تھے۔ چیف کورٹ میں مقدمہ تھا شاہ صاحب کا ملازم آپ کے لئے چیف کورٹ میں کھانا لے جایا کرتا تھا۔ ایک دن وہ کھانا لیکر واپس آیا تو شاہ صاحب نے پوچھا کہ کیا مرزا صاحبؑ نے کھانا کھایا؟ نوکر نے جواب دیا کہ مرزا صاحبؑ نے کہا کہ گھر پر ہی آکر کھاتا ہوں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد آپؑ ہشاش بشاش شاہ صاحب کے مکان پر پہنچے شاہ صاحب نے پوچھا کہ آج آپ اتنا خوش کیوں ہیں؟ کیا فیصلہ ہوا؟ فرمایا۔ مقدمہ تو خارج ہوگیا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ آئندہ اس کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ شاہ صاحب کو تو اس خبر سے سخت تکلیف ہوئی مگر آپؑ کو کچھ ملال نہ ہوا۔ کوئی دنیادار ہوتا تو آخری عدالت میں مقدمہ ہارنے کی وجہ سے سخت حزن اور دکھ محسوس کرتا مگر آپ خوش ہیں کہ شکر ہے کہ مقدمہ سے خلاصی ہوئی اور خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کے لئے فرصت مل گئی۔''

دوئم: آپ فرماتے ہیں:''میں بٹالہ میں ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے گیا نماز کا وقت ہوگیا اور میں نماز پڑھنے لگا۔ چپڑاسی نے آواز دی مگر میں نماز میں تھا۔ فریق ثانی پیش ہوگیا اور اس نے یک طرفہ کارروائی سے فائدہ اٹھانا چاہا اور بہت زور اس بات پر دیا۔ مگر عدالت نے پرواہ نہ کی۔ اور مقدمہ اس کے خلاف کر دیا اور مجھے ڈگری دیدی۔ میں جب نماز سے فارغ ہو کر گیا تو مجھے خیال تھا کہ شاید حاکم نے قانونی طور پر میری غیر حاضری کو دیکھا ہو۔ مگر جب میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ میں تو نماز پڑھ رہا تھا تو اس نے کہا کہ میں آپؑ کو ڈگری دے چکا ہوں۔''

سوئم: ایک دفعہ جبکہ آپؑ کی عمر پچیس تیس برس کے قریب تھی۔ آپؑ کے والد بزرگوار کا اپنے موروثیوں سے درخت کاٹنے پر ایک تنازعہ ہوگیا۔ آپؑ کے والد بزرگوار کا نظریہ یہ تھا کہ زمین کے مالک ہونے کی حیثیت سے درخت بھی ہماری ملکیت ہیں۔ اس لئے انہوں نے موروثیوں پر دعویٰ دائر کر دیا اور حضور کو مقدمہ کی پیروی کے لئے گورداسپور بھیجا۔ آپؑ کے ہمراہ دو گواہ بھی تھے۔ آپؑ جب نہر سے گذر کر ایک گاؤں پتھنا نوالہ پہنچے تو راستہ میں ذرا سُستانے کے لئے بیٹھ گئے اور ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا ''والد صاحب یونہی فکر کرتے ہیں۔ درخت کھیتی کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ غریب لوگ ہیں اگر کاٹ لیا کریں تو کیا حرج ہے۔ بہرحال میں تو عدالت میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مطلقاً یہ ہمارے ہی ہیں۔ ہاں ہمارا حصہ ہو سکتے ہیں۔'' موروثیوں کو بھی آپؑ پر بے حد اعتماد تھا۔ چنانچہ جب مجسٹریٹ نے موروثیوں سے اصل معاملہ پوچھا تو انہوں نے بِلا تامل جواب دیا کہ خود مرزا صاحبؑ سے دریافت کر لیں۔ چنانچہ مجسٹریٹ کے پوچھنے پر آپؑ نے فرمایا کہ ''میرے نزدیک تو درخت کھیتی کی طرح ہیں۔ جس طرح کھیتی میں ہمارا حصہ ہے ویسے ہی درختوں میں بھی ہے۔'' چنانچہ آپؑ کے اس بیان پر مجسٹریٹ نے موروثیوں کے حق میں فیصلہ دیدیا۔ واپسی پر جب آپؑ کے والد صاحب کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ ناراض ہوئے۔ (حیات طیبہ ص14)

باپ اور بیٹے میں کشمکش

آپ کے والد محترم کی شدید خواہش تھی کہ آپ کا بیٹا صرف قرآن مجید اور دیگر دینی کُتب کے مطالعہ میں ہی نہ لگا رہے بلکہ کسی معزز عہدہ پر فائز ہو کر اپنے دنیاوی مستقبل کو بھی بہتر بنائے اور اس کے لئے انہوں نے کئی دفعہ ملازمت کی طرف توجہ دلائی۔ مگر ہر دفعہ آپ کے دینی رجحان اور دنیوی کاروبار سے نفرت کو دیکھ کر رُک جاتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ضلع گورداسپور میں ایک ایسا انگریز افسر آیا جو آپ کے والد صاحب کا پہلے سے متعارف تھا۔ انہوں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر موضع کاہلواں کے ایک سکھ مسمیٰ جھنڈا سنگھ کو کہا کہ ''جاؤ غلام احمد کو بلا لاؤ۔ ایک انگریز میرا واقف ضلع میں آیا ہے۔ اس کا منشاء ہو تو کسی اچھے عہدہ پر نوکر کرا دوں''۔ جھنڈا سنگھ کا بیان ہے کہ ''میں مرزا صاحبؑ کے پاس گیا تو دیکھا کہ چاروں طرف کتابوں کا ڈھیر لگا کر اس کے اندر بیٹھے ہوئے کچھ مطالعہ کر رہے ہیں۔ میں نے بڑے مرزا صاحب (حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب) کا پیغام پہنچا دیا۔ مرزا صاحب آئے اور جواب دیا ''میں نے تو جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں۔'' بڑے مرزا صاحب (حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب) کہنے لگے کہ کیا واقعی نوکر ہو گئے ہو؟ مرزا صاحب نے کہا ''ہاں۔ ہو گیا ہوں۔'' اس پر بڑے مرزا صاحب (حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب) نے کہا ''اچھا اگر نوکر ہو گئے ہو تو خیر۔'' (حیات طیبہ ص۔18۔ شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل)

ذہن رسا رکھنے والا والد اپنے نیک بخت لڑکے کے اشاروں کو خوب سمجھتا تھا۔ جب اس نے کہا کہ مجھے کسی دنیوی نوکری کی ضرورت نہیں میں حضرت اَحَدِیّت کے حضور نوکر ہو گیا ہوں تو آپ کے والد محترم فوراً سمجھ گئے اور فرمایا کہ اگر واقعی نوکر ہو گئے تو پھر خیر ہے لیکن یہ ایک وقتی جذبہ تھا جس کے ماتحت آپ کے والد صاحب خاموش ہو گئے۔ ورنہ ان کے دل کی اندرونی آواز یہی تھی کہ خاندان کی وجاہت کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کسی نہ کسی جگہ ملازمت کر کے دنیوی وقار حاصل کریں۔ چنانچہ بعض مقامات پر آپ ملازمت کے لئے بھجوائے بھی گئے۔ مگر آپ کا دل کہیں بھی نہیں لگا۔ ہاں آئندہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے سپرد جو عظیم الشان کام کیا جانے والا تھا اس کے سلسلہ میں آپ کو بہت سے تجربات حاصل ہو گئے۔ (حیات طیبہ ص۔18۔ شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل)

سیالکوٹ میں ملازمت

آپؑ کو 1864ء کے قریب سیالکوٹ میں بکراہت چند سال سرکاری ملازمت کرنی پڑی۔ اور اس ملازمت کی وجہ سے آپ چار سال سیالکوٹ میں رہے۔ وہاں جو تجربہ آپ کو حاصل ہوا اس کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: اس تجربہ سے مجھے معلوم ہوا کہ اکثر نوکری پیشہ نہایت گندی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان میں بہت کم ایسے ہوں گے جو پورے طور پر صوم صلوٰۃ کے پابند ہوں اور جوان ناجائز خطوط سے اپنے تئیں بچا سکیں جو ابتلاء کے

طور پر ان کو پیش آتے رہتے ہیں۔ میں ہمیشہ ان کے منہ دیکھ کر حیران رہا اور اکثر کو ایسا پایا کہ ان کی تمام دلی خواہشیں مال و متاع تک، خواہ حلال کی وجہ سے ہوں یا حرام کے ذریعہ سے، محدود تھیں اور بہتوں کی دن رات کوششیں صرف اس مختصر زندگی کی دنیوی ترقی کے لئے مصروف پائیں۔ میں نے ملازمت پیشہ لوگوں کی جماعت میں بہت کم ایسے لوگ پائے جو کہ محض خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے اخلاق فاضلہ، حلم و کرم اور عفت اور تواضع اور انکسار اور خاکساری اور ہمدردی خلق اور پاک باطنی اور اکلِ حلال اور صدقِ مقال اور پرہیز گاری کی صفت اپنے اندر رکھتے ہوں بلکہ بہتوں کو تکبّر اور بدچلنی اور لاپرواہی دین اور طرح طرح کے اخلاق رذیلہ میں شیطان کے بھائی پایا۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ ہر ایک قسم اور ہر ایک نوع کے انسانوں کا مجھے تجربہ حاصل ہو اس لئے ہر ایک صحبت میں مجھے رہنا پڑا۔'' (حیات طیبہ ص۔19۔ شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل)

ملازمت قید خانہ ہے

چنانچہ سیالکوٹ کی ملازمت کے دوران میں ایک مرتبہ آپ کی والدہ محترمہ نے قادیان کے ایک حجّام حیات نامی کے ذریعہ آپ کو چار جوڑے کپڑوں کے بھجوائے۔ آپکی فیّاض طبیعت نے ان جوڑوں میں سے ایک جوڑا اس حجّام کے حوالہ کر دیا۔ حالانکہ وہ خاص اہتمام سے آپ ہی کے لئے تیار کروائے گئے تھے۔ اس حجّام نے برسبیلِ تذکرہ آپ سے ملازمت کے متعلق عرض کیا کہ کیا آپ کو یہ ملازمت پسند ہے؟ فرمایا: ''قید خانہ ہی ہے۔''

(حیات طیبہ ص۔19۔ شیخ عبدالقادر صاحب)

آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب کی جانشینی کا دور

آپ کے والد ماجد کی وفات کے بعد خاندانی جائیداد کے منتظم آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب تھے۔ اگر آپؑ چاہتے تو جائیداد کی تقسیم کا مطالبہ کر کے اپنا حصہ الگ کروا سکتے تھے۔ مگر آپ نے اس طرف قطعاً توجہ نہیں فرمائی۔ بلکہ اپنا معمول یہ بنایا کہ جو کچھ کھانے اور پینے کو مل جاتا اسے اپنے بھائی کا احسان سمجھ کر قبول فرما لیتے اور کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لاتے۔ آٹھ نو ماہ کے متواتر روزے رکھنے کی وجہ سے قلیل خوراک پر گذارا کرنے کے تو آپ عادی ہو ہی چکے تھے۔ اس لئے ان ایام میں بھی آپ نے اس مجاہدہ سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اکثر اوقات اپنا کھانا غرباء میں تقسیم فرما دیتے اور خود ایک پیسے کے چنے منگوا کر گذارا کر لیتے۔ اور جب یہ بھی نہ ہوتا تو فاقہ سے وقت گذار دیتے۔ آپ کے متعلق آپ کے بڑے بھائی کے تاثرات آپ کے والد ماجد کے تاثرات سے ملتے جلتے ہیں۔ یعنی وہ بھی آپ کو زمانہ کے تقاضوں سے غافل خیال کر کے کبھی کبھی فہمائشیں کرتے رہتے تھے۔ مگر ان دونوں زمانوں میں نمایاں فرق یہ تھا کہ باپ کی پدری محبت اکثر جوش میں آجایا کرتی تھی اور وہ کبھی کبھی آپ کی نیکی اور تقویٰ کو دیکھ کر دل و جان سے آپ پر فِدا ہو جایا کرتے تھے۔ مزید برآں والد صاحب کا سایہ تو اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسانوں میں سے ایک عظیم الشان احسان تھا۔ لیکن آپ کے بڑے بھائی کے زمانہ میں اس وجہ سے آپ کی مشکلات میں اضافہ ہو گیا کہ آپؑ کے بھائی خود تو گورداسپور میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں سپرنٹینڈنٹ تھے اور اکثر وہاں ہی رہا کرتے تھے اور گھر کا تمام انتظام آپؑ کی بھاوج کے سپرد تھا۔ جن کا سلوک آپؑ سے بہت سخت تھا۔ الغرض یہ زمانہ آپ کے لئے انتہائی طور پر صبر آزما تھا۔ لیکن آپ نے صبر و تحمّل کا وہ اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ جس کی مثال انبیاء کرام کی پاکیزہ زندگیوں میں ہی مل سکتی ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ماموریت کے مقام پر فائز فرمایا اور سینکڑوں آدمی آپؑ کے دسترخوان سے کھانا کھانے لگے تو بعض اوقات وہ پچھلا وقت آپ کو یاد آجاتا تھا اور آپ اس کا ذکر بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک نظم میں یہ شعر بھی اس سلسلہ میں فرما دیا ہے کہ

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ كَانَ أُكُلِي فَصِرْتُ الْيَوْمَ مِطْعَامَ الْأَهَالِي

یعنی ایک زمانہ وہ تھا کہ دسترخوان کے بچے کھچے ٹکڑے میری خوراک تھی اور آج اللہ تعالیٰ کا مجھ پر اس قدر احسان ہے کہ سینکڑوں ہزاروں افراد میرے دسترخوان سے کھانا کھاتے ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

مذکورہ بالا ایام آپ کے لئے اس قدر شدید اور حوصلہ شکن تھے کہ ایک دفعہ آپ نے کسی دینی ضرورت کے پیش نظر ایک اخبار منگوانے کے لئے نہایت ہی قلیل رقم اپنے بھائی سے منگوانی چاہی۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ اسراف ہے۔

حفاظت الٰہی کا معجزانہ واقعہ

سیالکوٹ تشریف لے جانے پر سب سے پہلے آپؑ کو محلہ جھنڈانوالہ میں ایک چوبارے میں رہنا پڑا۔اس چوبارے کے گرنے اور معجزانہ طور پر آپ کے طفیل اس کے اندر کے تمام افراد کے محفوظ رہنے کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں: ''ایک رات میں ایک مکان کی دوسری منزل پر سویا ہوا تھا اور اسی کمرہ میں میرے ساتھ پندرہ یا سولہ آدمی اور بھی تھے۔ رات کے وقت شہتیر میں ٹک ٹک کی آواز آئی۔ میں نے آدمیوں کو جگایا کہ شہتیر خوفناک معلوم ہوتی ہے یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ کوئی چوہا ہوگا خوف کی بات نہیں اور یہ کہہ کر سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ویسی آواز آئی۔ تب میں نے ان کو دوبارہ جگایا مگر پھر بھی انہوں نے کچھ پرواہ نہ کی۔ پھر تیسری بار شہتیر سے آواز آئی تب میں نے ان کو سختی سے اٹھایا اور سب کو مکان سے باہر نکالا۔ اور جب سب وہاں سے نکل گئے تو خود بھی وہاں سے نکلا۔ ابھی دوسرے زینہ پر تھا کہ وہ چھت نیچے گری اور دوسری چھت کو ساتھ لیکر نیچے جا پڑی اور سب بچ گئے۔'' (حیات احمد ص۔19)

حضرت اقدسؑ کے قیام سیالکوٹ کے متعلق مولانا سید میر حسن صاحب کا پہلا بیان

شمس العلماء جناب سید میر حسن صاحب مرحوم جو شاعر مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کے استاد تھے فرماتے ہیں:

''حضرت مرزا صاحبؑ 1864ء میں بتقریب ملازمت شہر سیالکوٹ میں تشریف لائے اور قیام فرمایا۔ چونکہ آپ عزلت پسند اور پارسا اور فضول اور لغو سے مجتنب اور محترز تھے اس لئے عام لوگوں کی ملاقات جو اکثر تضیع اوقات کا باعث ہوتی ہے آپ پسند نہیں فرماتے تھے۔ لالہ بھیم سین صاحب وکیل جن کے نانا مٹھن لال صاحب بٹالہ میں اکسٹرا اسسٹنٹ تھے ان کے بڑے رفیق تھے اور چونکہ بٹالہ میں مرزا صاحب اور لالہ صاحب آپس میں تعارف رکھتے تھے اس سبب سے بھی مرزا صاحبؑ کو علم دوست ہونے کے باعث ان سے بہت محبت تھی۔

[i] مرزا صاحبؑ کی علمی لیاقت سے کچہری والے آگاہ نہ تھے۔ مگر چونکہ اسی سال کے اوائل گرما میں ایک عرب نوجوان محمد صالح نام شہر میں وارد ہوئے اور ان پر جاسوسی کا شبہ ہوا تو ڈپٹی کمشنر صاحب جن کا نام ہرکسن تھا (اور پھر وہ آخر میں کمشنر راولپنڈی کی کمشنری کے ہو گئے تھے) محمد صالح کو اپنے محکمہ بغرض تفتیش حالات طلب کیا۔ ترجمان کی ضرورت تھی۔ مرزا صاحب چونکہ عربی میں کامل استعداد رکھتے تھے اور عربی زبان میں تحریر و تقریر بخوبی کر سکتے تھے اس واسطے مرزا صاحبؑ کو بلا کر حکم دیا کہ جو بات ہم کہیں عرب صاحب سے پوچھو اور جو جواب وہ دیں اردو میں ہمیں لکھواتے جاؤ۔ مرزا صاحبؑ نے اس کام کو کماحقہٗ ادا کیا اور آپ کی لیاقت لوگوں پر منکشف ہوئی۔''

[ii] ''اس زمانہ میں مولوی الٰہی بخش صاحب کی سعی سے جو چیف محرر مدارس تھے (اب اس عہدہ کا نام ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ہے) کچہری کے ملازم منشیوں کے لئے ایک مدرسہ قائم ہوا کہ رات کو کچہری کے ملازم منشی انگریزی پڑھا کریں۔ ڈاکٹر میر شاہ صاحب جو اس وقت اسسٹنٹ سرجن پینشنر ہیں استاد مقرر ہوئے۔ مرزا صاحبؑ نے بھی انگریزی شروع کی اور ایک دو کتابیں انگریزی کی پڑھیں۔''

[iii] مرزا صاحبؑ کو اس زمانہ میں مذہبی مباحثہ کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ پادری صاحبوں سے اکثر مباحثہ رہتا تھا۔ ایک دفعہ پادری الائشہ صاحب (سے) جو دیسی عیسائی پادری تھے اور حاجی پورہ سے جانب جنوب کی کوٹھیوں میں ایک کوٹھی میں رہا کرتے تھے۔ مباحثہ ہوا۔ پادری صاحب نے کہا کہ عیسوی مذہب قبول کرنے کے بغیر نجات ممکن نہیں ہو سکتی۔ مرزا صاحبؑ نے فرمایا۔ نجات کی کیا تعریف ہے؟ اور نجات سے آپ کیا مراد رکھتے ہیں۔ مفصل بیان کیجئے۔ پادری صاحب نے کچھ مفصّل تقریر نہ کی۔ اور مباحثہ ختم کر بیٹھے اور کہا کہ میں اس قسم کی منطق نہیں پڑھا۔

[iv] پادری بٹلر صاحب ایم۔اے۔ سے جو بڑے فاضل اور محقق تھے مرزا صاحبؑ کا مباحثہ بہت دفعہ ہوا۔ یہ صاحب موضع گوہدپور کے قریب رہتے تھے۔ ایک دفعہ پادری صاحب فرماتے تھے کہ مسیح کو بے باپ پیدا کرنے میں یہ سرّ تھا کہ کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوئے اور آدم کی شرکت سے جو گنہگار تھا بری رہے۔ مرزا صاحبؑ نے فرمایا کہ مریم بھی تو آدم کی نسل سے ہے۔ پھر آدم کی شرکت سے بریّت کیسے؟ علاوہ ازیں عورت سے ہی تو آدم نے درخت ممنوعہ کا پھل کھایا اور گنہگار ہوا۔ پس چاہئے تھا کہ مسیح عورت کی شرکت سے بھی بر تر رہتے۔ اس پر پادری صاحب خاموش ہو گئے۔

[v] پادری بٹلر صاحب مرزا صاحب کی بہت عزت کرتے تھے اور بڑے ادب سے ان سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ پادری صاحب کو مرزا صاحبؑ سے بہت محبت تھی چنانچہ پادری صاحب ولایت جانے لگے تو مرزا صاحبؑ کی ملاقات کے لئے کچہری میں تشریف لائے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے پادری صاحب سے تشریف آوری کا سبب پوچھا تو پادری صاحب نے جواب دیا کہ میں مرزا صاحب سے ملاقات کرنے کو آیا تھا۔ چونکہ میں وطن جانے والا ہوں۔ اس لئے ان سے آخری ملاقات کرونگا۔ چنانچہ جہاں مرزا صاحبؑ بیٹھے تھے۔ وہیں چلے گئے۔ اور فرش پر بیٹھے رہے۔ اور ملاقات کر کے چلے گئے۔ چونکہ مرزا صاحب پادریوں سے مباحثہ کو بہت پسند کیا کرتے تھے اس واسطے مرزا شکستہ تخلص نے جو بعد ازاں موحدؔ تخلص کیا کرتے تھے اور مُراد بیگ نام جالندھر کے رہنے والے تھے مرزا صاحبؑ کو کہا کہ سر سید احمد خان صاحب نے تورات اور انجیل کی تفسیر لکھی ہے۔ آپ ان سے خط و کتابت کریں۔ اس معاملہ میں آپ کو بہت مدد ملے گی چنانچہ مرزا صاحبؑ نے سر سیّد کو عربی میں خط لکھا۔

[vi] کچہری کے منشیوں میں سے شیخ الہ داد صاحب مرحوم سابق محافظ دفتر سے بہت اُنس تھا اور نہایت پکّی اور سچّی محبت تھی۔ شہر کے بزرگوں سے ایک مولوی صاحب محبوب عالم نام سے جو عزلت گزیں اور بڑے عابد اور پارسا اور نقشبندی طریق کے صوفی تھے مرزا صاحب کو دلی محبت تھی۔ چونکہ جس بیٹھک میں مرزا صاحب مع حکیم منصب علی کے جو اس زمانہ میں وثیقہ نویس تھے رہتے تھے اور وہ سر بازار تھی اور اس دکان کے بہت قریب تھی۔ جس میں حکیم حسام الدین صاحب مرحوم سامان دوا سازی اور دوا فروشی اور مطب رکھتے تھے۔ اس سبب سے حکیم صاحب اور مرزا صاحبؑ میں تعارف ہو گیا۔ چنانچہ حکیم صاحب نے مرزا صاحبؑ سے قانونچہ اور موجز کا بھی کچھ حصہ پڑھا۔ ان دنوں پنجاب یونیورسٹی نئی نئی قائم ہوئی تھی۔ عربی استاد کی ضرورت تھی۔ جس کی تنخواہ ایک سو روپیہ ماہوار تھی۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کی آپ درخواست بھیج دیں۔ چونکہ آپ کی لیاقت عربی زباندانی کے لحاظ سے نہایت کامل ہے آپ ضرور اس عہدہ پر مقرر ہو جائیں گے۔ فرمایا میں مدرسی کو پسند نہیں کرتا۔ کیوں کہ اکثر پڑھ کر بعد ازاں بہت شرارت کے کام، کرتے ہیں اور علم کو ذریعہ اور ناجائز کاموں کا آلہ بناتے ہیں۔ میں اس آیت کی وعید سے بہت ڈرتا ہوں اُحۡشُرُوا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا وَاَزۡوَاجَھُمۡ۔ اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسے نیک باطن تھے۔''

[vii] ''ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ انبیاء کو احتلام کیوں نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ چونکہ انبیاء سوتے جاگتے پاکیزہ خیالوں کے سوا کچھ نہیں رکھتے اور ناپاک خیالوں کو دل میں آنے نہیں دیتے اس لئے ان کو خواب میں بھی احتلام نہیں ہوتا۔

[viii] ایک مرتبہ لباس کے بارہ میں ذکر ہو رہا تھا ایک کہتا کہ بہت کھلی اور وسیع موہری کا پاجامہ اچھا ہوتا ہے۔ مرزا صاحبؑ نے فرمایا کہ بلحاظ ستر عورت تنگ موہری کا پاجامہ بہت اچھا اور افضل ہے اور اس میں پردہ زیادہ ہے کیوں کہ اس کی تنگ موہری کے باعث زمین سے بھی ستر عورت ہو جاتا ہے۔ سب نے اس کو پسند کیا۔

[ix] آخر مرزا صاحبؑ نوکری سے دلبرداشتہ ہو کر استعفاء دیکر 1868ء میں یہاں سے تشریف لے گئے۔ ایک دفعہ 1877ء میں آپ تشریف لائے اور لالہ بھیم سین صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ اور بتقریب دعوت حکیم میر احسان الدین صاحب کے مکان پر تشریف لائے۔

[x] اسی سال سر سید احمد خاں صاحب غفرلہٗ نے قرآن شریف کی تفسیر شروع کی تھی۔ تین رکوع کی تفسیر یہاں میرے پاس آ چکی تھی۔ جب میں اور شیخ اللہ داد صاحب مرزا صاحبؑ کی ملاقات کے لئے لالہ بھیم سین صاحب کے مکان پر گئے تو اثناء گفتگو میں سر سید احمد صاحب کا ذکر شروع ہوا۔ اتنے میں تفسیر کا بھی ذکر آ گیا۔ راقم نے کہا کہ تین رکوعوں کی تفسیر آ گئی ہے جس میں دعا اور نزول وحی کی بحث آ گئی ہے۔ فرمایا کل جب آپ آئیں تو تفسیر لیتے آویں۔ جب دوسرے دن وہاں گئے تو تفسیر کے دونوں مقام آپ نے سُنے اور سُن کر خوش نہ ہوئے اور تفسیر کو پسند نہ کیا۔ راقم میر حسن''۔

(حیات طیبہ۔ص۔22.23۔شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل)

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے — جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

(حضرت مسیح موعودؑ درثمین 188)

مولانا سید میر حسن صاحب کا حضرت اقدسؑ کے متعلق دوسرا بیان

[i] ''حضرت مرزا صاحبؑ پہلے محلہ کشمیریاں میں جو اسی عاصی پُرمعاصی کے غریب خانہ کے بہت قریب ہے عمرآ نامی کشمیری کے مکان پر کرایہ پر رہا کرتے تھے۔ کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر، کھڑے ہو کر، ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار زار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع وخضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ حسبِ عادت زمانہ صاحبِ حاجات جیسے اہلکاروں کے پاس جاتے ہیں ان کی خدمت میں جایا کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس عمرآ مالک مکان کے بڑے بھائی فضل دین نام کو جو فی الجملہ محلہ میں موقّر تھا۔ آپ بُلا کر فرماتے۔ میاں فضل دین! ان لوگوں کو سمجھا دیں کہ یہاں نہ آیا کریں نہ اپنا وقت ضائع کریں اور نہ میرے وقت کو برباد کریں۔ میں کچھ نہیں کرسکتا۔ میں حاکم نہیں ہوں۔ جتنا کام میرے متعلق ہوتا ہے کچہری میں ہی کر آتا ہوں۔ فضل دین ان لوگوں کو سمجھا کر نکال دیتے۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ بھی اسی محلہ میں پیدا ہوئے اور جوان ہوئے جو آخر میں مرزا صاحبؑ کے خاص مقربین میں شمار ہوئے۔

[ii] اس کے بعد وہ جامع مسجد کے سامنے ایک بیٹھک میں بمعہ منصب علی حکیم کے رہا کرتے تھے وہ (یعنی منصب علی) وثیقہ نویس کے عہدہ پر ممتاز تھے۔ بیٹھک کے قریب ایک شخص فضل دین نام بوڑھے دوکاندار تھے جو رات کو بھی دُکان پر ہی رہا کرتے تھے۔ ان کے اکثر احباب شام کے بعد آتے تھے۔ سب اچھے ہی آدمی ہوتے تھے۔ کبھی کبھی مرزا صاحبؑ بھی تشریف لاتے تھے اور گاہ بگاہ نصراللہ نام کا عیسائی جو ایک مشن اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے آجایا کرتے تھے۔ مرزا صاحبؑ اور ہیڈ ماسٹر صاحب کی اکثر بحث مذہبی امور میں ہو جاتی تھی۔ مرزا صاحبؑ کی تقریر سے حاضرین مستفید ہو جاتے تھے۔

[iii] مولوی محبوب عالم صاحب ایک بزرگ نہایت پارسا اور صالح اور مرتاض شخص تھے۔ مرزا صاحب ان کی خدمت میں بھی جایا کرتے تھے اور لالہ بھیم صاحب کو بھی تاکید فرماتے تھے کہ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرو۔ چنانچہ وہ بھی مولوی صاحب کی خدمت میں کبھی کبھی حاضر ہوا کرتے تھے۔ جب کبھی بیعت اور پیری مریدی کا تذکرہ ہوتا تو مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو خود سعی اور محنت کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ مولوی محبوب عالم صاحب اس سے کشیدہ ہو جایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بیعت کے بغیر راہ نہیں ملتی۔

[iv] دینیات میں مرزا صاحب کی سبقت اور پیشروی عیاں ہے مگر ظاہری جسمانی دوڑ میں بھی آپ کی سبقت اس وقت کے حاضرین پر صاف ثابت ہوسکی تھی۔ اس کا مفصّل حال یوں ہے کہ ایک دفعہ کچہری برخاست ہونے کے بعد جب اہل کار گھروں کو واپس ہونے لگے تو اتفاقاً تیز دوڑنے میں مسابقت کا ذکر شروع ہوگیا۔ ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں بہت دوڑ سکتا ہوں۔ آخر ایک شخص بلّا سنگھ نام نے کہا کہ میں سب سے دوڑنے میں سبقت لیجاتا ہوں۔ مرزا صاحبؑ نے فرمایا کہ میرے ساتھ دوڑو تو ثابت ہو جائے گا کہ کون بہت دوڑتا ہے۔ آخر شیخ الٰہ داد صاحب منصف مقرر ہوئے اور یہ امر قرار پایا کہ یہاں سے شروع کر کے اس پُل تک جو کچہری کی سڑک اور شہر میں حدّ مفصّل ہے ننگے پاؤں دوڑو۔ جوتیاں ایک آدمی نے اٹھا لیں۔ اور پہلے ایک شخص اس پُل پر بھیجا گیا تاکہ وہ شہادت دے کہ کون سبقت لے گیا اور پہلے پُل پر پہنچا۔ مرزا صاحبؑ اور بلّا سنگھ ایک ہی وقت دوڑے اور باقی آدمی معمولی رفتار سے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب پُل پر پہنچے تو ثابت ہوا کہ حضرت مرزا صاحب سبقت لے گئے اور بلّا سنگھ پیچھے رہ گیا۔'' خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس قسم کا غیرت دینی سے متعلق ایک واقعہ حضرت مولوی اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پیش آیا تھا جو ایک سکھ سے تیراکی کے مقابلہ کی بابت ہے آپ نے اس کو تیرنے میں شکست دی تھی۔ (حیات طیبہ ص۔25.26۔ شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل)

منشی سراج الدین صاحب کی شہادت

مشہور لیڈر مولوی ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار کے والد ماجد منشی سراج الدین صاحب مرحوم کی شہادت ہے کہ

''مرزا غلام احمد صاحب 1860ء یا 1861ء کے قریب (سن اور عمر کی تعین میں منشی صاحب کی یاد نے وفا نہیں کی۔ اصل میں یہ واقعہ 1864ء تا 1868ء کا ہے) جب آپؑ ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔۔ اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ کاروبار ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے۔'' (اخبار زمیندار مئی 1908ء)

والد صاحب کی طرف سے حضورؑ کو سیالکوٹ کی ملازمت چھوڑ کر قادیان پہنچنے کا ارشاد:

''آخر چونکہ میرا جُدا رہنا میرے والد صاحب پر بہت گراں تھا اس لئے ان کے حکم سے جو عین میری منشاء کے مطابق تھا میں نے استعفیٰ دیکر اپنے تئیں اس نوکری سے جو میری طبیعت کے مخالف تھی سبکدوش کر دیا اور پھر والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا......

بقول صاحب مثنوی رومی وہ تمام ایام سخت کراہت اور درد کے ساتھ میں نے بسر کئے۔

من بہر جمعیتے نالاں شُدم جفت خوشحالاں و بدحالاں شُدم ۔۔ ہر کسے از ظنِ خود شُد یارِ من وز درونِ من نجست اسرارِ من

آپؑ کی والدہ ماجدہ کا انتقال۔1868ء

جب آپؑ کے والد ماجد نے آپ کو استعفیٰ دیکر واپس آنے کا ارشاد فرمایا تو آپؑ کی والدہ ماجدہ قادیان میں سخت بیمار تھیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیماری کی حالت میں آپ کی والدہ ماجدہ نے بھی جنہیں آپ سے بہت محبت تھی آپ کے والد ماجد سے آپ کو واپس بُلانے کا تقاضا کیا ہوگا۔اور والد خود بھی چار سال کا لمبا عرصہ اپنے خدا رسیدہ لختِ جگر سے جُدا رہنے پر اداس ہو گئے ہوں گے۔ چنانچہ جب آپ امرتسر پہنچے اور قادیان کے لئے یکہ کا انتظام کیا تو اس اثناء میں قادیان سے ایک اور آدمی آپ کو لینے کے لئے امرتسر پہنچ گیا۔اس آدمی نے یکّہ بان سے کہا کہ یکہ جلدی چلاؤ۔آپ کی والدہ کی حالت بہت نازک تھی تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا۔حالت بہت نازک تھی جلدی کرو کہیں فوت نہ ہو گئی ہوں۔آپ کو یہ سنتے ہی یقین ہو گیا کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ چنانچہ جب آپ قادیان پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ کا یہ گمان درست تھا۔آپ کی والدہ ماجدہ واقعی انتقال کر چکی تھیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ کے لئے اگر چہ اپنی والدہ ماجدہ کی جدائی کا زخم شدید تھا مگر آپؑ نے پورے صبر اور سکون سے اس صدمہ عظیم کو برداشت کیا۔ پیچھے گذر چکا ہے کہ آپ کے والد ماجد آپ کو دنیوی مشاغل میں حصہ نہ لینے اور دینی کُتب کے مطالعہ میں مصروف رہنے کی وجہ سے ''مُلّاں'' کہہ کر پُکارا کرتے تھے مگر اس کے برعکس آپ کی والدہ ماجدہ کو آپ سے نیکی تقویٰ اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی وجہ سے شدید محبت تھی۔اور ذرا ذرا سی بات پر آپ پر سو جان سے قربان ہو جایا کرتی تھیں۔اور آپ کی ہر قسم کی ضرورتوں کا خیال رکھتیں تھیں۔حضرت اقدسؑ کی اپنی والدہ ماجدہ سے محبت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی وفات کے بعد آپ جب کبھی ان کا ذکر فرماتے تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔آپ کے سوانح نگار حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ کا چشم دید بیان ہے کہ حضور علیہ السلام ایک مرتبہ سیر کی غرض سے اپنے پُرانے خاندانی قبرستان کی طرف نکل گئے۔راستہ سے ہٹ کر آپ ایک جوش کے ساتھ اپنی والدہ صاحبہ کے مزار پر آئے اور اپنے خدام سمیت ایک لمبی دُعا فرمائی اور چشم پُرآب ہو گئے۔آپ کی والدہ ماجدہ حضرت چراغ بی بی صاحبہ کی تاریخ وفات کی ابھی تک تعین نہیں ہو سکی تاہم یہ پکّی بات ہے کہ آپ کی وفات کا سن 1868ء ہی ہے۔آپ کا مزار مبارک حضرت اقدسؑ کے قدیم خاندانی قبرستان میں جو قادیان کے مغرب کی طرف جو عید گاہ کے ساتھ واقع ہے موجود ہے۔

(حیات طیبہ ص۔27۔شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل)

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کا امورِ آخرت کی طرف رُجحان

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے ابتداء میں اپنی جدّی جائیداد کے حصول کے لئے جب مقدمات میں قدم رکھا تھا تو انہیں اپنی کامیابی پر کامل یقین تھا۔لیکن جب ایک لمبا عرصہ ان مقدمات کی کشمکش میں الجھنے کے بعد آپ کو اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل نہ ہوئی اور مقبوضہ جائیداد اور جمع شدہ سرمایہ بھی غارت ہوتا دکھائی دیا تو سخت غمگین رہنے لگے۔اپنی رفیقہ حیات کی جدائی کا غم مزید برآں تھا۔

حضرت اقدسؑ ان واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں جب اپنے والد صاحب کی خدمت میں پھر حاضر ہوا تو بدستور انہی زمینداری کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔اکثر حصہ وقت کا قرآن شریف کے تدبّر اور تفسیروں اور حدیثوں کے دیکھنے میں صرف ہوتا تھا۔اور بسا اوقات حضرت والد صاحب کو وہ کتابیں سُنایا بھی کرتا تھا اور والد صاحب اپنی

ناکامیوں کی وجہ سے اکثر مغموم اور مہموم رہتے تھے۔ انہوں نے پیروی مقدمات میں ستّر ہزار کے قریب روپیہ خرچ کیا۔ جس کا انجام آخر ناکامی تھا کیوں کہ ہمارے بزرگوں کے دیہات مدت سے ہمارے قبضہ سے نکل چکے تھے اور ان کا واپس آنا ایک خیال خام تھا۔ اس نامرادی کی وجہ سے حضرت والد صاحب مرحوم ایک نہایت عمیق غم وحزن اور اضطراب میں زندگی بسر کرتے تھے اور مجھے ان خیالات کو دیکھ کر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے کا موقعہ حاصل ہوتا تھا۔ کیوں کہ حضرت والد صاحب کی تلخ زندگی کا نقشہ مجھے اس بے لوث زندگی کا سبق دیتا ہے جو دنیوی کدورتوں سے پاک ہے اگرچہ حضرت مرزا صاحب کے چند دیہات ملکیت باقی تھے اور سرکار انگریزی کی طرف سے کچھ انعام بھی سالانہ مقرر تھا۔ اور ایام ملازمت کی پینشن بھی تھی۔ مگر جو کچھ وہ دیکھ چکے تھے اس لحاظ سے وہ سب کچھ ہیچ تھا۔ اس وجہ سے وہ ہمیشہ مغموم اور محزون رہتے تھے اور بار بار کہتے تھے کہ جس قدر میں نے اس پلید دنیا کے لئے سعی کی ہے اگر میں وہ سعی دین کے لئے کرتا تو شاید آج قطب وقت یا غوث وقت ہوتا اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

عمر بگذشت و نماند ست جُز ایا مے چند　　　　به کہ در یادِ کسے صبح کنم شامے چند

اور میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ وہ ایک اپنا بنایا ہوا شعر رِقّت کے ساتھ پڑھتے تھے اور وہ یہ ہے
از درِتوا ے کسِ ہر بیکسے نیست امید کہ رَوَم ناامید اور کبھی درددل سے یہ شعر اپنا پڑھا کرتے تھے
بآب دیدۂ عشاق و خاکپائے کسے　　　　مرادِ لے ست کہ درخوں تپد بجائے کسے　　(حیات طیبہ ص28)

آپؑ کے والد ماجد کی وفات۔ جون 1876ء

اوائل جون 1876ء کا ذکر ہے۔ آپ ایک مقدمہ کے سلسلہ میں لاہور تشریف لے گئے ابھی آپ لاہور میں ہی تھے کہ ایک خواب کے ذریعہ آپ کو بتلایا گیا کہ آپ کے والد صاحب کی وفات کا وقت قریب ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''جب مجھے یہ خواب آیا تھا تب میں جلدی سے قادیان پہنچا اور ان کو مرض زحیر میں مبتلاء پایا لیکن یہ امید ہرگز نہ تھی کہ وہ دوسرے دن میرے آنے سے فوت ہو جائیں گے۔ کیوں کہ مرض کی شدّت کم ہو چکی تھی اور وہ بڑے استقلال سے بیٹھے رہتے تھے۔ دوسرے دن دوپہر کے وقت ہم سب عزیزان ان کی خدمت میں حاضر تھے کہ مرزا صاحبؒ نے مہربانی سے مجھے فرمایا کہ اس وقت تم ذرا آرام کرلو۔ کیونکہ جون کا مہینہ تھا اور سخت گرمی پڑتی تھی۔ میں آرام کے لئے ایک چوبارہ میں چلا گیا اور ایک نوکر پیر دبانے لگا۔ کہ اتنے میں تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھے یہ الہام ہوا **وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ** یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضاء وقدر کا منبع ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا اور مجھے سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارا والد آفتاب کے غروب کے بعد فوت ہو جائے گا۔ سبحان اللہ کیا شان خداوند عظیم ہے کہ ایک شخص جو اپنی عمر ضائع ہونے کی حسرت کرتا ہوا فوت ہوا ہے اس کی وفات کو عزا پُرسی کے طور پر بیان فرماتا ہے۔ اس بات سے اکثر لوگ تعجب کریں گے کہ خدا تعالیٰ کی عزا پُرسی کیا معنی رکھتی ہے مگر یاد رہے۔'' انہیں دنوں میں میں نے ایک خوبصورت مرد دیکھا اور میں نے اسے کہا کہ تم ایک عجیب خوبصورت ہو۔ تب اس نے اشارہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ میں تیرا بختِ بیدار ہوں اور میرے اس سوال کے جواب میں کہ تو عجیب خوبصورت آدمی ہے اس نے جواب دیا کہ ''ہاں میں درشنی آدمی ہوں۔''　　(حیات طیبہ ص۔35)

کثرت مکالمات ومخاطبات کی ابتدا

آپؑ کے والد ماجد کی وفات کے بعد ہی آپ پر کثرت سے مکالمات ومخاطبات کا نزول شروع ہو گیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''ایک طرف ان کا (یعنی والد ماجد کا) دنیا سے اٹھایا جانا تھا اور ایک طرف بڑے زور وشور سے سلسلہ مکالمات الٰہیہ کا مجھ سے شروع ہو گیا۔ میں کچھ بیان نہیں کرسکتا کہ میرا کونسا عمل تھا جس کی وجہ سے یہ عنایت الٰہی میرے شامل حال ہوئی صرف اپنے اندر یہ احساس کرتا ہوں کہ فطرتاً میرے دل کو خدا تعالیٰ کی وفاداری کے ساتھ ایک کشش ہے جو کسی چیز کے روکنے سے رُک نہیں سکتی۔ سو یہ اس کی عنایت ہے۔''

(حیات طیبہ 39۔ شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل)

آپؑ کی منکسر المزاجی اور حسن خلق کے چند نمونے

آپؑ کے بڑے بیٹے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ''والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گذاری۔'' قادیان کے کنہیا لعل صرّاف کا یہ بیان ہے کہ ایک دفعہ خود حضرت مرزا صاحبؑ کو بٹالہ جانا تھا آپ نے مجھے فرمایا کہ یکہ کروادیا جائے۔ حضرت جب نہر پر پہنچے تو آپ کو یاد آیا کہ کوئی چیز گھر میں رہ گئی ہے۔ یکے والے کو وہاں چھوڑا اور خود پیدل واپس تشریف لائے یکے والے کو ٹُل پر اور سواریاں مل گئیں۔ اور وہ بٹالہ روانہ ہوگیا اور مرزا صاحب غالباً پیدل ہی بٹالہ گئے تو میں نے یکے والے کو بُلا کر پیٹا اور کہا کہ کم بخت! اگر مرزا نظام الدین ہوتے تو تجھے خواہ تین دن وہاں بیٹھنا پڑتا تو بیٹھتا لیکن چونکہ یہ نیک اور درویش طبع آدمی ہے اس لئے تو ان کو چھوڑ کر چلا گیا۔ جب مرزا صاحبؑ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے مجھے بُلا کر فرمایا ''وہ میری خاطر کیسے بیٹھے رہتا اُسے مزدوری مل گئی اور چلا گیا۔''

(حیات طیبہ ص۔15۔ شیخ عبدالقادر سوداگرمل)

آپؑ کے خادم مرزا اسماعیل بیگ مرحوم کی شہادت ہے کہ جب حضرت اقدسؑ اپنے والد بزرگوار کے ارشاد کے ماتحت بعثت سے قبل مقدمات کی پیروی کے لئے جایا کرتے تھے تو سواری کے لئے گھوڑا بھی ساتھ ہوتا تھا اور میں بھی عموماً ہم رکاب ہوتا تھا، لیکن جب آپ چلنے لگتے تو آپؑ پیدل ہی چلتے اور مجھے گھوڑے پر سوار کردیتے۔ میں بار بار انکار کرتا اور عرض کرتا حضور مجھے شرم آتی ہے آپؑ فرماتے کہ:

''ہم کو پیدل چلتے شرم نہیں آتی۔ تم کو سوار ہوتے کیوں شرم آتی ہے۔''

جب حضرت قادیان سے چلتے تو ہمیشہ پہلے مجھے سوار کرتے جب نصف سے کم یا زیادہ راستہ طے ہوجاتا تو میں اتر پڑتا اور آپؑ سوار ہوجاتے اور اسی طرح جب عدالت سے واپس ہونے لگتے تو پہلے مجھے سوار کرتے اور بعد میں آپ سوار ہوتے۔ جب آپؑ سوار ہوتے تو گھوڑا جس چال سے چلتا اسی چال سے چلنے دیتے۔'' (حیات طیبہ ص16۔ شیخ عبدالقادر سوداگرمل) (27.0 سے 27.51 کے لئے دیکھیں۔۔ حیات طیبہ ص 1-30 شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل)

''بعض نادان مجھ پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ یہ شخص انگریزوں کے ملک میں رہتا ہے۔ اس لئے جہاد کی مخالفت کرتا ہے۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر میں جھوٹ سے اس گورنمنٹ کو خوش کرنا چاہتا۔ تو میں بار بار کیوں کہتا کہ عیسیٰ بن مریم صلیب سے نجات پا کر اپنی طبعی موت سے بمقام سری نگر مر گیا اور نہ وہ خدا تھا۔ نہ خدا کا بیٹا۔ کیا انگریز مذہبی جوش رکھنے والے میرے اس فقرہ سے ناراض نہیں ہونگے۔ پس سنو۔ اے نادانو۔ میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کے لئے ہم پر تلوار چلاتی ہے۔ قرآن شریف کی رو سے مذہبی جنگ کرنا حرام ہے۔''

(کشتی نوح حاشیہ۔ ص68)

''ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔ سو خبردار رہو ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔ جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا۔ سو تم اس کو مت چھوڑو۔ اور ضرور ہے کہ تم دکھ دئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔'' (کشتی نوح)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حلیہ مبارک و خصائل و شمائل اور اخلاق عالیہ



یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگاہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار (درثمین 144)

حلیہ مبارک اور ذاتی خصائل

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اعلیٰ درجہ کے مردانہ حسن کے مالک تھے اور فی الجملہ آپ کی شکل ایسی وجیہہ اور دلکش تھی کہ دیکھنے والا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ ایک دفعہ مردان کا ایک شخص قادیان آیا۔ یہ شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سخت ترین دُشمن تھا اور اس نے قادیان آکر اپنی رہائش کے لئے مکان بھی احمدیہ محلہ سے باہر لیا۔ ایک احمدی دوست نے اس سے کہا کہ تم نے حضرت مسیح موعودؑ کو تو دیکھنا پسند نہیں کیا مگر ہماری مسجد تو دیکھتے جاؤ۔ وہ اس بات کے لئے رضامند ہو گیا مگر شرط کی کہ مجھے ایسے وقت میں مسجد دکھاؤ جب مرزا صاحبؑ مسجد میں نہ ہوں۔ چنانچہ یہ صاحب اسے ایسے وقت میں قادیان کی مسجد مبارک دکھانے کے لئے لے گئے کہ جب نماز کا وقت نہیں تھا اور مسجد خالی تھی۔ مگر قدرت خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ادھر یہ شخص مسجد میں داخل ہوا اور اُدھر حضرت مسیح موعودؑ کے مکان کی کھڑکی کھلی اور حضورؑ کسی کام کے تعلق میں اچانک مسجد میں تشریف لے آئے۔ جب اس شخص کی نظر حضرت مسیح موعودؑ پر پڑی تو وہ حضورؑ کا نورانی چہرہ دیکھتے ہی بیتاب ہو کر حضور کے قدموں میں آ گرا اور اسی وقت بیعت کر لی۔

آپؑ کا چہرہ کتابی تھا اور رنگ سفیدی مائل گندمی تھا اور خط وخال نہایت متناسب تھے۔ سر کے بال بہت ملایم اور سیدھے تھے مگر بالوں کے آخری حصہ میں کسی قدر خوبصورت خم پڑتا تھا۔ داڑھی گھنی دار تھی مگر رخسار بالوں سے پاک تھے۔ قد درمیانہ تھا اور جسم خوب سڈول اور متناسب تھا اور ہاتھ پاؤں بھرے بھرے اور ہڈّی فراخ اور مضبوط تھی چلنے میں قدم بہت تیزی سے اٹھتا تھا مگر یہ تیزی ناگوار نہیں معلوم ہوتی تھی۔ زبان بہت صاف تھی مگر کسی لفظ میں کبھی کبھی خفیف سی لُکنت پائی جاتی تھی جو صرف ایک چوکس آدمی ہی محسوس کر سکتا تھا۔ پچھتّر سال کی عمر پائی مگر کمر میں کبھی خم نہیں آیا اور نہ ہی رفتار میں فرق پڑا۔ دور کی نظر ابتداء سے کمزور تھی مگر پڑھنے کی نظر آخر تک اچھی رہی اور یومِ وصال تک تصنیف کے کام میں مصروف رہے۔ کہتے ہیں کہ ابتداء میں جسم زیادہ ہلکا تھا۔ مگر آخر عمر میں کسی قدر بھاری ہو گیا تھا۔

آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا یا یونہی بلا ضرورت اِدھر اُدھر نظر اٹھانے کی عادت بالکل نہیں تھی۔ بلکہ اکثر اوقات آنکھیں نیم بند اور نیچے کی طرف جھکی رہتی تھیں۔ گفتگو کا انداز یہ تھا کہ ابتداء میں آہستہ آہستہ کلام شروع فرماتے تھے مگر پھر حسب حالات اور حسب تقاضائے وقت آواز بلند ہوتی جاتی تھی۔ چہرہ کی جلد نرم تھی اور جذبات کا اثر فوراً ظاہر ہونے لگتا تھا۔ لباس ہمیشہ پُرانی ہندوستانی وضع کا پہنتے تھے۔ یعنی عموماً بند گلے کا کوٹ یا جُبّہ۔ دیسی کاٹ کا کرتہ یا قمیص اور معروف شرعی ساخت کا پاجامہ جو آخر میں عموماً گرم ہوتا تھا۔ جوتا ہمیشہ دیسی پہنا کرتے تھے اور ہاتھ میں عصا رکھنے کی عادت تھی۔ سر پر اکثر سفید ململ کی پگڑی باندھتے تھے جس کے نیچے عموماً نرم قسم کی رومی ٹوپی ہوتی تھی۔ کھانے میں نہایت درجہ سادہ مزاج تھے اور کسی چیز سے شغف نہیں تھا بلکہ جو چیز بھی مُیسّر آتی تھی بے تکلّف تناول فرماتے تھے۔ اور عموماً سادہ غذا کو پسند فرماتے تھے۔ غذا بہت کم تھی اور جسم اس بات کا عادی تھا کہ ہر قسم کی مشقّت برداشت کر سکے۔''

اپنے خداداد مشن کے متعلق کامل یقین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے نظیر محبت

''جہاں تک ان اخلاق کا سوال ہے جو دین اور ایمان سے تعلق رکھتے ہیں حضرت مسیح موعودؑ میں دو خلق خاص طور پر نمایاں نظر آتے تھے۔ اوّل اپنے خداداد مشن پر کامل یقین دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بینظیر عشق ومحبّت۔ یہ دو اوصاف آپ کے اندر اس قدر کمال کو پہنچے ہوئے تھے کہ آپؑ کے ہر قول اور فعل اور ہر حرکت وسکون میں ان کا پُرزور جلوہ نظر آتا تھا۔ بسا اوقات اپنے خداداد مشن اور الہامات کا ذکر کر کے فرماتے تھے کہ مجھے ان کے متعلق ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ دنیا کی کسی چیز کے متعلق زیادہ سے زیادہ یقین ہو سکتا ہے۔ اور بعض اوقات اپنی پیشگوئیوں کا ذکر کر کے فرماتے تھے کہ چونکہ وہ خدا کے منہ سے نکلی ہوئی ہیں اس لئے وہ ضرور پوری ہو کر رہیں گی۔ اور اگر وہ پوری نہ ہوں تو میں اس بات کے لئے تیار ہوں کہ مجھے مفتری قرار دیکر برسرِ عام پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے تا کہ میرا وجود دوسروں کے لئے باعث عبرت ہو۔ ایک جگہ اپنے منثور کلام میں فرماتے ہیں:

''یہ مکالمہ الٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے۔ اگر میں ایک دم کے لئے بھی اس میں شک کروں تو کافر ہو جاؤں اور میری آخرت تباہ ہو جاوے۔ وہ کلام جو میرے پر نازل ہوا یقینی اور قطعی ہے اور جیسا کہ آفتاب اور اس کی روشنی کو دیکھ کر کوئی شک نہیں کر سکتا کہ یہ آفتاب اور یہ اس کی روشنی ہے۔ ایسا ہی میں اس

کلام میں شک نہیں کرسکتا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا ہے اور میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر۔'' (تجلیات الٰہیہ)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی محبت وعشق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جان و دلم فدائے جمالِ محمد است ☆ خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمد است
دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش ☆ در ہر مکاں ندائے جمال محمد است

(اشتہار 20 فروری 1886ء)

یعنی ''میری جان و دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خداداد پر قربان ہیں۔ اور میں آپ کے آل وعیال کے کوچہ کی خاک پر نثار ہوں۔ میں نے اپنے دل کی آنکھ سے دیکھا اور ہوش کے کانوں سے سُنا ہے کہ ہر کون ومکان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے جمال کی ندا آرہی ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم ☆ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
جانم فدا شود برہِ دین مصطفیٰؐ ☆ اینست کامِ دل اگر آید میسّرم

(ازالہ اوہام صفحہ 176)

یعنی ''خدا سے اتر کر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عشق کی شراب سے متوالا ہو رہا ہوں۔ اور اگر یہ بات کفر میں داخل ہے تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں۔ میرے دل کا واحد مقصد یہ ہے کہ میری جان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے راستہ میں قربان ہوجائے۔ خدا کرے کہ مجھے یہ مقصد حاصل ہوجائے۔'' حضرت مسیح موعودؑ پھر فرماتے ہیں

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا ☆ نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں ☆ وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ ☆ باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

('قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ 65 'مصنفۂ 1907ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ والہانہ محبّت محض کاغذی یا نمائشی محبت نہیں تھی بلکہ آپ کے ہر قول وفعل اور حرکت وسکون میں اس کی ایک زندہ اور زبردست جھلک نظر آتی تھی۔ ایک دفعہ آپؑ علیحدگی میں ٹہلتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درباری شاعر حسّان بن ثابت کا یہ شعر پڑھ رہے تھے اور ساتھ ساتھ آپؑ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے جارہے تھے۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

یعنی ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تُو میری آنکھ کی پُتلی تھا پس تیری وفات سے میری آنکھ اندھی ہوگئی۔ سو اب تیرے بعد جس شخص پر چاہے موت آجاوے مجھے اس کی پروا نہیں کیونکہ مجھے تو صرف تیری موت کا ڈر تھا جو واقع ہوگئی۔'' راوی بیان کرتا ہے کہ جب آپ کے ایک مخلص صحابی نے آپؑ کو اس رقّت کی حالت میں دیکھا تو گھبرا کر پوچھا کہ ''حضرت! یہ کیا معاملہ ہے؟'' آپؑ نے فرمایا ''کچھ نہیں میں اس وقت یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہورہی تھی کہ کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا۔''

قادیان میں ایک صاحب محمد عبداللہ ہوتے تھے جنہیں لوگ پروفیسر کہہ کر پُکارتے تھے۔ وہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن بہت مخلص تھے مگر جوش اور غصہ میں بعض اوقات اپنا توازن کھو بیٹھتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں کسی نے بیان کیا کہ فلاں مخالف نے حضورؑ کے متعلق فلاں جگہ بڑی سخت زبانی سے کام لیا ہے اور حضورؑ کو گالیاں دی ہیں۔ پروفیسر صاحب طیش میں آکر بولے کہ اگر میں ہوتا تو اس کا سر پھوڑ دیتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بے ساختہ فرمایا ''نہیں۔ نہیں ایسا نہیں چاہئے۔ ہماری تعلیم صبر اور نرمی کی ہے۔ پروفیسر صاحب اس وقت غصہ میں آپے سے باہر ہورہے تھے۔ جوش کے ساتھ بولے کہ واہ صاحب واہ! یہ کیا بات ہے۔ آپ کے پیر (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی بُرا بھلا کہے تو آپ فوراً مباہلہ کے ذریعہ اسے جہنّم تک پہنچانے کو تیار ہوجاتے ہیں مگر ہمیں یہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص آپ کو ہمارے سامنے گالی دے تو ہم صبر کریں!! پروفیسر

صاحب کی یہ غلطی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بڑھ کر صبر کس نے کیا ہے؟ اور کس نے کرنا ہے؟ مگر اس چھوٹے سے واقعہ میں عشق رسول اور غیرت ناموس رسول کی وہ جھلک نظر آتی ہے جس کی مثال کم ملے گی۔

خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے بڑے لڑکے تھے جو ڈپٹی کمشنر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے اور دنیا کا بڑا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی بھر حضورؑ کی بیعت میں داخل نہیں ہوئے گو بعد میں انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانہ میں بیعت کر لی۔ بہر حال خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے غیر احمدی ہونے کے زمانہ کی بات ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے فرمایا ''ایک بات میں نے والد صاحب (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) میں خاص طور پر دیکھی ہے۔ اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف والد صاحب ذراسی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ذراسی بات بھی کہتا تو والد صاحب کا چہرہ سُرخ ہو جاتا تھا اور غصہ سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے والد صاحب کو جو عشق تھا ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا اور مرزا سُلطان احمد صاحب نے اس بات کو بار بار دہرایا۔

ایک دفعہ بالکل گھریلو ماحول کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت کچھ ناساز تھی اور آپ گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور حضرت امّاں جان نوّر اللہ مرقدہا اور حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم بھی پاس بیٹھے تھے کہ حج کا ذکر شروع ہو گیا۔ حضرت نانا جان نے کوئی ایسی بات کہی ہے کہ اب تو حج کے لئے سفر اور رستہ وغیرہ کی سہولت پیدا ہو رہی ہے حج کو چلنا چاہئے۔ اس وقت زیارت حرمین شریفین کے تصور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ اور آپؑ اپنے ہاتھ کی انگلی سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ حضرت نانا جانؓ کی بات سُن کر فرمایا ''یہ تو ٹھیک ہے اور ہماری بھی دلی خواہش ہے مگر میں سوچا کرتا ہوں کہ کیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار کو دیکھ بھی سکوں گا۔''

(روایت حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ)

یہ ایک خالصۃً گھریلو ماحول کی بظاہر چھوٹی سی بات ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس میں اس اتھاہ سمندر کی طغیانی لہریں کھیلتی ہوئی نظر آتی ہیں جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے قلب صافی میں موجزن تھیں۔ حج کی کس سچے مسلمان کو خواہش نہیں مگر ذرا اس شخص کی بے پایاں محبت کا اندازہ لگاؤ جس کی روح حج کے تصور میں پروانہ وار رسول پاک (فداہ نفسی) کے مزار پر پہنچ جاتی ہے اور وہاں اس کی آنکھیں اس نظارہ کی تاب نہ لا کر بند ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی عشق کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کی آل و اولاد اور آپؐ کے صحابہؓ سے بھی بے پناہ محبت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ جب محرم کا مہینہ تھا اور حضرت مسیح موعودؑ اپنے باغ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے آپؑ نے مبارکہ بیگم سلمہا اور مبارک احمد مرحوم کو جو سب بہن بھائیوں میں چھوٹے تھے اپنے پاس بُلایا اور فرمایا ''آؤ میں تمہیں محرّم کی کہانی سُناؤں'' پھر آپؑ نے بڑے درد انگیز انداز میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات سُنائے۔ آپؑ یہ واقعات سناتے جاتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسوں رواں تھے اور آپؑ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپؑ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا ''یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریمؐ کے نواسے پر کروایا مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔'' اس وقت آپؑ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپؑ کا دل بہت بے چین ہو رہا تھا اور یہ سب کچھ رسول پاکؐ کے عشق کی وجہ سے تھا۔'' (روایات حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ)

مذہبی بزرگوں کا احترام

''مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے یہ معنی نہیں تھے کہ آپ دوسرے بزرگوں کی محبت سے خالی تھے بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے آپ کے دل میں دوسرے پاک نفس بزرگوں کی محبت کو بھی خاص جلا دے دی تھی اور آپ کسی بزرگ کی ہتک گوارا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنے اصحاب کی ایک مجلس میں یہ ذکر فرما رہے تھے کہ نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت ضروری ہے اور امام کے پیچھے بھی سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہئے۔ اس پر حاضرین میں سے کسی شخص نے عرض کیا کہ ''حضور کیا سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی؟'' آپؑ نے

فوراً فرمایا کہ ''نہیں نہیں۔ ہم ایسا نہیں کہتے کیونکہ حنفی فرقہ کے کثیر التعداد بزرگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کی تلاوت ضروری نہیں اور ہم ہرگز یہ خیال نہیں کرتے کہ ان بزرگوں کی نماز نہیں ہوئی۔

اسلام کے گذشتہ مجددین کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بڑی غیرت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے بچپن کے زمانہ میں جہانگیر کا شاندار مقبرہ دیکھنے کا شوق ظاہر کیا۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے نصیحت کے رنگ میں فرمایا: ''میاں تم جہانگیر کا مقبرہ دیکھنے کے لئے بے شک جاؤ لیکن اس کی قبر پر نہ کھڑا ہونا کیوں کہ اس نے ہمارے ایک بھائی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ہتک کی تھی۔'' (روایات میاں عبدالعزیز صاحب مغل مرحوم) تین سو سال سے زائد زمانہ گذرنے پر بھی ایک مسلمان بادشاہ کے ایسے فعل پر جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے اسلامی تاریخ میں گویا ایک عام واقعہ ہے کیونکہ مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں ایسے کئی واقعات گذر چکے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس قدر غیرت ظاہر کرنا اور حضرت مجدد الف ثانی کے لئے بھائی جیسا پیارا لفظ استعمال کرنا اس یگانگت اور محبت اور عقیدت کی ایک بہت روشن مثال ہے جو آپؑ کے دل میں امت محمدیہؐ کے صلحاء کے لئے موجزن تھی۔ (روایات حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ)

اسی طرح آپؑ کو غیر مسلم قوموں کے بزرگوں کی عزت کا بھی بہت خیال تھا اور آپ ہر قوم کے تسلیم شدہ مذہبی بزرگوں کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے تھے بلکہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کے نام کو عزّت کے ساتھ دنیا میں قائم کر دیتا ہے اور لاکھوں کروڑوں انسانوں کے دلوں میں اس کی بزرگی کا خیال بٹھا دیتا ہے اور اس کے سلسلہ کو استقلال اور دوام حاصل ہو جاتا ہے تو ایسا شخص جسے اس قدر قبولیّت حاصل ہو جاوے جھوٹا نہیں ہوسکتا اور ہر انسان کا فرض ہے کہ سچوں کی طرح اس کی عزّت کرے اور کسی رنگ میں اس کی ہتک کا مرتکب نہ ہو۔ اس معاملہ میں خود اپنے مسلک کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: (سراج منیر)

با ہمہ پیغمبراں راچا کریم ہمچو خاکے اوفتادہ بردرے

ہر رسولے کو طریقِ حق نمود جانِ ما قرباں براں حق پرورے

یعنی ''میں ان تمام رسولوں کا خادم ہوں جو خدا کی طرف سے آتے رہے ہیں اور میرا نفس اُن پاک روحوں کے دروازے پر خاک کی طرح پڑا ہے۔ ہر رسول جو خدا کا رستہ دکھانے کیلئے آیا ہے (خواہ وہ کسی زمانہ اور کسی ملک میں آیا ہو) میری جان اس خادمِ دین پر قربان ہے۔''

حضرت مسیح موعودؑ کا صبر واستقلال اور شجاعت

روحانی مصلحوں کا راستہ پھولوں کی سیج میں سے نہیں گزرتا بلکہ انہیں فلک بوس پہاڑوں اور بے آب وگیاہ بیابانوں اور مہیب سمندروں میں سے ہو کر اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنا پڑتا ہے۔ بلکہ جتنا کسی رسول کا مشن زیادہ اہم اور زیادہ وسیع ہوتا ہے اتنا ہی اس کے راستوں میں ابتلاؤں اور امتحانوں کی بھی زیادہ کثرت ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود اپنی ان مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دعوت ہر ہرزہ گو کچھ خدمت آساں نہیں ہر قدم پہ کوہِ ماراں ہر گذر میں دشتِ خار (درثمین 146)

مگر آپؑ کو وہ چیز حاصل تھی جس کے سامنے یہ ساری مشکلات ہیچ ہو جاتی ہیں۔ فرماتے ہیں:

عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُرخطر عشق ہے جو سر جھکا دے زیرِ تیغِ آبدار (درثمین 160)

اور دل بھی آپؑ کو خدا نے وہ عطا کیا تھا جو دنیا کی کسی طاقت کے سامنے مرعوب ہونے والا نہیں تھا۔ فرماتے ہیں:

سخت جاں ہیں ہم۔ کسی کے بغض کی پروا نہیں دل قوی رکھتے ہیں ہم، دردوں کی ہے ہم کو سہار (درثمین 149)

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں ☆ ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار (حضرت مسیح موعودؑ۔ درثمین 149)

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک آریہ نے اسلام پر یہ اعتراض کیا کہ قرآن نے حضرت ابراہیم کے متعلق یہ بات قانون قدرت کے خلاف کہی ہے کہ جب دشمنوں نے ان کو آگ میں ڈالا تو خدا کے حکم سے آگ اُن پر ٹھنڈی ہوگئی۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّلؓ نے اس اعتراض کے جواب میں یہ لکھا کہ یہاں آگ سے مراد حقیقی آگ نہیں بلکہ دشمنی اور شرارت کی آگ مراد ہے۔ مگر جب حضرت مولوی صاحبؓ کے اس جواب کی اطلاع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہنچی تو آپؑ نے بڑے جلال کے ساتھ فرمایا کہ مولوی صاحب کو اس تاویل کی ضرورت نہیں تھی۔ خدا کے بنائے ہوئے قانون قدرت کا احاطہ کون کرسکتا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس موقعہ پر صرف ایک حقیقت اور ایک فلسفہ کا ہی اظہار نہیں فرمایا بلکہ ربّانی مصلح اور ذاتی مشاہدہ سے مشرّف انسان کی حیثیت سے بڑے وثوق اور جلال کے ساتھ یہ بھی فرمایا۔ ''حضرت ابراہیم کا زمانہ تو گذر چکا اب ہم خدا کی طرف سے اس زمانہ میں موجود ہیں۔ ہمیں کوئی دشمن آگ میں ڈالکر دیکھ لے خدا کے فضل سے ہم پر بھی آگ ٹھنڈی ہوگی۔'' چنانچہ اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی ایک نظم میں بھی فرماتے ہیں:۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی)

ترے مکروں سے اے جاہل مرا نقصاں نہیں ہرگز　　کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے　　(درثمین 106)

حضرت صوفی احمد جان صاحب کو جب پہلی مرتبہ 'براہین احمدیہ' کی زیارت نصیب ہوئی۔ تو وہ اپنی دوربین نگاہ سے حضرت کا بلند مقام اور عالی مرتبہ فوراً بھانپ گئے اور ہزار جان سے فریفتہ ہو کر پکار اٹھے

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نظر　　تم مسیحا بنو خدا کے لئے

یہ صرف ایک خالی دعویٰ نہیں تھا بلکہ جب سے کہ آپؑ نے خدا سے الہام پا کر مسیح موعودؑ ہونے کا اعلان کیا اس وقت سے لیکر اپنے یوم وصال تک آپؑ کی زندگی صبر و استقلال اور شجاعت کا ایسا شاندار منظر پیش کرتی ہے جو سوائے خدا کے خاص الخاص بندوں کے کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔ یہی وہ منظر تھا جس نے دشمنوں تک کے دل کو موہ لیا اور وہ بے اختیار ہو کر بول اٹھے کہ خواہ مرزا صاحب کے عقائد سے ہمیں کتنا ہی اختلاف ہوگا مگر اس میں شبہ نہیں کہ ''اس نے مخالفتوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا رستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔''　　(اخبار۔ کرزن گزٹ۔ دہلی)

محنت اور انہماک

جس وقت سے آپ نے خدا کے حکم کے ماتحت ماموریت کے میدان میں قدم رکھا اس وقت سے لیکر یوم وفات تک آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اس سپاہی کی طرح گذرا جسے کسی عظیم الشان قومی خطرے کے وقت میں کسی نہایت نازک مقام پر بطور نگران سنتری مقرر کیا گیا ہو اور اس کی چوکسی یا غفلت پر قوم و ملک کی زندگی اور موت کا انحصار ہو۔ یہ تشبیہہ قطعاً کسی مبالغہ کی حامل نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ یہ تشبیہہ اس حالت کا صحیح صحیح نقشہ کھینچنے سے قاصر ہے جو ہر دیکھنے والے کو مسیح موعودؑ کی زندگی میں نظر آتی ہے۔

آپؑ کی زندگی گویا ایک مقابلہ کی دوڑ تھی جس کا ہر قدم اس احساس کے ماتحت اٹھایا جاتا ہے کہ اس قدم کے اچھا اٹھ جانے پر اس مقابلہ کی ساری کامیابی یا ناکامی کا دارومدار ہے بسا اوقات کام کے انہماک میں حضرت مسیح موعودؑ کھانا اور سونا تک بھول جاتے تھے اور ایسے موقعوں پر آپ کو کھانے کے متعلق بار بار یاد کرا کے احساس بیدار کرنا پڑتا تھا۔ کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ تصنیف کے کام میں آپؑ نے ساری ساری رات خرچ کر دی اور ایک منٹ کے لئے بھی آرام نہیں کیا۔ اس قسم کے واقعات شاذ کے طور پر نہیں تھے بلکہ کام کے زور کے ایام میں کثرت کے ساتھ پیش آتے رہتے تھے اور دیکھنے والے حیران ہوتے تھے کہ آپؑ کی خلقت میں کس پاک مٹی کا خمیر ہے کہ فرائض منصبی کی ادائیگی میں اپنے نفس کے ہر آرام کو فراموش کر رکھا ہے۔ لیکن چونکہ آپ نے ہر جہت سے لوگوں کے لئے ایک پاک نمونہ بننا تھا اس لئے آپ کا یہ شغف اور یہ انہماک دوسروں کے حقوق کی ادائیگی میں دخل انداز نہیں ہوتا تھا اور سب لوگوں کے حقوق کو ایک مذہبی فریضہ کے طور پر احسن صورت میں ادا فرماتے تھے بلکہ اپنے نفس کی قربانی میں بھی جب آپؑ یہ دیکھتے تھے کہ یہ قربانی اس حد تک پہنچ گئی کہ بشری لوازمات کے ماتحت خود کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے تو آپ فوراً چوکس ہو کر اپنے نفس کے حقوق کی طرف بھی توجہ فرماتے تھے۔ اور اس طرح آپ نے اپنی زندگی کے ہر فعل کو ایک مقدس عبادت کا رنگ دے لیا تھا۔ بہرحال آپ کی زندگی مصروف اور فرائض منصبی کی ادائیگی کے لحاظ سے ایک بے نظیر نمونہ پیش کرتی تھی اور آپ صحیح اور کامل معنوں میں معمور الاوقات تھے اور آپ کے متعلق خدا کا یہ الہام کہ اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَا یُضَاعُ وَقْتُهٗ یعنی تو وہ برگزیدہ مسیح ہے جس کا کوئی وقت بھی ضائع جانے والا نہیں۔ آپ کی زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی پوری شان کے ساتھ جلوہ افروز تھا۔

2005ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سرائے طاہر کا افتتاح فرمایا۔ اس موقع پر لی گئیں کچھ یادگاری تصاویر

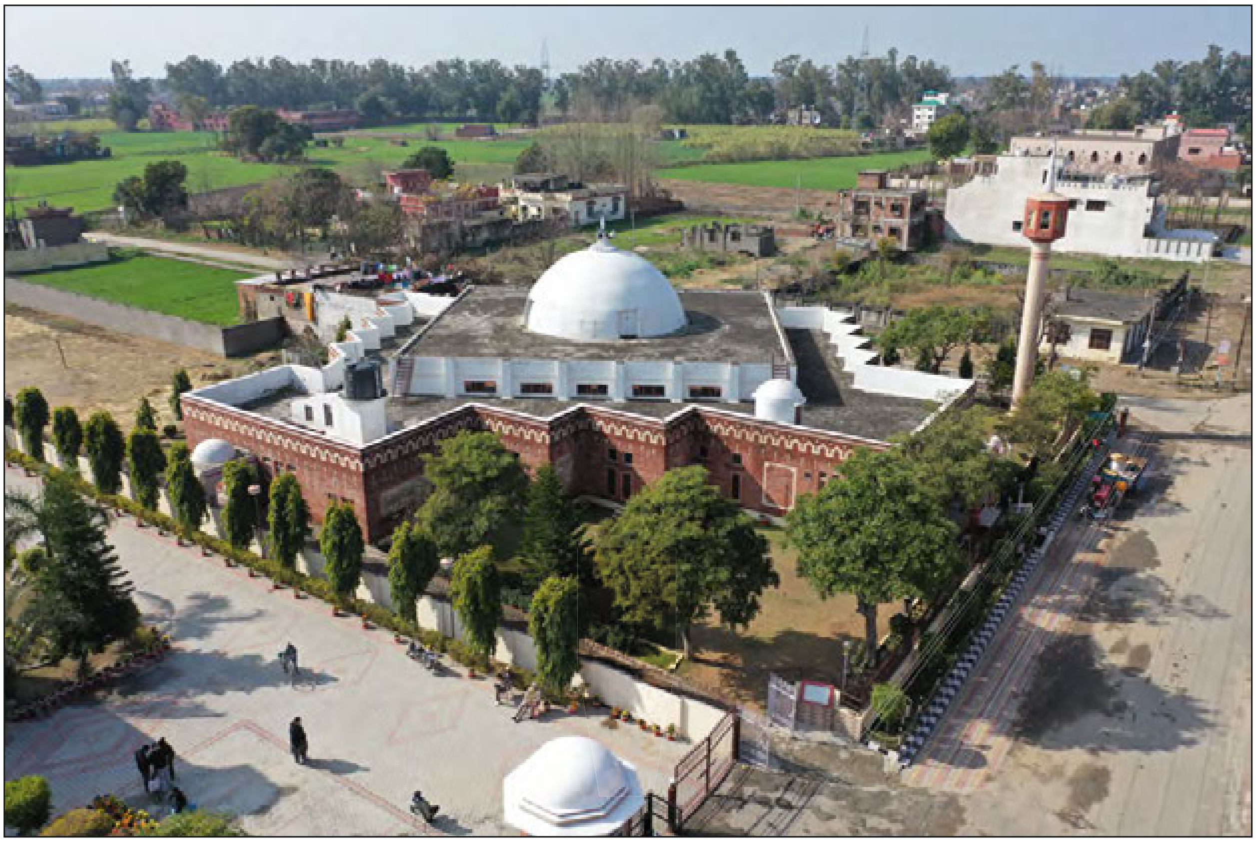


سرائے طاہر کی تعمیر کے تمام اخراجات مکرم ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب آف امریکہ نے ادا کئے اور عمارت کا ڈیزائن و تعمیر کی نگرانی خاکسار عبدالرشید آرکیٹیکٹ کو کرنے کی سعادت ملی۔









مسجد انوار کا ایک طائرانہ منظر



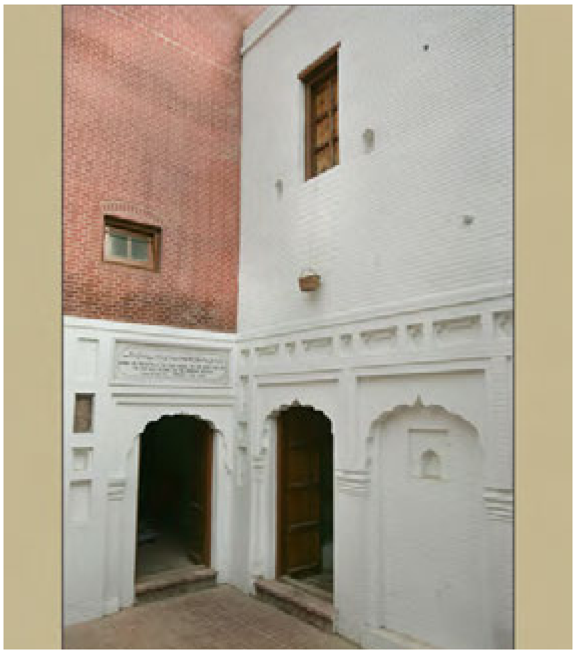
سرائے طاہر (جامعہ احمدیہ قادیان) کا ایک طائرانہ منظر



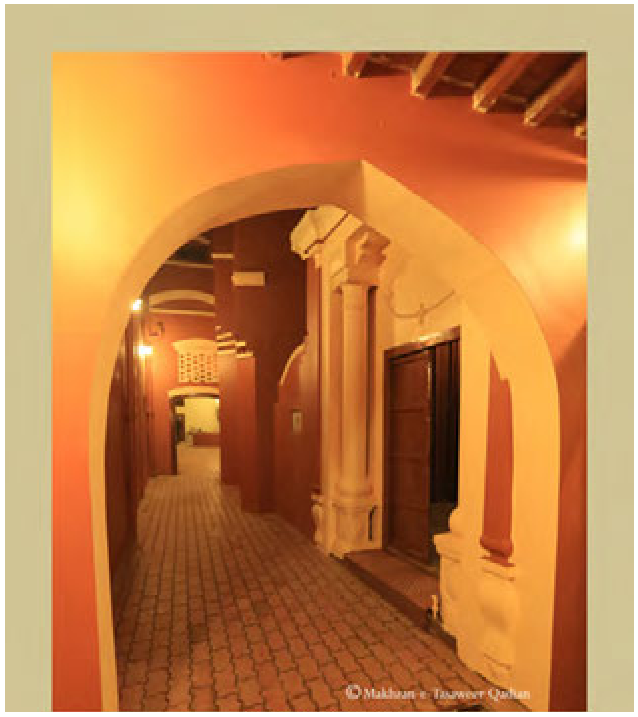




Main Entrance



دائیں طرف پہلی منزل پر جو بیت الریاضت کی کھڑکی ہے
یہاں سے حضور اقدسؑ آٹھ نو ماہ کے روزوں کے دوران اپنا
کھانا اٹھالیا کرتے تھے اور اس کے بالمقابل جو کھڑکی ہے
وہاں سے نیچے مقررہ وقت پر لڑکوں کو تقسیم کردیا کرتے تھے۔



گلی بطرف گھر مرزا سلطان احمد صاحب



سرائے طاہر کا اندرونی منظر

Sarai Tahir Qadian (Jamia Ahmadiyya Qadian)



مسجد نور کا ایک دلکش طائرانہ (اس مسجد میں 1914ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا انتخاب عمل میں آیا)



تعلیم الاسلام کالج (حال سکھ نیشنل کالج)، کالج کے عقب میں دار السلام کالونی نظر آ رہی ہے



حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یوروپین گیسٹ ہاؤسز کا معائنہ کرتے ہوئے



یو کے گیسٹ ہاؤس کی پرانی تصویر



یوروپین گیسٹ ہاؤسز کا سامنے سے دلکش منظر



یوروپین گیسٹ ہاؤسز کی سامنے کی پرانی تصویر



چار منزلہ رہائشی فلیٹس



UK گیسٹ ہاؤس



USA گیسٹ ہاؤس



Canada گیسٹ ہاؤس



Germany گیسٹ ہاؤس



قطعۂ خاص بہشتی مقبرہ کا ایک طائرانہ منظر



یوروپین گیسٹ ہاؤسز کا ایک دلکش طائرانہ منظر



جنازہ گاہ ومقام ظہور قدرت ثانیہ کا ایک طائرانہ منظر



بہشتی مقبرہ قادیان کے شمالی حصہ کا ایک طائرانہ منظر



مسجد اقصیٰ قادیان کا ایک طائرانہ منظر



لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک دلکش منظر



دارالمسیح قادیان کا ایک شاندار منظر



محلہ احمدیہ قادیان کا ایک منظر، نچلے حصہ میں گلابی رنگ کی عمارت دفاتر صدر انجمن احمدیہ و سفید عمارت لنگر خانہ کی ہے

عبادت الٰہی

جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی ایک مجسم عبادت تھی کیونکہ آپ کا ہر قول وفعل خواہ وہ بظاہر اپنے نفس کے حقوق کی ادائیگی کے لئے تھا یا اپنے اہل وعیال اور رشتہ داروں اور دوستوں اور مہمانوں اور ہمسایوں کے آرام کی خاطر تھا یا کسی اور غرض سے تھا اس میں آپ کی نیت صرف رضائے الٰہی کی جستجو تھی اور آپ اپنے آقا اور مخدوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک ارشاد کا عملی نمونہ تھے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ ہر اچھا کام جو انسان رضائے الٰہی کے خیال سے کرتا ہے وہ عبادت میں داخل ہے۔حتیٰ کہ اگر کوئی انسان اپنی بیوی کے منہ میں اس نیت کے ساتھ لقمہ ڈالتا ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ بیوی کے آرام کا خیال رکھو تو اس کا یہ فعل بھی ایک عبادت ہے۔اس معنی میں اور اس تشریح کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی ایک مجسم عبادت تھی۔مگر عبادت کے معروف مفہوم کے لحاظ سے بھی آپ کا پایہ نہایت بلند تھا۔جوانی کی زندگی جو نفسانی لذات کے زور کا زمانہ ہوتی ہے۔آپ نے ایسے رنگ میں گذاری کہ دیکھنے والوں میں آپ کا نام 'مسیتڑ' مشہور ہو گیا تھا جو پنجابی زبان میں ایسے شخص کو کہتے ہیں جو اپنا بیشتر وقت مسجد میں بیٹھ کر عبادت الٰہی میں گذار دے۔قرآن شریف کے مطالعہ میں آپ کو اس قدر شغف تھا کہ گویا وہ آپ کی زندگی کا واحد سہارا ہے جس کے بغیر جینا ممکن نہیں ہے۔اور قرآن شریف کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک جگہ خدا کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں　　قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے (حضرت مسیح موعودؑ۔درثمین 95)

پنجگانہ نماز تو خیر فرض ہی ہے جس کے بغیر کوئی شخص جو اسلام کا دعویٰ رکھتا ہو مسلمان نہیں رہ سکتا۔نفل نماز کے موقعوں کی بھی حضرت مسیح موعودؑ کو اسی طرح تلاش رہتی تھی جیسے ایک پیاسا انسان پانی کی تلاش کرتا ہے۔تہجد کی نماز جو نصف شب کے بعد اٹھ کر ادا کی جاتی ہے اس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا دستور تھا کہ باقاعدہ شروع وقت میں اٹھ کر ادا فرماتے تھے۔اور اگر کبھی زیادہ بیماری کی حالت میں بستر سے اٹھنے کی طاقت نہیں ہوتی تھی تو پھر بھی وقت پر جاگ کر بستر میں ہی اس مقدس عبادت کو بجالاتے تھے۔

جوانی کے عالم میں ایک دفعہ مسلسل آٹھ نو ماہ تک روزے رکھے۔اور آہستہ آہستہ خوراک کو اس قدر کم کر دیا کہ دن رات چند تولہ سے زیادہ نہیں کھاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خدا کے فضل سے اپنے نفس پر اس قدر قدرت حاصل ہے کہ اگر کبھی مجھے فاقہ کرنا پڑے تو قبل اس کے کہ مجھے ذرا بھی اضطراب ہو ایک موٹا تازہ شخص اپنی جان کھو بیٹھے۔بڑھاپے میں جبکہ صحت کی خرابی اور عمر کے طبعی تقاضے اور کام کے بھاری بوجھ میں گویا جسمانی طاقتوں کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔روزے کے ساتھ خاص محبت تھی اور بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ سحری کھا کر روزہ رکھتے تھے اور دن کے دوران میں ضعف سے مغلوب ہو کر جبکہ قریباً غشی کی سی حالت ہونے لگتی تھی خدائی حکم کے ماتحت روزے چھوڑ دیتے تھے۔مگر جب دوسرا دن آتا تو پھر شوق عبادت میں روزہ رکھ لیتے۔

زکوٰۃ آپ پر کبھی فرض نہیں ہوئی یعنی آپ کے پاس کبھی اس قدر روپیہ جمع نہیں ہوا کہ آپ پر کبھی زکوٰۃ فرض ہوتی بلکہ آپ نے اپنے محبوب آقا اور مخدوم نبیؐ کی طرح جو بھی ملا اسے خدا کی راہ میں اور دین کی ضروریات میں بے دریغ خرچ کر دیا۔اور دنیا کے اموال سے اپنے ہاتھوں کو خالی رکھا اور مقدس بانی اسلام کی طرح اس اصول کو حرزِ جان بنایا کہ **الفقر فخری** یعنی فقر کی زندگی گذارنا میرے لئے فخر کا موجب ہے۔

حج بھی آپ باوجود خواہش کے کبھی ادا نہیں کر سکے کیوں کہ اسلام میں حج کے لئے جو شرطیں مقرر کی ہیں وہ آپ کو میسر نہیں تھیں۔یعنی اول تو آپ کے پاس حج کے مصارف کے لئے کافی روپیہ جمع نہیں ہوا۔دوسرے ان خطرناک خطروں کے پیش نظر جو اسلامی دنیا میں آپ کے خلاف لگ چکے تھے آپ کے لئے حج کا رستہ یقیناً پُرامن نہیں تھا۔مگر خدا نے آپ کی اس خواہش کو بھی خالی نہیں جانے دیا۔چنانچہ آپؑ کی وفات کے بعد حضرت امّ المؤمنینؓ نے آپؑ کی خواہش کو اس طرح پورا فرما دیا کہ اپنے خرچ پر ایک شخص کو مکّہ مکرمہ میں بھجوا کر آپؑ کی طرف سے حج کروا دیا۔غرض آپ ہر جہت سے عبادت الٰہی میں بہترین نمونہ تھے۔

تقویٰ اللہ اور اطاعتِ رسول

حضرت مسیح موعودؑ کی تقویٰ کی باریک در باریک راہوں پر نگاہ رہتی تھی اور ہر قدم اٹھاتے ہوئے آپؑ کی نظر اس جستجو میں گھومتی تھی کہ اس معاملہ میں خدا اور اس کے رسول کا کیا ارشاد ہے؟ زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتیں جن میں ایک عام انسان کو یہ خیال تک نہیں جاتا کہ اس معاملہ میں بھی شریعت کا کوئی حکم ہوگا۔ ان میں بھی ہر قدم پر قرآن وحدیث کا حکم مستحضر رہتا تھا۔ اور آپ اس حکم کو رسم وعادت یا چٹی کے طور پر نہیں بلکہ ایک مقدس فرض کے طور پر رحمت کے اس احساس کے ساتھ بجالاتے تھے۔ میں ان بڑی باتوں کو دانستہ ترک کرتے ہوئے ایک نہایت معمولی واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے آپ کے ذوق آپ کے اطاعت رسولؐ کے جذبہ کا کسی قدر اندازہ کر سکتے ہیں۔ گورداسپور میں جبکہ مولوی کرم دین جہلمی کی طرف سے ایک فوجداری مقدمہ دائر تھا۔ ایک گرمیوں کی رات میں جبکہ سخت گرمی تھی اور آپ اسی روز قادیان سے گورداسپور پہنچے تھے۔ آپ کے لئے مکان کی کھلی چھت پر۔ (اتفاق سے اس مکان کی چھت پر معمولی منڈیر تھی اور کوئی پردہ کی دیوار نہیں تھی۔) جب حضرت مسیح موعودؑ بستر پر جانے لگے تو یہ دیکھ کر چھت پر کوئی پردہ کی دیوار نہیں ناراضگی کے لہجہ میں خدام سے فرمایا کہ ''میرا بستر اس جگہ کیوں بچھایا گیا ہے۔ کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے۔'' اور چونکہ اس مکان میں کوئی اور مناسب صحن نہیں تھا سو آپؑ نے باوجود شدت کی گرمی کے کمرہ کے اندر سونا پسند کیا مگر اس کھلی چھت پر نہیں۔ آپ کا یہ فعل اس خوف کی وجہ سے نہیں تھا کہ ایسی چھت پر سونا خطرہ کا باعث ہے بلکہ اس خیال سے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔

ایک اور موقعہ پر جب کہ آپؑ اپنے کمرہ میں بیٹھے تھے اور اس وقت دو تین باہر سے آئے ہوئے احمدی بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ کسی شخص نے دروازہ پر دستک دی۔ اس پر حاضر الوقت احباب میں سے ایک شخص نے اٹھ کر دروازہ کھولنا چاہا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ دیکھا تو گھبرا کر اٹھے اور فرمایا: ''ٹھہریں ٹھہریں میں خود کھولوں گا آپ دونوں مہمان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہیئے۔'' غرض حضرت مسیح موعودؑ کو نہایت چھوٹی چھوٹی باتوں میں قال اللہ اور قال الرسول کا انتہائی پاس تھا۔ اور زندگی کے ہر قدم پر خواہ وہ بظاہر کیسا ہی معمولی ہو آپ کی نظر لازماً سیدھی خدا اور اس کے رسول کی طرف اٹھتی تھی اس ضمن میں آپ نے جو تعلیم اپنے متبعین کو دی ہے۔ وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں: ''جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے کسی حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔ سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ اور شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تاتم اس کے لئے پکڑے نہ جاؤ اور مخصوص طور پر تقوی اللہ کی تعلیم دیتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ — مبارک وہ جس کا کام تقویٰ
سنو ہے حاصل اسلام تقویٰ — خدا کا عشق مے اور جام تقویٰ
مسلمانو! بناؤ تام تقویٰ — کہاں ایماں اگر ہے خام تقویٰ
یہ دولت تو نے مجھ کو اے خدا دی — فسبحان الذی اخزی الاعادی (درثمین 56)

راست گفتاری

''راست گفتاری کی صفت تقویٰ اور طہارت کا ہی ایک حصہ ہے لیکن چونکہ اس پر ایک روحانی مصلح کے دعویٰ کی بنیاد ہوتی ہے اس لئے اس کے تعلق میں ایک علیحدہ نوٹ نامناسب نہیں ہوگا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی راست گفتاری نہایت نمایاں اور مسلّم تھی۔ ظاہر ہے کہ عام حالات میں ہر شخص سچ بولتا ہے اور بلا وجہ کوئی شخص راستی کے طریق کو ترک نہیں کرتا۔ پس اس معاملہ میں انسان کا اصل امتحان عام حالات میں نہیں ہوتا بلکہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ ایسے حالات میں بھی صداقت پر قائم رہے جبکہ ایسا کرنے میں اس کی ذات یا اس کے عزیز واقارب یا اس کے دوستوں اور تعلق داروں یا اس کی قوم وملک کو کوئی نقصان پہنچتا ہو۔ ان حالات میں راست گفتاری حقیقتاً ایک بڑی قربانی کا درجہ رکھتی ہے اور وہی شخص اس کو اختیار کر سکتا ہے جو

سچائی کے مقابلہ پر ہر دنیاوی نفع اور ہر دنیاوی رشتہ کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو اور سچائی کے اختیار کرنے میں بظاہر جتنا زیادہ نقصان ہو یا جتنا زیادہ خطرہ درپیش ہو اتنا ہی اس کے مقابلہ پر اس قربانی کا درجہ نہایت بلند ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے لئے چونکہ ایک روحانی مصلح بننا مقدر تھا اس لئے آپ کی زندگی میں ایسے متعدد موقعے پیش آئے کہ جب راستی کو اختیار کرنا آپ کے لئے بظاہر بہت بڑے نقصان یا خطرے کا باعث تھا مگر آپ نے ہر ایسے موقع پر اپنے نفع اور فائدہ کو ذرہ کے برابر بھی حیثیت نہیں دی اور ایک مضبوط چٹان کی طرح صداقت اور راستی پر قائم رہے اور ہر قسم کے نقصان کو برداشت کیا مگر سچ کا دامن نہیں چھوڑا۔

تکلفات سے پاک زندگی

حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق عادات کا ایک اور نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپ کی زندگی کلیتہً تکلفات سے پاک تھی یعنی نہ صرف جیسا کہ اس باب کے شروع میں بتایا گیا ہے۔ آپ خوراک اور لباس وغیرہ کے معاملہ میں بالکل سادہ مزاج تھے بلکہ زندگی کے ہر شعبہ اور اخلاق کے ہر پہلو میں آپ کا ہر طریق ہر جہت سے سادہ اور ہر قسم کے تکلفات سے بالا تھا اور یوں نظر آتا تھا کہ آپ کے اعلیٰ اخلاق تمام مصنوعی آرائشوں سے آزاد ہو کر اپنے قدرتی زیور میں جلوہ افروز ہیں۔ کھانے میں، پینے میں، سونے میں، جاگنے میں، کام میں آرام میں، تکلیف میں آسائش میں، سفر میں، حضر میں، عزیزوں میں، بیگانوں میں، گھر کے اندر، گھر کے باہر غرض زندگی کے ہر پہلو میں آپ کے اخلاق و عادات اپنے فطری بہاؤ پر چلتے تھے اور ان میں تکلف کی کوئی دور کی جھلک بھی نظر نہیں آتی تھی۔

خوراک لباس وغیرہ کا ذکر اوپر گذر چکا ہے کہ ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادات نہایت درجہ سادہ تھیں۔ جو کھانا بھی آپ کے سامنے رکھ دیا جاتا آپ اسے بے تکلفی سے تناول فرماتے اور کبھی کسی کھانے پر اعتراض نہیں کیا اور نہ کبھی کھانے پینے کے شوقین لوگوں کی طرح کھانے کی خواہش کی۔ یہ نہیں کہ ملامتی فرقہ کے لوگوں کی طرح آپ کو اچھے کھانے سے پرہیز تھا اور ضرور ادنیٰ کھانا ہی کھاتے تھے۔ بلکہ جو کھانا بھی میسر آتا آپؑ اسے خوشی کے ساتھ کھاتے اور عموماً سادہ غذا پسند فرماتے تھے اسی طرح جو لباس بھی گھر میں تیار کروا دیا جاتا یا باہر سے تحفۃً آجاتا آپ اسے خوشی کے ساتھ استعمال فرماتے تھے۔ مگر سادہ لباس پسند تھا اور کسی قسم کے فیشن وغیرہ کا خیال تک نہ آتا تھا۔

ایک دفعہ حضرت میر ناصر نواب صاحب نے اپنے ایک غریب رشتہ دار کو جسے کوٹ کی ضرورت تھی اپنا ایک استعمال شدہ کوٹ بھجوایا۔ میر صاحب کے اس عزیز نے اس بات کو بہت بُرا منایا کہ مستعمل کوٹ بھیجا گیا ہے۔ اور ناراضگی میں کوٹ واپس کر دیا۔ جب خادم اس کوٹ کو واپس لا رہا تھا تو اتفاق سے اس پر حضرت مسیح موعودؑ کی نظر پڑ گئی۔ آپ نے اس سے حال دریافت فرمایا اور جب آپؑ کو یہ معلوم ہوا کہ کوٹ میر صاحب کو واپس جا رہا ہے تو حضرت مسیح موعودؑ نے اس خادم سے یہ کوٹ لے لیا اور فرمایا واپس کرنے سے میر صاحب کی دلشکنی ہوگی۔ تم مجھے دیجاؤ میں خود یہ کوٹ پہن لوں گا۔ اور میر صاحب سے کہہ دینا کہ کوٹ ہم نے اپنے لئے رکھ لیا ہے یہ ایک بہت معمولی سا واقعہ ہے مگر اس سے حضرت مسیح موعودؑ کے اعلیٰ اخلاق اور بے تکلفانہ زندگی پر کتنی روشنی پڑتی ہے۔

پیروں اور سجادہ نشینوں میں یہ ایک عام مرض ہے کہ کوئی مرید پیر کے برابر ہو کر نہیں بیٹھ سکتا یعنی ہر مجلس میں پیر کے لئے ایک مخصوص مسند مقرر ہوتی ہے اور مریدوں کو اس سے ہٹ کر نچلی جگہ بیٹھنا پڑتا ہے۔ بلکہ پیروں پر ہی حصر نہیں دنیا کے ہر طبقہ میں مجلسوں میں خاص مراتب ملحوظ رکھے جاتے ہیں اور کوئی شخص انہیں توڑ نہیں سکتا لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس میں قطعاً کوئی امتیاز نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ آپؑ کی مجلس میں ہر طبقہ کے لوگ آپؑ کے ساتھ مل کر اسی طرح ملے جُلے بیٹھتے تھے جیسے ایک خاندان کے افراد مل کر بیٹھتے ہیں۔ اور بسا اوقات اس بے تکلفانہ انداز کا یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ بظاہر ادنیٰ جگہ بیٹھ جاتے تھے اور دوسرے لوگوں کو اچھی جگہ مل جاتی تھی۔

بیسیوں مرتبہ ایسا ہو جاتا تھا کہ چارپائی کے سرہانے کی طرف کوئی دوسرا شخص اور پائنتی کی طرف حضرت مسیح موعودؑ ہیں یا ننگی چارپائی پر آپؑ ہیں اور بستر والی جگہ پر آپؑ کا کوئی مرید بیٹھا ہے یا اونچی جگہ میں کوئی مرید ہے اور نیچی جگہ میں آپؑ ہیں مجلس کی صورت کی وجہ سے بسا اوقات ایک نو وارد کو دھوکہ

لگ جاتا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کون ہیں؟ اور کہاں بیٹھے ہیں؟ مگر یہ ایک کمال ہے جو صرف انبیاء کی ہی جماعتوں میں پایا جاتا ہے کہ اس بے تکلفی کے نتیجہ میں کسی قسم کی بے ادبی نہیں ہوتی تھی بلکہ ہر شخص کا دل محبت اور ادب واحترام کے انتہائی جذبات سے معمور رہتا تھا۔ خادموں تک سے پوری بے تکلفی کا برتاؤ تھا۔

گھر کے کام کاج میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت نہایت درجہ سادہ اور تکلفات سے آزاد تھی۔ ضرورت کے موقعہ پر نہایت معمولی کام اپنے ہاتھ سے کر لیتے تھے اور کسی کام میں عار نہیں محسوس کرتے تھے۔ مثلاً چار پائی یا بکس وغیرہ اٹھا کر اِدھر اُدھر رکھنا یا بستر بچھانا یا کسی مہمان کے لئے کھانے یا ناشتے کے برتن لگا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانا وغیرہ وغیرہ۔ وبائی امراض کے ایام میں بسا اوقات حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود بھنگن کے سر پر کھڑے ہو کر نالیوں کی صفائی کرواتے تھے اور بعض اوقات نالیوں میں خود اپنے ہاتھ سے پانی بہا کر فینائل وغیرہ ڈالتے تھے۔ غرض حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی ہر جہت سے بالکل سادہ اور تکلفات کی آلائش سے بالکل پاک تھی۔

بیوی بچوں سے سلوک

قرآن شریف نے بار بار اور تاکید کے ساتھ مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ شفقت واحسان کا سلوک کریں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیث میں فرماتے ہیں **خیرکم خیرکم لاھلہ** یعنی اے مسلمانو! تم میں سے خدا کی نظر میں بہترین اخلاق والا شخص وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ سلوک کرنے میں سب سے بہتر ہے۔ اس معیار کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ یقیناً ایک خیر الناس وجود تھے۔ اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ آپ کا سلوک نہایت درجہ پاکیزہ اور حسن واحسان کی خوبیوں سے معمور تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ ایک بہترین خاوند اور بہترین باپ تھے۔ اور گھر کے اس بہشتی ماحول اور اس بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کی وجہ سے جماعت احمدیہ کی مستورات اپنے خانگی تنازعات میں حضرت مسیح موعودؑ کو اپنا ایک زبردست سہارا اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے ایک نہایت مضبوط ستون خیال کرتی تھیں۔ کیونکہ انہیں یہ یقین تھا کہ ہماری ہر شکایت نہ صرف انصاف بلکہ رحمت واحسان کے جذبات کے ساتھ سُنی جائیگی۔ ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کے عہد حکومت میں ایک دفعہ ایک معزز احمدی نے کسی خانگی بات میں ناراض ہو کر اپنی بیوی کو سخت سُست کہا۔ بیوی بھی حسّاس تھیں وہ خفا ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں آ گئیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ تک اپنی شکایت پہنچائی۔ دوسری طرف وہ صاحب بھی غصہ میں جماعت احمدیہ کے ایک نہایت معزز فرد حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم کے پاس آئے اور ان کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ تک اپنے حالات پہنچانے چاہے۔ حضرت مولوی صاحبؓ مرحوم کی طبیعت نہایت ذہین اور بامذاق تھی۔ اُس دوست کی بات سُن کر کہنے لگے ''میاں تم جانتے ہو کہ آج کل ملکہ کا راج ہے پس میرا مشورہ یہ ہے کہ چپکے سے اپنی بیوی کو منا کر واپس لے جاؤ اور جھگڑے کو لمبا نہ کرو۔'' چنانچہ اُن صاحب نے ایسا ہی کیا اور گھر کی ایک وقتی ناراضگی پھر امن اور خوشی کی صورت میں بدل گئی۔ لطیفہ اس بات میں یہ تھا کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے جو یہ کہا کہ آج کل ملکہ کا راج ہے اس سے ان کی یہ مراد تھی کہ جہاں آج کل حکومت انگریزی کی باگڈور ایک ملکہ کے ہاتھ میں ہے وہاں جماعت احمدیہ کی روحانی بادشاہت میں بھی جہاں تک اس قسم کے خانگی امور کا تعلق ہے حضرت مسیح موعودؑ گھر والوں کی بات کو زیادہ وزن دیتے ہیں اور عورتوں کی ہمدردی اور ان کے حقوق کا اُن کو خاص خیال رہتا ہے۔

دوسری طرف حضرت مسیح موعودؑ کے احسان اور شفقت کا یہ نتیجہ نہیں تھا کہ ہماری والدہ صاحبہ (یعنی امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ ناقل) کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کے ادب واحترام یا آپ کی قدر ومنزلت میں کوئی کمی آ جاتی بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے لئے ان کا رویہ نہایت مخلصانہ اور نہایت درجہ مؤدبانہ تھا۔ چنانچہ جب حضرت مسیح موعودؑ نے خدا سے علم پا کر اپنے لئے ایک نکاح ثانی کی پیشگوئی فرمائی تو گو یہ پیشگوئی بعض شرائط کے ساتھ مشروط تھی مگر پھر بھی اس کا اظہار ہر پہلو سے سمجھا جاتا تھا کہ یہ ایک نکاح کی پیشگوئی ہے اور لڑکی کے والدین اور عزیز واقارب حضرت مسیح موعودؑ کے سخت خلاف تھے تو ایسے حالات میں حضرت والدہ صاحبہؓ نے کئی دفعہ خدا کے حضور رو رو کے دعائیں کیں کہ ''خدایا تو اپنے مسیح کی سچائی کو ثابت کر اور اس رشتہ کے لئے خود اپنی طرف سے سامان مہیا کر دے۔'' اور جب حضرت مسیح موعودؑ نے ان سے دریافت کیا کہ اس رشتہ کے ہو جانے سے تو تم پر سوکن

آجاتی ہے پھر تم ایسی دعا کس طرح کرتی ہو؟'' تو حضرت امّ المؤمنینؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کچھ بھی ہو میری خوشی اسی میں ہے کہ آپ کے منہ سے نکلی ہوئی بات پوری ہوجائے۔'' اس چھوٹے سے گھریلو واقعہ سے اس بات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے بینظیر حسنِ سلوک اور عدیم المثال شفقت نے آپؑ کے اہل خانہ پر کسقدر غیر معمولی اثر پیدا کیا تھا۔ الغرض آپ کا اپنے اہل وعیال کے ساتھ ایسا اعلیٰ سلوک تھا کہ جس کی نظیر تلاش کرنا بے سود ہے!!

دوستوں کے ساتھ سلوک

حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا دل عطا کیا تھا کہ جو محبت اور وفاداری کے جذبات سے معمور تھا۔ آپؑ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے کسی کی محبت کی عمارت کو کھڑا کر کے پھر اس کو گرانے میں کبھی پہل نہیں کی۔ ایک صاحب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کے بچپن کے دوست اور ہم مجلس تھے مگر آپ کے دعویٰ مسیحیت پر آ کر انہیں ٹھوکر لگ گئی اور انہوں نے نہ صرف دوستی کو توڑ دیا بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے اشد ترین مخالفین میں سے ہوگئے اور آپ کے خلاف کُفر کا فتویٰ لگانے میں سب سے پہل کی۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں آخر وقت تک ان کی دوستی کی یاد زندہ رہی۔ اور گو آپ نے خدا کی خاطر ان سے قطع تعلق کرلیا اور ان کی فتنہ انگیزیوں کے ازالہ کے لئے ان کے اعتراضوں کے جواب میں زوردار مضامین بھی لکھے مگر ان سے دوستی کے زمانہ کو کبھی نہیں بھولے اور ان کے ساتھ قطع تعلق ہوجانے کو ہمیشہ تلخی کے ساتھ یاد رکھا۔ چنانچہ اپنے آخری زمانہ کے اشعار میں مولوی محمد حسین صاحب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

قَطَعۡتَ وِدَادًا قَدۡ غَرَسۡنَا فِی الصِّبَا وَلَیۡسَ فُؤَادِیۡ فِی الۡوِدَادِ یُقَصِّرُ

یعنی تو نے اس محبت کے درخت کو کاٹ دیا۔ جو ہم دونوں نے مل کر بچپن میں لگایا تھا۔ مگر میرا دل محبت کے معاملہ میں کوتاہی کرنے والا نہیں ہے۔

دوستی اور وفاداری کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل حقیقۃً بے نظیر جذبات کا حامل تھا۔ چنانچہ آپؑ کے مقرّب حواری حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ روایت کرتے ہیں: ''حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دن فرمایا: میرا یہ مذہب ہے کہ وہ شخص کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہوجائے میں اس سے قطع تعلق نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کردے تو ہم لاچار ہیں۔ ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو تو ہم بلاخوف لَوۡمَۃَ لَائِمٍ اُسے اٹھا کر لے آئیں گے۔ فرمایا عہدِ دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اس کو آسانی سے ضائع نہیں کردینا چاہئے اور دوستوں کی طرف سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آئے اس پر اغماض اور تحمل کا طریق اختیار کرنا چاہئے۔'' اس روایت کے متعلق حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نہایت مخلص صحابی تھے بیان کرتے تھے کہ اس موقعہ پر حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی بیان فرمایا تھا کہ اگر ایسا شخص شراب میں بے ہوش پڑا ہو تو ہم اسے اٹھا کر لے آئیں گے اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کریں گے اور جب وہ ہوش میں آنے لگے گا تو اس کے پاس سے اٹھ کر چلے جائیں گے تا کہ وہ ہمیں دیکھ کر شرمندہ نہ ہو۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ نعوذ باللہ شرابیوں اور فاسقوں اور فاجروں کو اپنا دوست بنانا چاہئے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا کوئی دوست ہو اور وہ بعد میں کسی کمزوری میں مبتلا ہوجائے تو اس وجہ سے اس کا ساتھ نہیں چھوڑ دینا چاہئے بلکہ وفاداری کے طریق پر اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ اپنے دوستوں اور خادموں کے لئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجسم عفو و شفقت تھے چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اپنی تصنیف سیرت مسیح موعودؑ میں لکھتے ہیں کہ۔

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ جن دنوں حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' کا عربی حصہ لکھ رہے تھے حضورؑ نے مولوی نورالدین صاحبؓ (خلیفہ اوّل) کو ایک بڑا دو ورقہ اس زیر تصنیف کتاب کے مسوّدہ کا اس غرض سے دیا کہ فارسی میں ترجمہ کرنے کیلئے مجھے پہنچادیا جائے وہ ایسا مضمون تھا کہ اس کی خداداد فصاحت و بلاغت پر حضرت کو ناز تھا۔ مگر مولوی صاحب سے یہ ورقہ کہیں گر گیا۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے ہر روز کا تازہ عربی مسودہ فارسی ترجمہ کے لئے ارسال فرمایا کرتے تھے اس لئے اس دن غیر معمولی دیر ہونے پر مجھے طبعاً فکر پیدا ہوا اور میں نے مولوی نورالدین صاحبؓ سے ذکر کیا کہ آج حضرت کی طرف سے مضمون نہیں آیا۔ اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور دیر ہو رہی ہے معلوم نہیں کیا بات ہے۔ یہ الفاظ میرے منہ سے نکلنے تھے کہ مولوی نورالدین صاحبؓ کا رنگ فق ہوگیا کیونکہ یہ دو ورقہ مولوی صاحبؓ سے کہیں گر گیا تھا۔ بیحد تلاش کی مضمون نہیں ملا اور مولوی صاحبؓ سخت پریشان تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اطلاع ہوئی تو حسب معمول ہشاش بشاش مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے اور خفا ہونا یا گھبراہٹ کا

اظہار کرنا تو درکنار الٹا اپنی طرف سے معذرت فرمانے لگے کہ مولوی صاحب کو مسودہ کے گم ہونے کی وجہ سے ناحق تشویش ہوئی مجھے مولوی صاحب کی تشویش کی وجہ سے بہت افسوس ہوا ہے۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے گمشدہ کاغذ سے بہتر مضمون لکھنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔'' اس لطیف واقعہ سے ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ کے غیر معمولی جذبہ شفقت اور دوسری طرف اپنے آسمانی آقا کی نصرت پر غیر معمولی توکل پر خاص روشنی پڑتی ہے۔ غلطی حضرت مولوی صاحب سے ہوئی تھی کہ ایک قیمتی مسودہ کی پوری حفاظت نہیں کی اور اسے ضائع کر دیا مگر حضرت مسیح موعودؑ کی شفقت کا یہ مقام ہے کہ خود پریشان ہوئے جاتے ہیں اور معذرت فرماتے ہیں کہ مولوی صاحبؓ کو مسودہ گم ہونے سے اتنی تکلیف ہوئی ہے۔

جب کوئی دوست کچھ عرصہ کی جدائی کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کو ملتا تو اسے دیکھ کر آپ کا چہرہ یوں شگفتہ ہو جاتا تھا کہ جیسے کہ ایک بند کلی اچانک پھول کی صورت میں کھل جائے اور دوستوں کے رخصت ہونے پر آپ کے دل کو از حد صدمہ پہنچتا تھا۔ ایک دفعہ جب آپ نے اپنے بڑے فرزند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے قرآن شریف ختم کرنے پر آمین لکھی اور اس تقریب پر بعض بیرونی دوستوں کو بھی بلا کر اپنی خوشی میں شریک فرمایا تو اس وقت آپ نے اس آمین میں اپنے دوستوں کے آنے کا بھی ذکر کیا اور پھر ان کے واپس جانے کا خیال کر کے اپنے غم کا بھی اظہار فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

مہماں جو کر کے الفت، آئے بصد محبت — دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت
پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقت رخصت — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے — گر سو برس رہا ہے، آخر کو پھر جدا ہے
شکوہ کی کچھ نہیں جا، یہ گھر ہی بے بقا ہے — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی (درثمین 45)

اوائل میں آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ اپنے دوستوں اور مہمانوں کے ساتھ مل کر مکان کے مردانہ حصہ میں کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور یہ مجلس اس بے تکلفی کی ہوتی تھی اور ہر قسم کے موضوع پر ایسے غیر رسمی رنگ میں گفتگو کا سلسلہ رہتا تھا کہ گویا ظاہری کھانے کے ساتھ علمی اور روحانی کھانے کا بھی دستر خوان بچھ جاتا تھا ان موقعوں پر آپ ہر مہمان کا خود ذاتی طور پر خیال رکھتے اور اس بات کی نگرانی فرماتے کہ ہر شخص کے سامنے دستر خوان کی ہر چیز پہنچ جاوے۔ عموماً ہر مہمان کے متعلق خود دریافت فرماتے تھے کہ اسے خاص چیز مثلاً دودھ یا چائے یا پان وغیرہ کی عادت تو نہیں اور پھر حتی الوسع ہر ایک کے لئے اس کی عادت کے مطابق ہر چیز مہیا فرماتے۔ جب کوئی خاص دوست قادیان سے جانے لگتا تو آپ عموماً اس کی معیّت کے لئے ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو میل تک اس کے ساتھ جاتے اور بڑی محبت اور عزت کے ساتھ رخصت کر کے واپس آتے تھے۔''

آپ کو یہ بھی خواہش رہتی تھی کہ جو دوست قادیان آئیں وہ حتی الوسع آپؑ کے پاس آپ کے مکان کے ایک حصہ میں ہی قیام کریں اور فرمایا کرتے تھے کہ زندگی کا اعتبار نہیں جتنا عرصہ پاس رہنے کا موقعہ مل سکے غنیمت سمجھنا چاہئے اس طرح آپ کے مکان کا ہر حصہ گویا ایک مستقل مہمان خانہ بن گیا تھا اور کمرہ مہمانوں میں بٹا رہتا تھا مگر جگہ کی تنگی کے باوجود آپ اس طرح دوستوں کے ساتھ مل کر رہنے میں انتہائی راحت پاتے تھے۔ ایک بہت شریف اور بڑے غریب مزاج احمدی سیٹھی غلام نبی صاحب ہوتے تھے جو رہنے والے تو چکوال کے تھے مگر راولپنڈی میں دوکان کیا کرتے تھے انہوں نے بیان کی کہ ایک دفعہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی ملاقات کے لئے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا اور کچھ بارش بھی ہو رہی تھی میں شام کے وقت قادیان پہنچا ہوا تھا اور رات کو جب میں کھانا کھا کر لیٹ گیا۔ اور کافی رات گذر گئی اور قریباً بارہ بجے کا وقت ہوا تو کسی نے میرے کمرہ کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت مسیح موعودؑ کھڑے تھے ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس اور دوسرے ہاتھ میں لالٹین تھی میں حضورؑ کو دیکھ کر گھبرا گیا مگر حضورؑ نے بڑی شفقت سے فرمایا کہ کہیں سے دودھ آ گیا تھا میں نے کہا آپ کو دے آؤں۔ آپ یہ دودھ پی لیں آپ کو شاید دودھ کی عادت ہوگی۔ سیٹھی صاحب کہا کرتے تھے کہ میری آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے کہ سبحان اللہ کیا اخلاق ہیں۔ یہ خدا کا برگزیدہ مسیح اپنے ادنیٰ خادموں تک کی خدمت اور دلداری میں کتنی لذت پاتا ہے اور کتنی تکلیف اٹھاتا ہے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ؓ مرحوم کا ذکر اوپر آچکا ہے وہ بہت ممتاز صحابہ میں سے تھے۔ اورانہیں حضرت مسیح موعودؑ کی قریب کی صحبت کا بہت لمبا موقعہ میسر آیا تھا۔ وہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ گرمی کا موسم تھا اور حضرت مسیح موعودؑ کے اہل خانہ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ میں حضور کو ملنے اندرون خانہ گیا۔ کمرہ نیا بنا ہوا تھا بہت ٹھنڈا تھا۔ میں ایک چارپائی پر ذرا لیٹ گیا۔ اور مجھے نیند آ گئی۔ حضورؑ اس وقت کچھ تصنیف فرماتے ہوئے ٹہل رہے تھے میں چونک کر جاگا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ میری چارپائی کے پاس نیچے فرش پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں گھبرا کر ادب سے کھڑا ہو گیا، حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی محبت سے پوچھا مولوی صاحب! آپ کیوں اٹھ بیٹھے ہیں؟ میں نے عرض کیا حضور نیچے لیٹے ہوئے ہیں میں اوپر کیسے سو سکتا ہوں۔ مسکرا کر فرمایا آپ بے تکلفی سے لیٹے ہوئے تھے میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ بچے شور کرتے تھے تو میں انہیں روکتا تھا تا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے۔ اللہ اللہ! شفقت کا کیا عالم تھا۔

ایک موقعہ پر فرمایا۔ میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور میں نماز میں ہوں اور میرے کان میں اس کی آواز پہنچ جاوے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اس کو فائدہ پہنچاؤں اور جہاں تک ممکن ہے اس سے ہمدردی کروں۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جائے۔ اگر تم کچھ بھی اس کے لئے نہیں کر سکتے تو کم از کم دعا ہی کرو۔ اپنے تو درکنار میں تو کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے ساتھ بھی اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور ان سے ہمدردی کرو۔ لاابالی مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی شخص اپنے اندر اپنے ابنائے جنس کے لئے ہمدردی کا جوش نہیں پاتا تو وہ بخیل ہے۔ اگر میں ایک راہ دیکھوں جس میں بھلائی اور خیر ہے تو میرا فرض ہے کہ پکار پکار کر لوگوں کو بتاؤں۔

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 22 مارچ 2002ء ص 3)

دشمنوں کے ساتھ سلوک

قرآن شریف فرماتا ہے۔ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ یعنی اے مسلمانو! چاہئے کہ کسی قوم یا فرقہ کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان کے معاملہ میں عدل وانصاف کا طریق ترک کر دو۔ بلکہ تمہیں ہر حال میں ہر فریق اور ہر شخص کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرنا چاہئے قرآن شریف کی یہ زریں تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا نمایاں اصول تھی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں کسی شخص کی ذات سے عداوت نہیں بلکہ جھوٹے اور گندے خیالات سے دشمنی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں: ’’میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں میرا کوئی دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے ایک والدہ مہربان اپنے بچوں سے کرتی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف اُن باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور بداخلاقی سے اجتناب میرا اصول۔‘‘

یہ ایک محض زبانی دعویٰ نہیں تھا بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ مخلوق خدا کی ہمدردی میں گذرتا تھا اور دیکھنے والے حیران ہوتے تھے کہ خدا کا یہ بندہ کیسے ارفع اخلاق کا مالک ہے۔ کہ اپنے دشمنوں کے لئے حقیقی ماؤں کی سی تڑپ رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ؓ جو آپ کے مکان ہی کے ایک حصہ میں رہتے تھے اور بڑے ذہین اور نکتہ رس بزرگ تھے روایت کرتے ہیں کہ جن دنوں پنجاب میں طاعون کا دور دورہ تھا اور بے شمار آدمی ایک ایک دن میں اس موذی مرض کے شکار ہو رہے تھے انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو علیحدگی میں دُعا کرتے ہوئے سُنا اور یہ نظارہ دیکھ کر محوِ حیرت ہو گئے۔ حضرت مولوی صاحب ؓ کے الفاظ یہ ہیں: ’’اس دعا میں آپ کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش تھی کہ سُننے والے کا پتہ پانی ہوتا تھا اور آپ اس طرح آستانہ الٰہی پر گریہ وزاری کر رہے تھے کہ جیسے کوئی عورت دردِ زہ سے بیقرار ہو۔ میں نے غور سے سنا تو آپ مخلوق خدا کے واسطے طاعون سے نجات کے لئے دُعا فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ الٰہی! اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہو گئے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔‘‘ حالانکہ طاعون کا ظاہر ہونا آپ کی صداقت کی نشانی تھی۔

مرزا دین محمد صاحب ؓ کا بیان ہے کہ ’’میں اولاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام سے واقف نہ تھا یعنی ان کی خدمت میں مجھے جانے کی عادت نہ تھی۔ خود حضرت صاحبؑ گوشہ نشینی اور گمنامی کی زندگی بسر کرتے تھے لیکن چونکہ وہ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور شریعت کے دلدادہ تھے

یہی شوق مجھے بھی ان کی طرف لے گیا اور میں ان کی خدمت میں رہنے لگا۔ جب مقدمات کی پیروی کے لئے جاتے تو مجھے گھوڑے پر اپنے پیچھے سوار کر لیتے تھے اور بٹالہ جا کر اپنی حویلی میں باندھ دیتے۔ اس حویلی میں ایک بالا خانہ تھا۔ آپ اس میں قیام فرماتے تھے اس مکان کی دیکھ بھال کا کام ایک جولاہے کے سُپرد تھا جو ایک غریب آدمی تھا۔ آپ وہاں پہنچ کر دو پیسے کی روٹی منگواتے یہ اپنے لئے ہوتی تھی اور اس میں سے ایک روٹی کے چوتھائی کے ریزے پانی کے ساتھ کھا لیتے۔ باقی روٹی اور دال وغیرہ جو ساتھ ہوتی وہ اس جولاہے کو دیدیتے اور مجھے کھانا کھانے کے لئے چار آنہ دیتے تھے۔ آپ بہت ہی کم کھایا کرتے تھے اور کسی قسم کے چسکے کی عادت نہ تھی۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق وشمائل پر ایک جامع نوٹ

بالآخر ایک جامع نوٹ پر اس مقالہ کو ختم کرتا ہوں۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ مرحوم نے حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق واوصاف کے متعلق ایک مضمون لکھا تھا اس مضمون میں فرماتے ہیں:

[i] ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اخلاق میں کامل تھے یعنی آپ نہایت رؤف رحیم تھے۔ سخی تھے مہمان نواز تھے۔ اشجع الناس تھے۔ ابتلاؤں کے وقت جب لوگوں کے دل بیٹھے جاتے تھے آپؑ شیر نر کی طرح آگے بڑھتے گئے۔ عفو، چشم پوشی، فیاضی، دیانت، خاکساری، صبر، شکر، استغنائ، حیا، غض بصر، عفت، محنت، قناعت، وفاداری، بے تکلفی، سادگی، شفقت، ادب الٰہی، ادب رسولؐ و بزرگان دین، حلم ومیانہ روی، ادائیگی حقوق، ایفائے عہد، چستی، ہمدردی، اشاعت دین، تربیت، حسن معاشرت، مال کی نگہداشت، وقار، طہارت، زندہ دلی اور مزاح، رازداری، غیرت، احسان، حفظ مراتب، حسن ظنی، ہمت، اولوالعزمی خودداری، خوشروئی، اور کشادہ پیشانی، کظم غیظ، کف یدوکف لسان، ایثار، معمور الاقات ہونا، انتظام، اشاعت علم ومعرفت، خدا اور اس کے رسولؐ کا عشق کامل اتباع رسولؐ یہ مختصراً آپ کے اخلاق وعادات تھے۔

[ii] آپ میں ایک مقناطیسی جذب تھا۔ ایک عجیب کشش تھی۔ رعب تھا۔ برکت تھی۔ موانست تھی۔ بات پر اثر تھا۔ دعا میں قبولیت تھی۔ خدام پروانہ وار حلقہ باندھ کر آپ کے پاس بیٹھتے تھے اور دلوں سے زنگ خود بخود دھلتا جاتا تھا...... غرض یہ کہ آپ نے اخلاق کا وہ پہلو دنیا کے سامنے پیش کیا جو معجزانہ تھا۔ سراپا حسن تھا۔ سراسر احسان تھے اور اگر کسی شخص کا مثیل آپؑ کو کہا جا سکتا ہے تو وہ بس صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

[iii] آپ کے اخلاق کے اس بیان کے وقت قریباً ہر خلق کے متعلق میں نے دیکھا کہ میں اس کی مثال بیان کر سکتا ہوں۔ یہ نہیں کہ میں نے یونہی کہہ دیا ہے۔ میں نے آپ کو اس وقت دیکھا جب میں دو برس کا بچہ تھا۔ پھر آپ میری ان آنکھوں سے اس وقت غائب ہوئے جب میں 27 سال کا جوان تھا۔ مگر میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے آپ سے بہتر آپ سے زیادہ خلیق آپ سے زیادہ نیک آپ سے زیادہ بزرگ آپ سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت میں غرق کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ ایک نور تھے جو انسانوں کے لئے دنیا پر ظاہر ہوا۔ اور ایک رحمت کی بارش تھے جو ایمان کی لمبی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی اور اسے شاداب کر گئی۔ اگر حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ بات سچی کہی تھی کہ ''کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن'' تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت اس طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ

كَانَ خُلُقُهُ حُبَّ مُحَمَّدٍ وَاتِّبَاعِهِ۔''۔ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

> ''اگر چہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے اور سب چھوڑ کر اپنا اپنا راہ لیں۔ تب بھی مجھے کوئی خوف نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ اگر میں پیسا جاؤں اور ایک ذرے سے بھی حقیر ہو جاؤں اور ایک طرف سے ایذاء اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی میں آخر فتحیاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر جو میرے ساتھ ہے۔ میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔''
>
> (انوار الاسلام۔ ص 21)

حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کا بیان

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مکرم ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے اپنی اس روایت میں ایک وسیع دریا کو کوزے میں بند کرنا چاہا۔ ان کا نوٹ بہت خوب ہے اور ایک لمبے اور ذاتی تجربہ پر مبنی ہے۔ اور ہر لفظ دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا ہے۔ مگر ایک دریا کو کوزے میں بند کرنا انسانی طاقت کا کام نہیں۔ ہاں خدا کو یہ طاقت ضرور حاصل ہے اور میں اس جگہ اس کوزے کا خاکہ درج کرتا ہوں جس میں خدا نے دریا کو بند کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ

یعنی خدا کا رسول جو تمام نبیوں کے لباس میں ظاہر ہوا ہے

اس فقرہ سے بڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی جامع تعریف نہیں ہوسکتی۔ آپ ہر نبی کے ظل اور بروز تھے۔ اور ہر نبی کی اعلیٰ صفات اور اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ طاقتیں آپ میں جلوہ فگن تھیں۔ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا اور کیا خوب کہا ہے:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری　　　آنکہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہی ورثہ آپ کے ظل کامل نے بھی پایا مگر لوگ صرف تین نبیوں کو گن کر رہ گئے۔ لیکن خدا نے اپنے کوزہ میں سب کچھ بھر دیا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی مَطَاعِہٖ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

وَاحْشُرْنِیْ رَبِّ تَحْتَ قَدَمَیْہِ مَا ذٰلِکَ ظَنِّیْ بِکَ وَاَرْجُوْ مِنْکَ خَیْرًا ۔۔۔ آمین ثم آمین۔

(ص 268 سے یہاں تک دیکھیں۔ تاریخ احمدیت جلد سوم ص 609-585)

سلسلہ احمدیہ کے قیامت تک غلبہ کی پیشگوئی

''اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دیگا۔ اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا۔ جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک جو اس کو معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔'' 　　(تذکرۃ الشہادتین صفحہ 65-64)

جماعت کا نام احمدی رکھا جانا

''اب 1901ء کا سال شروع ہونے والا تھا جبکہ ملک میں حکومت کی طرف سے مردم شماری ہونے والی تھی۔ جماعت کے لئے یہ پہلی مردم شماری تھی اور ضرورت تھی کہ جماعت کا کوئی نام مقرر کر دیا جائے جو اسے دوسرے اسلامی فرقوں سے ممتاز کر دے۔ اس پر آپؑ نے 1900ء کے آخر میں ایک اشتہار کے ذریعہ اعلان فرمایا کہ آئندہ آپ کی قائم کردہ جماعت کا نام جماعت احمدیہ ہوگا۔ اور یہ کہ اسی نام کے ماتحت مردم شماری میں آپ کے متبعین کا ذکر ہونا چاہئے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ کی جماعت ''جماعت احمدیہ'' اور آپ کے ماننے والے ''احمدی'' کہلانے لگے۔ مگر یہ ایک بہت افسوس اور تکلیف کی بات ہے کہ مخالفین نے اس چھوٹے سے معاملہ میں بھی اپنی بداخلاقی کا ثبوت دیا ہے اور بجائے اس نام کو استعمال کرنے کے جو جماعت نے اپنے لئے پسند کیا ہے وہ انہیں ''مرزائی'' یا ''قادیانی'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس سے ہمارا تو کچھ نہیں بگڑتا مگر یقیناً ان کے اخلاق پر اچھی روشنی نہیں پڑتی۔ احمدیؑ نام کی وجہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بیان فرمائی کہ قرآن شریف اور احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں مقدر تھیں۔ ایک جلالی بعثت جو خود آپؐ کے وجود باجود کے ذریعہ محمدؐ نام کے ماتحت ہوئی۔ اور دوسری جمالی بعثت مقدر تھی جو ایک ظل اور بروز کے ذریعہ احمدؐ نام کے ماتحت ہونی تھی۔ اور آپ نے لکھا کہ چونکہ یہ ظلّ اور بروز میں ہوں اسلئے میں نے خدا کے منشاء کے ماتحت اپنی جماعت کا نام جماعت احمدیہ رکھا ہے۔'' 　　(سلسلہ احمدیہ مرزا بشیر احمد صاحب 98)

ماموریت کا پہلا الہام

ابھی براہین احمدیہ کی تصنیف جس کے چار حصے 1880ءتا1884ء میں شائع ہوئے مکمل نہیں ہوئی تھی کہ آپ کو خدا کی طرف سے مارچ 1882ء میں وہ تاریخی الہام ہوا جو آپ کی ماموریت کی بنیاد تھا۔اس الہام میں خدا تعالیٰ نے آپ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ

یَا اَحْمَدُ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ لِتُنْذِرَ قَوْماً مَّا اُنْذِرَ آبَاءُهُمْ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ۔ قُلْ اِنِّىْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

''یعنی اے احمد اللہ نے تجھے برکت دی ہے پس جو تیر تو نے دین کی خدمت میں چلایا ہے وہ تو نے نہیں چلایا بلکہ دراصل خدا نے چلایا ہے خدا نے تجھے قرآن کا علم عطا کیا ہے۔ تا کہ تو ان لوگوں کو ہوشیار کرے جن کے باپ دادے ہوشیار نہیں کئے گئے اور تا مجرموں کا راستہ واضح ہو جاوے۔ لوگوں سے کہہ دے کہ مجھے خدا کی طرف سے مامور کیا گیا ہے۔ اور میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں۔''

آپ کا یہ الہام پہلا الہام نہیں تھا بلکہ جیسا کہ اوپر بتایا جاچکا ہے کہ الہامات کا سلسلہ آپ کے والد ماجد کی زندگی میں ہی شروع ہو چکا تھا مگر یہ وہ پہلا الہام ہوا تھا جو ماموریت کے متعلق آپ پر نازل ہوا اور جس نے آپ کی زندگی میں ایک نئے دور کا آغاز کر دیا۔لیکن چونکہ ابھی تک آپ کو بیعت لینے کا حکم نہیں ہوا تھا اس لئے اس کے بعد بھی آپ کچھ عرصہ عام رنگ میں اسلام کی خدمت میں مصروف رہے۔اور کسی با قاعدہ جماعت کی بنیاد نہیں رکھی البتہ آپ نے یہ کیا کہ اپنے ماموریت کے دعویٰ کو جسے آپ نے مجدّ دیت کا آغاز قرار دیا تھا ایک اشتہار کے ذریعہ نہ صرف ہندوستان کے مختلف حصوں میں بلکہ اس اشتہار کو انگریزی میں ترجمہ کرا کے دوسرے ممالک میں بھی کثرت کے ساتھ پہنچا دیا اور دنیا بھر کے بادشاہوں، وزیروں اور مذہبی لیڈروں کو یہ اشتہار بھجوایا اور جملہ مذاہب والوں کو دعوت دی کہ اگر انہیں اسلام کی حقانیت یا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت میں کوئی شبہ ہو یا الہام یا ہستی باری تعالیٰ کے متعلق کوئی اعتراض ہو یا قرآن کی فضیلت کے متعلق دل میں کوئی بات کھٹکتی ہو تو وہ آپ کے پاس آ کر یا خط وکتابت کے ذریعہ تسلی کر لیں۔مجددیت کے دعویٰ سے آپ کی مراد یہ تھی کہ اسلام میں جو یہ وعدہ دیا گیا کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد یعنی مصلح مبعوث ہوا کرے گا جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ دنیا میں اصلاح کا کام لیا کرے گا اور اس وعدے کے مطابق گذشتہ صدیوں میں مجدد آتے رہے ہیں۔سو موجودہ چودھویں صدی کا مجدد میں ہوں۔جس کو خدا نے اسلام کی خدمت کیلئے مبعوث کیا ہے اور مجھے وہ علم دیا گیا ہے اور وہ طاقتیں عطا کی گئی ہیں جو موجودہ زمانہ کے فتنوں کے مقابلہ کے لئے ضروری ہیں۔'' (سلسلہ احمدیہ ص۔20.21۔مرزا بشیر احمد صاحب)

بعض دوسرے الہامات

ماموریت کے الہام کے بعد الہاموں کا سلسلہ زیادہ کثرت کے ساتھ شروع ہو گیا۔اور چونکہ یہ الہامات براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانہ میں ہوئے اس لئے آپ ان کو ساتھ ساتھ کتاب میں درج فرماتے رہے اور اس طرح مخالفوں کے اتمام حجت کے لئے ایک عمدہ ذخیرہ تیار ہو گیا۔ یہ الہامات اکثر صورتوں میں آئندہ ترقیوں کے متعلق ہیں۔اور اس زمانہ میں نازل ہوئے تھے کہ جب ابھی آپ کے دعویٰ کی بالکل ابتداء تھی اور ابھی جماعت احمدیہ کی بنیاد بھی نہیں رکھی گئی تھی۔ اور بہت کم لوگ آپ کو جانتے تھے۔ان میں سے تین الہام نمونہ کے طور پر اس جگہ درج کئے جاتے ہیں۔ پہلا الہام یہ ہے:

يَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ يَاْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ

یعنی تیرے پاس دور دراز سے لوگ آئیں گے اور تیری امداد کے لئے تجھے دور دراز سے سامان پہنچیں گے
حتیٰ کہ لوگوں کی آمد اور اموال وسامان کے آنے سے قادیان کے راستے گھس گھس کر گہرے ہو جائیں گے۔''

یہ الہام اس وقت کا ہے جبکہ قادیان میں کسی کی آمد نہیں تھی اور قادیان دور افتادہ دنیا کی نظروں سے بالکل محجوب ومستور تھا۔مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی دور دراز علاقوں سے لوگوں نے قادیان کی طرف رجوع کرنا شروع کر دیا تھا۔

[i] 7اپریل1908 کودوامریکن سیاح اوران کے ساتھ ایک لیڈی حضرت اقدسؑ سے ملاقات کے لئے قادیان آئے۔انہوں نے ڈاکٹر ڈوئی کے ساتھ مباہلہ کی کیفیت۔حضورؑ کی صداقت کے نشانات اور آمد کے مقصد پر کئی ایک سوالات حضورؑ کی خدمت میں پیش کئے۔جن کے حضورؑ نے بالتفصیل جوابات دیئے۔نشانات کے ضمن میں حضورؑ نے ان کی اتنی دور سے آمد کو بھی اپنا نشان قرار دیا۔حضورؑ نے فرمایا۔آپ لوگ خود میری صداقت کا نشان ہیں۔چھبیس برس پہلے جبکہ اس گاؤں میں میں ایک غیر مشہور انسان تھا۔اور کوئی ذریعہ اشاعت اور شہرت کا نہ رکھتا تھا۔خدا نے میری زبان پر ظاہر کیا۔یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ' دور دور کی راہوں سے لوگ تیرے پاس چل کر آئیں گے۔اب دیکھو آپ لوگوں کو اس پیشگوئی کا کوئی علم نہیں اور پھر بھی آپ اسے پورا کرنے والے ٹھہرے شاید اگر آپ کو معلوم ہوتا تو...... اس کے پورا کرنے میں تامل کرتے۔مگر خدا کو جو کرانا منظور تھا وہ کرا دیا۔امریکہ سے دور کونسا ملک ہوسکتا ہے جہاں سے چل کر لوگ میرے پاس آئیں اور پھر ایسی جگہ جہاں کوئی بھی دلچسپی کا سامان نہیں۔اگر غور کرو تو یہ بات مردہ زندہ کرنے سے بڑھ کر ہے۔مردے زندہ کرنا تو ایک قصہ کہانی ہو گئے۔اور یہ کل کی بات ہے۔پیشگوئی پہلے شائع ہو چکی ہے اور اس کی صداقت آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔'' (بدر جلد7 نمبر14-19 اپریل1908)

[ii]''ہر ایک قوم اپنے مذہب کی حمایت میں اٹھے گی اور جس طرح ایک موج دوسری موج پر آتی ہے ایک دوسرے پر حملہ کریں گے اتنے میں آسمان پر قرناء پھونکی جائے گی یعنی آسمان کا خدا مسیح موعود کو مبعوث فرما کر ایک تیسری قوم کو پیدا کرے گا اور ان کی مدد کے لئے بڑے بڑے نشان دکھلائے گا یہاں تک کہ تمام سعید لوگوں کو ایک مذہب یعنی اسلام پر جمع کر دیگا۔اور وہ مسیح کی آواز سنیں گے اور اس کی طرف دوڑیں گے تب ایک ہی چوپان اور ایک ہی گلہ ہوگا اور وہ دن بڑے سخت ہوں گے اور خدا ہیبت ناک نشانوں کیساتھ اپنا چہرہ دکھلائیگا۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ص82)

[iii]''میں نے ایک مبشر خواب میں مخلص مومنوں اور عادل بادشاہوں کی ایک جماعت دیکھی جن میں سے بعض اسی ملک ہند کے تھے اور بعض عرب کے۔بعض فارس کے اور بعض شام کے۔بعض روم کے اور بعض دوسرے بلاد کے تھے۔جن کو میں نہیں جانتا اس کے بعد مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ یہ لوگ تیری تصدیق کرینگے اور تجھ پر ایمان لائیں گے اور تجھ پر درود بھیجیں گے اور تیرے لئے دعائیں کریں گے اور میں تجھے بہت برکتیں دونگا۔یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔'' (ترجمہ از عربی لجۃ النور۔ص3)

''دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے پہچانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔اے لوگو تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو آخر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میری ہلاکت کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گھس جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں۔تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رکے گا جب تک وہ اپنا کام پورا نہ کرلے۔پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔کاذبوں کے اور منہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔خدا کسی امر کو فیصلہ کے بغیر نہیں چھوڑتا۔جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور منکرین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا۔اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔خدا کے مامورین کے آنے کے لئے ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں نہ بے موسم جاؤں گا۔خدا سے مت لڑو۔یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔''(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ص8-9)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیفات
جو آپ نے خدا تعالیٰ کی محبت اور عشق رسولؐ میں ڈوب کر تحریر کیں

1. ایک عیسائی کے تین سوالات کے جواب۔صفحات40،1876
2. پرانی تحریریں صفحات1879,44
3. براہین احمدیہ حصہ اول۔صفات1880,52
4. براہین احمدیہ حصہ دوم۔صفحات1880,80
5. براہین احمدیہ حصہ سوم۔صفحات1882,180
6. براہین احمدیہ حصہ چہارم۔صفحات1884,361
7. سرمہ چشم آریہ۔صفحات276۔مارچ1886
8. شحنۂ حق۔صفحات1887,123
9. سبز اشتہار۔صفحات24۔یکم دسمبر1888
10. فتح اسلام۔صفحات1890,48
11. توضیح مرام۔صفحات1890,52
12. ازالہء اوہام حصہ اول۔صفحات1891,222
13. ازالہء اوہام حصہ دوم۔صفحات1891,314
14. الحق مباحثہ لدھیانہ۔صفحات115۔جولائی1891
15. الحق مباحثہ دہلی۔صفحات177۔اکتوبر1891
16. آسمانی فیصلہ۔صفحات43۔دسمبر1891
17. نشان آسمانی۔صفحات56۔مئی1892
18. آئینہ کمالات اسلام۔صفحات678 1892,93
19. برکات الدعا۔صفحات45۔اپریل1893
20. سچائی کا اظہار۔صفحات30۔مئی1893
21. حجۃ الاسلام۔صفحات12۔مئی1893
22. جنگ مقدس۔صفحات211،مئی 1893
23. شہادت القرآن۔صفحات104، 1893
24. تحفہء بغداد۔صفحات33،جولائی 1893
25. کرامات الصادقین۔صفحات123، 1893
26. حمامۃ البشریٰ۔صفحات113،مئی 1893
27. نور الحق حصہ اول۔صفحات186،فروری1894
28. نور الحق حصہ دوم۔صفحات86،مئی1894
29. اتمام الحجۃ۔صفحات41،جون1894
30. سر الخلافہ۔صفحات117،جولائی1894
31. انوار الاسلام۔صفحات125،چھ ستمبر1894
32. منن الرحمٰن۔صفحات123،مئی1895
33. ضیاء الحق۔صفحات75،مئی1895
34. نور القرآن حصہ اول۔صفحات42،پندرہ جون1895
35. نور القرآن حصہ دوم۔صفحات83،بیس دسمبر1895
36. معیار المذاہب۔صفحات34،1895
37. آریہ دھرم۔صفحات108۔نومبر1895
38. ست بچن۔صفحات194،دس نومبر1895
39. اسلامی اصول کی فلاسفی۔صفحات138،دسمبر1896
40. انجام آتھم (رسائل اربعہ)۔صفحات347،1896
41. سراج منیر۔صفحات102،چوبیس مارچ1897
42. استفتائی۔صفحات32،بارہ مئی1897
43. حجۃ اللہ۔صفحات111،سترہ مارچ1897
44. تحفہ قیصریہ۔صفحات32،ستائیس مئی1897
45. جلسہء احباب۔ص32،اٹھائیس جون1897
46. محمود کی آمین۔صفحات8،سات جون1897
47. سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب۔صفحات48،بائیس جون1897
48. کتاب البریہ۔صفحات366،چوبیس جنوری1898
49. البلاغ۔صفحات100،1898
50. ضرورت الامام۔صفحات48،اکتوبر1898
51. نجم الہدیٰ۔صفحات149،بیس نومبر1898
52. راز حقیقت۔صفحات25،تیس نومبر1898
53. کشف الغطاء۔صفحات48،ستائیس دسمبر1898
54. ایام الصلح۔صفحات200،یکم اگست1898
55. حقیقت المہدی۔صفحات46،اکیس فروری1899
56. مسیح ہندوستان میں۔صفحات107،اپریل1899
57. ستارۂ قیصریہ۔صفحات18،چوبیس اگست1899
58. تریاق القلوب۔صفحات400، 1899
59. تحفہء غزنویہ۔صفحات62،1900
60. روئداد جلسہ دعا۔صفحات40،دو فروری1900
61. خطبہ الہامیہ۔صفحات334،گیارہ اپریل1900
62. لجۃ النور۔صفحات140،1900
63. گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔صفحات12،تیئس مئی1900

64. تحفہ گولڑویہ۔صفحات 305، جولائی 1900
65. اربعین (چار جلدیں)۔صفحات 144، پندرہ دسمبر 1900
66. اعجاز المسیح۔صفحات 203، تیئس فروری 1901
67. ایک غلطی کا ازالہ۔صفحات 12، پانچ نومبر 1901
68. دافع البلائ۔صفحات 28، اپریل 1902
69. الہدیٰ۔صفحات 32، بارہ جون 1902
70. نزول مسیح۔صفحات 242، اگست 1902
71. کشتی نوح۔صفحات 88، پانچ اکتوبر 1902
72. تحفۃ الندوۃ۔صفحات 16، چھ اکتوبر 1902
73. اعجاز احمدی۔صفحات 101، بارہ نومبر 1902
74. ریویو مباحثہ بٹالوی چکڑالوی۔صفحات 8، ستائس نومبر 1902
75. مواہب الرحمٰن۔صفحات 144، چوبیس جنوری 1903
76. نسیم دعوت۔صفحات 104، اٹھائس فروری 1906
77. سناتن دھرم۔صفحات 16، آٹھ مارچ 1903
78. تذکرۃ الشہادتین۔صفحات 128، چھ اکتوبر 1903
79. سیرت الابدال۔صفحات 21، چودہ دسمبر 1903
80. لیکچر لاہور۔صفحات 54، تین ستمبر 1904
81. لیکچر سیالکوٹ۔صفحات 46، اکتیس اکتوبر 1904
82. براہین احمدیہ حصہ پنجم۔صفحات 428، فروری 1905
83. لیکچر لدھیانہ۔صفحات 50، چار نومبر 1905
84. الوصیت۔صفحات 34، بیس دسمبر 1905
85. احمدی و غیر احمدی میں فرق۔صفحات 16، ستائس دسمبر 1905
86. چشمۂ مسیح۔صفحات 60، نو مارچ 1906
87. تجلیات الہیہ۔صفحات 24، پندرہ مارچ 1906
88. حقیقۃ الوحی۔صفحات 720، 1906
89. قادیان کے آریہ اور ہم۔صفحات 44، بیس فروری 1907
90. چشمۂ معرفت۔صفحات 436، جنوری 1908
91. پیغام صلح۔صفحات 64، مئی 1908
92. دس جلدیں ملفوظات۔تین جلدیں اشتہارات

(بحوالہ جماعت احمدیہ کا تعارف۔ص 69-64 مبشر احمد خالد)

يُفِيْضُ الْمَالَ حَتّٰى لَا يَقْبَلُهٗ اَحَدٌ

وہ مال تقسیم کرے گا یہانتک کہ قبول کرنے والا کوئی نہ ملے گا

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے　　　اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

"مخالف لوگ عبث میں اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں میں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔ اگر ان کے پہلے اور ان کے پچھلے اور ان کے زندہ اور ان کے مردہ تمام جمع ہو جائیں اور میرے مرنے کے لئے دعائیں کریں تو میرا خدا ان تمام دعاؤں کو لعنت کی شکل میں بنا کر ان کے منہ پر مار یگا۔ دیکھو صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت میں سے نکل کر ہماری جماعت سے ملتے جاتے ہیں۔ آسمان پر ایک جوش برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔ وہ تمام مکر و فریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو اور کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو ناخنوں تک زور لگاؤ۔ اتنی بددعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو؟۔ خدا کے آسمانی نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ مگر بدقسمت انسان دور سے اعتراض کرتے ہیں۔ جن دلوں پر مہریں ہیں ان کا ہم کیا علاج کریں۔ اے خدا۔ تو اس امت پر رحم کر۔" (ضمیمہ اربعین نمبر چار۔ص 7)

جماعت احمدیہ کے مخصوص عقائد

احمدیت کے مخصوص عقائد کے بیان میں سب سے مقدم جگہ حضرت مسیح موعودؑ کے دعووں کو حاصل ہے۔ کیوں کہ احمدیت کی عمارت کی بنیاد انہی پر قائم ہے۔ سوسب سے پہلے ہم انہی کو لیتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کا مجددیت کا دعویٰ

سب سے پہلا دعویٰ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا وہ مجددیت کا دعویٰ تھا۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں مقدس بانی اسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے یہ وعدہ فرمایا تھا:

اِنَّ اللّٰہَ یَبۡعَثُ لِھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ عَلٰی رَأۡسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَّنۡ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیۡنَھَا ۔ (ابوداؤد جلد 2 صفحہ 212)

''یعنی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک ایسا مصلح مبعوث کیا کرے گا جو ان کی دینی غلطیوں کی اصلاح کر کے انہیں نئے سرے سے زندگی عطا کیا کرے گا۔''

اس پیشگوئی کے مطابق اسلام میں ہر صدی کے سر پر مجدد مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ جو اسلام کے اندر رہ کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا جُوا اپنی گردنوں پر رکھتے ہوئے اسلام کی تجدید اور مسلمانوں کی اصلاح کی خدمت سرانجام دیتے رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر عبدالعزیز اور حضرت سید عبدالقادر صاحب جیلانی اور حضرت خواجہ معین الدین صاحب چشتی اور حضرت شیخ احمد صاحب سرہندی مجدد الف ثانی اور حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب دہلوی اور حضرت سید احمد صاحب بریلوی وغیرھم اسی مقدس لڑی کی مختلف کڑیاں ہیں۔ اور مسلمانوں کا سواد اعظم ان بزرگوں کی ولایت اور مجددیت کا قائل اور معترف ہے۔ سو حضرت مسیح موعود کا سب سے پہلا دعویٰ جو گویا آپ کے سب دعاوی کے لئے بطور بنیاد کے ہے یہی تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے قدیم وعدہ کے مطابق اسلام کی چودھویں صدی کا مجدد بنا کر بھیجا ہے۔ اور آپ نے اعلان کیا کہ چونکہ یہ زمانہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک فساد عظیم کا زمانہ ہے اس لئے اس فساد کی اصلاح کے واسطے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ خاص طاقتیں بھی عطا کی ہیں جو اس زمانہ کے روحانی مصلح کے لئے ضروری ہیں۔ آپ نے یہ دعویٰ براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانہ میں کیا تھا۔ مگر چونکہ آپ کے اس دعویٰ میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو مسلمانوں میں کسی معروف عقیدہ کے خلاف ہے اور اس وقت تک آپ نے سلسلہ بیعت بھی شروع نہیں فرمایا تھا اس لئے اس دعویٰ پر آپ کی کوئی خاص مخالفت نہیں ہوئی اور جمہور مسلمانوں نے گو خاموش تصدیق کے ساتھ قبول کیا بعد میں جب مخالفت کا طوفان اٹھا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخالفوں کے سامنے بار بار یہ بات پیش فرمائی کہ اگر تم میرے دعویٰ مجددیت کو قبول نہیں کرتے تو پھر کوئی اور شخص پیش کرو جس نے اس صدی کے سر پر مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہو مگر آپ کا کوئی مخالف اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکا۔

مسیحیت کا دعویٰ

حضرت مسیح موعودؑ کا دوسرا دعویٰ جس پر آپ کے خلاف ایک خطرناک طوفان بے تمیزی اٹھ کھڑا ہوا اور چاروں طرف سے مخالفت کی آگ کے شعلے بلند ہونے لگے وہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تھا۔ یعنی آپ نے خدا سے الہام پا کر یہ دعویٰ فرمایا کہ حضرت مسیح ناصریؑ جنہیں مسلمان غلطی سے آسمان پر زندہ سمجھ رہے تھے وہ دراصل فوت ہو چکے ہیں۔ اور جو وعدہ ان کی آمد ثانی کے متعلق اسلام میں کیا گیا تھا وہ تمثیلی رنگ میں خود آپ کے وجود میں پورا ہوا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے قرآن شریف نے فی الجملہ ایک مثیل مسیح کی پیشگوئی فرمائی تھی اور حدیث میں صراحت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

وَالَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِیَدِہٖ لَیُوۡشِکَنَّ اَنۡ یَّنۡزِلَ فِیۡکُمُ ابۡنُ مَرۡیَمَ

حَکَمًا عَدۡلًا فَیَکۡسِرَ الصَّلِیۡبَ وَیَقۡتُلَ الۡخِنۡزِیۡرَ وَیَضَعَ الۡجِزۡیَۃَ ۔ (صحیح البخاری احادیث انبیاء 3192)

''یعنی مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ضرور نازل ہونگے تم میں مسیح ابن مریم اور وہ خدا کی طرف سے تمہارے تمام اختلافی امور میں حکم و عدل ہو کر فیصلہ کریں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے۔ (یعنی صلیبی مذہب کے زور کے وقت میں ظاہر ہو کر اس کے زور کو توڑ دیں گے۔) اور خنزیر کو قتل کریں گے (یعنی خنزیری صفات لوگوں کا استیصال کریں گے) اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے۔ یعنی جنگ کو موقوف کر کے جزیہ کا سوال ہی اٹھا دیں گے۔''

[i] اس پیشگوئی کے نتیجہ میں مسلمانوں میں کئی صدیوں سے یہ عقیدہ چلا آرہا تھا کہ حضرت مسیح ناصریؑ جو انیس سو سال ہوئے ہیں فلسطین کے ملک میں گذرے تھے اور جن کے ہاتھ سے مسیحی مذہب کی بنیاد رکھی گئی تھی وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں اور آخری زمانہ میں دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خدا سے علم پا کر اعلان فرمایا کہ یہ عقیدہ قرآن وحدیث کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ بیشک مسیح کی آمد ثانی کا وعدہ برحق ہے مگر یہ بات قطعاً درست نہیں کہ وہی پہلا مسیح آسمان پر زندہ موجود ہے اور آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہوگا۔ بلکہ یہ پیشگوئی استعارہ کے رنگ میں ایک مثیلِ مسیح کی آمد ثانی کی خبر دیتی تھی یعنی اس پیشگوئی میں یہ بتانا مقصود تھا کہ آخری زمانہ میں ایک ایسا روحانی مصلح مبعوث ہوگا جو اپنی صفات میں مسیح ناصری کا مثیل ہوگا اور حضرت مسیح کی خوبو پر آئے گا۔ اس لئے اس کا آنا گویا مسیح ناصری کا آنا ہوگا۔ آپ نے مثالیں دیکر یہ ثابت کیا کہ روحانی سلسلوں میں جب کبھی کسی نبی کی دوسری آمد کا وعدہ دیا جاتا ہے تو اس سے ہمیشہ اس کے مثیل کا آنا مراد ہوتا ہے۔ جیسا کہ مثلاً حضرت مسیح ناصری کے زمانہ میں الیاس نبی کی دوسری آمد کا وعدہ یوحنا نبی کی بعثت سے پورا ہوا۔

[ii] آپ نے یہ بھی ثابت کیا کہ قرآن شریف کی رُو سے نہ صرف حضرت مسیح ناصریؑ کا آسمان پر جانا ثابت نہیں بلکہ متعدد آیات سے ان کی وفات ثابت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ہی قرآن وحدیث سے یہ بھی ثبوت ملتا ہے کہ کوئی یہ حقیقی مردہ زندہ ہو کر اس دنیا میں دوبارہ واپس نہیں آسکتا۔ اور بالآخر آپ نے قرآن وحدیث سے یہ بھی ثابت کیا کہ جس مسیح کا اسلام میں وعدہ کیا گیا تھا اس کے متعلق قرآن وحدیث ہی اس بات کی تشریح کرتے ہیں کہ اس سے مسیح ناصری مراد نہیں بلکہ مثیل مسیح مراد ہے اور ان جملہ امور کے متعلق آپ نے ایسے زبردست دلائل پیش کئے کہ آپ کے مخالف بالکل سراسیمہ ہو کر رہ گئے۔

[iii] تاریخی رنگ میں بھی آپ نے اس بات کو ثابت کیا کہ حضرت مسیح ناصریؑ کو خدائی تصرف کے ماتحت صلیب کی موت سے بچ گئے تھے مگر اس کے بعد وہ اپنے ملک سے ہجرت کر کے ہندوستان کے رستے کشمیر چلے گئے تھے اور وہیں اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے تھے۔ الغرض آپ نے قرآن سے اور حدیث سے اور مسیحی نوشتوں سے اور تاریخ سے حضرت مسیح ناصریؑ کی وفات ثابت کر کے اپنے مثیل مسیح ہونے کا ثبوت پیش کیا اور اس بحث کے دوران میں مندرجہ ذیل اہم مسائل پر نہایت زبردست روشنی ڈالی۔

(1) یہ کہ حضرت مسیح ناصریؑ دوسرے انسانوں کی طرح ایک انسان تھے جو دشمنوں کی شرارت سے صلیب پر تو ضرور چڑھائے گئے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لعنتی موت سے بچالیا جس کے بعد خفیہ خفیہ اپنے ملک سے ہجرت کر گئے۔

(2) یہ کہ اپنے ملک سے نکل کر حضرت مسیحؑ آہستہ آہستہ سفر کرتے ہوئے کشمیر میں پہنچے اور وہیں ان کی وفات ہوئی اور وہیں آج تک ان کی قبر موجود ہے۔

(3) یہ کہ قرآن شریف اور حدیث کی رو سے کوئی حقیقی مردہ زندہ ہو کر اس دنیا میں دوبارہ واپس نہیں آسکتا اس لئے مسیحؑ کو فوت شدہ مان کر ان کی دوبارہ آمد کا انتظار بے سود ہے۔

(4) یہ کہ اسلامی تعلیم کی رو سے کوئی فرد بشر اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر نہیں جاسکتا اس لئے مسیحؑ کے زندہ آسمان پر چلے جانے کا خیال بھی باطل ہے۔

(5) یہ کہ بے شک مسیحؑ کی آمد ثانی کا وعدہ تھا مگر اس سے مراد ایک مثیل مسیح کا آنا تھا نہ کہ خود مسیحؑ کا۔

(6) یہ کہ مثیل مسیحؑ کی بعثت کا وعدہ خود آپ کے وجود میں پورا ہوا ہے اور آپ ہی وہ موعود مسیحؑ ہیں جس کے ثبوت میں آپ نے مندرجہ ذیل ثبوت پیش کئے:-

(الف) یہ کہ مسیح موعود کے زمانہ کے متعلق جو علامتیں بیان کی گئی تھیں وہ موجودہ زمانہ پر چسپاں ہوتی ہیں یعنی مسلمانوں کی حالت کا بگڑ جانا۔ صلیبی مذہب کا زوروں میں ہونا۔ دجّال کا خروج۔ پریس اور ریل وغیرہ کی ایجاد کا ظہور وغیرہ۔

(ب) یہ کہ مسیح موعودؑ کے نزول کی جگہ کے متعلق جو خبر دی گئی تھی کہ وہ مشرقی ممالک میں یعنی بلاد شام کے مشرق کی طرف ظاہر ہوگا وہ بھی آپ کے مقامِ ظہور یعنی قادیان پر چسپاں ہوتی ہے۔

(ج) یہ کہ مسیح ناصریؑ کے حلیہ کے مقابل پر جو حلیہ مسیح موعودؑ کا بیان کیا گیا تھا یعنی گندمی رنگ اور سیدھے بال وغیرہ وغیرہ وہ آپ پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ اسی طرح آخری زمانہ کے مصلح کے متعلق جو پیشگوئی تھی کہ وہ قومی لحاظ سے فارسی الاصل ہوگا وہ بھی آپ میں پوری ہوتی ہے۔

(د) یہ کہ مسیح موعودؑ کا جو کام بتایا گیا تھا یعنی یہ کہ وہ مسلمانوں میں کھوئے ہوئے ایمان کو پھر قائم کرے گا اور ان کے غلط عقائد کی اصلاح کریگا۔ اور صلیب کے زور کو توڑ دیگا اور اس کے ذریعہ سے اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ اس کام کی داغ بیل آپ کے ہاتھ سے قائم کر دی گئی ہے اور اب یہ کام سنّت اللہ کے مطابق آہستہ آہستہ آپ کی جماعت کے ذریعہ اپنی تکمیل کو پہنچے گا۔

مہدویت کا دعویٰ

تیسرا دعویٰ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ تھا کہ آپ مہدی معہود ہیں۔ یعنی اسلام میں جو ایک مہدی کے ظہور کا وعدہ دیا گیا تھا وہ آپ کی آمد سے پورا ہوا ہے۔ مگر آپ نے اس دعویٰ کے ذیل میں یہ تشریح فرمائی کہ میں کسی جنگی یا خونی مشن کے ساتھ نہیں بھیجا گیا بلکہ میرا کام امن اور صلح کے طریق پر کام کرنا اور براہین اور دلائل کے ساتھ منوانا ہے۔ آپ نے ثابت کیا کہ یہ خیال کہ اسلامی تعلیم کی رو سے دین کے معاملہ میں جبر اور تشدد جائز ہے سراسر غلط اور بے بنیاد ہے اور قرآن شریف اور حدیث بڑے زور کے ساتھ اس کی تردید کرتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی ثابت کیا کہ یہ جو مسیح موعود اور مہدی کو الگ الگ وجود سمجھ لیا گیا تھا یہ درست نہیں بلکہ دراصل مسیح موعود اور مہدی معہود ایک ہی ہیں جنہیں صرف دو مختلف حیثیتوں کی وجہ سے الگ الگ نام دئے گئے ہیں چنانچہ ایک صحیح حدیث میں بھی صراحت کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ:

لَا الْمَھْدِیُ اِلَّا عِیْسیٰ۔۔ ''یعنی مسیح موعود کے سوا اور کوئی موعود مہدی نہیں ہے۔''

نبوت کا دعویٰ

حضرت مسیح موعودؑ کا چوتھا دعویٰ ظلّی نبوت کا تھا یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اور آپ کے لائے ہوئے دین کی خدمت کے لئے آپ کے ظل اور بروز ہونے کی حیثیت میں نبوت کی خلعت پہنائی ہے۔ یہ دعویٰ بھی چونکہ موجود الوقت مسلمانوں کے معروف عقیدہ کے سخت خلاف تھا اور وہ مقدس بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند قرار دیتے تھے اس لئے اس دعویٰ پر بھی مخالفت کا بہت شور برپا ہوا اور آپ کے مخالفوں نے اسے ایک آڑ بنا کر آپ کو نعوذ باللہ اسلام کا دشمن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو مٹانے والا قرار دیا اور اب تک بھی آپ کا یہ دعویٰ مسلمانوں میں سب سے زیادہ ہیجان پیدا کرنے والا ثابت ہو رہا ہے۔ مگر یہ سب شور وغوغا محض جہالت اور تعصب کی بناء پر ہے ورنہ غور کیا جائے تو حضرت مسیح موعودؑ کے اس دعویٰ میں کوئی بات قرآن و حدیث کے خلاف نہیں بلکہ اس سے اسلام کی اکملیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور بلندی کا ثبوت ملتا ہے۔

[i] دراصل اس معاملہ میں سارا دھوکا اس بات سے لگا ہے کہ بدقسمتی سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ ہر نبی کے لئے نئی شریعت کا لانا ضروری ہے کہ وہ سابقہ نبی کے روحانی فیض سے آزاد ہو کر براہ راست نبوّت کا انعام حاصل کرے اور نبوت کی اس تعریف کو مانکر کہ واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دروازہ کھلا رہنا نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے منافی ہے بلکہ اس سے اسلام کی اکملیت پر بھی سخت زد پڑتی ہے مگر حق یہ ہے کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتب میں دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ نبوت کی یہ تعریف ہرگز درست نہیں اور قرآن و حدیث دونوں اسے سختی کے ساتھ ردّ کرتے ہیں۔ اس کے مقابل پر نبی کی جو تعریف اسلام کی تعلیم کی رو سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص خدا تعالیٰ سے وحی پا کر دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہو اور ایسے روحانی مقام پر پہنچ جاوے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کثرت کے ساتھ کلام کرے اور اسے غیب کے امور پر کثرت کے ساتھ اطلاع دی جاوے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''یہ تمام بدقسمتی دھوکے سے پیدا ہوئی ہے کیونکہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کیا گیا۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانیوالا ہو اور شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا بالخصوص اس حالت میں کہ وہ امتی اپنے نبی متبوع سے فیض پانے والا ہو۔''

[ii] اس تشریح کے ہوتے ہوئے جو قرآن مجید کے عین مطابق ہے یہ اعتراض بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ نبوت کا دروازہ کھلا ماننے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک لازم آتی ہے یا یہ کہ اس سے قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دینا پڑتا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ ایسی نبوت کو جاری ماننے سے آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی شان کی بلندی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ وہی افسر بڑا ہوتا ہے جس کے ماتحت بڑے ہوں۔ اور وہی شخص کامل سمجھا جاتا ہے جس کا فیضان زیادہ وسیع ہو اور اس کی پیروی انسان کو اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات کا حقدار بنا سکے۔ بیشک اگر حضرت مسیح موعودؑ یہ دعویٰ فرماتے کہ میرے آنے سے قرآنی شریعت منسوخ ہوگئی ہے یا یہ اعلان فرماتے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے باہر ہو کر براہ راست نبوت کا انعام پایا ہے تو اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسرِ شان سمجھی جاسکتی تھی مگر جب یہ دعویٰ ہی نہیں بلکہ دعویٰ صرف اس قدر ہے کہ مجھے خدا نے اسلام کی خدمت کے لئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کی برکت سے آپ کی اتباع اور غلامی میں نبوت کا منصب عطا کیا ہے تو ہر دانا شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ عقیدہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بڑھانے والا ہے نہ کہ کم کرنے والا۔

[iii] باقی رہا یہ اعتراض کہ قرآن و حدیث نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کُلّی طور پر بند کیا ہے اس لئے خواہ اس میں اسلام کی عزت ہو یا ہتک ہم بہر حال اس عقیدہ کے پابند ہیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ یہ ہرگز درست نہیں کہ قرآن و حدیث نبوت کے دروازہ کو من کل الوجوہ بند کرتے ہیں بلکہ غور کیا جاوے تو جو دو دلیلیں نبوت کے بند ہونے کی قرآن و حدیث سے دی جاتی ہیں وہی اسے کھلا ثابت کرتی ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ قرآن شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ''خاتم النبیین'' قرار دیا گیا ہے اور خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں اس لئے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ لیکن غور کیا جاوے تو اسی دلیل سے نبوت کا دروازہ کھلا ثابت ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ عربی لغت اور محاورہ کی رو سے ''خاتم النبیین'' کے معنی آخری نبی کے ہرگز نہیں بلکہ نبیوں کی مہر کے ہیں کیوں کہ ''خاتم'' کا لفظ جو ''ت'' کی فتح سے ہے اس کے معنی عربی میں ایسی مہر کے ہوتے ہیں جو تصدیق وغیرہ کی غرض سے کسی دستاویز پر لگائی جاتی ہے پس نبیوں کی مہر سے یہ مراد ہوا کہ آئندہ کوئی شخص جس کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیقی مہر نہ ہو خدائی دربار سے کوئی روحانی انعام حاصل نہیں کرسکتا۔ لیکن اگر یہ مہر اس کو حاصل ہوجائے تو عام انعامات تو درکنار نبوت کا انعام بھی انسان کو مِل سکتا ہے۔ پس یہی آیت جسے غلط صورت دیکر نبوت کے دروازہ کو بند کرنے والا قرار دے لیا گیا ہے درحقیقت نبوت کے دروازہ کو کھول رہی ہے۔

[iv] اسی طرح حدیث میں جو یہ الفاظ آتے ہیں کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اب نبوت کا دروازہ کلی طور پر بند ہے حالانکہ اس سے صرف یہ مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شریعت والی نبوت کا دروازہ بند ہے کیونکہ وہی ایسی نبوت ہے جس کے متعلق ''بعد'' کا لفظ استعمال ہوسکتا ہے۔ ورنہ ظلی نبوت اور تابع نبوت تو دراصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی نبوت کا حصہ ہے اور اس کے اندر شامل ہے۔ نہ کہ اس کے بعد۔ خوب غور کرو کہ بعد میں آنے والی چیز اسی کو کہا جاتا ہے جو سابقہ چیز کے اٹھ جانے یا ختم ہوجانے کے بعد آئے لیکن جو چیز سابقہ سلسلہ کے اندر ہی پروئی ہوئی ہو اور اس کا حصہ بن کر آئے اس کے متعلق بعد کا لفظ نہیں بولا جاسکتا۔ پس اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ''میرے بعد'' کوئی نبی نہیں ہوگا صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہاں ایسا نبی مراد ہے جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرکے ایک نئے دور کا آغاز کرنے والا ہو۔ الغرض جن قرآنی آیات اور احادیث سے نبوت کے بند کرنے کی تائید میں سہارا ڈھونڈا جاتا ہے وہی نبوت کے دروازہ کو کُھلا ثابت کرتی ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ نے صرف منفی قسم کے دلائل سے ہی اپنے دعویٰ کو قائم نہیں کیا بلکہ متعدد قرآنی آیات اور احادیث سے اس بات کو ثابت کیا کہ بیشک شریعت والی نبوت اور مستقل نبوت کا دروازہ تو ضرور بند ہے مگر ظلی اور غیر تشریعی نبوت کا دروازہ بند نہیں بلکہ یہ دروازہ قیامت تک کھلا ہے اور اس کے کھلا رہنے میں ہی اسلام کی زندگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اظہار ہے۔ مثلاً حضرت مسیح موعودؑ نے ثابت کیا کہ ایک طرف تو قرآن شریف مسلمانوں کو یہ دعا سکھاتا ہے کہ تم مجھ سے ان تمام روحانی انعامات کے حصول کے لئے دعا کیا کرو جو پہلی امتوں پر ہوتے رہے ہیں۔ پس ایک طرف ہر قسم کے انعاموں کے مانگنے کی دعا سکھانا اور دوسری طرف یہ بتانا کہ انعام سے نبوت وغیرہ کے انعامات مراد ہیں صاف ظاہر کرتا ہے کہ اسلام میں نبوت کا دروازہ کھلا ہے ورنہ نعوذ باللہ یہ ماننا پڑے گا کہ خدا نے ایک طرف تو سوال کرنا سکھایا اور دوسری طرف ساتھ ہی یہ اعلان کردیا کہ اس سوال کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث میں آنے والے کو مسیح کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور جب یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آنے والا مسیح گذرے ہوئے مسیح سے جدا ہے تو لامحالہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ الغرض حضرت مسیح موعودؑ نے نبوت کے مسئلہ کے متعلق اپنی کتب میں نہایت سیر کُن بحث فرمائی ہے اور اس کی ذیل میں مندرجہ ذیل امور پر روشنی ڈالی ہے:-

(1) یہ کہ نبوت کے جو معنی موجود الوقت مسلمانوں میں سمجھے گئے ہیں یعنی یہ کہ نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ کوئی نئی شریعت لائے یا کم از کم یہ کہ کسی سابقہ نبی سے فیض یافتہ نہ ہو یہ درست نہیں بلکہ نبوت سے مراد ایسا مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہے جو کامل اور مصفیٰ ہونے کے علاوہ کثرت کے ساتھ غیب کی خبروں پر مشتمل ہو۔ پس ایک شخص نئی شریعت لانے کے بغیر سابقہ نبی کے فیض سے اور اس کی اتباع میں ہو کر نبوت کا انعام حاصل کر سکتا ہے۔ مگر بہر حال یہ ضروری ہے کہ اسے خدا کی طرف سے نبی کا نام دیا جائے۔

(2) یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے یہ مراد نہیں کہ آپؐ آخری نبی ہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ آپؐ نبیوں کی مہر ہیں اور اب آپؐ کی تصدیقی مہر کے بغیر کسی نئے یا پرانے نبی کی نبوت تسلیم نہیں کی جا سکتی۔

(3) یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اس سے یہ مراد ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میرے دورِ نبوت کو قطع کر کے ایک نئے دور کا آغاز کرنے والا ہو۔

(4) یہ کہ امت محمدیہ کا مسیح موعود خدا کا ایک برگزیدہ نبی ہے جسے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی متعدد احادیث میں نبی کے نام سے یاد کیا ہے۔ مگر اس کی نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے تابع اور اسی کا ظل ہے نہ کہ آزاد اور مستقل نبوت۔

(5) یہ کہ ایسی نبوت کا دروازہ کھلا ماننے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کی بلندی کا اظہار ہے کیونکہ اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اس قدر بلند اور ارفع ہے کہ آپ کے خادم نبوت کے مقام کو پہنچ سکتے ہیں۔ اور یہ کہ آپ روحانی مملکت کے صرف بادشاہ ہی نہیں بلکہ شہنشاہ اور بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔

(6) اسی ذیل میں آپ نے یہ بھی ثابت کیا کہ گو موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کا یہ عام عقیدہ ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کلی طور پر بند ہے مگر صحابہ کا یہ عقیدہ نہیں تھا اور صحابہ کے بعد بھی کئی مسلمان اولیاء و بزرگ ایسے گذرے ہیں جو تشریعی نبوت کے دروازہ کو کھلا مانتے رہے ہیں۔ مثلاً حضرت محی الدین ابن عربی۔ امام عبدالوہاب صاحب شعرانی۔ حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب دہلوی۔ حضرت شیخ احمد صاحب سرہندی مجدد الف ثانی۔ علامہ محدث ملّا علی قاری۔ امام محمد طاہر صاحب گجراتی وغیرھم نبوت کے دروازہ کو کلی طور پر بند خیال نہیں کرتے تھے۔

(7) آپؑ نے اپنے مخالفین کو ملزم کرنے کے لئے یہ بھی ثابت کیا کہ موجود الوقت مسلمانوں کا جو یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور وہی آخری زمانہ میں دنیا میں نازل ہوں گے اس سے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک گونہ نبوت کا دروازہ کھلا قرار پاتا ہے کیونکہ خواہ حضرت مسیح ناصری نے نبوت کا انعام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے پایا تھا مگر جب ان کی دوسری آمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہو گی تو بہر حال اس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی کا وجود مان لیا گیا مگر آپ نے بتایا کہ جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے کسی فرد کا نبوت کے انعام کو پانا آپ کے لئے باعث عزت ہے وہاں ایک سابقہ نبی کا آپؐ کے بعد آپؐ کی امت کی اصلاح کے لئے دوبارہ مبعوث ہو کر آنا یقیناً آپ کے لئے باعث عزت نہیں بلکہ ہتک اور غیرت کا باعث ہے۔

(8) آپؑ نے عقلی طور پر بھی ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے سلسلہ کا بند ہو جانا یہ معنی رکھتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت خدا کے انعاموں کو وسیع کرنے والی نہیں بلکہ تنگ کرنے والی ثابت ہوتی ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام ہے کہ اس کے بعد خدائی انعاموں کا دروازہ زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کر کھل جانا چاہئے۔ الغرض حضرت مسیح موعودؑ نے اس اہم مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر نہایت سیر کن بحث کر کے ثابت کیا کہ گو قرآن شریف آخری شریعت ہے جس کے بعد قیامت تک کوئی شریعت نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں جن کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو آپ کی غلامی کے جوئے سے آزاد ہو کر آئے مگر مطلق نبوت کا دروازہ بند نہیں بلکہ کھلا ہے اور اس کے کھلا رہنے میں ہی اسلام کی عزت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی بلندی ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یاد رکھنا چاہئے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افتراء عظیم ہے۔ ہم جس قوت یقین اور معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے سمجھتے ہی نہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سُنا ہوا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے۔ مگر ہم بصیرت تام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔ دنیا کی مثالوں سے ہم ختم نبوت کی مثال اس طرح پر دے سکتے ہیں کہ جیسے چاند ہلال سے شروع ہوتا ہے اور چودھویں تاریخ پر آ کر اس کا کمال ہو جاتا ہے جبکہ اسے بدر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر کمالاتِ نبوت ختم ہو گئے۔'' (ملفوظات صفحہ 327,328)

پھر فرماتے ہیں: [i] ''بجز اس کے کوئی نبی صاحبِ خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے ......سو خدا نے ان معنوں سے آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا۔'' (حقیقت الوحی صفحہ 28)

پھر فرماتے ہیں: [ii] ''خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت تصدیق نہیں ہو سکتی۔ جب مہر لگ جاتی ہے تو کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ سند نہیں۔'' (الحکم 17 اکتوبر 1902ء)

پھر فرماتے ہیں: [iii] ''اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا کیونکہ اب بجز محمدیؐ نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا۔ مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔'' (تجلیات الٰہیہ صفحہ 25)

پھر فرماتے ہیں: [iv] ''یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اگر کوئی منکر ہو تو بارِ ثبوت اس کی گردن پر ہے۔ غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور اقطاب اور ابدال اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت میں سے نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 291)

اس بحث کے ختم کرنے سے پہلے یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ گو حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات میں شروع سے ہی آپ کے متعلق مرسل اور رسول اور نبی وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوتے آئے ہیں۔ مگر چونکہ عام مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا اور آپ پر بھی اس بارہ میں ابھی تک خدا کی طرف سے پوری وضاحت نہیں ہوئی تھی اس لئے اوائل میں آپ مسلمانوں کے معروف عقیدہ کا احترام کرتے ہوئے ان الفاظ کی تاویل فرما دیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ الفاظ محض جزوی مشابہت کے اظہار کے لئے استعمال کئے گئے ہیں مگر جب خدا کی طرف سے آپ پر حق کھل گیا اور آپ کو صریح اور واضح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا تو آپ نے کھلے طور پر اس کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

[i] ''اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا میں اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 150-149)

[ii] اور اپنے ابتدائی انکار کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت کا انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانیوالا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علمِ غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔'' (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

تمام انبیاء کے مثیل ہونے کا دعویٰ

ایک دعویٰ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ تھا کہ چونکہ یہ دنیا کے موجودہ دور کا آخری زمانہ ہے اور میرے ذریعہ خدا تعالیٰ نے ہر امت کی اصلاح کا کام لینا ہے اس لئے خدا نے مجھے صرف مثیل مسیح یا مثیل محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی بنا کر نہیں بھیجا بلکہ تمام گذشتہ انبیاء کی صفات میرے اندر جمع کر دی ہیں۔ اور مجھے مثیل انبیاء قرار دیا ہے چنانچہ اس بارہ میں آپؑ کو ایک نہایت لطیف الہام بھی ہوا تھا جو یہ ہے کہ:-

جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ

''یعنی ہمارا یہ مرسل تمام گذشتہ نبیوں کے لباس میں اور ان کی صفات سے متصف ہو کر آیا ہے۔''

اس الہام کی تشریح میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''آخری زمانہ کے لئے خدا نے مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ ایک عام رجعت کا زمانہ ہوگا تا یہ امتِ مرحومہ دوسری امتوں سے کسی بات میں کم نہ ہو۔ پس اس نے مجھے پیدا کر کے ہر اک گذشتہ نبی سے اس نے مجھے تشبیہ دی...... گویا تمام انبیاء گزشتہ اس امت میں دوبارہ پیدا ہو گئے۔'' (نزول المسیح صفحہ 4)

پھر فرماتے ہیں:

[i] خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔ میں آدمؑ ہوں۔ میں شیثؑ ہوں۔ میں نوحؑ ہوں۔ میں ابراہیمؑ ہوں۔ میں اسحاقؑ ہوں۔ میں اسماعیلؑ ہوں۔ میں یعقوبؑ ہوں۔ میں یوسفؑ ہوں۔ میں موسیٰؑ ہوں۔ میں داؤدؑ ہوں۔ میں عیسیٰؑ ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہرِ اتم ہوں یعنی ظلّی طور پر محمدؐ اور احمدؐ ہوں۔''

[ii] ''میں اُن گناہوں کے دور کرنے کے لئے جن سے زمین پُر ہوئی ہے جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ روحانی حقیقت کی رُو سے میں وہی ہوں یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں بلکہ وہ خدا جو زمین اور آسمان کا خدا ہے اس نے میرے پر ظاہر کیا ہے اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتایا ہے کہ تو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے۔''

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مجددیت کا دعویٰ سے یہاں تک دیکھیں ''سلسلہ احمدیہ'' ص 253-237۔ مرزا بشیر احمد صاحب)

ممانعت جہاد کا فتویٰ

یہ بتایا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ ابتداء دعویٰ سے ہی اپنے مشن کو ایک امن اور صلح کا مشن خیال کرتے تھے اور کسی خونی مسیح یا خونی مہدی کے قائل نہیں تھے اور نہ ہی مذہب کے معاملہ میں جبر اور تشدد کو جائز سمجھتے تھے۔ لیکن اب 1900ء میں آکر آپ نے ایک باقاعدہ فتویٰ کے ذریعہ اس بات کا اعلان فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے لئے تلوار کا جہاد کیا تو آپ اس کے لئے اپنے دشمنوں کی پیش دستی کی وجہ سے مجبور تھے لیکن موجودہ زمانہ میں یہ حالات نہیں ہیں بلکہ ملک میں ایک پُر امن اور مستحکم حکومت قائم ہے جس نے ہر قسم کی مذہبی آزادی دے رکھی ہے۔ پس آجکل دین کے لئے تلوار نکالنے کا خیال ایک بالکل باطل اور خلاف اسلام خیال ہے۔ اور آپ نے لکھا کہ یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسیح موعودؑ جزیہ اور جنگ کو موقوف کر دے گا تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ اس کا زمانہ امن کا زمانہ ہوگا۔ اس لئے تلوار کی حاجت نہیں رہے گی اور دلائل اور براہین کے زور سے اسلام کی تبلیغ ہوگی چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''حدیثوں میں پہلے سے لکھا گیا تھا کہ جب مسیح آئے گا تو دین کے لئے لڑنا حرام کیا جائے گا۔ سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھ کر کافروں کا قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے...... میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کی ایک راہ نہیں۔ پس جس راہ پر نادان لوگ اعتراض کر چکے ہیں خدا کی حکمت اور مصلحت نہیں چاہتی کہ اسی راہ کو پھر اختیار کیا جاوے۔'' (سلسلہ احمدیہ صفحہ۔97۔ مرزا بشیر احمد صاحب)



ایوان طاہر دفتر مجلس خدام الاحمدیہ قادیان



ایوان خدمت دفتر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت، جس جگہ کار کھڑی ہے 1991ء میں
جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ قادیان آئے تب اس جگہ کار سے اُتر کر پیدل دار المسیح تک گئے



ایوان انصار۔ دفتر مجلس انصار اللہ بھارت کی پرانی تصویر



ایوان انصار۔ دفتر مجلس انصار اللہ بھارت کی موجودہ تصویر



نصرت جہاں ہال لجنہ اماء اللہ بھارت



محلہ دارالسلام میں تعمیر شدہ رہائشی فلیٹس صدر انجمن احمدیہ قادیان



بیوت الحمد کالونی قادیان کا ایک منظر



محلہ دارالسلام میں تعمیر کالونی کا منظر



محلہ دارالانوار میں تعمیر شدہ رہائشی فلیٹس ''بیوت الشکر''



ماریشس گیسٹ ہاؤس قادیان



دفتر نشر و اشاعت قادیان



دفاتر صدر انجمن احمدیہ قادیان



روٹی پلانٹ



احمدیہ مرکزی لائبریری قادیان



فضل عمر پرنٹنگ پریس کی پرانی تصویر



فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان



2005ء میں نور ہسپتال کے افتتاح کے موقع پر لی گئی تصویر



افتتاح کے وقت اجتماعی دُعا



نور ہسپتال کی تقریب سنگ بنیاد



نور ہسپتال قادیان



نور ہسپتال کی پرانی عمارت



نور ہسپتال کے عمارت کا عقبی حصّہ



تقریب سنگ بنیاد کے بعد اجتماعی دُعا



تقریب سنگ بنیاد کے موقع پر خاکسار تقریر کرتے ہوئے

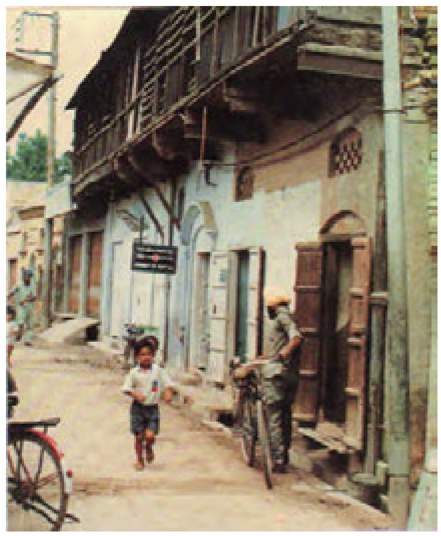
عالمی جماعت احمدیہ کا قادیان میں
جدید ترین ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھا گیا

قادیان (مقبول) عالمی جماعت احمدیہ اور قادیان میں آج ریتی چھلہ میں ایک جدید ترین دو سو بیڈوں والے ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھا مہمان خصوصی اور جماعت احمدیہ کے خلیفہ حضرت مرزا طاہر احمد خلیفہ کے خصوصی نمائندے چودھری رشید احمد آرکیٹیکٹ نے اس ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھا۔ جماعت احمدیہ بھارت کے قائمقام ناظر اعلیٰ چودھری محمد اکبر، تمام ناظران، صدران حلقہ، میونسپل کمشنرز، ایس جی پی سی کے ممبر سردار پریتم سنگھ بھالیہ، سابقہ وزیر سردار ترپت راجندر سنگھ باجوہ سمیت بہت سی سرکردہ شخصیتوں نے حصہ لیا۔ اس موقعہ پر بولتے ہوئے مہمان خصوصی چودھری رشید احمد نے بتایا کہ اس ہسپتال میں دنیا کی جدید ترین ٹیکنالوجی کا استعمال کیا جائیگا۔ مختلف ممالک کے ماہر احمدی ڈاکٹر اس ہسپتال میں اپنا قیمتی وقت سال میں کچھ وقت دیا کریں گے۔ لوگوں کو اب بٹالہ امرتسر دہلی جانے کی ضرورت نہیں پڑیگی بلکہ وہاں سے لوگ یہاں پر علاج کروانے آیا کرینگے انہوں نے بتایا کہ اگر ضرورت پڑی تو اس ہسپتال کو 300 بیڈوں والے ہسپتال تک بڑھایا جاسکتا ہے۔

The Hind Samachar, Jalandhar
9.11.1998



نور ہسپتال کی تقریب سنگ بنیاد کے بعد معززین قادیان کے ساتھ ریفریشمنٹ کا منظر

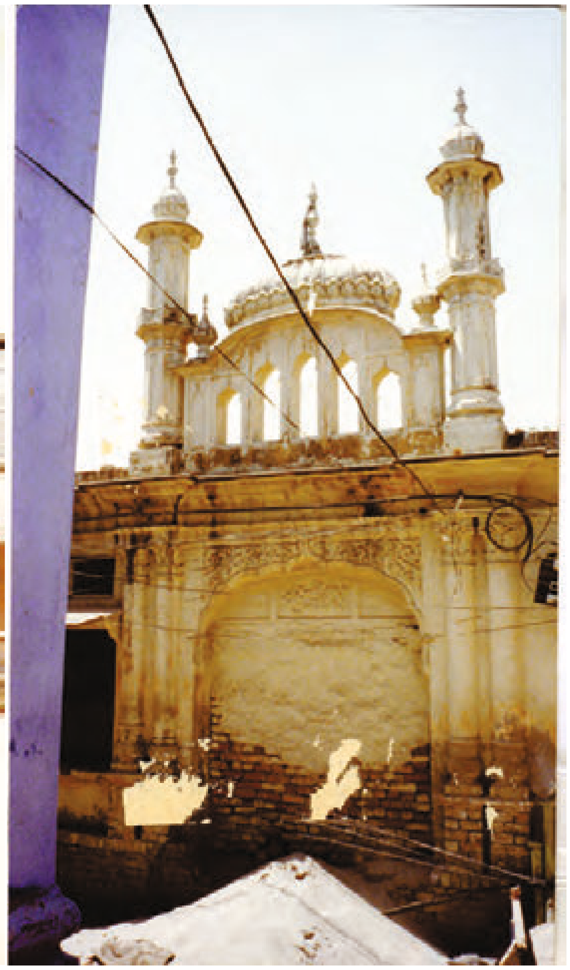


احمدیہ شفاخانہ کی پرانی عمارت



2017ء میں نور ہسپتال قادیان کے قیام کی صد سالہ تقریب کا ایک منظر







مسجد کپورتھلہ (پنجاب)۔اس مسجد پر قبضہ کے لئے غیراز جماعت نے قانونی کاروائی کی ہوئی تھی۔اور ظاہری طور پر معلوم ہوتا تھا کہ یہ مسجد غیراز جماعت کے قبضہ میں چلی جائے گی۔جب کپورتھلہ جماعت کے احباب نے ایک دوبار حضرت اقدسؑ کے سامنے اس مسجد کے متعلق تشویش کا اظہار کیا اور بار بار دُعا کے لئے بھی درخواست کی اس پر حضرت اقدسؑ نے جوش میں فرمایا کہ آپ فکر نہ کریں اگر مَیں سچا ہوں تو یہ مسجد آپ کے پاس رہے گی۔فیصلہ کے ایک دن پہلے اس آفیسر کا انتقال ہو گیا جس نے جماعت کے خلاف غیراز جماعت لوگوں کو یقین دلا رکھا تھا کہ وہ جماعت احمدیہ کے خلاف فیصلہ کرے گا۔نئے آفیسر نے چارج لے کر غیر معمولی حالات میں جماعت احمدیہ کے حق میں فیصلہ دے دیا اور اس طرح یہ مسجد حضرت اقدسؑ کی سچائی کا ایک نشان ہے۔سامنے دو تین کمروں میں اب ایک مسلمان خاندان رہتا ہے لیکن مسجد ساری گر چکی ہے۔



دارالمسیح وگلشن احمد قادیان کا ایک طائرانہ منظر،تصویر کے نچلے حصّے میں گلشن احمد یہ کا حصہ نظر آرہا ہے جو مرزا امام الدین ونظام الدین کے مکانوں کو منہدم کر کے بنایا گیا ہے



قادیان کا ایک طائرانہ منظر، نیچے محلہ ناصر آباد اور بیوت الحمد کالونی نظر آرہے ہیں



مسجد انوار اور سرائے طاہر کے دلکش طائرانہ مناظر



حضرت مسیح موعودؑ کا مقام

حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی کے ذیل میں آپؑ کے مرتبہ اور مقام کا سوال بھی آتا ہے۔سو اس کے متعلق بھی اس جگہ ایک مختصر نوٹ بے موقعہ نہ ہوگا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ دعویٰ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ساری دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا ہے اس لئے مجھے وہ روحانی طاقتیں عطا کی ہیں اور وہ مقام بخشا ہے جو اس کام کے لئے ضروری ہے۔فرماتے ہیں:

''چونکہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا اور اس کی شریعت اکمل اور اَتم تھی اور تمام دنیا کی اصلاح کے لئے تھی اس لئے مجھے وہ قوتیں عنایت کی گئیں جو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ضروری تھیں۔تو پھر اس میں کیا شک ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ فطری طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے اور اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دینے کی قوت رکھتے جسکی خدا نے مجھے قوت دی ہے۔وھٰذَا تَحْدِیْثٌ نِعْمَۃِ اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ۔'' ....(حقیقۃ الوحی صفحہ 153)

[i] پھر فرماتے ہیں:''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا اور خدا کا فضل اپنے سے زیادہ مجھ پر پاتا۔'' (کشتی نوح صفحہ 56)

اور اپنے پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:''خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر اک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔'' (خط بنام ڈاکٹر عبدالحکیم خان مرتد)

[ii] پھر فرماتے ہیں:''خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوحؑ کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اسے مدارِ نجات ٹھہرایا۔جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سُنے۔''(اربعین صفحہ 84) پھر فرماتے ہیں:''مبارک ہو جس نے مجھے پہچانا۔میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔''
(کشتی نوح صفحہ 56)

[iii] اپنے روحانی مقام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:''میں اپنے ربّ کی طرف سے اس مقام پر نازل ہوا ہوں جس کو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا اور میرا بھید اکثر اہل اللہ سے بھی پوشیدہ اور دور تر ہے۔قطع نظر اس کے کہ عام لوگوں کو اس کی اطلاع ہو......پس مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ۔'' (خطبہ الہامیہ)

[iv] پھر فرماتے ہیں:''جیسا کہ ہمارے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت میں ختم کے مقام پر فائز تھے اور خاتم الانبیاء تھے اسی طرح میں ولایت میں ختم کے مقام پر ہوں اور خاتم الاولیاء ہوں۔میرے بعد کوئی ولی نہیں آسکتا مگر وہی جو مجھ میں سے ہو اور میرے عہد پر قائم ہو......میرا قدم ایک ایسے مینار پر ہے جس پر تمام بلندیاں ختم ہیں۔'' (خطبہ الہامیہ صفحہ 35)

[v] پھر فرماتے ہیں:''خدا نے مجھ پر اپنے برگزیدہ رسول کا فیض نازل فرمایا اور اس فیض کو کامل و مکمل کیا اور اس نبی کے لطف و کرم کو میری طرف کھینچا حتیٰ کہ (کامل اتحاد کی وجہ سے) میرا وجود اس کا وجود ہوگیا۔پس جو شخص میری جماعت میں داخل ہوا وہ دراصل سید المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا اور جو مجھ میں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھے نہیں دیکھا اور نہیں پہچانا۔''(''سلسلہ احمدیہ''ص 253-255 مرزا بشیر احمد صاحب)

''میں اس کو ذلیل کرونگا جو تیری ذلت چاہتا ہے اور میں اس کو مدد دونگا جو تیری مدد کرتا ہے۔اور خدا ایسا نہیں جو تجھے چھوڑ دے جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق نہ کر لے۔خدا ہر ایک عیب سے پاک ہے اور تو اس کا وقار ہے۔پس وہ تجھے کیونکر چھوڑ دے۔میں ہی خدا ہوں تو سراسر میرے لئے ہوجا۔تو کہہ اے میرے رب! میں نے تجھے ہر چیز پر اختیار کیا۔''(تذکرہ۔ص 390)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 23 مارچ 1889ء کو لدھیانہ میں بیعت لی اور بیعت کے الفاظ یہ تھے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ

آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں۔ کہ جہاں تک میری طاقت اور میری سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہونگا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کی لذات پر مقدم رکھونگا اور 12 جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہونگا۔ اور اب بھی اپنے گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔

اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ رَبِّیۡ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ رَبِّیۡ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ رَبِّیۡ مِنۡ کُلِّ ذَنۡۢبٍ وَّ اَتُوۡبُ اِلَیۡہِ اَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَ اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ وَ اعۡتَرَفۡتُ بِذَنۡۢبِیۡ فَاغۡفِرۡ لِیۡ ذُنُوۡبِیۡ فَاِنَّہٗ لَا یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اَنۡتَ۔

شرائط بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

اول۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم۔ یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم۔ یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلاء میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضاء ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہواوہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسولؐ کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔ (اشتہار تکمیل تبلیغ 12 جنوری 1889)

حضرت مسیح موعودؑ کے دستِ مبارک کی ایک نہایت اہم تحریر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن الفاظ میں حضرت نورالدین اعظم خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ سے بیعت لی۔ وہ حضرت خلیفہ اوّل کی درخواست پر حضور نے اپنے قلم سے لکھ کر انہیں عنایت فرمائے۔ (مدیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی

آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں

جن میں میں مبتلا تھا۔ اور اپنے سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں

کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے

بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذات پر مقدم

رکھوں گا اور اشتہار کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا اور میں اپنی گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی

چاہتا ہوں استغفر اللہ ربی استغفر اللہ ربی استغفر اللہ ربی من کل

ذنب واتوب الیہ واشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی

ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی۔ آج میں احمدؑ کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں مبتلا تھا۔ اور اپنے سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں، کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے۔ اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا۔ اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کی لذات پر مقدم رکھوں گا اور اشتہار کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا۔ اور میں اپنے گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ استغفر اللہ ربی۔ استغفر اللہ ربی۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ واشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی۔ فاغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آخری سفر لاہور

چشمہ معرفت کی اہم تصنیف اور دوسرے مسلسل علمی مشاغل کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کی صحت پر بہت برا اثر پڑا تھا۔ مزید برآں حضرت ام المومنینؓ کی طبیعت بھی ان دنوں ناساز تھی اور انکی باصرار خواہش تھی کہ لاہور جا کر کسی ماہر لیڈی ڈاکٹر سے علاج کرائیں۔ حضورؑ نے حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے فرمایا کہ مجھے ایک کام درپیش ہے دعا کرو اگر کوئی خواب آئے تو مجھے بتانا۔ چنانچہ انہوں نے رؤیا میں دیکھا کہ ''وہ چوبارہ پر گئی ہیں اور وہاں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ ایک کتاب لئے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو اس کتاب میں میرے متعلق حضرت صاحبؑ کے الہام ہیں اور میں ابوبکر ہوں''۔ دوسرے دن حضرت سیدہ موصوفہ نے حضورؑ کو یہ خواب سنائی تو حضرت اقدسؑ نے ارشاد فرمایا ''یہ خواب اپنی ماں کو نہ سنانا'' اس خواب کے علاوہ 26 اپریل 1908ء بوقت چار بجے صبح یعنی تیاری سے صرف ایک روز قبل خود حضور علیہ السلام پر الہام بھی ہوا:۔

''مباش ایمن از بازی روزگار''

ان آسمانی خبروں کی بناء پر حضورؑ کو احساس ہو چکا تھا کہ اس سفر میں حضورؑ کو سفر آخرت بھی پیش آنے والا ہے اور اسی لئے حضورؑ تشریف لے جانے میں بہت متامل تھے''

قادیان سے روانگی

لیکن خدائی تقدیر چونکہ یہی تھی لہذا حضورؑ 27 اپریل 1908ء کی صبح کو قادیان سے بٹالہ روانہ ہو گئے۔ حضورؑ کے ہمراہ سفر میں گیارہ افراد تھے۔ روانگی سے قبل حضرت اقدسؑ علیہ السلام نے وہ حجرہ بند کیا جس میں آخری عمر میں حضورؑ تصنیف فرمایا کرتے تھے۔ حضور نے یہ حجرہ بند کرتے ہوئے کسی کو مخاطب کئے بغیر فرمایا ''اب ہم اس کو نہیں کھولیں گے''۔ اور حضرت اماں جان جب تک قادیان میں رہیں اس دروازہ کو نہیں کھولا۔ بٹالہ پہنچے تو خلاف توقع ریزرو گاڑی نہ مل سکی۔ حضور اقدسؑ نے ریزرو گاڑی کے انتظار میں ایک روز قیام فرمایا۔ اور 29/اپریل 1908ء کو بٹالہ سے گاڑی میں سوار ہوئے۔ گاڑی امرتسر اسٹیشن پر پہنچی تو مخلصین امرتسر نے مصافحہ کیا۔ اس وقت جذب کشش کا یہ عالم تھا کہ اسٹیشن پر جس انسان کے کان میں آپ کا نام پہنچا شوق زیارت میں بھاگا چلا آیا۔ اسی اثناء میں ایک معزز غیر احمدی دوست چند احباب کے ساتھ تشریف لائے۔ حضرت اقدسؑ نے ان کو گاڑی کے اندر بلا کر بٹھا لیا اور نہایت محبت بھرے الفاظ میں ان کو مسئلہ وفات مسیح کے بارے میں قرآنی شہادت پیش فرمائی۔ اتنے میں گھنٹی بجی اور گاڑی لاہور کو چل دی۔ حضورؑ بلآخر بخیریت لاہور پہنچ گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لاہور میں جائے رہائش اور اسکا ماحول

یہاں یہ بتانا مناسب ہوگا کہ ان دنوں حضورؑ کی رہائش گاہ جس حلقہ میں تھی وہ احمدیہ بلڈنگس کے نام سے موسوم ہوتا تھا ان دنوں احمدیہ بلڈنگس میں مختلف احمدیوں کے دو چار چھوٹے چھوٹے مکانات کے علاوہ تین بڑی عمارتیں تھیں:۔

[i] سید محمد حسین شاہ صاحب کا وسیع دو منزلہ مکان اسلامیہ کالج گراؤنڈ کے سامنے جو کیلیا نوالی سڑک (برانڈرتھ روڈ) کے کنارے واقع تھا۔ اسی مکان میں حضرت مسیح موعودؑ بالآخر رہائش پذیر ہوئے۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ ''جہاں کیلوں والی سڑک پر ہماری گاڑی کھڑی ہوتی تھی جنوب کی جانب وہاں لکڑی کی سیڑھی چڑھ کر ہم اوپر (سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان میں۔ ناقل) جاتے تھے اور داخل ہوتے ہی سامنے جو کمرے تھے ان میں دائیں ہاتھ کے کمرے میں حضرت اقدسؑ کا دن میں قیام رہتا تھا اور دوسرا کمرہ جس میں آخری وقت چارپائی تھی یہ خالی تھا مگر اس میں آپ ٹہلتے بھی تھے اور گزرگاہ بھی یہی تھا اس سے صحن میں جانا ہوتا تھا۔ باہر سے آ کر بھی اسی کمرے میں سے گزرنے کا راستہ تھا۔ اسی کمرہ کے سرہانے کی جانب (مغرب میں) ایک چھوٹے چھوٹے کمروں کا سلسلہ تھا دو تین یا شاید چار ہوں ان میں حضرت بڑے بھائی صاحب (خلیفۃ المسیح الثانیؓ ۔ناقل) اور منجھلے بھائی صاحب (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ۔ناقل) وغیرہ رہتے تھے۔ انکے سامنے چھجے بھی تھے۔ اسی کیساتھ صحن میں آپ رات کو سوتے تھے۔

[ii] اس مکان کے مشرقی جانب خواجہ کمال الدین صاحب کا مکان تھا۔دونوں کے درمیان گلی تھی جسکے اوپر دونوں مکانوں کے الحاق کے لئے ایک پردہ والا پل بنا ہوا تھا جس کے دروازے عموماً بند رہتے تھے اور صرف نماز کے وقت حضورؑ کے آنے پر کھلتے تھے۔نمازیں خواجہ صاحب کے مکان کی بالائی منزل میں ہوتی تھیں۔

[iii] تیسرا مکان کوٹھی کی طرز کا ڈاکٹر مرزا محمد یعقوب بیگ صاحب کا جس کے مشرق میں بعد از اں خلافت اولیٰ میں احمد یہ بلڈنگس کی مسجد تعمیر ہوئی۔

قیام لاہور کا پہلا دن

30اپریل 1908ء حضورؑ کے قیام لاہور کا پہلا دن تھا۔جبکہ ابھی پوری طرح یکسوئی اور سکون میسر نہیں آسکا تھا مگر اس دن سے ہی حضورؑ نے پوری قوت سے پیغام پہنچانا شروع کر دیا۔چنانچہ اس روز فرمایا:ہمیں خدا نے ایک پکا وعدہ دیا ہے اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔'' نیز فرمایا:جب بات حد سے بڑھ جاتی ہے تو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ میں فیصلہ لے لیتا ہے۔ہمیں تبلیغ کرتے ہوئے چھبیس سال ہوئے۔اور جہاں تک ممکن تھا ہم ساری تبلیغ کر چکے ہیں۔اب وہ خود ہی کوئی ہاتھ دکھلاوے گا۔''

شہزادہ سلطان ابراہیم صاحب اور مسٹر محمد علی صاحب جعفری کی ملاقات

ان دنوں شیرانوالہ گیٹ لاہور میں احمد شاہ ابدالی کی نسل میں ایک دوست رہتے تھے جن کا نام شہزادہ سلطان ابراہیم تھا۔6 مئی کو نماز عصر کے بعد شہزادہ صاحب موصوف حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضورؑ نے ان کو فارسی زبان میں تبلیغ فرمائی اور دوران ملاقات خلیفۃ المسلمین ترکی کے متعلق یہ پیشگوئی فرمائی کہ ''بادشاہ اور خلیفۃ المسلمین اور امیر المؤمنین کہلا کر بھی خدا کی طرف سے بے پروائی اچھی بات نہیں۔مخلوق سے اتنا ڈر کہ گویا خدا کو قادر ہی نہیں سمجھنا یہ ایک قسم کی سخت کمزوری ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ وہ خادم الحرمین ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ حرمین اس کے حافظ ہیں۔حرمین کی برکت اور طفیل ہے کہ وہ اب تک بچا ہوا ہے۔'' یہ الفاظ بعد میں جس شان سے پورے ہوئے اس پر ایک عالم گواہ ہے۔اسی روز مسٹر محمد علی ایم اے جعفری وائس پرنسپل اسلامیہ کالج بھی ملاقات کے لئے آئے تو انہیں مخاطب کرتے ہوئے حضورؑ نے ایک پُر معارف تقریر فرمائی۔نیز بتایا ''ہم نے زبانی اور تحریری طور پر اپنا کام پورا کر دیا ہے اور دنیا میں شاید کوئی کہہ سکے کہ اسے ہماری تبلیغ نہیں ہوئی دعویٰ نہیں پہنچا۔''

جماعت کو نصائح اور توحید کا وعظ

قیام لاہور کے دوران حضورؑ نے جماعت کو اپنی تربیت واصلاح کی طرف بھی بار بار توجہ دلائی۔چنانچہ 4 مئی کو ارشاد فرمایا کہ دوسرے مسلمانوں کی طرح تم بھی مسلمان کہلاتے ہو مگر اللہ صرف دعووں سے خوش نہیں ہوتا جب تک اس کے ثبوت میں کچھ عملی ثبوت تبدیلی حالت کی دلیل نا ہو۔طبیعت کی حقیقت یہی ہے کہ بیعت کنندہ اپنے اندر سچی تبدیلی اور خوف خدا اپنے دل میں پیدا کرے اور اصل مقصود کو پہچان کر اپنی زندگی میں ایک پاک نمونہ کر کے دکھاوے۔اسی طرح 9 مئی کو توحید کے مسئلہ پر ایک لطیف وعظ میں فرمایا ''مسلمانوں کو توحید پر فخر ہے توحید سے مراد صرف زبانی توحید کا اقرار نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ عملی رنگ میں حقیقتاً اپنے کاروبار میں اس امر کا ثبوت دے دو کہ واقعی تم موحد ہو اور توحید ہی تمہارا شیوہ ہے''۔

پروفیسر کلمینٹز ریگ کی ملاقات اور اسکا اثر

پہلی ملاقات۔انگلستان کے ایک ماہر ہیئت دان پروفیسر ریگ ان دنوں ہندوستان کی سیاحت کر رہے تھے۔مفتی محمد صادق صاحبؓ نے ان سے ملاقات کی اور حضرت اقدسؑ کے دعاوی اور دلائل وغیرہ انکو سنائے جس پر پروفیسر صاحب نے حضرت اقدسؑ سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا چنانچہ 12 مئی 1908ء کو قبل ظہر انکو شرف باریابی نصیب ہوا۔پروفیسر صاحب نے دوران ملاقات میں حضورؑ سے کئی سوالات کئے۔مثلاً جب خدا کی مخلوق بے شمار اور غیر محدود ہے تو اسکے فضل کو کیوں صرف اس حصہ زمین یا کسی خاص مذہب وملت میں محدود رکھا جائے۔گناہ کیا چیز ہے شیطان کسے کہتے ہیں؟ آئندہ زندگی کس طرح کی ہوگی اور وہاں کس طرح کے حالات ہونگے؟ مسٹر ریگ کے ساتھ ایک لیڈی بھی تھی جس نے یہ سوال کیا کہ کیا مُردوں سے رابطہ قائم کر کے ان کے صحیح حالات دریافت کئے جاسکتے ہیں؟ حضرت اقدس مسیح موعود نے ان تمام سوالات کے نہایت لطیف، مسکت اور جامع جوابات دئے جنہیں سن کر مسٹر ریگ از حد متاثر ہوئے اور حضورؑ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ '' مجھے اپنے سوالات کا جواب کافی اور تسلی بخش ملنے سے بہت خوشی ہوئی اور مجھے ہر طرح سے کامل اطمینان ہو گیا اور یہ اطمینان دلانا خدا کے نبی کے سوا کسی میں نہیں۔''

دوسری ملاقات

مسٹر ریگ 18 مئی کو دوبارہ حاضر ہوئے اور اس دفعہ بھی حضورؑ سے کئی سوالات کئے۔مثلاً کیا خدا محدود ہے یا ہر جگہ حاضر ناظر ہے۔اس میں کوئی شخصیت یا جذبات پائے جاتے ہیں؟ اس کی کوئی شکل بھی ہے؟ دنیا میں اس نے ادنیٰ اور اعلیٰ کا تفاوت کیوں رکھ دیا؟ کیا بائبل کے مطابق پہلا انسان جیجوں مسیحوں میں پیدا ہوا تھا؟ کیا حضورؑ مسئلہ ارتقاء کے قائل ہیں؟ سپر یچولزم کی رائے ہے کہ زندگی چاند سے پہنچی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ مکھیوں یا ادنیٰ قسم کے جانوروں میں جو زندگی پائی جاتی ہے اس کو کس نام سے تعبیر کیا جائیگا۔وغیرہ ذالک۔غرض کہ علوم جدیدہ کے ماہرین کے دلوں میں جن باتوں سے خلش ہوتی ہے وہ مسٹر ریگ نے دل کھول کر حضورؑ کے سامنے رکھی۔حضورؑ نے ہر سوال کے جواب میں ایسی مختصر اور جامع روشنی ڈالی کہ وہ وجد میں آ کر کہنے لگے کہ میں تو خیال کرتا تھا کہ سائنس اور مذہب میں بڑا تضاد ہے جیسا کہ عام طور پر علماء میں مانا گیا ہے مگر آپ نے اس تضاد کو بالکل اٹھا دیا ہے۔حضورؑ نے فرمایا یہی تو ہمارا کام ہے اور یہی تو ہم ثابت کر رہے ہیں کہ سائنس اور مذہب میں بالکل اختلاف نہیں بلکہ مذہب بالکل سائنس کے مطابق ہے اور سائنس خواہ کتنا ہی عروج پکڑ جاوے مگر قرآن کی تعلیم اور اسلام کے اصولوں کو ہرگز ہرگز نہ جھٹلا سکے گی۔

پروفیسر ریگ کے خیالات میں تبدیلی

اس ملاقات کے بعد پروفیسر ریگ کے خیالات میں بھاری تبدیلی واقع ہوگئی چنانچہ پہلے وہ ہمیشہ اپنے لیکچروں میں مسیح کی مصلوب تصویر پیش کر کے کہا کرتے تھے کہ یہ مسیح کی تصویر ہے جس نے تمام دنیا کے گناہوں کا کفارہ ہو کر اپنی کامل محبت اور رحم کا ثبوت دیا مگر اب وہ صرف یہ الفاظ کہتے کہ یہ تصویر صرف عیسائیوں کے واسطے موجب خوشی ہوسکتی ہے سچی خوشی اور تعریف کے لائق وہی سب سے بڑا خدا ہے۔پروفیسر صاحب بعد میں احمدی مسلمان ہوگئے تھے اور مرتے دم تک اسلام پر قائم رہے اور انکے خطوط حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے پاس آتے رہے۔

مسٹر فضل حسین صاحب کی ملاقات

مسلمانوں کے مشہور روشن خیال سیاسی لیڈر مسٹر فضل حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لاء (متوفی 1936) ایک دوسرے بیرسٹر کے ہمراہ ملاقات کے لئے 15 مئی کو حاضر ہوئے۔مسٹر فضل حسین صاحب نے متعدد سوالات کئے جن کا حضورؑ نے مفصل جواب دیا۔مثلاً ایک سوال کے جواب میں حضورؑ نے فرمایا کہ ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کے خود کافر نہ بن جائے۔جب میں نے مامور ہونے کا دعویٰ کیا تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے میرے خلاف فتویٰ کفر شائع کیا۔اب یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو مومن کو کافر کہے وہ کافر ہوتا ہے۔پس اس مسئلہ سے ہم کس طرح انکار کر سکتے ہیں؟

پبلک لیکچر اور رؤسائے لاہور کو تبلیغ

17 مئی 1908ء کا دن قیام لاہور کے عرصہ میں ایک یادگار دن تھا۔کیونکہ اس روز حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش کے مطابق لاہور کے عمائد رؤسا کو کھانے پر مدعو کیا گیا۔حضورؑ کی طبیعت 16 مئی کی شب کو اسہال کے باعث بہت ناساز ہوگئی اور یہ امید نہ رہی کہ حضورؑ خود تقریر فرما سکیں گے چنانچہ اسی خیال سے حضورؑ نے حکیم الامت مولوی نورالدین صاحبؓ کو ارشاد فرمایا کہ معزز مہمانوں کو کچھ سنا دیں اور انہوں نے تقریر شروع کر دی۔مگر صبح کو اللہ نے بشارت دی کہ انی مع الرسول اقوم (میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں) چنانچہ حضورؑ وعدہ الٰہی کے مطابق غیبی طاقت وقوت پا کر بنفس نفیس تشریف لے آئے اور 11 بجے سے ایک بجے بعد دوپہر تک بڑی پر زور تقریر فرمائی بارہ بجے حضورؑ نے فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو میں تقریر بند کر دوں آپ کھانا کھالیں۔مگر تمام معزز سامعین نے ایک زبان ہو کر عرض کیا کہ نہیں آپ تقریر جاری رکھیں وہ کھانا تو ہم روز کھاتے ہیں مگر یہ روحانی غذا کہاں میسر آئے گی۔الغرض ایک بجے بعد حضورؑ کی یہ پر معارف تقریر ختم ہوئی۔اس تقریر میں حضورؑ نے صوبہ کے صدر مقام کے معزز مسلمانوں اور تعلیم یافتہ رؤسا پر اتمام حجت کر دی۔اس جلسہ دعوت میں لاہور کے بڑے بڑے رؤسا، امراء، بیرسٹر اور اخبارات کے ایڈیٹر مدعو تھے جن میں سے اکثر غیر احمدی تھے۔حضرت اقدسؑ کی بے نظیر تقریر سے وہ بہت متاثر ہوئے۔یہ جلسہ سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان کے نچلے صحن میں منعقد ہوا اور کھانے کا انتظام خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان میں کیا گیا تھا۔

دعویٰ نبوت کی وضاحت

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اس جلسہ میں اپنے دعویٰ کی وضاحت میں فرمایا کہ۔''میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ موجودہ مفاسد کے باعث خدا نے مجھے بھیجا اور میں اس امر کا اخفاء نہیں کرسکتا کہ مجھے مکالمہ مخاطبہ کا شرف عطا کیا گیا ہے۔اور خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے۔اسی کا نام نبوت ہے۔ مگر حقیقی نبوت نہیں............ یہ تو نزاع لفظی ہے کثرت مکالمہ مخاطبہ کو دوسرے الفاظ میں نبوت کہا جاتا ہے۔دیکھو حضرت عائشہؓ کا یہ قول ہے کہ قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَانَبِیَّ بَعْدَهٗ۔اس امر کی صراحت کرتا ہے۔نبوت اگر اسلام میں موقوف ہو چکی ہے تو یقین جانو کہ اسلام بھی مر گیا اور پھر کوئی امتیازی نشان بھی نہیں ہے۔''

اخبار عام کی غلط رپورٹ اور حضورؑ کی تردید

اخبار عام 23 مئی 1908ء نے حضورؑ کے پبلک لیکچر کی خبر دیتے ہوئے یہ غلط رپورٹ شائع کی کہ گویا حضورؑ نے جلسہ میں اپنی نبوت سے انکار کیا ہے جس پر حضورؑ نے اسی دن ایڈیٹر صاحب اخبار عام کو ایک مفصل تردیدی خط لکھا کہ:۔اس جلسہ میں میں نے صرف یہ تقریر کی تھی کہ میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا۔اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ قرار دیتا ہوں اور آنحضرت ﷺ کے اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر کتاب میں ہمیشہ یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں ہے اور سراسر میرے پر تہمت ہے۔اور جس بناء پر اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اسکے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں۔میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔مگر میں ان معنوں میں نبی نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا اور کسی کی مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے............ میں خودستائی سے نہیں بلکہ خدا کے فضل اور اس کے بناء پر کہتا ہوں کہ اگر تمام دنیا ایک طرف ہو اور ایک طرف صرف میں کھڑا کیا جاؤں اور کوئی امر ایسا پیش کیا جائے جس سے خدا کے بندے آزمائے جاتے ہیں تو مجھے اس مقابلہ میں خدا غلبہ دے گا۔۔اور ہر ایک پہلو کے مقابلہ میں خدا میرے ساتھ ہوگا اور ہر ایک میدان میں مجھے فتح دے گا بس اسی بناء پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے۔''

آخری تقریر

اہلحدیث عالم مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے حضورؑ کی خدمت میں رقعہ بھجوایا کہ وہ مسائل متنازعہ فیہ میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔حضرت اقدسؑ پیغام صلح لکھنے میں مصروف تھے اس لئے حضورؑ نے 25 مئی 1908 کو مولوی محمد احسن صاحب کو تبادلہ خیالات کرنے کا ارشاد فرمایا۔رقعہ ملنے کے وقت چونکہ حضورؑ اپنے خدام میں تشریف فرما تھے اسلئے حضورؑ نے اس وقت حیات مسیح کے رد میں ایک مفصل تقریر بھی کی جسکے آخر میں فرمایا:۔

''عیسیٰؑ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔

ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰؑ محمدی آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے۔''

یہ حضور علیہ السلام کی آخری تقریر تھی جو آپ نے بڑے زور اور خاص جوش سے فرمائی۔دوران تقریر حضورؑ کا چہرہ اس قدر روشن اور درخشاں ہو جاتا تھا کہ نظر اٹھا کر دیکھا بھی نہیں جاتا تھا۔حضور علیہ السلام کی تقریر میں ایک خاص اثر اور جذب تھا۔رعب، ہیبت اور جلال اپنے کمال عروج پر تھا۔بعض خاص خاص تحریکات اور موقعوں پر ہی یہ شان دیکھنے میں آئی ہوگی جس کا ظہور اس دن ہو رہا تھا۔اس تقریر کے بعد حضورؑ نے کوئی تقریر نہیں فرمائی۔

قیام لاہور کا ایک ایمان افروز واقعہ

بابو غلام محمد صاحب ؓ فورمین لاہوری اور میاں عبدالعزیز صاحب مغل ؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ جب کہ حضورؑ لاہور تشریف لائے تو ہم چند نوجوانوں نے مشورہ کیا کہ دوسری قوموں کے بڑے بڑے لیڈر جب یہاں آتے ہیں تو ان کے نوجوان گھوڑوں کی بجائے خود انکی گاڑیاں کھینچتے ہیں اور ہمیں جو لیڈر اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ اتنا جلیل القدر ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے پس آج گھوڑوں کی بجائے ہمیں انکی گاڑی کھینچنی چاہئے۔ چنانچہ ہم نے گاڑی والے سے کہا کہ اپنے گھوڑے الگ کر لو آج گاڑی ہم کھینچیں گے۔ کوچ مین نے ایسے ہی کیا جب حضورؑ باہر تشریف لائے تو فرمایا کہ گھوڑے کہاں ہیں؟ ہم نے عرض کیا کہ حضورؑ دوسری قوموں کے لیڈر آتے ہیں تو ان قوموں کے نوجوان انکی گاڑیاں کھینچتے ہیں آج حضورؑ کی گاڑی کھینچنے کا شرف ہم حاصل کریں گے۔ فرمایا فوراً گھوڑے جوتو! ہم انسان کو حیوان بنانے کے لئے دنیا میں نہیں آئے ہم تو حیوان کو انسان بنانے کے لئے آئے ہیں۔

اتحاد اقوام کیلئے پیغام صلح کی تصنیف

حضرت مسیح موعودؑ نے قیام لاہور کے دوران میں صرف تقاریر کے ذریعہ سے اتمام حجت نہیں فرمائی بلکہ حضورؑ نے ان دنوں ایک عظیم الشان رسالہ ''پیغام صلح'' بھی لکھا جو حضورؑ کی آخری تصنیف تھی۔ حضورؑ کے لکھے ہوئے آخری مسودہ کو ساتھ ہی ساتھ کاتب بھی لکھتا جاتا تھا۔ ایک دفعہ نماز عصر کے بعد حسب معمول تشریف فرما تھے اور احباب جھرمٹ ڈالے بیٹھے تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب بھی موجود تھے۔ کاتب مضمون لکھ رہا تھا اور خواجہ صاحب اپنی نگرانی میں لکھوا رہے تھے۔ حضورؑ نے پوچھا خواجہ صاحب مضمون کا کیا حال ہے؟ ''خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضورؑ کاتب لکھ رہا ہے حضورؑ نے فرمایا کہ خواجہ صاحب جلدی کیجئے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری صحت کا کیا حال ہے'' بہر حال مشیت الٰہی میں جتنا لکھا جانا مقدر تھا وہ جب تک پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا حضورؑ کی وفات نہیں ہوئی۔ پیغام میں حضورؑ نے ملک کی دو بڑی قوموں یعنی مسلمانوں اور ہندوؤں کو آشتی کا شاندار پیغام دے کر اتحاد اتفاق کی ایک مضبوط و مستحکم بنیاد قائم کر دی اور ہندو مسلم کشمکش کے مسئلہ کے خاتمہ کے لئے ایک نیا دروازہ کھول دیا۔

معاہدہ کی تجویز

چنانچہ حضورؑ نے اس معاہدہ کی عالمگیر صفت ربوبیت کا تذکرہ کرنے کے بعد ہندوؤں کے سامنے یہ تجویز رکھی ہندو اور آریہ صاحبان اگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا نبی مان لیں اور آئندہ تکذیب چھوڑ دیں تو میں سب سے پہلے اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے پر تیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے اور وید اور اس کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے۔ اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہ ہوگی ہندو صاحبوں کی خدمت میں ادا کریں گے۔ اور اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کر دیں اور اس کا مضمون بھی یہ ہوگا کہ ہم حضرت محمد ﷺ کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آئندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے۔ اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہ ہوگی احمدی سلسلہ کے پیشوا کی خدمت میں پیش کریں گے''۔

اعلان حق

اس تجویز کے ساتھ ہی حضورؑ نے صاف صاف لفظوں میں لکھا: ''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر جو ہمیں اپنے ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں''

وفات کے متعلق بار بار واضح الہامات

فرائض ماموریت و نبوت کی تکمیل کے بعد وہ وقت آ گیا کہ یہ برگزیدہ اور خدا نما وجود اس دنیا کو خیر باد کر دے۔ جیسا کہ ہم نے بتایا ہے کہ سفر لاہور سے پیشتر ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ الہام اطلاع ہو چکی تھی کہ یہ سفر سفر آخرت کا پیش خیمہ ہونے والا ہے۔ لاہور میں 9 مئی 1908 کو **الرحیل ثم**

الرحیل الہام نازل ہوا تو حضورؑ نے حضرت حکیم الامت مولوی نورالدین صاحبؓ کی اہلیہ محترمہ کو بلایا کہ جس جگہ ہم مقیم ہیں اس میں آپ آجائیں اور ہم آپ والے حصہ میں چلے جاتے ہیں کیونکہ خدا نے الہام میں الرحیل فرمایا ہے جسے ظاہر میں بھی نقل مکانی سے پورا کر دینا چاہئے اور معذرت بھی فرمائی کہ اس نقل مکانی سے آپ کو تکلیف تو ہوگی مگر میں اس خدائی الہام کو ظاہر میں بھی پورا کرنا چاہتا ہوں چنانچہ خواجہ صاحب والا مکان بدل کر حضور سید محمد حسین شاہ صاحب مکان میں تشریف لے گئے۔ ایک ہفتہ بعد 17 مئی 1908 کو ''مکن تکیہ برعمر ناپائدار'' کا الہام ہوا جس میں صاف طور پر وفات کی خبر تھی اس کے بعد 20 مئی کو جبکہ حضرت اقدسؑ ''پیغام صلح'' کی تصنیف میں مصروف تھے آخری الہام ہوا **الرحیل ثم الرحیل والموت قریب** (یعنی کوچ کا وقت آ گیا ہے اور موت قریب ہے) الہام اپنے اندر کسی تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا لیکن سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے دانستہ اسکی کوئی تشریح نہیں فرمائی تاہم ہر سمجھدار شخص یہ سمجھتا تھا کہ اب وقت مقرر سر پر آ گیا ہے۔ اس پر حضرت ام المومنینؓ نے گھبرا کر حضرت مسیح موعودؑ سے کہا کہ اب قادیان واپس چلیں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ اب تو ہم اس وقت چلیں گے جب خدا لے جائے گا۔ اور آپ بدستور پیغام صلح کا مضمون لکھنے میں مصروف رہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ سرعت اور توجہ کے ساتھ لکھنا شروع کر دیا۔ بالآخر 25 مئی کی شام کو آپ نے مضمون کو تقریباً مکمل کر کے کاتب کے سپرد کر دیا۔

آخری سیر

حضورؑ عصر کی نماز سے فارغ ہو کر حسب طریق سیر کے خیال سے باہر تشریف لائے۔ ایک کرایہ کی گھوڑا گاڑی حاضر تھی جو فی گھنٹہ مقررہ شرح کرایہ پر منگائی گئی تھی آپ نے اپنے نہایت مخلص رفیق شیخ عبدالرحمان صاحب قادیانیؓ سے فرمایا کہ اس گاڑی والے سے کہہ دیں اور اچھی طرح سے سمجھا دیں کہ اس وقت ہمارے پاس صرف ایک گھنٹہ کرایہ کے پیسے ہیں وہ صرف اتنی دور لے جائے کہ ہم اسی وقت کے اندر اندر ہوا خوری کر کے گھر واپس پہنچ جائیں۔ چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی اور آپ تفریح کے طور پر چند میل پھر کر واپس تشریف لے آئے۔ اس وقت آپ کو کوئی خاص بیماری نہیں تھی صرف مسلسل مضمون لکھنے کی وجہ سے کسی قدر ضعف تھا اور غالباً آنے والے حادثے کے مخفی اثر کے ماتحت ایک گونہ ربودگی اور انقطاع کی کیفیت طاری تھی۔

مرض الموت کا آغاز

حضرت اقدسؑ سیر سے واپس بخیریت سید محمد حسین شاہ صاحب والے مکان تک پہنچے۔ حضورؑ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں۔ پھر تھوڑا سا کھانا تناول فرمایا اور آرام کے لئے لیٹ گئے۔ حضورؑ کو اسہال کی بیماری بہت دیر سے تھی اور جب آپ کوئی دماغی کام زور دے کر کرتے تھے تو یہ عارضہ ہو جاتا تھا جس سے نبض ساقط ہو جاتی تھی اور عموماً مشک کے استعمال سے واپس آ جاتی تھی۔ لاہور آ کر بھی دو تین دفعہ اس بیماری کا حملہ ہوا مگر پھر طبیعت بحال ہوگئی لیکن اس روز (25 مئی کی شام کو) حضور نے کھانے کے چند نوالے ہی کھائے تھے کہ اسہال کی حاجت ہوئی۔ اس کے بعد حضورؑ کو تھوڑی دیر تک دبایا جاتا رہا اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے اور حضرت ام المومنینؓ بھی سو گئیں۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی کوئی گیارہ بجے کے قریب طبیعت بے حد کمزور ہوگئی۔ حضورؑ نے حضرت ام المومنینؓ کو جگایا آپ اٹھیں اور حضورؑ کے پاؤں مبارک دبانا شروع کیا۔ کچھ دیر کے بعد حضورؑ کی حالت ضعف سے بہت نازک ہوگئی جس پر حضرت ام المومنینؓ نے پوچھا کیا مولوی صاحب (حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ) کو بلا لیں؟ حضورؑ نے فرمایا کہ بلا لو۔ نیز فرمایا کہ محمود کو جگا دو۔

علاج کی کوشش

چنانچہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور حضرت صاحبزادہ محمود احمد صاحبؓ حاضر ہو گئے۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بلوا لیا گیا حضورؑ نے فرمایا کہ مجھے سخت دورہ اسہال ہو گیا ہے آپ کوئی دوا تجویز کریں۔ پھر (مرزا یعقوب بیگ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ حقیقت میں تو دوا آسمان پر ہے آپ بھی دوا کریں اور دعا بھی۔ علاج شروع ہوا مگر کمزوری لحظہ بلحظہ بڑھتی گئی۔ زبان اور گلے میں بھی خشکی پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے بولنے میں تکلیف محسوس ہوتی تھی مگر جو کلمہ اس وقت آپ کے منہ سے سنائی دیتا تھا وہ ان لفظوں میں محدود تھا ''اللہ میرے پیارے اللہ'' اس کے سوا کچھ نہیں فرمایا۔

حضورؑ کے سب خدام اس وقت مضطرب الحال تھے کچھ دوا وغیرہ میں مصروف تھے اور اکثر نماز تہجد پڑھ رہے تھے۔صبح کے قریب حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے حضرت اقدسؑ کے چہرہ پر نظر ڈالی تو ان کا دل بیٹھ گیا کیونکہ آپکو یقین ہو گیا تھا کہ یہ مرض الموت ہے اس وقت حضورؑ بہت کمزور ہو چکے تھے۔ڈاکٹر نے نبض دیکھی تو ندارد۔سب سمجھے کہ وفات پا گئے یکدم سب پر ایک سناٹا چھا گیا مگر تھوڑی دیر بعد نبض میں پھر ایک حرکت پیدا ہوئی مگر حالت بدستور نازک ہوتی گئی۔کوئی پانچ بجے کے قریب حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ بھی آ پہنچے۔اس وقت حضورؑ کا بدن گرم تھا اور گھبراہٹ تھی مگر حواس پوری طرح قائم تھے۔آہستہ آہستہ بولتے تھے۔

نواب صاحبؓ کے پہنچنے پر دو ایک دفعہ کروٹ بدلی۔آنکھ مبارک کھولی اور انکی طرف دیکھا۔نواب صاحبؓ نے السلام علیکم عرض کیا جس کے جواب میں حضورؑ نے وعلیکم السلام فرمایا۔اتنے میں صبح ہو گئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چارپائی کو باہر صحن سے اٹھا کر اندر کمرے میں لے آئے۔جب ذرا روشنی ہوئی تو حضورؑ نے پوچھا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ حضورؑ ہو گیا ہے اس پر حضورؑ نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کر دی۔اسی حال میں تھے کہ غشی طاری ہو گئی اور نماز پوری نہ کر سکے۔تھوڑی دیر کے بعد حضورؑ نے پھر دریافت فرمایا کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ حضورؑ ہو گیا ہے آپ نے پھر نیت باندھی اور لیٹے لیٹے نماز ادا کی اس کے بعد نیم بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو گئی مگر جب ہوش آتا تھا وہی الفاظ اللہ میرے پیارے اللہ سنائی دیتے تھے اور ضعف لحظہ بلحظہ بڑھتا جاتا تھا غالباً آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے (اور ایک روایت کے مطابق 7:30 بجے) ڈاکٹر نے پوچھا کہ حضورؑ کو خاص طور پر کیا تکلیف ہوتی ہے مگر حضورؑ زبان سے جواب نہ دے سکتے تھے اسلئے کاغذ قلم منگوائی گئی اور حضورؑ نے بائیں ہاتھ پر سہارا لے کر بستر سے کچھ اٹھ کر لکھنا چاہا مگر بمشکل چند الفاظ لکھ سکے مگر بوجہ ضعف کے کاغذ کے اوپر قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا اور حضورؑ پھر لیٹ گئے کاغذ پر جو غالباً حنائی رنگ کا تھا حضورؑ نے یہ لکھا کہ ”تکلیف یہ ہے کہ آواز نہیں نکلتی کوئی دوا دی جائے“ یہ الفاظ سید مہدی حسن صاحبؓ (جو اس وقت پلنگ کے سرہانے کھڑے تھے) کاغذ پر تحریر دیکھے بغیر روانی اور حرکت کی وجہ سے ساتھ کے ساتھ تحریر پڑھتے گئے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال

9 بجے کے بعد حضورؑ کی حالت زیادہ تشویشناک ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد نزع کی حالت طاری ہو گئی۔غرغرہ میں کوئی آواز وغیرہ نہیں تھی بلکہ سانس صرف لمبا لمبا اور کھنچ کھنچ کر آتا تھا۔حضرت ام المومنینؓ اس وقت دعا میں مصروف تھیں کبھی سجدہ میں گر جاتیں اور بار بار یہی کہتیں تھیں کہ اے حی و قیوم خدا۔اے میرے پیارے خدا۔اے قادر مطلق خدا۔اے مردوں کو زندہ کرنے والے خدا تو ہماری مدد کر۔

اے واحد لاشریک خدا۔اے خدا میرے گناہوں کو بخش میں گناہگار ہوں۔اے میرے خدا تو میری زندگی بھی ان کو دے دے میری زندگی کس کام کی ہے یہ تو دین کی خدمت کرتے ہیں۔میری زندگی بھی ان کو دے دے۔بار بار یہی الفاظ آپ کی زبان پر تھے اور اخیر میں جب نزع کا آخری وقت بالکل قریب تھا آپنے فرمایا۔اے میرے پیارے خدا یہ تو ہمیں چھوڑتے ہیں مگر تو ہمیں نہ چھوڑیو۔اور کئی بار یہ کہا تھوڑی دیر غرغرہ کا سلسلہ جاری رہا اور ہر آن سانس کے درمیان کا وقفہ لمبا ہوتا گیا حتی کہ قریباً ساڑھے دس بجے دو ایک دفعہ لمبے سانس آئے۔روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور خدا کا برگزیدہ ،قرآن کا فدائی،اسلام کا شیدائی،محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عاشق اور دین محمدی کا فتح نصیب جرنیل جس نے اپنی پوری عمر علمی اور قلمی جہاد کی قیادت میں بسر کی تھی،اپنے اہل بیت اور اپنے عشاق کو سوگوار اور افسردہ چھوڑ کر اپنے آسمانی آقا کے دربار میں حاضر ہو گیا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

وفات کے وقت حضورؑ کی عمر سوا تہتر سال کے قریب تھی دن منگل کا تھا اور شمسی تاریخ 26 مئی 1908 تھی جو (ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب پروفیسر راجشاہی یونیورسٹی مشرقی پاکستان کی) جدید تحقیق کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم وصال بھی ہے۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ ؓ کا ایک ایمان افروز خواب

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا بیان ہے کہ آپ (سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ناقل) وسط صحن میں بستر پر بیٹھ کر آخری شام دیر تک (پیغام صلح کا۔ناقل) مضمون لکھتے رہے تھے۔آپ کے چہرہ مبارک پر ایک خاص جوش اور ایک خاص سرخی تھی اور قلم معمول سے زیادہ تیز تھا مجھے اس وقت آپ کے بیٹھ کر اور اس انہماک اور تیزی سے لکھنے پر ایک خواب یاد آیا تھا جو میں آپکو سنا چکی تھی اور وہم آیا جس کو بار بار دل سے دور کرنے کی کوشش کی تھی یہی خیال آتا تھا کہ اس خواب میں آپ اس طرح بستر پر بیٹھے اس رنگ میں لکھ رہے تھے۔میں نے لاہور آنے سے کچھ عرصہ ہی پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ ''میں نیچے صحن میں ہوں اور گول کمرہ کی طرف جاتی ہوں تو وہاں بہت سے لوگ ہیں جیسے کوئی خاص مجلس ہو۔مولوی عبدالکریم صاحبؓ دروازے کے پاس آئے اور کہا بی بی جاؤ ابا سے کہو کہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ تشریف لائے ہیں آپ کو بلاتے ہیں۔میں اوپر گئی اور دیکھا کہ پلنگ پر بیٹھے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت تیزی سے لکھ رہے تھے اور ایک خاص کیفیت آپ کے چہرہ پر ہے نور اور پر جوش میں نے کہا ابا مولوی عبدالکریم صاحب ؓ کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں۔آپ نے لکھتے لکھتے نظر اٹھائی اور مجھے کہا کہ جاؤ کہو'' یہ مضمون ختم ہوا اور میں آیا'' ٹھیک یہی الفاظ تھے اور وہی نظارہ میری آنکھوں کے سامنے اس آخری شام کو پھر گیا''۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے عشاق کی حالت کا دردناک منظر

حضورؑ کی وفات کی خبر بجلی کی طرح شہر میں پھیل گئی۔احمدیہ جماعتوں کو بذریعہ تار اس حادثہ کی اطلاع دے دی گئی اور انہیں ہدایت دی گئی کہ وہ جنازہ کے لئے قادیان پہنچیں۔اسی دن یا دوسرے روز اخبارات کے ذریعہ سے تمام ہندوستان کو اس عظیم الشان انسان کی وفات کی خبر ملی۔یہ محض خبر نہیں تھی ایک قیامت تھی جو آناً فاناً آئی جس نے حضورؑ کے خدام کے دل دماغ پر ایک زلزلہ طاری کر دیا۔ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور باوجود یہ کہ خدا کا پیارا اُنہیں خدائی الہامات سنا سنا کر اپنی واپسی کی متواتر اطلاع دیتا رہا تھا اور دو سال پہلے الوصیت بھی لکھ دی تھی مگر اس کے پروانے یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ ہمارا شاہد، ہمارا رازداں، مجسم رحم وشفقت، محبوبوں کا محبوب، باپ سے بڑھ کر شفیق وغمگسار، جس کے نورانی چہرہ پر ایک نظر سے غموں کی گھٹائیں پاش پاش ہو جاتی تھیں۔اور جس کا ہر لفظ زندگی کی ایک نئی روح پیدا کرتا تھا ہم سے کبھی جدا ہو سکتا ہے۔یہاں تک کہ تار بیرونی جماعتوں کی اطلاع کے لئے لاہور سے دئے گئے تھے اور استدعا کی گئی تھی کہ لوگ جنازہ کے لئے فوراً قادیان پہنچ جائیں انہوں نے بھی اکثر لوگوں نے جھوٹ سمجھا (اور گو وہ قادیان آئے مگر صرف احتیاط کے طور پر آئے اور اس خیال سے آئے کہ جھوٹ کا پول کھولیں)

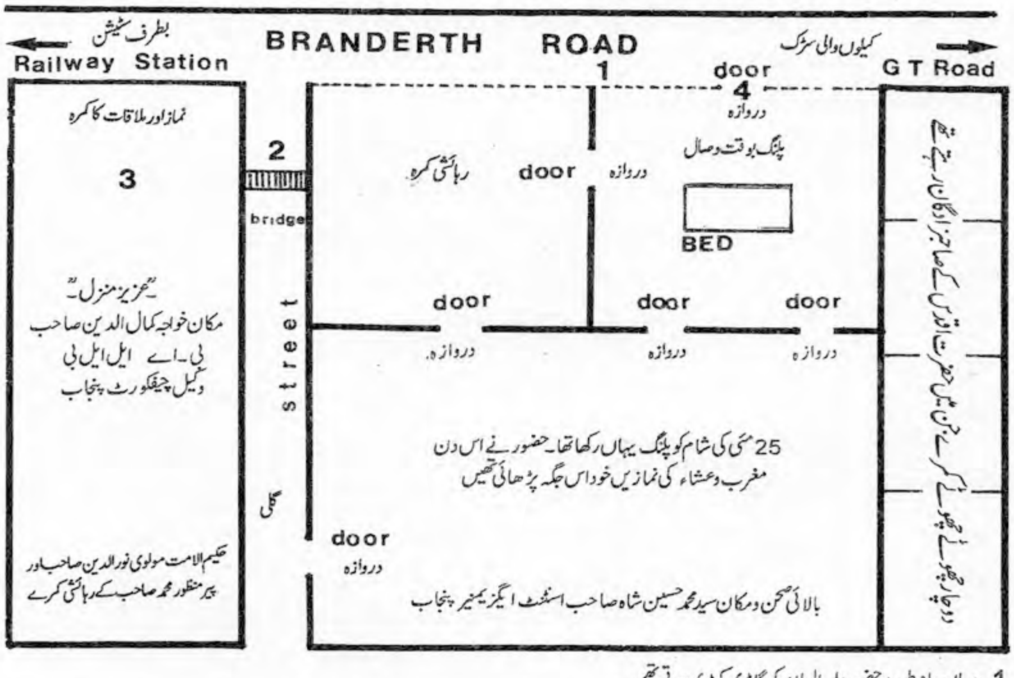
اہل قادیان کی یہ حالت تھی کہ یہاں خواجہ کمال الدین کی طرف سے مولوی محمد علی صاحب کو شام کے پانچ بجے کے قریب تار مل گیا تھا اس کے باوجود کسی کو حضورؑ کی وفات کا یقین نہیں آتا تھا بلکہ شبہ گزرا کہ شاید یہ کسی دشمن کا تار ہو۔کسی نے کہا کہ کوئی آدمی بٹالہ بھیجا جائے جو لاہور سے بذریعہ تار اصل حالات معلوم کرے۔اسی دوران مسجد مبارک میں مجمع جمع ہو گیا۔عین اسی وقت چوہدری نعمت اللہ صاحب گوہر جو صبح نو بجے تک احمدیہ بلڈنگس میں ہی تھے لاہور سے صبح دس بجے کی گاڑی سے چل کر قادیان پہنچ گئے انہوں نے حضورؑ کی علالت کا کھول کر ذکر کیا اور وہ الہامات جو حضور ؑ کو دو تین روز پیشتر ہوئے تھے حاضرین کو سنائے تب کہیں لوگوں کو یقین آیا کہ حضورؑ فی الواقع انتقال فرما گئے ہیں۔

> " خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔کیا یورپ اور کیا ایشیاء۔ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔یہی مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔" (الوصیت۔ص 6)

مقامِ وصال سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ لاہور (پاکستان)، ۲۶ رمئی ۱۹۰۸

یہ سرسری خاکہ دوسری منزل کا ہے جو سلسلہ کے متعدد قدیم بزرگوں کی مجموعی شہادتوں کی روشنی میں تیار کیا گیا ہے
اس کی تیاری میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے خاص طور پر مدد دی ہے

تاریخ احمدیت جلد دوم ص545۔



1 یہاں عام طور پر حضور علیہ السلام کی گاڑی کھڑی ہوتی تھی

2 15 مئی کو مسٹر فضل حسین صاحب کی ملاقات اس جگہ ہوئی تھی۔ اس وقت گلی میں چارپائیاں بچھادی گئی تھیں "روایت مولوی فضل الدین صاحب وکیل۔ الحکم 14 اکتوبر 1936 ص 5"

3 17 مئی کو روسائے لاہور کی دعوت طعام کا انتظام اس کمرہ میں تھا۔ "ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب کی روایت کے مطابق"

4 حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کی اطلاع پر حضرت مولوی نورالدین صاحب اس کمرہ میں آئے اور حضور کی پیشانی مبارک کو بوسہ دے کر باہر تشریف لے گئے۔

یہ معلوم کر کے قادیان اسطرح غم کدہ بن گیا جس طرح ساڑھے دس بجے احمدیہ بلڈنگس کی سرزمین بن گئی تھی۔ مغرب کی نماز میں مسجد مبارک کی چھت پر آہ وبکا اور گریہ وزاری سے محشر سا برپا تھا اور نمازیوں کے منہ سے نماز کے فقرات بھی پوری طرح نہیں نکل سکتے تھے۔ آنسوؤں کی شدت گلے میں گرہ ڈال دیتی تھی۔ غرض کہ جہاں جہاں یہ خبر پہنچی حضورؑ کے خدام مارے غم کے دیوانے ہو گئے اور وہ سچ مچ سمجھتے تھے کہ ہم یتیم ہو گئے ہیں۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو اشکبار نہ ہو اور کوئی دل نہ تھا جو شدت غم سے پارہ پارہ نہ ہو رہا ہو آنسوؤں کا ایک سیلاب تھا جو خود بخود بہتا آ رہا تھا۔ اس دردناک منظر کا نقشہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ ''آپ کے ساتھ جو محبت آپ کی جماعت کو تھی اس کا حال اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بہت تھے جو آپ کی نعش مبارک کو صریحاً اپنے سامنے پڑا دیکھتے تھے مگر وہ اس بات کو قبول کرنے کے لئے تو تیار تھے کہ اپنے حواس کو مختل مان لیں لیکن یہ باور کرنا انہیں دشوار ونا گوار تھا کہ انکا حبیب ان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا ہے۔ پہلے مسیح کے حواریوں اور اس مسیح کے حواریوں کی اپنے مرشد کے ساتھ محبت میں یہ فرق ہے کہ وہ تو مسیح کے صلیب سے زندہ اتر آنے پر حیران تھے اور یہ اپنے مسیح کے وصال پر ششدر تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ زندہ کیونکر ہوا؟ آج سے تیرہ سو سال پہلے ایک شخص جو خاتم النبین ہو کر آیا تھا اس کی وفات پر نہایت سچے دل سے ایک شاعر نے یہ صداقت بھرا شعر کہا تھا

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ ۔۔۔۔۔ مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

تو تو میری آنکھ کی پتلی تھا تیری موت سے میری آنکھ اندھی ہو گئی ہے۔ اب تیرے بعد پڑا کوئی شخص مرا کرے ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں کیونکہ ہم تو تیری موت سے ڈر رہے تھے۔ آج سے تیرہ سو سال کے بعد اس نبیؐ کے ایک غلامؑ کی وفات پر وہی نظارہ چشم فلک نے دیکھا کہ جنہوں نے اسے پہچان لیا تھا ان کا یہ حال تھا کہ یہ دنیا ان کی نظروں میں حقیر ہو گئی اور ان کی تمام تر خوشی اگلے جہان میں ہی چلی گئی...... خواہ صدی بھی گزر جائے مگر وہ دن ان کو کبھی نہیں بھول سکتے جبکہ خدا تعالیٰ کا پیارا رسولؑ انکے درمیان چلتا پھرتا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے اہل بیت کا بے مثال صبر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے والہانہ عقیدت رکھنے والے عشاق جو جماعت کی ذمہ داری کو سمجھتے اور وقت کی نزاکت کو پہچانتے تھے اپنے دلوں کے جذبات کو روکے ہوئے تھے اور چشم پر آب ہونے کے باوجود انہوں نے اسوقت صبر تحمل کا قابل رشک نمونہ دکھایا حتیٰ کہ لاہور کے مخالفین نعش کی طرف آتے تھے تو حیران ہو کر واپس چلے جاتے تھے اور یقین نہ کرتے تھے کہ آپ فوت ہو گئے ہیں کیونکہ ان کو چیخیں مار کر روتا ہوا اور بکا میں مصروف کوئی نہ دکھائی دیتا تھا بالخصوص حضرت اقدسؑ کے اہل بیت نے اس عظیم ترین صدمہ میں جس رضاء بالقضاء کا ثبوت دیا اس کی مثال نہیں ملتی ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت اقدس علیہ السلام کی زندگی کے آخری لمحات کے وقت حضرت ام المومنینؓ نے بجائے دنیادار عورتوں کیطرح رونے چیخنے اور بے صبری کے کلمات منہ سے نکالنے کے صرف اللہ تعالیٰ کے حضور گر کر سجدہ میں نہایت عجز و انکساری کے ساتھ دعائیں مانگنے کا پاک نمونہ دکھایا۔ جب اخیر میں یٰسین پڑھی گئی اور حضورؑ کی روح مقدس قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے محبوب حقیقی کے حضور حاضر ہو گئی تو حضرت ام المومنینؓ نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اور بس خاموش ہو گئیں کسی قسم کا جزع فزع نہیں کیا۔ اندر بعض مستورات نے رونا شروع کیا آپ نے ان عورتوں کو بڑے زور سے جھڑک دیا اور کہا کہ میرے تو خاوند تھے میں نہیں روتی تم رونے والی کون ہو۔ یہ صبر استقلال کا نمونہ ایک ایسی پاک عورت سے جو ناز و نعمت میں پلی ہو اور جس کا ایسا روحانی بادشاہ اور ناز اٹھانے والا خاوند انتقال کر جائے ایک زبردست اعجاز تھا۔ یہی نہیں حضرت ام المومنینؓ نے حضور کی وفات کے وقت یا اس کے تھوڑی دیر بعد اپنے بچوں کو جمع کیا اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے انہیں نصیحت فرمائی کہ۔

> ''بچو گھر خالی دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ابا تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑ گئے انہوں نے آسمان پر تمہارے لئے دعاؤں کا بڑا بھاری خزانہ چھوڑا ہے جو تمہیں وقت پر ملتا رہے گا''

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کا عہد

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے صبر کا عدیم المثال نمونہ دکھایا بلکہ سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سرہانے کھڑے ہو کر یہ عہد کیا کہ

> **''اگر سارے لوگ بھی آپ کو چھوڑ دیں گے اور میں اکیلا رہ جاؤں گا تو میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کروں گا۔''**

شرفاء کی ہمدردی اور اشد مخالفین کا افسوسناک مظاہرہ

ملک کے غیر مسلم حلقے جو مسلک و عقیدہ کے اختلاف کے باوجود حضورؑ کی روحانی عظمت وشان اور علمی قابلیت کے دل سے معترف تھے انہوں نے آپ کی وفات پر اظہار ہمدردی کیا اور ہمدردی کے خطوط لکھے۔ علاوہ ازیں ملکی پریس نے حضرت اقدسؑ کی وفات پر نہایت عمدہ ریویو لکھے اور آپکی وفات کو ایک ناقابل تلافی نقصان قرار دیا مگر بعض مخالفین نے اس موقع پر انتہائی افسوسناک مظاہرے کئے۔ چنانچہ احمدیہ بلڈنگس کے نزدیک ہی جہاں خدا کے اس فرستادہ کی نعش مبارک رکھی تھی دکھی اور زخم رسیدہ دلوں کی نمک پاشی کے لئے شہر کے آوارہ مزاج بڑی تعداد میں جمع ہو گئے اور انہوں نے نہایت بے شرمی کے ساتھ سامنے کھڑے ہو کر خوشی کے گیت گائے۔ مسرت کے ناچ ناچے اور شادمانی کے نعرے لگائے اور فرضی جنازے بنا بنا کر نمائشی ماتم کے جلوس نکالے۔

بعض اخبار نویسوں کی طرف سے سلسلہ کی تباہی کی پیشگوئی

وہ تو اوباشوں کی حرکات تھیں جو عین نعش کے سامنے کی گئیں لیکن اسکے بعد بعض کم ظرف اخبار نویسوں نے بھی اپنے اخبارات میں آپ کی وفات پر بڑی خوشی کا اظہار کر کے اپنے کم ظرف ہونے کا ثبوت دیا۔ اور پبلک کو یقین دلایا کہ مرزا صاحبؑ کی وفات کے بعد یہ سلسلہ تباہ ہو جائیگا۔

نعش مبارک کا لاہور سے قادیان لایا جانا

حضورؑ کا وصال ساڑھے دس بجے ہوا تھا۔ انتقال کے معمولی وقفہ کے بعد لاہور میں تمام موجود احمدی یکے بعد دیگرے آئے اور حضرت اقدسؑ کی پیشانی کو بوسہ دیتے گئے۔ کچھ دیر کے بعد حضورؑ کے خدام ذرا بیٹھے اور شیخ رحمت اللہ صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب لاہور کے سول سرجن صاحب کے پاس سر ٹیفکیٹ کے لئے گئے۔ سر ٹیفکیٹ میں سول سرجن صاحب نے صاف لکھا کہ حضرت اقدسؑ نے امعاء کی خراش سے انتقال کیا ہے۔ بٹالہ کیلئے ریزرو گاڑی کا انتظام کیا گیا اڑھائی بجے تک غسل اور کفن سے فراغت ہوگئی۔ غسل دینے والے بھائی عبدالرحیم صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب اور ایک احمدی دوست تھے اور ایک کثیر جماعت نے جنازہ پڑھا اور اس کے بعد جوق در جوق احمدی اور غیر احمدی زیارت کے واسطے آتے رہے حضرت اقدسؑ کی شکل نہایت منور تھی اور سرخی بھی رخسار پر تھی۔ چار بجے کے قریب پہلے مستورات اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئیں بعد ازاں احمدیہ بلڈنگس سے چارپائی پر جنازہ اٹھایا گیا۔ اسٹیشن پر پہنچ کر تابوت گاڑی میں رکھا گیا۔ یہاں آکر اس خطرناک سازش کا پتہ چلا کہ کسی مخالف نے ٹریفک سپرنٹنڈنٹ سے کہہ دیا تھا کہ مرزا صاحبؑ ہیضہ سے فوت ہوئے ہیں اس لئے جنازہ گاڑی سے نہیں جانا چاہئے۔ چنانچہ اسٹیشن ماسٹر نے نعش بھجوانے سے انکار کر دیا۔ جس پر شیخ رحمت اللہ صاحب نے سول سرجن کا سر ٹیفکیٹ دکھلایا۔ اسے مجبوراً اجازت دینا پڑی اور مخالفوں کا یہ منصوبہ دھرا کا دھرا رہ گیا۔ پونے چھ بجے کے قریب گاڑی لاہور سے بٹالہ کے لئے روانہ ہوئی۔ گاڑی میں جنازہ کے ساتھ اہل بیت حضرت اقدسؑ، حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ، حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ اور حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کے علاوہ حضرت اقدسؑ کے بہت سے خدام بھی تھے۔ جناب عبدالمجید صاحب سالک کے بیان کے مطابق مولانا ابوالکلام آزادؔ امرتسر سے لاہور آئے اور یہاں سے مرزا صاحبؑ کے جنازے کے ساتھ بٹالہ تک گئے۔

گاڑی لاہور سے امرتسر پہنچی اور یہاں سے بھی بہت سے احمدی مثلاً میاں نبی بخش صاحب سوداگر اور ڈاکٹر عبداللہ صاحب اور احباب کپورتھلہ شہر مثلاً حضرت منشی ظفر احمد صاحب جنازہ کے ساتھ ہوئے گاڑی رات دس بجے کے قریب بٹالہ پہنچی۔ نعش مبارک ریزروڈبہ میں ہی رہی جس کے پاس خدام موجود رہے دو بجے کے قریب حضورؑ کا جسد مبارک صندوق سے نکال کر ایک آم کے درخت کے نیچے چارپائی اور صندوق و برف گڈے پر رکھے گئے۔ مستورات تو دو گھنٹے کے بعد نو بجے کے قریب قادیان پہنچیں مگر احباب جنازہ کو اٹھا کر قادیان کی طرف روانہ ہوگئے۔ دیوانی والی کے تکیہ میں دوستوں نے صبح کی نماز ادا کی۔ نہر کے پل کے قریب جماعت قادیان کے دوست بھی آشامل ہوئے کوئی آٹھ بجے جنازہ قادیان پہنچا اور حضورؑ کی نعش مبارک بہشتی مقبرہ سے ملحق باغ میں واقعہ پکے مکان میں رکھ دی گئی۔

بٹالہ سے احباب جنازہ کو شانہ بشانہ اٹھا کر قادیان کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی کی ڈیوٹی حضرت سیدۃ النساء ام المومنینؓ کی رتھ کے ساتھ تھی۔ حضرت سیدۃ النساءؓ بٹالہ سے قادیان تک خاموشی کے ساتھ ذکر واذکار اور دعاؤں میں مشغول رہیں۔ جب رتھ نہر کے پل سے گزر کر آگے بڑھی تو حضرت سیدہؓ نے ایک پر سوز اور رقت آمیز آواز سے فرمایا۔ بھائی جی پچیس سال گزرے میری ڈولی اس سڑک پر سے گزری تھی۔ آج میں بیوگی کی حالت میں اس سڑک پر سے گزر رہی ہوں۔

صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کو حادثہ کی اطلاع

[i] سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے ایام میں صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب جالندھر میں افسر مال کی حیثیت سے متعین تھے حضورؑ کی وفات سے پیشتر آپ باہر اپنے حلقہ میں دورہ پر تھے۔ دورہ ختم کرکے آپ واپس گھوڑے پر سوار جالندھر کی طرف تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں آپ کو یکا یک الہام ہوا۔ ''ماتم پرسی'' آپ گہری سوچ میں پڑ کر بدستور چلتے گئے کہ راستہ میں دوبارہ یہی الہام ہوا۔ اب خیالات بہت پراگندہ ہوگئے قیاس کیا کہ شاید تائی صاحبہ کا انتقال ہو گیا ہو مگر ابھی گھوڑے پر سوار چلتے گئے کہ تیسری مرتبہ پھر الہام ہوا ''ماتم پرسی'' جس پر آپ سخت خوفزدہ ہوگئے اور فوراً گھوڑے سے اتر کر راستہ میں زمین پر بیٹھ گئے اور سخت پریشانی میں سوچنے لگے کہ اس الہام کا مطلب کیا ہے۔ آخر گہرے سوچ بچار کے بعد دل میں یہ سوال اٹھا کہ خدا تعالیٰ کی جانب سے ماتم پرسی ہو تو لازمی ہے کہ یہ کسی اعلیٰ اور ارفع ہستی کی موت اور وصال سے

وابستہ ہو۔اس خیال کا آنا تھا کہ آپ کو قطعی یقین ہو گیا کہ بس یہ حضرت والد صاحب ''مسیح موعود'' کا ہی وصال ہے۔ یہ خیال راسخ ہوتے ہی آپ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے اور اسی غم وحزن کی حالت میں بجائے اپنے بنگلہ پر جانے کے سیدھے انگریز ڈپٹی کمشنر صاحب جالندھر کے بنگلہ کو تشریف لے گئے ڈپٹی کمشنر سے ملاقات ہوئی تو ان کو اطلاع دی کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے فوراً رخصت دے دی جائے میں جا رہا ہوں اور یہ بھی بتلایا کہ میں اس غرض سے دورہ سے سیدھا آپ کے بنگلہ پر آیا ہوں۔

[ii] صاحب موصوف نے دریافت کیا کہ کیا والد صاحب کی وفات کی خبر آپ کو راستہ میں ملی ہے یا کوئی اطلاع موصول ہوئی ہے یا کوئی آدمی آیا ہے۔ مگر آپ نے جواب دیا کہ نہ کوئی تار آیا ہے نا کوئی آدمی اور نا کسی اور ذریعہ سے اطلاع ہوئی ہے صرف خدائی تار آیا ہے اور صاحب موصوف کے دریافت کرنے پر آپ نے اپنے راستہ کا تمام ماجرا سنایا تو صاحب کو بہت حیرت ہوئی کہ اس پر اتنا یقین کر لیا اور کہا یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے یونہی آپ کو وہم ہو گیا ہے آپ اطمینان رکھیں ایسا کوئی حادثہ نہیں ہوا ہے آپ رخصت کے لئے جلدی نہ کریں اور گھبرائیں نہیں۔لیکن آپ بدستور اپنے یقین کامل سے رخصت پر مصر رہے مگر صاحب بہادر کے اصرار پر اپنے بنگلہ پر واپس تشریف لے آئے۔تھوڑی دیر بعد ہی آپ کو حضرت اقدس علیہ السلام کی وفات حسرت آیات کا تار بھی موصول ہو گیا۔ چنانچہ آپ وہ تار لے کر صاحب کے بنگلہ پر دوبارہ گئے اور بتلایا کہ اس وقت میں دورہ سے سیدھا آپ کے بنگلہ پر آ گیا وہ خدائی اطلاع کی بنا پر تھا۔اب یہ تار بھی آ گیا ہے۔صاحب بہادر یہ کیفیت دیکھ کر بہت ہی حیران اور ششدر رہ گئے کہ آپ لوگوں کو خدا پر کیسا یقین اور وثوق اور ایمان ہے اور صاحبزادہ صاحب کو رخصت دے دی۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف فوراً قادیان روانہ ہو گئے۔ جب آپ جالندھر سے امرتسر پہنچے تو اسٹیشن پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جنازہ بھی پہنچ چکا تھا۔

جماعت احمدیہ کا خلافت پر پہلا اجماع

[i] نعش مبارک کے قادیان پہنچنے کے بعد سب سے پہلا کام جو سلسلہ کے مقتدر بزرگوں نے اس وقت کیا وہ خلافت کے لئے حضرت مولوی نورالدین صاحب کا انتخاب تھا۔ چنانچہ جماعت کے دوست اکٹھے ہوئے اور مشورہ ہوا تو سب کی نظریں حضرت مولوی نورالدین صاحب کی طرف اٹھیں۔ چنانچہ جب متفقہ فیصلہ ہو چکا تو اکابر سلسلہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کے مکان پر حاضر ہوئے اور مناسب رنگ میں بیعت خلافت کے لئے درخواست پیش کی۔آپ نے کچھ تردد کے بعد فرمایا۔میں دعا کے بعد جواب دوں گا۔ چنانچہ وہیں پانی منگایا گیا آپ نے وضو کیا اور غربی کوچہ کے متصل دالان میں نماز نفل ادا کی۔اس عرصہ میں یہ وفد باہر صحن میں انتظار کرتا رہا۔نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا چلو ہم سب وہیں چلیں جہاں ہمارے آقا کا جسد اطہر ہے اور جہاں ہمارے بھائی انتظار میں ہیں۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب کی معیت میں تمام حاضرین باغ میں پہنچے۔

[ii] حضرت مفتی محمد صادق صاحب سب دوستوں کے سامنے جو باغ میں اپنے محبوب آقا کی نعش کے پاس جمع تھے کھڑے ہوئے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں بطور نمائندہ مندرجہ ذیل تحریر پڑھ کر سنائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيّٖنَ

مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰى وَ عَلَى الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ خَاتَمِ الْاَوْلِيَاءِ

امابعد مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اس امر پر صدق دل سے مطمئن ہیں کہ اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ جو ہم سب میں سے عالم اور اتقی ہیں اور حضرت امامؑ کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیم دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوہ حسنہ قرار فرما چکے ہیں۔جیسا کہ آپ کے شعر سے ظاہر ہے۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے ہمیں بودے اگر ہر یک پر از نور یقیں بودے

حضرت مولوی نورالدین صاحب ؓ کی دردانگیز تقریر

حضرت مفتی محمد صاحب صادق ؓ جب مذکورہ بالا تقریر سنا چکے تو حضرت مولوی صاحب ؓ کھڑے ہوئے اور تشہد تعوذ اور آیت وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کی تلاوت کے بعد ایک دردانگیز تقریر کی جس میں فرمایا:۔

''میری پچھلی زندگی پر غور کرلو۔ میں کبھی امام بننے کا خواہش مند نہیں ہوا مولوی عبدالکریم صاحب ؓ امام صلوٰۃ بنے تو میں نے بھاری ذمہ داری سے اپنے تئیں سبکدوش خیال کیا تھا۔ میں اپنی حالت سے خوب واقف ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ خوب واقف ہے۔ میں دنیا میں ظاہر داری کا خواہش مند نہیں میں ہرگز ایسی باتوں کا خواہشمند نہیں۔ اگر خواہش ہے تو یہ کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہوجائے۔ اس خواہش کے لئے میں دعائیں کرتا ہوں اور قادیان بھی اسی لئے رہا اور رہتا ہوں اور رہوں گا۔ میں نے اسی فکر میں کئی دن گزارے کہ ہماری حالت حضرت صاحبؑ کے بعد کیا ہوگی اسی لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی موجود ہیں۔ اول میاں محمود احمد وہ میرا بھائی بھی ہے میرا بیٹا بھی اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔ قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت صاحبؑ کے ادب کے مقام ہیں۔ تیسرے قریبی نواب محمد علی خاں صاحب ہیں اسی طرح خدمت گزاران دین میں سے......اور بھی کئی احباب ہیں'' ''پس میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جن عمائد کا نام لیا ہے۔ ان میں سے کوئی منتخب کرلو میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ اگر تم میری ہی بیعت کرنا چاہتے ہو تو سن لو کہ بیعت بک جانے کا نام ہے ایک دفعہ حضرت صاحبؑ نے مجھے اشارتاً فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا۔ سو اسکے بعد میری ساری عزت اور سارا خیال انہی سے وابستہ ہوگیا اور میں نے کبھی وطن کا خیال تک نہیں کیا پس بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے''

آخر میں فرمایا:۔''اب تمہاری طبیعتوں کے رخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی اگر یہ بات تمہیں منظور ہو تو میں طوعاً و کرہاً اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں۔ وہ بیعت کے دس شرائط بدستور قائم ہیں۔ ان میں خصوصیت سے میں قرآن کو سیکھنے اور زکوٰۃ کا انتظام کرنے واعظین کے بہم پہنچانے اور ان امور کو جو وقتاً فوقتاً اللہ میرے دل میں ڈالے شامل کرتا ہوں۔ پھر تعلیم دینیات، دینی مدرسہ کی تعلیم میری مرضی اور منشا کے مطابق کرنی ہوگی۔ اور میں اس بوجھ کو صرف اللہ کے لئے اٹھاتا ہوں جس نے فرمایا وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ . . . یاد رکھو کہ ساری خوبیاں وحدت میں ہیں جس قوم کا کوئی رئیس نہیں وہ مرچکی۔ فقط''

حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ کی بیعت

حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول ؓ کی اس تقریر پر سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ ہم آپ کے احکام مانیں گے۔ آپ ہمارے امیر ہیں اور ہمارے مسیح موعود علیہ السلام کے جانشین ہیں۔ چنانچہ باغ میں ہی قریباً بارہ سو احباب نے بیعت کی۔

صدر انجمن کی طرف سے جماعتوں کو اطلاع

28رمئی 1908ء کو الحکم کا ایک غیر معمولی پرچہ شائع کیا گیا جس میں خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر سیکریٹری صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی وفات اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ کے انتخاب کی اطلاع مندرجہ ذیل الفاظ میں شائع ہوئی:

[i] ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ ذیل وصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقرباء حضرت مسیح موعود و باجازت حضرت ام المؤمنین کُل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اُس وقت بارہ سو تھی والا مناقب حضرت حاجی الحرمین شریفین جناب حکیم نورالدین صاحب سلّمہ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معتمدین میں سے ذیل کے اصحاب موجود تھے مولانا حضرت سید محمد احسن صاحب، صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب، جناب نواب محمد علی خان صاحب، شیخ رحمۃ اللہ صاحب، مولوی محمد علی صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر سید حسین شاہ صاحب، خلیفہ رشید الدین صاحب و خاکسار (خواجہ کمال الدین)

[ii] وفات اگرچہ بالکل اچانک تھی اور اطلاع دینے کا بہت ہی کم وقت ملا تاہم انبالہ۔ جالندھر۔ کپورتھلہ۔ امرتسر۔ لاہور۔ گوجرانوالہ۔ وزیرآباد۔ جموں۔ گجرات۔ بٹالہ۔ گورداسپور وغیرہ مقامات سے معزز احباب آ گئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ ایک کثیر جماعت نے قادیان اور لاہور میں پڑھا۔ حضرت قبلہ حکیم الامت سلّمہ کو مندرجہ بالا جماعتوں کے احباب اور دیگر کُل حاضرین نے جن کی تعداد اوپر دی گئی ہے بالا تفاق خلیفۃ المسیح قبول کیا۔ یہ خط بطور اطلاع کُل سلسلہ کے ممبران کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کو پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح والمہدی کی خدمت بابرکت میں بذات خود بذریعہ تحریر بیعت کریں۔'' الغرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر جماعت کا سب سے پہلا اجماع خلافت پر ہوا اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ خلیفۃ المسیح الاوّل قرار پائے۔

جنازہ و آخری زیارت اور تدفین

بیعت خلافت ہو چکی تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے کچھ وقفہ بعد حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے مملوکہ باغ میں کنوئیں کے قریب نماز جنازہ پڑھائی۔ اس وقت رقّت کا یہ عالم تھا کہ ہر طرف سے گریہ وزاری کی آواز اُٹھ رہی تھی۔ نماز عصر کے بعد سب خدام نے یکے بعد دیگرے حضورؑ کے نورانی چہرہ کا آخری بار دیدار کیا۔ آخری زیارت کرانے کی یہ خدمت حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانیؓ کے حصہ میں آئی حضورؑ کا جسد اطہر اس وقت اس مکان کے درمیانی کمرہ میں جنوبی دیوار کے دونوں مغربی دروازوں کے درمیان رکھا ہوا تھا۔ دیکھو نقشہ نمبر 22۔ جو بہشتی مقبرہ کے شمال مغرب کی طرف ہے۔ نعش مبارک اس چارپائی پر رکھی ہوئی تھی جو لاہور سے ساتھ لائی گئی تھی۔ حضرت بھائی صاحبؓ چارپائی کے شمال میں حضورؑ کے سر مبارک کی طرف زمین پر بیٹھ گئے پہلے مردوں نے پھر مستورات نے زیارت کی۔ احباب صحن کی طرف مغربی دیوار کے جنوبی حصہ میں لگے ہوئے دروازہ سے صحن میں اور صحن سے کمرہ میں آتے اور زیارت کر کے کمرہ کے شمالی دروازہ سے باہر نکلتے جاتے۔ حضورؑ کے چہرہ مبارک پر نور برس رہا تھا اور جسم مقدس پر گرمی کے اثرات کا کچھ بھی اثر نہ تھا۔ حضرت ام المومنینؓ اس وقت صحن کے جنوب مغربی حصہ میں خواتین کے مجمع میں تشریف فرما تھیں۔ آخری زیارت کے بعد نعش مبارک صحن کے مشرقی دروازہ سے نکال کر مدفن تک لے جائی گئی اور کوئی 6 بجے (شام) کے قریب حضورؑ کا جسد مبارک سینکڑوں اشکبار آنکھوں اور غمزدہ دلوں کیساتھ بہشتی مقبرہ کی خاک مقدس کے سپرد کر دیا گیا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد   روئے گل سیر ندیدم کہ بہار آخر شد

مزار مبارک، کتبہ اور چاردیواری

حضرت اقدسؑ کا مزار مبارک بالکل کچا رکھا گیا اور محض شناخت کے لئے قبر کے سرہانے چونے کی دیوار پر سیاہی سے عارضی طور پر یہ الفاظ لکھ دیئے گئے'' جناب مرزا غلام احمد قادیانیؑ رئیس قادیان مسیح موعود مجدد صدی چہاردہم تاریخ وفات۔ 26 مئی 1908 ''۔ مستقل کتبہ کے لئے مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے جو افسر بہشتی مقبرہ تھے 21 فروری 1909ء کے الحکم میں ایک بہت لمبا کتبہ لکھا جس میں مسیح وقت و مہدی و مجدّد جری اللہ فی حلل الانبیاء وغیرہ القاب سے یاد کیا گیا تھا مگر خلافت اولیٰ میں اس کے لکھنے کی نوبت نہ آئی۔ خلافت ثانیہ میں جبکہ بارشوں کی وجہ سے دیوار کی سیاہی کے الفاظ دھل گئے تو سنگ مَرمَر کا مستقل کتبہ نصب کیا گیا جس پر یہ الفاظ درج کئے گئے:-

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

'مزار مبارک حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح

موعود و مہدی مسعود علیہ و علیٰ مطاعہ محمد الصلوٰۃ والسّلام تاریخ وفات

24 ربیع الثانی 1326ھ بمطابق 26 مئی 1908ء

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

یہی کتبہ آج تک موجود ہے۔ نومبر 1925ء میں حفاظت کی غرض سے مزار کے اردگرد چاردیواری بھی تعمیر کر دی گئی۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی تدفین کے متعلق مرحوم مغفور مولانا محمد یعقوب صاحب فاضل سابق انچارج صیغہ زودنویسی ربوہ کا ایک نوٹ درج کیا جا تا ہے جو مرحوم نے محترم مستری مہردین صاحب سے مل کر اور سلسلہ کا لٹریچر مطالعہ کر کے بڑی محنت سے لکھا تھا اور گو اس کتاب کے لحاظ سے اندراج کا یہاں موقعہ نہیں تھا یہاں محض اس لئے درج کر رہا ہوں کہ یہ تاریخی مواد محفوظ ہو جائے۔

[i] اس جگہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے جسد اطہر کو لحد میں نہیں بلکہ شق میں رکھا گیا ہے۔روایت میں حضرت قاضی محمد ظہورالدین صاحب اکملؓ ۔میاں رحم دین صاحبؓ باورچی ۔حکیم دین محمد صاحبؓ ودیگر صحابہ اور بغیر تابوت کے آپ کو دفن کیا گیا ہے۔تدفین کے وقت آپ کی قبر کی تیاری حضرت قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹیؓ کے زیر نگرانی ہوئی۔ (اصحاب احمد جلد ششم صفحہ 72)

[ii] کام کرنے کے لئے جو مزدور اور مستری لگائے ہوئے تھے ان میں سے ایک مستری حضرت میاں مہر دین صاحبؓ ولد مستری گوہر دین صاحبؓ تھے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے اب تک زندہ ہیں۔ان کی بیعت 1901ء کی ہے اور اس وقت نواب زادہ میاں محمد احمد خاں صاحبؓ کی زمینوں پر نگرانی کا کام کر رہے ہیں۔وہ چونکہ اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے حضورؑ کی قبر کی تیاری کا کام مکمل کیا۔اس لئے میں اب ذیل میں انہی کے بیان کردہ واقعات درج کرتا ہوں۔یہ واقعات میں نے خود ان کی زبان سے سنے ہیں۔مستری صاحبؓ کی عمر گو اس وقت اسی سال سے زیادہ ہے مگر جسمانی قویٰ خدا کے فضل سے اچھے ہیں اور دماغ بھی پوری طرح کام کرتا ہے اور واقعات کو انہوں نے خوب اچھی طرح یاد کر رکھا ہے انہوں نے بتایا کہ چونکہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی وفات کی اطلاع لاہور سے قادیان پہنچ چکی تھی اس لئے بہشتی مقبرہ میں آپؑ کی قبر راتوں رات تیار کی گئی۔قبر کھودنے میں ثواب کی خاطر پانچ سات احمدی دوستوں نے حصہ لیا۔جن میں امام دینؓ،میاں فضل دینؓ اور میاں صدرالدینؓ صاحبان کے نام انہیں خاص طور پر یاد ہیں میاں صدرالدین صاحبؓ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے لمبی عمر پائی اور تقسیم ملک کے بعد وہ قادیان میں ہی بطور درویش مقیم رہے۔ان کی اولاد ربوہ میں ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ سے مخلصانہ تعلقات رکھتی ہے۔

[iii] ''جب جنازہ قادیان پہنچا تو لاہور کے اکابر جماعت کا مشورہ یہ تھا کہ قبر پختہ بنائی جائے۔ان دنوں قادیان میں کوئی اینٹوں کا بھٹہ نہ تھا بلکہ پختہ اینٹیں بٹالہ سے منگوائی جاتی تھیں۔اس لئے پختہ اینٹوں کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحن کی ایک پردہ کی دیوار سے پختہ اینٹیں اکھیڑی گئیں اور گدھوں پر لاد کر بہشتی مقبرہ میں لے جائی گئیں۔یہ اینٹیں چھوٹے سائز کی تھیں۔

[iv] ''مستری صاحبؓ کہتے ہیں کہ قاضی عبدالرحیم صاحبؓ اور مستری محمد اسماعیل صاحبؓ کو جو حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کے ملازم تھے اور معماری کا کام جانتے تھے بلایا اور ہم قبر بناتے گئے۔آپ کی قبر ساڑھے سات فٹ لمبی تھی۔اور چار یا پونے چار فٹ چوڑی تھی۔اس کے اندر پختہ اینٹوں کی جو چھوٹے سائز کی تھیں ایک چاردیواری بنائی گئی۔یہ دیواریں چھ سات انچ موٹی تھیں اور زمین سے اڑھائی فٹ اونچی تھیں۔جب یہ چاردیواری پختہ اینٹوں کی قبر کے اندر بن چکی تو میں نے قاضی صاحب سے کہا کہ اب چھوٹی اینٹوں کی ڈاٹ سیمنٹ یا چونہ سے لگنی چاہئے تب محفوظ رہ سکے گی۔انہوں نے کہا کہ حضرت مولوی صاحب یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے پوچھ لیتے ہیں آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اوپر سے پکی نہیں ہے اس لئے یہ بھی پکی نہیں بنانی چاہیے۔اس کے بعد ہم نے ڈاٹ کے لئے کچی اینٹوں کو گرانا شروع کر دیا۔اس وقت ہمیں خیال آیا کہ اگر یونہی ڈاٹ لگا دی گئی تو حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے جسد اطہر پر مٹی اور کنکریاں وغیرہ گریں گی اس لئے بہتر ہے کہ اس پختہ چاردیواری کے اوپر تختے رکھ دئے جائیں۔چنانچہ اس غرض کے لئے تابوت کو جو لاہور سے لایا گیا تھا ایک احمدی دوست مستری فقیر محمد صاحب نے کاٹا اور اس کے تختے بنا بنا کر اوپر رکھے مگر وہ تختے پورے نہ ہوئے۔اس پر ایک پرانی میز کا فرش اکھیڑا گیا اور اس کے تختے بنائے گئے تب اس چاردیواری کے تختے مکمل ہوئے۔

[v] مستری صاحبؓ کہتے ہیں کہ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں جلدی سے گیا اور حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے رخ انور کی آخری بار زیارت کی۔اس وقت کثرت سے لوگ آپؑ کی زیارت کر چکے تھے۔میں نے جب آپؑ کو دیکھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے آپؑ سو رہے ہیں۔آپؑ کے چہرہ مبارک پر کوئی زردی وغیرہ نہیں تھی۔

[vi] ''زیارت سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا کہ اب بہت دیر ہو چکی ہے اب جلدی دفنا دینا چاہئے۔ مستری صاحب ؓ کہتے ہیں کہ اس وقت معاً میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا اور میں نے کچھ مزدور ساتھ لئے اور جلدی سے باہر چلا گیا۔ ان دنوں بہشتی مقبرہ کے باہر قریب ہی ایک کنواں لگ رہا تھا۔ میں نے مزدوروں سے کہا کہ یہاں سے فوراً ریت لے چلو اور خود بھی ریت اٹھالی اور پھر چھلنی سے اسے چھانا اور اس کے بعد قبر کے نیچے میں نے وہ تمام ریت بچھا دی۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسد اطہر کو قبر میں اتارا گیا۔ اس وقت بہت بڑا ہجوم قبر کے ارد گرد جمع ہو گیا اور بیسیوں ہاتھ آپ کو قبر میں اتارنے کے ثواب میں شریک ہونے کے لئے بیتابی کے ساتھ آگے بڑھے۔ حضرت خلیفہ ثانیؓ بھی پاس ہی تھے اور حضورؑ کے خاندان کے دوسرے افراد اور مخلصین بھی۔ جب آپ کو قبر میں اتار دیا گیا تو پھر تختے رکھے گئے مگر انہیں کیلوں سے بند نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد کچی اینٹوں کی ڈاٹ لگا دی گئی۔ چونکہ شام کا وقت ہو رہا تھا۔ اس لئے اسوقت ہجوم میں سے دو اور احمدی راج بھی ہمارے ساتھ شامل ہو گئے۔ انہوں نے ایک طرف سے اور میں نے ایک طرف سے ڈاٹ لگانی شروع کر دی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے جلدی ہی تکمیل کو پہنچ گئی۔ یہ گول ڈاٹ تھی جو کچی اینٹوں سے بنائی گئی۔

[vii] یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی کا بیان ''اصحاب احمدؑ'' میں یوں درج ہے کہ قاضی عبدالرحیم صاحبؓ نے پختہ اینٹوں کی ڈاٹ بنوائی اور جب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے اسے ناپسند فرمایا مگر چونکہ شام کا وقت ہو چکا تھا اور باغ کے گھنے اور گنجان درختوں کی وجہ سے تاریکی اور بھی بڑھ گئی تھی اس لئے قاضی صاحب نے ڈاٹ کو ویسا ہی رہنے دیا اور مٹی ڈال دی گئی۔ (اصحاب احمد جلد نہم صفحہ 277)

''مستری مہر دین صاحبؓ فرماتے ہیں کہ یہ بالکل غلط ہے۔ ڈاٹ میں نے اپنے ہاتھ سے بنائی تھی اور کچی اینٹوں کی بنائی تھی۔ پھر یہ بھی کیسے ہوسکتا تھا کہ حضرت خلیفہ اولؓ ایک بات پر ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے اور قاضی صاحبؓ ویسا ہی رہنے دیتے۔ بہر حال کچی اینٹوں کی ڈاٹ بنائی گئی اور پھر مٹی ڈال دی گئی۔

[viii] ''مکرم حکیم دین محمد صاحبؓ کی روایت ہے کہ تدفین کے بعد کسی دوست نے حضرت خلیفہ اوّلؓ سے اس تابوت کی بچی کھچی لکڑیوں کے متعلق جو قبر کے پاس پڑی تھیں دریافت کیا کہ ان کو کیا کیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو پرے پھینک دو۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ ان کے ساتھ شرک کریں۔ (الفضل 27 مئی 1943)

[ix] مزار مبارک پر آخری دعا بھی حضرت خلیفہ اولؓ نے ہی فرمائی۔ تدفین سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خلیفہ اوّلؓ کی فرط غم سے یہ کیفیت تھی کہ آپ سے چلا بھی نہیں جاتا تھا۔ چنانچہ آپ بمشکل مکرم چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ اور مکرم حکیم دین محمد صاحبؓ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بہت آہستگی سے جب کہ آپ سے اپنا جسم بھی سہارا نہیں جاتا تھا اور قدم گھسٹتے چلے آتے تھے اپنے گھر پہنچے۔ یہی کیفیت دوسرے صحابہ کی بھی تھی اور ان میں سے ہر ایک بزبان حال یہی کہہ رہا تھا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد　　　روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقبرہ بہشتی میں دفن ہونا

اس میں شبہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لاہور میں وفات پائی۔ مگر اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت آپ کو خبر دے دی تھی کہ آپ بہشتی مقبرہ میں دفن کئے جائیں گے چنانچہ ''الوصیت'' میں آپ اپنا کشف بیان کرتے ہوئے لکھ چکے تھے۔

''مجھے ایک قبر دکھلائی گئی جو چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اسکی تمام مٹی چاندی کی تھی۔ تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اسکا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا''پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وفات کے بعد لاہور سے قادیان لایا جانا اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہونا بھی آپ کی صداقت کی دلیل ہے ہوسکتا تھا کہ ایسے اسباب مہیا نہ ہوسکتے کہ آپکا جسد مبارک قادیان نہ لایا جا سکتا لیکن باوجود مخالفوں کی سخت شرارتوں اور رکاوٹوں کے خدا تعالیٰ نے ایسے سامان کر دئے کہ آپ اپنے کشف کے مطابق لاہور میں وفات پانے کے باوجود اسی جگہ دفن ہوئے جو آپ کو زندگی میں دکھائی گئی تھی۔ اور جس کے پاک اور مقدس ہونے کا علم آپ خدا تعالیٰ سے حاصل کر چکے تھے۔ پس آپکا اس جگہ دفن ہونا جہاں کے متعلق قبل از وقت آپ نے بتا دیا تھا اور باوجود لاہور میں انتقال فرمانے کے بعد دفن ہونا بھی آپکی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر اخبارات کے تبصرے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسی بین الاقوامی شخصیت کا انتقال جس نے مذہبی دنیا میں اپنے فولادی قلم، زبردست مقناطیسی جذب وکشش، مقدس تعلیمات اور غیر معمولی قوت قدسی کے ربع صدی سے زائد عرصہ تک تہلکہ مچائے رکھا کوئی معمولی حادثہ نہیں تھا کہ اس پر خاموشی اختیار کی جاسکتی۔ ادھر یہ چونکا دینے والی خبر سنی گئی ادھر ملک کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک پریس میں ایک شور پڑ گیا اور اخبارات نے حضورؑ کی وفات کی خبر شائع کرتے ہوئے آپ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ ان اخبارات میں مسلمان، ہندو اور عیسائی ہر قسم کے لوگ شامل تھے۔ ہندوستان کے جن مسلم اخبارات نے اس موقع پر تبصرے شائع کئے ان میں سے اخبار ''وکیل'' امرتسر، ''البیان'' لکھنؤ، ''تہذیب نسواں'' لاہور، ''زمیندار'' لاہور، اخبار ''کرزن گزٹ'' دہلی، ''البشیر'' اٹاوہ، ''یونین گزٹ'' بریلی، ''میونسپل گزٹ'' لاہور ''علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ'' علی گڑھ ''صادق الاخبار'' ریواڑی، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اخبار وکیل امرتسر:۔ مسلمان اخبارات میں سب سے زوردار اور موثر اور حقیقت افروز ریویو اخبار ''وکیل'' امرتسر کا تھا جو مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے نکلا۔ انہوں نے لکھا:۔

[i] ''وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا...... مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے اور مٹانے کیلئے اسے امتداد زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہوں ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں''

[ii] ''مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جاوے تا کہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا۔ آئندہ بھی جاری رہے۔''

[iii] ''مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا پورا کام کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوح قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہوسکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور جو مسلمان حافظ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اسکی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفان حقیقی کو سر راہ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ آور اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود نہ تھا...... کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔۔۔ غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے، قائم رہے گا۔

[iv] اسکے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے۔مرزا صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب نے اس وقت سے کہ سوامی دیانند نے اسلام کے متعلق اپنی دماغی مفلسی کی نوحہ خوانی جابجا آغاز کی تھی ان کا تعاقب شروع کر دیا تھا ان حضرات نے عمر بھر سوامی جی کا قافیہ تنگ رکھا۔جب وہ اجمیر میں آگ کے حوالے کر دئے گئے اس وقت سے اخیر عمر تک برابر مرزا صاحب آریہ سماج کے چہرہ سے انیسویں صدی کے ہندو ریفارمر کا چڑھایا ہوا ملمع اتارنے میں مصروف رہے انکی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعوی پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ تحریریں نظرانداز کی جا سکیں۔

[v] فطری ذہانت مشق مہارت اور مسلسل بحث مباحثہ کی عادت نے مرزا صاحب میں ایک شان خاص پیدا کر دی تھی۔اپنے مذہب کے علاوہ مذہب غیر پر ان کی نظر نہایت وسیع تھی اور وہ اپنی معلومات کا نہایت سلیقہ سے استعمال کر سکتے تھے۔تبلیغ و تلقین کا یہ ملکہ ان میں پیدا ہو گیا تھا کہ مخاطب کسی قابلیت یا کسی مشرب ملت کا ہو ان کے برجستہ جواب سے ایک دفع ضرور گہرے فکر میں پڑ جاتا تھا۔ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں اسکی نظیر غالباً دنیا میں کسی جگہ نہیں مل سکتی۔مرزا صاحبؑ کا دعوی تھا کہ میں ان سب کیلئے حکم عدل ہوں۔لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان کی مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں بہت مخصوص قابلیت تھی اور یہ نتیجہ تھی انکی فطری استعداد کا ذوق مطالعہ اور کثرت مشق کا۔آئندہ امید نہیں ہے کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلی خواہشیں محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔''

''تہذیب النسواں'' لاہور

سید ممتاز علی صاحب امتیاز نے لکھا:''مرزا مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتے تھی۔وہ نہایت باخبر عالم،بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ہم انہیں مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے تھے لیکن انکی ہدایت اور راہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی۔''

منشی سراج الدین صاحب (والد مولوی ظفر علی خاں صاحب) ایڈیٹر اخبار ''زمیندار'' نے لکھا:

''مرزا غلام احمد صاحب 1860 یا 1861 کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے اس وقت آپ کی عمر 24-22 سال کی ہو گی اور ہم چشمدید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔کاروبار ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔عوام سے کم ملتے تھے۔1877ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی ان دنوں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔1881ء یا 1882ء میں آپ نے براہین احمدیہ کی تصنیف کا اعلان کر دیا اور ہم اس کتاب کے اول خریداروں میں سے تھے۔ہم بارہا کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ آپ کے دعاوی خواہ دماغی استغراق کا نتیجہ ہوں مگر آپ بناوٹ اور افتراء سے بری تھے۔مسیح موعود یا کرشن کا اوتار ہونے کے دعاوی جو آپ نے کئے ان کو ہم ایسا ہی خیال کرتے ہیں جیسا کہ منصور کا دعویٰ انا الحق تھا......گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحبؑ کے دعاوی یا الہامات کے قائل اور معتقد ہونے کی عزت حاصل نہ ہوئی مگر ہم انکو پکا مسلمان سمجھتے تھے''۔

'البشیر' اٹاوہ

''اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت اقدسؑ اس زمانہ کے نامور مشاہیر میں سے تھے۔اس ترقی اور علوم و فنون کے زمانہ میں درحقیقت یہ امر کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے کہ ان کے کئی لاکھ راسخ الاعتقاد مرید ایسے تھے جو ان کے ہر ایک حکم کو ہر ایک پیشگوئی کو وحی خیال کرتے اور بلا چون و چرا تسلیم کرتے تھے۔ان مریدوں میں عوام الناس اور جہلاء،پڑھے لکھے،غریب امیر،عالم فاضل اور تعلیمیافتہ غرض کہ ہر درجہ اور ہر حیثیت کے مسلمان موجود ہیں جو درجہ کہ حضرت اقدسؑ مرزا صاحب کو اپنے مریدوں میں حاصل تھا اور جو اثر کہ حضرت اقدسؑ کا اپنے مریدوں کی جماعت پر تھا اس میں کچھ کلام نہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں نہ یہ اثر کسی مولوی اور نہ عالم و فاضل کو اپنے معتقدوں پر تھا اور نہ کسی صوفی اور ولی اللہ کا اپنے مریدوں پر

تھا اور نہ کسی لیڈر اور نہ کسی ریفارمر کا اپنے مقلدین پر۔ چونکہ وہ مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت کے پیشوا اور امام برحق تھے لہٰذا تہذیب مجبور کرتی ہے کہ ہم ان کی عزت کریں اور انکے انتقال پر افسوس ظاہر کریں''

''علیگڑھ انسٹی ٹیوٹ'' علیگڑھ نے لکھا کہ:

''مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی فرقہ کے بانی تھے۔ 1874 سے 1876 تک شمشیر قلم عیسائیوں، آریوں اور برہموصاحبان کے خلاف خوب چلایا۔ آپ نے 1880 میں تصنیف کا کام شروع کیا۔ آپ کی پہلی کتاب اسلام کے ڈیفینس میں تھی جس کے جواب کے لئے آپ نے دس ہزار روپیہ انعام رکھا تھا۔ آپ نے اپنی تصنیف کردہ اسّی کتابیں پیچھے چھوڑی ہیں جس میں سے بیس عربی زبان میں ہیں۔ بیشک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔''

''صادق الاخبار'' ریواڑی نے لکھا کہ:

''مرزا صاحبؑ نے اپنی پرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کا دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کا کماحقہ، ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم بانی اسلام اور معلمین المسلمین فاضل اجل عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔''

''کرزن گزٹ'' دہلی کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی نے لکھا کہ

''مرحوم کی اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کی۔ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔ اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔

اس کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت ہو جاتی ہے۔ اس نے ہلاکت کی پیشگوئی، مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا رستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔''

''میونسپل گزٹ'' نے لکھا کہ:

مرزا صاحب علم فضل کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے۔ تحریر میں بھی روانی تھی۔ بہرحال ان کی موت سے بحیثیت اس بات کے کہ وہ ایک مسلمان عالم تھے نہایت رنج ہوا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایک عالم دنیا سے اٹھ گیا۔''

''آریہ پترکا'' نے لکھا کہ:

''عام طور پر جو اسلام دوسرے مسلمانوں میں پایا جاتا ہے اس کی نسبت آپ کے خیالات اسلام کے متعلق زیادہ وسیع اور زیادہ قابل برداشت تھے۔ مرزا صاحب کے تعلقات آریہ سماج سے کبھی بھی دوستانہ نہیں ہوئے۔ اور جب ہم آریہ سماج کی گزشتہ تاریخ کو یاد کرتے ہیں تو انکا وجود ہمارے سینوں میں بڑا جوش پیدا کرتا ہے۔''

''اندر'' لاہور

''اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو مرزا صاحب ایک صفت میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور وہ صفت انکا استقلال تھا۔ خواہ وہ کسی مقصود کو لے کر تھا۔ اور ہم خوش ہیں کہ وہ آخری دم تک اسپر ڈٹے رہے اور ہزاروں مخالفتوں کے باوجود ذرا بھی لغزش نہیں کھائی۔''

''برھم پرچارک'' نے لکھا کہ:

''ہم یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ کیا بلحاظ لیاقت اور کیا بلحاظ شرافت کے ایک بڑے پایہ کے انسان تھے۔''

''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' لاہور

''مرزا غلام احمد خاں صاحب ساکن قادیان ضلع گورداسپور ایک مشہور ومعروف اسلامی واعظ اور سلسلہ کے بانی تھے۔انہوں نے مذہبی اور تعلیمی کام میں مشغول ہونے کی خاطر ملازمت سے استعفیٰ دے دیا تھا۔وہ لاہور میں ہندو مسلمانوں میں اتحاد اور اتفاق بڑھانے کے لئے ایک انجمن قائم کرنے کیلئے تشریف لائے تھے۔''(ترجمہ)

''امرتا بازار پترکا'' کلکتہ

''وہ فقیرانہ طور پر زندگی بسر کرتے تھے اور سینکڑوں آدمی روزانہ انکے لنگر سے کھانا کھاتے تھے۔انکے مریدین میں ہر قسم کے لوگ فاضل، مولوی، با اثر، رئیس، تعلیمیافتہ آدمی اور سوداگر ہیں۔''

اخبار ''پاؤنیر'' الہ آباد نے لکھا کہ۔

''اگر پچھلے زمانہ کے اسرائیلی نبیوں میں سے کوئی نبی عالم بالا سے واپس آکر دنیا میں اس وقت تبلیغ کرے تو وہ بیسویں صدی کے حالات میں اس سے زیادہ غیر موزوں نہ ہوگا جیسے کہ مرزا غلام احمد قادیانی معلوم ہوتے تھے۔مرزا غلام احمد صاحب کو اپنے متعلق کبھی کوئی شک نہیں ہوا اور وہ کامل صداقت اور خلوص سے اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ انکو خارق عادت طاقت بخشی گئی ہے۔انہوں نے بشپ ویلڈن (بشپ لیفرائے چاہئے) کو چیلنج دیا کہ نشانوں میں ان کا مقابلہ کریں۔اور اس مقابلہ کا یہ نتیجہ قرار دیا کہ تا فیصلہ ہو کہ سچا مذہب کونسا ہے۔بہر حال قادیان کا نبی ایک ایسا انسان تھا جو ہر روز دنیا میں نہیں آیا کرتے، ان پر سلامتی ہو۔''

''جیون تت'' میں دیو سماج کے سیکریڑی نے لکھا:

''وہ اسلام کے مذہبی لٹریچر کے خصوصیت سے عالم تھے۔سوچنے اور لکھنے کی اچھی طاقت رکھتے تھے کتنی ہی بڑی بڑی کتابوں کے مصنف تھے۔مرزا صاحب اپنے خاص عقائد اور ارادہ کے پکے تھے اس لئے انہیں اپنی راہ میں بہت سخت مخالفتیں اور بدنامیاں سہنی پڑیں مگر وہ ان پر قائم رہے۔''

''دی یونٹی اینڈ دی مسٹری'' نے لکھا کہ:

''مرحوم ایک عالم آدمی تھے اور آپ صرف اپنے ہی مذہب سے پوری پوری واقفیت نہ رکھتے تھے بلکہ عیسائیت اور ہندو مذہب کے بھی خوب جاننے والے تھے۔آپکا میگزین جسکا نام ریویو آف ریلیجنز ہے اور جس کو بڑی قابلیت سے چلایا جاتا ہے آپ کی طاقت تنقید کی باریکی کو ظاہر کرتا ہے۔ان کو بھی مذہبی اتحاد کا خیال تھا۔لیکن آپ نے عیسائیت کے بعض مسائل کی خوب دل بھر کر قلعی کھولی ہے۔ایسے آدمی کی وفات قوم کے لئے افسوس ناک ہے۔''(ترجمہ)

''بنگالی'' کلکتہ

''مرزا صاحب مذہب اسلام کے مجدد تھے۔''

"Statesman" کلکتہ نے لکھا کہ۔

''مرزا صاحب ایک مشہور مقدس اسلامی واعظ اور فرقہ احمدیہ کے بانی تھے''۔(ترجمہ)

پروفیسر سید عبد القادر صاحب ایم۔اے

''حضرت مرزا غلام احمد نے......مذہبی دنیا میں نہایت عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔ایسے وقت میں حضرت مرزا صاحبؑ آئے جبکہ مسلمانوں کی مذہبی حالت نہایت بری ہو چکی تھی۔ایسی حالت میں حضرت مرزا صاحب نے مسلمانوں کو ابھارا اور مذہب کی طرف لوٹنے کی ترغیب دی۔اس مقصد میں انہیں کس قدر کامیابی ہوئی اس کے متعلق مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ (بحوالہ ''الفضل'' 8 مارچ 1919 صفحہ 3)

خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی

''مرزا غلام احمد صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل بزرگ تھے۔ آپکی تصانیف...... کے مطالعہ اور آپ کے ملفوظات پڑھنے سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور ہم آپ کے تجربہ علمی اور فضیلت وکمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔'' (اخبار ''منادی''27فروری و4مارچ1930)

مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب

اب ایک ایسے شخص سے میرے ملنے کا حال سنئے جو اپنے فرقہ میں نبی سمجھا جاتا ہے اور دوسرے فرقے والے خدا جانے اس کو کیا کچھ نہیں کہتے۔ یہ کون ہے؟ جناب مرزا غلام احمد قادیانی بانی فرقہ احمدیہ۔ ان سے میرا رشتہ یہ ہے کہ میری خالہ زاد بہن ان سے منسوب تھیں۔ اس لئے یہ جب کبھی دلی آتے تو مجھے ضرور بلا بھیجتے اور پانچ روپے دیتے۔ چنانچہ دوتین دفعہ میرا اُن سے ملنا ہوا مگر میں یقین دلاتا ہوں کہ انہوں نے کبھی مجھ سے ایسی گفتگو نہ کی جس کو تبلیغ کہا جاسکے۔ میں اس زمانہ میں ایف۔ اے۔ میں پڑھتا تھا۔ زیادہ تر مسلمانوں کی تعلیم کا ذکر ہوتا تھا اور اس پر وہ افسوس ظاہر کیا کرتے تھے کہ مسلمان اپنی مذہبی تعلیم سے بالکل بے خبر ہیں۔ اور جب تک مذہبی تعلیم عام نہ ہوگی اسوقت تک مسلمان ترقی کی راہ سے ہٹے رہیں گے۔

مولوی ظفر علی خاں صاحب

ہندو اور عیسائی مذہبوں کا مقابلہ مرزا صاحبؑ نے نہایت قابلیت کے ساتھ کیا ہے۔ آپ کی تصانیف ''سرمہ چشم آریہ'' اور ''چشمۂ مسیحی'' وغیرہ آریہ سماجیوں اور مسیحیوں کے خلاف نہایت اچھی کتابیں لکھیں ہیں۔'' (زمیندار 12 ستمبر 1923ء)

''میرے ایک چچا تھے جن کا نام مرزا عنایت اللہ بیگ تھا۔ یہ بڑے فقیر دوست تھے۔ تمام ہندوستان کا سفر فقیروں سے ملنے کے لئے کیا بڑی بڑی سخت ریاضتیں کیں۔ چنانچہ اس سے انکی محنت کا اندازہ کر لیجئے کہ تقریباً 40 سال تک یہ رات کو نہیں سوئے۔ صبح کی نماز پڑھ کر دو ڈھائی گھنٹے کے لئے سو جاتے ورنہ سارا وقت یادالٰہی میں گزارتے۔ ایک دن میں جو مرزا غلام احمد قادیانی کے یہاں جانے لگا تو چچا صاحب قبلہ نے مجھ سے کہا ''بیٹا میرا ایک کام ہے وہ کردو۔ اور وہ کام یہ ہے کہ جن صاحب سے تم ملنے جارہے ہو ان کی آنکھوں کو دیکھو کہ کس رنگ کی ہیں'' میں سمجھا بھی نہیں کہ اس سے ان کا کیا مطلب ہے مگر جب مرزا صاحب کے پاس گیا تو بڑے غور سے انکی آنکھوں کو دیکھتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ انکی آنکھوں میں سبز رنگ کا پانی گردش کرتا معلوم ہوتا ہے۔ اسی سلسلے میں میں نے بھی انکو ذرا غور سے دیکھا کیونکہ اس سے پہلے جو میں ان کے پاس جاتا تھا تو ہمیشہ نیچی آنکھیں کرکے بیٹھتا تھا۔ اس دفعہ میں نے دیکھا کہ انکا چہرہ بہت بارونق تھا۔ سر پر کوئی دو انگل کے بال ہیں۔ داڑھی خاصی نیچی ہے۔ آنکھیں جھکی جھکی ہیں۔ بات کرتے ہیں تو بہت متانت سے کرتے ہیں مگر بعض وقت جھلا بھی جاتے ہیں۔ بہر حال وہاں سے واپس آنے کے بعد میں نے چچا صاحب قبلہ سے تمام واقعات بیان کئے۔ ''فرحت دیکھو اس شخص کو برا کبھی نہ کہنا۔ فقیر ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں میں نے کہا کہ یہ آپ نے کیونکر جانا۔ فرمایا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں ہر وقت غرق رہتا ہے اس کی آنکھوں میں سبزی آجاتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ سبز رنگ کے پانی کی ایک لہر ان میں دوڑ رہی ہے۔ میں نے اس وقت تو ان سے وجہ نہ پوچھی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ سب فقراء اور اہل طریقت اس پر متفق ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سبز ہے اسی کا عکس آپ کے زیادہ خیال کرنے سے آنکھوں میں جم جاتا ہے''۔

(''عالمی ڈائجسٹ'' کراچی بابت اکتوبر 1968ء صفحہ 74-73)

مولانا نیاز احمد خاں نیاز فتحپوری

''میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ مرزا صاحب جھوٹے انسان نہیں تھے۔ وہ واقعی اپنے آپ کو مہدی موعود سمجھتے تھے اور یقیناً انہوں نے یہ دعویٰ ایسے زمانہ میں کیا جب قوم کی اصلاح و تنظیم کے لئے ایک ہادی و مرشد کی سخت ضرورت تھی۔'' (رسالہ ''نگار'' لکھنؤ اگست 1959ء ص 4)

''وہ صحیح معنوں میں عاشق رسول تھے اور اسلام کا بڑا مخلصانہ درد اپنے دل میں رکھتے تھے۔۔ لوگ منزل تک پہنچنے کے لئے راہیں ڈھونڈنے میں برسوں سرگردان رہتے ہیں اور ان میں صرف چند ہی ایسے ہوتے ہیں جو منزل کو پالیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں انہیں میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی بھی تھے۔'' (نگار'' بابت جولائی 9 ستمبر 1960ء 22-21)

مولوی عبدالماجد صاحب دریابادی

''مرزا صاحبؒ تو بہر حال اپنے تئیں مسلمان اور خادم اسلام کہتے تھے اور مسیحیوں ،آریوں ،ملحدوں کے جواب میں اور تائید اسلام میں سینکڑوں ہزاروں صفحے لکھ گئے ہیں'' (اخبار ''سچ'' منقول از اخبار ''پیغام صلح'' 22 جنوری 1925ء صفحہ 1 کالم 3)

مولوی نور محمد صاحب نقشبندی چشتی مالک اصح المطابع دہلی

''ولایت کے انگریزوں نے روپے کی بہت بڑی مدد کی اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کے اقرار لیکر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا اطلاطم برپا کیا۔ تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور پادری اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰؑ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو چکا ہے اور جس عیسیٰؑ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں۔اس ترکیب سے اس نے نصرانیوں کو اتنا تنگ کیا کہ ان کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی۔'' (دیباچہ قرآن مجید ص 30 ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی)

چوہدری افضل حق صاحب مفکر احرار

آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسم بیجان تھا جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی۔مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر اشاعت کے لئے بڑھا۔اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا۔جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کیلئے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کیلئے نمونہ ہے۔''

(''فتنۂ ارتداد اور پولیٹکل قلابازیاں'' طبع دوم 24)

تذکرہ شعرائے پنجاب نے لکھا ہے

''میرزا مذکور در جواب تبلیغات ضد اسلامی قیام نمودہ و با دلائل بسیار محکم و قاطع دشمنان اسلام را شکست داد''

(تذکرہ شعرائے پنجاب ص 261-260 مرتبہ خواجہ عبدالرشید صاحب ناشر بی۔اے۔ڈار مجید اقبال اکادمی کراچی 29۔اکتوبر 1967ء)

مسٹر والٹر ایم۔اے سیکریٹری آل انڈیا کرسچین ایسوسی ایشن

مرزا صاحب اپنی عادت میں سادہ اور فیاضانہ جذبات رکھتے تھے۔ان کی اخلاقی جرأت جو انہوں نے اپنے مخالفین کی طرف سے شدید مخالفت اور ایذاء رسانی کے مقابلہ میں دکھائی یقیناً قابل تحسین ہے۔صرف ایک مقناطیسی جذب اور دلکش اخلاق رکھنے والا شخص ایسے لوگوں کی دوستی اور وفاداری حاصل کر سکتا ہے جن میں سے کم از کم دو نے افغانستان میں اپنے عقاید کیلئے جان دے دی مگر مرزا صاحب کا دامن نہ چھوڑا۔'' (ترجمہ ''احمدیہ موومنٹ'')

لارنس ایمی براؤن پروفیسر مذہبیات مانچسٹر یونیورسٹی

''مرزا غلام احمد قادیانی پنجاب کے رہنے والے کئی امور میں ہمیں خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یاد دلاتے ہیں۔دونوں نے ایک ایسے مضبوط روحانی تجربے کو اس طرح محسوس کیا کہ اس کے زیر اثر وہ دنیا کی اصلاح پر مامور کئے گئے ہیں۔'' (ترجمہ ''دی پراسپکٹس آف اسلام'')

مسیحی رسالہ ''ھما'' جبلپور (بھارت) لکھتا ہے

''جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم بانیٔ سلسلہ احمدیہ مدعی مسیح موعود دم واپسیں تک ایک طرف مسیحی مناظرین سے نبرد آزما تھے دوسری طرف قرآنی الفاظ کی عجیب و غریب صرفی و نحوی موشگافیاں کر کے دیگر مسائل کی طرح وفات مسیح کے مسئلہ پر بڑے بڑے صاحب جبہ و دستار مولویوں کو اپنی غیر معمولی قرآنی بصیرت اور علم کلام پر عبور ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے جید علماء اسلام کو اپنے دلائل براہین کی ندرت اور معقولات و منقولات پر بے پناہ قدرت و دستگاہ سے حواس باختہ کر دیا تھا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنی زندگی میں ہر فکر کے ملاؤں کی شدید مخالفت کے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب رہے اور اپنے پیچھے ایک بڑی فعال و جاں نثار جماعت دنیا میں چھوڑ گئے۔'' (''ھما'' اکتوبر 1965ء ص 35)

(اخبارات کے تبصرے کے لئے دیکھیں۔تاریخ احمدیت جلد دوم۔ص 568-559)

حضرت مسیح موعودؑ اور آیت خاتم النبین

پاکستان میں غیر احمدی علماء سارے ملک میں یہ شور مچاتے رہتے ہیں کہ احمدی رسول کریم ﷺ کو خاتم النبین نہیں مانتے۔ ایسا الزام سراسر غلط اور باطل ہے۔ مسیح موعودؑ نے احمدیوں کو قرآن مجید پر ایسے مضبوط ایمان کی تلقین فرمائی ہے اور قرآن مجید کی صریح نص ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کہ رسول کریم ﷺ خاتم النبین ہیں تو یہ ناممکن ہے کہ احمدی آنحضرت ﷺ کو خاتم النبین ہونے کا انکار کریں۔ (سورۃ احزاب:41)

حضرت مسیح موعودؑ کے نو حوالے جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے رسول کریم ﷺ کے خاتم النبیین کا قائل ہونے کا اقرار فرمایا ہے پیش کرتا ہوں۔

I-" میں جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" ۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول۔ص255)

2-" مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ میرا عقیدہ ہے اور وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ پر آنحضرت ﷺ کی نسبت میرا ایمان ہے" ۔ (کرامات الصادقین۔ روحانی خزائن جلد سات۔ص67)

3-"ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں "۔ (ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد چودہ۔ص323)

4-"عقیدہ کے رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے"۔ (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد انیس۔ص16-15)

5-" خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کو در حقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے"۔ (چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23۔ص340)

6-" آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد براہِ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے اور اب کمال نبوت صرف اس شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی ﷺ کی مہر رکھتا ہوگا اور اس طرح پر وہ آنحضرت ﷺ کا بیٹا اور آپ کا وارث ہوگا"

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی وچکڑالوی۔ روحانی خزائن جلد 19۔ص214)

7-" مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبین نہیں مانتے یہ ہم پر افتراء عظیم ہے۔ ہم جس قوت، یقین و معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھوں حصہ بھی وہ لوگ نہیں مانتے"۔

(اخبار الحکم 17 مارچ 1905)

8-"اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو"۔

(تجلیات الٰہیہ۔ روحانی خزائن جلد بیس۔ص412)

9-"اللہ جل شانہ نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی"

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22۔ص100۔حاشیہ)

احمدی اور غیر احمدی دونوں آنحضرت ﷺ کو خاتم النبین مانتے ہیں۔ اس تفسیر میں دونوں فریق متفق ہیں کہ خاتم النبیین کی رو سے نئی شریعت والا نبی نہیں آسکتا۔ در حقیقت تو خاتمیت محمد یہ ﷺ کے بارے میں ہمارے اور دوسرے علماء میں کوئی اختلاف نہیں۔ وہ بھی ایک مسیح موعودؑ کے آنے کے قائل ہیں اور ہم بھی۔ اور دونوں فریق حضرت خاتم النبین ﷺ کے بعد آنے والے مسیح موعودؑ کو آنحضرت ﷺ کا تابع نبی مانتے ہیں۔ جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ خاتم النبین ﷺ کے بعد امتی اور تابع نبی آسکتا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف تو صرف شخصیت میں ہے کہ امت

محمدیہ کا مسیح کون ہے؟ آیا حضرت عیسیٰ بن مریم ہیں جنہیں قرآن مجید نے صرف۔ رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ قرار دیا ہے۔ یا امت محمدیہ کا فرد اور آنحضرت ﷺ کا ایک امتی ہے؟۔ احمدی کہتے ہیں کہ آنے والا مسیح امت محمدیہ میں آنحضرت ﷺ کا امتی ہوگا اور وہ حضرت مرزا غلام احمدؑ آف قادیان ہیں۔ جب کے غیر احمدی ابھی عیسیٰ بن مریم کے آسمان سے اترنے کا انتظار کر رہے ہیں۔

پس جماعت احمدیہ پر یہ الزام بالکل باطل ہے کہ جماعت احمدیہ معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبین نہیں مانتی۔ احمدی آنحضرت ﷺ کو پورے یقین سے اور حقیقی رنگ میں خاتم النبین مانتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حدیث صحیح مسلم میں آنے والے مسیح موعود کو نبی اکرم ﷺ نے چار دفعہ نبی اللہ کے لفظ سے یاد فرمایا ہے۔ پھر قرآن مجید کی سورہ نساء کی آیت۔ **وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا**۔ جس میں انعام پانے والوں کے چار گروہ کا ذکر ہے۔ **نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح**۔ سورہ فاتحہ کی دعا۔ **اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ**۔ کے نتیجہ میں یہ سارے گروہ آنحضرت ﷺ کی اتباع واطاعت میں بن سکتے ہیں۔ قرآن مجید اطاعت رسول ﷺ کے ماننے والوں کے لئے چاروں انعامات کے دروازے کھلے قرار دیتا ہے۔

لفظ خاتم اور خاتم النبین کی حقیقت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (وفات 58 ہجری) نے فرمایا:۔

"**قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ**۔ (تکملہ مجمع بحار الانوار۔ ص85)

کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیٖن ہیں۔ مگر یہ نہ کہو کہ آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا نبی نہ آئے گا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو۔ **خاتم الاولیاء**۔ قرار دیا۔ (تفسیر صافی۔ ص111)

حضرت علیؓ نے اپنے آپ کو۔ **خاتم الوصیین**۔ کہا ہے۔ (منار الہدیٰ۔ ص106)

کیا حضرت علیؓ کے بعد کوئی **ولی یا وصی** نہیں ہوا؟

واقعات یوں ہیں کہ 5 ہجری میں آیت خاتم النبین کا نزول ہوا۔ 9 ہجری میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحبزادہ ابراہیم تولد ہوا اور فوت ہوگیا۔ اس کی وفات پر رسول کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ "**لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا**"۔ (ابن ماجہ کتاب الجنائز) کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔"

حضور کا یہ ارشاد آیت خاتم النبین کے نزول کے بعد کا ہے اور درحقیقت یہ خاتم النبین کی واضح تفسیر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح موعود علیہ السلام کو۔ **نبی اللہ**۔ قرار دیا ہے۔ (صحیح مسلم)

مام شافعی۔ **خاتم الاولیاء**۔ تھے۔ (التحفۃ السنیہ۔ ص45) شیخ ابن عربی۔ **خاتم الاولیاء**۔ تھے۔ (سرورق فتوحات مکیہ)

ابو تمام شاعر کو۔ **خاتم الشعراء**۔ لکھا ہے۔ (وفیات الاعیان جلد اوّل) جیب شیرازی کو ایران میں۔ **خاتم الشعراء**۔ سمجھا جاتا ہے۔ (حیات سعدی۔ ص117)

کیا ان کے بعد۔ **الاولیاء اور شعراء**۔ نہیں ہوئے؟۔ **کافور۔ خاتم الکرام**۔ تھا۔ (شرح دیوان المتنبی۔ ص304)

امام محمد عبدہ مصری۔ خاتم الائمہ۔ تھے۔ (تفسیر الفاتحہ۔ ص140)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کو۔ خاتم المحدّثین۔ لکھا جاتا ہے۔ (اعجالہ نافعہ جلد اوّل)

مولوی انور شاہ صاحب کاشمیری کو۔ خاتم المحدّثین۔ لکھا گیا ہے۔ (کتاب رئیس الاحرار۔ ص99)

السیّد احمد السفوسی خاتم ۃ المجاھدین ۔ تھے۔ (اخبار الجامعۃ الاسلامیہ فلسطین 27 محرم 1352ء)

احمد بن ادریس کو ۔ خاتمۃ العلماء المحققین ۔ کہا گیا ہے۔ (العقد النفیس)

امام سیوطی کو ۔ خاتمۃ المحققین ۔ لکھا گیا ہے۔ (سرورق تفسیر اتقان)

الشیخ نجیب کو ۔ خاتمۃ الفقھاء ۔ مانا جاتا ہے۔ (اخبار الصراط المستقیم یافا 27 رجب 1354ء)

الشیخ رشید رضا کو ۔ خاتمۃ المفسّرین ۔ قرار دیا گیا ہے۔ (الجامعۃ الاسلامیہ 9 جمادی الثانی 1354ء)

شاہ عبد العزیز ۔ خاتم المحدّثین و المفسّرین ۔ تھے۔ (ہدیۃ الشیعہ ۔ ص 4)

الشیخ شمس الدین ۔ خاتمۃ الحفّاظ ۔ تھے۔ (التجرید الصریح مقدمہ ۔ ص 4)

(تفہیماتِ رّبانیہّ ۔ ص 784-782)

ظہور قدرت ثانیہ کے مقام پر تعمیر ہونے والی یادگار

مورخہ 2 رجنوری 2008ء کو صبح گیارہ بجے خصوصی تقریب سنگ بنیاد بہشتی مقبرہ میں بمقام ظہور قدرتِ ثانیہ منعقد ہوئی جس میں قادیان اور پاکستان سے تشریف لانے والے ناظر صاحبان نائب ناظران اور معزز شخصیتوں کو مدعو کیا گیا۔ تقریب کی صدارت محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ ربوہ نے کی۔ تقریب کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا اور سید کلیم الدین صاحب مبلغ سلسلہ دہلی نے تلاوت کی۔ اس کے بعد چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مرکزی کمیٹی خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی نے یادگار کے متعلق تعارف پیش کرتے ہوئے فرمایا:

’’آج اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم سب اُس جگہ اکٹھے ہیں جہاں 27 رمئی 1908ء کو جماعت احمدیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے بعد اس جگہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جنازہ پڑھایا۔

جب 2008ء میں خلافت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی منانے کا فیصلہ ہوا تو حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے یہ فیصلہ بھی ہوا کہ خلافت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی کے موقع پر مقام ظہور قدرتِ ثانیہ پر ایک یادگار بھی تعمیر کی جائے۔ یادگار کی تعمیر کے لئے احمدی آرکیٹیکٹس کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ وہ اس یادگار کے لئے ڈیزائن تیار کریں۔ پاکستان اور مغربی ممالک کے بہت سے آرکیٹیکٹس صاحبان نے مختلف ڈیزائن تیار کئے جو حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ ان Design میں سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مکرم شیخ عبد الرزاق صاحب آرکیٹیکٹ یوکے کا ڈیزائن منظور فرمایا۔ اس یادگار کے تین حصے ہیں۔

پہلے حصہ کا تعلق اس جگہ سے ہے جہاں بیعت اولیٰ ہوئی۔ اسی حصہ میں پلیٹ فارم ہوگا۔ فوارہ ہوگا اور پلیٹ فارم پر شیشہ کی پانچ اونچی Plates ہونگی جن پر آیت استخلاف، خلافت علیٰ منہاج نبوت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور الوصیت سے قدرت ثانیہ کے متعلق اقتباسات درج ہوں گے۔

(شیشہ کی پانچ اونچی پلیٹ کو گرا کر اسی جگہ پر سفید ماربل میں 2016ء میں ایک نیا اور مختلف ڈیزائن تعمیر کر دیا گیا ہے۔)

دوسرا حصہ اس جگہ سے تعلق رکھتا ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جسد اطہر رکھا گیا اور جہاں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ جسد اطہر رکھے جانے والی جگہ پر ایک پلیٹ فارم ہوگا اور اس کے ساتھ ایک آرچ تعمیر ہوگی اور اسی جگہ پر سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ (بعض احباب پلیٹ فارم کے سامنے کھڑے ہو کر دُعا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جو مناسب نہیں)

یادگار کا **تیسرا حصہ** اس طرح ہے کہ ظہور قدرتِ ثانیہ والے حصہ پر لکھی گئی آیت احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات کا دنیا کی مندرجہ ذیل 14 زبانوں میں ترجمہ کیا جائے گا۔ (اب آیت احادیث اور حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباسات جو چودہ زبانوں میں ترجمہ کے ساتھ تھیں ان کو بھی نئے ڈیزائن میں ہٹا دیا گیا ہے۔)

عربی، اردو، فرنچ، سپینش، ہندی، جرمن، انڈونیشین، بنگلہ، چائنیز، گورمکھی، سواحیلی، فارسی، رشین، انگریزی۔ اور یہ ترجمہ سنگِ مرمر کی پلیٹ پر کندہ

کیا جائے گا اور یہ 14 پلیٹ یادگار کے احاطہ میں ایک گیٹ سے داخل ہونے کے بعد سڑک کے دونوں طرف لگائی جائیں گی۔ یادگار کے اردگرد گھاس اور پھولوں کے پودے اور سایہ دار درخت لگائے جائیں گے۔ روشنی کا انتظام کیا جائے گا۔ سڑکیں اور راستے بنائے جائیں گے وغیرہ۔

محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت ربوہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے نمائندہ کی حیثیت سے سنگِ بنیاد رکھا۔ آپ کے بعد علی الترتیب درج ذیل احباب و مستورات کو اینٹیں رکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

1. مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید ربوہ و صدر مرکزی کمیٹی خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی،
2. مکرم حافظ صالح محمد الہ دین صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان،
3. مکرم محمد انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت قادیان،
4. مکرم مولوی جلال الدین صاحب نیر ناظر بیت المال آمد قادیان،
5. مکرم ڈاکٹر محمد عارف صاحب ناظر بیت المال خرچ قادیان،
6. مکرم حکیم محمد دین صاحب ممبر صدر انجمن احمدیہ و صدر مجلس کارپرداز قادیان،
7. مکرم منیر احمد صاحب حافظ آبادی وکیل اعلیٰ قادیان،
8. مکرم سید تنویر احمد صاحب ناظم وقف جدید قادیان،
9. مکرم منیر احمد صاحب خادم صدر مجلس انصار اللہ بھارت،
10. مکرم محمد اسماعیل طاہر صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت،
11. مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب درویش،
12. مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ناظر دیوان ربوہ،
13. مکرم سلطان محمود انور صاحب ناظر خدمت درویشان ربوہ،
14. مکرم مبشر احمد کاہلوں صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی ربوہ و مفتی سلسلہ،
15. مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ،
16. مکرم خالد محمود الحسن بھٹی صاحب وکیل الدیوان ربوہ،
17. مکرم لطیف احمد جھمٹ صاحب وکیل المال ثالث ربوہ،
18. مکرم چوہدری اللہ بخش صادق صاحب سابق ناظر خدمت درویشان
19. مکرم محمد حمید کوثر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان،
20. مکرم سلطان احمد ظفر صاحب پرنسپل جامعۃ المبشرین قادیان،
21. مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ لندن
22. مکرم چوہدری اعجاز احمد صاحب انجینئر
23. مکرمہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ بیگم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم
24. مکرمہ بشریٰ طیبہ غوری بیگم ناظر اعلیٰ قادیان،
25. مکرمہ بُشریٰ پاشا صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ بھارت،
26. مکرمہ صاحبزادی امۃ العلیم صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان،
27. مکرمہ بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب،
28. مکرمہ بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب،
29. مکرمہ بیگم صاحبہ چوہدری حمید اللہ صاحب،
30. مکرم محمد شفیع اللہ صاحب امیر جماعت کرناٹک،
31. مکرم ماسٹر محمد مشرق علی صاحب امیر جماعت بنگال و آسام،
32. مکرم سید طاہر احمد صاحب امیر جماعت اڑیسہ،
33. مکرم سید بشیر احمد صاحب امیر جماعت جھارکھنڈ۔

آخر پر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ ربوہ نے اجتماعی دعا کرائی۔

''میں امام الزمان ہوں۔ اور خدا میری تائید میں ہے اور وہ میرے لئے ایک تلوار کی طرح کھڑا ہے اور مجھے خبر دی گئی ہے کہ جو شرارت سے میرے مقابل پر کھڑا ہوگا۔ وہ ذلیل اور شرمندہ کیا جائے گا۔ دیکھو میں نے وہ حکم پہنچا دیا جو میرے ذمہ تھا۔'' (ضرورت الامام۔ ص26)



شبیہ مبارک حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

فَاِذَا النُّجُوۡمُ طُمِسَتۡ

پس جب ستارے ماند پڑ جائیں گے

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتۡ

اور جب آسمان میں شگاف ہو جائیں گے

وَاِذَا الۡجِبَالُ نُسِفَتۡ

اور جب پہاڑ اُڑائے جائیں گے

وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتۡ

اور جاب سب رسول اپنے وقت مقرہ

پر لائے جائیں گے

(سورۃ المرسلت آیت 9 تا12)

اِسۡمَعُوۡا صَوۡتَ السَّمَآءِ جَآءَ الۡمَسِیۡح جَآءَ الۡمَسِیۡح

نیز بشنواز زمیں آمد امام کامگار (درثمین:150)



حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہودؑ

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں　　نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار　(درثمین151)

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر　　میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار　(درثمین167)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اصحابہ کے متعلق اپنے اشعار میں لکھا ہے۔

مبارک وہ جو ایمان لایا　　صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی　　فسبحان الذی اخزی الا عادی　(درثمین65)

یعنی مبارک ہے وہ شخص جو اب میری موجودگی میں ایمان لاتا ہے کیونکہ وہ میری صحبت میں آکر صحابہ کی جماعت میں داخل ہو جاتا ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ جو عرفان اور تقویٰ کی مے صحابہ کرام کو ملی تھی وہی میرے صحابہ کو بھی دی گئی ہے۔ پھر ایک موقع پر جب عبدالحکیم خان مرتد نے آپ کی جماعت پر کچھ اعتراضات کیئے تو آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ۔" آپ کہتے ہیں کہ صرف ایک حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ اس جماعت میں عملی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں دوسرے ایسے ہیں اور ایسے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ آپ اس افترا کا کیا خدا تعالیٰ کو جواب دیں گے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں۔ اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہزارہا بیعت کنندوں میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے پیرو ان سے جو ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزارہا درجہ ان کو بہتر خیال کرتا ہوں اور ان کے چہرہ پر صحابہ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔ ہاں شاذ و نادر کے طور پر اگر کوئی اپنے فطرتی نقص کی وجہ سے صلاحیت میں کم رہا ہو تو وہ شاذ و نادر میں داخل ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزارہا آدمی دل سے فدا ہیں اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دست بردار ہو جاؤ تو وہ دست بردار ہو جانے کے لئے مستعد ہیں۔ پھر بھی میں ہمیشہ ان کو اور ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا۔ مگر دل میں خوش ہوں۔" (سیرت المہدی حصہ اوّل (157)۔ص150)



کھڑے ہوئے (دائیں سے) نامعلوم، شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ، نامعلوم، چودھری مولابخش، نامعلوم، ڈاکٹر فیض علی صاحب **(کرسیوں پر)** منشی عبدالعزیز دہلوی صاحبؓ، ڈاکٹر محمد اسماعیل خان گوریانی صاحبؓ، حضرت اقدس مسیح موعودؑ، مرزا یعقوب بیگ صاحبؓ، مرزا نیاز بیگ کلانوری صاحبؓ **(فرش پر بیٹھے ہوئے)** نامعلوم، منشی رستم علی صاحبؓ، منشی اروڑا خان صاحبؓ، منشی کرم علی صاحبؓ، فضل دین صاحبؓ



کھڑے ہوئے (دائیں سے) عبدالحمید صاحبؓ، حکیم فضل الٰہی صاحبؓ، منشی تاج دین صاحبؓ، میر ناصر نواب صاحبؓ دہلوی، میر حامد شاہ صاحبؓ، ماسٹر غلام محمد سیالکوٹی صاحبؓ، صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ **(کرسیوں پر)** شیخ رحمت اللہ صاحبؓ، مولوی عبدالکریم صاحبؓ، حضرت اقدس مسیح موعودؑ، مولوی غلام حسن صاحب پشاوریؓ، حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ (آپؓ کی گود میں صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ) **(فرش پر بیٹھے ہوئے)** خلیفہ رشید الدین صاحبؓ، سیٹھ اسماعیل آدم صاحبؓ، مفتی محمد صادق صاحبؓ، مرزا خدابخش صاحبؓ، شیخ مولابخش صاحبؓ، شیخ عبدالرزاق صاحبؓ



کھڑے ہوئے (دائیں سے) نامعلوم، نامعلوم، نامعلوم، شیخ غلام حسین صاحبؓ، میاں بشارت احمد صاحبؓ، سید ارشاد شاہ صاحبؓ، نامعلوم، نامعلوم، حکیم فضل دین بھیروی صاحبؓ، میاں غلام محمد کاتب صاحبؓ، شیخ محمد اکبر صاحبؓ، میاں خدا بخش صاحبؓ، شیخ مولا بخش صاحبؓ **(کرسیوں پر)** نامعلوم، نامعلوم، منشی اللہ دِتا صاحبؓ، میاں نظام دین صاحبؓ، حضرت اقدس مسیح موعودؑ، حکیم حسام الدین (ان کی گود میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ)، میاں فضل دین زرگر صاحبؓ (ان کی گود میں صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ) **(فرش پر بیٹھے ہوئے)** نامعلوم، مستری شہاب الدین صاحبؓ، منشی محمد عبداللہ صاحبؓ، میاں محمد دین صاحبؓ، منشی رحیم بخش صاحبؓ (ان کی گود میں میر محمد اسحاق صاحبؓ) شیخ جان محمد وزیر آبادی صاحبؓ، قاضی ضیاء الدین صاحبؓ



کھڑے ہوئے (دائیں سے) نامعلوم، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحبؓ، مفتی فضل الرحمٰن صاحبؓ، پیر منظور محمد صاحبؓ، حکیم فضل دین بھیروی صاحبؓ۔
(کرسیوں پر) نامعلوم، چودھری مولا بخش سیالکوٹی صاحبؓ، حضرت اقدس مسیح موعودؑ، صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ (آپؑ کی گود میں)، شیخ نور احمد صاحبؓ، مستری فیض احمد صاحبؓ
(فرش پر بیٹھے ہوئے) حکیم شمس الدین سیولکوٹی صاحبؓ، پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ کے دوست، پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ، محمد یعقوب صاحبؓ، حکیم محمد حسین صاحبؓ

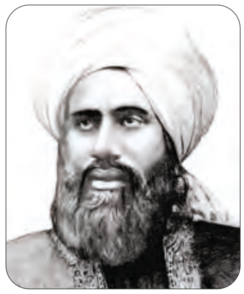


کھڑے ہوئے (دائیں سے) ملک غلام حسین روہتاسی صاحبؓ، مولوی حکیم قطب الدین صاحبؓ، مہر نبی بخش بٹالوی صاحبؓ، حکیم محمد حسین صاحبؓ، عبداللہ عرب صاحبؓ، حکیم فضل دین بھیروی صاحبؓ، بھائی عبدالرحیم صاحبؓ، پیر منظور محمد (اپنی بیٹی کے ساتھ)، مرزا اسماعیل بیگ صاحبؓ) **(کرسیوں پر)** صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ میاں معراج الدین صاحبؓ کی گود میں، مفتی محمد صادق صاحبؓ، حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحبؓ، حضرت اقدس مسیح موعودؑ، صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب (آپؑ کی گود میں)، مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ، مولوی محمد علی صاحبؓ، صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ **(فرش پر بیٹھے ہوئے)** منشی کرم علی صاحبؓ، مولوی شیر علی صاحبؓ، شیخ یعقوب علی تراب صاحبؓ، ملک شیر محمد صاحبؓ، پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ (اپنے بیٹے کے ساتھ)، مفتی فضل الرحمٰن صاحبؓ، نامعلوم



کھڑے ہوئے (دائیں سے) منشی کرم علی صاحبؓ، مولوی عبداللہ عرب صاحبؓ، مولوی محمد علی صاحبؓ، میاں معراج الدین عمر صاحبؓ، حکیم فضل دین بھیروی صاحبؓ، حکیم محمد حسین صاحبؓ، شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ، بھائی عبدالرحیم صاحبؓ **(کرسیوں پر)** مفتی محمد صادق صاحبؓ، صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ، حضرت اقدس مسیح موعودؑ (صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ آپ کی گود میں)، حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحبؓ، مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ، پیر منظور محمد صاحبؓ **(فرش پر بیٹھے ہوئے)** پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ، مولوی حکیم قطب الدین صاحبؓ، مولوی شیر علی صاحبؓ، ملک شیر محمد صاحبؓ، نامعلوم (جون 1899ء)

صحابہؓ کی تصاویر ربوہ میں واقع جماعتی تصاویر کی نمائش سے لی گئی ہیں۔


حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ


حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحبؓ


حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے


حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ


حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ


حضرت مرزا مبارک احمد صاحبؓ


حضرت میر ناصر نواب صاحب


حضرت میر محمد اسماعیل صاحب


حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ


حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ


حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ


حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی


حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ


حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ


حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ

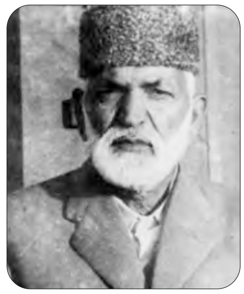

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ


حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ

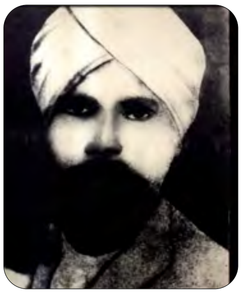

حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحبؓ


حضرت مولانا ذوالفقار علی گوہر صاحبؓ


حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ


حضرت چوہدری غلام محمد خانؓ


حضرت حکیم فضل دینؓ


حضرت ماسٹر احمد حسین صاحبؓ


حضرت میاں محمد دین صاحبؓ


حضرت سید مہدی حسینؓ


حضرت میاں عبد الحمید صاحبؓ


حضرت مولانا ملک غلام فریدؓ


حضرت الحاج مولانا قدرت اللہ سنوریؓ


حضرت چوہدری فتح دینؓ


حضرت ڈاکٹر محمد بخشؓ


حضرت حاجی غلام احمد کریامیؓ


حضرت مولانا محمد حسینؓ (سبز پگڑی والے)


حضرت حکیم محمد حسینؓ (مرہم عیسیٰ)

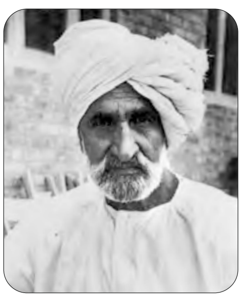

حضرت حاجی محمد دینؓ


حضرت حاجی محمد دینؓ


حضرت مولانا فضل دینؓ


حضرت مولانا حافظ روشن علیؓ


حضرت سید میر عنایت علیؓ


حضرت میاں معراج دین پہلوانؓ


حضرت ڈاکٹر سید غلام غوث شاہؓ


حضرت ڈاکٹر عبدالرحیم دہلویؓ


حضرت مولانا ظہور حسین بخاریؒ


حضرت ملک خدا بخشؓ


حضرت حکیم قطب الدینؓ


حضرت میاں عبداللہ سنوریؓ


حضرت بھائی عبدالرحیمؓ


حضرت مولوی شیر علیؓ


حضرت خلیفہ رشید الدینؓ


حضرت حاجی میراں بخش قریشی شہیدؓ


حضرت چوہدری نصر اللہ خانؓ


حضرت چوہدری ظفر اللہ خانؓ

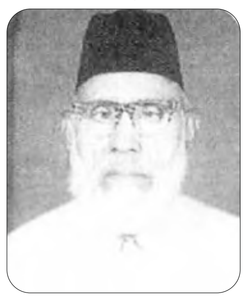

حضرت مولانا محمد ابراہیم بقاپوریؓ

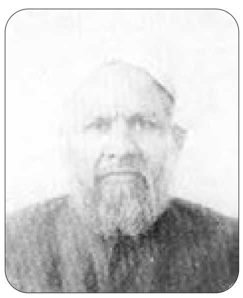

حضرت حکیم عبدالصمد دہلویؓ


حضرت مولانا عطا محمدؓ


حضرت مولانا عمر الدینؓ


حضرت صوفی غلام محمدؓ


حضرت آغا محمد عبداللہؓ


حضرت بابو فتح محمد شرماؓ


حضرت خان بہادر غلام محمد خانؓ


حضرت منشی سراج الدینؓ


حضرت میاں رحمت اللہؓ

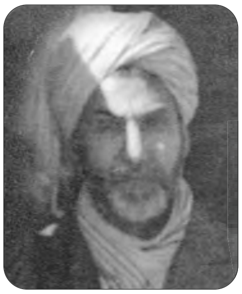

حضرت ملک مبارک علیؓ


حضرت ڈاکٹر کیپٹن محمد دینؓ


حضرت صوفی محمد رفیعؓ


حضرت مولانا رحمت علیؓ


حضرت سردار عبدالرحمٰنؓ


حضرت میاں احمد دین صاحبؓ


حضرت بابو عبدالحمید صاحبؓ ریلوے آڈیٹر

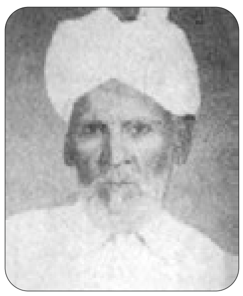

حضرت بابو فخر الدینؓ آف گھوگھیاٹ

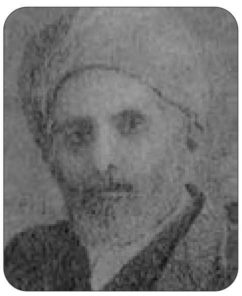

حضرت شیخ نعمت اللہ صاحبؓ


حضرت شیخ عبدالکریمؓ


حضرت مرزا نذیر علیؓ

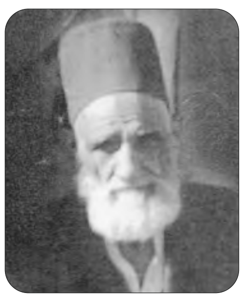

حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن مدراسیؓ


حضرت حافظ سید مختار احمد شاہجہانپوریؓ

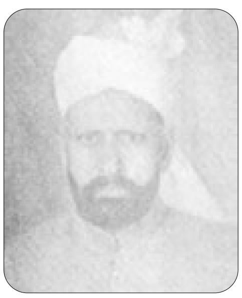

حضرت محمد حسن موسیٰؓ

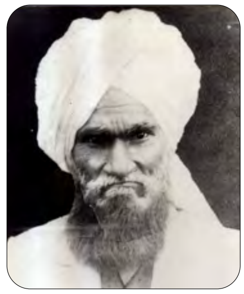

حضرت منشی عبدالحق کاتبؓ


حضرت شیخ نصیر الحقؓ

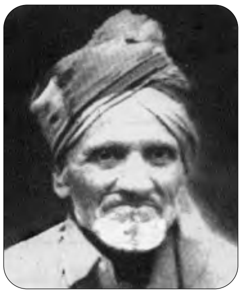

حضرت حکیم جلال الدین صاحب گنج مغل پورہؓ


حضرت ڈاکٹر سید عبدالستارؓ

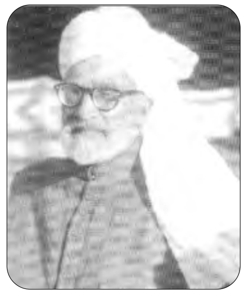

حضرت شیخ عبدالحمید شملویؓ


حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ


حضرت چوہدری غلام قادرؓ


حضرت میاں نذیر محمد صاحبؓ


حضرت حکیم رحمت اللہؓ


حضرت خان صاحب میاں محمد یوسفؓ

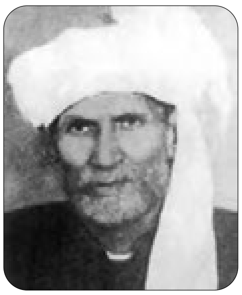

حضرت شیخ محمد حسینؓ


حضرت خلیفہ عبدالرحیم صاحبؓ


حضرت حاجی میاں محمد موسیٰؓ


حضرت سید دلاور شاہ صاحب بخاریؓ

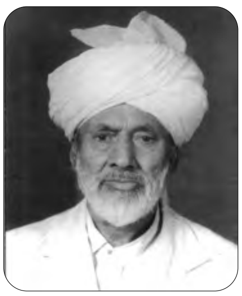

حضرت شیخ دین ڈھینگرہ


حضرت حکیم مولوی اللہ بخشؓ


حضرت میاں نظام الدین صاحبؓ


حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحبؓ


حضرت حافظ سید مختار احمد صاحبؓ شاہجہانپوری

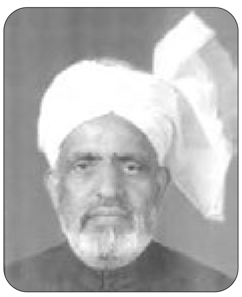

حضرت ڈپٹی محمد شریفؓ


حضرت مولوی فضل الٰہی بھیرویؓ

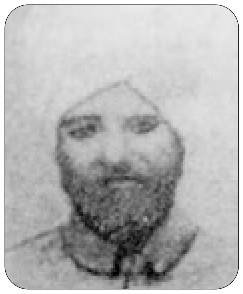

حضرت ملک خدا بخشؓ


حضرت شیخ شمس الدین دہرہ آف چنیوٹؓ


حضرت قاضی محبوب عالمؓ


حضرت بابو فضل دینؓ

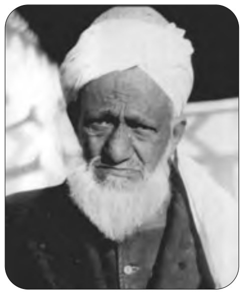

حضرت منشی اروڑے خان صاحبؓ


حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ


حضرت مولانا عبد الرحیم نیر صاحب

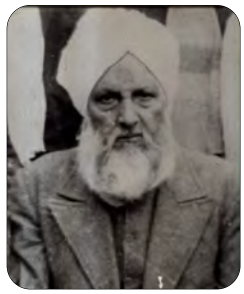

حضرت پیر افتخار احمد صاحب لدھیانویؓ

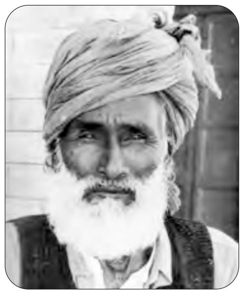

حضرت الحاج مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری

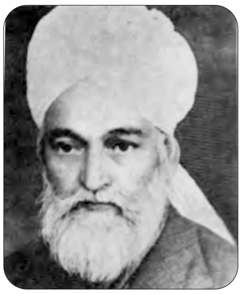

حضرت نور محمد صاحبؓ


حضرت حکیم عبد الرحمٰن صاحبؓ آف لدھیانہ


حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ

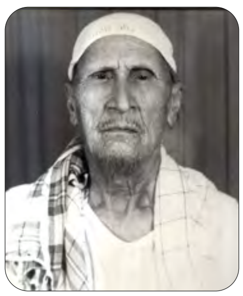

حضرت شیخ محمد صدیق صاحبؓ پٹیالوی


حضرت مولوی محمد اسحاق صاحبؓ


حضرت ڈاکٹر فیض علی صابر صاحبؓ


حضرت مولوی فضل دین صاحبؓ

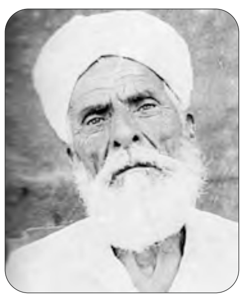

حضرت حافظ سید عبد الجلیل صاحبؓ شاہجہانپوری


حضرت میاں روشن دین صاحبؓ

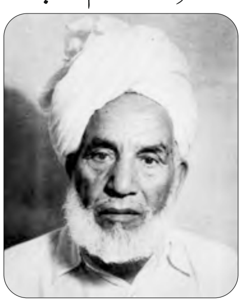

حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحبؓ


حضرت محمد ابراہیم صاحبؓ


حضرت مولوی محمد صاحبؓ


حضرت چوہدری صوفی غلام محمد صاحبؓ کاٹھگڑھی


حضرت ملک مظفر احمد صاحبؓ


حضرت منشی سربلند خان صاحبؓ

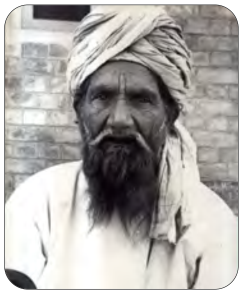

حضرت نواب عبد اللہ خان صاحبؓ

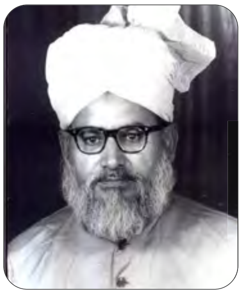

حضرت منشی امام دین صاحبؓ


حضرت سیّد میر حامد شاہ صاحبؓ

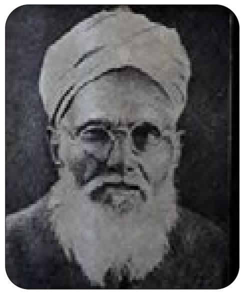

حضرت بابو تاج الدین صاحبؓ


حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ

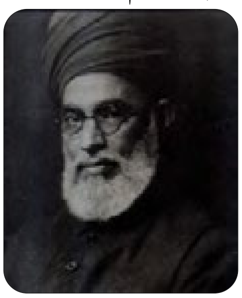

حضرت علی محمد صاحبؓ


حضرت مولانا غلام احمد صاحب بدّوملہیؓ


حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ


حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ


حضرت سیّد خصیلت علی شاہ صاحبؓ


حضرت فرزند علی خان صاحبؓ

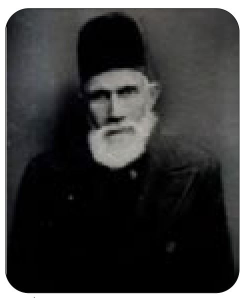

حضرت پیر عنایت علی صاحبؓ

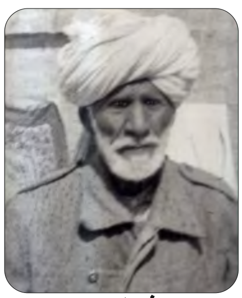

حضرت حاجی میراں بخش صاحب قریشیؓ


حضرت محمد اقبال صاحبؓ زرگر


حضرت ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب


حضرت قاضی عبد الرحیم صاحب بھٹیؓ

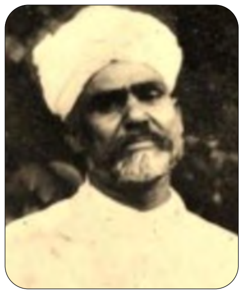

حضرت پروفیسر علی احمد صاحب بھاگلپوریؓ


حضرت شیخ محمد بخش صاحبؓ


حضرت سیّد ولایت شاہ صاحبؓ


حضرت ڈاکٹر عبد الحمید صاحبؓ چغتائی

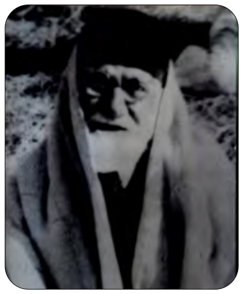

حضرت ماسٹر محمد حسن آسان صاحبؓ


حضرت عمر حیات صاحبؓ


حضرت حاجی مہر احمد صاحبؓ


حضرت حاجی عبد الستار صاحب کابلیؓ


حضرت چوہدری رستم علی خان صاحبؓ


حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب قادیانیؓ


حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحبؓ


حضرت غلام محمد صاحب پھگلانہؓ

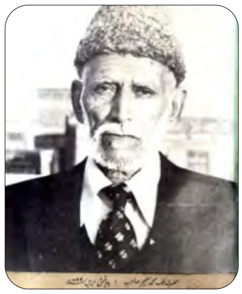

حضرت سیّد احمد نور صاحب کابلیؓ


حضرت مولوی عمر دین صاحبؓ


حضرت محمد حسین خان صاحبؓ


حضرت مولوی امام الدین صاحب گولیکیؓ


حضرت چوہدری محمد الدین صاحب گولیکیؓ

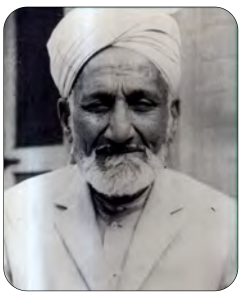

حضرت ملک محمد سلیم صاحبؓ


حضرت چوہدری احمد دین صاحبؓ

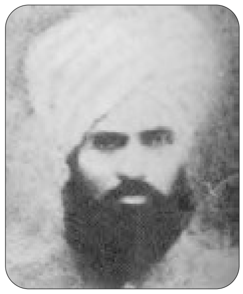

حضرت سراج الحق صاحب پٹیالویؓ


حضرت چوہدری غلام حسین صاحبؓ


حضرت مہر غلام حسن صاحبؓ


حضرت میاں خدا بخش صاحبؓ


حضرت قاضی فضل احمد صاحبؓ



حضرت حکیم فضل الٰہی صاحبؓ



حضرت منشی محب الرحمان صاحبؓ



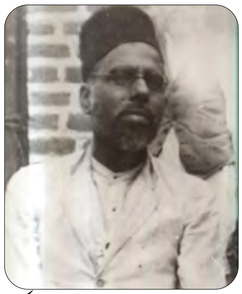
حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب لدھیانویؓ



حضرت شاہزادہ عبد المجید صاحب لدھیانویؓ



حضرت میاں محمد دین صاحب پٹواریؓ



حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکملؓ



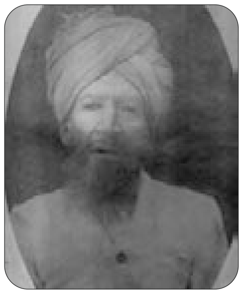
حضرت ڈاکٹر فضل کریم صاحبؓ



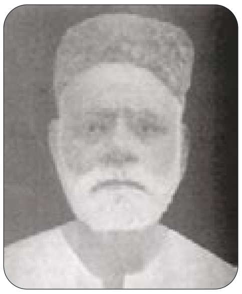
حضرت مولوی غلام رسول صاحب



حضرت قریشی شیخ محمد صاحبؓ



حضرت شیر محمد صاحبؓ



حضرت میاں عبد الرشید صاحبؓ



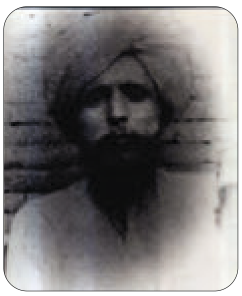
حضرت میاں اکبر علی صاحبؓ



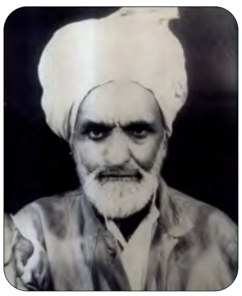
حضرت خواجہ غلام نبی صاحبؓ



حضرت مولوی محمد علی صاحبؓ



حضرت مولوی محمود حسن خان صاحبؓ



حضرت میاں سلطان احمد صاحبؓ



حضرت حاجی رحمت اللہ صاحبؓ



حضرت محمد بخش صاحبؓ



حضرت سید قاضی حبیب اللہ صاحبؓ



حضرت چوہدری حکم الدین صاحبؓ


حضرت محمد افضل خان صاحبؓ


حضرت میاں امام الدین صاحب سیکھوانیؓ


حضرت نبی بخش صاحبؓ


حضرت شیخ محمد حسین صاحبؓ آف کلکتہ

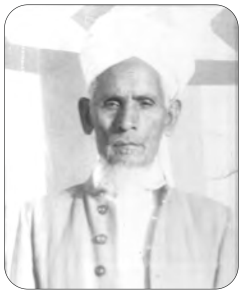

حضرت میاں جان محمد صاحبؓ


حضرت ڈاکٹر سید غلام غوث صاحبؓ


حضرت شیخ عبد الحمید صاحب شملویؓ

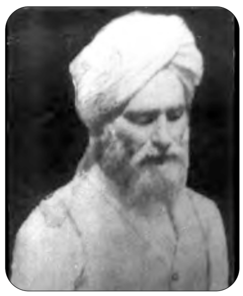

حضرت شیخ عبد الکریم صاحب مغلپورہ لاہور


حضرت میاں خیر الدین صاحبؓ سیکھوانی

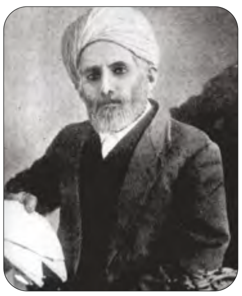

حضرت بابو محمد عبد اللہ صاحبؓ

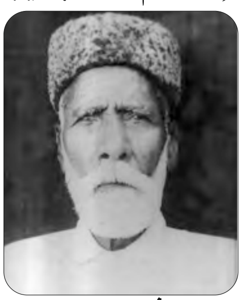

حضرت مولوی عبد المغنی صاحبؓ

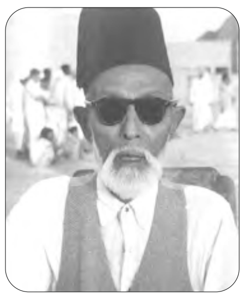

حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی

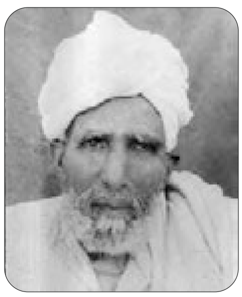

حضرت میاں خیر دین صاحبؓ


حضرت چوہدری عبد القادر صاحبؓ سجوال

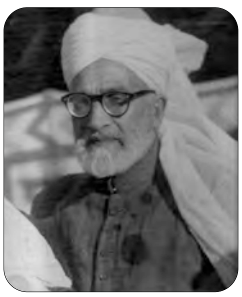

حضرت صوفی محمد حسن موسیٰ صاحبؓ


حضرت شیخ عبد الشکور صاحبؓ


حضرت ڈاکٹر عبد الرحیم صاحب دہلویؓ


حضرت مہر قطب الدین صاحبؓ


حضرت محمد عبد اللہ صاحبؓ آف ملکوال


حضرت میاں محمد یوسف صاحبؓ

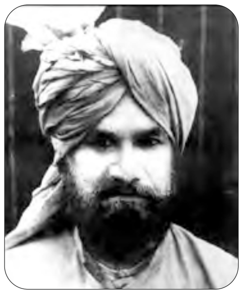

حضرت حکیم قریشی محمد حسین صاحب ؓ

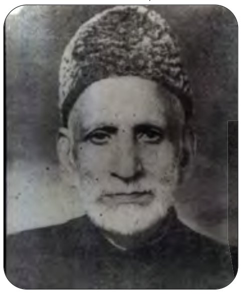

حضرت مرزا مہتاب بیگ صاحب ؓ


حضرت پیر غلام غوث شاہ صاحب گولیکی ؓ


حضرت مولوی عطاء اللہ صاحب ؓ


حضرت ڈاکٹر محمد الدین صاحب ؓ مردان


حضرت مولوی فضل دین صاحب اونچے مانگٹ


حضرت میاں شمس الدین صاحب بٹ ؓ


حضرت حکیم نظام الدین صاحب ؓ


حضرت مرزا سلطان محمود احمد بیگ ؓ

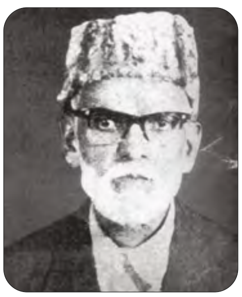

حضرت مولوی امام دین صاحب جموتی

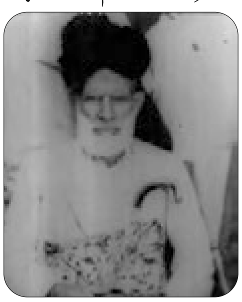

حضرت مرزا نذیر علی صاحب


حضرت مولوی نظام دین صاحب ؓ

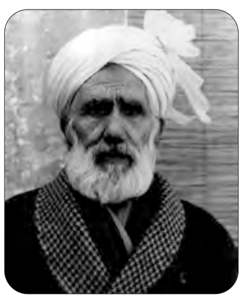

حضرت مستری حیات محمد صاحب ؓ

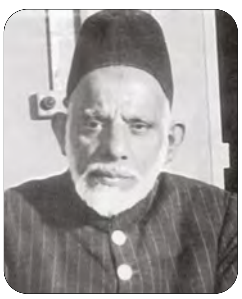

حضرت عبد اللہ خان صاحب افغان ؓ


حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب ؓ

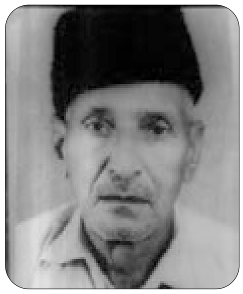

حضرت چوہدری اللہ بخش صاحب ؓ


حضرت مرزا غلام اللہ صاحب ؓ


حضرت حکیم قریشی محمد حسین صاحب ؓ


حضرت میاں نذیر حسین صاحب ؓ

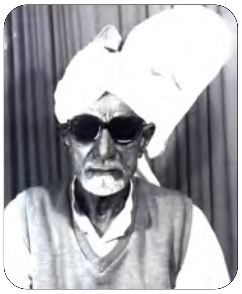

حضرت حکیم قریشی محمد حسین صاحب ؓ



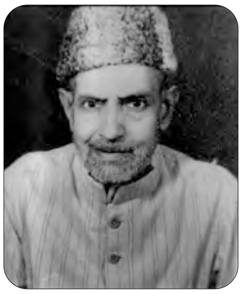
حضرت مرزا منظور احمد صاحب



حضرت حکیم محمد عبد الصمد صاحب دہلویؓ



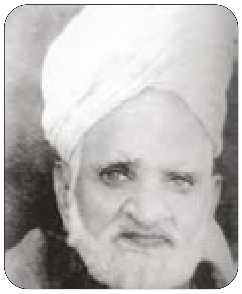
حضرت چوہدری محمد افضل صاحب ساہیؓ



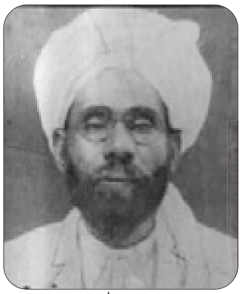
حضرت عزیز احمد صاحبؓ



حضرت سید سمیع اللہ شاہ صاحبؓ



حضرت میاں محمد شفیع صاحبؓ



حضرت پیر مظہر الحق صاحبؓ



حضرت حکیم محمد اسماعیل صاحبؓ



حضرت چوہدری نظام الدین صاحبؓ



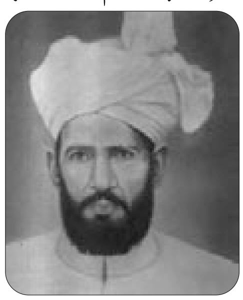
حضرت چوہدری غلام حسین صاحبؓ



حضرت فضل الٰہی صاحب بھیرہ



حضرت چوہدری حاکم علی صاحبؓ



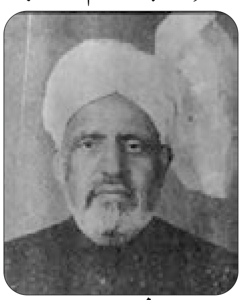
حضرت نعمت اللہ صاحب گوہرؓ



حضرت مولوی عطاء محمد صاحبؓ



حضرت سید سردار احمد شاہ صاحبؓ



حضرت بابو فضل دین صاحبؓ



حضرت چوہدری علی محمد صاحبؓ



حضرت پیر فیض احمد صاحبؓ اٹک



حضرت چوہدری عبد الحمید خان صاحبؓ کاٹھگڑھی



حضرت چوہدری عنایت اللہ صاحبؓ آف بہلولپور


حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحبؓ


حضرت قریشی محمد عبید اللہ صاحبؓ

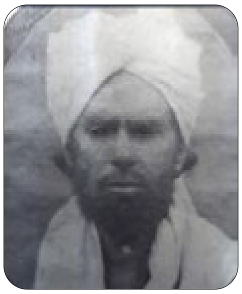

حضرت ماسٹر محمد نور الٰہی صاحب جنجوعہؓ

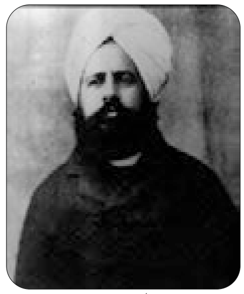

حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب قادیانیؓ


حضرت سید عبدالستار شاہ صاحبؓ

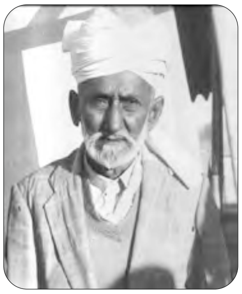

حضرت فقیر محمد خانؓ


حضرت میاں اللہ دتہ صاحبؓ


حضرت مولوی نور محمد صاحب ملتانیؓ


حضرت چوہدری مولا بخش صاحب بھٹی سیالکوٹیؓ


حضرت چوہدری اللہ بخش صاحبؓ


حضرت سید فخر الاسلام صاحب اوورسیئرؓ

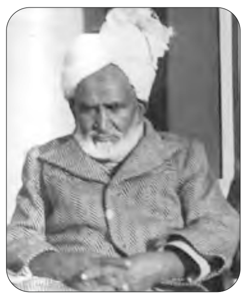

حضرت میاں غلام محمد صاحبؓ طالب علم مچرالہ


حضرت حکیم محمد صدیق صاحبؓ


حضرت چوہدری رحمت اللہ صاحبؓ


حضرت نور احمد خان صاحبؓ

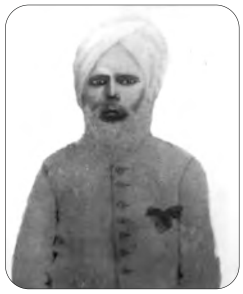

حضرت مولوی صدر دین صاحبؓ


حضرت سید محمد حسین شاہ صاحبؓ جالندھر


حضرت چوہدری غلام محمد صاحب


حضرت چوہدری غلام حسین صاحبؓ


حضرت چوہدری غلام قادر صاحبؓ



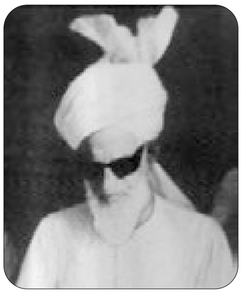
حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ



حضرت ماسٹر عبد الرحمان صاحبؓ



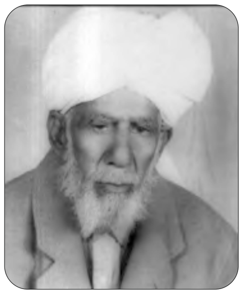
حضرت میاں تاج دین صاحبؓ



حضرت حکیم عبد العزیز صاحبؓ



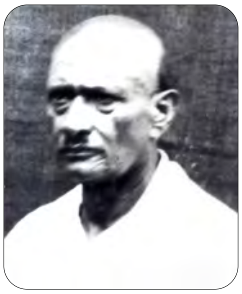
حضرت عبد الحق صاحب آف بدّوملہیؓ



حضرت مرزا محمد حسین صاحبؓ



حضرت ڈاکٹر مرزا عبد الکریم صاحبؓ



حضرت بابو محمد عثمان صاحب قریشیؓ انجینئر



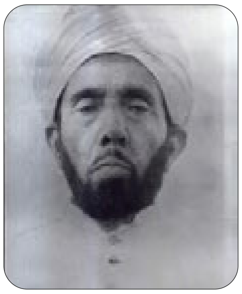
حضرت پہلوان کریم بخش صاحبؓ



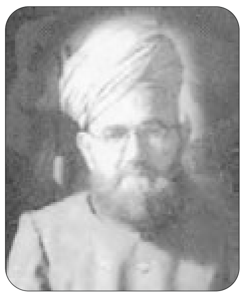
حضرت مولوی حکیم قطب الدین صاحبؓ



حضرت صوفی محمد رفیع صاحب آف کراچیؓ



حضرت ملک نبی محمد صاحبؓ



حضرت شیخ مشتاق حسین صاحبؓ



حضرت چوہدری عبد العزیز صاحب چیمہؓ



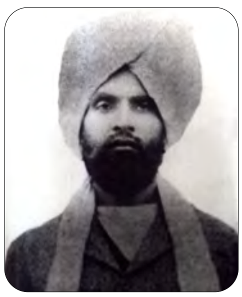
حضرت مولوی کرم داد صاحب آف دوالمیالؓ



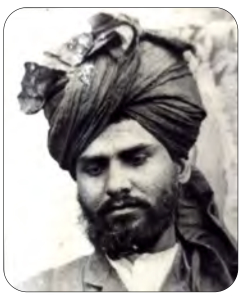
حضرت حاجی محمد فضل صاحبؓ



حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیرویؓ



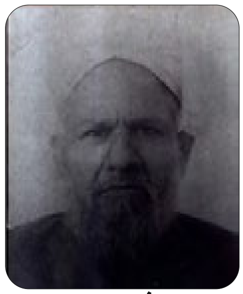
حضرت چوہدری تاج محمد صاحبؓ



حضرت میاں معراج دین صاحب عمرؓ

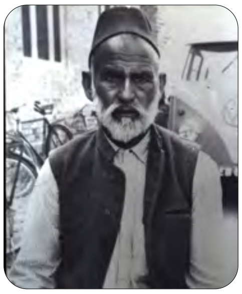


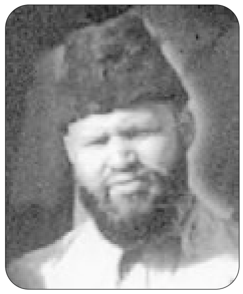
حضرت قمر الدین صاحبؓ


حضرت فتح محمد صاحب شرما


حضرت حافظ محمد حسین صاحب قریشیؓ


حضرت ماسٹر حسین خان صاحبؓ


حضرت چوہدری محمد اسماعیل صاحبؓ


حضرت شیخ محبّ الرحمان صاحبؓ

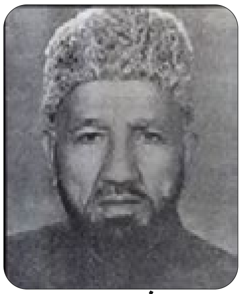

حضرت چوہدری مولا بخش صاحبؓ

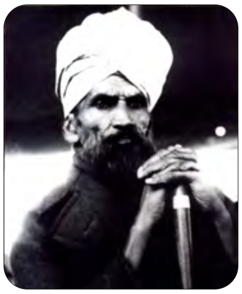

حضرت شیخ صاحب دین آف ڈھینگڑہ


حضرت چوہدری نواب دین صاحبؓ

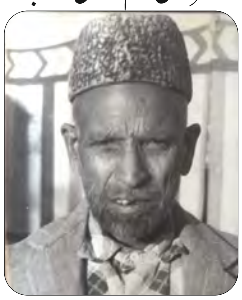

حضرت چوہدری محمد ابراہیم صاحبؓ


حضرت شیخ کفیم الرحمان صاحبؓ


حضرت شیخ محمد حسین صاحبؓ


حضرت حافظ عبد المسیح صاحب امروہیؓ


حضرت حاجی محمد عبد اللہ صاحبؓ


حضرت ظفر الاسلام صاحبؓ

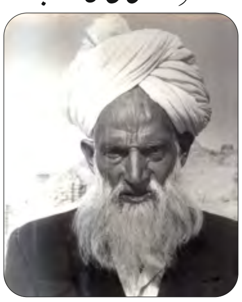

حضرت ڈاکٹر محمد بخش صاحبؓ

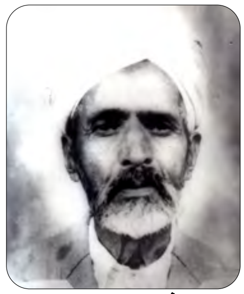

حضرت مولوی فتح علی صاحبؓ

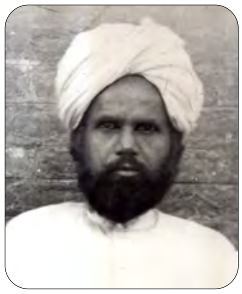

حضرت مرزا صفدر علی صاحبؓ

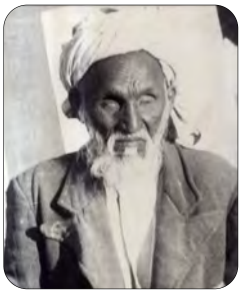

حضرت چوہدری غلام محمد صاحبؓ

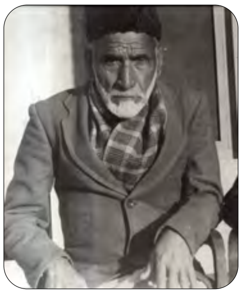

حضرت پیر شمس الدین صاحب آف گولیکی


حضرت امام دین صاحبؓ آف قادیان


حضرت شیخ عبد الرحیم صاحب شرما


حضرت مولوی غلام علی صاحبؓ آف سعد اللہ پور

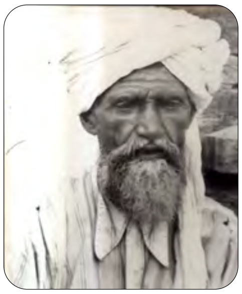

حضرت میاں عمر الدین صاحب کاٹھگڑھی


حضرت خواجہ عبید اللہ صاحبؓ


حضرت حاجی شیر خان صاحبؓ


حضرت مولوی نظام الدین صاحبؓ

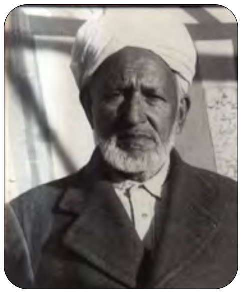

حضرت مستری جمال دین صاحبؓ


حضرت مولوی غوث محمد صاحبؓ

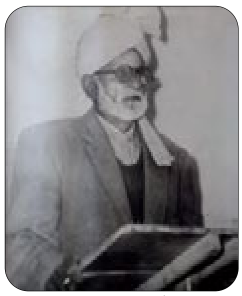

حضرت اللہ داد صاحبؓ


حضرت مولوی حسن علی صاحبؓ


حضرت میاں عبد العزیز صاحب مغلؓ


حضرت ماسٹر عطا محمد صاحبؓ


حضرت ماسٹر چراغ محمد صاحبؓ


حضرت حکیم دین محمد صاحبؓ


حضرت حکیم سید پیر احمد صاحبؓ ہوشیارپوری


حضرت عبد المنان صاحب کاٹھگڑھیؓ

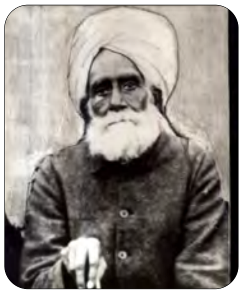

حضرت چوہدری غلام محمد خان صاحبؓ


حضرت حکیم نور احمد صاحبؓ آف تتلے والی


حضرت مولوی غلام حسین صاحب آف ڈنگوری


حضرت سید حسن شاہ صاحبؓ


حضرت فیروز دین صاحب ؓ


حضرت مولوی عبد القدیر صاحب پٹیالوی ؓ

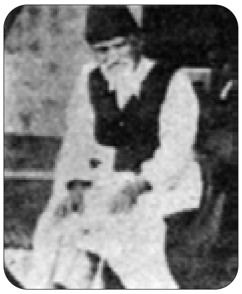

حضرت بھائی شیر محمد صاحب ؓ

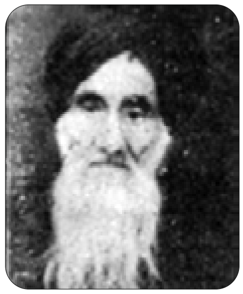

حضرت بابا صدر الدین صاحب ؓ


حضرت حاجی محمد الدین تہالوی صاحب ؓ


حضرت چودھری حسن دین صاحب ؓ


حضرت حافظ عبد الرحمٰن صاحب پشاوری ؓ


حضرت بابا بھاگ صاحب امرتسری ؓ


حضرت حافظ صدر الدین صاحب ؓ


حضرت ڈاکٹر عطر الدین صاحب ؓ

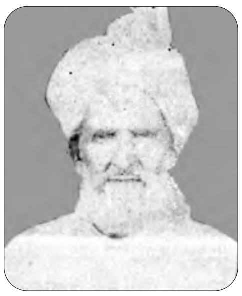

حضرت بابا غلام محمد سیالکوٹی صاحب ؓ


حضرت بھائی الہ دین صاحب ؓ


حضرت میاں نور محمد صاحب آف لاہور

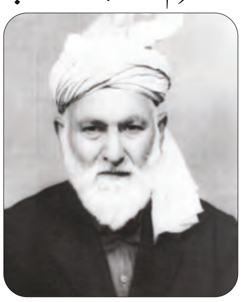

حضرت میاں محمد بوٹا خان صاحب ؓ


محترم ملک محمد عبد اللہ صاحب ؓ


حضرت میاں لال دین صاحب تہالوی ؓ


حضرت چوہدری فتح دین صاحب باجوہ ؓ

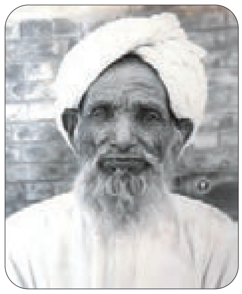

حضرت میاں فقیر محمد صاحب ربوہ


حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی ؓ

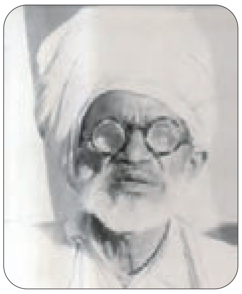

حضرت ڈاکٹر محمد بخش صاحب ؓ



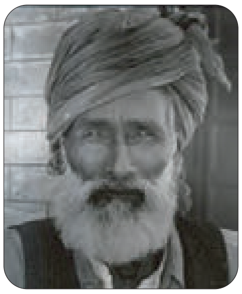
حضرت مستری غلام محی الدین صاحب آف بھیرہ



حضرت فضل دین صاحب آف چک ۳۸۸ لاہور



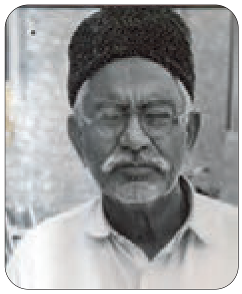
حضرت محمد ظہور خان صاحب پٹیالوی



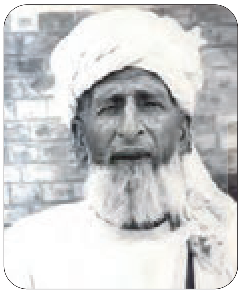
حضرت مولوی محمد اسحاق صاحب ضلع لاہور



حضرت علم دین صاحبؓ



حضرت ملک حسن صاحبؓ



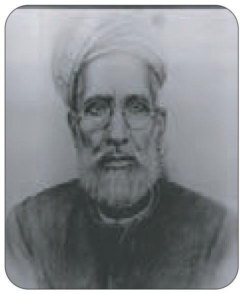
حضرت خوشی محمد صاحبؓ



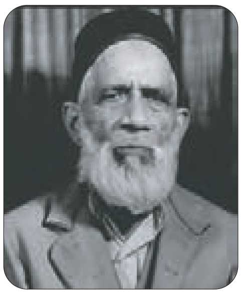
حضرت حکیم اللہ بخش صاحبؓ مدرس



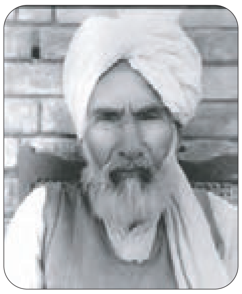
حضرت پروفیسر عبدالقادر صاحبؓ



حضرت چوہدری بابو محمد ابراہیم صاحبؓ



حضرت ڈاکٹر بھائی محمود احمد صاحبؓ



حضرت الف دین صاحبؓ



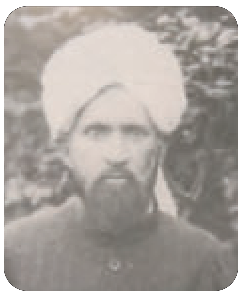
حضرت سیّد ارادت حسین صاحبؓ



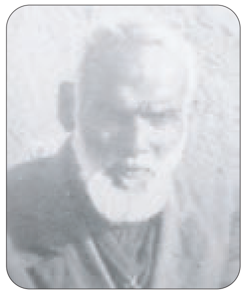
حضرت وزارت حسین صاحبؓ



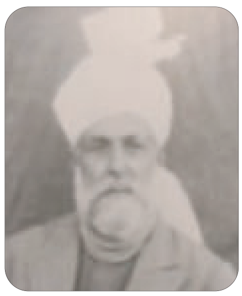
حضرت ملک عبدالعزیز صاحبؓ



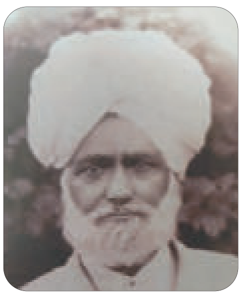
حضرت میاں فیض احمد صاحبؓ



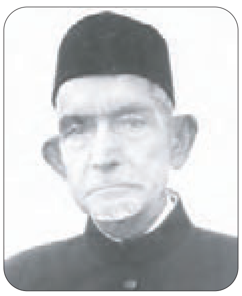
حضرت سید محمود عالم صاحبؓ



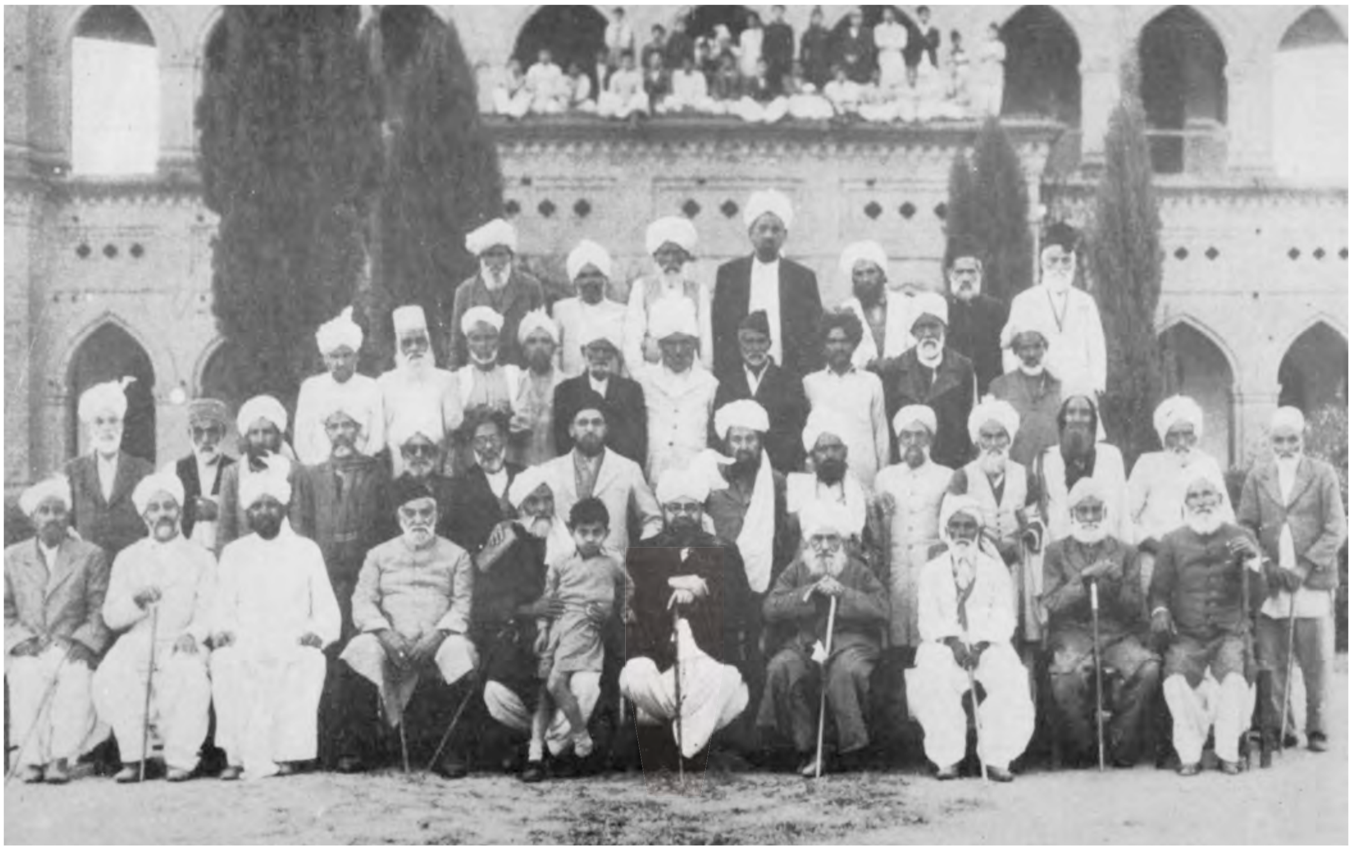
حضرت شیخ محمد حسین صاحبؓ جج



حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحبؓ



حضرت بشیرالدین صاحب بھاگلپوریؓ



گروپ فوٹو صحابہ کرام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مورخہ 18 مارچ 1946ء

الفضل 19 مارچ 1946ء صفحہ 1 پر لکھا ہے:
قادیان 18 مارچ، آج بعد نماز عصر طلباء فضل عمر ہوسٹل نے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دعوت چائے پر مدعو کیا اور بطور یادداشت ان کے دستخط لئے۔ چائے کے بعد طلباء کی طرف سے نہایت جامع ایڈریس پیش کیا گیا۔ پھر سب صحابہ کا مجموعی طور پر فوٹو لیا۔ 41 صحابہ کرام اس گروپ میں موجود تھے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی شمولیت فرمائی۔ آخر میں صحابہ کرام نے باری باری اپنا نام، ولدیت اور سنِ بیعت برائے تعارف بیان کیا۔ مغرب کے وقت دعا پر یہ تقریب ختم ہوئی۔'' (ادارہ)

کرسیوں پر دائیں سے بائیں: حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ، حضرت ڈاکٹر سید غلام غوث صاحبؓ، حضرت مرزا احمد بیگ صاحبؓ، حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ۔ حضرت خان ذوالفقار علی خان صاحب گوہرؓ، حضرت حکیم محمد عمر صاحب لدھیانویؓ، حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحبؓ، حضرت ملک غلام حسن صاحبؓ

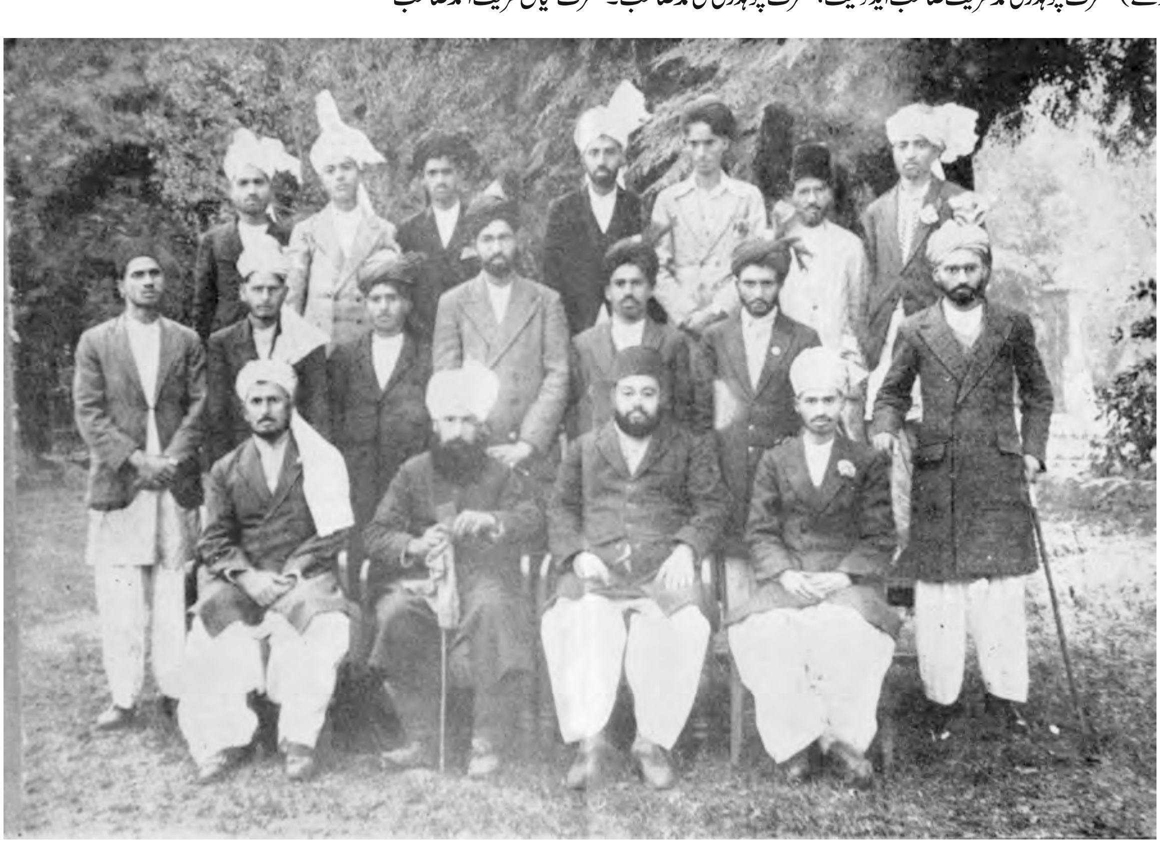
پہلی قطار: حضرت مستری میر عبدالرحمٰن صاحبؓ، حضرت ....، حضرت بابا شیر محمد صاحب بابا شبراتیؓ، حضرت میاں فضل محمد صاحب آف ہرسیاں، حضرت ماسٹر اللہ داد صاحبؓ، حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ مہر سنگھ، حضرت حافظ صوفی غلام محمد صاحب، حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ، حضرت بھائی شیر محمد صاحبؓ، حضرت مرزا مہتاب بیگ صاحب، حضرت بابو فقیر علی صاحب سٹیشن ماسٹرؓ، حضرت مولوی محمد الدین صاحب بی اے۔ حضرت ....

دوسری قطار: حضرت میاں عبداللہ صاحبؓ، حضرت منشی عبدالسمیع صاحب کپورتھلوی، حضرت ....، حضرت حاجی ممتاز علی صاحب صدیقیؓ، حضرت مولوی خیر الدین صاحب سیکھوانیؓ، حضرت بھائی احمد دین صاحب ڈنگویؓ، حضرت ماسٹر محمد علی صاحب اظہرؓ، حضرت ....، حضرت حکیم عطا محمد صاحبؓ، حضرت منشی عبدالحق صاحب خوش نویسؓ۔

تیسری قطار: حضرت ڈاکٹر فیض علی صاحب صابرؓ، حضرت بھائی ڈاکٹر محمود احمد صاحبؓ، حضرت میاں محمد الدین صاحب واصلؓ، حضرت ....، حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصریؓ، حضرت ماسٹر مولا بخش صاحبؓ، حضرت بابا صدر الدین صاحبؓ



(دائیں سے بائیں)(کرسیوں پر)۔حضرت شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب۔حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب۔حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔حضرت ذوالفقار علی صاحب۔
حضرت حافظ روشن علی صاحب (بیٹھے ہوئے) حضرت میاں رحیم دین صاحب۔حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی۔حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب۔حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی۔
(کھڑے ہوئے) حضرت چوہدری محمد شریف صاحب ایڈووکیٹ، حضرت چوہدری علی محمد صاحب۔حضرت میاں شریف احمد صاحب



کرسیوں پر دائیں سے بائیں: مولوی علی محمد صاحب اجمیری، حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ، حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ، مولوی ارجمند خاں صاحب
پہلی قطار: مولوی محمد سلیم صاحب، مولوی نذیر احمد صاحب مبشر، مولوی صالح محمد صاحب، مولوی احمد خاں صاحب نسیم، مولوی نذر محمد صاحب، شیخ عبدالقادر صاحب، مولوی ظہور الحسن صاحب
دوسری قطار: مولوی عبدالرحمٰن صاحب پشاوری، نام معلوم نہیں ہوسکا، مولوی عبدالغفور صاحب، مولانا شیخ مبارک احمد صاحب، مرزا عبدالرحمٰن صاحب، مولانا چودھری محمد شریف صاحب، ملک محمد عبداللہ صاحب



کھڑے دائیں سے بائیں: حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال، چوہدری علی محمد صاحب، حضرت حکیم فضل الرحمٰن صاحب (مجاہد نائیجیریا)، بابو عزیز دین صاحب، سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ، حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ، جناب ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین صاحب، حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ، سردار مصباح الدین صاحب، حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ، حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیرؓ، حضرت چوہدری محمد شریف صاحبؓ وکیل منٹگمری، حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ، ملک نواب دین صاحب، غلام حسین صاحب بھنو ماریشس، مولانا مبارک علی صاحب بوگرا بنگالی مبلغ جرمنی،

بیٹھے ہوئے (دائیں سے بائیں) حضرت ذوالفقار علی خان صاحبؓ، حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ، شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری، ولیم لافٹس ہیر جائینٹ سیکریٹری ویمبلے کانفرنس، حضرت حافظ صوفی روشن علی صاحبؓ، حضرت مولوی محمد الدین صاحبؓ مبلغ امریکہ، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ، حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دردؓ۔



حضرت مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ



آپ کا اصل نام نورالدین تھا1841ء کے قریب بھیرہ کے محلہ معماراں میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام حافظ غلام رسول صاحب اور والدہ کا نام نور بخت صاحبہ تھا۔آپ کا شجرۂ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔آپ کے بزرگوں میں ولی، عالم، بادشاہ، صوفی، قاضی، شہید ہر قسم کے بزرگ گزرے ہیں۔آپ کا خاندان ہمیشہ ہی ایک اعلیٰ شان والا رہا ہے۔ پاکستان میں آپ کے افراد خاندان آج تک شہزادے کہلاتے ہیں۔آپ کے والد پکے مسلمان تھے۔قرآن سے خاص عشق تھا۔قرآن خریدتے۔ملک کے کونوں میں پھیلا دیتے۔بمبئی کے ایک تاجر کا کہنا ہے کہ میں تیس ہزار روپے کے قرآن مجید خرید کر بھیرہ گیا۔آپ نے سب خرید لئے۔بڑی بیٹی کی شادی پر آپ نے سب سے اوپر قرآن رکھ دیا۔فرمایا۔ہماری طرف سے یہی ہے۔25-24 سال کی عمر میں آپ نے خدا تعالیٰ کے پہلے گھر۔خانہ کعبہ۔کی زیارت کے لئے سفر کیا۔پھر دوبارہ آپ69-1868 میں مکہ تشریف لے گئے۔حج کے مہینے تھے۔آنحضرت کی سنت کے مطابق کداء کے رستے سے مکہ میں داخل ہوئے۔اس وقت آپ کی عمر تیس سال کے قریب تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعارف

ضلع گورداسپور کے ایک صاحب شیخ رکن الدین صاحب نے بتایا کہ ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں میں ایک شخص حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ نے اسلام کے حق میں رسالے لکھے ہیں۔آپ نے یہ سن کر حضرت مرزا صاحبؑ کی خدمت میں خط لکھا اور کچھ کتابیں منگوائیں۔مارچ1885 سے کچھ پہلے کی بات ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا اشتہار دیکھتے ہی پروانوں کی طرح جموں سے قادیان پہنچے اور خدا کے اس بندہ کو پہچان لیا۔یہ اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کے متعلق تمام دنیا کے عالموں کو بھجوایا تھا۔یہ اشتہار حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو ایک ہندو کے ذریعہ ملا تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسلسل دعائیں کر رہے تھے کہ یا اللہ اپنے دین اور اسلام کی خدمت کے لئے مجھے کوئی ساتھی عطا فرما۔آپ کی دعائیں آسمان تک پہنچیں اور خدا تعالیٰ نے کشمیر سے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو بھجوا دیا اور وہ خبر پوری ہوگئی کہ امام مہدی کے ساتھی کشمیر سے بھی آئیں گے۔اس وجہ سے آپ کا آنا ایک نشان تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے میری دعائیں قبول کیں اور مجھے ایک مخلص پیار کرنے والا دوست دیا۔جس کا نام اس کی نورانی عادتوں کی طرح نورالدین ہے۔اسلام کے سرداروں میں سے ہے۔بزرگوں کی نسل سے ہے۔مجھے آپ کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی ہے کہ گویا کوئی اپنے ہی جسم کا ٹکڑا مل جائے۔اور میں اس طرح خوش ہوں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ملنے سے ہوئی تھی۔مجھے سارے غم بھول گئے۔جب میں نے آپ کو دیکھا اور مجھے یقین ہو گیا کہ آپ ہی میری دعاؤں کا نتیجہ ہیں۔

[i] حضرت مولوی نورالدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں یہ درخواست کر رکھی تھی کہ آپ جب بھی بیعت لیں تو سب سے پہلے میری بیعت ہو۔جب حضرت اقدسؑ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بیعت کا حکم ملا تو 23 مارچ1889ء کو حضرت مولوی صاحب نے سب سے پہلے بیعت کی برکت حاصل کی اور آپ کی درخواست پر حضرت اقدسؑ نے اپنے قلم سے بیعت کے الفاظ لکھ کر دے دیئے۔27 دسمبر 1891ء کو نماز ظہر کے بعد مسجد اقصیٰ قادیان میں سب سے پہلا جلسہ سالانہ ہوا اس میں جن 75 احمدی دوستوں نے حصہ لیا ان میں آپ بھی شامل تھے۔اسی سال جلسہ کے مہمانوں کے لئے آپ نے قادیان میں ایک مکان بنوایا۔

[ii] آپ مہاراجہ جموں وکشمیر کے شاہی طبیب تھے۔حضرت اقدسؑ نے جب مسیحیت ومہدویت کا دعویٰ کیا تو حضرت مولوی صاحب نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں لکھا کہ حضور۔میرا دل چاہتا ہے کہ حضورؑ کی خدمت میں اپنی باقی زندگی گزاروں۔اگر اجازت ہو تو میں ملازمت سے استعفاء دے کر قادیان آبیٹھوں۔حضرت اقدسؑ نے لکھا کہ لگی ہوئی ملازمت کو چھوڑنا کفران نعمت ہے۔آپ استعفاء نہ دیں۔کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ حضرت مولوی صاحب کو ملازمت سے علیحدہ ہونا پڑا اور ستمبر 1892 کو آپ اپنے وطن بھیرہ واپس تشریف لے گئے۔اور وہاں ایک نئے مکان کی تعمیر شروع کر دی۔ابھی وہ مکان زیر تعمیر ہی تھا اور اس پر سات ہزار کے قریب روپیہ خرچ ہو چکا تھا۔کہ حضرت مولوی صاحب کسی ضرورت کے لئے لاہور تشریف لائے۔وہاں خیال پیدا ہوا کہ قادیان نزدیک ہے۔حضرت اقدسؑ سے بھی ملتے جائیں۔چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں۔

''میرا جی چاہا کہ حضرت صاحبؑ کو بھی دیکھوں اس واسطے میں قادیان آیا۔چونکہ بھیرہ میں بڑے پیمانہ پر عمارت کا کام شروع تھا۔اس لئے میں نے واپسی کا یکہ کروایا تھا۔یہاں آ کر حضرت صاحبؑ سے ملا اور ارادہ کیا کہ آپ سے ابھی اجازت لے کر رخصت ہوں۔آپ نے اثنائے گفتگو میں مجھ سے فرمایا کہ اب تو آپ فارغ ہو گئے ہیں۔میں نے کہا۔جی ہاں۔اب تو میں فارغ ہی ہوں۔یکہ والے سے میں نے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ۔آج اجازت لینا مناسب نہیں ہے۔کل پرسوں اجازت لیں گے۔اگلے روز آپؑ نے فرمایا کہ آپ کو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہو گی۔آپ اپنی ایک بیوی کو بلوالیں۔میں نے حسب الارشاد بیوی کے بلوانے کے لئے خط لکھ دیا اور یہ بھی لکھ دیا کہ ابھی میں شائد جلد نہ آسکوں اس لئے عمارت کا کام بند کر دیں۔جب میری بیوی آ گئی۔تو آپ نے فرمایا کہ آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اپنا کتب خانہ منگوالیں۔تھوڑے دنوں کے بعد فرمایا دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے۔آپ اس کو ضرور بلا لیں اور مولوی عبدالکریم صاحب سے فرمایا کہ مجھ کو مولوی نورالدین صاحب کے متعلق الہام ہوا ہے اور وہ شعر حریری میں موجود ہے۔

لَا تَصْبُوَنَّ اِلَی الْوَطَنِ فِیْهِ تُهَانُ وَتُمْتَحَنُ

یعنی اپنے وطن کی طرف ہرگز رخ نہ کرنا ورنہ تمہاری اہانت ہو گی اور تمہیں تکلیفیں اٹھانا پڑیں گی

خدا تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں میرے واہمہ اور خواب میں بھی پھر مجھے وطن کا خیال نہ آیا۔ (حیات نورالدین۔حیات طیبہ ص۔136)

[iii] حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا اپنے علم اور تقویٰ کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد سب سے اونچا مقام تھا۔ایک دفعہ سرسید سے خط لکھ کر کسی نے پوچھا کہ جاہل آدمی پڑھکر عالم بنتا ہے۔عالم ترقی کر کے حکیم ہو جاتا ہے۔حکیم ترقی کرتے کرتے صوفی بن جاتا ہے۔مگر جب صوفی ترقی کرتا ہے۔تو کیا بنتا ہے۔سرسید صاحب نے جواب دیا جب صوفی ترقی کرتا ہے تو نورالدین بنتا ہے۔آپ کی زندگی کی سب سے پہلی اور نمایاں بات اللہ تعالیٰ پر توکل ہے۔جو آپ کی زندگی میں بڑی شان سے نظر آتی ہے۔دوسری بات آپ کی سیرت میں عشق قرآن تھی۔آپ فرماتے ہیں کہ مجھے قرآن سے بڑھ کر کوئی چیز پیاری نہیں لگتی۔اس کتاب کا ایک رکوع انسان کو بادشاہ سے بڑھ کر خوش قسمت بنا دیتا ہے۔غرض میں قرآن کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔وہ میری غذا ہے۔آپ تیز بخار میں بھی درس قرآن کا ناغہ نہ ہونے دیتے۔ایک دفعہ مسجد اقصیٰ میں درس دیتے ہوئے اچانک شدید ضعف ہو گیا۔پھر لیٹ گئے۔ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔چلنے کی طاقت نہ رہی۔چارپائی پر اٹھا کر لائے۔مگر راستے میں جب مسجد مبارک کے پاس پہنچے تو فرمایا۔مجھے گھر نہ لے کر جاؤ۔مسجد میں لے جاؤ۔باوجود اس قدر تکلیف کے نماز مغرب کے بعد ایک رکوع کا درس دیا۔پھر لوگ چارپائی پر اٹھا کر گھر تک لائے۔

[iv] حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کی اطاعت کا جذبہ اس قدر غالب تھا کہ ایک دفعہ جب 1905 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام دہلی تشریف لے گئے اور وہاں حضرت اقدسؑ کے خسر حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ بیمار ہو گئے تو ان کے علاج کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مولوی صاحبؓ کو قادیان میں تار بھجوائی کہ بلا توقف دہلی چلے آئیں۔جب یہ تار قادیان پہنچی تو حضرت مولوی صاحبؓ اپنے مطب میں بیٹھے ہوئے درس وتدریس کا شغل کر رہے تھے۔اس تار کے پہنچتے ہی آپ بلا توقف وہیں سے اٹھکر بغیر گھر گئے اور بغیر کوئی سامان یا زادراہ لئے سیدھے بٹالہ کی طرف روانہ ہو گئے۔کسی نے عرض کیا۔حضرت بلا توقف آنے کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ آپ گھر جا کر سامان بھی نہ لیں۔اور اتنے لمبے

سفر پر یوں خالی ہاتھ روانہ ہو جائیں۔فرمایا۔امام کا حکم ہے کہ بلاتوقف آؤ۔اس لئے میں اب ایک منٹ کے توقف کو بھی گناہ خیال کرتا ہوں اور خدا خود میرا کفیل ہوگا۔خدا نے بھی اس نکتہ کو ایسا نوازا۔حضرت مولوی صاحبؓ جب امرتسر پہنچے تو وہاں جا کر معلوم ہوا کہ جیب میں جتنے پیسے تھے وہ سب ختم ہو گئے اور اب امرتسر سے دہلی جانے کا کرایہ بھی نہیں۔مگر مولوی صاحبؓ کو کسی کی پرواہ نہ تھی اپنے خدا پر پورے یقین کے ساتھ اسٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں ٹہل رہے تھے۔امرتسر کے اسٹیشن پر گاڑی آنے میں ابھی کچھ دیر تھی۔اچانک ایک ہندو رئیس مولوی صاحبؓ کی طرف آیا اور عرض کی کہ میری بیوی سخت بیمار ہے اسے جا کر ذرا دیکھ آئیں۔مولوی صاحبؓ نے جواب دیا کہ میں خدا کے مسیح موعودؑ کے بلاوے پر دہلی جا رہا ہوں۔اس ہندو رئیس نے جواب دیا۔میرا گھر بالکل نزدیک ہے اور گاڑی آنے میں کچھ دیر باقی ہے۔میں گاڑی آنے سے پہلے پہلے آپ کو واپس چھوڑ جاؤں گا۔ہندو رئیس مولوی صاحبؓ کو کار میں بٹھا کر اپنے گھر لے گیا اور بیوی کا علاج کروانے کے بعد واپس اسٹیشن پر چھوڑ گیا اور دہلی کا ٹکٹ خرید دینے کے علاوہ کچھ معقول نقد رقم بھی پیش کی۔اس طرح حضرت مولوی صاحبؓ وقت پر حضرت مسیح موعودؑ کے پاس دہلی پہنچ گئے۔

[v] حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔آپ نے جس رنگ میں حضرت اقدسؑ کا سلسلہ کے کاموں میں ہاتھ بٹایا ہے اس کی نظیر اور کسی شخص میں نہیں ملتی۔درس قرآن آپ کا محبوب شغل تھا۔احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو عشق تھا۔طب میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔غرض روحانی اور جسمانی دونوں لحاظ سے آپ مخلوق خدا کی خدمت کرنے میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔حضرت اقدسؑ نے اپنی کتب میں آپ کی بہت ہی تعریف فرمائی ہے۔چنانچہ آپ کے وصف میں حضرت اقدسؑ کا یہ شعر تو دریا بہ کوزہ کا مصداق ہے۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

یعنی کیا ہی اچھا ہوا گر قوم کا ہر فرد نور دین بن جائے مگر یہ تو تب ہی ہوسکتا ہے کہ ہر دل یقین کے نور سے بھر جائے۔(نشان آسمانی 1892)

[vi] آخر میں ایک تحریر ملاحظہ فرمائیں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے متعلق کیا فرماتے ہیں:

''میرے محبین سب کے سب متقی ہیں لیکن ان میں سے بصیرت میں زیادہ قوی، علم میں حصہ کثیر رکھنے والا، رفیق اور حلم میں افضل، ایمان اور اطاعت میں اکمل، محبت، معرفت، خشیت، یقین اور ثباتِ قدم میں زیادہ مضبوط ایک مرد مبارک، کریم، متقی، عالم، صالح اور فقیہہ و محدث، جلیل القدر، حکیم حاذق، عظیم الشان، حاجی الحرمین، حافظ قرآن، قوم کے لحاظ سے قریشی اور نسب کے لحاظ سے فاروقی جس کا اسم گرامی حکیم نورالدین بھیرویؓ ہے۔اللہ دنیا اور دین میں اسے اس کا ثواب عطا فرمائے۔وہ ان ابتدائی لوگوں میں سے ہے جنہوں نے صدق وصفا محبت واخلاص اور وفا سے میری بیعت کی۔وہ ایسا شخص ہے جو انقطاع۔ایثار اور خدمات دین میں حیران کن مقام رکھتا ہے۔اس نے اعلائے کلمۂ دین حق کے لئے کئی طریق سے مال کثیر خرچ کیا ہے۔میں نے اُسے ایسے مخلصین میں سے پایا ہے جو اللہ سبحانہ کی رضا کو تمام رضاؤں پر اور بیویوں، بیٹیوں اور بیٹوں پر ترجیح دیتا ہے۔میں نے اسے ایسے لوگوں میں سے پایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی تلاش میں رہتے ہیں اور اپنے اموال اور اپنے نفوس کو خرچ کر کے اس کی رضا اور رضوان کے لئے کوشاں ہیں اور ہر حال میں شکر گزاری کی زندگی بسر کرتے ہیں۔یہ شخص رقیق القلب، پاکیزہ طبع حلیم و کریم، نیکیوں کا جامع، جسم اور اس کی لذات سے بکثرت منقطع ہونے والا، نیکیوں اور حسنات کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔وہ پسند کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی سربلندی کے لئے وہ اپنا خون پانی کی طرح بہائے اور اس کی تمنا ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ کی تائید میں اس کی جان قربان ہو۔اور تمرد اختیار کرنے والوں کے فتنہ کو جڑ سے اکھاڑنے میں وہ ہر نیکی کے کرنے اور ہر سمندر میں غوطہ زن ہونے کے لئے تیار ہے۔میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسا صادق صدیق عطا کیا ہے جو فاضل۔جلیل القدر۔بہادری میں شیر۔باریک بین۔گہری فکر والا اور خدا کی راہ کا مجاہد اور خدا کی خاطر کمال اخلاص سے ایسا محبت کرنے والا ہے کہ جس سے کوئی محبت کرنے والا سبقت نہیں لے جاسکا۔

(حمامۃ البشریٰ۔روحانی خزائن۔جلد سات۔ص181-180)

''عالی جناب مرزا جی مجھے اپنے قدموں میں جگہ دو۔اللہ کی رضا مندی چاہتا ہوں۔اور جس طرح وہ راضی ہو سکے طیار ہوں۔اگر آپ کے مشن کو انسانی خون کی آبپاشی کی ضرورت ہے۔تو یہ نابکار (مگر محبّ انسان) چاہتا ہے کہ اس کام میں آوے۔" تم کلامہ جزاءاللہ " حضرت مولوی صاحب جو انکسار اور ادب اور ایثار مال وعزت اور جاں فشانی میں فانی ہیں۔وہ خود نہیں بولتے۔بلکہ ان کی روح بول رہی ہے۔'' (آسمانی فیصلہ بار پنجم ص51-50 حاشیہ)

سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کا وصال اور ظہور قدرت ثانیہ

"تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیانکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔" (ارشاد حضرت مسیح موعودؑ از رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد بیس۔ ص305)

سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کا وصال 26 مئی 1908ء بوقت سوا دس بجے صبح (10.15) احمدیہ بلڈنگ لاہور میں ہوا۔ چنانچہ ان پیش خبروں کے مطابق حضورؑ کے وصال کے اگلے روز 27 مئی کو قدرت ثانیہ کا ظہور ہوا۔ جیسا کہ حضورؑ نے پہلے سے ہی اعلان الٰہی کے مطابق خبر دی تھی کہ:۔

''ستائیس کو ایک واقعہ''

الحکم قادیان 28 مئی 1908ء۔۔۔۔ الہام حضرت مسیح موعودؑ از تذکرہ ص630، طبع 2005ء

چنانچہ 27 مئی 1908ء کو مقبرہ بہشتی قادیان میں درختوں کے بیچ ایک خالی جگہ پر قدرت ثانیہ یعنی خلافت احمدیہ کا ظہور ہوا۔ اور یوں الٰہی نوشتے اور قدیمی سنت الٰہی پوری ہوئی۔۔۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔۔۔ (خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء۔ تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان۔ ص21)

مقام ظہور قدرت ثانیہ بہشتی مقبرہ قادیان۔ اس جگہ حضورؑ کی نعش مبارک رکھی گئی اور کئی احباب نے حضرت حکیم نور الدین صاحب بھیرویؓ کے ہاتھ پر بیعت کی

حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ بھیروی کے قدرت ثانیہ کے مظہر اوّل کے طور پر قوم کا اجتماع

27 مئی 1908ء تا 13 مارچ 1914ء۔ انتخاب بمقام بہشتی مقبرہ قادیان انڈیا (مقام ظہور خلافت قدرت ثانیہ)

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے موقعہ پر اکثرت کی یہی خواہش تھی کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں اور مخالفین تک پہلے ہی سے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کا خلیفہ قرار دیتے تھے۔ اس موقع پر مکرم خواجہ کمال الدین صاحبؓ اور مکرم مولوی محمد علی صاحبؓ ایم اے کا بھی یہی نکتہ نظر تھا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین مان لیا جائے جیسا کہ مکرم مولوی محمد علی صاحبؓ ایم اے نے اپنی کتاب حقیقت اختلاف میں بھی اس بات کا اظہار کیا ہے۔

''حضرت مسیح موعودؑ کی وفات لاہور میں ہوئی آپ کی نعش مبارک جب قادیان میں پہنچی تو باغ میں خواجہ کمال الدین صاحبؓ نے مجھ سے ذکر کیا کہ یہ تجویز ہوئی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے جانشین حضرت مولوی صاحبؓ ہوں۔ میں نے کہا بالکل صحیح ہے اور حضرت مولوی صاحبؓ ہی ہر طرح سے اس بات کے اہل ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا یہ بھی تجویز ہوئی ہے کہ سب احمدی ان کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ میں نے کہا اس کی کیا ضرورت ہے جو لوگ نئے سلسلہ میں داخل ہوں گے انہیں بیعت کی ضرورت ہے اور یہی الوصیت کا منشاء ہے۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ چونکہ وقت بڑا نازک ہے ایسا نہ ہو کہ جماعت میں تفرقہ پیدا ہو جائے اور احمدیوں کے حضرت مولوی صاحبؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لینے سے کوئی حرج بھی نہیں۔ تب میں نے بھی اسے تسلیم کر لیا۔'' (حقیقت اختلاف حصہ اوّل و دوم، بار دوم، 1971ص 31)

مولوی محمد علی صاحبؓ کو قائل کرنے کے بعد خواجہ صاحب صدر انجمن احمدیہ کے دوسرے اکابر مثلاً شیخ رحمت اللہ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحبؓ۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحبؓ اور مولوی محمد علی صاحبؓ کو لے کر نواب محمد علی صاحبؓ کے مکان (یعنی سوڈا واٹر فیکٹری والے احاطہ کا مکان جہاں بعد میں ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ بھی رہے ہیں۔ کسی زمانہ میں یہاں لائبریری تھی اور حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کا دفتر ہوا کرتا تھا۔ یہ مکان گول کمرہ کے جانب مشرق ہے۔) پر پہنچے۔ اور شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے ذریعہ سے مولوی محمد احسن صاحب امروہیؓ کو بھی بلوا بھیجا۔ اور پوچھا کہ جس طرح آنحضرت ﷺ کی تکفین و تدفین سے قبل صحابہؓ نے حضرت صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ اسی طرح ہم حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں۔ مولوی صاحبؓ نے اس کی پوری پوری تائید کی۔ نیز مشورہ دیا کہ حضرت میاں بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ سے مشورہ کر لینا ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ باغ سے بلوائے گئے۔ آپ نے نہایت کشادہ پیشانی سے

اتفاق رائے کرتے ہوئے کہا کہ "حضرت مولوی صاحبؓ سے بڑھ کر کوئی نہیں اور خلیفہ ضرور ہونا چاہئے اور حضرت مولوی صاحبؓ ہی خلیفہ ہونے چاہئیں ورنہ اختلاف کا اندیشہ ہے۔ اور حضرت اقدس کا الہام ہے کہ اس جماعت کے دو گروہ ہوں گے ایک کی طرف خدا ہو گا اور یہ پھوٹ کا ثمرہ (ہے)"۔ اس کے بعد یہ حضرات باغ میں پہنچے۔ اور حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ سے دریافت کیا۔ انہوں نے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ ہی کی خلافت کی تائید کی۔ ازاں بعد خواجہ کمال الدین صاحبؓ جماعت کے نمائندہ کی حیثیت سے حضرت ام المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ حضرت مولوی صاحب موصوف سے بڑھ کر کون اس کے قابل ہوسکتا ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کا جانشین ہو۔ چنانچہ اہل بیعت سے مشورہ اور تسلی بخش جواب کے بعد خواجہ صاحبؓ حضور کے دوسرے ساتھیوں کو لے کر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی خدمت میں گول کمرہ میں حاظر ہوئے۔ اور مناسب رنگ میں بیعت خلافت کے لئے عرضداشت کی۔ آپ نے کچھ تامل کے بعد فرمایا۔" میں دعا کے بعد جواب دوں گا۔ چنانچہ پانی منگوایا گیا۔ آپ نے وضو کیا اور غربی کوچہ کے متصل دالان میں (اور مفتی صاحبؓ کی روایت کے مطابق) نواب صاحبؓ کے مکان میں جہاں مولوی شیر علی صاحبؓ کے دفتر کا کمرہ تھا۔ نماز نفل پڑھی اور سجدہ میں گر کر بہت روئے اس عرصہ میں یہ وفد باہر صحن میں انتظار کرتا رہا۔ (دیر ہوگئی تو وفد نے یاد دہانی کروائی جس پر) نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ چلو ہم وہیں چلیں جہاں ہمارے آقا کا جسد اطہر ہے۔ اور جہاں ہمارے بھائی انتظار میں ہیں۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحبؓ تمام حاظرین سمیت باغ میں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضورؑ کی نعش مبارک باغ میں ہی رکھی تھی۔ اور سب لوگ اس کے ارد گرد جمع تھے۔ یہاں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے کھڑے ہو کر تمام جماعت کی طرف سے ایک تحریر پڑھی جس میں آپ کی خدمت میں بیعت کی درخواست تھی اور اس پر جماعت کے سب ہی اکابر کے دستخط ثبت تھے۔ (تاریخ احمدیت جلد 3 ص 89-88)۔۔۔ (خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان۔ ص 22)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل ایدہ اللہ تعالیٰ کی پہلی تقریر

انتخاب خلافت کے موقع پر احباب جماعت کی درخواست سننے کے بعد حضرت مولوی صاحبؓ نے کھڑے ہو کر کلمہ شہادت واستعادہ کے بعد آیت۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

(آل عمران 105)

پڑھی اور فرمایا "۔۔۔۔۔ میری پچھلی زندگی پر غور کرلو۔ میں کبھی امام بننے کا خواہشمند نہیں ہوا۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحومؓ امام الصلوٰۃ بنے تو میں نے بھاری ذمہ داری سے اپنے تئیں سبکدوش خیال کیا۔ میں اپنی حالت سے خوب واقف ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ واقف ہے۔ میں دنیا میں ظاہرداری کا خواہشمند نہیں۔ میں ہرگز ایسی باتوں کا خواہشمند نہیں۔ اگر خواہش ہے تو یہ کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہوجائے۔ اس خواہش کے لئے میں دعائیں کرتا ہوں۔ قادیان بھی اسی لئے رہا اور رہتا ہوں اور رہوں گا۔ میں نے اس فکر میں کئی دن گزارے کہ ہماری حالت حضرت صاحبؑ کے بعد کیا ہوگی؟۔ اسی لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمودؓ کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحبؑ کے اقارب میں اس وقت تین آدمی موجود ہیں اوّل میاں محمود احمدؓ، وہ میرا بھائی بھی ہے اور بیٹا بھی۔ اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔ قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحبؓ ہمارے اور حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔ تیسرے قریبی نواب محمد علی صاحبؓ ہیں۔ اسی طرح خدمت گزاران دین میں سے سیّد محمد احسن صاحبؓ نہایت اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے ہیں۔ سیّد بھی ہیں۔ خدمات دین میں بھی ایسے ایسے کام کئے ہیں کہ میرے جیسا انسان شرمندہ ہوجاتا ہے۔ آپ نے ضعیف العمری میں بہت سی تصانیف حضرتؑ کی تائید میں کیں۔ یہ ایسی خدمت ہے جو انہی کا حصہ ہے۔ بعد اس کے مولوی محمد علی صاحبؓ ہیں جو ایسی خدمات کرتے ہیں جو میرے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتیں۔ یہ سب لوگ موجود ہیں۔ باہر کے لوگوں میں سے سیّد حامد شاہؓ اور مولوی غلام حسنؓ ہیں اور بھی کئی احباب ہیں۔

یہ ایک بڑا بوجھ ہے۔ خطرناک بوجھ ہے۔ اس کا اٹھانا مامور کا کام ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس سے خدا کے عجیب در عجیب وعدے ہوتے ہیں۔ جو ایسے دکھوں کے لئے جو پیٹھ توڑ دیں۔ عصا بن جاتے ہیں۔ موجودہ حالت میں سوچ لو کیسا وقت ہے جو ہم پر آیا ہے۔ اس وقت مردوں بچوں عورتوں کے

لئے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں اس وحدت کے لئے ان بزرگوں میں سے کسی کی بیعت کرلو۔میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں خود ضعیف ہوں۔ بیمار رہتا ہوں پھر طبیعت مناسب نہیں۔اتنا بڑا کام آسان نہیں۔۔۔۔۔اگر تم میری بیعت کرنا چاہتے ہو تو سن لو کہ بیعت بک جانے کا نام ہے۔ایک دفعہ حضرت صاحبؑ نے مجھے اشارۃً فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا سو اس کے بعد میری ساری عزت اور سارا خیال ان ہی سے وابستہ ہو گیا۔اور میں نے کبھی وطن کا خیال تک نہیں کیا۔پس بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے۔ایک شخص دوسرے کے لئے اپنی تمام حریت اور بلند پروازیوں کو چھوڑ دیتا ہے۔اسی لئے اللہ نے اپنے بندے کا نام عبد رکھا ہے۔

میں تو حضرت صاحبؑ کے کاموں میں حیران ہوتا ہوں کہ اوّل بیمار پھر اس قدر بوجھ۔نثر، نظم، تصنیف، دیگر ضروری کام، ادھر میں حضرت صاحبؑ کے قریب عمر، وہاں تائیدات روزانہ موجود۔ یہاں میری حالت ناگفتہ بہ۔اسی لئے فرمایا:۔ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا۔ (آل عمران۔104) کہ یہ سب کچھ خدا کے فضل پر موقوف ہے۔

اب تمہاری طبیعتوں کے رخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی اگر یہ بات تمہیں منظور ہو تو میں طوعاً و کرہاً اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں۔ وہ بیعت کے دس شرائط بدستور قائم ہیں۔۔۔تعلیم دینیات، دینی مدرسہ کی تعلیم میری مرضی اور منشاء کے مطابق کرنا ہوگی۔اور میں اس بوجھ کو صرف اللہ کے لئے اٹھاتا ہوں۔ (البدر قادیان 2جون 1908ء ص7)

"اس درد بھری تقریر پر سب نے بالا تفاق مندرجہ ذیل کے ساتھ عرض کیا۔کہ ہم آپ کے سبھی احکام مانیں گے آپ ہمارے امیر بنیں اور ہمارے مسیح کے جانشین ہوں۔ چنانچہ اسی جگہ بارہ سو کے قریب احمدیوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور یوں قدرت ثانیہ کا ظہور ہوا۔مردوں کی بیعت کے بعد مستورات نے بھی بیعت خلافت کی اور سب سے اوّل بیعت کنندہ حضرت سیّدۃ النساء ام المومنین رضی اللہ عنہا تھیں۔

(ماخوذ از الحکم قادیان 28مئی 1908ء)۔۔۔۔۔۔(خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء۔تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان۔ص 24-23)

وصال حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّلؓ

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو اپنی خلافت کے دوران ایک حادثہ پیش آ گیا تھا اور وہ یہ کہ آپ 18 نومبر 1910ء کو ایک گھوڑے سے گر کر زخمی ہو گئے تھے۔شروع شروع میں یہ زخم معمولی سمجھا گیا مگر بعد میں اس کا اثر گہرا ثابت ہوا۔گو آپ لمبا عرصہ تک صاحب فراش رہنے کے بعد صحت یاب ہو گئے مگر اس کے بعد آپ کی صحت کبھی بھی پہلے جیسی نہیں ہوئی۔اور جنوری 1914 کے وسط سے معین بیماری کا آغاز ہو گیا۔ابتدا میں صرف پسلی کے درد کی تکلیف اور گاہے بگاہے ہلکی حرارت اور قے وغیرہ کی شکایت تھی جو آہستہ آہستہ سل کی صورت اختیار کر گئی اور اس بیماری نے اس قدر زور پکڑ لیا کہ پھر اس کے بعد آپ بستر سے نہ اٹھ سکے۔

13 مارچ 1914ء (بروز جمعہ) کی صبح طلوع ہوتے ہی آپ کی حالت نازک ترین صورت اختیار کر گئی۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جو نہایت بے جگری سے دن رات آپ کی خدمت کیئے کھڑے رہے غیر معمولی تشویش کے ساتھ کوٹھی دار السلام سے شہر آئے۔اور حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانیؓ کو فرمایا۔کہ بھائی جی آپ لاہور جائیں حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کو کل سے لاہور بھیجا ہوا ہے۔وہ ابھی کستوری لے کر نہیں لوٹے۔حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت بے حد کمزور ہے کستوری کی ضرورت ہے۔اگر حکیم صاحب کستوری لاتے ہوئے مل جائیں۔تو لوٹ آئیں ورنہ جس قدر جلد ممکن ہو ستوری کیلئے لاہور روانہ ہو جائیں۔ بھائی جی نے عرض کیا کہ وقت اتنا تنگ ہے کہ کوئی یکہ گاڑی پر نہیں پہنچا سکے گا۔اس پر آپ فوراً گھر تشریف لے گئے اور اپنا سائیکل لاکر ان کے حوالہ کر دیا۔اور بھائی صاحب بٹالہ کی طرف چل پڑے۔ادھر بھائی جی لاہور پہنچے ہوں گے کہ ادھر حضرت خلیفہ اوّل کی تکلیف میں بے حد اضافہ ہو گیا۔آخر وہ المناک گھڑی آن پہنچی جس کا تصور کر کے بھی مومنوں کے دل کانپ رہے تھے اور آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں یعنی سیّدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح اوّل مولوی نور الدین صاحب 13 مارچ 1914ء کو بعد دوپہر دو بج کر بیس منٹ کے قریب عین حالت نماز میں اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء۔تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان۔ص27)

خلافت ثانیہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی طویل بیماری کے ایام میں منکرین خلافت کا پروپیگنڈا بہت زور پکڑ گیا۔اور اختلافی مسائل برملا اشاعت کے علاوہ مؤیدین خلافت اور خصوصاً حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے خلاف ذاتی حملوں نے زیادہ شدت اختیار کر لی۔ گویا ان ایام میں لاہوری پارٹی کے زعماء نے آخری جدوجہد اس بات کی کرنی چاہی کہ حضرت خلیفہ اولؓ کی بیماری سے فائدہ اٹھا کر جماعت کے سواد اعظم کو اپنی طرف کھینچ لائیں۔مگر ایک خدائی تحریک کو اس کے ابتدائی مراحل میں غلط راستہ پر ڈال دینا کسی انسانی طاقت کا کام نہیں اس لئے اس کوشش میں منکرین خلافت کو سخت ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ان ایام میں احمدیت کی فضا یوں شرر بار ہو رہی تھی کہ گویا ایک میدان جنگ میں چاروں طرف سے گولیاں برس رہی ہیں۔ یہ خدا کا فضل تھا کہ حضرت خلیفہ اولؓ کی دور بین آنکھ نے اپنی بیماری کے ایام میں اپنے قدیم طریق کے مطابق اپنی جگہ نمازوں کی امامت اور جمعہ کے خطبات کے لئے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کو مقرر کر رکھا تھا ورنہ اگر پریس کے ایک حصہ کے ساتھ ساتھ جماعت کے خطبات کا منبر بھی ان لوگوں کے ہاتھ میں چلا جاتا تو بظاہر حالات بڑے فتنہ کا احتمال تھا۔ (سلسلہ احمدیہ۔ص322 مؤلفہ مرزا بشیر احمد صاحب)

خلافت ثانیہ کا قیام 14 مارچ 1914 کو مسجد نور میں ہوا۔ مولوی محمد علی صاحبؓ اور ان کے ساتھی اس موقعہ پر خلافت سے الگ ہو گئے۔اور انہوں نے لاہور میں جا کر اپنا مرکز بنا لیا۔ مولوی محمد علی صاحبؓ پہلے صدر انجمن اشاعت اسلام بنے۔ پھر امیر جماعت کہلانے لگے۔ اور بعد میں واجب الا طاعت امام کی سی صورت اختیار کر لی۔ مولوی محمد علی صاحبؓ اور ان کے ساتھیوں نے حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ اب خلافت نہ بن سکے۔مگر خدا تعالیٰ نے اپنی سنت مستمرہ کے مطابق ان کو ناکام کر دیا۔ اور خلافت قائم ہو گئی۔تمکین خلافت کی تائید کے لئے ہزار ہا بندگان خدا کو بذریعہ رؤیائے صادقہ، کشوف اور الہامات اللہ تعالیٰ نے راہنمائی فرمائی۔ خلافت ثانیہ کے ابتدائی ایام بہت مشکل تھے۔ایک طرف ملک جنگ کی پریشانیوں میں مبتلا ہو رہا تھا۔ دوسری طرف جماعت کے بیرونی دشمن زور لگا رہے تھے۔ تیسری طرف اندرونی دشمن پوری طاقت سے حملہ آور ہو رہے تھے۔ یہ اندرونی دشمن صاحب اثر اور ذی وجاہت لوگ تھے۔سلسلہ کے اکثر کاروبار پر وہ چھائے ہوئے تھے۔لوگوں پر ان کا شدید اثر تھا۔ اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ عمر کے لحاظ سے ابھی نوعمر ہی تھے۔اس لئے یہ پروپیگنڈا کیا جا رہا تھا۔ کہ ایک نوعمر لڑکے کے ہاتھ میں خلافت کی باگ ڈور دے دی گئی ہے۔صدر انجمن کے 15 ممبروں میں سے 7 خلافت کے خلاف تھے۔ جماعت پر یہ بڑی مشکل اور نازک گھڑی تھی۔مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے حضرت امیر المومنینؓ کی ایسی نصرت فرمائی۔ کہ جماعت کی کشتی اس بھنور سے سلامت نکل گئی۔ اور ایک دفعہ پھر حضرت امیر المومنینؓ کے ہاتھ پر جمع ہو گئی۔

خلیفہ خدا بناتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔خود خلافت کے منصب پر متمکن ہوئے تو بندہ چھاؤنی لاہور میں موجود تھا۔ ادھر مولوی صاحبؓ کی وفات ہوئی ادھر ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب وغیرہ فوراً ہمارے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ بیعت میں جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔ہم دیکھ کر بیعت کریں گے۔ میں نے کہا کہ جب خلیفہ خدا بناتا ہے تو اس میں جلدی یا دیر کے کیا معنی ہیں۔اور آپ کے یہاں آنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت محمود خلیفہ ہوئے تو آپ بیعت نہیں کریں گے۔ ہاں اگر محمد علی خلیفہ ہوئے۔ میرا اتنا کہنا تھا کہ محمد حسین شاہ صاحب سخت غصہ میں گھر گئے اور کہنے لگے کہ تم لوگ اپنے بھائیوں سے بدظنی کرتے ہو۔تم کو کیا معلوم کہ ہم لوگ بیعت کر لیں گے کہ نہیں کریں گے۔ میں نے کہا کہ یہاں آپ کے آنے کا اور کیا مطلب ہے۔

(بیان حضرت سردار کرم داد خان ابن ولی خان صاحب۔ بحوالہ الفضل 19 ستمبر 2001)

جماعت کے دشمنوں کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی ایک پیشگوئی ہے

"کَلْبٌ یَمُوْتُ عَلٰی کَلْبٍ"

"یعنی وہ کتا ہے اور کتے کے عدد پر مرے گا جو باون سال پر دلالت کر رہے ہیں۔یعنی اس کی عمر باون سال سے تجاوز نہیں کرے گی۔ جب باون سال کے اندر قدم دھرے گا۔ اسی سال کے اندر اندر راہی ملک بقا ہوگا۔" (تذکرہ طبع چہارم۔ص145)



حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ

14 مارچ 1914ء تا 8 نومبر 1965ء انتخاب بمقام مسجد نور قادیان انڈیا



حضرت مسیح موعود علیہ السلام 22 جنوری 1886ء کو ہوشیار پور تشریف لے گئے۔وہاں آپ نے چالیس دن تک شیخ مہر علی صاحبؓ کے مکان پر خاموشی سے خدا تعالیٰ کی عبادت اور دعائیں کیں اور آپ کی سوانح کا خاکہ آپ کی ولادت سے تین سال قبل اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے ان الفاظ میں بیان فرمادیا۔سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا ایک زکی غلام۔لڑکا۔تجھے ملے گا۔وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔اور وہ رجس سے پاک ہے۔وہ نور اللہ ہے۔مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعُلَا۔كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ۔جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔نور آتا ہے نور۔جس کو خدا نے اپنی رضا مندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔۔

(اشتہار 20 فروری 1886)

حضورؑ نے 20 فروری 1886ء کو مصلح موعودؓ کی بابت پیشگوئی شائع فرمائی کہ نو سال کی معیاد کے اندر اندر موعود لڑکا پیدا ہو جائے گا۔چنانچہ الٰہی وعدوں کے موافق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب 12 جنوری بمطابق 9 جمادی الاوّل 1889 کو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام اور حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے ہاں قادیان میں پیدا ہوئے۔آپ کی تعلیم کا آغاز 1895ء میں ہوا۔اور سب سے پہلے یہ سعادت حضرت پیر منظور محمد صاحب قبلہ کو حاصل ہوئی۔جون 1897 میں آپ نے قرآن کریم ختم کیا۔اور آپ کے ختم قرآن پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی خوشی کی اور ایک منظوم آمین لکھی اور اس میں خدا کی حمد و ثناء کی اور حضرت امیر المومنینؓ کے لئے دعائیں فرمائیں۔ایک شعر یہ ہے کہ

تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا　　　دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنائیں گایا　　　(درثمین 40)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پہلا خطاب

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصر العزیز نے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اپنے پہلے تاریخی خطاب میں فرمایا:۔

" سنو! دوستو! میرا یقین اور کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ میرے پیارو! پھر میرا یقین ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ میرا یقین ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص نہیں آ سکتا۔ جو آپ کی دی ہوئی شریعت میں سے ایک شوشہ بھی منسوخ کر سکے۔

میرے پیارو! میرا وہ محبوب آقا سیّد الانبیاء ایسی عظیم الشان شان رکھتا ہے کہ ایک شخص اس کی غلامی میں داخل ہو کر کامل اتباع اور وفاداری کے بعد نبیوں کا رتبہ حاصل کر سکتا ہے یہ سچ ہے کہ آنحضرت ﷺ ہی کی ایسی شان اور عزت ہے کہ آپؐ کی سچی غلامی میں نبی پیدا ہو سکتا ہے یہ میرا ایمان ہے اور پورے یقین سے کہتا ہوں۔

پھر میرا یقین ہے کہ قرآن مجید وہ پیاری کتاب ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی ہے اور وہ خاتم الکتب اور خاتم شریعت ہے۔ پھر میرا یقین کامل ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ وہی نبی تھے جس کی خبر مسلم میں ہے۔ اور وہی امام تھے جس کی خبر بخاری میں ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ شریعت اسلامی میں کوئی حصہ اب منسوخ نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال کی اقتدا کرو۔ وہ نبی کریم ﷺ کی دعاؤں اور کامل تربیت کا نمونہ تھے۔

آنحضرت ﷺ کے بعد دوسرا اجماع جو ہوا وہ وہی خلافت حقہ راشدہ کا سلسلہ ہے۔ خوب غور سے دیکھ لو اور تاریخ اسلام میں پڑھ لو کہ جو ترقی اسلام کی خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہوئی، جب وہ خلافت محض حکومت کے رنگ میں تبدیل ہو گئی تو گھٹتی گئی۔ یہاں تک کہ اب جو اسلام اور اہل اسلام کی حالت ہے، تم دیکھتے ہو۔ تیرہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسی منہاج نبوۃ پر حضرت مسیح موعودؑ کو آنحضرت ﷺ کے وعدوں کے موافق بھیجا اور ان کی وفات کے بعد پھر وہی سلسلہ خلافت راشدہ کا چلا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ ان کا درجہ اعلیٰ علیین میں ہو۔ اللہ تعالیٰ کروڑوں کروڑ رحمتیں اور برکتیں ان پر نازل کرے جس طرح پر آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کی محبت ان کے دل میں بھری ہوئی اور ان کے رگ و ریشہ میں جاری تھی جنت میں بھی اللہ تعالیٰ انہیں پاک وجودوں اور پیاروں کے قرب میں آپ کو اکٹھا کرے اس سلسلہ کے پہلے خلیفہ تھے۔ اور ہم سب نے اسی عقیدہ کے ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ پس جب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اسلام مادی اور روحانی طور پر ترقی کرتا رہے گا۔ اس وقت جو تم نے پکار پکار کر کہا ہے کہ میں اس بوجھ کو اٹھاؤں اور تم نے بیعت کے ذریعہ اظہار کیا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ میں تمہارے آگے اپنے عقیدہ کا اظہار کروں۔

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میرے دل میں ایک خوف ہے اور اپنے وجود کو بہت ہی کمزور پاتا ہوں۔ حدیث میں آیا ہے کہ تم اپنے غلام کو وہ کام مت بتاؤ جو وہ کر نہیں سکتا۔ تم نے مجھے اس وقت غلام بنانا چاہا ہے تو وہ کام مجھے نہ بتانا جو میں نہ کر سکوں۔ میں جانتا ہوں کہ میں کمزور اور گنہگار ہوں۔ میں کس طرح دعویٰ کر سکتا ہوں کہ دنیا کی ہدایت کر سکوں گا۔ اور حق اور راستی کو پھیلا سکوں گا۔ ہم تھوڑے ہیں اور اسلام کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم اور غریب نوازی پر ہماری امیدیں بے انتہا ہیں۔ تم نے یہ بوجھ مجھ پر رکھا ہے تو سنو۔ اس ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کے لئے میری مدد کرو اور یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے فضل اور توفیق چاہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور فرمانبرداری میں میری اطاعت کرو۔

میں انسان ہوں اور کمزور انسان۔ مجھ سے کمزوریاں ہوں گی تو تم چشم پوشی کرنا۔ تم سے غلطیاں ہوں گی میں خدا تعالیٰ کو حاظر ناظر سمجھ کر عہد کرتا ہوں کہ میں چشم پوشی اور درگزر کروں گا۔ اور میرا اور تمہارا متحد کام اس سلسلہ کی ترقی اور اس سلسلہ کی غرض و غایت کو عملی رنگ میں پیدا کرنا ہے۔ پس اب جو تم نے میرے ساتھ ایک تعلق پیدا کیا ہے اس کو وفاداری سے پورا کرو۔ تم مجھ سے اور میں تجھ سے چشم پوشی خدا کے فضل سے کرتا رہوں گا۔ تمہیں امر بالمعروف میں میری اطاعت اور فرمانبرداری کرنی ہوگی۔ اگر نعوذ باللہ کہوں کہ خدا ایک نہیں تو اسی خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں ہم سب کی جان ہے جو وحدہ لاشریک اور ۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔ (الشوریٰ آیت 12) ہے کہ میری ایسی بات ہرگز نہ ماننا۔

اگر میں نعوذ باللہ نبوت کا کوئی نقص بتاؤں تو مت مانو۔ اگر قرآن کریم کا کوئی نقص بتاؤں تو پھر خدا کی قسم دیتا ہوں۔ مت مانیو۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جو خدا تعالیٰ سے وحی پا کر تعلیم دی ہے اس کے خلاف کہوں تو ہرگز ہرگز نہ ماننا۔ ہاں میں پھر کہتا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ امر معروف میں میری خلاف

ورزی نہ کرنا۔ اگر اطاعت اور فرمانبرداری سے کسم لوگے اور اس عہد کو مضبوط کرو گے تو یادرکھو اللہ تعالیٰ کا فضل ہماری دستگیری کرے گا۔ اور ہماری متحد دعائیں کامیاب ہوں گی۔ اور میں اپنے مولیٰ کریم پر بہت بڑا بھروسہ رکھتا ہوں مجھے یقین کامل ہے کہ میری نصرت ہوگی۔

پرسوں جمعہ کے روز میں نے ایک خواب سنایا تھا کہ میں بیمار ہو گیا اور مجھے ران میں درد محسوس ہوا۔ اور میں نے سمجھا کہ شاید طاعون ہونے لگا۔ تب میں نے اپنا دروازہ بند کرلیا اور فکر کرنے لگا کہ یہ کیا ہونے لگا ہے۔ میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ سے وعدہ کیا تھا۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ (میں ہر ایک کو جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے محفوظ رکھوں گا) یہ خدا کا وعدہ آپ کی زندگی میں پورا ہوا۔ شاید خدا کے مسیح کے بعد یہ وعدہ نہ رہا ہو کیونکہ وہ پاک وجود ہمارے درمیان نہیں۔ اسی فکر میں کیا دیکھتا ہوں یہ خواب نہ تھا بیداری تھی۔ میری آنکھیں کھلی تھیں۔ میں در و دیوار کو دیکھتا تھا کمرے کی چیزیں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ ایک سفید اور نہایت چمکتا ہوا نور ہے۔ نیچے سے آتا ہے اور اوپر چلا جاتا ہے نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہا۔ اس نور میں سے ایک ہاتھ نکلا جس میں ایک سفید چینی کے پیالہ میں دودھ تھا۔ جو مجھے پلایا گیا۔ جس کے بعد معاً مجھے آرام ہو گیا۔ اور کوئی تکلیف نہ رہی۔

اس قدر حصہ میں نے سنایا تھا۔ اس کا دوسرا حصہ اس وقت میں نے نہیں سنایا اب سناتا ہوں۔ وہ پیالہ جب مجھے پلایا گیا۔ تو معاً میری زبان سے نکلا میری امت بھی کبھی گمراہ نہ ہوگی۔ میری امت کوئی نہیں تم میرے بھائی ہو مگر اس نسبت سے جو آنحضرت ﷺ سے مسیح موعودؑ کو ہے یہ فقرے نکلے جس کام کو مسیح موعودؑ نے جاری کیا اپنے موقعہ پر وہ امانت میرے سپرد ہوئی ہے۔ پس دعائیں کرو اور تعلقات بڑھاؤ اور قادیان آنے کی کوشش کرو اور بار بار آؤ۔ میں نے حضرت مسیح موعودؑ سے سنا اور بار بار سنا۔ کہ جو یہاں بار بار نہیں آتا۔ اندیشہ ہے کہ اس کے ایمان میں نقص ہو۔ اسلام کا پھیلانا ہمارا پہلا کام ہے مل کر کوشش کرو۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کے احسانوں اور فضلوں کی بارش ہو۔ میں پھر تمہیں کہتا ہوں پھر کہتا ہوں پھر کہتا ہوں۔ اب جو تم نے بیعت کی ہے اور میرے ساتھ ایک تعلق حضرت مسیح موعودؑ کے بعد قائم کیا ہے اس تعلق میں وفاداری کا نمونہ دکھاؤ۔ اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھو۔ میں ضرور تمہیں یاد رکھوں گا۔ ہاں یاد رکھتا بھی رہا ہوں۔ کوئی دعا میں نے آج تک ایسی نہیں کی جس میں میں نے سلسلہ کے افراد کے لئے نہ کی ہو مگر اب آگے سے بھی بہت زیادہ یاد رکھوں گا۔ مجھے کبھی پہلے بھی دعا کے لئے کوئی ایسا جوش نہیں آیا۔ جس میں احمدی قوم کے لئے دعا نہ کی ہو۔ پھر سنو! کہ کوئی کام ایسا نہ کرو جو اللہ تعالیٰ کے عہد شکن کیا کرتے ہیں۔ ہماری دعائیں یہی ہوں کہ ہم مسلمان جیئیں اور مریں۔ آمین۔"

(الفضل قادیان 21 مارچ 1914ص 2-3)۔۔۔۔۔۔۔۔۔(خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء۔ تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان۔ ص 30-29)

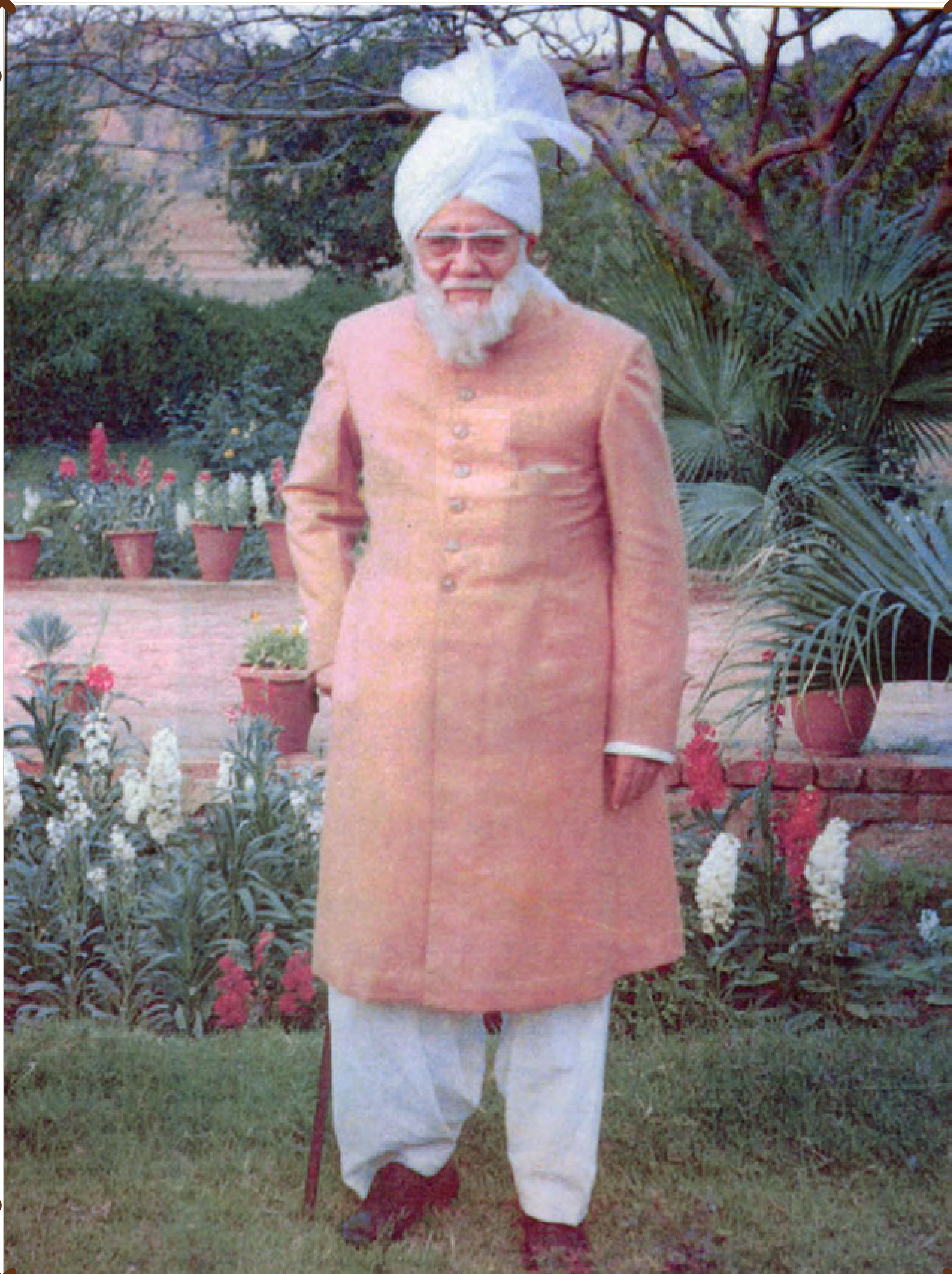
وصال حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ

حضور کی صحت کچھ سالوں سے مسلسل خراب رہ رہی تھی۔ پھر 1959ء کے اواخر سے حضور نماز پڑھانے اور خطبات دینے تشریف نہیں لا سکتے تھے۔ جماعت عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ علاج معالجہ کی ہر ممکن کوشش کرتی رہی۔ لیکن اگر افاقہ ہوتا بھی رہا تو وقتی۔ 7 نومبر 1965ء کی شام تک آپ کی طبیعت بہت خراب ہو چکی تھی اور نصف شب گزرنے کے بعد حضور کی طبیعت تیزی سے خراب ہونے لگی۔ اس وقت حضور کے کمرے میں خاندان حضرت اقدس کے بہت سے لوگ دعا میں مصروف تھے۔ مگر خدائی تقدیر کے ظاہر ہونے کا وقت آ گیا تھا اور 8 نومبر 1965 کی صبح 2 بجکر 20 منٹ پر پیشگوئی مصلح موعودؓ مندرجہ (تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا) کے موافق حضور کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء۔ تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان۔ ص 32)

"جب حضرت مسیح موعودؑ فوت ہوئے تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اب لوگ آپؑ پر طرح طرح کے اعتراض کریں گے اور بڑے زور کی مخالفت شروع ہو جائے گی۔ اس وقت سب سے پہلا کام حضرت مسیح موعودؑ کے سرہانے کھڑے ہو کر کیا وہ یہ عہد تھا کہ اگر سارے لوگ بھی آپؑ کو چھوڑ دیں گے اور میں اکیلا رہ جاؤں گا تو میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کروں گا۔"

(الحکم قادیان، جوبلی نمبر دسمبر 1939ص 11)



حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

8 نومبر 1965ء تا 9 جون 1982ء انتخاب بمقام مسجد مبارک ربوہ پاکستان

اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَّافِلَۃً لَّکَ

(ترجمہ: ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو تیرا پوتا ہوگا)۔۔۔(الہام حضرت مسیح موعودؑ از تذکرہ طبع چہارم ۔ص519)



حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 26 ستمبر 1909ء کو ایک مکتوب میں انکشاف فرمایا کہ ۔" مجھے بھی خدا نے خبر دی ہے کہ میں تجھے ایک ایسا لڑکا دونگا جو دین کا ناصر ہوگا اور اسلام کی خدمت پر کمر بستہ ہوگا۔" (الفضل 8 اپریل 1915ء۔)۔ آپ کی پیدائش حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاں 15 نومبر 1909ء کو قادیان میں ہوئی۔ 13 سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔ گریجوایشن کے بعد چار سال تک انگلستان میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ 1939 میں پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان اور 1944 میں پرنسپل تعلیم الاسلام کالج قادیان مقرر ہوئے۔ 1939ء تا 1949ء صدر خدام الاحمدیہ جب کے 1954ء تک حضرت مصلح موعودؓ کی صدارت میں نائب صدر رہے۔ تقسیم ہند کے بعد فرقان بٹالین میں خدمات بجالائے۔ 1953ء میں اسیر راہ مولیٰ کا اعزاز پایا۔ 1954ء میں صدر انصار اللہ اور 1955ء میں صدر۔ صدر انجمن احمدیہ ربوہ مقرر ہوئے۔ 8 نومبر 1965ء کو آپ کا انتخاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی حیثیت سے ہوا۔ دسمبر 1965ء میں فضل عمر فاؤنڈیشن قائم کی۔ مسجد اقصیٰ ربوہ شروع ہوئی۔ 1966ء میں نظارت تعلیم القرآن و وقف عارضی کا قیام کیا۔ آپ نے بیرون ممالک کے کل سات دورے کئے۔ 1974ء میں آپ نے قومی اسمبلی میں 52 گھنٹے تک جماعت احمدیہ کا موقف بیان کیا۔ 1980ء میں مسجد بشارت سپین کا سنگ بنیاد رکھا۔ مرکز میں گیسٹ ہاؤسز کی تعمیر ہوئی اور تفسیر حضرت مسیح موعودؑ کی اشاعت ہوئی۔ آپ کی اہم تحریکات میں نصرت جہاں آگے بڑھو سکیم۔ صد سالہ جوبلی منصوبہ۔ وقف عارضی۔ اشاعت قرآن اور طلبہ کے لئے تعلیمی منصوبے شامل ہیں۔ آپ کے دور خلافت میں کئی نئے ممالک میں احمدیت کا پیغام پہنچا۔ بیسیوں تبلیغی مراکز اور مساجد کی تعمیر ہوئی۔ متعدد زبانوں میں تراجم قرآن ہوئے۔ آپ کی معروف کتب میں امن کا پیغام۔ تعمیر بیت اللہ کے 23 مقاصد۔ قرآنی انوار۔ اسلام میں مذہبی آزادی اور آزادی ضمیر کا ضامن ہے شامل ہیں۔ آپ کی 73 سال کی عمر میں اسلام آباد پاکستان میں آٹھ اور نو جون 1982ء کی درمیانی شب کو وفات ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پہلا خطاب

بیعت لینے سے پہلے منتخب خلیفہ کے لئے ضروری تھا کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے تجویز فرمودہ الفاظ ذیل میں قسم کھائے کہ:۔

"میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں خلافت احمدیہ پر ایمان لاتا ہوں اور میں ان لوگوں کو جو خلافت کے خلاف ہیں باطل پر سمجھتا ہوں اور میں خلافت احمدیہ کو قیامت تک جاری رکھنے کے لئے پوری کوشش کروں گا اور اسلام کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کیلئے انتہائی کوشش کرتا رہوں گا۔ اور میں ہر غریب اور امیر احمدی کے حقوق کا خیال رکھوں گا اور قرآن شریف اور حدیث کے علوم کی ترویج کیلئے جماعت کے مردوں اور عورتوں میں ذاتی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی کوشاں رہوں گا۔"

چنانچہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کھڑے ہو کر تشہد اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد رقت بھرے الفاظ میں اس عہد کو دہرایا۔ عہد دہرانے کے بعد حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ:۔

یہ ایک عہد ہے جو حلیم قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر یہ یقین رکھتے ہوئے کہ وہ عالم الغیب ہے۔ یہ یقین رکھتے ہوئے کہ لعنتی ہے وہ شخص جو فریب سے کام لیتا ہے۔ میں نے آپ لوگوں کے سامنے دہرایا ہے۔ میں حتی الوسع تبلیغ اسلام کیلئے کوشش کرتا رہوں گا۔ اور آپ میں سے ہر ایک کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا سلوک کروں گا۔ چونکہ آپ نے مجھ پر ایک بھاری ذمہ داری ڈالی ہے اس لئے میں آپ سے امید رکھتا ہوں کہ آپ بھی اپنی دعاؤں اور مشوروں سے میری مدد کرتے رہیں گے کہ خدا تعالیٰ میرے جیسے حقیر اور عاجز انسان سے وہ کام لے جو احمدیت کی تبلیغ، اسلام کی اشاعت اور توحید الٰہی کے قیام کے لئے ضروری ہے اور اپنی رحمت فرماتے ہوئے میرے دل پر آسمانی نور نازل فرمائے اور مجھے وہ کچھ سکھائے جو انسان خود نہیں سیکھ سکتا۔

میں بڑا ہی کم علم ہوں، نا اہل ہوں، مجھ میں کوئی طاقت نہیں، کوئی علم نہیں، جب میرا نام تجویز کیا گیا تو میں لرز اٹھا اور میں نے دل میں کہا کہ میری کیا حیثیت ہے۔ پھر ساتھ ہی مجھے یہ بھی خیال آیا کہ ہمارے پیارے امام حضرت مسیح موعودؑ نے باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں اپنی بہت سی نعمتوں اور برکتوں سے نوازہ تھا فرمایا ہے۔ کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں۔ جب ہمارے پیارے امام نے ان الفاظ میں اپنے خدا کو مخاطب فرمایا ہے اور اس کے حضور اپنے آپ کو" کرم خاکی" قرار دیا ہے تو میں تو اس اپنے آپ کو" کرم خاکی" کہنے والے سے کوئی بھی نسبت نہیں رکھتا۔

لیکن ساتھ ہی مجھے خیال آیا کہ میں بے شک ناچیز ہوں اور ایک بے قیمت مٹی کی حیثیت رکھتا ہوں لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ مٹی کو بھی نور بخش سکتا ہے اور اس مٹی میں بھی وہ طاقتیں اور قوتیں بھر سکتا ہے جو کسی کے خیال میں بھی نہیں آسکتیں وہ اس مٹی میں ایسی چمک دمک پیدا کر سکتا ہے جو سونے اور ہیروں میں نہ ہو۔ غرضیکہ میرے پاس ایسے الفاظ نہیں جن سے میں اپنی کمزوریوں کو بیان کر سکوں۔ اس لئے آپ دعاؤں سے میری مدد کریں۔ جہاں تک ہو سکے گا میں آپ میں سے ہر ایک کی بھلائی کی کوشش کروں گا۔ اختلاف تو ہم بھائیوں میں بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اختلاف کو انشقاق اور تفرقہ اور جماعت میں انتشار کا موجب نہیں بنانا چاہئے۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے وقت اور بعد میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان ہر فرد نے یہ عہد کیا تھا کہ ہم جماعت میں تفرقہ پیدا نہیں ہونے دیں گے اور اس کے لئے جو قربانی ہمیں دینی پڑے ہم دیں گے۔ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ ہم اپنے مفاد کی خاطر جماعت کے مفاد کو قربان کر دیں بلکہ بہرصورت ہم جماعت کے مفاد کو مقدم کریں گے۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی کامیابی عطا فرمائی جو کام خدا تعالیٰ نے ان کے سپرد کیا تھا اسے انہوں نے پوری طرح نبھایا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو ترقی دیں اور اس میں کمزوری نہ آنے دیں۔ اسبارے میں کل ایک دوست نے مجھ سے بات کرنا چاہی تو میں نے کہا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے خاندان میں کوئی فرد اپنے مفاد کے لئے جماعت کے مفاد کو قربان نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کا ہر فرد خدا کا ہے مسیح موعودؑ کا ہے جماعت کا ہے۔ ہماری طرف سے کوئی کمزوری اور فتنہ نہ ہوگا۔

پس اب خدا تعالیٰ نے جو یہ ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈالی ہے اور اس کام کے لئے آپ نے مجھے منتخب کیا ہے۔ میں بہت کمزور انسان ہوں اس

لئے آپ کا فرض ہے کہ آپ دعاؤں سے میری مدد کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے توفیق بخشے کہ میں اس ذمہ داری کو پوری طرح ادا کرسکوں اور خدمت دین اور اشاعت اسلام میں کوئی روک پیدا نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ کام ترقی کرتا چلا جائے حتیٰ کہ اسلام دنیا کے تمام ادیان باطلہ پر غالب آجائے۔ آپ مجھے اپنا ہمدرد اور خیر خواہ پائیں گے کیا نکہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ہماری اس طرح تربیت کی ہے۔ میں چھوٹا تھا اور اب اس عمر کو پہنچا ہوں ہم نے یہی محسوس کیا کہ حضورؓ کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ میرے بچے دنیا کے لئے خیر کا منبع ہوں کسی کو ان سے تکلیف نہ پہنچے۔ اس خواہش کا حضورؓ نے اپنے ایک شعر میں یوں فرمایا ہے۔ الٰہی خیر ہی دیکھیں نگاہیں۔ پھر مجھے جو ماں ملی جس نے میری تربیت کی ویسی ازواج مطہرات کے بعد ماں کسی کو نہیں ملی۔ یعنی حضرت ام المومنینؓ عنہا۔ وہ ایسی تربیت کرتی تھیں کہ دنیا کا کوئی ماہر نفسیات ایسی تربیت نہیں کرسکتا۔

فرمایا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دو یتیم بچوں (بہن بھائی) کو حضرت ام المومنینؓ عنہا۔ نے پالا تھا آپ نے انہیں اپنے ہاتھ سے نہلایا دھلایا اور ان کی جوئیں خود نکالیں۔ مجھے وہ کمرہ بھی یاد ہے جہاں دسترخوان بچھا تھا اور جس پر حضرت اماں جانؓ عنہا۔ نے اپنے ساتھ ان بچوں کو کھانے کے لئے بٹھایا۔لیکن معلوم نہیں مجھے اس وقت کیا سوجھی کہ میں ان کے ساتھ نہ بیٹھا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس دن مجھے حضرت اماں جانؓ عنہا۔ نے کھانا نہیں دیا۔ یہاں تک کے شام کو میں نے خود مانگ کر کھانا کھایا۔ اس میں ایک سبق تھا کہ جس کو دنیا یتیم کہتی ہے مسکین کہتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے بندے سمجھتے ہیں کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی حفاظت کریں اور ان کے نگران بنیں۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے عہد دہرانے اور دردمندانہ خطاب فرمانے کے بعد تمام اراکین نے بیعت کی اور کسی ایک فرد نے بھی تامل نہیں کیا۔(الفضل ربوہ 17 نومبر 1965ء ص2-3)۔۔۔۔۔۔(خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء۔تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان۔ص34-33)

اور سوائے محبت کے اور کچھ نہیں رہا

"میں ایک آپ جیسا ہی معمولی انسان ہوں۔ بڑا ہی کمزور بڑا ہی بے مایا!!!
لیکن جس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب کیا تو اس وقت ایک سیکنڈ کے اندر میرے دل کی حالت بالکل بدل دی۔ کئی تھے جن سے شکوے بھی تھے۔لیکن یہ سب چیزیں ایک سیکنڈ کے اندر بلکہ ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے کے اندر غائب ہوگئیں اور سوائے محبت کے اور کچھ نہیں رہا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ 25 نومبر 1966ء، خطبات ناصر جلد اوّل ص508)

مکذبین کے دلوں پر خدا کی لعنت ہے خدا ان کو نہ قرآن کا نور دکھلائے گا
نہ بالمقابل دعا کی استجابت جو اعلام قبل از وقت کے ساتھ ہو اور نہ امور غیبیہ پر اطلاع دے گا

مکالمہ الٰہیہ کی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نبیوں کی طرح اس شخص کو جو فنافی النبی ہے اپنے مکالمہ کا شرف بخشے۔ اس مکالمہ میں وہ بندہ جو کلیم اللہ ہو خدا سے گویا آمنے سامنے باتیں کرتا ہے۔ وہ سوال کرتا ہے خدا اس کا جواب دیتا ہے گو ایسا سوال جواب پچاس دفعہ واقعہ ہو یا اس سے بھی زیادہ۔ خدا تعالیٰ اپنے مکالمہ کے ذریعہ سے تین نعمتیں اپنے کامل بندہ کو عطا فرماتا ہے۔ اوّل۔ ان کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں اور قبولیت سے اطلاع دی جاتی ہے۔ دوم اس کو خدا تعالیٰ بہت سے امور غیبیہ پر اطلاع دیتا ہے۔ سوم اس پر قرآن شریف کے بہت سے علوم حکمیہ بذریعہ الہام کھولے جاتے ہیں۔ پس جو شخص اس عاجز کا مکذب ہو کر پھر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ ہنر مجھ میں پایا جاتا ہے میں اسکو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ ان تینوں باتوں میں میرے ساتھ مقابلہ کرے اور فریقین میں قرآن شریف کے کسی مقام کی سات آیتیں تفسیر کیلئے بالاتفاق منظور ہو کر ان کی تفسیر دونوں فریق لکھیں یعنی فریق مخالف اپنے الہام سے اسکے معارف لکھے اور میں اپنے الہام سے لکھوں اور چند ایسے الہام قبل از وقت وہ پیش کرے جن میں قبولیت دعا کی بشارت ہو اور وہ دعا فوق الطاقت ہو ایسا ہی میں بھی پیش کروں اور چند امور غیبیہ جو آنیوالے زمانہ سے متعلق ہیں وہ قبل از وقت ظاہر کرے اور ایسا ہی میں بھی ظاہر کروں۔

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 303 حاشیہ)

وصال حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 23 مئی 1982ء کو صبح 8 بجے سپین جانے کی تیاری کیلئے ربوہ سے اسلام آباد روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل مصروفیات بہت زیادہ تھیں جس پر فرمایا۔ کہ میں اپنا کام ختم کر کے جانا چاہتا ہوں۔ 26 مئی 1982ء کو نماز عشاء کے دوران ہائی بلڈ پریشر کے باعث طبیعت سخت خراب ہوگئی۔ اور باقی نماز بیٹھ کر پڑھائی۔ بعض ازاں طبیعت خراب ہی چلتی رہی اور 31 مئی کو دن کے وقت سانس لینے میں دقت کی شکایت پر ڈاکٹر مسعود الحسن نوری نے ECG کے بعد دل کا حملہ تشخیص کیا۔ مورخہ 3 جون 1982ء کو انگلستان کے مشہور ڈاکٹر سٹیوں جنکنز نے حضور کا معائنہ کیا اور بتایا کہ حضور کو ذیابیطس تھی اور اب دل کے حملہ کے باعث صحت کی حالت تشویشناک ہوچکی ہے۔ مورخہ 5 جون کو طبیعت میں بہتری کے آثار پیدا ہونے شروع ہوئے اور ہر گزرتے دن کے ساتھ طبیعت بہتر ہوتی گئی لیکن 8 جون 1982ء کو رات تقریباً پونے بارہ بجے طبیعت یکدم خراب ہوگئی اور دل Failure میں چلا گیا۔ ڈاکٹروں کی انتہائی کوشش کے باوجود خدائی تقدیر غالب آئی اور 8 اور 9 جون کی درمیانی شب تقریباً پونے ایک بجے ڈاکٹروں نے حضور کی وفات کی خبر دے دی۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ**۔ 10 جون کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

(خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء۔ تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان۔ ص 34)

"اسلام ہمیں باہم محبت اور الفت سے رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمیں انکساری سکھاتا ہے۔ اور بتاتا ہے کہ انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے وقت ہمیں مسلم اور غیر مسلم میں کسی قسم کی کوئی تمیز روا نہیں رکھنی چاہئے۔ انسانیت کا یہی تقاضا ہے۔۔۔۔ میرا پیغام صرف یہ ہے کہ

"LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE"

یعنی سب کے ساتھ پیار کرو۔ نفرت کسی سے نہ کرو

(ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث بر موقعہ سنگ بنیاد مسجد سپین، بحوالہ دورہ مغرب۔ ص 544)

ستارہ احمدیت جو خدا تعالیٰ کے فضل اور دعاؤں کے بعد میں آپ کو دے رہا ہوں



ستارہ احمدیت ان برگزیدہ احمدیوں کی علامت ہے جو پہلے پیدا ہوئے اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت ہے کہ آپؐ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی نشان دیکھتے تو **اَللّٰہُ اَکْبَرُ** کا نعرہ لگاتے۔ چودہ بار **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ** اور **اَللّٰہُ اَکْبَرُ** کا ورد ان لوگوں کی طرف سے کیا ہے جو اس صدی میں گزر چکے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکتوں کے طفیل امت محمدیہ نے چودہ صدیوں کے اندر زندہ نشان ایک یا دو نہیں ہزاروں کی تعداد میں دیکھے۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ۔ الفضل ربوہ۔ 6 جنوری 1982ء۔ ص 2)

خلافت ایک بہت اونچا مقام

"اس وقت جماعت احمدیہ میں تیسرا خلیفہ کا زمانہ ہے گزر رہا ہے۔ چنانچہ مجھ سے پہلے ہر دو خلفاء کا اور میرا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر خلیفہ مجدد بھی ہوتا ہے لیکن ہر مجدد خلیفہ نہیں ہوتا کیونکہ خلافت ایک بہت اونچا مقام ہے ایسے مجدد سے جو خلیفہ نہیں یعنی اس معنی میں جس کو ہم خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ پہلے خلفاء ہوں گے پھر بادشاہت شروع ہو جائے گی اور پھر آخری زمانے میں منہاج نبوت پر خلفاء کا زمانہ آجائے گا اور یہ کہہ کر آپؐ خاموش ہو گئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پھر اس کا سلسلہ قیامت تک چلے گا۔ یہی مطلب ہم لیتے ہیں کیونکہ یہی مطلب حضرت مسیح موعودؑ نے لیا ہے۔"

(الفضل 21 مئی 1978ء)

منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ
کا اراکین مجلس انتخاب سے پرسوز تاریخی خطاب

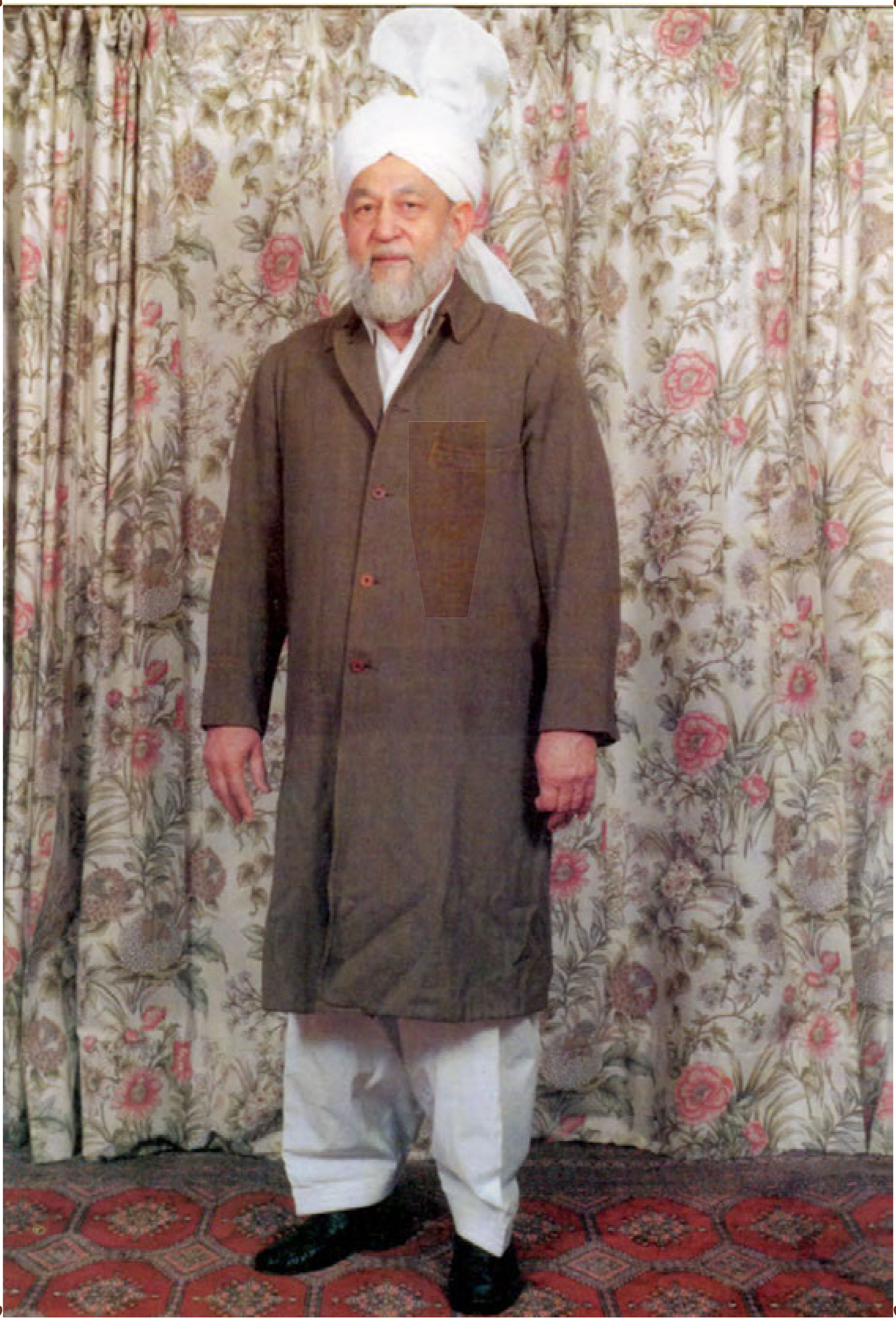
سیّدنا حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 10 جون 1982ء بروز جمعرات بعد نماز ظہر مسجد مبارک میں اراکین مجلس انتخاب خلافت سے بیعت لینے سے قبل قواعد انتخاب کے مطابق لازمی کیا گیا عہد دوہرایا اور اس کے بعد نہایت ہی پرسوز خطاب فرمایا وہ ذیل میں من وعن درج کیا جاتا ہے۔تشہد وتعوذ اور تسمیہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔" مجھے سیکرٹری صاحب (مجلس شوریٰ۔ناقل) نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث (اللہ تعالیٰ ان پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے ان کے تمام مقاصد کو کامیاب کرے،تمام نیک کام جن کی بنیادیں انہوں نے رکھیں،ہم سب کو ان کو محض رضائے باری تعالیٰ کے جذبے سے معمور ہو کر پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے) کا انتخاب ہوا تو آپ نے سب سے پہلے مختصر خطاب فرمایا اور اس کے بعد بیعت لی۔

میں سوائے اس کے کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ اپنے لئے بھی دعا کریں اور میرے لئے بھی دعا کریں کہ:۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۔ (البقرہ 287)

یہ ذمہ داری اتنی سخت ہے،اتنی وسیع ہے اور اتنی دل ہلا دینے والی ہے کہ اس کے ساتھ حضرت عمرؓ کا بستر مرگ پر آخری سانس لینے کے قریب یہ فقرہ ذہن میں آجاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ لَا لِيْ وَلَا عَلَيَّ ۔ (ترجمہ۔اے میرے اللہ کہ میرے لئے (اس دنیا میں) کچھ ہو نہ مجھ پر کسی کا کچھ حق باقی ہو) یہ درست ہے کہ خلیفہ وقت خدا بناتا ہے اور ہمیشہ سے میرا اسی پر ایمان ہے اور مرتے دم تک،اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اسی پر ایمان رہے گا۔یہ درست ہے کہ اس میں کسی انسانی طاقت کا دخل نہیں۔اور اس لحاظ سے بحیثیت خلیفہ اب میں نہ آپ کے سامنے،کسی کے سامنے جوابدہ ہوں،نہ جماعت کے کسی فرد کے سامنے جوابدہ ہوں۔لیکن یہ کوئی آزادی نہیں۔کیونکہ میں براہ راست اپنے رب کے حضور جوابدہ ہوں۔آپ تو میری غلطیوں سے غافل ہو سکتے ہیں۔آپ کی میرے دل پر نظر نہیں۔آپ شاہد وغائب کی باتوں کا علم نہیں جانتے۔میرا رب میرے دل کی پاتال تک دیکھتا ہے۔اگر جھوٹے عذر ہونگے تو انہیں قبول نہیں فرمائے گا۔اگر اخلاص اور پوری طرح وفا کے ساتھ،تقویٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے کوئی فیصلہ کیا تو اس کے حضور صرف وہی پہنچے گا۔اس لئے میری گردن کمزوروں سے آزاد ہوئی لیکن کائنات کی سب سے زیادہ طاقتور ہستی کے حضور جھک گئی اور اس کے ہاتھوں میں آئی ہے۔ یہ کوئی معلولی بوجھ نہیں۔میرا سارا وجود اس کے تصور سے کانپ رہا ہے کہ میرا رب مجھ سے راضی رہے،اس وقت تک زندہ رکھے جس وقت تک میں اس کی رضا پر چلنے کا اہل ہوں اور توفیق عطا فرمائے کہ ایک لحمہ بھی اس کی رضا کے بغیر میں نہ سوچ سکوں،نہ کر سکوں۔وہم و گمان بھی اس کا پیدا نہ ہو۔سب کے حقوق کا خیال رکھوں اور انصاف کو قائم کروں جیسا کہ اسلام کا تقاضا ہے کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ انصاف کے قیام کے بغیر وہ جنت کا معاشرہ وجود میں نہیں آسکتا جسے ۔اِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى ۔ (النحل آیت۔91) کا نام دیا گیا ہے۔اس لئے سب دعائیں کریں۔بیشتر اس کے میں کہ میں بیعت کا آغاز کروں میں چاہتا ہوں کہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ صاحبؓ سے درخواست کروں کہ صحابہ کی نمائندگی میں آگے تشریف لا کر پہلا ہاتھ وہ رکھیں۔میری خواہش ہے،میرے دل کی تمنا ہے کہ وہ ہاتھ جس نے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ہاتھوں کو چھوا ہے وہ پہلا ہاتھ ہو جو میرے ہاتھ پر آئے۔حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ سے میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ تشریف لائیں۔اس کے بعد بیعت کا آغاز ہوگا۔" چنانچہ تمام اراکین مجلس نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دست مبارک پر بیعت کی اور پھر حضور نے نہایت ہی پرسوز اجتماعی دعا کرائی۔دعا کے بعد سب ممبران نے حضور سے مصافحہ وملاقات کا شرف حاصل کیا۔

(الفضل ربوہ 19 جون 1982ء۔ص 2-3)۔۔۔۔۔۔(خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء۔تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان۔ص 36)



حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

10 جون 1982ء تا 19 اپریل 2003ء انتخاب بمقام مسجد مبارک ربوہ پاکستان

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت سیّدہ ام طاہر سے فرمایا۔

"مجھے خدا تعالیٰ نے الہاماً بتایا ہے کہ طاہر ایک دن خلیفہ بنے گا۔" (ایک مرد خدا۔ص 208)



حضرت امام مہدی آخر الزمانؑ کے پوتے ، سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ وحضرت سیّدہ مریم النساء ام طاہرؓ کے فرزند ارجمند صاحبزادہ مرزا طاہر احمد 18 دسمبر 1928ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔1946ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف۔ایس۔سی کا امتحان پاس کرنے کے بعد پھر پرائیویٹ طور پر بی۔اے کیا۔1953ء جامعہ احمدیہ ربوہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔1955ء سے 1957ء تک اورینٹیل سٹڈیز لندن میں زیر تعلیم رہے۔نومبر 1958ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو وقف جدید کا ناظم مقرر کیا۔اور تا انتخاب خلافت اسی عہدہ پر فائز رہے۔سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے وصال کے بعد آپ 10 جون 1982ء کو منشائے الٰہی کے مطابق مسند خلافت پر متمکن ہوئے منصب خلافت کے بعد 1982ء میں مسجد بشارت سپین کا افتتاح فرمایا۔اپریل 1984ء میں اینٹی احمدیہ آرڈیننس کی وجہ سے آپ کو پاکستان سے لندن ہجرت کرنی پڑی۔آپ کے دور میں خدا تعالیٰ کے فضل سے 54 زبانوں میں مکمل اور سو سے زائد زبانوں میں جزوی تراجم قرآن شائع ہوئے۔ آپ نے 1992ء میں مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کی عالمگیر روحانی نہر جاری فرمائی۔اس پر آپ نے ترجمہ القرآن۔ہومیوپیتھی کلاس۔اردو کلاس۔ چلڈرن کلاس۔لجنہ کلاس۔اردو،عربی،بنگلہ،انگلش،فرنچ اور جرمن جاننے والے احباب کے ساتھ مجالس عرفان کا سلسلہ شروع کیا۔1993ء سے عالمی بیعت کا عظیم روحانی پروگرام شروع کیا اور جس کی وجہ سے اب تک 208 ملکوں میں جماعت قائم ہوچکی ہے۔دنیا بر میں سینکڑوں عظیم الشان تبلیغی مراکز اور مساجد تعمیر ہوئی ہیں۔آپ دنیا کے سبھی براعظموں کا دورہ کر چکے ہیں۔آپ کی اہم تحریکات میں بیوت الحمد منصوبہ۔سیّد بلال فنڈ۔ تحریک وقف نو اور نصرت جہاں تنظیم نو شامل ہیں۔آپ کی مشہور تصنیفات میں ترجمۃ القرآن۔مذہب کے نام پر خون۔وصال ابن مریم۔خلیج کا بحران۔ازھق الباطل۔ذوق عبادت اور انگریزی میں Revelation, Rationality, Knowledge and Truth ہیں۔

وصال حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

جون 2000ء میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ انڈونیشا کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ دورہ سے واپسی پر جلسہ سالانہ یو کے تک حضور کی طبیعت بہتر رہی، لیکن ستمبر 2000ء میں حضور کی طبیعت پھر خراب ہونی شروع ہوگئی اور ستمبر 2000ء کے آخر پر علالت کی وجہ سے حضور کا نماز کے لئے مسجد جانا اور دفتر جانا عارضی طور پر مشکل ہوگیا۔ نومبر 2000ء میں حضور 41 گریسن ہال روڈ (گیسٹ ہاؤس) میں عارضی طور پر شفٹ ہو گئے اور مئی 2001ء میں واپس اپنی رہائش گاہ تشریف لے گئے۔ 2001ء میں عمومی طور پر طبیعت کچھ بہتر رہی لیکن 2002ء میں گرتی چلی گئی حتیٰ کہ ڈاکٹرز نے Angioplasty کا مشورہ دیا جو 30 اکتوبر 2002ء کو ہوئی اور طبیعت کی کسی حد تک بحالی کے بعد 7 نومبر 2002ء کو حضور خون کی نالی کے کامیاب آپریشن کے بعد ہسپتال سے گھر تشریف لے آئے۔

حضور ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حالیہ بیماری اور آپریشن کے بعد پہلی دفعہ 5 دسمبر رمضان المبارک درس القرآن کی اختتامی دعا کیلئے مسجد فضل لندن میں تشریف لائے۔ 6 دسمبر کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ عیدالفطر ارشاد فرمایا جبکہ 13 دسمبر کو حالیہ بیماری کے بعد پہلا خطبہ جمعہ مسجد فضل میں ارشاد فرمایا۔ 2002 کے اواخر اور اپریل 2003 تک حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت عمومی طور پر بہتری کی طرف مائل رہی۔ 18 اپریل کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زندگی کا آخری خطبہ ارشاد فرمایا اور اسی روز مجلس عرفان بھی منعقد فرمائی۔ اور 19 اپریل کو کروڑوں دلوں کو اشکبار چھوڑ کر لندن وقت کے مطابق صبح ساڑھے نو بجے حرکت قلب بند ہوجانے سے حضور دار فانی سے دار جاودانی کو رحلت فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کی وفات کا اعلان حضرت مرزا مسرور احمد ناظر اعلیٰ و امیر مقامی ربوہ کی طرف سے ایم ٹی اے پر پرائیوٹ سیکرٹری مکرم منیر احمد جاوید صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ (خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء۔ تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان۔ ص 38)

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں

"میری کوئی ذاتی حیثیت نہ سہی، مگر میں اس منصب پر فائز ہوں جس کے لئے خدا ہمیشہ غیرت دکھاتا رہا اور ہمیشہ دکھائے گا۔ ایک دن بھی خلافت کا ایسا نہیں آئے گا کہ خدا اپنے خلیفہ کے لئے غیرت نہ دکھا رہا ہو۔ گو میں ایک عاجز اور حقیر انسان ہوں مگر منصب خلافت عاجز اور حقیر نہیں ہے۔"

(الفضل ربوہ 28 فروری 1983ء۔ ص 5)

اب انشاء اللہ خلافت احمدیہ کو کوئی کبھی خطرہ لاحق نہیں ہوگا

" اب انشاء اللہ خلافت احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جماعت بلوغت کے مقام کو پہنچ چکی ہے خدا کی نظر میں۔ اور کوئی دشمن آنکھ، کوئی دشمن دل، کوئی دشمن کوشش اس جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی اور خلافت احمدیہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی شان کے ساتھ نشوونما پاتی رہے گی جس شان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ سے وعدے فرمائے ہیں۔" (الفضل ربوہ 20 جون 1982)

مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے

مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ میں آسمان سے اُترا ہوں اُن پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے، جن کو میرا خدا جو میرے ساتھ ہے میرے کام کے پورا کرنے کے لئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کریگا بلکہ کر رہا ہے اور اگر میں چُپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رُکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اُترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور اُنکے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کیلئے دیئے گئے ہیں۔

(فتح اسلام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 11، حاشیہ)





1991ء میں قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ قادیان کے متعلق ایک اہم میٹنگ



1986ء میں قادیان میں Development کے تعلق سے ممبران صدر انجمن احمدیہ کے ساتھ خاکسار کی میٹنگ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا 1991ء کا قادیان کا مبارک دورہ



مکرم آفتاب احمد صاحب امیر یو کے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو دہلی ہوائی اڈہ پر خوش آمدید کرتے ہوئے



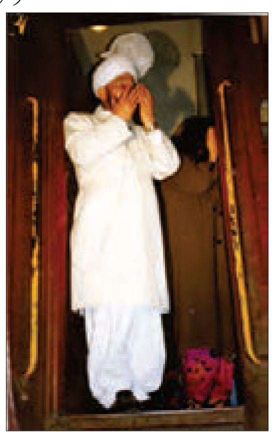
محترم مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ ربوہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو دہلی ہوائی اڈہ پر خوش آمدید کرتے ہوئے



امرتسر ریلوے اسٹیشن پر



حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا دہلی ائیر پورٹ پر استقبال



حضور منارۃ المسیح کے نظر آنے پر گاڑی کو کھڑی کروا کر دُعا کر رہے ہیں



حضورؒ مسجد مبارک قادیان میں



حضورؒ کا استقبال کرتے ہوئے اہالیان قادیان





8 نومبر 1965ء بمقام مسجد مبارک ربوہ حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کا
خلیفۃ المسیح الثالث کی حیثیت سے انتخاب کے بعد کے دو مناظر





10 جون 1982ء بمقام مسجد مبارک ربوہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کا
خلیفۃ المسیح الرابع کی حیثیت سے انتخاب اور خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تدفین کے مناظر









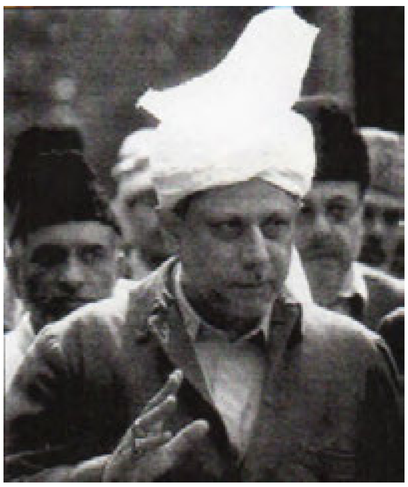
22 اپریل 2003ء کو مسجد فضل لندن میں خلافت خامسہ کے انتخاب کے مختلف مناظر

















حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پہلا خطاب

حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ۔سلمہ ربہ۔ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد قواعد انتخاب خلافت میں درج منتخب خلیفہ کیلئے مقرر کئے گئے عہد کو دوہرایا اور پھر سب سے پہلے آپ نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی۔ سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے دوران آپ نے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔(ترجمہ۔ ہمیں سیدھے راستہ پر چلا۔ ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام کیا۔) کے الفاظ تین مرتبہ دہرائے۔ بعد ازاں فرمایا:

"آج جس کام کے لئے مجھے لایا گیا ہے قطعاً اس کا علم نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم و عرفان کو آپ سنتے رہے، دیکھتے رہے۔ خاکسار میں تو کسی بھی قسم کا علم نہیں ہے۔ بہر حال۔ یہاں کیونکہ قواعد میں کسی قسم کی معذرت کی اجازت نہیں اس لئے خاموشی سے اس کو قبول کرنے کے سوا چارہ نہیں۔ آپ لوگوں سے یہ درخواست ہے کہ اگر خدا کو حاضر ناظر جان کر اس یقین کے ساتھ خاکسار یہ فریضہ ادا کر سکتا ہے خاکسار کو اس مقصد کے لئے اس کام کے لئے مقرر کیا ہے تو آپ سے درخواست ہے میری مدد فرمائیں۔ دعاؤں کے ذریعے۔ نہایت عاجز انسان ہوں۔ دعاؤں کے بغیر یہ سلسلہ چلنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق دے کہ آپ لوگوں کے لئے دعا کر سکوں۔ جو عہد ابھی کیا ہے اس پر پورا اتر سکوں اور آپ لوگوں سے بھی درخواست ہے کہ دعاؤں سے، دعاؤں سے، بہت دعاؤں سے میری مدد کریں۔ اب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے الفاظ میں ہی ایک فقرہ اور کہتا ہوں کہ میری گردن اب خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ براہ راست خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے محض اور محض اپنے فضل سے ان کاموں کو کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس کی رضا کے کام ہوں۔ آمین۔"

اس کے بعد آپ نے تمام ممبران مجلس انتخاب سے بیعت لی۔ بیعت سے قبل آپ نے مکرم مرزا عبدالحق صاحب کو یاد فرمایا۔ چنانچہ وہ آگے تشریف لائے اور حضور کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا۔ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا "بہت دعا کریں۔"

اس کے بعد بیعت کے الفاظ دہرائے۔ تمام ممبران نے نہایت درد اور سوز و گداز کی خاص کیفیت میں آپ کی بیعت کی سعادت پائی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اردو میں بیعت کے الفاظ دہرائے اور اس کے بعد انگریزی زبان میں۔ پھر فرمایا "دعا کرلیں۔"

بیعت لینے کے معاً بعد ممبران مجلس انتخاب خلافت کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرداً فرداً مصافحہ و معانقہ کا شرف بخشا۔ اس کے بعد مکرم عطاء المجیب صاحب راشد مجلس انتخاب خلافت نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے لاؤڈ اسپیکر پر انتخاب خلافت کا اعلان فرمایا۔ جس کے بعد مسجد کے دروازے عام احباب کیلئے کھول دیئے گئے۔ اس موقعہ پر یعنی پہلی بیعت عام سے قبل حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مختصر سا خطاب فرمایا جو ایم ٹی اے کے ذریعہ براہ راست تمام دنیا میں نشر کیا گیا۔ حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"احباب جماعت سے صرف ایک درخواست ہے کہ آجکل دعاؤں پہ زور دیں، دعاؤں پہ زور دیں، دعاؤں پہ زور دیں۔ بہت دعائیں کریں، بہت دعائیں کریں، بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنی تائید و نصرت فرمائے اور احمدیت کا یہ قافلہ اپنی ترقیات کی طرف رواں دواں رہے۔(آمین)۔

(الفضل ربوہ 24 اپریل 2003ء)۔۔۔(خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء۔ تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان۔ ص 40-39)

اس عاجز کا ظہور ساحرانہ تاریکیوں کے اُٹھانے کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے

اے مسلمانو! اس عاجز کا ظہور ساحرانہ تاریکیوں کے اُٹھانے کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے۔ کیا ضرور نہیں تھا کہ سحر کے مقابل پر معجزہ بھی دنیا میں آتا۔ کیا تمہاری نظروں میں یہ بات عجیب اور انہونی ہے کہ خدا تعالیٰ نہایت درجہ کے مکروں کے مقابلہ پر جو سحر کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں ایک ایسی حقانی چمکار دکھاوے جو معجزہ کا اثر رکھتی ہو۔

(فتح اسلام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 6)



حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

انتخاب حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

اِنِّی مَعَكَ یَا مَسْرُوْرُ

اے مسرور میں تیرے ساتھ ہوں (الہام حضرت مسیح موعودؑ از تذکرہ طبع چہارم ص 630)

22 اپریل 2003ء تا حال انتخاب بمقام مسجد فضل لندن یو کے



سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کے پڑپوتے، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کے پوتے اور سیّدنا حضرت المصلح الموعودؓ کے نواسے حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد 15 ستمبر 1950ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحبؒ اور حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ سلمہا ربہٗ کے ہاں بمقام ربوہ پیدا ہوئے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ سے میٹرک اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے، بی۔اے کرنے کے بعد 1976ء میں زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے ایگریکلچرل اکنامکس میں M.Sc کی۔ 1977ء میں وقف کیا اور نسرت جہاں سکیم کے تحت اگست 1977ء سے 1985ء تک غانا میں بطور پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول اور دیگر اہم خدمات سرانجام دیں۔ غانا سے واپسی پر آپ کا بطور نائب وکیل المال ثانی تقرر ہوا۔ بعدہٗ آپ ناظر تعلیم، نائب صدر خدام الاحمدیہ اور کئی دیگر اہم عہدوں پر فائز رہے۔ آپ صدر مجلس کارپرداز، ناظر ضیافت اور ناظر زراعت، چیرمین ناصر فاؤنڈیشن اور صدر تزائین ربوہ کمیٹی کے طور پر بھی خدمات بجالاتے رہے۔ 10 دسمبر 1997ء سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ناظر اعلیٰ و امیر مقامی مقرر فرمایا۔ اس دوران 1999ء میں ڈسٹرکٹ جیل جھنگ میں اسیر راہ مولیٰ رہنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ 19 اپریل 2003ء کو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا اور 22 اپریل 2003ء کو لندن وقت کے مطابق شب گیارہ بج کر چالیس منٹ آپ اعلام الٰہی کے مطابق قدرت ثانیہ کے مظہر خامس کے طور پر مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔

ظہورِ خلافت خامسہ

(ایڈیٹر اخبار الحکم لندن ۔مکرم آصف محمود باسط صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے انٹرویو)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت اور خلافت خامسہ کے آغاز کے درمیان جو دن گزرے، وہ ساری جماعت پر ہی بہت بوجھل دن تھے۔ان ایام اور ان کی نزاکت پر بہت کچھ لکھا گیا۔مگر ہمیشہ یہ جاننے کی تمنا رہی کہ وہ شب و روز سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کس طرح بسر فرمائے۔ پندرہ سال اسی کشمکش میں گزر گئے،کبھی پوچھنے کی مجال نہ ہوئی۔مگر ابھی کچھ روز قبل خدا نے بڑا فضل فرمایا کہ میں نے اپنی اس خواہش کو حضور انور کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔کوئی بڑا ہی مبارک لمحہ تھا۔کوئی قبولیت کی گھڑی۔زود نویسی کا مجھے نہ دعویٰ ہے نہ تجربہ، مگر اس گھڑی میں اس لحاظ سے بھی اللہ نے خاص کرم فرمایا۔ یہ ایک مقدس امانت ہے، جو الحکم کے توسط سے ہر احمدی کی خدمت میں پیش ہے۔

حضور نے فرمایا:''دفتر سے گھر پہنچا تو میری اہلیہ نے بتایا کہ لندن سے میاں لقمان کا فون آیا تھا، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ وفات پا گئے ہیں۔ میں نے فوراً ڈاکٹر نوری صاحب کو فون کیا، جو ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاج کے سلسلہ میں لندن میں تھے۔انہوں نے اس دردناک خبر کی تصدیق کی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اب ہم میں نہیں رہے۔ یہ خبر بجلی کی طرح دل پر گری۔صدمہ بہت تھا،مگر صورت حال کی نزاکت کا تقاضا تھا کہ جذبات پر قابو رکھا جائے کیونکہ یہ پوری جماعت کے لئے ایک کڑا وقت تھا۔بحیثیت ناظر اعلیٰ میری ذمہ داری تھی کہ تمام انتظامات اپنی نگرانی میں کروں اور کرواؤں۔

میں نے پرائیویٹ سیکرٹری کو فون کیا۔انہیں یہ خبر ابھی نہ پہنچی تھی۔ انہیں کہا کہ جلد از جلد مکمل معلومات حاصل کر کے بھجیں۔اس دوران علیا کمیٹی کا اجلاس بلایا۔علیا کمیٹی میں جماعتی اداروں مثلاً صدر انجمن احمدیہ،تحریک جدید وغیرہ کے اعلیٰ عہدیداران شامل ہوتے ہیں۔اس اجلاس میں ہنگامی صورت حال سے متعلق ہدایات دیں۔ساتھ ہی انتخاب خلافت کمیٹی کے ممبران کے لندن پہنچنے کے انتظامات کروائے۔جن کے ویزے نہیں تھے ان کے ویزا کی کارروائی جلد از جلد کروانے سے متعلق ہدایات دیں۔

اس دوران پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف سے حضورؒ کی وفات کے وقت اور وجہ سے متعلق تفصیلات موصول ہوگئیں۔ میں نے میاں احمد صاحب (مرزا غلام احمد صاحب مرحوم) کو یہ تفصیلات دیں اور اعلان کا مضمون بتایا جو دنیا بھر کی جماعتوں کو مطلع کرنے کے لئے تیار کرنا تھا۔انہوں نے اعلان کا متن تیار کر کے مجھے دکھایا جو پھر دنیا بھر کی جماعتوں کو ارسال کیا گیا اور ایم ٹی اے پر نشر ہوا۔سلطان محمود انور صاحب کو کہہ دیا ہوا تھا کہ عصر کی نماز پر مسجد مبارک میں اعلان کر دیں۔

یہ وقت نہایت صبر آزما تھا۔ایک طرف حضورؒ کی وفات کا غم تھا، دوسری طرف اس اہم ذمہ داری کو احسن طریق سے ادا کرنے کی فکر جو حضورؒ نے میرے سپرد کی تھی،یعنی انتخاب خلافت کے تمام انتظامات کی نگرانی۔انہیں ملے جلے جذبات کے ساتھ گھر گیا اور لندن جانے کی تیاری کی۔ تیاری کیا تھی، کچھ کپڑے رکھے، پاسپورٹ وغیرہ اٹھایا اور روانگی کی تیاری شروع کر دی۔ چونکہ انتخاب خلافت کمیٹی کے کچھ ممبران کی ابھی ویزا کی کارروائی ہو رہی تھی،لہٰذا یہ طے پایا کہ ممبران دو قافلوں میں تقسیم ہوں،ایک قافلہ پہلے روانہ ہو جائے اور دوسرا اگلے روز ویزے لگ جانے کے بعد۔

پہلا قافلہ جو روانہ ہوا اس میں میں،میاں خورشید صاحب (مرحوم)،میاں احمد صاحب (مرحوم)،میاں انس احمد صاحب بھی شامل تھے۔کل چودہ افراد کا قافلہ تھا۔ربوہ سے لاہور کا سفر شروع ہوا، جہاں سے ہمیں فلائٹ لینی تھی۔ ہماری فلائٹ کا ابوظہبی میں مختصر قیام تھا۔ وہاں سے فلائٹ چلی اور لندن پہنچی۔حضورؒ کی نعش مبارک کی تجہیز و تکفین کے بارہ میں ہدایات میں ربوہ ہی سے دے چکا تھا۔ جب ہم یہاں پہنچے تو غسل دیا جا چکا تھا اور حضورؒ کے جسد اطہر کی پہلی زیارت یہیں محمود ہال میں کی۔ جو جذبات اپنے امام کو ایسے میں دیکھ کر ہو سکتے ہیں، انہیں بیان نہیں کیا جا سکتا۔لیکن تم اندازہ کر سکتے ہو۔تو اندازہ لگا لو کہ میرے جذبات اس لمحہ میں کیسے رہے ہوں گے۔اس کے بعد نماز کا وقت ہو گیا۔مسجد فضل میں نماز ادا کی۔اب حضورؒ کا جسد اطہر محمود ہال سے متصل ایک چھوٹے کمرے میں لے جایا جا چکا تھا۔ میں اس کمرے میں چلا گیا۔ وہ لمحہ ایک عجیب لمحہ تھا۔اس کمرے میں حضرت خلیفۃ المسیح رحمہ اللہ تعالیٰ کا جسد اطہر تھا، میں تھا اور خاموشی تھی۔ایک عجیب کیفیت تھی۔وہاں کچھ دیر حضورؒ کے پاس رکا رہا اور آپؒ کے لئے دعائیں کرتا رہا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے وفات سے پہلے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ ایسی ہنگامی صورت حال میں امیر جماعت احمدیہ یو کے ایڈیشنل ناظر

اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے لندن پہنچ جانے تک اس کا قائمقام ہوگا اور ضروری امور کا ذمہ دار۔ یہاں پہنچنے پر امیر صاحب یوکے سے چارج لیا اور پھر اجلاس انتخاب خلافت، جنازہ، تدفین وغیرہ کے انتظامات کا کام شروع کر دیا۔ وقت کم تھا اور کام زیادہ، اور ہر کام ہی نہایت اہم اور توجہ طلب تھا۔ خیر، اللہ نے بڑا فضل کیا کہ ان سب کاموں کے انتظامات بروقت بہت اچھے ہو گئے۔ میں خود کو ذمہ داری سے سبکدوش سمجھ کر کسی قدر تسلی میں تھا۔ **ہر لمحہ دعاؤں میں بسر ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو نیا خلیفہ عطا کرے اور مجھ سمیت ساری جماعت کو اس کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ جماعت کو منظم اور متحد رکھے۔ یہ حالت ہوتی ہی خوف کی ہے، سو خوف تو تھا۔ مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ ضرور جماعت کے خوف کو خلیفہ کے انتخاب کے بعد امن میں تبدیل کر دیتا ہے،** اس وعدہ پر بھی پورا ایمان تھا۔ سو میں اس تسلی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو نیا خلیفہ عطا فرمائے گا اور ہمارے دلوں کے خوف دور ہوں گے اور ہم سب کو امن نصیب ہوگا۔

انتخاب خلافت کا وقت آ گیا۔ میں بھی ایک ممبر کی حیثیت سے مسجد میں داخل ہو گیا۔ مسجد انتخاب خلافت کمیٹی کے ممبران سے بھری ہوئی تھی۔ میں جوتوں کے پاس ہی چوہدری حمید اللہ صاحب کے ساتھ کچھ دیر کھڑا رہا۔ چوہدری صاحب چونکہ سب سے سینئیر وکیل تھے، لہذا انہوں نے اجلاس کی صدارت کرنی تھی۔ وہ آگے چلے گئے اور میں وہیں بیٹھ گیا جہاں کھڑا تھا۔ مسجد کے بالکل پچھلے حصہ میں۔

اس اجلاس کی جو کیفیت تھی، اس میں نظریں اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے کی نہ ہمت تھی، نہ طاقت تھی اور نہ ہی دل اجازت دیتا تھا۔ بڑا نازک وقت تھا۔ سو میں نظریں جھکائے بیٹھا رہا۔ **میرا نام پیش ہوا تو مجھے سخت خوف محسوس ہوا۔ میں نے اس خوف سے سر نیچا کر لیا۔** جب ووٹوں کی گنتی کی گئی اور اعلان کیا گیا، **تو مجھے پورا یقین تھا کہ گنتی میں غلطی لگ گئی ہے۔** مگر اس کے بعد جو ہوا، وہ سارے وجود پر لرزہ طاری کر دینے والا تھا۔ مگر خدا کی رضا کے آگے سر جھکا دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس کے بعد دعا ہوئی، بیعت ہوئی۔ میری جو حالت تھی، وہ ایم ٹی اے کے ذریعہ دنیا نے دیکھ ہی لی۔ ایسے تھا کوئی پہاڑ میرے کندھوں پر دھر دیا گیا ہو۔

بیعت وغیرہ سے فارغ ہوتے ہوتے رات بارہ ایک بجے کا وقت ہو گیا۔ میں 41 (نمبر) گیسٹ ہاؤس میں چلا گیا۔

پھر وہاں میں تھا، اندھیری رات تھی اور میرے خدا کا فضل۔"

اس آخری جملہ کے بعد حضور نے توقف فرمایا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست یہ کیفیت سن کر مجھ میں بھی کچھ کہنے پوچھنے کی مجال تو باقی نہ رہی تھی۔ مگر یہ لمحہ انمول تھا۔ میری زندگی کے قیمتی ترین لمحات میں سے ایک، اور قارئین الحکم اور دیگر افراد جماعت کی امانت۔ میں نے دامن میں اور موتی بھرنے کی جسارت کر لی، اور عرض کی کہ حضور، ربوہ سے نکلتے وقت کیا سوچ ذہن میں تھی؟ میرے منکسر مزاج آقا نے بڑے دھیمے لہجہ میں جواب عطا فرمایا:

"سوچا تو کچھ خاص نہیں تھا۔ ذمہ داریاں اتنی تھیں ادا کرنے والی۔ البتہ نکلتے نکلتے اپنی اہلیہ کو یہ کہہ آیا تھا کہ نئے خلیفہ کے منتخب ہو جانے کے ساتویں دن، ان سے واپس آنے کی اجازت چاہوں گا۔ دل میں یہ بھی خیال تھا کہ ضروری تو نہیں کہ منتخب ہونے والے خلیفۃ المسیح مجھے یہی ذمہ داری سپرد کریں جو میرے پاس اب ہے۔ مگر جو ذمہ داری بھی میرے سپرد ہوگی، اسے نبھانے کا عہد کر کے واپس آؤں گا۔"

یہاں بات گویا ختم ہوگئی۔ مگر میری نظروں میں حضور انور کو میرا تجسس نظر آیا ہوگا۔ فرمایا:۔

"بس! اور کیا سننا تھا۔" عرض کی کہ:۔ "حضور، وہ زندگی اور یہ زندگی، زمین آسمان کا فرق پڑ گیا۔ کیسا محسوس ہوتا ہے۔" فرمایا:۔

"وہ لمحہ میری زندگی کا U-Turn تھا۔ زندگی کا رخ بالکل ہی بدل گیا۔ زندگی کا وہ حصہ تو پیچھے رہ گیا، جو آگے ہے وہ اللہ کے سپرد چلتا جا رہا ہے۔ میں تو ایک آزاد آدمی تھا۔ بیج بونے والا۔ فصلیں کاٹنے والا۔ مزدور آدمی۔ پھر ناظر اعلیٰ بنا دیا گیا، تو انتظامی معاملات بھی نبھانے پڑے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری میرے سپرد کر دی۔"

حضور کے دفتر سے نکلا تو جذبات کا عجیب عالم تھا۔ مگر نظر میں وہ لہلہاتی، سرسبز و شاداب کھیتیاں تھیں جن کے بیج اللہ تعالیٰ نے اپنے اس عظیم المرتبت خلیفہ سے لگوائے ہیں۔ پندرہ سال میں یہ کھیتیاں دنیا بھر میں لہلہانے لگی ہیں۔ اللہ ان فصلوں کو سدا لہلہاتا رکھے، اور ان فصلوں کا مالک و محافظ سدا جیئے۔ (آصف محمود باسط۔ ایڈیٹر۔ اخبار الحکم 20 اپریل 2018ء۔ لندن)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ



حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ یوں تو اکثر حضورؑ کی خدمت میں آتے ہی رہتے تھے لیکن 1892 کے آخر میں اپنے وطن مالوف سیالکوٹ سے ہجرت کر کے مستقل طور پر قادیان آ گئے۔ حضرت مولوی صاحبؓ بہت عمدہ اوصاف سے متصف تھے۔ اردو۔ فارسی اور عربی تینوں زبانوں کے نہ صرف ماہر تھے بلکہ ان تینوں زبانوں میں اہل زبان کی طرح تقریر کرنے کی بھی پوری قدرت رکھتے تھے اور انگریزی زبان میں بھی کافی دسترس رکھتے تھے۔ قرآن کریم ایسی خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے کہ راہ چلتے غیر مسلم بھی آپ کی پر اثر اور دلکش آواز کو سننے کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ قرآن کریم کے معارف بیان کرنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ دین کے لئے ان میں بے حد غیرت تھی۔ تقریر اور تحریر دونوں میں کمال تھا۔ آپ حضرت اقدسؑ کے وقت میں امام الصلوٰۃ بھی تھے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسی پرسوز اور دلکش آواز سے نوازا تھا۔ کہ غیر مسلم بھی، اگرچہ قرآن کریم کے معنی سے نا آشنا تھے لیکن حضرت اقدسؑ سے مولوی عبدالکریم صاحبؓ سے قرآن کریم کی تلاوت سننے کی فرمائش کیا کرتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ جب مولوی صاحب تلاوت کرتے تھے تو پرندے بھی خاموشی اختیار کر لیتے تھے۔ خوش الحان بھی تھے اور جہیر الصوت بھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے عاشق زار تھے۔ حضرت اقدسؑ کی بعض تصانیف کا فارسی ترجمہ کرنے کی سعادت بھی آپ کو حاصل ہوئی۔ چنانچہ آئینہ کمالات اسلام کے عربی حصہ کا فارسی ترجمہ بھی جس کا نام ''التبلیغ'' ہے آپ ہی کا کیا ہوا ہے۔ اور ایام الصلح اردو کا فارسی ترجمہ بھی۔ کئی جلسوں میں حضرت اقدسؑ کی تحریریں پڑھ کر سنانے کی توفیق بھی آپ کو حاصل ہوئی۔ چنانچہ لاہور کے مشہور مہوتسو میں حضرت اقدسؑ کی تقریر جو پانچ سوالوں کے جوابات پر مشتمل تھی اور جو 'اسلامی اصول کی فلاسفی' کے نام سے مشہور ہے۔ آپ ہی نے پڑھ کر سنائی تھی۔ طبیعت پر شان جلالی غالب تھی۔ ساری عمر جماعت کے امام الصلوٰۃ اور خطیب رہے۔ (حیات طیبہ۔ ص 115 شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل)

آپ کی وفات

1905ء کے آخر میں سلسلہ احمدیہ کو ایک بہت بھاری صدمہ پہنچا۔ 11 اکتوبر 1905 کو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی وفات ہو گئی۔ مولوی صاحبؓ ایک نہایت جید عالم ہونے کے علاوہ ایک بہت بڑے مقرر اور مصنف بھی تھے اور ان میں خدا نے ایسے دو وصفوں کو جمع کر دیا تھا جو بہت کم جمع ہوتے ہیں۔ یعنی ان کی زبان اور قلم دونوں نے خدا سے خاص برکت حاصل کی تھی۔ آواز نہایت بلند اور دلکش تھی اور زبان نہایت فصیح اور زور دار۔ اور ہر لفظ اثر میں ڈوبا ہوا نکلتا تھا۔ تصنیف میں بھی نہایت زور تھا۔ اور سلاست اور روانی کے ساتھ فصاحت غضب کی تھی۔ اس کے علاوہ طبیعت بہت زیرک اور نکتہ رس اور نکتہ سنج تھی۔ اور قرآن شریف کے معارف بیان کرنے میں خاص ملکہ تھا۔ ابھی بالکل جوان ہی تھے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اولؓ کے واسطے سے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور گو شروع شروع میں سرسید کے خیالات کے اثر کے ماتحت طبیعت میں کسی قدر نیچریت کی طرف میلان تھا مگر حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں آ کر یہ اثر آہستہ آہستہ ڈھل گیا اور چونکہ جوہر پاک تھا اس لئے نبوت کے پرتو نے غلبہ پا کر طبیعت کو ایک خاص جلا دیدی۔

وفات کے وقت حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی عمر صرف سینتالیس سال کی تھی۔ اگست 1905ء میں مرض کاربنکل سے بیمار ہوئے اور قریباً دو ماہ بیمار رہ کر 11 اکتوبر 1905 کو نمونیا کی زائد تکلیف سے اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ حضرت مسیح موعودؑ کو مولوی صاحبؓ کی وفات کا ایسا ہی صدمہ ہوا جیسے ایک محبت کرنے والے باپ کو ایک لائق بیٹے کی وفات کا ہوا کرتا ہے مگر آپ کی محبت کا اصل مرکزی نکتہ خدا کا وجود تھا اس لئے آپ نے کامل صبر کا نمونہ دکھایا اور جب بعض لوگوں نے زیادہ صدمہ کا اظہار کیا اور اس بات کے متعلق فکر ظاہر کیا کہ مولوی

عبدالکریم صاحبؓ کی ذات کے ساتھ بہت سے کام وابستہ تھے اب ان کے متعلق کیا ہوگا تو آپ نے ایسے خیالات پر توبیخ فرمائی چنانچہ فرمایا۔

''مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی وفات پر حد سے زیادہ غم کرنا اور اس کی نسبت یہ خیال کر لینا کہ اس کے بغیر اب فلاں حرج ہوگا ایک قسم کی مخلوق کی عبادت ہے۔ کیونکہ جس سے حد سے زیادہ محبت کی جاتی ہے یا حد سے زیادہ اس کی جدائی کا غم کیا جاتا ہے وہ معبود کے حکم میں ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اگر ایک کو بلا لیتا ہے تو دوسرا اس کے قائم مقام کر دیتا ہے۔ وہ قادر اور بے نیاز ہے۔''

[iii] **حضرت مسیح موعودؑ نے مولوی صاحبؓ کے سنگ مزار کے لئے ایک فارسی نظم بھی تحریر فرمائی۔**

کے تواں کر دن شمار خوبی عبدالکریم　　　آں کہ جاں داد از شجاعت بر صراط مستقیم

حامی دیں آنکہ یزداں نام او لیڈر نہاد　　　عارف اسرار حق گنجینۂ دین قویم

گرچہ جنس نیکواں ایں چرخ بسیار آورد　　　کم بزاید مادرے با ایں صفا در یتیم

دل بدرد آمد زہجر ایں چنیں یک رنگ دوست　　　لیک خوشنود یم بر فعل خدا وند کریم

اس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

''یعنی مولوی عبدالکریم مرحومؓ کی خوبیاں کس طرح بیان کی جائیں۔ وہ عبدالکریمؓ جس نے دین کے رستہ میں شجاعت اور بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے جان دے دی ہے۔ وہ دین کا ایک زبردست پہلوان تھا جس کا نام خود خدا نے اپنے ایک الہام میں۔ مسلمانوں کا لیڈر۔ رکھا تھا۔ وہ حق کے اسرار کا راز دار تھا۔ اور دینی معارف کا ایک خزانہ تھا۔ اگرچہ اس آسمان کے نیچے بڑے بڑے نیک لوگ پیدا ہوئے ہیں مگر اس آب و تاب کا موتی بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ اس قسم کے یک رنگ دوست کی جدائی سے دل میں درد اٹھتا ہے لیکن ہم اپنے خدا کے فعل پر ہر حال میں راضی اور شاکر ہیں۔''

(سلسلہ احمدیہ۔ ص 150-149 مرزا بشیر احمد صاحب)

[iv] **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ مرحوم کا نام اصل میں کریم بخش تھا۔ حضرت صاحبؑ نے ان کا نام بدل کر عبدالکریم رکھ دیا۔ میں نے اس تبدیلی کے بہت دیر بعد بھی مولوی صاحبؓ مرحوم کے والد صاحب کو سنا کہ وہ انہیں کریم بخش ہی کہہ کر پکارتے تھے۔ (سیرت المہدی۔ حصہ سوم۔ ص 70)

بہشتی مقبرہ قادیان میں سب سے پہلی قبر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی ہے۔

تمام آدم زادوں کے لئے ایک ہی رسول اور ایک ہی شفیع

''نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کریم کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔''

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 ص 14-13)

حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ



موضع سید گاہ علاقہ خوست، افغانستان، میں ایک با کمال بزرگ حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحبؓ رہتے تھے۔ حضرت صاحبزادہ حضرت مخدوم شیخ ابوالحسن علی ہجویری گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ (1072-1009) کی اولاد میں سے تھے اور ملک کے مشہور مذہبی پیشوا، مقتدر عالم اور صاحب کشف و الہام تھے۔ چنانچہ آپ کو خدا تعالیٰ نے اوائل ہی میں یہ خبر دی کہ پنجاب میں مسیح موعودؑ پیدا ہو گیا ہے۔ آپ کے عقیدت مند افغانستان میں بڑی کثرت سے موجود تھے۔ دربار شاہی میں بھی آپ ممتاز منصب رکھتے تھے۔ دنیاوی وجاہت کا یہ عالم تھا کہ ملک کے چوٹی کے جاگیرداروں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ سیاسی اثر و نفوذ کے لحاظ سے بھی ان کی شخصیت نمایاں تھی۔ آپ ڈیورنڈ لائن کمیشن جو (1901-1844) کے دوران ہندوستان اور افغانستان کی سرحدوں کی تعیّن کے لئے مقرر کیا گیا تھا اس کے ممبر تھے۔ کمیشن کے محرر پشاور کے سید چن بادشاہ صاحب نے ایک مرتبہ دوران گفتگو میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا تذکرہ کیا جس سے سید عبد اللطیف صاحبؓ بڑے متاثر ہوئے۔ سید چن بادشاہ صاحب نے آپ کی خواہش دیکھی تو حضرت اقدسؑ کی ایک تصنیف ''آئینہ کمالات اسلام'' پیش کی۔ جس کے مطالعہ کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب کو حضرت اقدسؑ سے بے حد عقیدت و الفت پیدا ہو گئی۔ دسمبر 1900ء میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے حضرت مولوی عبد الرحمن صاحبؓ کو اپنے چند شاگردوں کے ساتھ حضرت اقدسؑ کی خدمت میں بیعت کا خط دے کر بھجوایا۔ (تاریخ احمدیت جلد دوم۔ص 157-156)

حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحبؓ آخر 1902 میں حج بیت اللہ کے ارادہ سے اپنے وطن سے روانہ ہوئے۔ امیر حبیب اللہ خان نے انعام و اکرام سے رخصت کیا۔ آپ کابل سے خوست اور وہاں سے لاہور ہوتے ہوئے 18 نومبر کو قادیان تشریف لائے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے ساتھ مولوی عبد الجلیل صاحبؓ اور سید عبد الستار صاحبؓ اور ایک اور عالم بھی تھے جن کو وزیریوں کا مولوی کہا جاتا تھا۔ سید عبد الستار صاحبؓ کا بیان ہے کہ حضرت مولوی صاحبؓ پیدل ہی بٹالہ سے قادیان روانہ ہوئے۔ جب ہم قادیان پہنچے تو بلند آواز سے۔

يَأْتُونَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ يَأْتِيكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ

پڑھنے لگے ہم سب حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ سے ملے۔ آپ نے ملاقات کے بعد فرمایا۔ صاحبزادہ عبد اللطیفؓ کا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا یہ آپ کے پاس بیٹھے ہیں تب مولوی نور الدین صاحبؓ اٹھ کر حضرت صاحبزادہ صاحبؓ سے بغلگیر ہوئے اور گفتگو فرمانے لگے۔ ظہر کی نماز کے بعد حضور علیہ السلام سے ملاقات کی۔ حضرت اقدسؑ نے اس ملاقات کے بارہ میں اپنے تاثرات یوں لکھے ہیں: ''جب مجھ سے ان کی ملاقات ہوئی تو قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ان کو اپنی پیروی اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں۔ اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میں نے ان کو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا۔ اور جیسا کہ ان کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی انکا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ یہاں ارادہ تو مختصر ملاقات کا لے کر آئے تھے مگر اس سے پہلے جو کتابوں کے ذریعہ سے سمجھا تھا چونکہ یہاں بہت کچھ زیادہ دیکھا اس لئے صفائی قلب کی وجہ سے نور الٰہی کی طرف ایسے جذب کئے گئے کہ سفر حج ملتوی کر کے کئی ماہ تک قادیان میں ہی قیام کئے رکھا۔ (تاریخ احمدیت جلد دوم ص۔ 313-312)

قادیان سے واپسی

حضرت صاحبزادہ صاحبؓ امیر کابل سے چھ ماہ کی رخصت لے کر آئے تھے۔ جب روانگی کا وقت آیا تو صاحبزادہ صاحبؓ نے حضرت مسیح موعودؑ سے رخصت ہونے کی اجازت مانگی تو حضورؑ نے فرمایا کہ جب آپ کو دوسرے سال حج کے لئے جانا ہے تو آپ یہیں ٹھہر جائیں مگر انہوں نے عرض کیا کہ حج کے لئے پھر آجاؤں گا۔ آخر حضورؑ نے ان کے اصرار پر دو چار روز کے بعد اجازت دیدی۔ جب حضرت صاحبزادہ صاحبؓ روانہ ہوئے تو حضورؑ اور حضورؑ کے خدام احمد نور کابلی کے بیان کے مطابق ڈیڑھ میل اور بعض کے بیان کے مطابق وڈالہ کی نہر تک چھوڑنے کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ غالباً آخر جنوری 1903ء کا واقعہ ہے۔ صاحبزادہ صاحب رخصت ہونے لگے تو آپ جوش عقیدت سے حضرت اقدسؑ کے قدموں پر گر پڑے اور دونوں ہاتھوں سے حضورؑ کے قدم مبارک پکڑ لئے۔ اور عرض کیا کہ میرے لئے دعا فرمائیں تو حضور اقدسؑ نے فرمایا کہ اچھا میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں آپ میرے پاؤں چھوڑ دیں انہوں نے پاؤں نہ چھوڑنے پر اصرار کیا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ۔ تب صاحبزادہؓ نے یہ لفظ سنتے ہی پاؤں چھوڑ دیئے۔ حضورؑ سے رخصت ہو کر آپ سیدھے بٹالہ آئے وہاں سے لاہور پہنچے۔ لاہور پہنچ کر میاں چراغ دین صاحب کے پرانے مکان کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد میں تین چار دن قیام فرمایا۔ جمعہ کے دن آپ نے مسجد گمٹی والی میں نماز جمعہ کے بعد ایک لطیف وعظ فرمایا۔ لاہور سے۔ بذریعہ ریل کوہاٹ پہنچے۔ کوہاٹ سے آپ بذریعہ ٹم ٹم بنوں پہنچے پھر ایک دو روز قیام کے بعد علاقہ خوست کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں آپ کو الہام ہوا۔ اِذْھَبْ اِلٰی فِرْعَوْن۔

شہادت کا دردانگیز واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم سے

''مولوی صاحبؓ خوست علاقہ کابل سے قادیان میں آکر کئی مہینہ میرے پاس اور میری صحبت میں رہے۔ پھر بعد اس کے جب آسمان پر یہ امر قطعی طور پر فیصلہ پا چکا کہ وہ درجہ شہادت پاویں تو اس کے لئے یہ تقریب پیدا ہوئی کہ وہ مجھ سے رخصت ہو کر اپنے وطن کی طرف واپس تشریف لے گئے۔ اب جیسا کہ معتبر ذرائع سے اور خاص دیکھنے والوں کی معرفت مجھے معلوم ہوا ہے قضاء وقدر سے یہ صورت پیش آئی کہ مولوی صاحبؓ جب سر زمین علاقہ کابل کے نزدیک پہنچے تو علاقہ انگریزی میں ٹھہر کر بریگیڈیر محمد حسین کوتوال کو جو ان کا شاگرد تھا ایک خط لکھا کہ اگر آپ امیر صاحب سے میرے آنے کی اجازت حاصل کر کے مجھے اطلاع دیں تو امیر صاحب کے پاس بمقام کابل حاضر ہو جاؤں۔...... اس خط میں لکھا تھا کہ اگرچہ میں حج کرنے کے لئے روانہ ہوا تھا مگر مسیح موعودؑ کی مجھے زیارت ہوگئی۔ اور چونکہ مسیح کے ملنے کے لئے اور اس کی اطاعت مقدم رکھنے کے لئے خدا اور رسول کا حکم ہے اس مجبوری سے مجھے قادیان میں ٹھہرنا پڑا۔ اور میں نے اپنی طرف سے یہ کام نہ کیا بلکہ قرآن اور حدیث کی رو سے اسی امر کو ضروری سمجھا۔ جب یہ خط برگیڈیر محمد حسین کوتوال کو پہنچا تو اس نے وہ خط اپنے زانو کے نیچے رکھ لیا اور اس وقت پیش نہ کیا مگر اس کے نائب کو جو مخالف اور شریر آدمی تھا کسی طرح پتہ لگ گیا کہ یہ مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کا خط ہے اور وہ قادیان میں ٹھہرے رہے۔ تب اس نے وہ خط کسی تدبیر سے نکال لیا اور امیر صاحب کے آگے پیش کر دیا۔ امیر صاحب نے برگیڈیر محمد حسین کوتوال سے دریافت کیا کہ کیا یہ خط آپ کے نام آیا ہے۔ اس نے امیر کے موجودہ غیظ وغضب سے خوف کھا کر انکار کر دیا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ مولوی صاحب شہیدؓ نے کئی دن پہلے خط کا انتظار کر کے ایک اور خط بذریعہ ڈاک محمد حسین کوتوال کو لکھا۔ وہ خط افسر ڈاک خانہ نے کھول لیا اور امیر صاحب کو پہنچا دیا۔ چونکہ قضاوقدر سے مولوی صاحبؓ کی شہادت مقدر تھی اور آسمان پر وہ برگزیدہ بزمرہ شہداء داخل ہو چکا تھا اس لئے امیر صاحب نے ان کو بلانے کے لئے حکمت عملی سے کام لیا اور ان کی طرف یہ خط لکھا کہ آپ بلا خطرہ چلے آؤ۔ اگر یہ دعویٰ سچا ہوگا تو میں بھی مرید ہو جاؤں گا۔ بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ خط امیر صاحب نے ڈاک میں بھیجا تھا یا دستی روانہ کیا تھا۔ بہر حال اس خط کو دیکھ کر مولوی صاحبؓ موصوف کابل کی طرف روانہ ہو گئے اور قضاء وقدر نے نازل ہونا شروع کر دیا۔ راویوں نے بیان کیا ہے کہ جب شہید مرحومؓ کابل کے بازار سے گزرے تو گھوڑے پر سوار تھے ان کے پیچھے آٹھ سرکاری سوار تھے اور ان کی تشریف آوری سے پہلے عام طور پر مشہور تھا کہ امیر صاحب نے اخوندزادہ صاحب کو دھوکا دے کر بلایا ہے۔ اب بعد اس کے دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جب اخوندزادہ صاحب مرحوم بازار سے گزرے تو ہم اور دوسرے بہت سے بازاری لوگ ساتھ چلے گئے۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ آٹھ سرکاری سوار خوست سے ہی ان کے ہمراہ کئے گئے تھے کیونکہ ان کے خوست میں پہنچنے سے پہلے حکم سرکاری انکے گرفتار کرنے کے لئے

حاکم خوست کے نام آچکا تھا۔غرض جب امیر صاحب کے روبرو پیش کئے گئے تو مخالفوں نے پہلے سے ہی ان کے مزاج کو بہت کچھ متغیر کر رکھا تھا اس لئے وہ بہت ظالمانہ جوش سے پیش آئے اور حکم دیا کہ مجھے ان سے بو آتی ہے ان کو فاصلہ پر کھڑا کرو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد حکم دیا کہ ان کو اس قلعہ میں جس میں خود امیر صاحب رہتے ہیں قید کر دو اور زنجیر غرغراب لگادو۔ یہ زنجیر وزنی ایک من چوبیس سیر انگریزی کا ہوتا ہے۔ گردن سے کمر تک گھیر لیتا ہے۔ اور اس میں ہتھکڑی بھی شامل ہے۔ اور نیز حکم دیا کہ پاؤں میں بیڑی وزنی آٹھ سیر انگریزی کی لگادو۔ پھر اس کے بعد مولوی صاحب مرحوم چار مہینے قید میں رہے اور اس عرصہ میں کئی دفعہ ان کو امیر کی طرف سے فہمائش ہوئی۔ اگر تم اس خیال سے توبہ کرو کہ قادیانی درحقیقت مسیح موعودؑ ہے تمہیں رہائی دی جائے گی۔ مگر ہر ایک مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا کہ میں صاحب علم ہوں اور حق اور باطل کی شناخت کرنے کی خدا نے مجھے قوت عطا کی ہے۔ میں نے پوری تحقیق سے معلوم کرلیا ہے کہ یہ شخص درحقیقت مسیح موعود ہے۔

جب چار مہینے قید کے گزر گئے تب امیر نے اپنے روبرو شہید مرحومؓ کو لا کر پھر اپنی عام کچہری میں توبہ کے لئے فہمائش کی اور بڑے زور سے رغبت دی کہ اگر تم اب بھی قادیانی کی تصدیق اور اس کے اصولوں کی تصدیق سے میرے روبرو انکار کرو تو تمہاری جان بخشی کی جائے گی اور تم عزت کے ساتھ چھوڑے جاو گے۔ شہید مرحومؓ نے جواب دیا کہ یہ تو غیر ممکن ہے کہ میں سچائی سے توبہ کروں۔ اس دنیا کے حکام کا عذاب تو موت تک ختم ہو جاتا ہے لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں جس کا عذاب کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ ہاں چونکہ میں سچ پر ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ ان مولویوں سے جو میرے عقیدے کے مخالف ہیں میری بحث کرائی جائے۔ اگر میں دلائل کے رو سے جھوٹا نکلا تو مجھے سزا دی جائے۔ راوی اس قصہ کے کہتے ہیں کہ ہم اس گفتگو کے وقت موجود تھے۔ امیر نے اس بات کو پسند کیا اور مسجد شاہی میں خان ملا خان اور آٹھ مفتی بحث کے لئے منتخب کئے گئے اور ایک لاہوری ڈاکٹر جو خود پنجابی ہونے کی وجہ سے سخت مخالف تھا بطور ثالث کے مقرر کر کے بھیجا گیا۔ بحث کے وقت مجمع کثیر تھا اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس بحث کے وقت موجود تھے۔ مباحثہ تحریری تھا۔ صرف تحریر ہوتی تھی اور کوئی بات حاضرین کو سنائی نہیں جاتی تھی اس لئے اس مباحثہ کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ سات بجے صبح سے تین بجے سہ پہر تک مباحثہ جاری رہا۔ پھر جب عصر کا وقت ہوا تو کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور آخر بحث میں شہید مرحومؓ سے یہ بھی پوچھا گیا کہ اگر مسیح موعودؑ یہی قادیانی شخص ہے تو پھر تم عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا کہتے ہو کیا وہ واپس دنیا میں آئیں گے یا نہیں۔ تو انہوں نے بڑی استقامت سے جواب دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اب وہ ہرگز واپس نہیں آئیں گے۔ قرآن کریم ان کے مرنے اور نہ آنے کا گواہ ہے۔ تب تو وہ لوگ ان مولویوں کی طرح جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی بات کو سن کر اپنے کپڑے پھاڑ دیئے تھے گالیاں دینے لگے اور کہا اب اس شخص کے کفر میں کیا شک رہا اور بڑی غضب ناک حالت میں یہ کفر کا فتویٰ لکھا گیا۔ پھر بعد اس کے اخوندزادہ حضرت شہید مرحومؓ اسی طرح پابہ زنجیر ہونے کی حالت میں قید خانہ میں بھیجے گئے۔

اور اس جگہ یہ بات کرنے سے رہ گئی ہے کہ جب شہزادہ مرحومؓ کی ان بدقسمت مولویوں سے بحث ہو رہی تھی تب آٹھ آدمی برہنہ تلواریں لے کر شہید مرحومؓ کے سر پر کھڑے تھے۔ پھر بعد اس کے وہ فتویٰ کفر رات کے وقت امیر صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا اور یہ چالاکی کی گئی کہ مباحثہ کے کاغذات ان کی خدمت میں نہ بھیجے گئے اور نہ عوام پر ان کا مضمون ظاہر کیا گیا۔ یہ صاف اس بات پر دلیل تھی کہ مخالف مولوی شہید مرحومؓ کے ثبوت پیش کردہ کا کوئی رد نہ کر سکے مگر افسوس امیر پر کہ اس نے کفر کے فتویٰ پر ہی حکم لگا دیا اور مباحثہ کے کاغذات طلب نہ کئے...... فتویٰ کفر لگا کر شہید مرحومؓ کو قید خانہ میں بھیجا گیا صبح روز دو شنبہ کو شہید موصوفؓ کو سلام خانہ یعنی خاص مقام دربار امیر صاحب میں بلایا گیا۔ اس وقت بھی بڑا مجمع تھا۔ امیر صاحب جب ارک یعنی قلعہ سے نکلے تو راستہ میں شہید مرحومؓ ایک جگہ بیٹھے تھے ان کے پاس ہو کر گزرے اور پوچھا کہ اخوندزادہ صاحب کیا فیصلہ ہوا۔ شہید مرحومؓ کچھ نہ بولے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان لوگوں نے ظلم پر کمر باندھی ہے مگر سپاہیوں میں سے کسی نے کہا کہ ملامت ہو گیا۔ یعنی کفر کا فتویٰ لگ گیا۔ پھر امیر صاحب جب اپنے اجلاس پر آئے تو اجلاس میں بیٹھتے ہی پہلے اخوندزادہ صاحب مرحومؓ کو بلایا اور کہا کہ آپ پر کفر کا فتویٰ لگ گیا ہے اب کہو کہ کیا توبہ کرو گے یا سزا پاو گے۔ تو انہوں نے صاف لفظوں میں انکار کیا اور کہا میں حق سے توبہ نہیں کر سکتا۔ کیا میں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ تب امیر صاحب نے دوبارہ توبہ کرنے کے لئے کہا اور توبہ کی حالت میں بہت امید دی اور وعدہ معافی دیا مگر شہید موصوفؓ نے بڑے زور سے انکار کیا اور کہا کہ مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں سچائی سے توبہ کروں۔ ان باتوں کو بیان کرنے والے کہتے ہیں

کہ یہ سنی سنائی باتیں نہیں بلکہ ہم خود اس مجمع میں موجود تھے اور مجمع کثیر تھا شہید مرحومؓ ہر ایک فہمائش کا زور سے انکار کرتا تھا اور وہ اپنے لئے فیصلہ کر چکا تھا کہ ضرور ہے کہ میں اسی راہ میں جان دوں...... جب شہید مرحومؓ نے ہر ایک مرتبہ توبہ کرنے کی فہمائش پر توبہ کرنے سے انکار کیا تو امیر نے ان سے مایوس ہو کر اپنے ہاتھ سے ایک لمبا چوڑا کاغذ لکھا اور اس میں مولویوں کا فتویٰ درج کیا اور اس میں یہ لکھا کہ ایسے کافر کو سنگسار کرنا سزا ہے تب وہ فتویٰ اخوندزادہ کے گلے میں لٹکا دیا گیا اور پھر امیر نے حکم دیا کہ شہید مرحومؓ کے ناک میں چھید کر کے اس میں رسی ڈال دی جائے اور اسی رسی سے شہید مرحومؓ کو کھینچ کر مقتل یعنی سنگسار کرنے کی جگہ تک پہنچایا جائے۔

چنانچہ اس ظالم امیر کے حکم سے ایسا ہی کیا گیا اور ناک کو چھید کر سخت عذاب کے ساتھ اس میں رسی ڈالی گئی۔تب اس رسی کے ذریعہ سے شہید مرحومؓ کو نہایت ٹھٹھے اور ہنسی اور گالیوں اور لعنت کے ساتھ مقتل تک لے گئے اور امیر اپنے تمام مصاحبوں کے ساتھ اور مع قاضیوں۔مفتیوں اور دیگر اہل کاروں کے یہ دردناک نظارہ دیکھتا ہوا مقتل تک پہنچا اور شہر کی ہزارہا مخلوق جنکا شمار کرنا مشکل ہے اس تماشا کے دیکھنے کے لئے گئی۔جب مقتل پر پہنچے تو شہزادہ مرحومؓ کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا اور پھر اس حالت میں جب کہ وہ کمر تک زمین میں گاڑ دئے گئے تھے امیر ان کے پاس گیا اور کہا کہ اگر تو قادیانی سے جو مسیح موعودؑ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے انکار کرے تو اب بھی تجھے بچا لیتا ہوں۔اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقعہ ہے جو تجھے دیا جاتا ہے اور اپنی جان اور اپنے عیال پر رحم کر۔تب شہید مرحومؓ نے جواب دیا۔نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے اور جان کی کیا حقیقت ہے اور عیال واطفال کیا چیز ہیں جنکے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں۔مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور میں حق کے لئے مروں گا۔تب قاضیوں اور فقیہوں نے شور مچایا کہ کافر ہے کافر ہے اس کو جلد سنگسار کرو۔اس وقت امیر اور اس کا بھائی نصر اللہ خان اور قاضی اور عبدالاحد کمیدان یہ لوگ سوار تھے اور باقی تمام لوگ پیادہ تھے۔جب ایسی حالت میں شہید مرحومؓ نے بار بار کہہ دیا کہ میں ایمان کو جان پر مقدم رکھتا ہوں تب امیر نے اپنے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاؤ کہ تم نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے اور قاضی نے کہا کہ آپ بادشاہ وقت ہیں آپ چلاویں۔تب امیر نے جواب دیا کہ شریعت کے تم ہی بادشاہ ہو اور تمہارا ہی فتویٰ ہے اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔تب قاضی نے گھوڑے سے اتر کر ایک پتھر چلایا۔جس پتھر سے شہید مرحومؓ کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی۔پھر بعد اس کے بدقسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھر اس شہید پر پڑنے لگے اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے اس شہید مرحومؓ کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو۔یہاں تک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحومؓ کے سر پر ایک کوٹھہ پتھروں کا جمع ہو گیا۔پھر امیر نے واپس ہونے کے وقت کہا کہ یہ شخص کہتا تھا کہ میں چھ روز تک زندہ ہو جاؤں گا۔اس پر چھ روز تک پہرہ رہنا چاہئے۔بیان کیا گیا کہ یہ ظلم یعنی سنگسار کرنا 14 جولائی کو وقوع میں آیا۔

اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔

سانحہ شہادت کے بعد ایک آسمانی نشان کا ظہور

عبدالاحد خاں صاحب کابلی مرحوم درویش قادیان اکثر سنایا کرتے تھے کہ۔جب حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحبؓ کو سنگسار کر کے شہید کر دیا گیا تو اس دن میرے بڑے بھائی کی ڈیوٹی دوسرے کئی سپاہیوں کے ہمراہ حضرت شہید مرحومؓ کی نعش کی حفاظت پر لگی ہوئی تھی۔ایک وسیع میدان میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو سنگسار کیا گیا تھا۔اس دن شام کے بعد سخت بارش ہونے لگی اور شدید آندھی آ گئی۔تمام سپاہی میدان چھوڑ کر قریبی برآمدے میں چلے گئے۔برآمدے کے اندر اسی وقت دوسرے سپاہیوں کے ہمراہ میرے بڑے بھائی صاحب نے بھی یہ نظارہ دیکھا کہ ایک بجلی کا ستون حضرت شہید مرحومؓ کے سر کے اوپر کے پتھر کے ڈھیر سے نکلا ہے اور آسمان کی طرف اونچا ہونا شروع ہوا۔اور اسی طرح ایک بجلی کا ستون آسمان کی طرف سے حضرت شہید مرحومؓ کے سر پر اترنا شروع ہوا۔آخر زمین اور آسمان کے درمیان یہ دونوں بجلی کے ستون مل گئے۔گویا کہ زمین سے آسمان تک بجلی کا ایک بہت بڑا ستون تیار ہو گیا اور اس وقت بہت زیادہ روشنی پھیل گئی۔یہ نظارہ تھوڑی دیر رہا مگر اس سے وہاں موجود تمام سپاہیوں کے دل سہم گئے اور وہ بہت ڈر گئے اور کہنے لگ گئے کہ سنگسار کیا جانے والا تو کوئی ولی اللہ اور بزرگ معلوم ہوتا ہے۔

حضرت شہیدؓ کا مزار مبارک

سید عبداللطیف صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مقتل پر تین روز تک سخت پہرہ رہا بعد اس کے سرکاری انتظام کیا گیا کہ حضرت شہید ؓ کی نعش کو کوئی نکال کر نہ لے جائے اور بظاہر کوئی صورت نعش کو نکالنے کی نہیں تھی حضرت شہیدؓ کے ایک شاگرد سید احمد نور کابلی جو حضرت شہید مرحومؓ کے سفر قادیان میں ان کے ساتھ رہے اور بیعت سے مشرف ہوئے اور جن کو حضرت شہیدؓ نے وصیت فرمائی کہ جب میں مارا جاؤں گا تو میرے مرنے کی اطلاع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کر دینا۔ یہ عزم کر کے کابل پہنچے کہ خواہ مجھے بھی بالآخر سنگسار ہونا پڑے میں حضرت شہید ؓ کی نعش مبارک نکال کر دفن کرنے کی کوشش کروں گا۔ وہ کابل میں ایک مزدور سے تابوت اور کفن کا سامان وغیرہ اٹھوا کر آدھی رات کے وقت شہادت گاہ پر گئے۔ نعش کو پتھروں کے نیچے دبے ہوئے چالیس دن ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد پلٹن کے ایک حوالدار بھی جو شہیدؓ کے دوست تھے امداد کے لئے چند اور ساتھیوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ احتیاطاً ایک آدمی کو پہرہ کے لئے مقرر کیا گیا اور باقیوں نے پتھر ہٹا کر صاف میدان کر دیا۔ جب نعش نظر آنے لگی تو ایک اعلیٰ درجہ کی خوشبو نے آپ کے جسد اطہر سے نکل کر فضا کو معطر کر دیا جب نعش زمین سے اٹھا کر کفن میں رکھی گئی تو سید احمد نور صاحب کو بذریعہ کشف دکھایا گیا کہ پہاڑی کے پیچھے پچاس آدمی اور ایک سوار گشت پر آرہے ہیں۔ اس زمانہ میں رات کے وقت پہرہ ہوتا تھا اور اگر کوئی رات کو پکڑا جاتا تو اسے بلا تامل مار دیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کشف پر انہوں نے اپنے ساتھیوں کو لاش سے ہٹ کر اوٹ میں آنے کے لئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد واقعی بہت سے آدمی اور سوار آ گئے جو کچھ دیر بعد پلٹ گئے۔

تب یہ سب دوبارہ حضرت شہید ؓ کی لاش پر آ گئے اور اسے تابوت میں رکھ دیا۔ اس وقت لاش اس قدر بھاری تھی کہ اٹھائی نہیں جا سکتی تھی۔ سید احمد نور کابلی کا بیان ہے کہ اس وقت میں نے لاش کو مخاطب کر کے کہا کہ۔ جناب یہ بھاری ہونے کا وقت نہیں۔ ہم تو ابھی مصیبت میں گرفتار ہیں کوئی اور اٹھانے والا نہیں آپ ہلکے ہو جائیں۔ اس کے بعد ہم نے ہاتھ لگایا تو لاش اتنی ہلکی ہو گئی تھی کہ میں نے کہا کہ میں اکیلا ہی اٹھاتا ہوں لیکن حوالدار نے کہا کہ نہیں میں اٹھاؤں گا۔ آخر وہ میری پگڑی لے کر اور تابوت کو اس کے ذریعہ اٹھا کر نزدیک کے ایک مقبرہ میں پہنچا کر رخصت ہوئے۔

صبح ہوتے ہی سید احمد نور صاحب نے مقبرہ کے ایک مجاور کو کچھ پیسے دے کر ساتھ کر لیا اور تابوت شہر کے اندر لائے اور شمال کی طرف ایک پہاڑی بالائی سار کے نام سے ہے جس کے دوسرے جانب واقع قبرستان میں دفن کر دیا۔ حضرت شہیدؓ کی نعش مبارک یہاں سید احمد نور صاحب کابلی کے بیان کے مطابق ایک سال اور قاضی محمد یوسف صاحب مردان کی تحقیق کے مطابق صرف چند دن تک رہی اس کے بعد حضرت شہیدؓ کے ایک شاگرد میر د نام نے اسے ان کے گاؤں سید گاہ میں لے جا کر دفن کر دیا اور ایک نامعلوم سی قبر بنائی۔ اتفاقاً خان عجب خاں صاحب احمدی۔ ساکن زیدہ ضلع پشاور۔ مرام شاہ وزیرستان میں نائب تحصیلدار تھے انہوں نے اپنے خرچ پر ان کے روضہ کو پختہ اور خوبصورت بنا دیا۔ رفتہ رفتہ ملک خوست میں یہ خبر پھیل گئی اور حضرت شہیدؓ کے کثیر التعداد معتقدان کے مزار پر بغرض زیارت آنے لگے اور وہ مقام زیارت گاہ خاص اور عام ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حاکم خوست نے۔ نائب السلطنت۔ سردار نصر اللہ خاں کو اطلاع دی۔ انہوں نے شاہ غاصی محمد اکبر خاں حاکم اعلیٰ خوست سمت جنوبی کو حکم دیا کہ فوراً فوج کا ایک دستہ لے کر روضہ پر پہنچو اور راتوں رات تابوت نکال کر کسی غیر معروف مقام کی طرف لے جاو۔ چنانچہ جنوری 1910 میں شاہ غاصی نے تابوت کو رات کے اندھیرے اور فوج کی حفاظت میں نکال کر کسی نامعلوم جگہ میں دفن کر دیا۔ اس طرح خدائی مصلحت نے حضرت شہید ؓ کی قبر کو شرک کی آماجگاہ بننے سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔ (تاریخ احمدیت جلد دوم ص۔ 328-315)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح حضرت مسیح ناصری پہلے حضرت یحییٰ علیہ السلام بطور ارہاص مبعوث کئے گئے تھے اسی طرح مجھ سے پہلے سیّد احمد صاحب بریلوی بطور ارہاص مبعوث کئے گئے کیونکہ وہ تیرہویں صدی کے مجدد تھے اور حضرتؑ صاحب فرماتے تھے کہ یہ ایک عجیب مشابہت ہے کہ جس طرح یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے اسی طرح سیّد احمد صاحب بریلوی بھی قتل ہوئے۔ اور اس طرح دونوں سلسلوں کے مسیحوں میں ایک مزید مشابہت پیدا کر دی۔ (سیرت المہدی حصہ سوم۔ 856)

ہوشیار پور کا مبارک سفر اور پسر موعود کے متعلق عظیم الشان پیشگوئی کا انکشاف

اب ہم 1886ء میں قدم رکھ رہے ہیں جو تاریخ احمدیت میں ایک نہایت درجہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دین اسلام کے شرف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت وعظمت کے اظہار کے لئے ایک پسر موعود کی عظیم الشان خبر دی گئی گو یہ پیشگوئی اپنی تفصیلات کے اعتبار سے پہلی دفعہ حضرت مسیح موعودؑ پر منکشف ہوئی مگر اپنی اصولی شکل میں وہ ہزاروں برس سے موجود تھی۔ چنانچہ مذہبی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً بنی اسرائیل کے سامنے یہ منادی کی گئی تھی کہ مسیح موعودؑ کے انتقال کے بعد اس کا فرزند اور پوتا اس کی آسمانی بادشاہت کا وارث ہوگا۔ بعد ازاں جب نعمت نبوت بنی اسمٰعیل کی طرف منتقل ہوئی تو پیغمبر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے متعلق یہ خبر دی۔ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُلَہٗ۔ یعنی وہ شادی کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی۔ اب صاف ظاہر ہے کہ محض شادی اور اولاد کا وجود تو کسی مامور الٰہی کی سچائی پر برہان نہیں بن سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے اندر بھاری نشان نہ رکھتے ہوں۔ پس بے شبہ مخبر صادق کا مقصود یہ تھا کہ مسیح موعودؑ ایک موعود شادی کریگا جو ایک زبردست آیت اللہ ہوگی جس کے نتیجے میں اسے ایک بلند مقام رکھنے والا صالح فرزند عطا کیا جائیگا جو اس کے روحانی کمالات کا نظیر و مثیل ہوگا اور جانشین بھی! وہ ہر امر میں اس کا مطیع ہوگا۔ اس کا شمار درگاہ الٰہی کے معزز بندوں میں ہوگا اور وہ دین اسلام کی حمایت کریگا۔

اب چونکہ اس موعود کے ظہور کا زمانہ قریب آرہا تھا اس لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے اسلام کے مختلف باکمال بزرگوں کو بھی اطلاع دے دی گئی۔ چنانچہ روم میں مولوی جلال الدینؒ ہندوستان میں حضرت نعمت اللہ ولی ہانسویؒ 1165ء اور شام میں محی الدین ابن عربیؒ نے کشفی آنکھ سے اس موعود کو دیکھا اور اپنے اپنے زمانہ میں اس کی خبر دیتے رہے بلکہ پانچویں صدی ہجری کے شامی بزرگ حضرت امام یحیٰ بن عقبؒ نے تو کھلے لفظوں میں یہ پیشگوئی فرمائی کہ وَمَحْمُوْدٌ سَیَظْھَرُ بَعْدَ ھٰذَا وَیَمْلِکُ الشَّامَ بِلَاقِتَالٍ یعنی مسیح موعودؑ اور ایک عربی النسل انسان بعد محمود ظاہر ہوگا۔ جو ملک شام کو کسی مادی جنگ کے بغیر فتح کریگا۔ بعض ائمہ شیعہ کو بھی بتایا گیا کہ ایک آنے والے موعود کا اسم گرامی محمود ہوگا۔

ہوشیار پور کا مبارک سفر

ان قدیم نوشتوں کے جلد پورا کرنے کے لئے خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں قادیان سے باہر چلہ کشی کرنے کی تحریک اٹھی اور آپ نے 1884ء میں سوجان پور کا فیصلہ کر کے اپنے عقیدت مند منشی عبداللہ صاحب سنوریؓ کو اپنی منشاء سے اطلاع بھی دے دی مگر حضورؑ کو الہاماً بتایا گیا کہ آپ کی عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی۔ سو حضورؑ بہلی میں بیٹھ کر دریائے بیاس کے راستے 22رجنوری 1886ء کو ہوشیار پور تشریف لے گئے اور چلہ کشی کے نتیجے میں مصلح موعود اور پردۂ غیب میں پوشیدہ جماعت کے شاندار مستقبل کے متعلق بھاری بشارتیں پانے اور تبلیغ اسلام کی مہمات میں حصہ لینے کے بعد 17 مارچ 1886ء کو بانیل مرام واپس قادیان پہنچے۔

حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوریؓ جنہیں اس موقعہ پر ابتداء سے آخر تک ہمسفر رہنے کا شرف نصیب ہوا اس مبارک سفر کی روداد یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحبؑ نے 1884ء میں ارادہ فرمایا تھا کہ قادیان سے باہر جا کر کہیں چلہ کشی فرمائیں گے اور ہندوستان کی سیر بھی کریں گے۔ چنانچہ آپ نے ارادہ فرمایا کہ سوجان پور ضلع گورداسپور میں جا کر خلوت میں رہیں اور اس کے متعلق حضورؑ نے ایک اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا پوسٹ کارڈ بھی مجھے روانہ فرمایا میں نے عرض کیا کہ مجھے بھی اس سفر اور ہندوستان کے سفر میں حضورؑ ساتھ رکھیں حضور نے منظور فرما لیا۔ مگر پھر حضورؑ کو سفر سوجان پور کے متعلق الہام ہوا کہ تمہاری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی۔ چنانچہ آپ نے سوجان پور جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور ہوشیار پور جانے کا ارادہ کر لیا۔ جب آپؑ ماہ جنوری 1886ء میں ہوشیار پور جانے لگے تو مجھے خط لکھ کر حضورؑ نے قادیان بلا لیا۔ اور شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور کو خط لکھا کہ میں دو ماہ کے واسطے ہوشیار پور آنا چاہتا ہوں کسی ایسے مکان کا انتظام کر دیں جو شہر کے ایک کنارہ پر ہو اور اس میں بالا خانہ بھی ہو۔ شیخ مہر علی نے اپنا ایک مکان جو طویلہ کے نام سے مشہور تھا خالی کروا دیا۔ حضورؑ بہلی میں بیٹھ کر دریائے بیاس کے راستے تشریف لے گئے۔ میں اور شیخ حامد علیؓ اور فتح خانؓ ساتھ تھے۔

فتح خان رسولپور متصل ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور کا رہنے والا تھا اور حضور کا بڑا معتقد تھا مگر بعد میں مولوی محمد حسین بٹالوی کے اثر کے نیچے مرتد ہو گیا۔ حضورؑ جب دریا پر پہنچے تو چونکہ کشتی تک پہنچنے کے رستہ میں کچھ پانی تھا اس لئے ملاح نے حضورؑ کو اٹھا کر کشتی میں بٹھایا جس پر حضورؑ نے اسے ایک روپیہ انعام دیا۔ دریا میں جب کشتی چل رہی تھی حضورؑ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا، کہ میاں عبداللہ کامل کی صحبت اس سفر دریا کے طرح ہے جس میں پار ہونے کی بھی امید ہے اور غرق ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔ میں نے حضورؑ کی یہ بات سرسری طور پر سنی مگر جب فتح خان مرتد ہوا تو مجھے حضرتؑ کی یہ بات یاد آئی۔ خیر ہم نے راستہ میں فتح خاں کے گاؤں میں قیام فرمایا اور اس غرض سے کہ ہمارا آپس میں کوئی جھگڑا نہ ہو ہم تینوں کے الگ الگ کام مقرر فرما دیئے۔ چنانچہ میرے سپرد کھانا پکانے کا کام ہوا۔ فتح خاں کی یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ بازار سے سودا وغیرہ لایا کرے شیخ حامد علی کا یہ کام مقرر ہوا کہ گھر کا بالائی کام اور آنے جانے والے کی مہمان نوازی کرے اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے بذریعہ دستی اشتہارات اعلان کر دیا کہ چالیس دن تک مجھے کوئی صاحب ملنے نہ آویں اور نہ کوئی صاحب مجھے دعوت کے لئے بلائیں۔ ان چالیس دن کے گزرنے کے بعد میں یہاں بیس دن اور ٹھہروں گا ان بیس دنوں میں ملنے والے ملیں دعوت کا ارادہ رکھنے والے دعوت دے سکتے ہیں اور سوال و جواب کرنے والے سوال و جواب کرلیں۔ اور حضرت صاحبؑ نے ہم کو بھی یہ حکم دے دیا کہ ڈیوڑھی کے اندر کی زنجیر ہر وقت لگی رہے۔ اور گھر میں کوئی شخص مجھے نہ بلائے۔ میں اگر کسی کو بلاؤں تو وہ اسی حد تک میری بات کا جواب دے جس حد تک کہ ضروری ہے اور نہ اوپر بالا خانہ میں کوئی میرے پاس آوے۔ میرا کھانا پہنچا دیا جاوے مگر اس کا انتظار نہ کیا جاوے کہ میں کھانا کھالوں۔ برتن پھر دوسرے وقت لے جایا کریں۔ نماز میں اوپر الگ پڑھا کروں گا تم نیچے پڑھ لیا کرو۔ جمعہ کے لئے حضرت صاحبؑ نے فرمایا کوئی ویران سی مسجد تلاش کرو جو شہر کے ایک طرف ہو۔ جہاں ہم علیحدگی میں نماز ادا کر سکیں۔ چنانچہ شہر کے باہر ایک باغ تھا اس میں ایک چھوٹی سی ویران مسجد تھی۔ وہاں جمعہ کے دن حضورؑ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور ہم کو نماز پڑھاتے تھے اور خطبہ بھی خود پڑھتے تھے۔

(خاکسار نے مقام چلہ کشی کے چاروں طرف اس مسجد کی تلاش کی ہے۔ آخر کار ہوشیار پور میں کمیٹی بازار میں ایک پرانی مسجد کی نشان دہی ہوئی ہے۔ یہ مسجد چلہ کشی والے مکان سے تقریباً 20 منٹ کی پیدل مسافت پر واقع ہے۔ خاکسار نے اس مسجد کا پچھلے سالوں میں پانچ دفعہ غور سے سروے کیا ہے۔ خاکسار اپنے ہوشیار پور کے مربی صاحب کو بھی ساتھ لے گیا تھا۔ اس وقت یہ مسجد لکھنؤ سے آئے ہوئے مسلمان جو فرقہ جعفریہ سے تعلق رکھتے ہیں کے قبضہ میں ہے۔ اس مسجد میں تقریباً تیس چالیس احباب نماز ادا کر سکتے ہیں۔ خاکسار جب بھی وہاں گیا ہے وہاں دو نوافل ادا کئے ہیں۔ اس مسجد کا ڈیزائن کا سٹائل مغلیہ دور کا ہے کم از کم دو سو سال پرانی بلڈنگ ہے۔ خاکسار کے خیال کے مطابق یہ وہی مسجد ہے جس میں حضرت مسیح موعودؑ جمعہ کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ مربی صاحب نے بھی بتایا کہ ہوشیار پور میں اس طرز تعمیر کی اور کوئی مسجد نہیں۔ تاہم کوئی لوکل احمدی اس پر مزید تحقیق کر سکتا ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہی مسجد ہے جس میں حضرت مسیح موعودؑ جمعہ کی نمازیں ادا کرتے رہے ہیں تو اس مسجد کی مرمت کوا دینی چاہئے۔ خاکسار نے اس مسجد کی کچھ فوٹو بھی لی ہوئی ہیں جو علیحدہ ایک صفہ پر لگائی ہیں۔)

میں کھانا چھوڑنے اوپر جایا کرتا تھا اور حضورؑ سے کوئی بات نہیں کرتا تھا مگر کبھی حضورؑ مجھ سے کوئی بات کرتے تھے تو جواب دے دیتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحبؑ نے مجھ سے فرمایا۔ میاں عبداللہ ان دنوں میں مجھ پر بڑے بڑے خدا تعالیٰ کے فضل کے دروازے کھلے ہیں اور بعض اوقات دیر دیر تک خدا تعالیٰ مجھ سے باتیں کرتا رہتا ہے اگر ان کو لکھا جاوے تو کئی ورق ہو جائیں۔

پسر موعود کے متعلق الہامات بھی اسی چلہ میں ہوئے تھے اور بعد چلہ کے ہوشیار پور سے ہی آپ نے اس پیشگوئی کا اعلان فرمایا جب چالیس دن گذر گئے تو پھر آپ حسب اعلان بیس دن اور وہاں ٹھہرے ان دنوں میں کئی لوگوں نے دعوتیں کیں اور کئی لوگ مذہبی تبادلہ خیالات کے لئے آئے اور باہر سے حضورؑ کے پرانے ملنے والے لوگ بھی مہمان آئے انہی دنوں میں مرلی دھر سے آپ کا مباحثہ ہوا۔ جو سرمہ چشم آریہ میں درج ہے۔ جب دو مہینے کی مدت پوری ہو گئی تو حضرت صاحبؑ واپس اسی راستہ سے قادیان روانہ ہوئے ہوشیار پور سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک بزرگ کی قبر

ہے۔ جہاں کچھ باغیچہ سالگا ہوا تھا وہاں پہنچ کر حضورؑ تھوڑی دیر کے لئے بہلی سے اتر آئے اور فرمایا یہ عمدہ سایہ دار جگہ ہے یہاں تھوڑی دیر ٹھہر جاتے ہیں اس کے بعد حضورؑ قبر کی طرف تشریف لے گئے میں بھی پیچھے پیچھے ساتھ ہو گیا۔ اور شیخ حامد علیؓ اور فتح خانؓ بہلی کے پاس رہے آپ مقبرہ پر پہنچ کر اس کا دروازہ کھول کر اندر گئے اور قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو جس بزرگ کی یہ قبر ہے وہ قبر سے نکل کر دو زانو ہو کر میرے سامنے بیٹھ گئے اور اگر آپ ساتھ نہ ہوتے تو میں ان سے باتیں بھی کر لیتا۔ ان کی آنکھیں موٹی موٹی ہیں اور رنگ سانولا ہے۔ پھر کہا کہ دیکھو اگر یہاں کوئی مجاور ہے تو اس سے ان کے حالات پوچھیں۔ چنانچہ حضورؑ نے مجاور سے دریافت کیا۔ اس نے کہا میں نے ان کو خود نہیں دیکھا کیونکہ ان کی وفات کو قریباً ایک سو سال گذر گیا ہے۔ ہاں اپنے باپ یا دادا سے سنا ہے کہ یہ اس علاقہ کے بڑے بزرگ تھے اور اس علاقہ میں ان کا بہت اثر تھا۔ حضور نے پوچھا ان کا حلیہ کیا تھا؟ وہ کہنے لگا سنا ہے سانولا رنگ تھا اور موٹی موٹی آنکھیں تھیں۔ پھر ہم وہاں سے روانہ ہو کر قادیان پہنچ گئے۔''

ہوشیار پور سے واپس قادیان آتے ہوئے تقریباً پانچ چھ میل کے فاصلہ پر۔ سڑک کے دائیں طرف کوئی تین سو گز کے فاصلہ پر ایک پرانے طرز کا مزار مجھے نظر آیا۔ اس مزار کا ڈیزائن مغل طرز تعمیر کا ہے۔ چاروں طرف دروازے ہیں۔ حضورؑ کے بیان کی روشنی میں خاکسار خاص طور پر اس مزار کو دیکھنے کے لئے گیا۔ یہ 1996ء کی بات ہے۔ 1947ء کی ہند پارٹیشن کے بعد سے ایک سکھ دوست اس پر قابض تھے۔ انہوں نے بتایا کہ جب انہوں نے اس جگہ پر قبضہ کیا تھا۔ تو یہاں درمیان میں مزار طرز کی ایک بڑی قبر تھی۔ جو آہستہ آہستہ ختم ہو گئی ہے۔ خاکسار نے اس وقت اس کی ایک فوٹو لے لی۔ جو اس کتابچہ میں شائع کر دی گئی ہے۔ میری نشان دہی کے بعد اس کی مکمل مرمت کی گئی اور اب یہ ایک مزار کی شکل اختیار کر گیا ہوا ہے۔

پسر موعود اور جماعت کی ترقی سے متعلق زبردست پیشگوئی

سفر ہوشیار پور کے ان اجمالی حالات میں حضورؑ کی چلہ کشی پسر موعود کی پیشگوئی اور مباحثہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جن کا تفصیلی ذکر اب کیا جاتا ہے۔

[i] **سیدنا** حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ہوشیار پور میں محض چلہ کشی کے لئے تشریف لے گئے تھے اور شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کے مکان کی بالائی منزل میں آپ چالیس روز تک دعاؤں میں مصروف رہے اس دوران میں حضورؑ کی خلوت نشینی کا عجیب حال تھا۔ شہر والوں سے تو دستی اشتہارات کے ذریعہ سے ملاقات کی ممانعت تھی اور اپنے تینوں لوگوں کو بھی جو آپ کے ہمسفر تھے زبانی یہ حکم دے دیا تھا کہ ڈیوڑھی ہر وقت لگی رہے کوئی شخص گھر میں بھی مجھے نہ بلائے میں اگر کسی کو بلاؤں تو وہ اتنا ہی میری بات کا جواب دے۔ جتنا ضروری ہے کھانا پہنچانے کے لئے بھی حضورؑ سے انہیں اوپر اجازت لے کر جانا پڑتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی آپ سے اس عرصہ میں مکالمات و مخاطبات کا وسیع سلسلہ جاری ہوا ہے۔ **بُوْرِكَ مَنْ فِيْهَا وَ مَنْ حَوْلَهَا**۔ اور حضورؑ نے تشریح فرمائی کہ **مَنْ فِيْهَا** سے تو میں مراد ہوں اور **مَنْ حَوْلَهَا** سے تم۔ اس طرح ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا۔ مجھے خدا اس طرح مخاطب کرتا ہے اور مجھ سے اس طرح باتیں کرتا ہے کہ اگر میں ان میں سے کچھ تھوڑا سا بھی ظاہر کر دوں تو یہ جو معتقد نظر آتے ہیں سب چھوڑ دیں۔ ان سب الہامات میں اہمیت اس پیشگوئی کو حاصل ہے جس میں آپ کو پسر موعود کی خبر دی گئی۔ اس لئے جب چلہ ختم ہوا تو حضرت اقدسؑ نے اپنے قلم سے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار تحریر کیا جو اخبار ریاض الہند (امرتسر) یکم مارچ 1886ء کی اشاعت میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔ چنانچہ آپؑ نے لکھا۔

[ii] ''پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ واعلامہ عزوجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے جل شانہ و عزاسمہ مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے۔ تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی

کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہوجائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملیگا وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت و دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے اپنے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائیگا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) ۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ **مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعُلَاءِ ۔ كَاَنَّ اللهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔** جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھیگا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائیگا۔ **وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۔** (اشتہار 20؍فروری 1886ء)

پھر خدائے کریم جلّشانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ

تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائیگا تیری نسل بہت ہوگی۔ اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤنگا اور برکت دوں گا۔ مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی............(اگلے حصہ سے مراد مخالفانہ شرکاء ہیں) اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہوجائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کریگا۔ یہاں تک کہ وہ نابود ہوجائیں گے۔ ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کریگا۔ خدا تیری برکتیں ارگرد پھیلائیگا اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا۔ اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دیگا۔ تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہیگی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہوجائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیگا۔ میں تجھے اٹھاؤنگا اور اپنی طرف بلاؤں گا پر تیرا نام صفحۂ ہستی سے کبھی نہیں اٹھیگا۔ اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مرینگے۔ لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کریگا اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤنگا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تابروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے............ خدا انہیں نہیں بھولیگا اور فراموش نہیں کرے گا۔ اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اجر پائیں گے۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس کے فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندے پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو اور اگر تم بھی پیش نہ کر سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔‘‘

فقط۔ الراقم خاکسار غلام احمد مؤلف براہین احمدیہ ہوشیار پور طویلہ شیخ مہر علی صاحب رئیس



وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے

عدالت ڈپٹی کمشنر گورداسپور جہاں حضرت مسیح موعودؑ کرم دین کے مقدمہ کے لئے تشریف لے گئے۔اس مقدمہ میں جب صحابہؓ کو علم ہوا کہ جج آپؑ کو سزا دینے پر مصر ہے اس پر صحابہؓ بہت گھبرائے ہوئے حضرت اقدسؑ کے پاس آئے اور سارا معاملہ عرض کیا۔اس وقت حضور لیٹے ہوئے تھے ذرا ہاتھ کے سہارے سے اُٹھے اور بڑے جلال کے ساتھ فرمایا وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے؟ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو باعزت اس مقدمہ سے بری کیا۔

چولہ بابا نانک صاحب

''ایک دفعہ مَیں نے باوا نانک صاحب کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے اپنے تئیں مسلمان ظاہر کیا اور مَیں نے پوچھا کہ ایک ہندو اُن کے چشمہ سے پانی پی رہا ہے۔پس مَیں نے اس ہندو کو کہا کہ یہ چشمہ گدلا ہے ہمارے چشمہ سے پانی پیؤ۔تیس برس کا عرصہ ہوا ہے۔جبکہ مَیں نے یہ خواب یعنی باوا نانک صاحب کو مسلمان دیکھا۔اسی وقت اکثر ہندوؤں کو سنایا گیا۔اور مجھے یقین تھا کہ اس کی کوئی تصدیق پیدا ہو جائے گی۔چنانچہ ایک مدّت کے بعد وہ پیشگوئی بکمال پوری ہوگئی۔اور تین سو برس کے بعد وہ چولہ ہمیں دستیاب ہو گیا کہ جو ایک صریح دلیل باوا صاحب کے مسلمان ہونے پر ہے۔یہ چولہ جو ایک قسم کا پیراہن ہے بمقام ڈیرہ باوا نانک صاحب کی اولاد کے پاس بڑی عزت اور حرمت سے بطور تبرک محفوظ ہے۔''

(نزول المسیح صفحہ 4-203)





چولہ حضرت بابا نانک

ڈیرا بابا نانک قادیان کے شمال مغرب کی طرف واقع ہے۔حضرت اقدسؑ بھی یہاں تشریف لے گئے تھے۔
حضرت بابا نانک صاحب کا چولہ وہاں موجود ہے۔حضرت بابا نانک صاحب حج کے لئے مکہ بھی تشریف لے گئے تھے۔


ہوشیار پور میں چلّہ کشی والے مکان کے داخلی دروازہ کی موجودہ تصویر


ہوشیار پور میں چلّہ کشی والے مکان کے داخلی دروازہ کی پرانی تصویر


مکان کی پہلی منزل پر موجود کمرے کا دروازہ کی پرانی تصویر


مکان کی چھت کا ایک پرانا منظر


مکان کی چھت کی موجودہ تصویر


مکان کے عقب سے پرانا منظر


مکان کی موجودہ تصویر



شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کے مکان کے اس کمرہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے
1886ء میں چالیس روز تک چلّہ کشی کی۔



چلّہ کشی والے مکان کے باہر کا منظر



چلہ کشی والے مکان کے نزدیک اس جگہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک جلسہ میں 1944ء میں مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کیا



چلّہ کشی والے مکان کی ایک پرانی تصویر



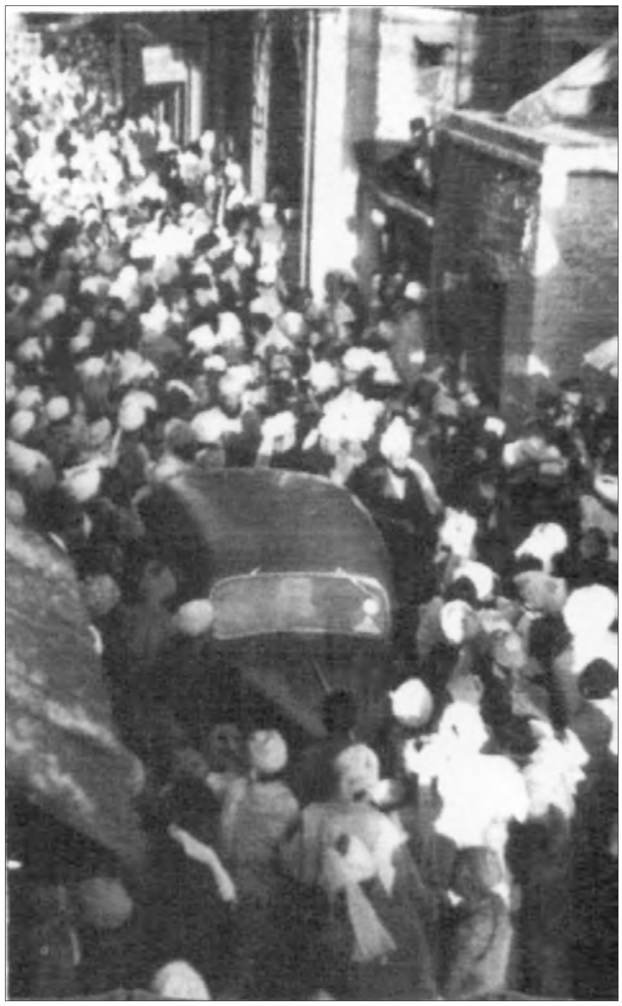
مکان کی پہلی منزل کی موجودہ تصویر



اس جلسہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ہوشیار پور میں
مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا



کوٹھی شیخ بشیر احمد صاحب لاہور جہاں 5-6 جنوری 1944ء کی درمیانی شب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر
بذریعہ رؤیا مصلح موعود ہونے کا انکشاف ہوا۔ حضورؓ احباب کے ساتھ



حضرت مصلح موعودؓ کی ہوشیار پور میں آمد



حضرت مصلح موعودؓ دہلی جلسہ مصلح موعود (1944ء) میں خطاب فرما رہے ہیں۔



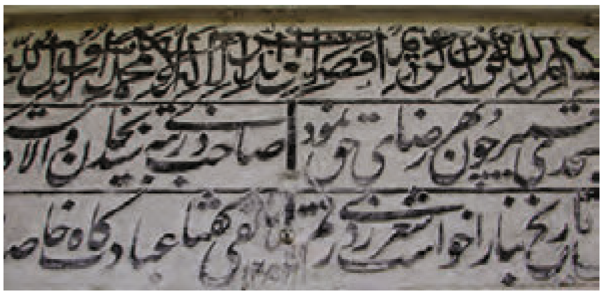
حضرت مصلح موعودؓ ہوشیار پور (1944ء) جلسہ مصلح موعود میں خطاب فرما رہے ہیں۔







ہوشیار پور میں کمیٹی بازار میں واقع مسجد جہاں مصنف کے خیال کے مطابق چلہ کشی کے دوران
حضرت مسیح موعود علیہ السلام احباب جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔
یہ مسجد چلہ کشی والے مکان سے بیس منٹ کی پیدل مسافت پر ہے اور اس وقت یہ مسجد لکھنؤ سے
آئے ہوئے مسلمان جو فرقہ جعفریہ سے تعلق رکھتے ہیں کے قبضہ میں ہے۔ اور اس کا
ڈیزائن حضرت مسیح موعودؑ کے دَور کے مطابق ہے۔





مزار کی حالیہ تصویر (2019ء) دائیں طرف کی توسیع 1993ء کے بعد کی گئی ہے



ہوشیار پور سے تقریباً پانچ چھ میل کے فاصلہ پر سڑک پر ایک پرانا مزار جہاں مصنف کے
خیال کے مطابق اس بزرگ کا مقبرہ ہے جہاں حضرت اقدسؑ نے ہوشیار پور سے قادیان
واپس آتے ہوئے دُعا کی (یہ تصویر 1993ء میں لی گئی تھی)

مسجد اور مزار کے متعلق یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ جماعت جامعہ احمدیہ کے کوئی استاد یا طالب علم سے ان دونوں مقامات کی مزید تحقیق کروائے
تا کہ ثابت ہو سکے کہ آیا کہ یہ دونوں مقامات وہی ہیں جن کا حضرت مسیح موعودؑ کے سفر ہوشیار پور سے تعلق ہے



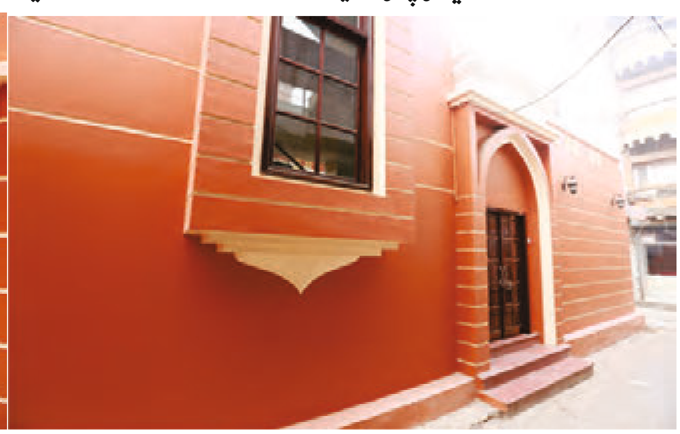
دارالبیعت لدھیانہ کی پرانی تصویر



دارالبیعت لدھیانہ کی پرانی تصویر



دارالبیعت لدھیانہ کاوہ کمرہ جہاں حضرت مسیح موعودؑ نے 23 مارچ 1889ء کو بیعت لے کر سلسلہ احمدیہ کی بنیاد رکھی



دارالبیعت کی باہر سے تصویر



دارالبیعت کا اندرونی منظر



بٹالہ میں انجینئرنگ کمپنی کی بلڈنگ
جس میں حضرت اقدسؑ ٹھہرا کرتے تھے
اب یہ عمارت گرادی گئی ہے



بٹالہ کی عدالت کا ایک منظر جس میں حضرت مسیح موعودؑ
کے خلاف قتل کے مقدمے کی سماعت ہوئی



بٹالہ چوک کی ایک فوٹو



احباب جماعت بمبئی ریلوے اسٹیشن پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا استقبال کرتے ہوئے



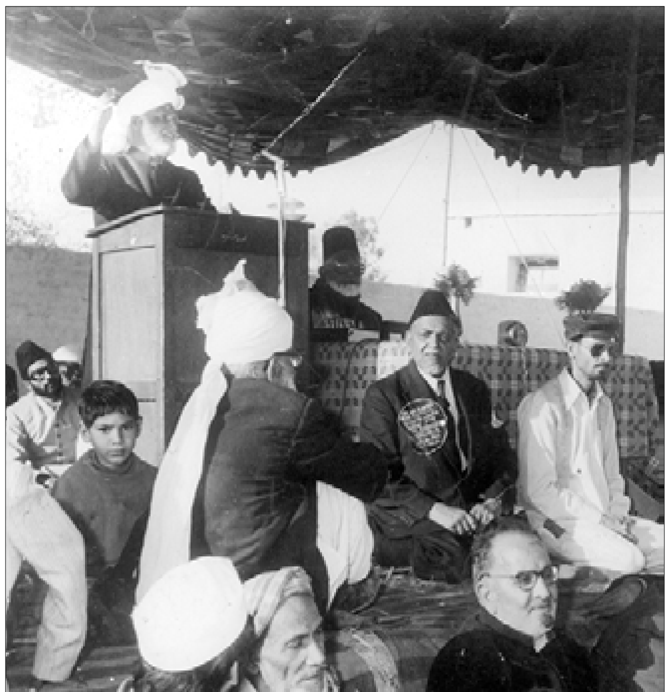
حضرت مصلح موعودؓ جلسہ سالانہ 1939ء سلور جوبلی کے موقعہ پر اسٹیج پر تشریف لا رہے ہیں



جب حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے 1973ء میں ہندوستان کا دورہ کیا تو
2 جنوری 1974ء کو منسٹر سردار گوردرشن سنگھ قادیان میں چوہدری صاحب کو حکومت ہند کی
نمائندگی میں استقبال کے لئے آئے۔



ڈاکٹر عبدالسلام صاحب بیرنگ کالج بٹالہ کے اساتذہ وطلباء کے ساتھ



جلسہ سالانہ قادیان



جلسہ سالانہ قادیان (دورِ درویشاں)

(اشتہار 20 فروری 1886ء)

اس عاجز کے اشتہار مؤرخہ 20؍فروری 1886ء میں ایک پیشگوئی دربارہ تولد ایک فرزند صالح ہے جو بصفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا۔ ایسا لڑکا بموجب وعدۂ الٰہی نوبرس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائیگا۔

یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جلشانہ نے ہمارے نبی کریم رؤف الرحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وعظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ واولیٰ واکمل وافضل واتم ہے۔
(تبلیغ رسالت جلد اول ص 74-72)

خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی 1888ء واشتہار یکم دسمبر 1888ء میں مندرج ہے اپنے لطف وکرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائیگا جس کا نام محمود بھی ہوگا اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔سو آج 12 جنوری 1889ء میں مطابق 9 جمادی الاول 1302ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود رکھا گیا ہے۔اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا۔اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائیگا خدائے عزوجل اس دن کو ختم نہیں کریگا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کرلے۔ مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا۔ اے فخر رسل قرب تو معلومم شد۔ دیر آمدہ زرہ دور آمدہ پس اگر حضرت باری جلشانہ کے ارادہ میں سیر سے مراد اسی قدر دیر ہے جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاؤل بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے ظہور میں آئی تو عجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو۔ ورنہ وہ بفضلہ تعالیٰ دوسرے وقت پر آئے گا۔ ہمارے بعض حاسدین کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری کوئی ذاتی غرض اولاد کے متعلق نہیں نہ کوئی نفسانی راحت ان کی زندگی سے وابستہ ہے۔ پس یہ ان کی بڑی غلطی ہے کہ جو انہوں نے بشیر احمد کی وفات پر خوشی کی اور بغلیں بجائیں۔انہیں یقیناً یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ہماری اتنی اولاد ہو جس قدر درختوں کے تمام دنیا میں پتے ہیں اور وہ سب فوت ہو جائیں تو ان کا مرنا ہماری سچی اور حقیقی لذت اور راحت میں کچھ خلل انداز نہیں ہوسکتا۔ عمیت کی محبت میت کی محبت سے اس قدر ہمارے دل پر زیادہ تر غالب ہے کہ اگر وہ محبوب حقیقی خوش ہو تو ہم خلیل اللہ کی طرح اپنے کسی پیارے بیٹے کو بدست خود ذبح کرنے کو تیار ہیں۔ کیونکہ واقعی طور پر بجز اس کے ہمارا کوئی پیارا نہیں جل شانہ وعزاسمہ۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ۔ (تبلیغ رسالت جلد اول ص 149-147 حاشیہ)

مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا۔(سبز اشتہار ص 21 حاشیہ) میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے۔ ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا پایا کہ محمود۔تب میں نے اس پیشگوئی کے شائع کرنے کے لئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا جس کی تاریخ اشاعت یکم دسمبر 1888ء ہے۔ (تریاق القلوب ص 77)

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

(درثمین ص 58)

بٹالہ کی یادگاریں

حضرت بھائی جی نے 30 جولائی 1953ء کو بٹالہ جا کر اکاون احباب کو ذیل کی یادگاریں دکھلائیں۔

پلیٹ فارم بٹالہ: اونچے پلیٹ فارم بٹالہ کا مشرقی حصہ جو شرقی واٹر پمپ، جہاں سے انجن پانی لیتے ہیں، سے کوئی پچاس فٹ مغرب کی طرف ہے یہ وہ مقام ہے جہاں بعد وصال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تابوت مبارک لاہور سے آنے والی گاڑی کے ڈبہ سے اتار کر رکھا گیا۔ تابوت ساڑھے گیارہ بجے رات گاڑی سے اتارا گیا تھا۔ اور قریباً ایک گھنٹہ یعنی ساڑھے بارہ بجے رات تک پلیٹ فارم پر رکھا رہا۔

آم کا درخت ۔ یہ وہ آم کا درخت ہے جس کے نیچے پلیٹ فارم سے تابوت اٹھا کر لا کر رکھا گیا تھا۔ یہ آم کا درخت اسٹیشن سے باہر سیڑھیاں اتر کر لب سڑک غربی جانب ہے اس درخت کے نیچے تابوت دو گھنٹے کے قریب رکھا رہا۔ پھر تابوت کو چارپائی پر رکھا گیا۔ یہیں سے قادیان سے آنے والے مسیح پاک کے پروانوں نے ہاتھوں ہاتھ کندھوں پر قادیان پہنچا دیا۔ اس آم کے درخت کے متعلق حضرت بھائی جان کے بیان فرمودہ کی تصدیق حضرت ڈاکٹر عطر دین صاحبؓ نے بھی فرمائی۔ جو خوش قسمتی سے 1908 میں بھی اسی جگہ تھے۔ اور بٹالہ دیکھنے والے اس حالیہ قافلہ میں بھی شامل تھے۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؓ موصوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے۔ حضرت ام المومنین نور اللہ مرقدہا رتھ میں تشریف لائیں۔ رتھ کے ساتھ حضرت بھائی جیؓ تشریف لائے۔ رتھ نو بجے صبح قادیان پہنچا۔

سرائے مائی اچھراں دیوی: یہ سرائے ریلوے روڈ پر واقع ہے۔ اور رائیل فونڈری بٹالہ۔ کارخانہ ٹوکہ وغیرہ۔ کے قریب بازار کے مشرقی حصہ میں ہے۔ اس سرائے کے دروازے پر تحریر ہے کہ اس کی بنیاد 15 اگست 1893ء کو رکھی گئی تھی۔ سرائے کا دروازہ مغرب کی طرف سڑک کی طرف کھلتا ہے۔ دروازہ کے اندر داخل ہوتے ہی سیڑھیاں دائیں جانب سے اوپر کو چڑھتی ہیں۔ ایک کمرہ کے سامنے جا کر ختم ہو جاتی ہیں جو دوسری منزل پر ہے۔ یہی وہ کمرہ ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آخری سفر اپریل 1908ء میں لاہور جاتے ہوئے قیام فرمایا تھا۔ کمرہ تا حال وہی ہے اس میں کوئی ردوبدل نہیں کیا گیا۔ اس کمرہ کی لمبائی گیارہ فٹ نو انچ اور چوڑائی گیارہ فٹ سات انچ ہے۔ اس سفر میں کل افراد حضورؑ سمیت دس تھے۔ چھ افراد خاندان اور چار خدام۔ یہیں سے حضرت ام المومنینؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام علی وال بھی لے گئے تھے۔ از مولف۔ حضورؑ اور حضرت اماں جانؓ اور پانچ اولاد گویا کل افراد سات ہوئے چھ افراد کہنے میں سہو ہوا ہے۔

ذیل گھر بٹالہ: اسکی نچلی منزل تا حال حسب سابق ہے۔ اوپر کی منزل میں نئے کمرے بن گئے ہیں۔ حضرت بھائی جی نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس عمارت میں بھی قیام فرمایا کرتے تھے۔ لیکن اس جگہ قیام فرمانا 1895ء سے قبل کا ہے۔ حضرت بھائی جی کی آمد 1895ء کے بعد بھی رتھ اسی مکان میں ٹھہرا کرتی تھی۔ نیز بھائی جی نے بتایا کہ محمد اکبر صاحب ٹھیکیدار کا ٹال ذیل گھر کے جنوبی جانب تھا۔ محمد بخش صاحب جنہوں نے مارٹن والے مقدمہ میں مولوی محمد حسین صاحب کے نیچے سے اپنی چادر کھینچی تھی۔ محمد اکبر صاحب موصوف کے بھائی تھے ٹھیکیدار الہ یار صاحب بھی ان کے تیسرے بھائی تھے۔

چوک: آر ایم بٹالہ کی کچہری کے بڑے گیٹ کے سامنے والا۔ یہ چوک وہ مقام ہے جہاں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مارٹن کلارک والے مقدمہ کی تاریخ کے روز بڑا سا جبہ پہن کر ایک ہجوم کے ساتھ، کسی بڑے منظر کی امید میں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قادیان سے بٹالہ پہنچنے کے منتظر تھے۔ لیکن دیکھتے کیا ہیں کہ مسیح موعود علیہ السلام یکہ سے ہنستے ہوئے اترے اور آپ کے استقبال کو کپورتھلہ کی جماعت کے افراد موجود تھے۔ جن میں سے چند دوست تو حضورؑ کو لینے بٹالہ سے باہر قادیان کی طرف انارکلی کے قریب تک آئے ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس شان سے لاتے دیکھ کر مولوی محمد حسین صاحب جل بھن گئے اور اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے چلے گئے۔

فوجی سرائے: یہ وہی سرائے ہے جس کے ایک حصہ میں آجکل ریزیڈنٹ مجسٹریٹ صاحب کی عدالت ہے۔ اور ایک حصہ میں میونسپل کمیٹی کے دفتر۔ اس کمیٹی کے جنوب مشرقی کونہ کے کورے کی چھت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک رات قیام فرمایا کیونکہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب بہادر نے دوسرے روز کی تاریخ دی تھی۔ صاحب مجسٹریٹ کا نام ڈگلس ینگ تھا جو بعد میں 'سر' بھی ہو گئے تھے۔

ڈسٹرکٹ بورڈ ریسٹ ہاؤس ''ڈاک بنگلہ'': یہ وہ عمارت ہے جہاں مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف مقدمہ مارٹن کلارک کی دو روز پیشی ہوئی تھی۔ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور اس ریسٹ ہاؤس میں قیام فرماتھے۔ریسٹ ہاؤس کے مشرقی میدان میں سپرنٹنڈنٹ پولیس مع عملہ کیمپوں میں تھے۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام مع اپنے خدام کے بٹالہ پہنچنے کے بعد ریسٹ ہاؤس میں تشریف لے گئے جس میں کہ مقدمہ کی پیشی تھی۔ پادری مارٹن کلارک پہلے ہی اندر تھے۔ریسٹ ہاؤس کا وہ کمرہ ''عدالت کا کمرہ'' تھا۔جوعمارت کے شمال مغربی حصہ میں ہےاور جس کمرہ کے شمال اور مغرب میں دونوں طرف برآمدہ ہے وہ اب تک اسی شکل میں ہے حضرت بھائی صاحب نے بتلایا کہ لمبی میز پر کمرہ میں مسٹرڈگلس بیگ مشرق کی طرف منہ کر کے تشریف رکھتے تھے۔دوکرسیاں ڈگلس صاحب کے دائیں اور بائیں میز کے غربی جانب تھیں۔دائیں طرف والی کرسی پر پادری مارٹن کلارک صاحب تھےاور بائیں والی کرسی حضرت مسیح موعودؑ کو پیش کی گئی۔سب سے اول عبدالحمید کی گواہی ہوئی۔پھر مولوی محمد حسین صاحب کو بلایا گیا۔مولوی صاحب جب اندر آئے تو حضرت اقدسؑ کو کرسی پر تشریف رکھے ہوئے دیکھ کر پھنک گئے اور صاحب مجسٹریٹ سے کرسی کی درخواست کی پہلی دفعہ صاحب بہادر نے کوئی جواب نہ دیا۔تو مولوی صاحب نے پھر اصرار کیا۔جس پر سخت ذلت نصیب ہوئی۔اور جواب ملا کہ بک بک مت کر سیدھا کھڑا ہو جا۔اس پر مولوی صاحب نے جو گواہی دینی تھی دی اور باہر نکلے۔باہر کمرہ عدالت کے شمالی برآمدہ کی غربی ڈاٹ کے نیچے ایک مسلمان محمد بخش صاحب کی چادر بچھی ہوئی تھی مولوی صاحب جھٹ اس پر بیٹھ گئے۔محمد بخش صاحب نے جب دیکھا تو چادر کھینچ لی اور کہا۔جا مولوی میری چادر کیوں پلید کرتا ہےتو تو مسلمان کے خلاف جھوٹی گواہی پادریوں کے حق میں دے کر آیا ہے۔جب یہاں بھی ذلت نصیب ہوئی تو پولیس کے کیمپوں کے قریب کسی اردلی کی کرسی رکھی تھی۔مولوی صاحب اپنی خفت مٹانے کے لئے اس پر براجمان ہوئے۔چنانچہ جب اردلی نے دیکھا کہ مولوی صاحب افسر سے کرسی کی وجہ سے جھاڑ کھا کر اس کی کرسی پر بیٹھ گئے ہیں تو اس نے بھی اٹھا دیا۔اور مولوی صاحب نے حضورؑ کے الہام ''انی مھین من اراد اِھانتک'' کے متعدد نظارے ایک قلیل مدت میں کئے۔حضرت اقدسؑ اس روز کمرہ عدالت کے اندر قریباً ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھے رہے۔حضور اقدسؑ کی طرف سے وکیل مولوی فضل الدین صاحب لاہور والے تھے۔پھر مقدمہ دوسرے روز پر ملتوی ہو گیا۔اور پولیس کے ذریعہ سے عبدالحمید گواہ کو صحیح گواہی دینے کو کہا گیا۔چنانچہ عبدالحمید نے دوسرے روز اپنی گواہی دی۔اور حضرت اقدسؑ کی معصومیت اور اپنے اور پادری مارٹن کے جھوٹا ہونے پہ مہر ثبت کر دی۔ یہ واقعہ اگست 1897ء کا ہے دوسرے روز تاریخ پر حضرت اقدسؑ کی بریت کی اطلاع دی گئی۔ (بدر۔تین اگست 1953)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دہلی

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی شادی دہلی میں ہوئی 17 نومبر 1884ء کو ہوئی جناب شیخ الکل سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے حضرت خواجہ میر درد صاحبؒ کی مسجد میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا نکاح پڑھا۔تاریخ احمدیت حصہ دوم۔رخصتانہ وہاں ہی ہوا تھا۔حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ اور لالہ ملاوامل صاحب دو باراتی تھے۔حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ نے بیان کیا۔دہلی میں حضرت ناصر نواب صاحبؓ کے ہاں پہنچے تو بیٹھک میں ٹھہرایا گیا......گھر پر ہی رخصتانہ عمل میں آیا۔ (اصحاب احمد جلد دہم ص32)

1891ء میں دہلی میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی جائے قیام ومقامات مناظرہ۔حضورؑ 29 ستمبر 1891ء کو دہلی پہنچے اور نواب لوہارو کی دومنزلہ کوٹھی واقع محلہ بلیماران میں مقیم ہوئے۔پہلی منزل میں مرد اور بالائی منزل میں ام المومنینؓ ۔20 اکتوبر 1891 کو اپنے بارہ ساتھیوں سمیت حضرت اقدس علیہ السلام جامع مسجد، دہلی میں جنوبی دروازہ سے تشریف لے گئے اور مسجد کی وسطی محراب میں رونق افروز ہوئے۔شیخ الکل جناب سید مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی مباحثہ کے لئے مسجد کے شمالی دروازہ سے آئے اور اس دالان میں بیٹھے جس کا سلسلہ دروازے کے اندر قدم رکھتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔سید صاحب کی طرف سے مباحثہ سے گریز ہوئی۔تو پولیس افسر نے اعلان کر دیا کہ مباحثہ نہیں ہوگا۔اس پر سید صاحب باہر جا چکے تھے۔خدام نے حضورؑ کے گرد حلقہ کر لیا۔سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی ہمراہ تھے۔اور اپنی گاڑی میں انہوں نے حضورؑ کو جائے قیام پر بھجوا دیا۔

23 اکتوبر 1891 کو اسی کوٹھی میں حضرت اقدس علیہ السلام سے جناب سید محمد بشیر صاحب ساکن سہسوان ضلع بدایوں کا تحریری مناظرہ ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم ص 249-232)

24 اکتوبر 1905ء کو بعض احباب کی خواہش پر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے دہلی کی سیر کی اجازت چاہی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ لہو ولعب کے طور پر پھرنا درست نہیں یہ فضول بات ہے۔ میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ ہاں یہاں اکثر اولیاء اللہ اور اکابر امت کے مزار ہیں۔ ان پر جانے کا ہمارا بھی ارادہ ہے۔ وہاں ہو آئیں۔ ایک فہرست ان مزاروں کی تیار کر لی جائے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل بزرگوں کے نام لکھوائے گئے۔

خواجہ باقی باللہ صاحب	1564-1524ء	خواجہ میر درد صاحب	وفات۔ 1785ء
شاہ ولی اللہ صاحب	1763-1703ء	خواجہ نظام الدین صاحب	1325-1238ء

مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی وفات۔ 1356ء

فہرست تیار ہونے پر بعض خدام کے ساتھ جن میں حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ بھی تھے گاڑیوں میں روانہ ہوئے راستہ میں فرمایا۔ قبرستان میں ایک روحانیت ہوتی ہے اور صبح کا وقت زیارت قبور کے لئے سنت ہے۔ یہ ثواب کا کام ہے۔ اور اس سے انسان کو اپنا مقام یاد آ جاتا ہے۔ اور اس سے آدمی کے دل پر عمدہ اثر پڑتا ہے۔ انسان اس دنیا میں ایک مسافر ہے آج زمین کے اوپر ہے اور کل زمین کے نیچے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان قبر پر جاوے تو کہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْن۔ انسان صاحب قبر کی مغفرت اور ترقی درجات کے لئے دعا کرے۔ درود شریف بھی ایک دُعا ہے۔ (الحکم 31 اکتوبر 1905ء ص 2)

قبرستان میں بہت سی قبریں ایک دوسری کے قریب قریب اور اکثر زمین کے ساتھ ملی ہوئی تھیں۔ حضرت اقدسؑ نہایت احتیاط سے ان قبروں کے درمیان چلتے تھے۔ حضرت باقی باللہ کے مزار پر پہنچ کر حضور نے دونوں ہاتھ اٹھا کر لمبی دعا کی۔ دعا کے بعد مفتی محمد صادق صاحبؓ نے عرض کیا کہ قبر پر کیا دعا کرنی چاہئے۔ فرمایا صاحب قبر کے واسطے دعائے مغفرت کرنی چاہئے اور اپنے واسطے بھی خدا سے دعا کرنی چاہئے۔ انسان ہر وقت دعا کا محتاج ہے۔ قبر کے سرہانے کی طرف ایک دعا خواجہ صاحب کے متعلق لکھی تھی جو حضور کی ہدایت پر مفتی صاحبؓ نے نقل کر لی۔ حضرت اقدسؑ نے اس موقعہ پر فرمایا۔ خواجہ باقی باللہ بڑے مشائخ میں سے تھے۔ شیخ احمد سرہندی کے پیر تھے۔ نیز فرمایا۔ خواجہ باقی باللہ کی عمر بہت تھوڑی تھی۔ مولوی عبد الکریم صاحب مرحومؓ سے بھی کم عمر پائی تھی۔ الغرض حضور خواجہ صاحب کے مزار پر دعا کر کے واپس اپنی فرودگاہ پر تشریف لے گئے۔ (بدر 31 اکتوبر 1905ء ص 2)

26 اکتوبر 1905ء کو حضورؑ خواجہ میر درد صاحبؒ کے مزار پر جماعت کو ساتھ لے گئے اور لمبی دعا کی۔ وہاں سے فارغ ہو کر حضرت ولی اللہ شاہ صاحب اور آپ کے والد حضرت شاہ عبد الرحیم (1719-1644) کے مزار پر گئے اور بہت دیر تک دعا میں مصروف رہے۔ 29 اکتوبر 1905ء کو شاہ نظام الدین صاحب محبوب الٰہی قدس اللہ سرّہ کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے۔ اس وقت وہاں کے سجّادہ نشینوں میں سے صاحبزادہ غلام معین الدین نظامی کے علاوہ خواجہ حسن نظامی صاحب بھی موجود تھے۔ جنہوں نے نہایت محبت وخلوص سے تمام مقامات دکھائے اور ہر مقام کے تاریخی حالات عرض کئے اور ایک کتاب بنام ''شواہد نظامی'' پیش کی۔ بلکہ حضورؑ کے وہاں تشریف لے جانے سے پیشتر مکان پر آ کر یہ بھی عرض کی۔ آپ جب وہاں آئیں تو اپنے اصحاب کے ساتھ میری دعوت قبول فرمائیں۔ خواجہ صاحب حضورؑ کی دہلی سے روانگی کے وقت پر بھی اسٹیشن پر موجود تھے۔ حضرت اقدسؑ نے شاہ نظام الدین صاحب اولیاء اور امیر خسرو۔ 1325-1253ء کے مزار پر فاتحہ پڑھا۔ (الحکم 31 اکتوبر 1905ء ص 2)

جب حضرت اقدسؑ دہلی سے قادیان واپس آئے تو حضورؑ نے خواجہ حسن نظامی صاحب کے زبانی اصرار اور تحریری درخواست کے جواب میں۔ جو انہوں نے بعد کو بذریعہ ڈاک قادیان بھیجی تھی۔ مندرجہ ذیل تحریر بھجوائی۔

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَجَمِيْعِ عِبَادِهِ الصَّالِحِيْنَ

اما بعد شعبان المبارک 1323ھ میں مجھے جب دہلی جانے کا اتفاق ہوا۔ تو مجھے ان صلحاء اولیاء الرحمن کے مزاروں کی زیارت کا شوق پیدا ہوا جو خاک میں سوئے ہوئے ہیں۔ کیونکہ جب مجھے دہلی والوں سے محبت اور انس محسوس نہ ہوئی تو میرے دل نے اس بات کے لئے جوش مارا کہ وہ ارباب

صدق وصفا اور عاشقان حضرت مولیٰ جو میری طرح اس زمین کے باشندوں سے بہت سا جور و جفا دیکھ کر اپنے محبوب حقیقی کو جا ملے۔ان کی متبرک مزاروں کی زیارت سے اپنے دل کو خوش کرلوں۔بس میں اسی نیت سے حضرت خواجہ شیخ نظام الدین ولی اللہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر گیا۔اور ایسا ہی دوسرے چند مشائخ کی متبرک مزاروں پر بھی۔خدا ہم سب کو اپنی رحمت سے معمور کرے۔آمین ثم آمین۔

الراقم عبداللہ الصمد غلام احمد المسیح الموعودؑ۔من اللہ الاءحہ القادیانی 12 نومبر 1905ء۔ (بدر 24 نومبر 1905ص 3)

حضرت سید نا مصلح موعود رضی اللہ عنہ دہلی میں۔1938ء میں حضورؓ براستہ کراچی و بمبئی اور حیدرآباد دکن تشریف لے گئے۔واپسی پر تاج محل آگرہ دیکھا اور پھر دہلی کے کئی مقامات بھی۔حضورؓ فرماتے ہیں۔تاج محل آگرہ جو دنیا کے سات عجائبات میں سے ہے۔وہاں کا قلعہ فتح پور سیکری مقبرہ حضرت خواجہ سلیم چشتی جو حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر کی اولاد میں سے دیکھے۔حضرت خواجہ سلیم چشتی کے مزار سے دعا کر کے حضور باہر نکلے تو اس درسگاہ کے لوگ پیسے مانگتے تھے۔حضورؓ کے فرمانے پر کچھ رقم ملک صلاح الدین صاحب نے دی۔

حضور ؓ فرماتے ہیں: قلعہ فتح پور سیکری درحقیقت مغلیہ خاندان کے عروج کی ایک حیرت انگیز مثال ہے۔چند سال کے اندر اندر شاہ اکبر کا اس قدر زبردست قلعہ اور شہر تیار کر دینا جس کے آثار کو اب تک امتداد زمانہ نہیں مٹا سکا وہ بہت بڑی طاقت اور سامانوں کی فراوانی پر دلالت کرتا ہے۔حلقہ اتنا وسیع ہے کہ دوربین سے ہی اس کی حدود کو دیکھا جاسکتا ہے۔دہلی میں جامع مسجد، دہلی کا قلعہ، مزار حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، منصور و ہمایوں کے مقابر، لاٹ قطب صاحب، حوض خاص، پرانا قلعہ، جنتر منتر، تغلق آباد اور اوکھلا بند میں نے دیکھے۔ہر جگہ میری طبیعت ان نشانات کو دیکھ دیکھ کر ماضی میں گم ہو جاتی تھی۔میں مسلمانوں کو ماضی میں دیکھتا اور حیران رہ جاتا۔کہ انہوں نے کتنے بڑے بڑے قلعے بنائے اور کس طرح ان قلعوں میں کھڑے ہو کر چیلنج کیا کرتے تھے کہ کوئی ہے جو ہمارا مقابلہ کر سکے۔مگر آج مسلمانوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔پھر میں ان کے حال کو دیکھتا اور افسردہ ہو جاتا تھا۔لیکن تغلق آباد کے قلعے کو دیکھ کر جو کیفیت میرے قلب کی ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔یہ قلعہ غیاث الدین تغلق کا بنایا ہوا ہے اور اس کے پاس اس کا مقبرہ بھی ہے۔یہ قلعہ ایک بلند جگہ پر واقع ہے۔خاصہ اوپر چڑھ کر اس میں داخل ہونا پڑتا ہے۔جہاں تک ٹوٹے پھوٹے آثار سے بھی سمجھ سکا ہوں۔اس کی تین فصیلیں ہیں۔اور ہر فصیل کے بعد زمین اور اونچی ہو جاتی ہے۔آخر ہم ایک عمارت پر پہنچے جو ایک بلند ٹیکرے پر بنی ہوئی تھی۔یہاں سے ساری دہلی نظر آتی تھی۔اس کا قطب مینار، اس کا پرانا قلعہ، نئی اور پرانی دہلی اور ہزاروں عمارات اور کھنڈر چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہے تھے۔اور قلعہ ان کی طرف گھور رہا تھا۔میں اس جگہ پہنچ کر کھڑا ہو گیا اور پہلے تو اس عبرتناک نظارہ پر غور کرتا رہا کہ یہ بلند ترین عمارت جو تمام دہلی پر بطور پہرہ دار کھڑی ہے۔اس کے بنانے والے کہاں چلے گئے۔وہ کس قدر اولوالعزم، کس قدر باہمت اور کس قدر طاقت وقوت رکھنے والے بادشاہ تھے۔جنہوں نے ایسی عظیم الشان یادگاریں قائم کیں وہ کس شان کے ساتھ یہاں مرے۔مگر آج ان کی اولاد کا کیا حال ہے۔وہ بڑھئی، لوہار، موچی اور میراثی کا کام کر رہی ہے۔میں انہی خیالات میں تھا کہ میرے خیالات میرے قابو سے باہر نکل گئے اور میں کہیں کا کہیں جا پہنچا۔سب عجائبات جو سفر میں میں نے دیکھے تھے میری آنکھوں کے سامنے سے گزر گئے۔دہلی کا وسیع نظارہ جو میری آنکھوں کے سامنے تھا میری آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو گیا۔اور آگرہ اور حیدرآباد اور سمندر کے نظارے ایک ایک کر کے سامنے سے گزرنے لگے۔آخر وہ سب ایک اور نظارہ کی طرف اشارہ کر کے خود غائب ہو گئے۔میں اس محویت کے عالم میں کھڑا رہا اور کھڑا رہا اور میرے ساتھی حیران تھے کہ اس کو کیا ہو گیا یہاں تک کہ مجھے پیچھے سے اپنی لڑکی کی آواز آئی کہ ابا جان دیر ہو گئی ہے۔میں اس آواز کو سن کر پھر اسی مادی دنیا میں آ گیا مگر میرا دل اس وقت رقت انگیز جذبات سے پُر تھا۔نہیں وہ خون ہو رہا تھا اور خون کے قطرے اس سے ٹپک رہے تھے مگر اس زخم میں ایک لذت بھی تھی اور وہ غم سرور سے ملا ہوا تھا۔میں نے افسوس سے اس غم کو دیکھا اور کہا کہ ''میں نے پالیا۔میں نے پالیا۔'' جب میں نے کہا ''میں نے پالیا۔میں نے پالیا'' تو اس وقت میری وہی کیفیت تھی جس طرح آج سے دو ہزار سال پہلے گیا کے پاس ایک بانس کے درخت کے نیچے گوتم بدھ کی تھی جبکہ خدا تعالیٰ کا قرب اور اس کا وصال حاصل کرنے کے لئے بیٹھا رہا اور بیٹھا رہا اور وہ دنیا کے راز کو سوچنے لگا تب گوتم بدھ نے یک دم اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا ''میں نے پالیا۔میں نے پالیا'' حضورؓ پر جو انکشاف ہوا تھا حضورؓ نے 1958-1938ء کی جلسہ سالانہ کی متعدد تقاریر میں اس ''سیر روحانی'' کا ذکر کیا ہے۔

(تابعین اصحاب احمد جلد نہم بحوالہ سیر روحانی جلد اول ص 3-11)

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا 1991ء میں ہندوستان کا دورہ

تاریخی صد سالہ جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ بھارت 1991ء میں شرکت کی غرض سے حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ مورخہ 15 دسمبر 1991 بروز اتوار ساڑھے پانچ بجے شام مسجد فضل لندن سے دعاؤں کے ساتھ قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔ ہیتھرو ایئرپورٹ سے فلائٹ نمبر BA1147 کے ذریعہ آپ نے دہلی کے لئے سفر کیا۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ افرادخانہ اور قافلہ کے ممبران کے علاوہ مختلف ممالک کے تقریباً 25 مزید افراد بھی تھے۔ آپ مورخہ 16 دسمبر صبح دہلی ایئرپورٹ پر تشریف لائے۔ آپ کو وی آئی پی ہونے کی حیثیت سے کسٹم والوں نے بہت جلدی فارغ کر دیا۔ لیکن آپ ویٹنگ روم میں تقریباً دو گھنٹے انتظار کرتے رہے جب تک کہ سارے قافلہ کا سامان کسٹم والوں نے کلیئر نہیں کر دیا۔ دہلی میں آپ کا مکرم ناظر اعلیٰ صاحب ربوہ، مکرم ناظر اعلیٰ صاحب قادیان، مکرم وکیل اعلیٰ صاحب ربوہ اور دیگر بہت سے افراد نے استقبال کیا۔ ایئرپورٹ سے آپ قافلہ کے ساتھ سیدھے احمدیہ مسجد دہلی تشریف لے گئے۔ وہیں آپ کی رہائش کا انتظام تھا۔ شام کو مغرب اور عشاء کی نمازوں کے بعد مجلس عرفان منعقد ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ہندوستان کے احباب جن کو پہلی بار خلیفہ وقت کو دیکھنے کا موقعہ مل رہا تھا وہ حضورؒ کے چہرہ مبارک کو مسلسل دیکھتے جاتے تھے لیکن سوال یا جواب کی طرف خیال کم تھا۔ ان کو ابھی یقین نہیں آتا تھا کہ خلیفہ وقت ان کے درمیان بیٹھے ہیں۔

[i] اگلے روز ایک دن کے لئے حضور انورؒ سکندرہ، فتح پور سیکری اور آگرہ کی سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ مورخہ 18 دسمبر کو دہلی کے مختلف مقامات کی سیر کی جن میں تغلق آباد، قطب مینار، مزار حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ 19 دسمبر کو پہلے تو ہوائی جہاز سے امرتسر جانے کا پروگرام تھا۔ ان دنوں موسم کی خرابی کی وجہ سے فلائٹ کینسل ہو رہی تھیں اس کے پیش نظر حضورؒ کی منظوری سے مکرم آفتاب احمد خان صاحب امیر جماعت یوکے نے سپیشل ڈبوں کا صبح کی ایک امرتسر جانے والی ریل گاڑی کے ساتھ لگوانے کا انتظام کر لیا۔ اس کے لئے مکرم آفتاب صاحب کی کوششیں قابل تعریف ہیں۔ ریل گاڑی قافلہ کو لے کر بعد دوپہر امرتسر ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئی۔ یہاں سے پروگرام کے مطابق ریل گاڑی کو دو بجے چل کر تقریباً ساڑھے چار بجے قادیان اسٹیشن پر آنا تھا۔ لیکن جب گاڑی کے چلنے کا وقت آیا تو پتہ چلا کہ انجن میں خرابی پیدا ہو گئی ہے اور اس کے تبدیل کرنے میں کم از کم ڈھائی گھنٹے لگیں گے۔ اس کی وجہ سے حضور انورؒ قادیان اس دن مغرب کے بعد پہنچے جہاں قادیان ریلوے اسٹیشن پر ممبران صدر انجمن احمدیہ قادیان اور دوسرے بزرگان جماعت نے حضورؒ کا پر جوش اور والہانہ نعروں کے ساتھ استقبال کیا۔ ریلوے اسٹیشن سے حضورؒ کار کے ذریعہ احمدیہ محلہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مرکزی دفتر خدام الاحمدیہ کے پاس حضورؒ کار سے اتر آئے اور وہاں سے دارالمسیح کی طرف پیدل چل پڑے۔ بڑے چھوٹے، نوجوان، بچے اور بوڑھے سب سڑک کے دونوں طرف دارالمسیح تک بہت ہی بڑی تعداد میں حضورؒ کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ حضورؒ سب سے مصافحہ کرتے ہوئے آہستہ آہستہ آگے چلتے گئے۔ قادیان والوں کو پہلی دفعہ خلیفہ وقت کو دیکھنے کا موقعہ مل رہا تھا اس لئے احباب پاگلوں کی طرح آگے ہو ہو کر حضور کو دیکھنے اور ہاتھ لگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ ایک عجیب ہی لیکن پر لطف منظر تھا جو کہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ دارالمسیح کے گیٹ پر جب حضورؒ پہنچ گئے تو اس قدر مجمع ہو گیا تھا۔ کہ ان کو کنٹرول کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ حضورؒ دارالمسیح کے اندر تشریف لے گئے لیکن احباب کم از کم آدھا گھنٹہ بعد تک پر جوش نعرے لگاتے رہے۔

[ii] چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ ربوہ جلسہ سالانہ کے ناظم اعلیٰ تھے۔ لیکن بعض قانونی وجوہات کی وجہ سے ان کو وقت پر ہندوستان کا ویزا نہ مل سکا۔ اس لئے جب خاکسار لندن سے قادیان کے لئے روانہ ہوا تو اسی دن مکرم آفتاب احمد خان صاحب جو کہ حضور انورؒ کے پروگرام کے انچارج تھے، نے مجھے ٹیلیفون پر بتایا کہ حضور انورؒ نے خاکسار کو چوہدری حمید اللہ صاحب کی غیر حاضری میں ان کے قادیان آنے تک جلسہ سالانہ کا ناظم اعلیٰ مقرر فرمایا ہے اور اس کے متعلق پھر ایک خط بھی جاری کر دیا۔ پہلے تو میں بہت ہی گھبرا گیا کہ اتنی بڑی ذمہ داری کو کیسے نبھاؤں گا۔ لیکن قادیان پہنچ کر دعاؤں کے ساتھ اور استغفار کرتے ہوئے انتظامات کے متعلق افسر جلسہ سالانہ اور افسر جلسہ گاہ کے ساتھ مل کر۔ چوہدری حمید اللہ صاحب کے قادیان آنے تک۔ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ انتظامات کو بڑے احسن طریق سے آگے بڑھانے کی توفیق ملی۔ اس ذمہ داری کے پیش نظر خاکسار 20 دسمبر کی صبح کو سب سے پہلے پرائیویٹ سیکریٹری صاحب کے دفتر پہنچ گیا تا کہ حضورؒ کو رپورٹ پیش کر سکوں۔ مکرم نصیر احمد قمر صاحب جو اس وقت پرائیویٹ سیکریٹری تھے، مجھے بتایا کہ ابھی تو بہت صبح ہے آپ اور گھنٹہ کے بعد آ جائیں تو حضورؒ سے پوچھ کر آپ کو بتا دیا جائے گا۔ دراصل حضورؒ قادیان پہنچ کر اسقدر خوش تھے اور بغیر کسی کے علم کے پہلے ہی دفتر میں آ کر کھڑکی سے باہر قادیان کے نظارے سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور جیسے ہی

میں واپس جانے والا تھا حضور نے مجھے پرائیویٹ سیکریٹری کے پاس کھڑے دیکھ لیا اور کھڑکی سے اشارہ کے ذریعے اندر آنے کے لئے فرمایا۔ جب میں اندر گیا اور زبانی رپورٹ پیش کی تو حضورؒ نے بہت ہی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ الحمدللہ۔ باوجود اتنے لمبے سفر کے حضور انورؒ قادیان پہنچ کر اس قدر خوش تھے کہ چہرۂ مبارک پر تھکاوٹ کا کوئی نشان تک بھی نہ تھا۔

[iii] 20 دسمبر کو حضورؒ نے خطبہ جمعہ مسجد اقصیٰ میں ارشاد فرمایا اور شام کو مسجد اقصیٰ میں ہی مجلس عرفان کا انعقاد ہوا۔ خاکسار اس مجلس میں مینارۃ المسیح کے پاس بیٹھا تھا۔ اس مجلس کے دوران ایک عجیب واقعہ ہوا۔ حضورؒ اپنے وسیع علم اور فراست کی بنا پر اکثر سوال کرنے والے کے مقصد کو سوال پورا کرنے سے پہلے ہی سمجھ جاتے ہیں۔ اور جواب مختصر اور جامع ہوتا ہے۔ ایک دوست جو میرے پہلو میں بیٹھے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ حضورؒ سوال کرنے والے کے مقصد کو بہت جلدی اخذ کر لیتے ہیں اور سوال کرنے والے کی تسلی بھی بہت جلد کر دیتے ہیں۔ تو یہ دوست کچھ سوالوں کے جواب سن کر حیران ہو کر بول اٹھے۔ کہ یہ تو بہت ہوشیار معلوم ہوتے ہیں۔ مجھے ان کا یہ انداز اچھا نہ لگا۔ کیونکہ ہم خلیفۂ وقت کو اس طرح مخاطب کرتے ہوئے سننے کے عادی نہیں۔ پھر میں نے خیال کیا کہ ہندوستان والے نظام خلافت سے پچاس سال سے زائد وقت سے دور ہیں اس لئے خلیفۂ وقت کے اصل مقام سے ناواقف ہیں اور ان کو یہ پتہ نہیں کہ خلیفہ وقت کو کیسے مخاطب کیا جاتا ہے۔

[iv] ہندوستان کی تقسیم کے بعد یہ پہلا جلسہ سالانہ تھا جس میں خلیفہ وقت شرکت کر رہے تھے۔ باوجود اس کے کہ پاکستان سے پابندیوں کی وجہ سے زیادہ احباب نہ آ سکے پھر بھی حاضری چالیس ہزار سے زائد تھی۔ قادیان میں اتنا بڑا اجتماع بلکہ اس علاقہ میں بھی کبھی کسی نے نہیں دیکھا تھا اور خاص کر جس میں دنیا کے ہر ملک کے باشندے شامل ہو رہے ہوں۔ قادیان کے دوکانداروں کو بار بار امرتسر یا دہلی مزید سامان لانے کے لئے جانا پڑتا تھا۔ دوکانداروں نے کروڑوں روپے کا کاروبار کیا اور ان کو اتنی آمدنی شائد سالوں میں بھی نہیں ہوئی ہوگی۔ اس جلسہ میں شمولیت کے لئے دور دور سے غیر مسلم احباب بھی تشریف لائے اور حضور کی تقریروں کو سن کر اور چہرہ مبارک کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے بلکہ ایک سکھ دوست کو کہتے سنا۔ کہ سکھ قوم ہو اور مرزا صاحب ہمارے لیڈر ہوں تو پھر مزا ہی آ جائے۔ اگرچہ مہمانوں کی رہائش کا جماعت نے مناسب انتظام کیا ہوا تھا لیکن مقامی غیر مسلموں نے بھی اپنے گھروں اور گوردواروں کے دروازے احمدیہ جماعت کے مہمانوں کے لئے کھول دئے تھے جس کے لئے ہم ان کے بہت ہی ممنون ہیں۔ قادیان میں ہر مذہب کے لوگ آباد ہیں لیکن جو مذہبی رواداری کا معیار آپ کو یہاں ملے گا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اسی لئے یہ دارالامان کہلاتا ہے۔

جلسہ سے فارغ ہو کر حضورؒ چار جنوری 1992ء کو دوبارہ دہلی تشریف لے گئے وہاں چند دن کی مصروفیات کے بعد دس جنوری کو پھر قادیان تشریف لے آئے اور خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ قادیان میں دو دن کی دفتری مصروفیات گزار کر ایک دن کے لئے قادیان کے اردگرد مختلف مقامات مثلاً راج پور، پھیروچیچی وغیرہ سے ہوتے ہوئے ڈھانگو کی پہاڑیوں سے ہوتے ہوئے مادھوپورہ سے اپر باری دوآب نہر کے ساتھ ساتھ بھیم سنگھ کے بنگلہ میں آئے۔ یہاں دوپہر گزار کر پھر مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے قادیان تشریف لے آئے۔ مورخہ 14 جنوری 1992 کو حضور انورؒ قادیان سے دہلی روانہ ہوئے۔ جہاں ایک روز قیام کے بعد 15 اور 16 جنوری کی شب ڈیڑھ بجے دہلی سے لندن کے لئے روانہ ہوئے۔ اور اس طرح خدا تعالیٰ کے خاص فضل سے یہ تاریخی دورہ بڑی کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

نام قافلہ جو حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ 1991ء میں جلسہ سالانہ بھارت قادیان تشریف لے گئے تھے

1 محترمہ آصفہ بیگم صاحبہ — 2 مس ریحانہ یاسمین صاحبہ — 3 مس عطیۃ المجیب صاحبہ
4 مکرم مرزا سفیر احمد صاحب — 5 محترمہ شوکت جہاں بیگم صاحبہ — 6 مکرم مرزا احسن رضا احمد صاحب
7 مکرم مرزا ابلال احمد صاحب — 8 مس ملیحا صباحت صاحبہ — 9 مکرم مرزا القمان احمد صاحب
10 محترمہ فائزہ لقمان صاحبہ — 11 مکرم مرزا عدنان احمد آدم صاحب — 12 مکرم مرزا عثمان احمد صاحب
13 مس ندا ان نصر مرزا صاحبہ — 14 مکرم ہادی علی چوہدری صاحب — 15 مکرم بشیر احمد رفیق خان صاحب
16 مکرم نصیر احمد قمر صاحب پرائیویٹ سیکریٹری 17 مکرم ملک اشفاق احمد صاحب — 18 مکرم نبیل ارشد صاحب
19 مکرم شاہد محمود ملک صاحب

مندرجہ ذیل احباب اپنی ڈیوٹی کی نوعیت کی بنا پر لندن سے دہلی پہلے چلے گئے تھے

20 مکرم میجر محمود احمد صاحب
21 مکرم آفتاب احمد خان صاحب ۔ امیر جماعت احمدیہ یوکے
22 مکرم عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ
23 مکرم عبدالرشید مرزا صاحب
24 مکرم محمود احمد گلزار صاحب
25 مکرم مسعود حیات صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا 2005 میں قادیان کا دورہ

ماریشس کا تیرہ روزہ دورہ مکمل کرنے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز **10 دسمبر** اور **11 دسمبر** کی درمیانی رات اڑھائی بجے جہاز پر سوار ہوئے۔ قریباً سات گھنٹے کی مسلسل پرواز کے بعد ائر ماریشس کی پرواز M744 اپنے وقت مقررہ سے پندرہ منٹ قبل سوا گیارہ بجے دہلی کے اندرا گاندھی انٹرنیشنل ائر پورٹ پر اتری اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے قدم پہلی بار ہندوستان کی سرزمین پر پڑے۔ ائر پورٹ پر صاحبزادہ مرزا وسیم احمد ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان نے حضور انور کا استقبال کیا اور حضور کو پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ بارہ بج کر 45 منٹ پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز VIP لاونج سے پولیس افسران کی سیکورٹی میں ائر پورٹ سے باہر تشریف لائے جہاں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے امراء کرام نے حضور انور کا استقبال کیا اور شرف مصافحہ حاصل کیا۔ ڈیڑھ بجے دوپہر حضور انور دہلی مسجد پہنچے جہاں دہلی اور بعض دوسری جماعتوں سے آئے ہوئے احباب مرد و خواتین اور بچوں بوڑھوں نے حضور انور کا والہانہ استقبال کیا۔ دہلی مشن ہاؤس اور مسجد بیت الہادی کو خوبصورت رنگ برنگی جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا۔ حضور انور نے اپنا ہاتھ بلند کر کے سب احباب کو السلام علیکم کہا اور مشن ہاؤس کے رہائشی حصہ میں تشریف لے گئے۔ پانچ بجے دوپہر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے دفتر تشریف لائے اور فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ ملاقاتوں کا یہ سلسلہ شام سات بجے تک جاری رہا۔ ملاقاتوں کے بعد حضور انور نے مسجد بیت الہادی دہلی میں تشریف لا کر مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں اور نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔

12 دسمبر صبح نو بجے حضور انور لوک سبھا کی دعوت پر ان سے ملنے کے لئے سپیکر ہاؤس تشریف لے گئے۔ موصوف نے حضور انور کو خوش آمدید کہا۔ سپیکر نے کہا کہ آپ کا پیغام **محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں** یہ ایک یونیورسل پیغام ہے ہم سب کو اختیار کرنا چاہئے۔ سپیکر نے یہ بھی کہا کہ اس نے خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی کتاب Islam's Response to Contemporary Issues پڑھی ہوئی ہے۔ بہت اچھی تعلیم ہے۔ یہاں سے فارغ ہو کر حضور انور قطب مینار دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد قلعہ تغلق آباد کا وزٹ کیا۔ حضور انور اس قلعہ کی سب سے بلند جگہ پر تشریف لے گئے اور وہاں سے دہلی شہر کا نظارہ بھی فرمایا اور تصاویر بھی بنائیں۔ ایک بجے کے قریب حضور انور نے واپس مسجد دہلی آ کر نماز ظہر وعصر جمع کرا کر پڑھائیں۔ بعد دوپہر مقبرہ ہمایوں دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ واپس آ کر فیملی ملاقاتیں ہوئیں جو سوا سات بجے تک جاری رہیں۔ **13 دسمبر** کو آگرہ دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ راستے میں 110 کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد Hodal کے مقام پر Rajasthan Motel میں قریباً ایک گھنٹہ کے لئے رکے۔ یہاں ناشتہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ ناشتہ کے بعد آگرہ کے لئے روانگی ہوئی۔ دوران سفر راستہ میں Mathura شہر سے گزرے۔ حضرت کرشن جی علیہ السلام کی پیدائش اسی شہر کی ہے۔ تاریخی محل آگرہ سے ایک کیلومیٹر پہلے حضور انور کا قافلہ کو جہاں پروٹوکول آفیسر نے حضور انور کو خوش آمدید کہا اور یہاں سے ایک سپیشل وی آئی پی گاڑی میں حضور انور کو تاج محل کے مین گیٹ تک لے جایا گیا۔ تاج محل کے سفر کے اختتام پر ساڑھے پانچ بجے حضور نے اجتماعی دعا کرائی اور یہاں سے واپس دہلی کے لئے روانگی ہوئی۔ رات ساڑھے دس بجے حضور انور مسجد بیت الہادی دہلی پہنچے۔ **14 دسمبر** حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک پریس کانفرنس کی۔ جہاں حضور انور نے بتایا کہ دہشتگردی سراسر اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ مذہب کا تعلق انسان

کے دل سے ہے۔ جو بھی میرا مذہب ہے میں آزاد ہوں کہ اس پر عمل کروں اور اس کا اظہار کروں۔ حضور نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ آخری دنوں میں ایک شخص آئے گا جو مذہب کو زندہ کرے گا۔ تمام مذاہب اس شخص کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ مسیح و مہدی کی صورت میں تشریف لا چکے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے مسیح و مہدی کے آنے کے ساتھ نشانات کا ذکر بھی فرمایا تھا۔ یہ نشانات اس کی صداقت ظاہر کرنے کے کئے تھے۔ جو سب پورے ہو چکے ہیں۔ ان نشانات میں سے ایک نشان معین تاریخوں میں اور ماہ رمضان میں سورج اور چاند گرہن کا تھا۔ یہ نشان 1894 میں رمضان کے مہینہ میں پورا ہوا۔ جب سورج اور چاند گرہن لگے اور دنیا کے بہت سے لوگوں نے اس نشان کو دیکھ کر احمدیت قبول کی۔ تین بج کر پینتالیس منٹ پر حضور انور لال قلعہ کی وزٹ کے لئے روانہ ہوئے۔ اس قلعہ کے ایک حصہ میں موتی مسجد بھی ہے جو حضور انور نے دیکھی۔ یہ مسجد مغل حکمران اورنگ زیب عالمگیر نے تعمیر کی تھی۔ یہاں سے حضور انور سات بجے روانہ ہو کر آٹھ بجے شام مسجد بیت الہادی دہلی پہنچے۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادئیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائش گاہ تشریف لے گئے۔

15 دسمبر قادیان دارالامان کے لئے ساڑھے سات بجے صبح شتابدی ایکسپریس دہلی اسٹیشن سے امرتسر کے لئے روانہ ہوئی۔ گاڑی راستہ میں ساڑھے گیارہ بجے لدھیانہ کے ریلوے سٹیشن پر پہنچی جہاں جماعت لدھیانہ کے احباب اپنے پیارے آقا کے دیدار کے لئے آئے ہوئے تھے۔ حضور انور گاڑی کے ڈبہ کے دروازے پر تشریف لے آئے۔ صدر جماعت لدھیانہ نے حضور انور کی خدمت میں پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ حضور انور کچھ دیر کے لئے دروازہ میں کھڑے رہے۔ گاڑی آہستہ آہستہ لدھیانہ چھوڑتے ہوئے امرتسر کے لئے روانہ ہوئی۔ کچھ دیر گاڑی بیاس شہر کے اسٹیشن پر رکی جہاں India TV کی ٹیم حضور انور سے انٹرویو لینے کے لئے گاڑی میں سوار ہوئی۔ حضور انور نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہمارا قادیان میں جو جلسہ سالانہ ہوتا ہے وہ احمدی احباب کی روحانی تربیت کے لئے ہوتا ہے۔ کوئی سیاسی جلسہ نہیں۔ ایک بج کر چالیس منٹ پر گاڑی امرتسر ریلوے سٹیشن پر پہنچی۔ جہاں مرکزی عہدیداروں نے حضور انور کا استقبال کیا۔ امرتسر ریلوے سٹیشن پر اور پھر وی آئی پی روم میں پریس کانفرنس ہوئی۔ پریس کانفرنس کے بعد حضور انور امرتسر سرکٹ ہاؤس تشریف لے گئے۔ وہاں ظہر و عصر کی نمازوں کے بعد براستہ بٹالہ قادیان دارالامان کے لئے روانہ ہوئے۔ بٹالہ میں ایس ایس پی صاحب نے حضور انور کے لئے ایک استقبالیہ بنایا ہوا تھا۔ حضور انور ایس ایس پی کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے جہاں انہوں نے چائے وغیرہ سے تواضع کی۔ اس موقعہ پر دوسرے سرکاری افسران موجود تھے۔ چار بج کر پینتیس منٹ پر حضور انور بٹالہ سے قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔ چار بج کر پچاس منٹ پر حضور انور قادیان دارالامان کی بستی میں داخل ہوئے اور تاریخ ساز لمحہ آ پہنچا جب حضور انور کے مبارک قدم پہلی بار قادیان کی مبارک سرزمین پر پڑے۔ مینارۃ المسیح دور سے بجلی کے رنگ برنگے قمقموں سے جگمگاتا نظر آ رہا تھا۔ قادیان کی پوری بستی دلہن کی طرح سجی ہوئی تھی۔ قادیان کے گلی کوچوں کو رنگ برنگی جھنڈیوں اور بینرز سے سجایا گیا تھا۔ تمام راستے محرابی دروازوں سے مزین تھے اور خوبصورتی سے سجائے ہوئے تھے۔ قادیان کے گھر رنگ برنگی روشنیوں سے جگمگا رہے تھے۔ جس طرح آج اس بستی کے گھر روشن تھے ان کے دل بھی روشن تھے اور ان کے چہرے اپنے پیارے آقا کی آمد اور حضور انور کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر خوشی و مسرت سے معمور تھے۔ حضور انور قادیان میں داخل ہوتے ہی سیدھے بہشتی مقبرہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے مزار پر تشریف لے گئے اور پرسوز لمبی دعا کی۔ حضور انور احاطہ خاص میں بعض دوسری قبور پر بھی تشریف لے گئے۔ دعا کے بعد حضور انور بہشتی مقبرہ سے پیدل ہی قادیان کے گلہ کوچوں سے گزرتے ہوئے دارالمسیح تشریف لے آئے۔ حضور انور ہاتھ بلند کر کے سب کے نعروں اور سلام کا جواب دیتے۔ خواتین تعلیم الاسلام ہائی سکول میں موجود تھیں۔ حضور انور خواتین کی طرف تشریف لے گئے۔ سب کے سامنے سے گزرتے ہوئے ہاتھ ہلا کر نعروں اور سلام کا جواب دیتے رہے۔ ہر طرف سے **اھلا وسھلا مرحبا** کی آوازیں آ رہی تھیں۔ حضور انور اہالیان قادیان کے درمیان سے گزرتے ہوئے دارالمسیح تشریف لائے اور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

حضور انور نے **16 دسمبر** کو مسجد اقصیٰ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ آج محض اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی دی ہوئی توفیق سے میں اس بستی سے، حضرت مسیح موعودؑ کی اس بستی سے، حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفہ اور نمائندہ کے طور پر مخاطب ہوں۔ آج کا دن میرے لئے اور جماعت کے لئے دو لحاظ سے اہم ہے۔ ایک تو میرا حضرت مسیح موعودؑ کی اس خوبصورت اور روحانیت سے پر بستی میں خلیفۃ المسیح کی حیثیت سے پہلی دفعہ آنا اور دوسرے

جماعت عالمگیر کے لئے یہ ایک عجیب خوشی اور روحانی سرور کا موقع ہے کہ آج حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام ایک نئی شان کے ساتھ پورا ہو رہا ہے۔ گو کہ یہ الہام مختلف پہلوؤں سے بڑی شان کے ساتھ کئی دفعہ پورا ہو چکا ہے۔ لیکن آج اس بستی سے اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کرنے کا نشان دکھایا ہے۔ آج یہاں سے پہلی دفعہ ایم ٹی اے کے ذریعے حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام براہ راست دنیا کے کونے کونے تک پہنچ رہا ہے۔ یہ ایم ٹی اے بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے اور فضل فرماتے ہوئے ایک انعام کے طور پر جماعت کو عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعودؑ سے کئے گئے وعدوں کا یہ ایک عظیم الشان ثمر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کو بڑی شان کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کا ذریعہ بناتا رہے۔ ہمارا کام ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ خالصتاً اللہ کے ہوتے ہوئے دعاؤں اور استغفار کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے اس پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کی کوشش کرتے رہیں۔ چار بجے سہ پہر بہشتی مقبرہ کا وزٹ کیا اور مسیح موعودؑ کے مزار پر دعا فرمائی۔ بہشتی مقبرہ سے واپس آتے ہوئے حضور انور دارالضیافت سے ملحقہ مہمان خانہ دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ ساڑھے چار بجے درویشان قادیان نے حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ تمام درویشان کو جن کی تعداد تیس سے زائد تھی شرف مصافحہ بخشا۔ اور گروپ فوٹو ہوا۔ اس کے بعد قادیان کی فیملی ملاقاتیں ہوئیں۔ سردار پرتاب سنگھ باجوہ منسٹر پی ڈبلیو ڈی پنجاب بھی حضور انور کی ملاقات کے لئے آئے۔

17 دسمبر آج فیملی ملاقاتیں ہوئیں اور یہ پروگرام ایک بجے تک اور پھر شام پانچ جاری ہو کر مغرب کی نماز تک جاری رہا۔ **18 دسمبر** کو قادیان اور مضافات کے غیر مسلم معززین کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ ان آنے والے مہمانوں میں جن کی تعداد پانچ صد کے قریب تھی۔ اس کے بعد حضور انور نے عبدالرشید آرکیٹیکٹ کے ساتھ دار المسیح کی Renovation کا معائنہ فرمایا اور وہاں کنویں کا پانی بھی نکال کر پیا۔ یہ کنواں حضرت مسیح موعودؑ نے سلسلہ احمدیہ کی ضرورتوں کے لئے الدار میں کھدوایا تھا۔ چار بج کر 35 منٹ پر حضور انور بہشتی مقبرہ دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ واپس آ کر فیملی ملاقاتیں ہوئیں جو شام تک جاری رہیں۔ **19 دسمبر حضور انور** نے پونے دس بجے منارۃ المسیح کا معائنہ فرمایا اس کے بعد نظارت اشاعت میں معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ پھر لمبے عرصہ تک فیملی اور انفرادی ملاقاتیں ہوئیں۔ ساڑھے چار بجے ضلع گورداسپور کے ڈی سی ملاقات کے لئے آئے۔ ڈپٹی کمشنر کے ساتھ یہ ملاقات پونے پانچ بجے تک جاری رہی۔ ملاقات کے اختتام پر ڈی سی صاحب اور ان کے دونوں ساتھیوں نے حضور انور کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد حضور انور بہشتی مقبرہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے مزار پر دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ بہشتی مقبرہ سے واپسی پر فیملی ملاقاتیں شام تک جاری رہیں۔ **20 دسمبر**۔ آج گیارہ بجے انفرادی اور فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ چار بج کر چالیس منٹ پر بہشتی مقبرہ حضرت مسیح موعودؑ کے مزار پر دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ بہشتی مقبرہ سے واپسی پر پھر انفرادی اور فیملی ملاقاتیں شام تک جاری رہیں۔ **21 دسمبر** بھی حضور انور نے ملاقاتوں اور سہ پہر کے وقت بہشتی مقبرہ حضرت مسیح موعودؑ کے مزار پر دعا کے بعد انفادی اور فیملی ملاقاتوں میں صرف کیا۔

22 دسمبر صبح حضور انور دفتری کاموں میں مصروف رہے۔ ساڑھے دس بجے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے مزار پر دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ آج پروگرام کے مطابق جلسہ سالانہ قادیان کی ڈیوٹیوں کی افتتاحی تقریب تھی۔ اس کا انتظام لجنہ جلسہ گاہ کے احاطہ میں کیا گیا تھا۔ حضور انور نمازوں کی ادائیگی کے بعد پیدل ہی اس افتتاحی تقریب کے لئے تشریف لے گئے۔ سب سے پہلے مرکزی عہدیدران نے حضور انور سے شرف مصافحہ حاصل کیا۔ ڈیوٹیوں کی افتتاحی تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اس کے بعد حضور انور نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ نے اپنے آپ کو مہمانوں کی خدمت کے لئے رضا کارانہ طور پر پیش کیا ہے یاد رکھیں یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔ پس مہمانوں کی خدمت کر کے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ بعض دفعہ مہمانوں کی طرف سے زیادتی بھی ہو جائے تو حوصلے سے، صبر سے برداشت کریں۔ آپ کا مقصد صرف خدمت کرنا ہے۔ افتتاحی خطاب کے بعد حضور انور نے دعا کروائی۔ اس کے بعد حضور انور نے لنگر خانہ نمبر تین اور پھر لنگر خانہ دو کا معائنہ کیا۔ اس معائنہ کے بعد حضور انور اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ **23 دسمبر**۔ آج جمعہ مبارک کا دن تھا۔ حضور انور نے خطبہ میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انشاء اللہ تعالیٰ دنیائے احمدیت اپنے گھر بیٹھے بھی براہ راست جلسہ سے فیض پا سکے گی۔ اس جلسہ کے مقاصد میں سے سب سے بڑا مقصد یہ باور کروانا تھا کہ اس دنیا کو ہی سب کچھ نہ سمجھو۔ یہ دنیا چند روزہ ہے۔ آخر کو انسان کو خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ اس لئے اپنی آخرت کی بھی فکر کرو۔ اور اپنے

دل میں خدا تعالیٰ کا خوف پیدا کرو۔خطبہ جمعہ کے بعد حضور انور نے نماز عصر جمع کر کے پڑھائی۔نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور سرائے طاہر کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔اس عمارت کا خرچ مکرم ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب آف امریکہ نے ادا کیا ہے۔اس عمارت کی تعمیر مغلیہ طرز تعمیر کی ہے۔اس بلڈنگ کا ڈیزائن مکرم عبدالرشید آرکیٹیکٹ آف لندن نے کیا ہے۔حضور انور نے اپنی وزٹ کے دوران اس عمارت کا تفصیلی معائنہ فرمایا۔معائنہ کے دوران حضور انور ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب اور عبدالرشید آرکیٹیکٹ صاحب سے مختلف امور کے بارہ میں دریافت کرتے رہے۔پونے پانچ بجے حضور انور بہشتی مقبرہ دعا کے لئے تشریف لے گئے۔پانچ بجے حضور انور دفتر میں تشریف لائے اور شام تک فیملی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

24 دسمبر۔آج بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا، برما، نیپال، بھوٹان، عرب ممالک و دیگر ممالک کے نمائندگان سے اجتماعی ملاقات ہوئی۔ملاقاتوں میں چار ہزار سے زائد احباب جماعت نے باری باری حضور انور سے شرف مصافحہ حاصل کیا۔ساتھ ساتھ تصاویر بھی بنائی جا رہی تھیں۔حضور انور ساڑھے تین گھنٹے اس ملاقات کے دوران کھڑے رہے۔ساڑھے چار بجے حضور انور بہشتی مقبرہ دعا کے لئے تشریف لے گئے۔بہشتی مقبرہ سے واپسی پر حضور انور نے لجنہ سے اجتماعی ملاقات کی۔حضرت بیگم صاحبہ بھی اس دوران حضور انور کے ساتھ تشریف فرما رہیں۔**25 دسمبر** آج حضور انور دفتری امور کی انجام دہی میں مصروف رہے۔چار بجے بہشتی مقبرہ دعا کے لئے تشریف لے گئے۔بہشتی مقبرہ سے واپسی پر شام تک اجتماعی ملاقاتیں ہوئیں۔

26 دسمبر آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے قادیان میں 114 ویں جلسہ سالانہ کا پہلا روز تھا۔افتتاحی تقریر میں حضور انور نے فرمایا۔نظام وصیت کے اجراء پر سو سال پورے ہونے پر موصیان کی تعداد پچاس ہزار سے زائد ہوگئی ہے۔اب اگلا ٹارگٹ 2008 تک کمانے والے افراد جماعت کے پچاس فیصد کو نظام وصیت میں شامل کرنا ہے۔جب نیک نیت کے ساتھ اس نظام میں وابستہ ہونگے تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ دعاؤں کے طفیل آپ کو اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی طرف توجہ ہوگی۔پس آگے بڑھیں اور اس پاک نظام میں شامل ہونے کی کوشش کریں۔آج وصیت کے نظام کو سو سال ہونے کے علاوہ قمری سال کے لحاظ سے خلافت احمدیہ کو بھی سو سال پورے ہو گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا فرمائے کہ دونوں لحاظ سے صدیوں کے پورا ہونے پر خلیفۂ وقت وہاں موجود ہے جہاں سے یہ پیغام دنیا کو دیا گیا تھا، جہاں سے خلافت احمدیہ کا آغاز ہوا تھا۔خلافت کی نعمت سے کما حقہ فائدہ اٹھانا ہے تو تقویٰ کی جڑوں کو اپنے دلوں میں مضبوط کرنا ہوگا۔**27 دسمبر**۔آج حضور انور نے لجنہ اماء اللہ سے خطاب فرمایا۔لجنہ کے نظام کو تربیت کے معاملہ میں بہت فعال ہونا چاہئے۔نومبائعات کی تربیت کی طرف خاص توجہ دیں۔معمولی سی کوئی ایسی حرکت نہ ہو، جس سے شرک کی بو آتی ہو۔چالاکیاں، ہوشیاریاں، مکر و فریب، جھوٹ یہ سب ایسی چیزیں ہیں۔جو شرک کی طرف لے جانے والی ہیں۔پھر اختتامی خطاب میں **28 دسمبر** کو حضور انور نے فرمایا۔اگر آج مسلمان اپنا اسلام زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو سوائے خاتم الانبیاء ﷺ کے عاشق صادق کے پیچھے چلنے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔آج احمدی ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے مقام خاتم النبیین ﷺ کو صحیح معنوں میں پہچانا ہے اور احمدی ہی ہیں جنہوں نے خاتم النبیین ﷺ محسن انسانیت کے صلح و آشتی اور محبت کے پیغام کو اکناف عالم میں پہنچانا ہے۔حضور انور نے جلسہ سالانہ کی حاضری 70 ہزار بتائی۔اس کے بعد حضور انور نومبائعین کی طرف تشریف لے گئے اور اپنا ہاتھ بلند کر کے سب کو السلام علیکم کہا۔بعد ازاں حضور انور لجنہ کی جلسہ گاہ تشریف لے گئے جہاں خواتین نے پر جوش نعرے لگاتے ہوئے حضور انور کو خوش آمدید کہا اور دعائیہ نظمیں پڑھیں۔**29 دسمبر**۔جماعت احمدیہ بھارت کی 70 ویں مجلس شوریٰ کا انعقاد اور ممبران شوریٰ سے حضور انور کا خطاب۔ہم یہاں خدا تعالیٰ کی خاطر اکٹھے ہوئے ہیں۔ممبران شوریٰ کو نہایت اہم نصائح۔جماعت احمدیہ کا مقصد خدا تعالیٰ کے پیغام کو دنیا میں پہنچانا ہے۔سرائے عبیداللہ کا معائنہ اور افتتاح۔اعلانات نکاح اور فیملی ملاقاتیں۔**30 دسمبر**۔حضور انور نے مردانہ جلسہ گاہ میں آکر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔حضور انور کا یہ خطبہ جمعہ ایم ٹی اے کے ذریعہ دنیا میں Live نشر ہوا۔انفرادی اور فیملی ملاقاتیں۔31 دسمبر۔انفرادی اور فیملی ملاقاتیں۔واقفین نو بچوں کی کلاس۔واقفات نو بھارت کی کلاس۔

یکم جنوری 2006۔قادیان کے مختلف اداروں اور مقامات کا معائنہ۔نصرت گرلز کالج کی عمارت سے ملحقہ زمین کا معائنہ۔بہشتی مقبرہ کے جنوبی

جانب زمین کا معائنہ۔اس کے بعد حضور انور بہشتی مقبرہ تشریف لے گئے۔حضرت اماں جانؓ کے مکان کا معائنہ فرمایا۔اور Renovation کا جائزہ لیا۔اسکے بعد حضور انور نے شہ نشین کا معائنہ کیا۔اس کے بعد حضور انور اس جگہ تشریف لے گئے جہاں احباب جماعت نے 27 مئی 1908 کو حضرت خلیفۃ المسیح اول کی اقتداء میں حضرت مسیح موعودؑ کی نماز جنازہ ادا کی تھی۔اس کے بعد حضور انور نے مقام قدرت ثانیہ دیکھا جہاں جماعت نے 27 مئی 1908 کو حضرت نورالدین صاحبؓ کو متفقہ طور پر حضرت مسیح موعودؑ کا پہلا خلیفہ تسلیم کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔دارالضیافت کا معائنہ۔مہمان خانہ کا معائنہ۔پھر حضرت خلیفۃ المسیح اول کے گھر کی وزٹ۔پھر فیملی اور انفرادی ملاقاتیں۔**2 جنوری** سکھ نیشنل کالج (ٹی آئی کالج) کا دورہ۔اس کے بعد مسجد نور کا معائنہ۔پھر خالصہ ہائر سیکنڈری سکول (بورڈنگ تحریک جدید) کی عمارت کا معائنہ فرمایا۔اس کے بعد حضور انور نے کوٹھی دارالسلام، نور ہسپتال، اور مسجد اقصیٰ کی توسیع کا جائزہ لیا۔آخر میں مبلغین سلسلہ کے میٹنگ ہوئی۔**3 جنوری**۔انفرادی اور فیملی ملاقاتیں۔سہ پہر چار بجے حضور انور بہشتی مقبرہ دعا کے لئے تشریف لے گئے۔**4 جنوری** پاکستان کی مرکزی انجمنوں کے عہدیداران کی میٹنگ۔دفتری ملاقاتیں اور بہشتی مقبرہ دعا کے لئے تشریف لے گئے۔**5 جنوری**۔آج حضور انور نے مسجد اقصیٰ میں واقفین نو قادیان کی کلاس لی۔اس کلاس کے بعد واقفات نو بچیوں کی کلاس کا انعقاد ہوا۔**6 جنوری** آج نماز جمعہ کا کی ادائیگی کا انتظام مسجد ناصر آباد سے ملحقہ احمدیہ گراؤنڈ میں کیا گیا تھا۔یہ خطبہ دنیا بھر میں ایم ٹی اے پر نشر ہوا۔چار بجے حضور انور بہشتی مقبرہ دعا کے لئے تشریف لے گئے۔بعد میں فیملی ملاقاتیں ہوئیں۔**7 جنوری** آج صبح دس بجے حضور انور کی مجلس انصاراللہ بھارت کے ساتھ میٹنگ ہوئی۔میٹنگ کے بعد ایوان انصار کا معائنہ۔اس کے بعد حضور انور نے مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کے ساتھ میٹنگ فرمائی۔ایوان خدمت کا معائنہ۔نصرت گرلز سکول کا معائنہ۔سیر بطرف ننگل۔انفرادی وفیملی ملاقاتیں۔مختلف گھروں کا وزٹ اور آخر میں نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماءاللہ بھارت سے میٹنگ۔

8 جنوری۔فیملی وانفرادی ملاقاتیں۔ہوشیارپور کا سفر حضور انور اس مکان کے بالائی حصہ میں اس کمرہ میں تشریف لے گئے جہاں حضرت مسیح موعودؑ نے چلہ کشی کی تھی اور لمبی دعا کروائی۔سرو دھرم سدسبھاؤ کمیٹی کی طرف سے استقبالیہ میں شرکت اور خطاب۔یہاں سے شام سوا آٹھ بجے حضور انور واپس قادیان تشریف لے آئے۔**9 جنوری** آج حضور انور کے ساتھ ممبران صدر انجمن احمدیہ، مجلس تحریک جدید اور وقف جدید کی مشترکہ میٹنگ ہوئی۔میٹنگ کے آخر میں تینوں انجمنوں کے ممبران نے علیحدہ علیحدہ گروپ کی صورت میں حضور انور کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت حاصل کی۔فضل عمر پریس قادیان کا معائنہ۔بیوت الحمد کالونی کا وزٹ، باری باری مختلف گھروں میں تشریف لے گئے۔پھر بہشتی مقبرہ دعا کے لئے تشریف لے گئے۔آج آخر میں انفرادی اور فیملی ملاقاتیں۔**10 جنوری** آج حضور انور ظہر وعصر کی نماز تک دفتری امور میں مصروف رہے۔چار بجے بہشتی مقبرہ دعا اور واپسی پر فیملی وانفرادی ملاقاتیں۔**11 جنوری** آج عیدالاضحیہ کا مبارک دن تھا۔اس تقریب کا انتظام مسجد ناصر آباد سے ملحقہ گراؤنڈ میں کیا ہوا تھا۔خطبہ کے آخر میں حضور نے دعا کروائی۔اس کے بعد بہشتی مقبرہ دعا کے لئے تشریف لے گئے۔پھر حلقہ مبارک کے گھروں کا وزٹ کیا۔**12 جنوری** حضور انور ظہر وعصر نماز تک دفتری کاموں میں مصروف رہے۔آج جلسہ سالانہ کے کارکناں اور ڈیوٹیاں دینے والے احباب کے لئے حضور انور کے ساتھ دوپہر کے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔حضور کچھ وقت کے لئے مستورات کی طرف تشریف لے گئے۔بہشتی مقبرہ میں دعا۔مختلف گھروں کی وزٹ۔فیملی اور انفرادی ملاقاتیں۔جامعہ احمدیہ اور جامعۃ المبشرین کے طلباء کے ساتھ میٹنگ اور جامعہ احمدیہ کی صد سالہ تقریبات میں شرکت۔ہر واقف زندگی کو سوچنا چاہئے کہ کیا میں وقف کے معیار حاصل کر رہا ہوں اور کیا اس معیار کو حاصل کرنے کے لئے میرے قدم آگے بڑھ رہے ہیں جس معیار کو حاصل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے جامعہ کا قیام فرمایا تھا۔**13 جنوری** آج جمعۃ المبارک کا دن تھا۔صبح کے وقت حضور انور نے ڈاک کا معائنہ کیا۔پھر مسجد اقصیٰ میں خطبہ جمعہ میں حضور انور نے فرمایا۔ "مسجد اقصیٰ قادیان میں پہلی دفعہ سات جنوری 1938 کو لاؤڈ سپیکر لگا۔حضرت مصلح موعودؓ نے اس دن خطبہ جمعہ میں فرمایا۔اب وہ دن دور نہیں کہ ایک شخص اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا ساری دنیا میں درس وتدریس پر قادر ہوگا۔ابھی ہمارے حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے۔ابھی ہمارے پاس کافی سرمایا نہیں اور ابھی عملی دقتیں بھی ہمارے راستے میں حائل ہیں۔لیکن اگر یہ دقتیں دور ہو جائیں اور جس رنگ میں اللہ تعالیٰ ہمیں ترقی دے رہا ہے اور جس سرعت سے ترقی دے رہا

ہے اس کو دیکھتے ہوئے سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قریب زمانہ میں ہی یہ تمام دقتیں دور ہوجائیں گی۔ تو بالکل ممکن ہے کہ قادیان میں قرآن اور حدیث کا درس دیا جارہا ہو اور جاوا کے لوگ اور امریکہ کے لوگ اور انگلستان کے لوگ اور فرانس کے لوگ اور جرمنی کے لوگ اور آسٹریلیا کے لوگ اور عرب کے لوگ اور مصر کے لوگ اور ایران کے لوگ اور اسی طرح تمام ممالک کے لوگ اپنی اپنی جگہ وائرلیس سیٹ لئے ہوئے وہ درس سن رہے ہوں۔ یہ نظارہ کیا ہی شاندار ہوگا اور کتنے ہی عالیشان انقلاب کی یہ تمہید ہوگی کہ جس کا تصور کر کے بھی آج ہمارے دل مسرت و انبساط سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا آج یہ پیشگوئی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ قادیان کی سرزمین سے لفظاً لفظاً اور حرفاً حرفاً بڑی شان کے ساتھ پوری ہو رہی ہے۔ MTA پر Live نشر ہونے والے خطابات اور خطبات بھی احمدیت کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان ہیں۔ آج حضور انور چار بجے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے آبائی قبرستان گئے۔ اس کے بعد نور ہسپتال کی نئی عمارت کا افتتاح فرمایا۔ اس ہسپتال کا ڈیزائن مکرم عبدالرشید آرکیٹیکٹ آف لندن نے کیا تھا۔ پھر فیملی ملاقاتیں ہوئیں۔

14 جنوری۔ صبح کے وقت فیملی ملاقاتیں ہوئیں۔ غیر مسلم مہمانوں کے ساتھ ملاقات، اس پروگرام کے بعد پریس میڈیا سے گفتگو کی اور نمائندگان کو بتایا۔ کہ ہم سچے مسلمان ہیں۔ ہم اسلام کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں اور اسلام کو کسی چیز سے خطرہ نہیں ہے۔ ہم مسلمان ہیں اس کے لئے ہمیں کسی سے سرٹیفیکیٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ حلقہ نور کے گھروں کی وزٹ۔ فیملی و انفرادی ملاقاتیں۔ اس کے بعد حضور انور کی ممبران لوکل صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ساتھ میٹنگ ہوئی۔ **15 جنوری**۔ آج حضور انور کی ڈھائی بجے دوپہر قادیان دارلامان سے براستہ امرتسر بذریعہ ٹرین دہلی کے لئے روانگی تھی۔ جانے سے قبل حضور انور نے حلقہ مبارک کے گھروں کا وزٹ کیا۔ مختلف گروپس کی صورت میں درج ذیل جماعتی عہدیداران اور کارکنان نے حضور انور کے ساتھ تصاویر بنوائیں۔ نائب ناظران صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ کارکنان شعبہ ملاقات۔ کارکنان ہومیوپیتھک ٹیم۔ کارکنان فضل عمر پریس قادیان۔ کارکنان اخبار البدر۔ ٹیم حفاظت خاص ربوہ۔ کارکنان بیت المال آمد۔ اڑھائی بجے حضور انور قادیان سے روانہ ہوئے اور چار بج کر پچیس منٹ پر حضور انور امرتسر ریلوے سٹیشن پہنچے۔ شتابدی ایکسپریس اپنے شیڈول کے مطابق رات دس بج کر چالیس منٹ پر دہلی ریلوے سٹیشن پہنچی۔ ریلوے سٹیشن سے روانہ ہو کر رات ساڑھے گیارہ بجے حضور انور مسجد الہادی دہلی تشریف لائے۔ **16 جنوری**۔ صبح کے وقت حضور انور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی۔ آج غیاث الدین تغلق کے مقبرہ کا وزٹ کیا۔ سیر کے بعد ایک بجے حضور انور واپس مسجد دہلی تشریف لے آئے۔ فیملی و انفرادی ملاقاتیں ہوئیں۔ **17 جنوری** آج دہلی سے واپس لندن روانگی کا دن تھا۔ حضور کو الوداع کرنے کے لئے صبح سے ہی احباب جماعت دہلی مشن ہاؤس جمع ہونے شروع ہو گئے تھے۔ ساڑھے دس بجے حضور انور نے دعا کروائی اور اندرا گاندھی انٹرنیشنل ائرپورٹ کے لئے روانگی ہوئی۔ بارہ بج کر دس منٹ پر جہاز پر سوار ہوئے۔ برٹش ایئرویز کی پرواز BA 142 اپنے وقت پر ساڑھے بارہ بجے لندن کے لئے روانہ ہوئی۔ اور قریباً نو گھنٹے کی مسلسل پرواز کے بعد چار بج کر دس منٹ پر حضور انور کا جہاز لندن کے ہیتھرو ائرپورٹ پر اترا۔ ائرپورٹ سے روانہ ہو کر سات بجے حضور انور مسجد فضل پہنچے جہاں احباب کی کثیر تعداد نے حضور انور کو خوش آمدید کہا۔ بچوں نے حضور انور کی خدمت میں پھول پیش کئے۔ حضور انور نے اپنا ہاتھ بلند کر کے سب کو السلام علیکم کہا۔ بچے استقبالیہ نظمیں پڑھ رہے تھے۔ استقبالیہ پروگرام کے بعد حضور انور اپنی رہائش گاہ تشریف لے گئے۔

(رپورٹ عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر۔ الفضل انٹرنیشنل ہفتہ وار۔ 13 جنوری 2006 تا 26 مارچ 2006)

مولویوں نے کسوف وخسوف کی حدیث کا بڑی بے ایمانی سے انکار کیا

اِس صدی میں سے بیسواں سال بھی شروع ہو گیا مگر اُن کا مجدّد اب تک نہ آیا۔ آسمان نے رمضان کے کسوف خسوف سے گواہی دی اور یہ گواہی نہ صرف سُنیوں کی کتاب دارقطنی میں درج ہے بلکہ شیعوں کی کتاب اکمال الدین نے بھی جو نہایت معتبر سمجھی جاتی ہے، یہی حدیث کسوف وخسوف کی مہدی موعود کی علامت لکھی ہے مگر پھر بھی ان لوگوں نے صریح بے ایمانی سے اِس حدیث کو بھی ردّ کر دیا۔

(نزول المسیح، رُوحانی خزائن جلد 18 صفحہ 385)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورہ قادیان اہل دانش کی نظر میں

قادیان کے ایم ایل اے اور پنجاب پولیوشن کنٹرول بورڈ کے صدر ترپت راجندر سنگھ باجوہ نے روحانی خلیفہ صاحب کی بھارت آمد پر بہت ہی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے ''یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ جماعت احمدیہ کے پانچویں خلیفہ کے مقدس قدم ہمارے ملک کی زمین پر پڑ رہے ہیں۔ ان کے آنے سے بہت ساری برکتیں بھی آئیں گی جس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا۔ یہ امید بھی ظاہر کی کہ وہ ہر سال قادیان آئیں گے تاکہ امن سکون میں اضافہ ہو سکے''

لوک نرمان منتری پنجاب پرتاپ سنگھ باجوہ نے کہا کہ ''ان کے خاندان کا جماعت کے ساتھ پرانا تعلق رہا ہے۔ وہ اپنے پورے خاندان، باشندگان پنجاب اور وزیر اعلیٰ پنجاب کیپٹن امریندر سنگھ کی طرف سے جماعت احمدیہ کے روحانی خلیفہ صاحب کے قادیان دورہ کا دلی استقبال کرتے ہیں۔ انہوں نے درخواست کی کہ جس طرح جماعت احمدیہ کے چوتھے روحانی خلیفہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے 1991ء میں پنجاب کے امن کا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ اسی طرح ہماری گزارش ہے کہ جماعت احمدیہ کے پانچویں روحانی خلیفہ بھی پنجاب کی ترقی اور خوشحالی کے لئے دعا کریں گے۔'' (جگ بانی جالندھر 15 دسمبر 2005ء)

سابق وزیر پنجاب سردار سیوا سنگھ سیکھواں نے کہا: ''میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ جماعت احمدیہ کے روحانی خلیفہ اتنی روشن اور کھلی ذہنیت کے مالک ہیں۔ اور مجھے سب سے بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ وہ پنجابی ہیں۔ جب میں نے ان سے لڑکھراتی اردو میں بات کرنا چاہی تو حضور نے مجھے کہا کہ تم پنجابی میں بات کرو اور انہوں نے بہت ہی اچھی پنجابی میں بات کی'' (ہند سماچار جالندھر 19 دسمبر 2005ء)

سنت سماج کے پردھان سنت کشمیرا سنگھ نے کہا کہ: ''مرزا صاحب کا ہاتھ خدا نے پکڑا ہوا ہے۔ جو بھی ان کا ہاتھ پکڑے اس کا تعلق بھی خدا سے ہو جائے گا'' (ہند سماچار 29 دسمبر 2005ء)

پدم شری وجے کمار چوپڑہ چیف ایڈیٹر ہند سماچار: ''میرا قادیان سے بہت پرانا تعلق ہے۔۔۔ جماعت احمدیہ بھی قادیان سے انسانیت کا پیغام لے کر چلی ہے۔۔۔ تمام اکناف عالم کو یہی پیغام دیا ہے کہ ہم سب ایک ہیں۔ یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔۔۔ جماعت احمدیہ کے امام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب سے کہا کہ آج جماعت احمدیہ دنیا کی ترقی کے لئے گامزن ہے۔ وہیں انہیں چاہئے کہ وہ بھارت کے بہت سے مدرسوں میں مسلم بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کی تعلیم کے لئے دوسرے ممالک کی طرح بھارت میں بھی سکول و کالج کھولے جائیں۔ آپ ہم سب کے خلیفہ ہیں۔ ہمارا پہلا حق بنتا ہے۔ مسلم بچے بھی اچھی تعلیم حاصل کر کے بھارت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوں۔ بھارت میں کوئی جات پات نہیں کی جاتی۔ آج بھارت کا صدر بھی ایک مسلم ہے۔'' (ہند سماچار جالندھر 29 دسمبر 2005ء)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے پانچ حق ہیں۔ (1) سلام کا جواب دینا۔ (2) بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرنا۔ (3) فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شامل ہونا۔ (4) اس کی دعوت قبول کرنا۔ (5) اور اگر وہ چھینک مارے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو اس کی چھینک کا جواب (یَرْحَمُکَ اللّٰہ کی دُعا کے ساتھ) دینا۔ ایک اور روایت میں یہ زائد باتیں بھی ہیں کہ جب تُو اسے ملے تو سلام کہے اور جب وہ تجھ سے خیر خواہانہ مشورہ مانگے تو خیر خواہی اور بھلائی کا مشورہ دے۔

(بخاری، کتاب الاستیذان، باب افشاء السلام)

حضرت اقدسؑ کی جماعت کے متعلق ترقی کی پیشگوئی جو پوری ہو کر دشمن پر حجت ہو رہی ہے

1891ء خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو مغلوب ہو کر یعنے بظاہر مغلوبوں کی طرح حقیر ہو کر پھر آخر غالب ہو جائے گا۔ اور انجام تیرے لئے ہو گا۔ اور ہم وہ تمام بوجھ تجھ سے اتار لیں گے۔ جس نے تیری کمر توڑ دی۔ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تیری توحید۔ تیری عظمت۔ تیری کمالیت پھیلاوے۔ خدا تعالیٰ تیرے چہرہ کو ظاہر کرے گا۔ اور تیرے سایہ کو لمبا کر دے گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ عنقریب اسے ایک ملک عظیم دیا جائیگا اور خزائن اس پر کھولے جائیں گے...... یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور تمہاری آنکھوں میں عجیب۔ ہم عنقریب تم میں ہی اور تمہارے ارد گرد نشان دکھلاوینگے۔ حجت قائم ہو جائے گی۔ اور فتح کھلی کھلی ہو گی۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک بھاری جماعت ہیں۔ یہ سب بھاگ جائیں گے۔ اور پیٹھ پھیر لیں گے۔ اگر لوگ تجھے چھوڑ دیں گے۔ پر میں نہیں چھوڑوں گا۔ اور اگر لوگ تجھے نہیں بچائیں گے پر میں بچاؤنگا۔ میں اپنی چمکار دکھاؤں گا۔ اور قدرت نمائی سے تجھے اٹھاؤنگا۔ اے ابراہیم تجھ پر سلام۔ ہم نے تجھے خالص دوستی کے ساتھ چن لیا۔ خدا تیرے سب کام درست کر دیگا اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا۔ تو مجھ میں سے ہے جیسی میری توحید اور تفرید۔ خدا ایسا نہیں جو تجھے چھوڑ دے۔ جب تک وہ خبیث کو طیب سے جدا نہ کرے۔ وہ تیرے مجد کو زیادہ کرے گا۔ اور تیری ذریت کو بڑھائے گا۔ اور من بعد تیرے خاندان کا تجھ سے ہی ابتداء قرار دیا جائے گا۔ میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دونگا۔ اور تیرا ذکر بلند کروں گا۔ اور تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔ جَعَلْنَاكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ۔ ہم نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا۔ ان کو کہہ دے کہ میں عیسیٰ کے قدم پر آیا ہوں۔ یہ کہیں گے کہ ہم نے۔ پہلوں سے ایسا نہیں سنا۔ سو تو ان کو جواب دے کہ تمہارے معلومات وسیع نہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ تم بظاہر لفظ اور الہام پر قانع ہو۔ اور اصل حقیقت تم پر مکشوف نہیں۔ جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمت الٰہی کا مسئلہ سمجھتا ہے وہ بڑا عقلمند ہے کیونکہ اس کو اسرار ملکوتی سے حصہ ہے ایک اولی العزم پیدا ہو گا۔ وہ حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔ وہ تیری ہی نسل سے ہو گا۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ (ازالہ اوہام ص632-35)

مَظْهَرُ الْحَقِّ وَ الْعُلَاءِ كَأَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ يَأْتِيْ عَلَيْكَ زَمَانٌ مُّخْتَلِفٌ بِأَزْوَاجٍ مُّخْتَلِفَةٍ وَّ تَرٰى نَسْلًا بَعِيْدًا وَلَنُحْيِيَنَّكَ حَيٰوةً طَيِّبَةً ثَمَانِيْنَ حَوْلًا اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ

وہ پیشگوئیاں اس وقت کی ہیں جب سلسلہ ابتدائی حالت میں تھا۔ اور ان حالات میں یہ شائع کر دینا کہ آپ کے ساتھ ایک بڑی جماعت ہو گی اور صرف ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ تمام ممالک میں آپ کے مرید پھیل جائیں گے۔ کیا انسانی قیاسات کی بنا پر ایسی بات کر سکتا ہے۔ یہ علمی زمانہ ہے اور لوگ اپنے پہلے مذہب کو جس کی صداقت یوم ولادت سے انکے ذہن نشین کی جاتی رہی تھی چھوڑ رہے ہیں۔ آجکل مسیحی مسیحی نہیں رہے۔ یہودی یہودی نہیں رہے۔ ہندو ہندو نہیں رہے۔ سکھ سکھ نہیں رہے اور پارسی پارسی نہیں رہے۔ بلکہ عقلی مذہب ان مذاہب کی رسوم کی چادر میں لپٹا ہوا سب جگہ پھیل رہا ہے۔ نام مختلف ہیں مگر خیالات سب دنیا کے ایک ہو رہے ہیں۔ اس حال میں آپ کا یہ دعویٰ کرنا کہ جو لوگ اپنے پہلے نبیوں سے بیزار ہو کر اتباع میں مشغول ہیں آپ کو مان لیں گے بظاہر ناممکن الوقوع دعویٰ تھا۔ آپ ہندوستان کے باشندے تھے اور اس ملک کے باشندے دنیا میں بہت ہی حقیر سمجھے جاتے تھے۔

کب امید کی جا سکتی تھی کہ عرب، افریقہ، امریکہ، ایشیا اور یورپ ایک ہندوستانی پر ایمان لے آئیں گے۔ ہندوستان کے انگریزی پڑھے ہوئے لوگ جو قرآن کریم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام قرار دیتے تھے یہ مان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ پھر ایسے آدمی سے جو انگریزی کا ایک لفظ بھی نہیں جانتا۔ اور اپنے صوبہ سے باہر کبھی سفر بھی نہیں کیا۔ یہ سب روکیں ایک طرف تھیں اور اللہ تعالیٰ کا کلام ایک طرف۔ آخر وہی ہوا جو اللہ تعالیٰ نے کہا تھا اور وہ شخص تن تنہا ایک صحن میں ٹہل ٹہل کر اپنے الہامات لکھ رہا تھا اور تمام دنیا میں اپنی قبولیت کی خبریں دے رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید سے اٹھا اور ایک بادل کی طرح گرجا اور لوگوں کے دیکھتے دیکھتے حاسدوں اور دشمنوں کے کلیجوں کو چھلنی کرتا ہوا تمام آسمان پر چھا گیا۔

آج دنیا کا کوئی براعظم نہیں جس میں مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت نہیں اور کوئی مذہب نہیں جس میں سے اس نے اپنا حصہ وصول نہیں کیا، مسیحی، ہندو، بدھ، پارسی، سکھ اور یہودی سب قوموں میں اس کے ماننے والے موجود ہیں اور یوروپین، امریکن، افریقن، روس، آسٹریلیا اور ایشیا کے باشندے اس پر ایمان لائے ہیں اور جو کچھ قبل از وقت بتا دیا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کلام پورا ہوا۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ یورپ اور امریکہ جو اس سے پہلے اسلام کو کھا رہا تھا مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے اب اسلام ان کو کھا رہا ہے وہی اسلام جو دوسرے فرقوں کے ہاتھ شکست کھا رہا تھا اب مسیح موعودؑ کی دعاؤں سے دشمن کو ہر میدان میں نیچا دکھا رہا ہے اور اسلام کی جماعت کو بڑھا رہا ہے۔ اب تک 208 ممالک میں جماعت احمدیہ کے مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ (2001-2000) کے سال میں ہی دنیا کے اکثر ممالک سے آٹھ کروڑ سے زائد افراد نے جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی ہے۔

خدا اس جماعت کو ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے خدا یاد آئے

''میں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نماز پر قائم رہتے ہیں۔ اور رات کو اٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعائیں خدا تعالیٰ قبول کرے گا اور مجھے دکھائے گا کہ اپنے پیچھے میں ایسے لوگوں کو چھوڑتا ہوں۔ لیکن وہ لوگ جن کی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں اور جن کو مرنا ہرگز یاد نہیں ہے۔ میں اور میرا خدا ان سے بیزار ہے۔ میں بہت خوش ہوں اگر ایسے لوگ اس پیوند کو قطع کر لیں کیونکہ خدا اس جماعت کو ایک ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے اور جو تقویٰ اور طہارت کے اول درجہ پر قائم ہوں اور جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہو لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور یہ کہہ کر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ پھر وہ اپنے گھروں میں جا کر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جاتے ہیں کہ صرف دنیا ہی دنیا ان کے دلوں میں ہوتی ہے۔ نہ ان کی نظر پاک ہے نہ ان کا دل پاک ہے اور نہ ان کے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے نہ ان کے پیر کسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں اور وہ اس چوہے کی طرح ہیں۔ جو تاریکی میں ہی پرورش پاتا ہے اور اسی میں رہتا ہے اور اسی میں مرتا ہے۔ وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں۔ وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم اس جماعت میں داخل ہیں۔ کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے۔ (تبلیغ رسالت جلد دہم ص۔ 62-61)

مسجد دارالانوار قادیان کی توسیع دیکھ کر

جامعۃ الاحمدیہ جامعہ مبشریں ... انکے ہے انوار مسجد جانب مغرب وہیں
اس کی میں توسیع لکھوں یا نئی مسجد ہو شمار ... پہلی مسجد کی جگہ ہے یہ ہوئی مسجد تیار
اس کی ہے توسیع کرکے اور کشادہ کیا ... خوبصورت خوشنما دلروز دلدادہ کیا
خوبصورت عالیشان ہے اسکا مینارہ وہاں ... آنیوالوں کے لئے مسجد کا دیتا ہے نشاں
ہزاروں کی تعداد میں نمازیوں کی ہے جگہ ... حسب ضرورت ہیں سپیکر بھی لگے جگہ جگہ
اس طرح لگائی ہیں دیواروں میں سب کھڑکیاں ... کہ ہر جگہ ہوا بھی پہنچے روشنی یکسر وہاں
اتنا کشادہ اور وسیع یہ بنا اک ہال ہے ... چھت پر پنکھوں کا بھی جیسے لگا اک جال ہے
اس قدر ہیں بیم لمبے کم سے کم ستون بھی ... اسکے منظر سے ہے ملتا راحت سکون بھی
جس جگہ مسجد میں ہوں ایسا کیا ہے اہتمام ... نظر سب کو آئے گا محراب کے اندر امام
جامعۃ الاحمدیہ جامعہ مبشریں ... جامع مسجد سے بھی انوار مسجد کم نہیں
مسجد کشادہ دیکھ کر ہے دل سے نکلے یہ دعا ... یارب تو دے رشید کو اس کار خیر کی جزا
انشاء اللہ اسکا بھی تو افتتاح ہو گا ضرور ... جب مبشر قادیاں میں آئینگے پیارے حضور

خاکسار محمود احمد مبشر درویش قادیان۔ 5 مئی 1909ء





حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جلسہ سالانہ قادیان 1991ء میں خطاب کرتے ہوئے



جلسہ سالانہ قادیان 1991ء میں جلسہ گاہ کا منظر



جلسہ کے دوران نعرہ لگاتے ہوئے



جلسہ میں شامل غیر مسلم معززین



حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 1991ء میں دہلی میں تغلق آباد قلع کے سیر کرتے ہوئے



جامعہ مسجد دہلی جہاں حضرت اقدسؑ 2 اکتوبر 1891ء کومولوی عبدالحق صاحب سے
مباحثہ کے لئے تشریف لے گئے لیکن مولوی صاحب نے مباحثہ سے انکار کردیا



حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 1991ء میں دہلی میں تغلق آباد قلع کے سیر کرتے ہوئے



حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 1991ء میں دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین
بختیار کاکیؒ کے مزار سے دُعا کے بعد باہر تشریف لاتے ہوئے



حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 1991ء میں دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین
بختیار کاکیؒ کے مزار پر دُعا کرتے ہوئے



حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا قادیان سے لندن کے لئے
واپسی کے لئے روانگی کا منظر (جنوری 1992ء)



جلسہ سالانہ قادیان 2005ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطاب فرما رہے ہیں۔



جلسہ سالانہ قادیان 2005ء میں پنڈال کا منظر


اہالیان قادیان 2005ء میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔


حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ جلسہ کو خطاب فرماتے ہوئے۔


حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ قادیان سے واپس جاتے ہوئے۔


حضور انور تغل وال کے کالج کی طالبات کو تحائف دیتے ہوئے۔



اساتذہ جامعہ احمدیہ قادیان حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہمراہ مسجد اقصیٰ قادیان میں

برموقعہ افتتاح صدسالہ تقریبات جامعہ احمدیہ قادیان بتاریخ ۱۲؍جنوری ۲۰۰۶ء



اساتذہ جامعۃ المبشرین قادیان حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہمراہ مسجد اقصیٰ قادیان میں

برموقعہ افتتاح صدسالہ تقریبات جامعہ احمدیہ قادیان بتاریخ ۱۲؍جنوری ۲۰۰۶ء

رینوویشن دارالمسیح

دارالمسیح کی رینوویشن کا کام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے شروع کروایا تھا۔ یہ کام شروع ہونے سے پہلے مختلف وقتوں میں اگر کوئی تبدیلیاں ہوئی ہیں تو اس کا تاریخ میں ریکارڈ نہیں ہے۔ رینوویشن کے وقت جو شکل موجود تھی اس کو اسی طرح محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اور اس کی **ORIGINALITY** کو اسی طرح ہی قائم رکھنے کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے۔ دیواروں کے بعض حصّے نمونہ کے طور پر اسی طرح چھوڑ دیئے گئے ہیں تا کہ پتہ چل سکے اصل کس حالت میں تھیں۔ اگر کوئی چیز تبدیل کی گئی ہے تو اسی ڈیزائن کے مطابق نئی بنائی گئی ہے۔ یہ کام عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ آف لندن کی نگرانی میں ہوا ہے اور اس میں مکرم مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان کی راہنمائی بھی رہی ہے۔

یہ ڈرافٹ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے منظور شدہ ہے۔



مکان حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ



دارالمسیح کے اندرون کا ایک منظر



مکان نواب محمد علی خان صاحبؓ



مکان نواب محمد علی خان صاحبؓ کے مکان کا دروازہ

رینوویشن سے پہلے دارالمسیح کی تصاویر













رینوویشن سے پہلے دارالمسیح کی تصاویر













رینوویشن سے پہلے دارالمسیح کی تصاویر








قادیان میں تعمیرات

بیوت الحمد کالونی۔قادیان میں 1947ء کے بعد سب سے پہلی تعمیر 1991ء میں گھروں کی شکل میں ہوئی۔اس کا سنگ بنیاد مکرم میاں وسیم احمد صاحب مرحوم نے رکھا۔ پہلے مرحلہ میں 32 مکان تعمیر کئے گئے۔(ڈیزائن عبدالرشید آرکیٹیکٹ)

یورپین گیسٹ ہاؤسز (یوکے۔جرمن۔امریکن۔کینڈا)۔ان کو لڑکیوں کے لئے تعلیم الاسلام سینئر سیکنڈری سکول کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ (ڈیزائن عبدالرشید آرکیٹیکٹ)

توسیع مہمان خانہ۔پہلی بار اس پر کام حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی 1991ء میں آمد سے پہلے شروع ہوا۔باورچی خانے اور چھ وی آئی پی کمروں کو ٹھیک کیا گیا تاکہ غیر ملکی مہمان یہاں ٹھہر سکیں۔جو Emergency بنیاد پر عبدالرشید آرکیٹیکٹ کی نگرانی میں ہوا۔اس کے بعد ہر سال اس میں توسیع ہو رہی ہے۔

لڑکوں کا نیا ہائی سکول۔یورپین گیسٹ ہاؤسز کے عقب میں لڑکوں کے لئے ہائی سکول کی نئی بلڈنگ بنائی گئی ہے۔

دفاتر انجمن احمدیہ۔پرانے تعلیم الاسلام سکول کی بلڈنگ کو Renovate کر کے انجمن احمدیہ کے دفاتر بنادئے گئے ہیں۔

دفتر امور عامہ۔تعمیر نو دو منزلہ بلڈنگ کی صورت میں 2009ء میں مکمل کی گئی۔

مدرسہ احمدیہ (پارکنگ ایریہ)۔پرانہ مدرسہ گرا کر وہاں انجمن کے دفاتر کے لئے پارکنگ ایریا بنادیا گیا ہے۔

مسجد اقصیٰ کی توسیع۔توسیع کی بنیاد 7 جون 2007ء کو مکرم فاتح احمد صاحب نے رکھی۔اس کی تکمیل 2010ء میں مکمل ہوئی۔اب اس میں پانچ ہزار سے زائد احباب نماز ادا کر سکتے ہیں۔

مسجد ناصر آباد مسجد۔بہت چھوٹی تھی اس کی توسیع 1996ء میں کی گئی۔(ڈیزائن عبدالرشید آرکیٹیکٹ)

مسجد انوار۔پرانی مسجد کو شہید کر کے نئی مسجد کی تعمیر 2006ء میں شروع ہوئی اور 2008ء میں مکمل کر لی گئی۔اس کا پچاس فیصد خرچ مکرم ڈاکٹر حمید الرحمان صاحب آف امریکہ اور پچاس فیصد عبدالرشید آرکیٹیکٹ نے ادا کیا۔(ڈیزائن عبدالرشید آرکیٹیکٹ)

چار منزلہ بلڈنگ۔یہ فلیٹ 1992ء میں تعمیر کئے گئے۔(ڈیزائن عبدالرشید آرکیٹیکٹ)

نور ہسپتال۔یہ ہسپتال حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی منظوری سے ریتی چھلہ میں تعمیر کیا گیا۔اس کا سنگ بنیاد عبدالرشید آرکیٹیکٹ نے 2003ء میں رکھا اور افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 13 جنوری 2006ء کو فرمایا۔(ڈیزائن عبدالرشید آرکیٹیکٹ)

دفتر انصاللہ۔اس کی تعمیر 2000ء میں کی گئی۔(ڈیزائن عبدالرشید آرکیٹیکٹ)

دفتر خدام الاحمدیہ۔سرائے وسیم کے نزدیک لوکل مجلس خدام الاحمدیہ کا دفتر ہے۔

خدام الاحمدیہ ہال۔جب یہ ہال تعمیر کیا گیا زیادہ کام وقار عمل سے مکمل کیا گیا۔

سرائے طاہر (جامعہ احمدیہ)۔اس کا سنگ بنیاد میاں وسیم احمد صاحب مرحوم نے 21 ستمبر 2002ء کو رکھا۔ڈاکٹر حمید الرحمان صاحب آف امریکہ نے اس بلڈنگ کا خرچ ادا کیا۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 23 دسمبر 2005ء کو اس کا افتتاح فرمایا۔اب یہ جامعہ احمدیہ کے طور پر استعمال ہو رہی ہے۔(ڈیزائن عبدالرشید آرکیٹیکٹ)

سرائے وسیم۔اس کا سنگ بنیاد مکرم میاں کلیم احمد صاحب نے 21 نومبر 2007ء کو رکھا اور بلڈنگ کو اپریل 2009ء مکمل کر لیا گیا۔

ماریشس گیسٹ ہاؤس (سرائے عبیداللہ)۔اس کی تعمیر 2006ء میں ہوئی۔

آسٹریلیا گیسٹ ہاؤس۔اس کی تعمیر 2009ء میں ہوئی۔

رینوویشن دارالمسیح۔اس کی رینوویشن کا کام حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہدایت پر عبدالرشید آرکیٹیکٹ کی نگرانی میں 1992ء میں شروع ہوا اور 2005ء تک جاری رہا۔ (ڈیزائن عبدالرشید آرکیٹیکٹ)

دارالمسیح۔1994ء میں سارے دارالمسیح کی Under Ground Drainage کا کام مکمل کیا۔ (ڈیزائن عبدالرشید آرکیٹیکٹ)

مقام ظہور قدرت ثانیہ۔بہشتی مقبرہ میں وہ مقام ہے جہاں 27 مئی 1908ء کو حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کو متفقہ طور پر مسیح موعودؑ کا پہلا خلیفہ (جانشین) تسلیم کرتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اس جگہ کو ظہور قدرت ثانیہ کہا جاتا ہے۔اس یادگار کا سنگ بنیاد 2 جنوری 2008ء کو رکھا گیا۔

گیسٹ ہاؤس لجنہ اماء اللہ (سرائے مبارکہ)۔بیوت الحمد کالونی کے قریب بنائی گئی ہے۔تعمیر جولائی 2008ء میں شروع کی اور دسمبر 2009ء میں مکمل ہوئی۔

فضل عمر پرنٹنگ پریس۔موجودہ جلسہ سالانہ کے میدان کے سامنے ہرچوال روڈ پر واقع ہے۔اس کو 2008ء میں تعمیر کیا گیا۔

گیٹ خلافت جوبلی۔یہ چار منزلہ بلڈنگ کے قریب محلہ باب الابواب میں خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کے موقعہ پر تعمیر کیا گیا۔اس کی بنیاد 27 جنوری 2008ء کو رکھی گئی۔اس کی اونچائی 46 فٹ ہے۔اس کی تکمیل اکتوبر 2010ء میں ہوئی۔

مرکزی لائبریری (خلافت لائبریری)۔محلہ احمدیہ سے تقریباً پندرہ منٹ کے پیدل فاصلہ پر مین روڈ پر واقع ہے۔اس کا سنگ بنیاد 21 نومبر 2007ء کو رکھا گیا جب کے افتتاح اکتوبر 2010ء میں ہوا۔دومنزلہ بلڈنگ ہے۔سطح زمین اور پہلی منزل کا رقبہ تقریباً 21320 مربع فٹ ہے۔

ایم۔ٹی۔اے اور نشرو اشاعت بلڈنگ۔محلہ دارالانوار میں واقع ہے۔اس Complex میں دو بلاک ہیں۔دائیں طرف والا بلاک محکمہ نشرواشاعت کا ہے جس کے ایک حصے کی پہلی منزل نمائش کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔بائیں سائڈ والا بلاک ایم۔ٹی۔اے کا ہے۔یہ بھی دومنزلہ بلڈنگ ہے۔پہلی منزل پر انجمن کے دفاتر ہیں۔

بیوت الشکر۔آسٹریلیا گیسٹ ہاؤس کے مشرقی جنوبی جانب چوبیس فلیٹس 2012ء میں تعمیر کئے گئے۔

روٹی پلانٹ بلڈنگ۔اس کا سنگ بنیاد 2012ء میں رکھا گیا۔بلڈنگ محلہ دارالانوار میں واقع ہے۔

انڈونیشیا گیسٹ ہاؤس (وائٹ ایوینیو)۔دومنزلہ بلڈنگ جو 2013ء میں تعمیر کی گئی۔(ڈیزائن عبدالرشید آرکیٹیکٹ)

تعمیرات کی تفصیل۔کتاب قادیان۔جو نشرو اشاعت قادیان نے شائع کی ہے۔اس سے لی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت مسیح موعودؑ سے سوال کیا کہ ہم اپنے گاؤں میں دو شخص احمدی ہیں۔کیا ہم جمعہ پڑھ لیا کریں؟۔حضورؑ نے مولوی محمد احمد صاحبؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔کیوں مولوی صاحب؟۔اس پر مولوی صاحب نے کہا۔جمعہ کے لئے نماز شرط ہے۔اور حدیث شریف سے ثابت ہے کہ دو شخص بھی جماعت ہیں۔لہٰذا جائز ہے۔حضورؑ نے اس شخص سے فرمایا کہ فقہاء نے کم از کم تین آدمی لکھے ہیں۔آپ جمعہ پڑھ لیا کریں۔اور تیسرا آدمی اپنے بیوی بچوں میں سے شامل کر لیا کریں۔ (سیرت المہدی (792)۔حصہ سوم)

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
(حضرت مسیح موعودؑ۔درثمین صفحہ 3)

رینوویشن[RENOVATION]اور ریسٹوریشن[RESTORATION]

1938 میں حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے درمیان دارالمسیح کی حفاظت کے متعلق خط و کتابت ہوئی۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو دارالمسیح کی حفاظت کا بہت فکر تھا۔ وہ خطوط احباب کی اطلاع کے لئے نیچے نقل کئے جاتے ہیں۔ 16 اپریل 1938 کا واقعہ ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تذکرہ کا مطالعہ کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچے کہ جماعت احمدیہ کو کبھی قادیان چھوڑنا پڑے گا۔ اس انکشاف پر آپ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں مندرجہ ذیل خط لکھا۔

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سَیِّدَنَا اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہ

آجکل میں تذکرہ کا کسی قدر بغور مطالعہ کر رہا ہوں۔ مجھے بعض الہامات وغیرہ سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ شاید جماعت احمدیہ پر یہ وقت آنے والا ہے کہ اسے عارضی طور پر مرکز سلسلہ سے نکلنا پڑے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت حال غالباً گورنمنٹ کی طرف سے پیدا کی جائے گی۔ اگر میرا یہ خیال درست ہو اس وقت کے پیش نظر ہمیں کچھ تیاری کرنی چاہئے مثلاً مذہبی اور قومی یادگاروں اور شعائر اللہ کی حفاظت کا انتظام وغیرہ تا کہ اگر ایسا وقت مقدر ہے تو جماعت کے پیچھے ان کی حفاظت رہے۔ اور نشانات محفوظ رہیں۔ اسی طرح دوسری باتیں سوچ رکھنی چاہئیں۔

فقط والسلام

دستخط خاکسار مرزا بشیر احمدؓ

26-4-38

اس خط پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے قلم مبارک سے حسب ذیل نوٹ تحریر فرمایا۔

عزیز مکرم اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

میں تو بیس سال سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ حق یہ ہے کہ جماعت اب تک اپنی پوزیشن کو نہیں سمجھی۔ ابھی ایک ماہ ہوا میں اس سوال پر غور کر رہا تھا کہ مسجد اقصیٰ وغیرہ کیلئے گہرے زمین دوز نشان لگائے جائیں جن سے دوبارہ مسجد تعمیر ہو سکے۔ اسی طرح چاروں کونوں پر دور دور مقامات پر مستقل زمین دوز نشانات رکھے جائیں جن کا راز مختلف ممالک میں محفوظ کر دیا جائے تا کہ اگر مقامات پر دشمن حملہ کرے تو ان کو از سرنو اپنی اصل جگہ پر تعمیر کیا جا سکے۔ پاسپورٹوں کا سوال بھی اسی پر مبنی تھا۔

دستخط مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانیؓ)

اس میں جو یہ فقرہ ہے کہ پاسپورٹوں کا سوال بھی اسی پر مبنی ہے۔ اس کا اشارہ اس طرف ہے کہ انہی پیشگوئیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے حکم دیا تھا کہ تمام خاندان کے اور سلسلہ کے بڑے بڑے کارکنوں کے غیر ممالک کے پاسپورٹ ہر وقت تیار رہنے چاہئیں۔ تا کہ جب ہجرت کا وقت آئے پاسپورٹ بنوانے پر وقت نہ لگے۔ اسی طرح اسی وقت سے میں نے یہ حکم دیا ہوا تھا کہ ایک ایک سیٹ سلسلہ کی کتب کا سات آٹھ مختلف ملکوں میں بھجوا کر سلسلہ کا لٹریچر محفوظ کر لیا جائے۔

دستخط مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ 22 مئی 1938 (الفضل 25 مئی 1948)

آج کل رینوویشن اور ریسٹوریشن کا موضوع ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ جو احباب تاریخ کو اتنی اہمیت نہیں دیتے۔ان کے خیال کے مطابق پرانی چیزوں کو محفوظ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں اور ایسے کاموں پر خرچ کئے ہوئے وقت اور مال کو غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ان کے خیال کے مطابق یہی وقت اور مال اگر بنی نوع انسان کی موجودہ مشکلات کے حل پر خرچ کیا جائے تو یہ Resourses کا بہتر استعمال ہوگا۔ دوسری طرف اکثر ملک اپنی پرانی تاریخ کو اجاگر کر کے Tourism میں دلچسپی پیدا کر کے بہت سارا Foreign Exchange کماتے ہیں۔بعض ممالک صرف تاریخ کو محفوظ رکھ کر فخر محسوس کرتے ہیں۔ تاہم تاریخ۔ بلڈنگ میں بنیاد کی سی حیثیت اور اہمیت رکھتی ہے۔جتنی مضبوط بنیاد ہوگی اتنی ہی عالیشان بلڈنگ آپ اس پر تعمیر کر سکتے ہیں۔اسی طرح اگر آپ اپنی تاریخ میں ایک خاص معیار حاصل کر چکے ہیں اور تاریخ محفوظ ہے تو آپ اسکو آگے بڑھا سکتے ہیں۔لیکن اگر آپ اپنی تاریخ کو بھلا چکے ہیں تو آپ کو ابتدا سے شروع کرنا ہوگا اور ترقی کے لحاظ سے پیچھے رہ جائیں گے۔

تاریخی حالات عمارات کی شکل میں ہوں یا کسی اور طرز میں۔ وہ اپنے اندر بہت ساری معلومات سمائے ہوئے ہوتے ہیں۔ہمیں ان سے تین قسم کے حالات کے متعلق پتہ چل سکتا ہے۔ایک تاریخ کے اس دور میں ثقافتی معیار کیا تھا۔دوسرے تاریخ کے اس دور میں لوگوں کی عادات اور کسٹمز کیا تھے اور تیسرے صنعتی ترقی کا کیا معیار تھا(Stage of technical development)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ زندہ قومیں اور جماعتیں اپنی تاریخ اور تاریخی عمارات کی ہر لحاظ سے حفاظت کرتی ہیں۔اور بڑی سے بڑی قربانی کرنے اور رقم خرچ کرنے سے دریغ بھی نہیں کرتیں۔ ہر ملک میں آپ دیکھیں گے کہ کسی نہ کسی شکل میں انہوں نے اپنے بادشاہوں اور حکمرانوں کے محلات اور عمارات کو محفوظ کر لیا ہوتا ہے۔لیکن مذہبی دنیا میں بنی نوع انسان اپنے مقدس مقامات کی حفاظت کرنے میں اتنا کامیاب نہیں رہا۔جتنا ہونا چاہیئے تھا۔اس کرہ ارض پر خدا تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور کروڑوں ہادی اور رہنما مبعوث کئے ہیں لیکن دیکھیں کتنے نبیوں کی جائے پیدائش یا گھر محفوظ ہیں؟ اس کرہ ارض پر صرف ایک ہی نبی کا گھر محفوظ ہے اور وہ رسول کریم ﷺ کے غلام اور عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی علیہ السلام کا گھر (دارالمسیح) جو قادیان میں ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل اور جماعت احمدیہ کی خوش قسمتی ہے کہ یہ مقدس گھر جماعت احمدیہ کی حفاظت میں ہے۔اس کے لئے ہم جتنا بھی خدا تعالیٰ کا شکر ادا کریں کم ہے۔

1973 کی بات ہے۔ایک دفعہ لندن میں خاکسار کی ڈیوٹی لگی کہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کو لندن ائیر پورٹ پر لے کر جانا ہے۔ جب ہم ائیر پورٹ پر پہنچے تو پتہ چلا کہ ہوائی جہاز لیٹ ہے۔ چوہدری صاحب مجھے فرمانے لگے کہ آؤ پھرتے ہیں شائد کوئی اور واقف مل جائے۔تو اس طرح باتوں باتوں میں وقت گزر جائے گا۔اس دوران مجھے آپ نے پوچھا۔آپ کو انگریزی لفظ Co-incident کے معنی آتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔فرمانے لگے۔ دراصل انسان کی عقل اور سوچ کا دائرہ محدود ہے۔ یہ آئندہ ہونے والے واقعات کو مکمل طور پر معلوم نہیں کر سکتا۔اور جب کبھی ایسا واقعہ ہو جاتا ہے۔ جسے وہ غیر معمولی سمجھتا ہے۔تو کہہ دیتا ہے کہ What a co-incident?۔لیکن وہ Co-incident نہیں ہوتا۔اس واقعہ کا علم خدا تعالیٰ کو ہوتا ہے۔اور اس واقعہ کا ہونا پہلے ہی سے مقدر ہوتا ہے۔لیکن ہمارے علم میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ آئندہ کے حالات صرف خدا تعالیٰ کے علم میں ہی ہوتے ہیں۔

اب اگر آپ دارالمسیح کے Overall پلین پر نظر ڈالیں۔تو آپ دیکھیں گے۔کہ کمرے اندرونی صحن کے ارد گرد بنائے گئے ہیں۔ جو کہ مغلوں کا طرز تعمیر تھا۔ وہ حصہ جہاں مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور آپ نے اپنا بچپن گزارا۔ وہ حصہ جہاں آپ نے اپنے دعویٰ کے بعد کی رہائش رکھی۔اور پھر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ والا حصہ۔ یہ سب حصے اندرونی صحن کے ارد گرد بنائے گئے ہیں۔اس طرز تعمیر کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ یہ ہر دو موسم

گرمی اور سردی میں آرام دہ ہوتے ہیں اور ان میں پردے کا پورا انتظام ہوتا ہے۔آپ اندر ہی اندر ہر منزل پر جا سکتے ہیں۔قادیان میں سب سے اونچی جگہ پر واقعہ ہے۔دارالمسیح کی تعمیر سب سے پہلے ہوئی لیکن اس جیسا اور اتنا بڑا کوئی اور مکان قادیان میں نہیں۔اور اس کی تعمیر کا رخ قبلہ کی طرف ہے۔

قادیان کی تعمیر کا آغاز آج سے 475 سال قبل 1530 میں ہوا۔اس وقت Town-planning کا کوئی Concept نہیں ہوتا تھا اور نہ کوئی اور Technical Expert اس وقت موجود تھے۔تو کیا وجہ ہے کہ وہ سب خوبیاں جو ایک روحانی بادشاہ کے گھر میں ہونی چاہیئے تھیں اس گھر میں شروع ہی سے رکھوا دی گئیں۔میرا یہ ایمان ہے کہ یہ Co-incident نہیں بلکہ خدائی منشاء کے مطابق اس کا پلین عمل میں آیا۔اور جب خدا تعالیٰ نے اس جگہ کو آئندہ مسیح کے لئے مخصوص کر دیا تھا تو تب اسی وقت دارالمسیح کی Layout کا مخصوص انداز میں بننے کا فیصلہ بھی کر دیا تھا۔ورنہ اسی طرز کے اور مکان بھی قادیان میں ہوتے۔

خاکسار نے 1987 میں قادیان میں مختلف منصوبوں پر کام شروع کیا۔ان کاموں کے لئے مجھے لندن سے قادیان سال میں ایک دو بار جانا پڑتا تھا۔1998 میں خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ دارالمسیح کی حالت دن بدن خراب ہو رہی ہے۔یہ ایک تاریخی عمارت ہے اسکی مکمل رینوویشن ہونی چاہیئے تا کہ آئندہ نسل کے لئے اس کو محفوظ کر لیا جائے۔حضورؒ نے میری اس تجویز کو منظور فرمایا۔1947ء میں ہجرت کے بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے کی ہدایات پر اور زیر نگرانی حضرت عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ مکرم برکت علی صاحب آف آبادان نے دارالمسیح اور دوسرے مقدس مقامات کے نقشے تیار کئے۔ان نقشہ جات نے دارالمسیح کو اصل کے مطابق تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

Renovation کا کام 1996 میں بیت الدعا۔بیت الذکر اور بیت الفکر سے شروع کیا گیا تھا۔جو 1998 میں مکمل کر دیا گیا۔پھر کچھ سال کے لئے کام بند رہا۔Renovation کا کام پھر 2002 میں شروع کیا گیا۔اب تک سطح زمین کا بھی بہت سارا حصہ رینوویٹ ہو چکا ہے۔سارے دارالمسیح کا کام مکمل کرنے میں ابھی (2006ء) اور دو تین سال لگ جائیں گے۔آپ جیسے ہی ڈیوڑھی سے دارالمسیح میں داخل ہوں۔اندر کا ماحول آپ کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ماحول کی سادگی محبت اور پیار دیواروں سے ٹپکتا ہے۔دیواریں محبت اور پیار سے آپ کو اپنی طرف بلا رہیں ہیں۔اور آپ کو یہیں رہنے کی دعوت دے رہیں ہیں۔ماحول اسقدر دلکش اور پرسکون ہے کہ وہاں سے جانے کو طبیعت نہیں کرتی۔دیکھنے میں آیا ہے کہ احباب دارالمسیح میں داخل ہو کر کھڑے دیواروں کی طرف دیکھتے رہتے ہیں۔انہیں یقین نہیں آتا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کے اندر کھڑے ہیں۔اور بعض تو کھڑے کھڑے آنسو بہانا شروع کر دیتے ہیں۔بعض دیواروں کو ہاتھ لگا کر اسقدر خوشی کا اظہار کرتے ہیں جیسے کوئی بہت بڑا انعام مل گیا ہے۔وہاں حضرت اماں جانؓ کا ایک تخت پوش ہے۔عورتیں خاص طور پر اس پر بیٹھ کر اور بچوں کو بھی ساتھ بیٹھا کر فوٹو لئے بغیر نہیں جاتیں۔دارالمسیح میں وقت گزار کر بہت ہی سکون ملتا ہے اور مزہ آتا ہے۔الدار کا کنواں تو ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ہر کوئی پوچھتا ہے کہ کیا یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے استعمال میں رہا ہے ؟ جب بتایا جاتا ہے۔جی ہاں۔تو فوراً پانی پینے کا مطالبہ کرتے ہیں۔Renovation کے دوران جو دارالمسیح کے متعلق اخلاص اور محبت کے نظارے جو دیکھنے میں آئے ہیں وہ بہت ہی ایمان افروز ہیں اور ان کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جب الدار کا 2005 میں دورہ کیا تو اس کنواں کا معائنہ بھی کیا اور بعد میں حضور انور نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کنواں سے پانی نکال کر پیا۔

جلسہ سالانہ قادیان 2004 کے موقعہ پر دارالمسیح میں رینوویشن کے متعلق ایک رجسٹر رکھ دیا گیا تھا تا کہ احباب رینوویشن کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔ان میں سے بعض کے تأثرات یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب۔مکرمہ زریں امجد صاحبہ۔عبدالحمید صاحب عاجز۔حکیم بدرالدین عامل صاحب اور محمود احمد مبشر صاحب نے اپنے تأثرات کا اظہار جلسہ سالانہ سے پہلے لکھ کر دیا تھا۔

قادیان دارالامان

محترم عبدالرشید آرکیٹیکٹ صاحب!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

میرے والد بزرگوار مکرم ملک عبدالکریم مرحوم 1937ء میں قادیان آئے۔ خاکسار نے تعلیم قادیان میں ہی حاصل کی۔ 1947ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر خاکسار تر گڑی ضلع گجرانوالہ سے قادیان بغرضِ حفاظتِ مرکز کیلئے قادیان آ گیا۔ خاکسار اپنے آپکو خوش قسمت سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خاکسار کو درویشانہ زندگی گزارنے کی توفیق دے رہا ہے۔

آپکو دارالمسیح کا رینوویشن کا کام کرواتے ہوئے پچھلے تین چار سالوں سے دیکھ رہا ہوں۔ سب سے پہلے سیوریج کو زیرزمین کروایا تو شکر کیا کہ دارالمسیح میں غسل خانوں کا گند ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب آپ نے بیت الذکر، بیت الدّعا اور بیت الفکر کی مرمت اپنی نگرانی میں مکمل کروائی ہے یہ کام واقعی عمدہ اور مضبوط ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے صدیوں تک اسی طرح قائم رہے گا۔ خاکسار کو پورا یقین ہے کہ یہاں دُعائیں کرنے والے آپ کو بھی اپنی دُعاؤں میں ضرور یاد رکھیں گے۔

اب سطح زمین کا وہ حصہ جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ کے بعد کی زندگی گزاری ہے کی مرمت کروائی ہے۔ دورانِ مرمّت خاکسار اس کام کو دیکھنے کے لئے اکثر آپ کے ساتھ ملتا رہا ہے۔ جس اعلیٰ انداز سے آپ نے اسکو مکمل کروایا ہے اور اب جو اصل شکل نکلی ہے۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کی مکمل عکاسی کرتی ہے۔ کنویں کو اصل شکل میں لانا سونے پر سُہاگہ والی بات ہے۔ اب لگتا ہے کہ یہی اصل میں ہمارے آقاؑ کا گھر تھا، یہ سب آپکی پُرخلوص محنت کا نتیجہ ہے کہ آج ہم بڑے فخر کے ساتھ اپنے غیراز جماعت دوستوں کو بھی دکھا سکتے ہیں۔ اب تو جب بھی حضرت مسیح موعودؑ کے گھر کی زیارت کرنے کا موقع ملتا ہے دل کو بہت سکون ملتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ آمین۔ اُمید ہے کہ آپ اس کام کو اِسی معیار کے مُطابق ختم کریں گے۔ انشاءاللہ

والسلام خاکسار۔ ڈاکٹر ملک بشیر احمد ناصر درویش قادیان۔ 17-3-2004

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بخدمت مکرم محترم چوہدری رشید صاحب آرکیٹیکٹ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اُمید ہے کہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ بخیر و عافیت ہوں۔ (آمین)

تحریر خدمت ہے کہ خاکسارہ جلسہ سالانہ 2003ء کے موقعہ پر اپنے خاوند محترم کے ساتھ شرکت کرنے قادیان گئی تھی۔ اس دوران مقامات مقدسہ کی زیارت کا موقعہ ملا اس سے قبل ہم لوگ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر انہیں جگہوں پر ٹھہرا کرتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیدائش کے کمرہ کو Renovate کرواکے اصل شکل میں لایا گیا ہے۔ خاص کر کے کنواں کو اصلی شکل دی گئی ہے۔ اس کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اُمید ہے کہ باقی مقامات کو بھی اصلی شکل میں لانے سے بہت خوبصورت لگے گا۔ پس خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپکے اس کام میں برکت دے۔ اور آپ کو بڑھ چڑھ کر خدمت دین کرنے کی توفیق عطاء فرماتا چلا جائے۔ فقط والسلام

(زرّیں امجد)۔ صوبائی صدر لجنہ راجستھان۔ 10-1-2004

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر آڈٹ آفس محکمہ ملیٹری اکاؤنٹ سے استعفیٰ دیکر جنوری 1947ء میں بطور واقفِ زندگی قادیان آیا تھا۔ خاکسار کے والد شیخ محمد حسین صاحبؓ صحابی تھے۔ اُنھوں نے 1933ء میں محلہ دارالفضل قادیان میں اپنا ذاتی مکان تعمیر کروایا تھا اور سرکاری ملازمت سے پینشن کے بعد 1939ء تا اگست 1947ء قادیان میں مقیم رہے۔ تین چار سال محلہ دارالفضل میں بطور صدر کے بھی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ اس عرصہ میں بھی خاکسار کو قادیان آنے کا موقع ملتا رہا مگر مستقل رہائش شروع 1947ء سے ہوئی۔ حضورؓ نے خاکسار کو نائب ناظر بیت المال مقرر فرمایا۔ اگست 1947ء کے بعد خاکسار بطور درویش کے یہاں ٹھہرا اور 72-1971ء تک بطور ناظر بیت المال خدمت سرانجام دیتا رہا۔ 1972ء میں حضورؒ نے ناظر جائیداد مقرر فرمایا اور جولائی 1990ء سے خاکسار کے سپرد نظارت جائیداد کے کاموں کے علاوہ نظارت تعلیم کا کام بھی کیا گیا اور 1991ء تک خاکسار Active خدمت پر مامور رہا۔

اپریل 1986ء میں مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر مسجد احمدیہ دہلی کے ڈیزائن کے سلسلہ میں پہلی مرتبہ تشریف لائے اور مجھے اُن سے ملاقات کا موقع ملا۔ اِس کے بعد موصوف متعدد مرتبہ قادیان کے تعمیر کاموں کے تعلق سے تشریف لاتے رہے۔ 1990ء میں اُن کی نگرانی میں احمدیہ کالونی کی تعمیر ہوئی جہاں بتیس سے زائد کواٹر تعمیر ہوئے اور اِن میں احمدیہ فیملیز آباد ہوئیں۔ 93-1992ء میں چار منزلہ بلڈنگ کی تعمیر کروائی گئی۔ یورپین گیسٹ ہاؤس کی وسیع عمارت کی تکمیل 2000ء میں ہوئی۔ نیز صدر انجمن احمدیہ کی خالی جگہ واقع ریتی چھلہ میں 250 Bed کے ہسپتال کی عمارت محترم چوہدری صاحب کی نگرانی میں تعمیر ہوئی۔ ان سب عمارتوں کی طرز جدید کے مطابق تعمیر سے قادیان کی خوبصورتی اور نفاست میں گراں قدر اضافہ ہوا۔

مندرجہ بالا کاموں سے بڑھ کر اہم تاریخی کام بیت الفکر اور بیت الذکر کی Renovation اور دارالمسیح الدّار کی سطح زمین کے حصہ کی Renovation ہے۔ اُن کو اصل شکل میں قائم رکھتے ہوئے کمال قابلیت اور صلاحیت کے ساتھ قابل دید بنایا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش کا کمرہ اور حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش کا کمرہ اور اِن سے ملحقہ کمرہ جات کو اپنی اصل حالت میں بحال رکھتے ہوئے قابل قدر انداز میں بہتر بنایا گیا ہے۔ نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان کے صحن کا کنؤاں جو زمین میں دبا ہوا تھا اُسے دوبارہ اصل حالت میں Restore کیا گیا ہے۔

اِن سب تاریخی کاموں کی Renovation سے خود مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب کا وجود تاریخ احمدیّت کا ایک ناقابل فراموش حصہ بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو مزید تعمیری کاموں کی توفیق بھی دے رہا ہے اور بسا اوقات اِن کاموں کی ذاتی نگرانی کے لئے اُن کو یہاں کئی ماہ قیام کرنا پڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُن کی بے لوث مساعی کو قبول فرماوے اور اُن کا حافظ وناصر رہے آمین۔

خاکسار۔ عبدالحمید عاجزؔ۔ واقفِ زندگی۔ درویش قادیان۔ 16-3-2004

محمد عمر۔ احمدیہ مسلم مشن۔ کالیکٹ کیرلہ

آج خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے دارالمسیح کے سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش کے کمرے وغیرہ دیکھ کر بیحد طمانیت قلب حاصل ہوئی۔ خاکسار 1954ء میں یہاں مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوا تھا۔ اُس وقت سے دارالمسیح کے یہ حصہ دیکھتا آیا تھا۔ اُس وقت یہ حصہ بہت خستہ حالت میں تھا۔ اب اتنی بڑی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ بے حد خوشی حاصل ہوئی۔ اس تعمیر نو کے پیچھے محترم چوہدری عبدالرشید صاحب (آرکیٹیکٹ) اور عزیزم سلطان احمد صاحب کی دن رات کی کوششوں اور پُرخلوص محنتوں کا دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو اور ان کے ساتھیوں کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

خاکسار۔ محمد عمر (مبلغ سلسلہ کیرلہ)۔ 23-12-2004

مکرم ومحترم چوہدری عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ لندن حال وارد قادیان

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

دیار المسیح کی مرمت کا کام کئی سالوں سے آپکی نگرانی میں ہورہا ہے مجھے گاہ بگاہ اس کام کو دیکھنے کا موقعہ ملتا رہا ہے ابتدائی طور پر اس کام کو اچھی طرح سمجھ لینا ہرکس و ناکس کے بس کا کام نہیں۔ بعد تکمیل ہی کسی کام کے بارہ میں اس کے محاسن یا معائب کے بارہ میں قطعی رائے دی جاسکتی ہے۔1930ء سے ہماری رہائش قادیان میں چلی آرہی ہے۔اوراس عرصہ میں سینکڑوں بار دیار مسیح میں جانے کا موقع ملتا رہا ہے۔نیز حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ جنکی بیعت 1890ء کی تھی اُنہوں نے زندگی بھر مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں رہنے کی سعادت پائی۔ 1950ء میں آپنے پندرہ بیس درویشان کو ساتھ لے کر دیارِ مسیح کے سب حصوں کے بارہ میں معلومات بتائی تھیں اور قادیان کے باہر بٹالہ اور گورداسپور میں مقدمات کے سلسلہ میں حضرت اقدس کے سفروں وقیام کے بارہ میں معلومات بتائی تھیں مَیں بھی ان خدام میں شامل تھا۔

اب جبکہ کچھ حصہ کی مرمت کے کام کی تکمیل ہوگئی ہے۔میں نے دوروز قبل اس کو بغور دیکھا ہے۔آپ کا کام مجموعی طور پر لائق تحسین ہے میں اس پر آپکو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ نے جس توجہ سے اس حصہ کے کام کی تکمیل کی ہے اس سے الدار کا سادہ اور مضبوط تعمیرات کا روپ نکھر کر سامنے آگیا ہے،آپ نے اصل تعمیر کے روپ کو مدنظر رکھا ہے۔اور پرانا پن بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ یہی پرانا پن ہی اس کا حسن ہے۔اس میں داخل ہوکر انسان اپنے آپ کو سوسال پہلے کے ماحول میں پاتا ہے اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر دے آمین۔

امید واثق ہے کہ آپ بقیہ کام کو بھی انہی لائینوں پر تعمیر وتکمیل فرمائیں گے۔والسلام

سلسلہ کا ادنیٰ خادم

حکیم بدرالدین عامل بھٹہ سابق جنرل سیکرٹری۔لوکل انجمن احمدیہ قادیان۔-6-2-2004

Mashood Qamer Ahmad
44, Galgate Close,
London, SW19 6ET

A very good insight into the home of the Promised Messiah (a.s). The information tablets give an excellent historical insight, and are very informative. The renovation is very good back to the original style.

Well done Masha Allah. 26-12-2004

وحید احمد ولد خلیل احمد ناصر۔155 کواٹرز صدر انجمن احمدیہ۔ربوہ

دارالمسیح قادیان کے بارہ میں ایک عاجز انسان کس حد تک Comments دے سکتا ہے یہ تو وہ جگہ مقدسہ ہے جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے بشارت دے رکھی ہے۔

مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا

یہ یقیناً مُردوں کو زندگی بخش ہے اور بے جان اجسام کے لئے زندگی اور حرکت کا معالج ہے۔بہتوں نے اس سے اپنی محدود استطاعت کے مطابق حصہ پایا۔ہزاروں نہیں بلکہ کروڑوں مردہ جسم تروتازہ اور اپنی ارضی وسماوی ترقیات کے حصول کیلئے یہاں آئینگے اور آرہے ہیں۔

خدا کی قسم یہ نشانات کا مجموعہ گھر اور سرزمین ہے اور یہ عاجز ایک سے بڑھ کر ایک نشانات کا گواہ ہے جس اس عاجز کو دکھائے ایک رؤیا اور اولاد کی نعمت کا نشان تو بھولے نہیں بھول سکتا۔الحمدللہ۔اس مکان کی از سر نو تزئین وآرائش کرتے ہوئے جدّت اور مکان کی اصلی حالت قائم رکھنے کا امتزاج کیا ہی خوب ہے

وحید احمد۔کارکن نظارت علیاء ربوہ۔24-12-2004

خاکسار رضوان اللہ خان ولد امان اللہ خان ظفر

ساکن ربوہ پاکستان ناصر آباد شرقی 75 مکان نمبر

قادیان کا وزٹ کیا۔ اس سے بہتر جگہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر سے زیادہ پرسکون کوئی اور جگہ نہیں۔ اور یہ انجینیئر نگ یعنی نقشہ جو اس جگہ کا ہے بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ یہ انجینیئر نگ کا شاہکار نمونہ ہے اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ پر مزید اپنے فضل عطاء فرمائے۔ آمین۔ والسلام۔ 2004-12-26

دارالمسیح کی مرمت اور تزئین دیکھ کر

دارالمسیح کی اب جو ہے تزئین کا آیا خیال
کاش ہوتی سو برس پہلے سے اس کی دیکھ بھال

یہ مکاں جب سے بنے اَن گنت گذرے ہونگے سال
اِن کی آثارِ قدیمہ جیسی تھی اب تو مثال

پہلی صورت اِن مکانوں کی تھی دیکھی آج بھی
عبدالرشید آرکیٹیکٹ نے تو کردی ہے کمال

ماضی کی بھی تاریخ کو کمروں میں رکھا ہے بحال
پُرانی اینٹوں کی بھی کچھ شیشوں میں کردی ہے سنبھال

بند رہتے تھے جو کمرے جیسے بوسیدہ اسٹور
سوچتا ہوں کیا لکھوں اسوقت تھا جو اِنکا حال

جب کبھی لکھوں اگر لکھتا ہوں منظر عام پر
اشعار میں کرتا بیاں منظر کا ہوں حُسن و جمال

میں یہ اکثر سوچتا تھا اور آتا تھا خیال
جو ہیں تاریخی مناظر اِن کی ہو بہتر سنبھال

عبدالرشید آرکیٹکیٹ ہیں دُعا کے مستحق
ہے یہ جن کی زیرِ نگرانی مرمت کا کمال

اللہ جزائے خیر دے اِس کارِخیر کی اُنہیں
ماشا ء اللہ آپ نے تزئین کی ہے باکمال

جانے والے دیکھ جاتے کاش اِس تزئین کو
آج ہے رہ رہ کے آتا بس یہی دل میں خیال

یہ شعائر اللہ میں شامل ہیں نبی کے سب مکاں
یاد تازہ کر رہے ہیں ان کی باز بانِ حال

یا ربّ خلیفۃ المسیح خامس بھی آئیں قادیان
دُور کر دے اُن کی راہ سے جو بھی مشکل ہو محال

انجام مبشر کا بھی اے کاش ہو جائے بخیر
بس تیری درگا میں اِتنا سا مولیٰ ہے سوال

خاکسار محمود احمد مبشر درویش قادیان 2004-3-15

Bismillah Hirra-heema Nirraheem

I am extremely impressed, amazed and moved to see the piece of exhibition at the house of Promised Messiah. This is a historical work, done to preserve the holy places at Qadian. Chaudhry Abdul Rashid Architect Sahib deserve special appreciation because it is due to his exceptional initiative and drive that this extra-ordinary work could be accomplished. May Allah reward Chaudhry Sahib through His unseen Hands and bless him with a healthy and prosperous longlife. May Allah reward him for his, extra-ordinary accomplishment. (Ameen)

Dr Syed Basharat Ahmad Shah,

Regional Ameer, Cologn, Germany. 28-12-2004

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خاکسار نے دارالمسیح کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔مکرم محترم عبدالرشید صاحب نے اس عمارت میں اپنی کوشش سے مزید چار چاند لگا دئے ہیں۔جس سے اسکی تاریخی عمارت کو ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دیا گیا ہے جسکے لئے جناب عبدالرشید صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔یہ عمارت ہمارے لئے تاریخی ورثہ ہے۔روحانی طور پر اسکا بنانا اور محفوظ رکھنا کل جماعت کے لئے بہت ضروری تھا۔سوایسا ہی ہوا۔آئندہ نسل اسکو دیکھے گی اور اس سے افادہ حاصل کرے گی۔انشاءاللہ۔والسلام

ادریس احمد اختر۔ہمبرگ جرمنی۔28-12-2004

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے میرے (قادیان) آنے کے سامان پیدا کئے۔اللہ تعالیٰ ان کو خود جزا دیگا۔جن لوگوں نے اس کی تعمیر میں۔اس کو ٹھیک کرنے میں کام کیا۔ہم اس جلسہ کے تمام انتظام سے خوش ہیں۔اگر میں ان لوگوں کے لئے دعاؤں کی کتاب بھر دوں تو کم ہے۔خدا تعالیٰ ان کو۔ان کے خاندانوں۔انکی پشتوں کو اجر دے۔مولیٰ کریم اپنے خاص فضلوں کا وارث بنائے۔

ان نشانوں کو دیکھنے کے لئے پوری دنیا ترسے گی اور لوگ دنیا کے کناروں سے آئیں گے اور ان نشانوں کو دیکھیں گے۔جہاں خدا کا مسیح بیٹھا اور نمازیں ادا کیں اور جماعت کے لئے دعائیں کیں۔میں کیا لکھوں۔ہزاروں بار اللہ تعالیٰ اس جماعت کو ایسے نشان دکھائے جو اس دین کی ترقی کا باعث بنیں۔ آمین ثم آمین

محمد طلحہ ولد شیخ محمد یونس شاھد مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ۔

پاکستان کوارٹر تحریک جدید نمبر 33۔26-12-2004

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ۔

"دارالمسیح ایک نبی کی رہائش گاہ ہے شعائراللہ میں سے ہے۔آج ان شعائراللہ کو تفصیل سے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔کے مطابق ان مقامات مقدسہ سے ہم نے بھی برکت حاصل کی۔اگرچہ ہم بادشاہوں میں سے تو نہیں ہیں۔نہایت ہی عاجز اور کمتر بندے ہیں۔مولا کریم اپنے دربار میں ہمیں بھی بادشاہوں میں شامل کر دے تو کچھ بعید نہیں۔وہ دینے والا ہے۔جب دیتا ہے تو انسانوں کی جھولیاں بھر جاتی ہیں۔ہم تو دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مکرم و محترم جناب چوہدری عبدالرشید آرکیٹیکٹ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔اللہ تعالیٰ نے چوہدری صاحب کو اسی غرض سے پیدا کیا تھا کہ ان مقامات مقدسہ کی حفاظت اور اصلی شکل میں ان کو اجاگر کرنے کی تگ و دو کریں۔دل سے چوہدری صاحب کے لئے دعا نکل رہی ہے۔جزاہ اللہ خیرا۔یہ چوہدری صاحب کے کیریئر کا نقطہ عروج ہے۔آنے والے نسلیں بھی جہاں ان مقامات مقدسہ۔ان شعائراللہ سے برکت حاصل کریں گی وہاں مکرم چوہدری صاحب کے لئے دعائے خیر کریں گی۔ چوہدری صاحب بھی ان مقامات مقدسہ کی برکت سے زندہ جاوید ہو گئے۔

اَللّٰھُمَّ اَجۡزِہٗ اَجۡرًا حَسَنًا

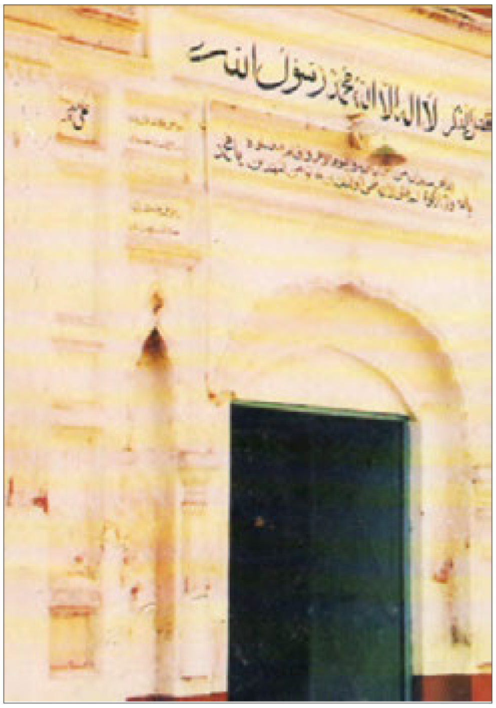
عاجز ڈاکٹر محمد جلال شمس

مبلغ سلسلہ جرمنی۔28-12-2004



دارالمسیح قادیان کے دو دلکش طائرانہ مناظر





مسجد مبارک سیالکوٹ



محراب مسجد مبارک سیالکوٹ



ریلوے اسٹیشن کا بیرونی گیٹ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے مصاحبین کے ریل کے ڈبے لائے گئے۔ اور حضرت اقدس آراستہ بگھی میں سوار ہوئے۔

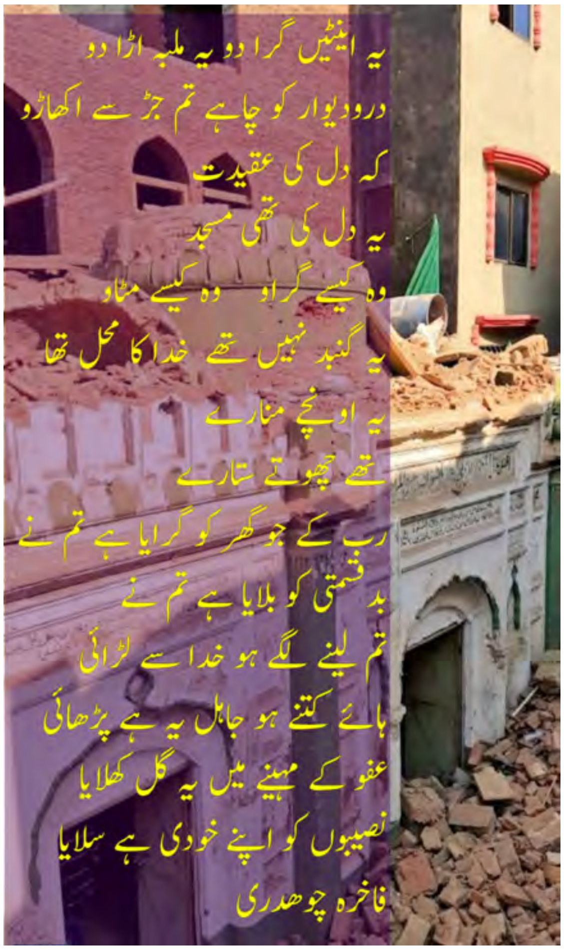


مسجد حضرت حکیم حسام الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مسجد مبارک) کے صحن میں سیڑھیاں برائے رہائش گاہ۔
سفر سیالکوٹ 1904ء میں یہ رہائشی حصہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مخصوص رہا۔



سرائے مہاراجہ جموں وکشمیر سیالکوٹ
جہاں لیکچر سیالکوٹ پڑھ کر سنایا گیا

سیالکوٹ پاکستان میں حضرت مسیح موعودؑ کا سوا سو سال پرانا گھر اور مسجد مولویوں نے انتظامیہ کی موجودگی میں جون 2018ء میں مسمار کردیا



رَاَیۡتَ کَانَ مَسۡجِدًا اَعۡنِیۡ الۡمَسۡجِدَ الَّذِیۡ وَقَعَ عِنۡدَ السُّوۡقِ قُدۡ هُدِمَتۡ۔ وَهَدَمَهٗ رَجُلٌ۔ وَهَدَمَ مَعَهٗ مَکَانًا لَنَا۔ وَاَنَّا اَقُوۡلُ کَانَ هٰذَا مَسۡجِدًا فَنَفَوِّضُ الۡاَمۡرَ اِلَی اللّٰهِ۔

(کاپی مضامین متفرقہ از حضرت مسیح موعود علیہ السلام ص219)

(ترجمہ از مرتب) میں نے دیکھا گویا مسجد یعنی وہ مسجد جو بازار کے پاس ہے گرادی گئی ہے اور اس کو ایک شخص نے گرایا ہے اور اس کے ساتھ ایک اور مکان کو بھی جو ہمارا تھا گرادیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ یہ تو مسجد تھی۔ پس ہم اس معاملے کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

سوا سو سال سے چپ ہیں
ہمیں نابود کرنے کو، جو طاقت ہے لگا دیکھو
نئی طرزِ ستم لاؤ، نیا مقتل سجا دیکھو
قسم ہم کو وقارِ صبر کی، ہم کچھ نہ بولیں گے
سوا سو سال سے چُپ ہیں، ہمارا حوصلہ دیکھو
(ارشاد عرشی ملک)



سیالکوٹ میں واقع حضرت مسیح موعودؑ کی مسجد اور مکان کے جون 2018ء میں مختلف مناظر



سیالکوٹ میں واقع حضرت مسیح موعودؑ کی مسجد اور مکان کے جون 2018ء میں مختلف مناظر









سیالکوٹ میں واقع حضرت مسیح موعودؑ کی مسجد اور مکان کے جون 2018ء میں مختلف مناظر









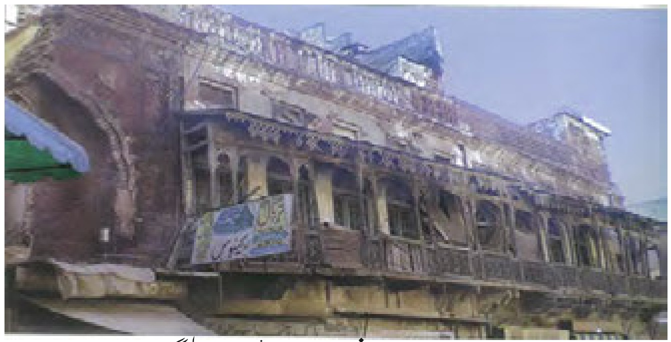




حضرت مسیح موعودؑ اور لاہور

اگلے چار صفحات کی تصاویر جماعت احمدیہ لاہور کے صد سالہ خلافت جوبلی کے موقع پر شائع ہونے والے مجلہ میں سے لی گئی ہیں۔

جماعت احمدیہ لاہور کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد کے مطابق 1947ء میں جماعت احمدیہ عالمگیر کا جلسہ سالانہ 27-28 دسمبر کو لاہور میں پٹیالہ گراؤنڈ میں منعقد ہوا اور 26 دسمبر کو مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔



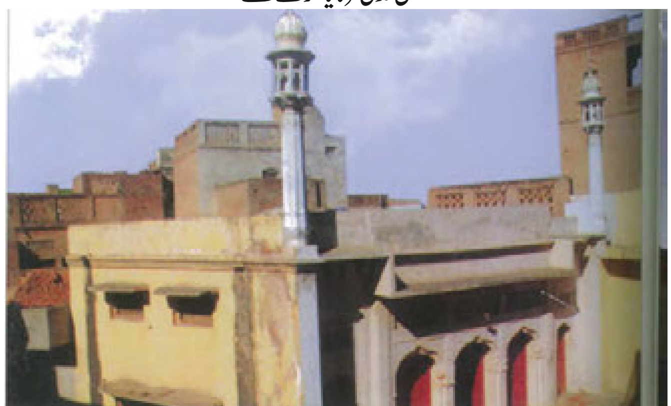
مکان حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ بیرون دہلی گیٹ



چھت مکان حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ بیرون دہلی گیٹ جہاں حضرت مسیح موعودؑ چہل قدمی فرمایا کرتے تھے



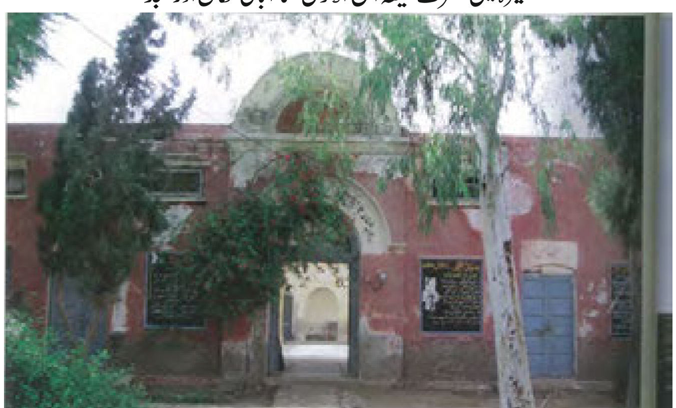
پٹیالہ گراؤنڈ جہاں 1947ء میں جماعت احمدیہ عالمگیر کا جلسہ سالانہ منعقد ہوا



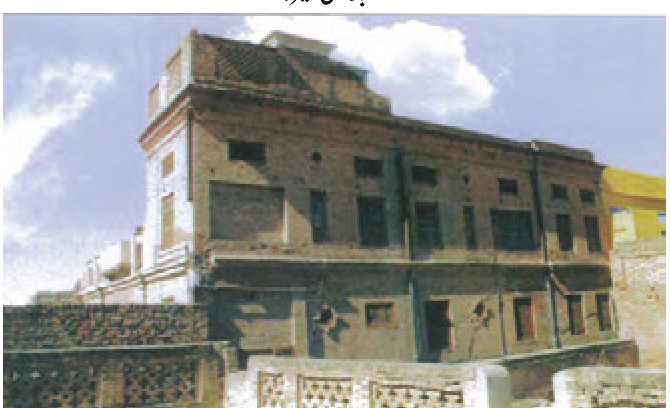
بھیرہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا آبائی مکان اور مسجد



مسجد فضل بھیرہ



پنڈ دادن خان میں وہ اسکول جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ چار سال ہیڈ ماسٹر رہے



بھیرہ میں وہ ہسپتال جس کی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے تعمیر شروع کروائی تھی

مسجد دائی انگہ



حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور ریلوے اسٹیشن کے پاس مسجد دائی انگہ میں وضو کر رہے تھے کہ پنڈت لیکھرام نے آپ کو سلام کیا لیکن آپ نے جواب نہ دیا، بعد میں آپ نے فرمایا

''اُسے شرم نہیں آتی ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے''



مکان محبوب رایوں واقع سید مٹھا بازار اندرون شہر



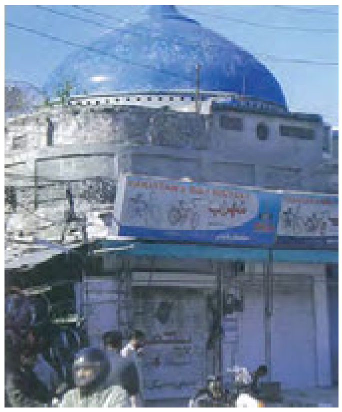
مسجد چینیاں والی کوچہ چابک سواراں جہاں
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نمازیں ادا کیں



مسجد چینیاں والی کا اندرونی منظر



مندر آریہ سماج کا اندرونی منظر



دوکان حضرت میاں محمد موسیٰ صاحب رضی اللہ عنہ واقع نیلا گنبد لاہور



مکان شیخ رحمت اللہ صاحب واقع انارکلی جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اکتوبر 1897ء میں چند روز قیام فرمایا



مندر آریہ سماج کا بیرونی منظر

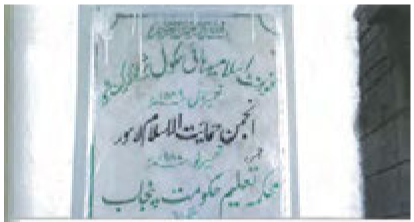
مندر آریہ سماج جہاں آریہ سماج وچھووالی لاہور نے مذاہب کانفرنس کے نام سے ایک جلسہ منعقد کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی امارت میں ایک وفد روانہ فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے تائید الٰہی سے مختصر وقت میں جلسہ میں پڑھنے کے لئے ایک مضمون لکھا، جس کے بارے میں مقبولیت کا الہام بھی ہوا۔ یہ مضمون پڑھنے کی سعادت حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی۔

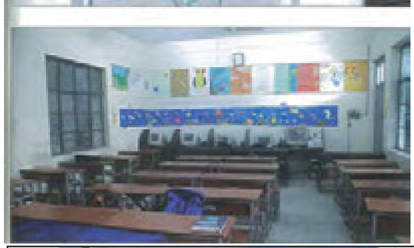


مکان شیخ رحمت اللہ صاحب واقع انارکلی کا بیرون منظر



مندر آریہ سماج وچھووالی جہاں دسمبر 1907ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون پڑھا گیا





28,27,26 دسمبر 1896ء کو جلسہ مذاہب عالم لاہور بمقام اسلامیہ ہائی اسکول شیرانوالہ گیٹ میں منعقد ہوا۔ آپؑ کا مضمون ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے پڑھا جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے آپؑ کو پہلے ہی الہاماً بتا دیا تھا کہ

''مضمون بالا رہا''

جب یہ مضمون ختم ہوا تو اس جلسہ کے صدر کے منہ سے یہ الفاظ بے اختیار نکلے

''یہ مضمون تمام مضمونوں سے بالا رہا''



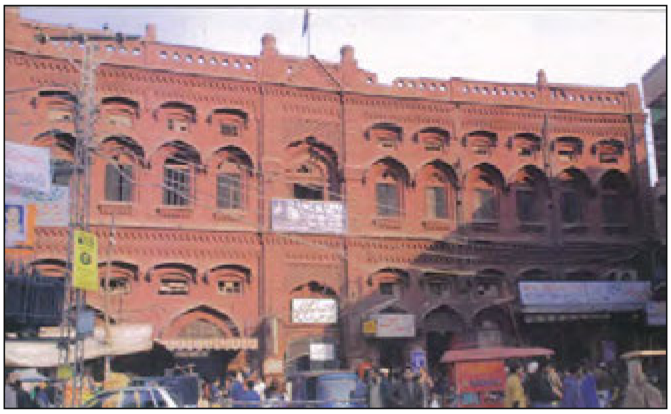
25 مئی کو مشن ہائی سکول رنگ محل میں پادری لیفرائے کے لیکچر ''زندہ رسول'' کے جواب میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون پڑھا۔

حاضرین اور پادری لیفرائے حیران تھے کہ جو لیکچر ابھی ابھی زندہ رسول کے موضوع پر پادری صاحب نے دیا تھا اس کا تفصیلی جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیکچر میں موجود تھا۔

مشن ہائی اسکول رنگ محل کا اندرونی منظر



اسلامیہ ہائی اسکول شیرانوالہ گیٹ جہاں جلسہ مذاہب عالم منعقد ہوا



مشن ہائی اسکول رنگ محل



حافظ منزل گھر حضرت میاں معراج دین صاحبؓ



مکان حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ بیرون دہلی گیٹ کا اندرونی منظر



اسلامیہ ہائی اسکول شیرانوالہ گیٹ جہاں جلسہ مذاہب عالم منعقد ہوا تھا



مقام میلہ منڈوا رام نزد داتا دربار جہاں 3 ستمبر 1904ء کو حضرت مسیح موعودؑ کی موجودگی میں لیکچر لاہور پڑھ کر سنایا گیا



بیرون احمدیہ بلڈنگز (برانڈرتھ روڈ)



مسجد احمدیہ بلڈنگز جس میں آپ نے منکرین خلافت کے اعتراضات کا مدلل جواب دیا



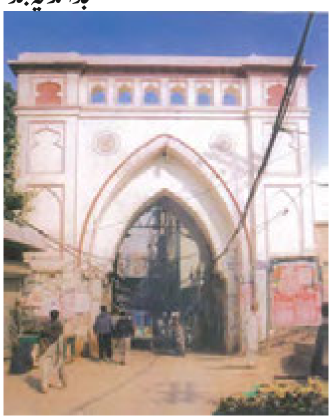
کمرہ وفات (بمقام احمدیہ بلڈنگز برانڈرتھ روڈ)



مسجد احمدیہ بلڈنگز کا اندرونی منظر



کمرہ وفات (بمقام احمدیہ بلڈنگز برانڈرتھ روڈ)



بھاٹی دروازہ جہاں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا گزر ہوا



سلطانی مسجد لنڈا بازار جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام
نے 1857ء میں نماز ظہر ادا کی



مسجد حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب واقع لنگے منڈی
جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نمازیں ادا کیں



منور ہوٹل نزد ریلوے اسٹیشن جہاں پہلے برگنزا ہوٹل تھا (یہاں کبھی ٹھیکیدار سلطان محمد
صاحب کا مہمان خانہ تھا) جہاں 1857ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے

کتابیات

1 مرکز احمدیت — شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ
2 قادیان کے مقامات مقدسہ — مجلس خدام الاحمدیہ قادیان
3 قادیان دارالامان — فلاح الدین صاحب شمس
4 سیرت طیبہ — حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ
5 سلسلہ احمدیہ — حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ
6 قادیان مرکز احمدیت — مولوی برھان احمد صاحب ظفر
7 کچھ باتیں کچھ یادیں — شیخ عبدالحمید صاحب عاجز
8 دارالامان — عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ
9 حیات احمد — حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ
10 حیات طیبہ — شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل
11 پ اکٹ بک — ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم
12 ذکر حبیب — حضرت مفتی محمد صاحب صادقؓ
13 اصحاب احمد جلد اول — ملک صلاح الدین صاحب
14 اصحاب احمد جلد دوم — ملک صلاح الدین صاحب
15 اصحاب احمد جلد نہم — ملک صلاح الدین صاحب
16 الفرقان اگست۔ستمبر۔اکتوبر 1963 — مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری
17 سیرت المہدی۔اول۔دوم۔سوم — مرزا بشیر احمد صاحبؓ
18 تذکرہ — الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ
19 سیرت مسیح موعود علیہ السلام — حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ
20 حقائق الفرقان — حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ
21 تاریخ احمدیت جلد دوم۔سوم — مولوی دوست محمد صاحب شاہد
22 سیرت مسیح موعود علیہ السلام — مولوی عبدالکریم صاحبؓ
23 قادیان دارالامان — عبدالباری شاہد صاحب
24 تاثرات قادیان — ملک فضل حسین صاحب
25 صدسالہ تاریخ احمدیت — کراچی جماعت
26 تفہیمات ربانیہ — ابوالعطاء صاحب جالندھری
27 الفضل یکم جون 2002 تا 4 جولائی 2002
28 ہفتہ روزہ بدر قادیان۔جلسہ سالانہ نمبر 2007
29 ہفتہ روزہ بدر قادیان۔خلافت احمدیہ صدسالہ جوبلی نمبر دسمبر 2008
30 ہفتہ روزہ بدر قادیان۔درویشان قادیان نمبر دسمبر 2011
31 خلافت احمدیہ صدسالہ جوبلی 2008ء۔تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان

مصنف کے متعلق



آپ کی پیدائش 1935ء میں لاہور میں ہوئی۔آپ نے بنیادی تعلیم ہائی اسکول شاہدرہ ٹاؤن لاہور سے حاصل کی۔1952ء سے 1955ء تک آپ نے میوسکول آف آرٹس لاہور میں آرکیٹیکچر کی تعلیم حاصل کی جواب نیشنل کالج آف آرٹس کے نام سے مشہور ہے۔اس تعلیم کے دوران آپ کو اعلیٰ کارکردگی کی وجہ سے سکالرشپ بھی ملتا رہا 1958ء میں آرکیٹیکچر میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان چلے گئے۔وہاں سے آپ نے 1962ء میں نیشنل کالج آف آرٹ مانچسٹر سے Royal Institute of British Architects کا فائنل امتحان پاس کیا اور 1964ء میں آپ کو اس ادارے کی رکنیت مل گئی۔1966ء سے 1968ء تک آپ پاکستان میں انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں ریڈر کی حیثیت سے پڑھاتے رہے۔1969ء میں آپ نے لندن واپس آکر سنٹرل پولی ٹیکنیک۔ریجنٹ سٹریٹ لندن سے ٹاؤن پلاننگ میں پوسٹ گریجویٹ کا کورس مکمل کیا۔آپ دوسرے پاکستانی اور پہلے احمدی تھے جن کو بیک وقت یہ دونوں ڈگریاں حاصل کرنے کی توفیق ملی۔

1972ء میں تعلیم مکمل کر کے آپ نے پاکستان میں پرائیویٹ پریکٹس شروع کی اور ایک نامور فرم الیری ایسوسی ایٹس کے مینیجنگ ڈائریکٹر رہے۔اس دوران آپ نے ہسپتال، سپورٹس کمپلیکس، آفس بلڈنگ اور کئی قسم کے ہاؤسنگ کے پروجیکٹ کئے۔ان میں سے سٹیٹ بینک آف پاکستان فیصل آباد، وارث شاہ کا مقبرہ اور ورلڈ بینک آفس اسلام آباد کی شاندار عمارات آپ کے ظاہری علوم میں معرفت کی سند ہیں۔اس دوران آپ نیشنل کالج آف آرٹ میں بطور ویزیٹنگ پروفیسر بھی رہے۔اور انسٹیٹیوٹ آف آرکیٹیکٹ آف پاکستان، پنجاب چیپٹر کے صدر بھی رہے اور پاکستان میں پہلے ٹیکنیکل رسالے انوائرنمنٹ کے مدیر اعلیٰ تھے۔1980ء میں پاکستان میں ایک بہت بڑی کمپنی نے آپ کو آرکیٹیکچرل خدمات پر گولڈ میڈل پیش کیا تھا۔

آپ کو متعدد جماعتی و ذیلی تنظیموں کے عہدیدار کی حیثیت سے کام کرنے کی توفیق بھی ملی ہے۔انگلستان جانے سے پہلے اپنے حلقے شاہدرہ ٹاؤن میں زعیم تھے۔انگلستان میں ممبر مجلس عاملہ۔واپس جب لاہور آئے تو زعیم انصاراللہ حلقہ دارالذکر، صدر مسجد کمیٹی اور لمبا عرصہ سیکریٹری ضیافت ضلع لاہور کے طور پر خدمت کرنے کا موقعہ ملا۔آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ احمدیہ آرکیٹیکٹ ایسوسی ایشن کے نہ صرف بانی ممبر ہیں بلکہ ایسوسی ایشن کے پہلے صدر بھی ہیں۔بعد میں جب احمدیہ آرکیٹیکٹ انجینئرز کی مشترکہ انٹرنیشنل ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں آیا تو آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ایڈیشنل چیئرمین نامزد فرمایا۔1983ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کو صد سالہ جوبلی کے سلسلہ میں ربوہ میں نئے جلسہ گاہ کا ڈیزائن کرنے والی کمیٹی کا صدر مقرر فرمایا۔1985ء میں آپ کے مستقل انگلستان تشریف لے آنے کے بعد احمدیہ آرکیٹیکٹ ایسوسی ایشن کے یورپین چیپٹر کے 20 سال تک چیئرمین کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔آپ گھروں کے ڈیزائن، قادیان دارالامان، قرآن کریم و رسول اللہ ﷺ اور مسیح موعودؑ کی دُعاؤں کے مجموعے انگریزی اور اُردو میں، حج اور عمرہ، میری پسندیدہ بستی قادیان دارالامان، ربوہ دارالہجرت، درویشان قادیان کے حالات، قادیان پر انگریزی اور اُردو میں گائیڈ بک، مرزا وسیم احمد صاحب کی سوانح عمری بھی تصنیف کر کے شائع کروا چکے ہیں۔

ربوہ میں مسجد اقصیٰ کے ڈیزائن کے علاوہ آپ گیسٹ ہاؤس انصاراللہ، دفتر وقف جدید، خلافت لائبریری کی توسیع، بک ڈپو (ایم ٹی اے سٹوڈیو)، دفتر پرائیویٹ سیکریٹری کے پراجیکٹ کے ذمہ دار تھے۔مکان حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور احمد نگر کی ڈویلپمنٹ جو کہ مغل آرکیٹیکچر اور موجودہ فن تعمیر کی ایک دلکش مثال ہے انہی کی نگرانی میں مکمل کئے گئے ہیں۔قادیان میں جتنی نئی ڈویلپمنٹ ہوئی ہے جس میں یورپین گیسٹ ہاؤسز، چار منزلہ فلیٹس، نیا نور ہسپتال، سرائے طاہر، مسجد انوار اور مقدس مقامات کی رینوویشن کی ذمہ داری وہ سب انہی کی نگرانی میں مکمل کئے گئے ہیں۔یہ کام مکمل کرنے میں آپ پوری محنت اور تندہی سے مصروف عمل رہے۔آپ کو دنیا کے مندرجہ ذیل ممالک میں احمدیہ مساجد و مشن ہاؤسز، میڈیکل سینٹر اور گیسٹ ہاؤسز ڈیزائن کرنے کی توفیق ملی۔آسٹریلیا، لندن، سکاٹ لینڈ، بریڈفورڈ، برمنگھم، واشنگٹن، شکاگو، لاس اینجلز، ٹیکساس، ورجینیا، گواٹیمالا، دہلی، انڈونیشیا، ڈنمارک، سویڈن، ناروے، فرانس، بیلجیئم، ہالینڈ، جرمنی، پولینڈ، گھانا، آئیوری کوسٹ، برکینا فاسو، گنی بساؤ، قزاکستان، لیتھوانیا، کازان، ماریشس، سری لنکا، البانیا اور دنیا کے متعدد ممالک۔آپ نے اپنے اوقات کو مکمل طور پر جماعت کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا ہے۔خلفاء سلسلہ نے تحریر و تقریر کے ذریعہ آپ کی ان خدمات کو سراہا ہے۔جو آپ نے پوری دنیا میں پھیلی ہوئی اہم عمارات و مساجد کے ڈیزائن اور تعمیر کے لئے سرانجام دی ہیں۔آپ 1994ء سے فل ٹائم واقف زندگی ہیں۔اس طرح آپ پہلے آرکیٹیکٹ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو وقف کے لئے پیش کیا۔آپ 1966ء سے مسلسل خلیفۃ المسیح کی ہدایات کے مطابق خدمات بجالانے کی سعادت پا رہے ہیں۔

قادیان کی کتاب (پہلا ایڈیشن) پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحم اللہ کا مختصر تبصرہ

کتاب گو ابھی تو فقط سکیچ ہی ہے مگر
جس نے بھی دیکھی ہے بہت پسند
کی ہے اور اسے وقت کی اہم ضرورت
قرار دیا ہے جو پوری ہو گئی
اس پر بھی مبارکباد اور شکریہ
اور اس گرانقدر ہدیہ پر مبارکباد اور شکریہ
جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا
والآخرہ
لہ
16-2-92



In the name of Allah, the Gracious, the Merciful

ADDITIONAL
WAKALAT TASNEEF

Ref. AVT-13634 — Date: 25-12-2019

مکرم و محترم عبدالرشید آرکیٹکٹ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

کتاب 'میری پسندیدہ بستی قادیان دارالامان' کے بارہ میں آپ کی ای میل مؤرخہ ۱۹؍دسمبر ۲۰۱۹ موصول ہوئی ہے، آپ کو اس فائنل مسودہ کی طباعت کی منظوری دی جارہی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کی طباعت ہر لحاظ سے مبارک و بابرکت فرمائے اور آپ کو صحت و سلامتی والی عمر سے نوازے۔ آمین۔

کتاب کی طباعت سے قبل اگر اس منظور شدہ مسودہ کے مواد میں کسی قسم کی ایزادی یا رد و بدل کرنا ہو تو اس کی منظوری بھی وکالت ہذا سے حاصل کر لیں۔ کتاب کی طباعت کے بعد اس کی دو کاپیاں وکالت ہذا کو بغرض ریکارڈ بھجوا دیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

والسلام

خاکسار

منیر الدین شمس

ایڈیشنل وکیل التصنیف

نقل بخدمت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
نقل مکرم و محترم امیر صاحب جماعت یوکے
نقل مکرم و محترم وکیل صاحب تعمیل و تنفیذ (انڈیا۔ نیپال۔ بھوٹان)